شاہانِ گوجر

مصنف

علامہ نواب عبدالمالک اکھوڑوی

قادری رضوی کتب خانہ ۔ گنج بخش روڈ ۔ لاہور

شاہانِ گوجر

مصنف

ابوالبرکات مولوی محمد عبدالمالک خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ

قادری رضوی کتب خانہ ۔ گنج بخش روڈ ۔ لاہور

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

98083

نام کتاب ــــــــ شاہانِ گوجر

مصنف ــــــــ ابوالبرکات مولوی محمد عبدالمالک رحمۃ اللہ علیہ

پروف ریڈنگ ــــــــ چوہدری نور احمد چوہان لاہور

طباعت ــــــــ 2009ء

زیرنگرانی ــــــــ چوہدری محمد خلیل قادری

تحریک ــــــــ چوہدری محمد ممتاز احمد قادری

صفحات ــــــــ 704

پیشکش ــــــــ چوہدری محمد عارف (کراچی)

رانا محمد علی (کراچی)

ناشر ــــــــ چوہدری عبدالمجید قادری

قیمت ــــــــ [illegible] روپے

ملنے کے پتے

Rana Muhammad Ali Chech A Gurjar, House
B.938 Block # 1 Metrovile, S.I.T.E. Karachi

مکتبہ حنفیہ گنج بخش روڈ لاہور

قادری رضوی کتب خانہ۔ گنج بخش روڈ لاہور

Hello: 042-7213575, 0333-4383766

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَللّٰھُمَّ مَالِکُ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِیَدِکَ الْخَیْرُ ط اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ط اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًاo

دیباچہ ومقدمہ

دستاں سرائے مجلس دوشینہ ایم ما
از مافسانہائے کہن میتواں شنید

باہمی تعارف کے اصول پر انسان کئی قسموں پر منقسم ہے جنس کے لحاظ سے عورت اور مرد رنگ کے اعتبار سے کالا اور گورا، عمر کی حیثیت سے جوان اور بوڑھا، صفات ذاتی کی رو سے عالم اور جاہل، صفاتِ عارضی کی وجہ سے دولتمند اور مفلس، توانا اور کمزور، مقام کی نسبت سے عربی و عجمی، فرنگی وہندی، بخاری و مشہدی، کسب وحرفت کی نوعیت سے درزی اور لوہار اور کاشت کار، مذہب کی بنا پر عیسائی اور یہودی، ہندو اور مسلمان، سکھ اور چین، فرقوں کے لحاظ سے شیعہ اور سنی حنفی اور شافعی، مالکی اور حنبلی، نسبی خصوصیت سے سید اور شیخ، گوجر اور جاٹ، مغل اور پٹھان، راجپوت اور اعوان لیکن ان تمام اقسام کے متعلق تین چیزیں قابل بحث ہیں۔

(۱) اتحادنسبی (۲) اتحاد مذہبی (۳) اتحادوطنی

اول اتحادنسبی

نسب کا اتحاد سلسلۂ تنظیم کو مستحکم کرتا ہے اور ایتلاف کی خصوصیات کو محفوظ رکھتا ہے چنانچہ خطبوں میں بجائے اس کے کہ افراد کی تفصیل کی جائے، صرف

خاندان یا قوم کا حوالہ کافی ہوتا ہے۔ سلسلۂ نسب کا محفوظ رکھنا اور اس کو یاد کرنا، انسان کی ضروریاتِ زندگی میں سے ایک ضرورت ہے، عرب کا بچہ بچہ نہ صرف اپنے نسب نامے یاد رکھتا تھا بلکہ دوسرے خاندانوں کے نسب نامے بھی سنا سکتا تھا، نسب کی تعلیم فطری ہے اور یہ خدا کا بہت بڑا احسان ہے اس کا ارشاد ہے۔

وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَّقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا. اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَاللّٰهِ اَتْقٰكُمْ.

ترجمہ: ہم نے تمہیں شعوب اور قبائل میں تقسیم کر دیا تا کہ تم باہم آشنا ہو جاؤ تم میں سے اللہ کے نزدیک زیادہ معزز وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔

قرآن شریف جس طرح اور باتوں کی وضاحت کرتا ہے، ایسا ہی نسب کے بارہ میں توضیح کرتا ہے کہ خدائے تعالیٰ نے تمہاری قوموں اور قبیلوں میں تقسیم کر کے علیحدہ علیحدہ جماعتیں بنا دیں تا کہ تم بیگانہ و یگانہ میں تمیز کر سکو، اگر تمام دنیا کے انسانوں کی ایک ہی قوم یا ایک ہی قبیلہ ہوتا تو آج قرابت و اخوت کی جو نعمت ہمیں میسر ہے، وہ حاصل نہ ہوتی، اور اقوام و قبائل کے دلوں میں مقابلۃً جو جوش مسابقت و مقاومت پیدا ہوتا ہے، وہ نہ ہوتا کیوں کہ زیادہ تر ترقی کا مدار رشک و تقابل پر ہے، انسان کے وجود میں منجملہ دیگر جواہر فضیلت کے رشک بھی ایک جوہر ذاتی ہے جس کے ذریعہ سے انسان مقصود کے اعلیٰ مدارج پر فائز ہوتا ہے، چنانچہ اس آیت میں خدا تعالیٰ نعمتِ جلیلہ کے نتائج کا ذکر کرتا ہے کہ قبائل اور شعوب کی تقسیم اس لئے ہے کہ تمہاری معرفت میں اضافہ ہو۔ معرفت ایک وسیع اورلق و دق بیابان ہے۔ محبت، عشق اور اتحاد اس کے مراحل ہیں، ایک انسان دوسرے سے ملتا ہے، اس کا نام ملاقات ہے اور جب میل جول زیادہ ہوتا ہے تو محبت پیدا ہوتی ہے اور محبت سے عشق اور عشق سے اتحاد فی الذات کا درجہ حاصل ہوتا ہے، اس مرتبہ کی تشریح اس شعر میں ہے۔

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جان شدی
تا کس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

جب یہ درجہ حاصل ہو جاتا ہے، تو قوم اور قبائل کے افراد میں وحدتِ اجتماعی پیدا ہوتی ہے اور جب کوئی جماعت وحدت قومی کی حیثیت حاصل کرتی ہے، تو پھر کوئی دوسری قوم اس کا مقابلہ نہیں کرسکتی اور اسی کا نام حقیقی تنظیم ہے، جو دنیا کے مدارج ترقی کی کفیل اور حمایت دینی کی وکیل ہے، اور اسی کی تشریح خدائے پاک اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَاللّٰہِ اَنْفُسَکُمْ سے کرتا ہے، پس کسی قوم کا باہمی تعارف اور ہمدردی اور پاکبازی اس کی ترقی کے اسباب اولین ہیں۔

تعارف باعث اتحاد اور اتحاد باعثِ تنظیم افراد ہوتا ہے اس میں ایک نکتہ مخفی ہے، کہ قوموں کی تنظیم کس طرح ہوسکتی ہے اور فنا فی القوم کا رتبہ افراد کو کس طرح ملتا ہے؟ اس ادق مسئلہ کے سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم چند مطالب کو بطور اصول بیان کریں۔

انسانوں کا اتحاد کئی نوع کا ہوتا ہے، ڈاکوؤں کی جماعت میں اتحاد ہوتا ہے، کہ وہ مجتمعاً یک جان و یک دل ہوکر کسی گاؤں پر حملہ کرتے ہیں، دو سلطنتوں میں رابطۂ موالات ہوتا ہے کہ وہ ایک دوسری کی حلیف ہوکر تیسری سلطنت کو تباہ کرنے کے لئے لشکرکشی کرتی ہیں، مکاروں اور فریبیوں میں بھی ایتلاف ہوتا ہے کہ وہ دوسرے لوگوں کو دام تزویر میں پھانسنے کے لئے باہمی سازش کے جال پھیلاتے رہتے ہیں، چوروں کا بھی جتھا ہوتا ہے کہ وہ کسی کا گھر لوٹنے کے لئے منصوبے باندھتے ہیں، ارکانِ حکومت میں بھی اتفاق ہوتا ہے، کہ وہ اپنی متحدہ پالیسی سے ادنیٰ و اعلیٰ (رعایا) پر کسی جدید ٹیکس کا یا مقررہ ٹیکس پر اضافہ کا بوجھ رکھتے ہیں اور جب رعایا کی گردن ایسے بارگراں سے ٹوٹنے لگتی ہے، تو وہ مرافعات (اپیلوں) کے سہارے ایوان حکومت کے در پر فریاد کرتی ہے اور جب ہر جگہ سے وہ مایوس ہو جاتی ہے تو بغاوت پر آمادہ ہو جاتی ہے، رشوت خواروں میں بھی اتفاق ہوتا ہے کہ ماتحت اہلکار بڑے افسران کے لئے رشوت کا حصہ مقرر کرتے ہیں اور بڑے افسران کی غلطیوں اور بے ایمانیوں کی پردہ پوشی کرتے

ہیں۔ وعلیٰ ہذا القیاس اس قسم کی اکثر مثالیں اس زمانہ میں پائی جاتی ہیں، مگر یہ اتحاد اور اتفاق حقیقی نہیں، اس کا شیرازہ چند دنوں میں بکھر جاتا ہے اور اس کو کبھی ثبات و استقلال میسر نہیں آتا۔ اس کا نام اتحاد فی الشر ہے، ایسی جماعت آخر اپنے منصوبوں میں ناکامیاب رہتی ہے، اور ایک دن اس کا خاتمہ ہو جاتا ہے، اس لئے معرفت سے مراد ایسی معرفت ہے جس کا نتیجہ **اتحاد فی الخیر** ہو، ان **اکرمکم عند اللہ** میں اسی اتحاد فی الخیر کی طرف اشارہ ہے، اگر کسی قوم کے افراد منہیات سے متنفر اور اوامر کے مطیع ہوں تو اس قوم میں اتحاد فی الخیر ہو گا جس کو کوئی قوت جنبش نہیں دے سکتی، اتحاد فی الشر کی مثال ریت کی دیوار اور اتحاد فی الخیر کی تمثیل روئین حصار کی ہے۔

جہاز میں مختلف مذہب، ملک اور قوم کے لوگ سوار ہوتے ہیں، اگر اس میں رخنہ ہو جائے تو سب کے سب مجتمعاً اس رخنہ کو بند کرنے کے لئے دوڑتے ہیں یا کسی مکان میں آگ لگ جائے تو تمام شہر کے لوگ اس کے فرد کرنے کے لئے اپنی جانوں کو خطرہ میں ڈال دیتے ہیں تاکہ شہر آگ کے شعلوں سے محفوظ رہے، یہ اجتماع علی الخیر ہے، جس میں سب کی غرض جہاز یا مکان کو بچانے کی ہے، کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اگر جہاز اور مکان تباہ ہو گیا، تو وہ بھی تباہ ہو جائیں گے، اس کے برخلاف ڈاکوؤں، چوروں اور بدمعاشوں کا اجتماع اپنی خود غرضی اور دوسروں کو نقصان پہنچانے کے ارادہ سے ہوتا ہے جو اصول تمدن اور فطرت کے خلاف ہے، اور جو فعل یا عمل فطرت کے خلاف ہو وہ کبھی قائم نہیں رہ سکتا کیونکہ فطرت کے اجزاء و تاثیرات میں تناسب و التصاق ہوتا ہے، ایک جزو دوسرے جزو سے اس طرح ملصق یا ملحق ہو جاتا ہے، جس طرح کوئی ایک چیز قوتِ مقناطیسی کے اثر سے دوسری چیز سے جا ملتی ہے، اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ ظالم کی جڑ زمین کے اوپر اور عادل کی جڑ زمین کی تہ میں ہوتی ہے، جس طرح اچھی زمین میں درخت پھلتا پھولتا ہے، اسی طرح عادل بادشاہ اور نیکو کار شخص اپنی

عدالت اور نیکی سے پھلتا پھولتا ہے اور جس طرح ناقص زمین میں درخت خشک ہو جاتا ہے اسی طرح بدکردار آدمی بُری خصلتوں سے برباد ہو جاتا ہے۔

جس قوم میں صلاحیت ہوگی وہی خدا کے نزدیک مقرب ہوگی جس کا نتیجہ اقبال مندی و سعادت مندی ہوگا، اگر کوئی قوم اوجِ حشمت و جلال پر قدم رکھنا چاہتی ہے، تو اس کی اولین منزل نیک کرداری اور صلاحیت و تقویٰ ہے، نا تراشیدہ پتھروں سے دیوار چننا دشوار ہے، جب تک ایک ایک پتھر کے تمام پہلو ہموار نہ کر لئے جائیں تا کہ ایک پتھر دوسرے پتھر پر ٹھیک طور پر منطبق ہو جائے، اسی طرح قومیت اور اتحادِ قوم کے لئے لازمی ہے کہ پہلے ان کے اخلاق کی اصلاح کی جائے، جس طرح کہ ناہموار پتھر آپس میں پیوست نہیں ہو سکتے، اسی طرح قوم کے ناہنجار افراد اتحاد و حقیقی کے سلک میں منسلک نہیں ہو سکتے، مخلص اور منافق کے دل کو کون ملا سکتا ہے؟ مختلف طبیعت کے لوگوں میں کس طرح الفت و محبت کا سلسلہ قائم رہ سکتا ہے۔

عرب کی حکومت جس سرعت کے ساتھ عرب و عجم میں پھیلی، روئے زمین کی تاریخ اس کی کوئی نظیر پیش نہیں کر سکتی، اہلِ عرب کے پاس نہ تو دوسرے بادشاہوں کے برابر جہاز تھے، اور نہ سامان حرب ہی کچھ بڑے پیمانہ پر تھے، ٹوٹی پھوٹی کشتیوں پر ستو، اور کھجوروں کا زاد راہ ساتھ لیا، اور بحر ہند کو عبور کر کے سندھ کی سرزمین پر اُترے، بجلی کی طرح چمکے، اور دنوں میں مشرق سے مغرب تک نورِ اسلام سے دنیا کو منور کر دیا، دنیا اس تنویر سے متحیر اور جہاں اس تسخیر سے متعجب ہے، یہ اتحاد فی الخیر کی برکت ہے، کہ عرب کے ہر ایک سپاہی کے دل میں اعلائے کلمۃ اللہ کا شوق اور تبلیغ اسلام کا ذوق تھا، جس نے ایک لحظہ میں دنیا کی کایا پلٹ دی اور دشت و جبل اللہ اکبر کے نعروں سے گونج اُٹھے، خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اِنَّ الْاَرْضَ یَرِثُهَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ ٥ زمین کے وارث ہمارے نیک بندے ہوا کرتے ہیں، کیونکہ دنیا کی بنیاد نیکی اور بھلائی پر ہے، دنیا ایک گلزار ہے،

اس کا باغبان وہی ہوسکتا ہے جوفن باغبانی سے واقف ہو اور اپنی صلاحیت خداداد سے اس کو آراستہ و پیراستہ رکھ سکے، ثمر وار درختوں کے بڑھنے اور پھولنے کے لئے ان کو مناسب اوقات پر پانی دے، اور ان کے نازک پتوں کو بادِ سموم سے بچائے، گھاس پھوس سے تختہ ہائے گلزار کو پاک وصاف رکھے، خشک شدہ شاخوں کو کاٹے ناکارہ درختوں کو بیج و بن سے اُکھاڑے، شاخوں میں پیوند لگائے تاکہ اچھے پھل ہوں، یہی مثال دنیا کی بادشاہت وقومی سیادت کی ہے، قوم میں کیوں تنظیم نہیں ہوتی، اس کے کئی اسباب ہیں۔

(۱) قوم میں بعض افراد ایسے ہیں جوتن اور بے ثمر درختوں کی طرح اپنی روز افزوں بالیدگی کی ہوس میں اپنے زیر سایہ ثمردار بوٹوں کی قوتِ نامیہ کا خون چوستے رہتے ہیں۔

(۲) بعض قبائل کے افراد ایسے ہیں جن کے اعمال وکردار کی بدنما صورت قوم کے نیک کردار بچوں کے لئے غول بیابانی ہے جس کی شکل سے وہ کوسوں دور بھاگتے ہیں، جب تک قوم کے افراد خود تقویٰ وصلاحیت کا نمونہ نہ بنیں ، اس وقت تک قوم ترقی نہیں کرسکتی، جو افراد تقویٰ و صلاحیت کے لباس سے عاری ہیں، وہ ناتراشیدہ پتھر ہیں، جو کسی تنظیمی عمارت میں لگانے کے قابل نہیں، وہ ہمیشہ اپنی ہی سر بلندی و بالیدگی سے سرمست ہیں ، انہوں نے کبھی قوم کی افتادگی وپسماندگی پر ہمدردی کے آنسونہیں بہائے۔

خانۂ قوم خراب است کہ یاران ہمہ روز
در عمارت گریِ گنبد دستارِ خود اند

اگرچہ ہم شعوب وقبائل کی دلچسپ تفسیر بیان کرنے میں بموجب:

ع لطیف بود حکایت دراز تر گفتم

کہیں سے کہیں نکل گئے، لیکن دائرۂ موضوع سے باہر نہیں گئے اور ابھی

کئی نکات بیان کرنے باقی ہیں۔

لِتَعَارَفُوْا، میں یہ اشارہ ہے کہ انسان کی شعوب وقبائل میں تقسیم صرف مؤدت ومحبت کے لئے ہے۔ کسی اور غرض کے لئے نہیں، جیسا کہ آج کل لوگوں کے مدنظر رہتا ہے یعنی وہ اپنا نسب اس لئے بیان کرتے ہیں کہ دوسری قوموں سے اظہارِ فخر کریں، اس قسم کا اظہارِ فخر شرعاً واخلاقاً ناجائز ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ آدَمَ وَلَا فَخْرٍ۔ میں اولادِ آدم کا سردار ہوں لیکن میں اس پر فخر نہیں کرتا۔ کیونکہ فخر ذاتی اعمال وافعال پر ہونا چاہیے، عرفی نے ذیل کے اشعار میں دونوں پہلوؤں سے اس حقیقت کی شرح کی ہے۔

تا گوہرِ آدم نسبم باز نہ استد	زآبائے خود ازبشرم اصحابِ کرم را
اما نبود وصفِ اضافی ہنر ذات	این فتوی ہمت بودا رباب ہمم را
ایں برق نجابت کہ جہد از گہرمن	مدح است ولے گوہر ذات اب وعم را
وصفِ گل وریحان بہوا باز نہ گردد	ہر چند ہوا عطر دہد قوت شم را
المنتہ للہ کہ نیازم بہ نسب نیست	اینک بشہادت طلیم لوح وقلم را

اگرؔ انسان میں ذاتی وصف نہ ہو، تو اضافی وصف (شرفِ خاندانی) کام نہیں آتا، البتہ انسان کے وصف ذاتی سے خاندان کی عزت بڑھتی ہے، یعنی جس انسان میں ذاتی قابلیت ہو وہ خاندانی نجابت وشرافت کی خود دلیل ہے، اور ایسی حالت میں اس کو خاندانی شوکت وسطوت کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

بے ہنروں اور بد اعمالوں کا خاندانی شوکت پر افتخار کرنا کچھ فائدہ نہیں دیتا بلکہ وہ ان کے لئے باعثِ ننگ وشرم ہے چنانچہ عربی کے اس شعر میں اس امر کو زیادہ وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔

اِنِ انْتَخَرْتَ بِاٰبَآءٍ مَّضَوْا سَلَفًا
قُلْنَا صَدَقْتَ وَلٰكِنْ بِئْسَ مَا وَلَدُوْا

اگر تو اپنے گذشتہ باپ دادوں پر فخر کرے تو ہم کہیں گے کہ جو کچھ تو کہتا

ہے سچ ہے مگر ان کی اولاد بہت بُری ہے۔ (جو خود تو کوئی قابلیت نہیں رکھتی اور اپنے باپ دادوں پر فخر کرتی ہے)

قرآن نے قوم وقبیلہ کے دونوں پہلو دکھا دیئے ہیں اور قومیت وقبیلہ کی تقسیم کے فلسفہ کو ایسے الفاظ میں بیان کیا ہے، جس سے قومی امتیاز کا غرور بالکل مٹ جاتا ہے۔

اسی طرح ویدوں اور گرنتھ میں قومی اور خاندانی فخر کی مذمت کی گئی ہے اور وہ تقریباً مندرجہ بالاتشریح کے حرف بحرف مطابق ہے۔

دویم اتحاد مذہبی

قومی اتحاد وائتلاف کے قائم کرنے میں مذہبی اضافت ومشربی نسبت کو سب سے زیادہ دخل ہے اور اس کی قوت و طاقت سب سے زبردست ہے، یہی حقیقی اتحاد ہے لیکن اس اتحاد کے لئے بھی چند امور کی ضرورت ہے جن کا ہم نے اتحاد قومی میں ذکر کیا ہے، برائے نام مسلمانوں میں کبھی اتحاد پیدانہیں ہوسکتا، جس طرح ناتراشیدہ پتھر، تراشیدہ پتھر کے ساتھ منطبق نہیں ہوتا اور اگر اُسے لگا بھی دیا جائے، تو رخنے رہ جاتے ہیں، اسی طرح مخلص مومن و منافق کے دل آپس میں نہیں ملتے، اس حقیقت کی بھی قرآنِ کریم توضیح کرتا ہے۔

وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًاۚ

اس آیت کی تفسیر یہ ہے۔

مسلمانوں پر خدائے تعالیٰ نعمت کا اظہار کرتا ہے، کہ تم آپس میں ایک دوسرے کے سخت مخالف دشمن تھے، خدائے تعالیٰ نے تمہارے دلوں سے منافقت اور شقاق کا کانٹا نکال دیا اور تم کو رشتہ، اتحاد و اتفاق میں منسلک کر دیا اور آج تم خدائے تعالیٰ کی عنایت سے بھائی بھائی ہو گئے۔

مسلمان، بھائی بھائی اسی صورت میں ہو سکتے ہیں، جب سنتِ نبوی پر ہر ایک کا عمل ہو یہ وہی اتحاد فی المذہب ہے، جس نے عربوں کو تمام دنیا کا مالک بنا دیا، یہ وہی ائتلاف فی الملۃ ہے، جس سے شاہانِ زمانہ لرزتے رہے، اس طاقت کا کوئی سلطنت مقابلہ نہیں کر سکتی تھی، اس اتحاد نے متعدد مخالف سلطنتوں کو تباہ و برباد کر دیا اور پھر ایسے مذہب کا اتحاد جس کی بنیاد اصول فطرت پر ہو، اگر ایسا اتحاد عملی صورت اختیار کرے، تو تمام دنیا میں وحدتِ ملی جلوہ گر ہو جاتی ہے۔

تعجب ہے کہ آج مسلمانوں کی انجمنیں اور مجلسیں پے بہ پے اس راز کی دریافت کے لئے منعقد ہو رہی ہیں کہ مسلمانوں کے تنزل کا کیا باعث ہے؟ اور بڑے بڑے مضمون اس عنوان پر لکھے جا چکے ہیں، کوئی کچھ کہتا ہے کوئی کچھ مگر حقیقت تک بہت کم رسائی ہوئی ہے، دراصل یہ مسئلہ اسلام کی تاریخ پڑھنے سے حل ہو سکتا ہے۔

اگر ہم دورِ گذشتہ وحال (ابتدائے عروج اسلام وانتہائے زوال اسلام) کا مقابلہ کریں اور اسباب وعلل کو بطریق قیاس استقرائی جمع کریں، تو اس مدوجزر کا سبب سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ جس زمانہ میں مذہب کی تبلیغ اس حکم کے ماتحت تھی۔

یٰاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآاُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ ط وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ ط

ترجمہ: اے رسول ﷺ جو کچھ آپ پر نازل کیا گیا ہے وہ آپ دنیا کو سنا دیں۔ اگر آپ ایسا نہیں کریں گے تو سمجھا جائے گا کہ آپ نے حقِ رسالت ادا نہیں کیا۔ اللہ آپ کو (آدمیوں کی دستبرد) سے محفوظ رکھے گا۔

اس وقت اسلام اعلیٰ اوج وعروج پر تھا، اور جس وقت سے تبلیغ کا سلسلہ بند ہو گیا، اس وقت سے اسلام زوال پذیر ہونے لگا۔

سوئم اتحاد وطن

اشتراک وطن سے بھی اتحاد ہوتا ہے لیکن یہ اتحاد، اتحادِ مذہبی و قومی سے کم درجہ کا ہے۔ اگرچہ زمانۂ حال میں ہر جگہ اشتراک وطن ہی ہر قوم و ملت کو متحد کر رہا ہے تاہم یہ اشتراک وطن مذہبی و قومی اتحاد کو نہیں پہنچ سکتا، زمانہ کے حالات سے بعض وقت اتحادِ وطن کو غلبہ ہو جاتا ہے، لیکن اتحادِ مذہب و اتحادقوم کا وہ مقابلہ نہیں کرسکتا، اس میں کچھ شک نہیں کہ اپنا وطن ہر ایک کو عزیز ہوتا ہے، اور طبعاً اس سے محبت ہوتی ہے، پرندے بھی اپنے گھونسلوں میں کسی دوسرے پرندے کو گھسنے نہیں دیتے اور وحشی جانور بھی اپنے بھٹوں اور بلوں میں کسی دوسرے جانور کو پھٹکنے نہیں دیتے، وطن کی گدائی دوسرے ملک کی شاہانہ جاہ وحشمت پر غالب ہوتی ہے۔

یوسف کہ بمصرو بادشاہی می کرد
می گفت گدابودن کنعان خوشتر

عرفی کو نجف سے ارادت تھی، مرنے کے بعد بھی نجف میں پلکوں کے بل پہنچنے کی آرزو رکھتا ہے۔

بکاوشِ مژہ از گور تا نجف بردم
اگر بہ ہند ملا کم کنی وگر بہ تتارا

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مکہ چھوڑنے کے وقت فرمایا۔ ''اے میرے پیارے شہر اگر مجبوری نہ ہوتی، تو میں کبھی تجھ کو نہ چھوڑتا'' ہر ایک شخص اسی اصول پر آزادی کا خواہاں ہے کہ اس کے وطن کی خاک اس کے باپ دادا کے جسم وخون واستخوان کا جزو ہے، وہ گوارا نہیں کرتا، کہ اس کے باپ دادا کے خون وجسم کی جواز و وبوم ہے اس کو دوسرے لوگ پامال کریں، وطن کی محبت میں عرب و ایران و یونان کے شاعروں نے نہایت دلکش نظمیں لکھی ہیں جن سے قومی شجاعت

کا خون جوش میں آتا ہے اور باشندگان ملک صعب ترین دشمن کے مقابلہ میں لڑنے مرنے پر تیار ہو جاتے ہیں، مصر میں روز مرہ وطن کی آزادی کے لئے اخبارات ورسائل میں مضامین لکھے جارہے ہیں اور بازاروں میں ارزاں قیمت پر فروخت ہوتے ہیں۔ میں نے ایک رسالہ میں العیش فی الوطن کے عنوان سے ایک دلچسپ مضمون دیکھا تھا، تاریخ شاہد ہے کہ کسی ملک پر غیر وطن کا بادشاہ خواہ کیسا ہی زبردست و طاقتور ہو، امن سے سلطنت نہیں کر سکتا، کیونکہ رعایا کی وطن پرستی کا جوش خواہ کتنا ہی کمزور کیوں نہ ہو، شاہی قوت پر خواہ وہ کتنی ہی طاقتور و زبردست ہو، غالب آتا ہے، اس لئے کہ حُب الوطن فطری ہے اور شاہی طاقت اکتسابی ہے، فطرت ہمیشہ اکتساب پر غالب آتی ہے، لیکن یہ غلبہ تب ہوتا ہے جب اتحادِ قومی یا مذہبی مکمل ہو۔

ابتداء میں ہندوستان مختلف قوموں کی وجہ سے مختلف حصوں میں منقسم تھا، شاہان اسلام کے تسلط سے یہ فائدہ ہوا کہ ہندوستان تقسیم در تقسیم کے خطرناک آئین سیاست سے کسی قدر محفوظ ہو گیا، اور انگریزی سلطنت نے چونکہ ہندوستان کے اطراف پر اور زیادہ وسعت سے قبضہ کیا ہے، اس لئے ہندوستان نے اس زمانہ میں اتحاد کی طرف جلد جلد قدم بڑھایا ہے گویا سلطنت انگریزی نے اس کے پراگندہ اجزاء کو وحدت سیاسی میں جمع کر دیا ہے اور حقیقت میں یہ بہت بڑی ترقی ہے جو ہندوستان کے حق میں بہت مفید ہے یہ ایسے سیاسی مسائل ہیں جو فلسفہ سیاست کی کتابوں میں بسط اور تفصیل سے لکھے گئے ہیں۔

❁❁❁❁

تاریخ کی تعریف اور اس کے اثرات

چونکہ ہماری قوم کے اکثر افراد تاریخ کا مفہوم نہیں جانتے اس لئے ضرور ہے کہ ان کو سمجھایا جائے کہ تاریخ کیا چیز ہے تا کہ وہ اس کے مفہوم سے بخوبی واقف ہو جائیں۔

محققین نے تاریخ کے متعدد معنی بیان کئے ہیں۔ مگر یہ ایسی بحث ہے کہ جس میں پوری توجہ کی ضرورت ہے جب تک کہ اس میں کامل غور وفکر نہ کیا جائے۔ یہ مسائل سمجھ میں نہیں آ سکتے۔

ایک فاضل نے یہ تعریف کی ہے کہ نیچر کی خاصیتوں نے جو تبدیلی انسان کے حالات میں پیدا کی اور انسان نے جو اثر فطرت پر ڈالا۔ ان دونوں کے مجموعہ کا نام تاریخ ہے۔

بعض نے یہ تعریف کی ہے کہ واقعاتِ گذشتہ و حالاتِ موجودہ سے ایک منطقی قیاس کا مرتب کرنا، اور اس سے نتیجہ نکالنا کہ آیا حالاتِ موجودہ واقعاتِ گذشتہ کے نتائج ہیں یا واقعات گذشتہ حالاتِ موجودہ کے اسباب ہیں۔

بعض نے لکھا ہے کہ کسی چیز کے تغیرات کا ذکر اس غرض سے کرنا کہ ان سے عبرت حاصل کی جائے۔

بعض نے یہ لکھا ہے کہ واقعاتِ ماضیہ سے افرادِ قوم کے حالات جمع کرنا اور اس سے اصول کلیہ کا مرتب کرنا مقصود ہوتا ہے۔

مثلاً کتابوں میں بادشاہوں کے واقعات تمدنی، اقتصادی، مذہبی، آئینی، اخلاقی، طریق جنگ وغیرہ درج ہوتے ہیں۔ ان کو جمع کر کے باصول قیاس استقرائی یہ کلیہ مرتب کرتے ہیں کہ عیاش، بزدل، ظالم بادشاہ کی سلطنت بہت جلد زائل ہو جاتی ہے مگر بہادر، عادل، محنت کش، پرہیزگار بادشاہ کی سلطنت دیرپا ہوتی ہے، نیز جو کچھ ہو رہا ہے۔ وہ اسباب وعلل کا نتیجہ ہے، اگر کوئی قوم عروج

حاصل کرتی ہے، تو اس کے اسباب ہوتے ہیں اور اگر کوئی قوم ذلیل ہوتی ہے تو اس کے بھی وجوہ ہوتے ہیں۔ جہان میں علت ومعلول کا سلسلہ پھیلا ہوا ہے، کوئی واقعہ یا چیز بلا سبب نہیں ہوتی لیکن اس زمانہ میں عام طور پر تاریخ کا یہ مفہوم سمجھا جاتا ہے کہ چند کتبِ تاریخ کو لے کر ان کا انتخاب لکھ دیا اور ان واقعات کو دوسرے الفاظ میں فصاحت و بلاغت کا رنگ دے دیا لیکن اس پر تاریخ کی تعریف صادق نہیں آتی ہے اس کونقل یا خلاصہ یا تشریح کہہ سکتے ہیں۔ ایسی تاریخ کا مؤلف، مورخ کا لقب نہیں پا سکتا، دنیا میں جس قدر انسان ہیں، وہ تعلقات کے رشتہ سے وابستہ ہیں۔ ایک قوم کا دوسری قوم سے تعلق ہے، بادشاہ کو رعایا کے ساتھ اور رعایا کو بادشاہ سے واسطہ ہوتا ہے۔

ان تعلقات کی حقیقت کتابوں کے پڑھنے سے معلوم ہوسکتی ہے۔ علوم و فنون کا کوئی شخص خواہ کتنا ہی ماہر کیوں نہ ہو۔ جب وہ اپنی تاریخ سے ناواقف ہے تو سمجھنا چاہیے کہ وہ کچھ بھی نہیں جانتا کیونکہ بقاء وحیات کے لئے یہ علم ایسا ہی ضروری ہے جیسا کہ علم معاش، اس سے بڑے بڑے کام نکلتے ہیں، تاریخ کے ذریعے سے ملکوں کو تسخیر اور فتح کیا جاتا ہے اور اسی کے ذریعہ سے مردہ قوم میں روح پھونکی جاتی ہے، تاریخ کے ایک ہاتھ میں غلامی کا گردن گسل طوق اور پاشکن زنجیر ہے، تو دوسرے ہاتھ میں ایسی کلید ہے جو جیل کے قفل کھول کر قیدیوں کو طوق و زنجیر کی گرانباری سے نجات دیتی ہے، تاریخ سے وہ کام نکلتے ہیں جو توپ اور تفنگ سے نہیں نکلتے جس شخص کو عربی تاریخ پر عبور ہے وہ جانتا ہے کہ مورخین عرب ہر ایک واقعہ کے ساتھ ساتھ اپنی شوکت و بسالت کا ذکر بھی ضمناً و التزاماً کرتے ہیں تا کہ کسی قوم یا بادشاہ کی جلالت و ایالت کے مقابلہ میں یہ نہ سمجھا جائے کہ عرب کی طاقت کم ہے، مقصود یہ ہوتا ہے کہ عرب کی ہیبت و رعب کا سکہ دلوں میں اس قدر گہرا بٹھایا جائے کہ دوسرے بادشاہ کی شان و شوکت اس کو محو نہ کر سکے، سلسلۃ التاریخ مطبوعہ پیرس 1811ء میں لکھا ہے۔

ملک الجز ر وھو کثیر الجیش لیس لا حد من الھند مثل خیلہ وھو عدو العرب غیر انہ مقر ان ملک العرب اعظم الملوک ولیس احد من الھند اعدی الاسلام منہ.

ایک مورخِ عرب گوجر مہاراجہ کا ذکر کرتا ہے، اس مہاراجہ گوجر کے پاس اتنا بڑا لشکر ہے جو ہندوستان کے کسی دوسرے راجہ کے پاس موجود نہیں باوجودیکہ وہ مہاراجہ بادشاہ عرب کا دشمن ہے مگر وہ یہ تسلیم کرتا ہے کہ سلطان العرب دنیا کے سب بادشاہوں سے بڑا ہے، جس قدر یہ مہاراجہ اسلام کا دشمن ہے۔ ہندوستان میں اور کوئی راجہ اسلام کا دشمن نہیں ہے۔

مؤرخِ عرب گوجر مہاراجہ کی جلالت و امالت و کثرت لشکر کے واقعات کو تو نہیں چھپا سکتا تھا کیونکہ عرب مؤرخین کسی واقعہ کے اخفاء کو گناہِ عظیم سمجھتے ہیں مگر ان کے ساتھ دوسرے واقعہ کو منضم کر دیتا ہے کہ گوجر مہاراجہ لشکر عظیم رکھتا ہے اور عرب و اسلام کا سخت ترین دشمن ہے مگر معرب کی سطوت و شوکت سلطانی کو مانتا ہے اور یہ دونوں واقعے صحیح ہیں۔

سکندر کی جہانگیری کا بڑا راز یہ تھا کہ وہ جس ملک کو فتح کرتا تھا وہاں اس کے مدح خوان اس کے جانے کے بعد اس کے گذشتہ واقعات شجاعت و تسخیر دہراتے رہتے تھے جس سے مفتوح قوم کے حوصلے پست ہو جاتے تھے، ہندو بلا ضرورت تاریخ ہند کے واقعات کو دہراتے ہیں اور ان پر اس کے سوا اور کچھ اضافہ نہیں کرتے کہ شاہانِ اسلام اور خصوصاً اورنگ زیب کو متہم کریں کہ ہندوکش تھا، ظالم تھا، ستم گر تھا اور ان کے فرضی مظالم کو جن کی کچھ اصلیت نہیں دردانگیز الفاظ میں بیان کرتے ہیں تاکہ ہندوؤں کی مردہ بسالت زندہ ہو، دوسری طرف اسلام کی مقناطیسی طاقت اور اس کی صداقت و حقیقت کو ایسی عبارت میں پیش کیا جاتا ہے جس سے ہندوؤں کو شاہانِ اسلام اور اسلام سے نفرت ہو ہر ایک زندہ قوم تاریخ کے حربہ سے کام لیتی ہے۔ اگرچہ شاعری کو دنیا کی کایا پلٹنے کا دعویٰ ہے لیکن

تاریخ کا وہ مقابلہ نہیں کر سکتی، ایسی تاریخ جس میں واقعات کے خلاف قصے تراشے جائیں، اس کا اثر دلوں پر اسی قدر ہوتا ہے جس قدر کہ دروغ بے فروغ کو ہوا کرتا ہے۔ اس لئے جدید تاریخیں جو اسلام کے خلاف لکھی گئی ہیں۔ اسلام کو نقصان نہیں پہنچا سکتیں۔ جو قوم اپنی تاریخ سے واقف نہیں ہے۔ اس میں اور حیوانوں میں کچھ فرق نہیں، دنیا کی قومیں ترقی کر رہی ہیں۔ کوئی ایسی قوم اس وقت دنیا میں نہیں جس کی تاریخ نہ ہو۔ اگر چہ بعض اقوام کی تاریخ روئے زمین کی تاریخوں کا ناتمام خلاصہ یا انتخاب ہے مگر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ قوم تاریخ نہیں رکھتی۔ ہر قوم کی ترقی کا اولین زینہ تاریخ ہے جو قوم تاریخ سے بے بہرہ ہے وہ دولت و اقبال سے بھی بے بہرہ ہے اور اس کے برابر اور کوئی قوم غافل و ناعاقبت اندیش نہیں ہو سکتی کس قدر جہالت اور احسان فراموشی ہے کہ جس خاندان سے کوئی قوم پیدا ہوئی ہو وہ اس کے نام ونشان سے بے خبر ہو دوسری قوموں کے بچے دس بیس پشت تک اپنا نسب نامہ بتا سکتے ہیں وہاں ہماری قوم کے بچوں کا ناطقہ، دادی کا نام لیتے ہی بند ہو جاتا ہے ہم اگر اپنے باپ دادوں کے مزاروں پر دعائے مغفرت کے گلدستے چڑھانے اور عقیدت و ارادت کی قندیلیں روشن کرنے سے محروم ہیں، تو یہ ہماری بدقسمتی ہے مگر یہ بے نصیبی اس بدقسمتی سے کمتر ہے جب ہم کو یہ بھی معلوم نہ ہو کہ ہم کس کی یادگار ہیں۔ ہم مذہبی احکام سے غافل، اپنے آباؤاجداد کے کارناموں سے بے خبر ہیں، نہ دین کے رہے نہ دنیا کے۔ اس قوم کے افراد کی مثال بچھڑوں کی سی ہے۔ پیدا ہوئے گائے کا دودھ پیا، بڑے ہوئے بھوسہ کھا کر موٹے ہوئے۔ ہل میں جوتے گئے اور دس سال کسان کے ڈنڈے کھا کر مر گئے، قرآن شریف ایسی ہی قوم کی نسبت **اولئک کالانعام بل هم اضل** فرماتا ہے، ایسی قوم چار پایوں سے بھی گئی گزری ہے۔

❁❁❁❁

تاریخ کا موضوع اور مؤرخین کے طبقے

ایشیائی اور یورپین مؤرخین کو ان کی تاریخوں کے اعتبار سے چند طبقوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ایک طبقہ وہ ہے جو بادشاہوں کے صرف محاربات کو قلمبند کرتا ہے، نہ تو وہ بادشاہوں کے اخلاق سے بحث کرتا ہے اور نہ انکی آئینِ انصاف وغیرہ کا تذکرہ کرتا ہے۔

گویا ان کے نزدیک تاریخ اسی کا نام ہے کہ بادشاہ کس سنہ میں تخت نشین ہوا کس سے اس نے جنگ کی، کب قتل ہوا یا مرا۔ ایک گروہ محاربات کے ساتھ بادشاہ کے اخلاق و عادات کا بھی ذکر کرتا ہے لیکن اس کے مذہب و آئین کا ذکر نہیں کرتا۔

ایک طبقہ مندرجہ بالا امور پر روشنی ڈالتا ہے مگر اس قوم کے تمدن کا ذکر نہیں کرتا جس پر وہ حکمران ہے، ہمارے تعلیم یافتہ نوجوان جانتے ہیں کہ بالعموم تاریخ میں بادشاہوں کی اولوالعزمی اور ان کے معرکوں کا ذکر ہوتا ہے مگر ان قوموں کا جن پر وہ حکمران رہے ہوں کوئی ذکر نہیں ہوتا۔ آریہ ایک مشہور قوم ہے مگر اس وقت تک اس کے ابتدائی حالات کا سورج شک و شبہ کے گرہن سے نہیں نکلا، بڑے بڑے محقق آج تک اس کی تحقیق میں متفکر و سرگرداں ہیں، مکمل تاریخ کسی بادشاہ یا قوم کی وہ ہے جس میں مندرجہ ذیل موضوع سے بحث کی جائے۔

(۱) بادشاہ کا حسب ونسب۔

(۲) اس کی مدت حکومت، بقید سنین و وسعتِ سلطنت، خراج دیار و ترتیب و تعداد عساکر۔

(۳) اس کے اخلاق و عادات و مذہب و مشرب۔

(۴) اس کے محاربات اور ان کے موجبات اور نتائج۔

(۵) اس کی جہانبانی کے قواعد و ضوابط۔

(۶) رعایا کے حالاتِ تمدن و اخلاق و مذہب (جس پر بادشاہ حکمران رہا)

(۷) من حیث المجموع ملک کی ترقی یا تنزل کا ذکر جو اس کے عہد میں ہوا۔

(۸) مندرجہ بالا امور میں سے بعض کے باہمی تعلقات و تناسب کی تشریح اور اسباب و علل کی تلاش۔

اگر اس معیار کو سامنے رکھ کر کسی تاریخ کا مطالعہ کریں تو وہ ناقص ہی نظر آئے گی، شاہانِ مغلیہ کی تاریخوں میں بہت اہتمام ہوا، بعض مورخ موجودہ حالات کے لکھنے پر مقرر تھے، کئی بادشاہوں نے التزام کے ساتھ اپنا روز نامچہ خود لکھا، مگر ان کے عہد کی کوئی تاریخ بھی مکمل نہیں ہے۔

علامہ ابوالفضل نے آئین اکبری کی تدوین جامعیت کے ساتھ کی ہے، یہاں تک کہ چراغ افروزی، فراش خانہ، آبدارخانہ، مطبخ، کبوتر بازی، خوشبوخانہ، توشکخانہ، قورخانہ، الغرض ہر قسم کے آئین کا ذکر کیا ہے۔ مگر اصول جہانداری سے آئین اکبری کی بیاض معرا ہے، اکثر ضروری امور کو چھوڑ دیا، اور غیر ضروری کا ذکر کیا ہے، نہ تو ہم اس مجموعہ کو آئین جہانبانی کہہ سکتے ہیں نہ تاریخ شہنشاہ اکبر ہم تو اس کو اگلے وقتوں کی بیاض کہیں گے جس میں متقدمین اشعار طب کے نسخے، سفرنامہ، دیگر مختلف حالات، حساب آمد و خرچ جو کچھ چاہتے تھے، لکھ دیتے تھے، اس وقت تک کسی قسم کی تقلید عائد نہیں ہوئی تھی کہ تاریخ میں کن امور کو ضبط تحریر مین لانا چاہیے، بعض مؤرخین کو امام فن تاریخ کہا گیا ہے، اور بعض نے تاریخ کے اصول و ضوابط بھی مرتب کئے ہیں، مگر حقیقت یہ ہے کہ جس قدر خود امام فن یا اس کے متبعین نے تاریخیں لکھی ہیں، ان میں کسی نے امامت و تقلید کا حق ادا نہیں کیا ممکن ہے کہ ان کو حالات نہ ملے ہوں، مگر ہمارا دعویٰ تو ثابت ہے کہ کوئی تاریخ مکمل نہیں ہے۔

اس تحریر سے یہ نہ خیال کیا جائے کہ ہم مؤرخین متقدمین یا موخرین پر اعتراض کر رہے ہیں بلکہ تاریخ کی تعریف اور مقاصد جو ان مورخین نے قرار

دیئے ہیں۔ ان کے معیار سے ایک حقیقت کو ظاہر کرنا تھا۔ اور اس ضمن میں اپنی نارسائی کا اعتراف ہے۔

تاریخ کے نامکمل ہونے کا یہ بھی سبب ہے کہ مؤرخ کے مذہب وقومیت کی جھلک تاریخی واقعات میں نظر آتی ہے اور مورخ یا تو خود (یا اس کی قوم) کسی بادشاہ کی ناقدردانی کا شکار ہوتا ہے، اس لئے وہ اس کی تاریخ نہیں لکھتا، بلکہ مذمت لکھتا ہے۔ چنانچہ ابنِ عرب شاہ نے تاریخ تیموری میں تیمور بادشاہ کی نسبت جو لکھا ہے، وہ اسی قبیل سے ہے۔

وکان هو وابوه من الفدا دين ومن طائفة اوشاب لا عقل لهم ولا دين وقيل كانا من الحشم الرجالة والا وباش البطالة وكانت ماوراء النهرما واهم وتلك الضواحي مشتاهم وقيل كان ابوه اسكافا فقيراً جداً. وكان هو شاباحديدا جلدا ولكنه لما كان به من القلة يتجرم وبسبب تلك الاجرام تيضرر ويتضرم ففي بعض الليالي سرق غنمة واحتملها. فضربه الراعي في كنفه بسهم فابطلها وثنى عليه بآخرنى فخذه فاخطلها فاز دا دكهرا على فقره ولوما على شره ورغبة في الفساد وحنقا على العباد والبلاد ٥

(تیمور کے حسب ونسب میں مختلف روایات ہیں) بعض کہتے ہیں کہ وہ اور اس کا باپ زمینداروں کے طبقے سے تھے، بعض کہتے ہیں کہ وہ دونوں غنڈوں کے گروہ سے تھے، جو عقل اور دین سے بے بہرہ ہوتے ہیں، بعض کہتے ہیں کہ وہ پیادہ سپاہیوں میں سے تھے، بعض کہتے ہیں کہ وہ آوارہ اوباش لوگوں میں سے تھے، ماوراءالنہر میں رہتے تھے۔ اور ان اطراف میں موسم سرما بسر کرتے تھے اور بعض کہتے ہیں کہ اس کا باپ ایک بہت ہی غریب موچی تھا، لیکن تیمور بذاتہ تیز طبع بہادر نوجوان تھا اور غربت کی وجہ سے جرائم کا ارتکاب کرتا تھا اور ان جرائم کی وجہ سے نقصان اٹھاتا تھا اور غصہ سے بھڑک اُٹھتا تھا، چنانچہ ایک رات بکری چرا کر

لے جا رہا تھا، چرواہے نے اس کے شانے پر تیر مارا جس نے اس کے شانے کو بیکار کر دیا، دوسرا تیر اس کی ران میں مارا جس سے اس کی ران بیکار ہو گئی، اب وہ اپنی تنگدستی کے ساتھ لنگڑا پن میں اور اپنی برائی کے ساتھ کمینگی میں اور فتنہ و فساد کی خواہش اور بندوں اور شہروں پر غیظ و غضب کرنے میں بڑھ گیا۔

کیا اس کو تاریخ کہیں گے؟ ہرگز نہیں، اس قسم کی تحریر نے تاریخ پر بہت بُرا اثر ڈالا ہے اگرچہ بعض مسلمان، ہندو عیسائی اور یہودی مورخین آزادانہ واقعات نویسی کے مدعی ہیں، مگر عملی طور پر یہ دعویٰ ثابت نہیں ہوتا یہ ایک فطری بات ہے اور اس آلائش سے پاک ہونے کا بہت کم مورخین دعویٰ کر سکتے ہیں اور پھر ہر ایک کی روایت مختلف ہے کوئی مورخ کسی واقعہ کو کسی نظر سے دیکھتا ہے، کوئی کسی نظر سے اور بعض مورخین تو محض اس لئے تاریخ لکھتے ہیں کہ بعض بادشاہوں کو جن کے عہد میں ان کی قوم کثرت سے بادشاہ کے مذہب میں داخل ہوئی ہو بُرا بھلا کہنے کا موقع ملے، ترقی دین کو ظلم پر محمول کیا جائے، ان امور نے تاریخ کے واضح اور روشن مسائل کو تاریکی میں ڈال کر تاریخ کی اصلیت و حقیقت کو چھپا دیا ہے۔

ع شد پریشان خواب من از کثرت تعبیرہا

پس ہر ایک تاریخ پڑھنے کے وقت اس امر کو مدنظر رکھنا چاہیے کہ اس میں کہاں تک خارجی خیالات کا دخل ہے، زیادہ تر یہ عیب یورپ کے مؤرخین میں پایا جاتا ہے کہ وہ سیاسی امور کی نگہبانی اور مذہبی تعصب سے شاہانِ اسلام کے کارناموں اور مذہب اسلام کے برخلاف وہ باتیں لکھتے ہیں جو مالبداہتہ باطل ہیں ہم ایسے جزئیات کی تفصیل سے (جو کثرت سے یورپ کے مؤرخین کی تاریخوں میں پائی جاتی ہیں) دیباچہ کو طول دینا نہیں چاہتے۔ ان کی تاریخوں سے اس امر کا ثبوت ملتا ہے کہ تاریخ کا میدان قوموں اور مذہبوں کا نبرد گاہ ہے اس کی آڑ میں جو کچھ چاہیں لکھ سکتے ہیں۔

تاریخوں کا ایک ایسا بھی ذخیرہ ہے جو کسی بادشاہ کے دورِ حکومت کے چلے جانے کے بعد شائع ہوتا ہے اور اس خیال سے لوگوں کو اس کی طرف متوجہ کیا جاتا ہے کہ مؤرخ بادشاہ کے عہد میں صحیح واقعات لکھتا رہا مگر بادشاہ کے خوف سے شائع نہ کر سکا لیکن ایسی تاریخیں ثبوت کی محتاج ہوتی ہیں ان کو احتیاط سے پڑھنا چاہیے، یہ وہ امور تھے جن کے ذکر کو میں اس موقع پر ضروری سمجھتا تھا اس کا یہ مطلب نہ لیا جائے کہ کسی نے اور مکمل تاریخ نہیں لکھی ہے اور ہم نے لکھی ہے بلکہ یہ اس تالیف میں نقائص کے رہ جانے پر ایک قسم کی معذرت ہے۔

تاریخ کن امور سے مرتب ہوتی ہے

جن واقعات کو مؤرخ کسی بادشاہ کی سلطنت یا کسی قوم کی تمدنی حالت کے متعلق قلمبند کرتا ہے دو قسم کے ہوتے ہیں۔ واقعات مرعیہ جن کو مؤرخ خود دیکھتا ہے اور جن کو وہ روایات کے اعتبار پر لکھتا ہے وہ واقعات سماعیہ کہلاتے ہیں۔ سماعی واقعات میں اس امر کی ضرورت ہے کہ سلسلۂ رواۃ کو دیکھا جائے کہ اس میں کوئی ایسا راوی تو نہیں جو قوت حافظہ نہیں رکھتا یا وہ کسی ایسے مذہب و فریق سے تعلق تو نہیں رکھتا جس سے اس کی روایت قابل اعتبار نہیں رہتی یا افتراء پردازی اور قصہ سازی سے تو مہتم نہیں اگر ایسا ہے تو اس کے بیان کردہ واقعات کچھ وقعت نہیں رکھتے، جب دیدہ وشنیدہ واقعات نہیں ملتے تو پھر آثار وتمدن سے جس میں ہر قسم کی عمارت، کھنڈر، برتن اور ہتھیار وغیرہ شامل ہیں اور نوشتوں سے جن میں کتبے اور سکے، مذہبی اور سیر وغیرہ کی کتابیں داخل ہیں تاریخی واقعات کو اخذ کیا جاتا ہے اور ضرب الامثال اور قصے کہانیوں کی تنقید کی جاتی ہے، ان میں سے جو بات شہادتوں سے ثابت ہو تاریخ کا جزو ہوسکتی ہے تاریخی واقعات کے انکشاف میں الفاظ سے بھی بہت کچھ امداد ملتی ہے کیونکہ الفاظ اور ان کی ترکیب سے یقینی نتائج حاصل ہوتے ہیں ہم اسی تاریخ کے الفاظ متعلقہ کو بطور مثال پیش کرتے ہیں، گجرات، ہزارہ، گوجر، گوجر خان، گوجرانوالہ، گوجر گھڑی، گوجر کھٹی، گوجر ٹھٹہ، گوجرہ، گوجر بانہ، موہڑہ گوجراں، پنڈی گوجراں، گوجر گڈھ، گوجر چک، گج گراں، واڑہ گوجراں، گوجر پور، گوجر نگر، گورجستان[1]، گرج کے نام پر شہر یا گاؤں جس ملک یا صوبہ یا علاقہ میں پائے جائیں گے فوراً ہمارا ذہن گوجر قوم کی طرف منتقل ہوگا کہ یہ شہر اور گاؤں گوجروں کا آباد کردہ یا مسکن ہے اور ضرور ہے کہ یا تو اس وقت اس سرزمین میں گوجر آباد ہیں یا گذشتہ زمانہ میں آباد تھے، پھر

---

[1] گورجستان، گرج ایک ہیں، گوجر اور گرجر ایک، را اور ج کا قلب مکانی ہوگیا ہے۔ اس کی بحث مفصل آئے گی۔

ہم اس علاقہ کے باشندوں کی تاریخ پر نظر ڈالتے ہیں تو ہم کو قوم گوجر کا پتہ ملتا ہے لیکن قیاس استقرائی میں مستثنیات بھی ہوتے ہیں۔ ایسا ہی ہمارے اس قیاس استقرائی میں بھی ممکن ہے کہ کسی گاؤں کا نام گوجر کے نام پر ہو اور وہ دراصل گوجروں کا آباد کردہ نہ ہو مثلاً قلعہ گوجر سنگھ، ضلع گوجرانوالہ میں ایک قصبہ سردار گوجر سنگھ کا آباد کردہ ہے لیکن اس میں بھی ایک نسبت قوم گوجر سے ہے، مہاراجہ رنجیت سنگھ کی عملداری کے بعد جو سکھ سردار مختلف صوبوں کے صوبہ دار یا سپہ سالار کی حیثیت سے بڑے بڑے شہروں میں رہتے تھے۔ ان میں سے بعض نے اپنے لڑکے کا نام اس شہر کے نام پر رکھا جس میں کہ وہ پیدا ہوا مثلاً پشورا سنگھ، لاہورا سنگھ، جو پشاور لاہور میں پیدا ہوئے، چونکہ گوجر سنگھ گجرات میں پیدا ہوا تھا اس لئے اس کا نام گوجر سنگھ رکھا گیا، تاہم یہ قصبہ ایک قوم کی اطلاع دیتا ہے مگر ایسا بہت ہی کم اور شاذ ونادر ہوتا ہے جس سے ہمارا کلیہ نہیں ٹوٹتا کیونکہ علم منطق میں یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ قیاس استقرائی ایک حجت ہے اور وہ دعویٰ کے اثبات میں قبول کیا جاتا ہے۔

اور جہاں ہم گوجروں کے گوت پر دیہات کے نام پاتے ہیں اس امر کا ثبوت ملتا ہے کہ یہ دیہات بھی گوجروں کے آباد کردہ ہیں۔

ضلع گجرات میں

کولیان، کھاریاں، چوہان، باہر وال، دہدر، لوہسر، کالس، مہلو، چھالہ، اوانہ، ہیسی، بانٹھ، ڈنگہ، فتالیاں، پوڑ، چھاوڑی، ٹھیکریاں، بانیاں، چاڑ، کسانہ، بہکلہ، ڈوگہ، نجیران، بگنا گورسی، سانگو، ہود، راجو بھنڈ، فتا بھنڈ، بجاڑ والہ، دھکڑ، لانمبڑہ، کمٹی، آدم ٹوپہ، چھوکر، پسواں، میکن، سومبڑی، بسوئے، لادیاں، بارو، جاگل، ڈوئیاں، ڈھینڈو، بوکن، بہلیسر، مواضع بالا، گوجروں کے گوتوں کے نام پر ہیں اور اب بھی ان میں گوجر آباد ہیں۔

ضلع ہزارہ میں

پڑھانہ ، جاگل، دیدڑ، موٹہ، ڈنگے ، چچیاں، ڈوئیاں، سرلی، پسوال، بائیں گوجری، جائل، ڈوگہ، راٹھی، الٰہی منگ وغیرہ وغیرہ دیہات گوجروں کے گوت پر مشہور ہیں۔

ضلع جہلم میں

بھملہ ، پٹیا، ڈھینڈو، کول پور، بجاڑ، مونن، راٹھی، بوکن، اوانہ، ٹھکریاں دوکالس، گوجر بانٹھ، مہیساں ، کولیاں ،لوہسر وغیرہ وغیرہ گوجروں کے آباد کردہ ہیں

راولپنڈی میں

. بجاڑہ ، کالس، چیچی ، چوہان، ٹھکریاں، پھامبڑہ، گوجراں، گورسی، لودے، بھلیسر ، بوکن، بجیرانہ، سراندے، بٹھیان، گھیلہ، کوٹ کولیاں، نون، سود، بوکڑ وغیرہ وغیرہ گوجروں کے دیہات ہیں۔

ایبٹ آباد میں

بھلیسر، ڈویاں ، گیلہ کلاں، گیلہ خرد، چھوکر، چک سانگو، تلہ بجاڑ، کولیاں، ٹھلہ، بانیاں، وغیرہ گاؤں گوجروں کے گوتون پر ہیں۔ اسی طرح پنجاب کے تمام ضلعوں اور دوسرے صوبوں میں گوجروں کے گاؤں موجود ہیں دیکھو آئین اکبری وفہرست دیہات اضلاع پنجاب وغیرہ۔

اگر ہم گوجروں کے کل گوت جمع کر لیں اور تمام ہندوستان کے مواضع کی صوبہ دار فہرست کے ساتھ مقابلہ کریں تو جس جس ضلع میں گوجروں کے گوت کے مواضع ملیں گے، ان سے ثابت ہو گا کہ وہاں یا تو اب گوجر آباد ہیں یا زمانہ گذشتہ میں آباد رہ چکے ہیں ، ہم نے اکثر ضلعوں اور ریاستوں سے دیہات کی مفصل فہرست منگوا کر تاریخ میں امداد لی ہے۔

تاریخ میں حروف کی تبدیلی اور اصوات کے اصول سے بہت کچھ انکشاف ہوتا ہے

الفاظ سے بھی تاریخی واقعات پر بہت کچھ روشنی پڑتی ہے لیکن بعض الفاظ میں اس قدر تعلیل در تعلیل ہوتی ہے کہ لفظ کی اصلی صورت بالکل محو ہو جاتی ہے اور ایک حرف بھی باقی نہیں رہتا جو زبان داں حروف کی تبدیلی و تغیرات پر وسیع نظر رکھتا ہے جب اس کے سامنے کسی اسم کی اصلیت بیان کی جائے تو فوراً تسلیم کر لیتا ہے، لیکن جو لوگ اس علم سے بے بہرہ ہیں، اگر دو اسموں میں ایک نکتہ کا بھی فرق ہو تو وہ تسلیم نہیں کرتے۔

اسموں کی تبدیل شدہ یا مسخ شدہ صورتوں کے معلوم کرنے کے لئے ضوابط و قواعد مرتب ہو سکتے ہیں، تبدیل حروف و تعلیل کلمات کی کئی قسمیں ہیں۔

(۱) کسی اسم کا اسی زبان میں باختلاف مقام یا زمان تبدیل ہو جانا۔

(۲) دوسری زبان میں جا کر شکل کا متغیر ہو جانا۔

اس کی پھر کئی اقسام ہیں، کسی حرف کا اول یا آخر یا وسط میں زیادہ کرنا اول یا وسط یا آخر سے حذف کر دینا، حرف کو حرف سے بدل دینا، حروف کو آگے پیچھے کر دینا، یہ نہایت ہی دلچسپ فن ہے۔ ہر ایک زبان کی گریمر میں کچھ نہ کچھ اس کی بحث ہوتی ہے، مصدر سے افعال و اسماء کے اشتقاق کی بحث اسی علم کا شعبہ ہے، اس دیباچہ میں مختصر طور پر اس کا ذکر اس لئے ضروری ہے کہ اس علم کے بعض مسائل ہماری اس تاریخ کے اجزاء ہیں۔ اگر ہم ان کی تشریح نہ کریں تو ایسے الفاظ وکلمات کے سمجھنے میں دقت ہوگی۔

دریاؤں کے ناموں کو دیکھو، ستلج کی اصل ''ستدر یا شتدر'' ہے، بیاس کی بیاسا بہت کی بتا بدستا، وتستا چناب کی چندر بھاگا، راوی کی اراوتی، تپتی کی تاپی۔

(آئین اکبری جلد سوم)

اس سے معلوم ہوسکتا ہے کہ الفاظ میں کس قدر تبدیلی واقع ہوتی ہے مگر تبدیل شدہ اسما سے کسی طرح انکار نہیں ہو سکتا، اس تاریخ میں بہت سے ایسے الفاظ آئیں گے جن کی صورتیں بدلی ہوئی ہیں اور ان کی اصلی صورت کو ہم نے بیان کیا ہے اور اس سے اپنے دعویٰ کو ثابت کیا ہے۔ بعض ایسے الفاظ ہیں کہ ان میں اصلی ایک حرف بھی باقی نہیں رہا، تعلیل در تعلیل کی وجہ سے ان کی اصلیت پر مشکل سے اطلاع ہو سکتی ہے۔

ہم مختصر طور پر چند حرفوں کی تبدیلی کا ذکر کرتے ہیں مگر تبدیلی صرف یہیں تک محدود نہیں ہے۔

(ا) اکثر حذف ہو جاتا ہے اور تبدیل بھی ہو جاتا ہے اسکندر، سکندر اور راوی، اراوتی۔

(ب) ب اور واو، باہم تبدیل ہوتے ہیں، جیسے واڑی، باڑی، کھیت کے گرد جو خاربندی کی جاتی ہے، واڑہ، باڑہ (قلعہ) وسنا، بسنا۔

(پ) ف، پ باہم تبدیل ہوتے ہیں گوسفند، گوسپند، فوج، پھوج (شکر)

(ج) ج اور خ اور ز، ح باہم تبدیل ہوتے ہیں مثالیں کثرت سے ہیں۔

(چ) س، ج سے تبدیل ہوتی ہے، جیسے چین اور صین، جون اور چون (حرف تشبیہ)

(خ) سین سے تبدیل ہوتی ہے، جیسے سر اور خسر، اورک سے جیسے کمند، خمند۔

(ک) سین سے تبدیل ہوتا ہے، جیسے ناک، ناس، باس (عذاب سختی) مغرب باک، فارسی، پاس، پاک۔

(ق) گاف سے تبدیل ہوتا ہے جیسے قندھار، گندھار۔

وق علی ہذا القیاس۔

❀❀❀

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مبادیات تاریخ

جب ہم دیباچہ ختم کر چکے تو سمجھتے تھے کہ ابتدائی مراحل کوٹ کر کے منزل مقصود کی شاہراہ پر پہنچ گئے ہیں اور اصل موضوع (تاریخ گوجر) پر قلم اٹھانے کا وقت آ گیا ہے لیکن ایک زبردست خیال نے ہمارا قلم روک دیا کہ جس قوم کے سامنے یہ تاریخ پیش ہونے والی ہے اس کے بعض افراد تاریخ ہند کے واقعات سے بالکل خالی الذہن ہیں۔ اس تاریخ کے مقاصد سمجھانے کے لئے ضرورت ہے کہ اولاً ہندوستان کے قدیم باشندوں اور بعد میں آنے والی قوموں کا مختصر ذکر کیا جائے جن میں قوم گوجر بھی شامل ہے مقابلہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب دوسری قوموں کا علم ہو ایسے خیالات ہمیں آگے چلنے نہیں دیتے، اور ہماری منزل دور ہوتی جاتی ہے، اب اس کے سوا چارہ نہیں ہے کہ ہمارا قلم قریب و بعید کے سب منازل کو طے کرے۔ قوم کی خاطر اس قسم کی مشکلیں اٹھانی آسان ہیں۔ مقصود یہ ہے کہ تاریخ سے اس کو دلچسپی پیدا ہو جس سے وہ شاہراہِ ترقی کی تلاش کرے اور اس تاریخ کے مباحث کو سمجھنے کے لائق ہو۔

مقالۂ اولیٰ

ہندوستان ایک تماشا گاہ یا نمایش گاہ ہے جس میں ہر ملک کی قومیں موجود ہیں۔ مؤرخین نے ان کی تقسیم مختلف طور پر کی ہے مثلاً:

(ا) باعتبار رنگ و تشخص و قد و قامت۔ (ب) بحیثیت زبان

(ج) بلحاظ رسم و رواج و تمدن۔ (د) من حیث المذہب والملت

(ہ) بلحاظ حکمرانی و محکومی۔

تشخص و رنگ کے اعتبار سے مؤرخین نے قوموں کو تین انواع پر تقسیم

کیا ہے۔اس کی نسبت ہم نے اس باب میں کچھ زیادہ تشریح کی ہے۔

(۱) پست قامت، سیاہ رنگ، چپٹی ناک والے قدیم باشندے ہیں۔

(۲) طویل القامت، سفید رنگ، بلند بینی والے، آریہ نسل ہیں۔

(۳) پست قامت، سفید رنگ، چھوٹی ناک والے، منگولین ہیں۔

(دیکھو گورکھا اور تبتون کو جو ہر جگہ پائے جاتے ہیں)

مندرجہ بالا مختلف قومیں کسی وقت ہندوستان میں شمال مغرب کی سمت (وسط ایشیا) سے دوار ہوئیں، اس زمرہ میں آریہ، یونانی، شاک، یوچی، ہن وغیرہ کو شامل سمجھا جاتا ہے۔

صحیح طور پر ان کے آنے کا وقت معلوم نہیں ہے۔ مؤرخین قیاسات سے کام لیتے ہیں اور اس میں اختلاف کا دائرہ بہت وسیع ہو جاتا ہے، مشہور روایات یہ ہیں۔

سکندر کی فوج کے کچھ لوگ ہندوستان کی تسخیر کے بعد یہاں رہ گئے، اور کچھ یونانی جماعتیں حملۂ سکندر سے کئی سال بعد پنجاب اور مغربی سرحد ہندوستان پر مسلط ہو گئیں، ایک جماعت دوسری صدی قبل از مسیح میں وارد ہندوستان ہوئی جس کو ساکا یا شاک کہتے ہیں، یہ جماعت مختلف خط و خال کا مجموعہ تھی، کچھ سروقد، سفید رنگ، آنکھ ناک کے خوشنما اور کچھ کریہ المنظر تنگ چشم تھے۔

اس کے بعد ایک اور خانہ بدوش گروہ آیا جس کا لقب یوچی ہے، یہ سیلاب کی طرح دریائے نربدا بلکہ ساحل سمندر تک پہنچ گیا، یہ بلند قامت، تنومند، سفید رنگ اور عالی ہمت تھے اور بیان کیا جاتا ہے کہ یہ لوگ ایرانی نسل سے تعلق رکھتے تھے۔

پانچویں صدی کے اخیر اور چھٹی صدی کے بعد ایک اور جرار، محنت کش، توانا اور خوبصورت قوم نے جس کو ہن کہتے ہیں، پہاڑوں کے دروں سے نکل کر ہند کی وادیوں اور مرغزاروں پر قبضہ کر لیا۔

مؤرخین کا خیال ہے کہ راجپوتوں کی بعض شاخیں اور گوجر جاٹ اسی باغ کے پھل پھول ہیں۔ اس کے علاوہ عرب مغل، پٹھان، (حملہ آور قومیں) تاخت و تاراج کے بعد مختلف اطراف ہند میں متوطن ہو گئے اور رفتہ رفتہ یہ پردیسی قومیں بھی ہندوستان کی قوموں میں مل جل گئیں۔

مقالۂ دویم

ہندوستان کے اصلی باشندوں کی دو قسمیں ہیں۔ اول درآور۔ دویم کولاری، جو ہند کے شمال وسط میں آباد ہیں اور ان کے کئی گروہ ہیں۔ اول سنتھال جن کی تعداد تقریباً پچیس لاکھ ہے، شمالی بنگال میں متمکن ہیں، دویم بھیل جن کی تعداد چودہ لاکھ کے لگ بھگ ہے، وسط ہند کے پہاڑوں میں آباد ہیں، سوم کانڈیا، گونڈ جن کے نام سے علاقہ گونڈوانہ مشہور ہے، جو اوڑیسہ میں رہتے ہیں اور ان کی تعداد 21 لاکھ سے کم نہیں ہے۔[1] حقیقت یہ ہے کہ جن قوموں کو مورخین نے قدیم باشندہ لکھا ہے وہ بھی قدیم زمانہ میں دوسرے ممالک سے آئی ہیں چونکہ ان کے زمانۂ ہجرت کے پہلے تاریکی ہے جس میں کسی اور قوم کی صورت نظر نہیں آتی، اس لئے ان کو قدیم باشندوں کا لقب دیا گیا ہے، آریہ اس لئے قدیم باشندوں کے لقب سے محروم رہے کہ یہ بعد میں آئے تاریخوں نے سب کو گڈریا اور خانہ بدوش لکھا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ جو قومیں دوسرے ملک میں قسمت آزمائی کے لئے ہجرت کرتی ہیں، وہ اہل وعیال و مال و مویشی کو ساتھ لاتی ہیں اور ہمیشہ کے لئے اپنے وطن کو خیرباد کہتی ہیں، ایسی ہر قوم کو خانہ بدوش صحرا نورد ادائی کہا جاتا ہے۔

آریہ پہلے پنجاب کی سرسبز وادیوں میں مویشی چراتے تھے، پھر دریائے سندھ کے مرغزاروں کو چھوڑ کر مشرق کی طرف بڑھنے لگے، اور بڑھتے بڑھتے وادی گنگ تک پہنچ کر کئی قبائل میں منقسم ہو گئے، مشہور قبیلے بھارت اور پورو ہیں، ہندوستان کے ایک حصہ کو بھارت کے نام کی نسبت سے بھارت ورش کہتے ہیں

---

[1] اس کے علاوہ اور قومیں بھی ہیں، جو قدیم کہلاتی ہیں، مالا بار میں قوم نیبر مشہور ہے اور نیل گری میں قوم ٹوڈہ اوکوٹہ آباد ہیں، ہندوستان کے شمال مشرق میں قوم منگول پائی جاتی ہے، جو کسی زمانہ میں چین یا منگولیا سے آئی تھی۔

جو قومیں گنگا کے پار آباد ہیں، وہ مگدھر کورو کونسل پنچال کے نام سے معروف ہیں۔ آریہ جب ہندوستان کے اکثر حصص پر قابض ہو گئے تو ان کی طاقت زبردست ہوگئی اور وہ ہندوستان کے قدیم راجاؤں کو دھمکانے لگے روز مرہ کی جنگ جدول سے فن جنگ میں مشاق ہو گئے اور اپنی اولاد کو آئندہ فتوحات و مدافعات کے لئے تیار کرنے لگے اس وجہ سے ان کی شوکت واقبال کا آفتاب ہند کی سرزمین پر طالع ہوا، رفتہ رفتہ وہ کئی علاقوں پر حکمران ہو گئے اور قدیم باشندوں کو دباتے دباتے قافیہ تنگ کر دیا، کچھ لوگ تو ان کے مطیع ہو گئے اور کچھ مختلف اطراف میں جا کر پناہ گزیں ہوئے، قدیم اصطلاح ہند کے بموجب آریوں نے راجہ اور مہاراجہ کا لقب اختیار کیا اور باقاعدہ لشکروں کی ترتیب اور ملک کے قانون کی تدوین کرنے لگے۔

مقالۂ سوم

محققین یورپ کہتے ہیں کہ آریہ پہلے پنجاب میں حملہ آوروں کی حیثیت سے نمودار ہوئے اور اصلی باشندوں کو اپنی زبردست طاقت سے اس سرزمین سے بیدخل کردیا، جس سے ان کی فوجی سطوت بہت بڑھ گئی اور پنجاب کو مرکزِ حکومت بنا کر ہر طرف سیل مواج کی طرح بڑھنے لگے اور اپنی تمدنی حالت کی بہت کچھ اصلاح کی ویدوں کی ترویج کے ساتھ ساتھ انتظام ملک کے ضوابط وقوانین بھی مرتب کر لئے اور سرزمین سپت سندھو میں مستقل، آزاد، زبردست سلطنتیں قائم کیں ہیت سندھواُن کی اصطلاح میں اس علاقہ کو کہتے ہیں جس میں سات دریا، سندھ، جہلم، چناب، راوی، ستلج، بیاس، شرتی، جاری ہیں جس طرح کہ پانچ دریاؤں جہلم، راوی، بیاس، ستلج، چناب کی سرزمین کو پنجاب کہتے ہیں سپت سندھو کو ہندو مؤرخین تین حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔

(۱) سرسوتی کی ملحقہ بالائی سرزمین۔ (۲) بھارتی یعنی وہ علاقہ جو سرتی کے کنارۂ زیریں کے ساتھ ساتھ جاتا ہے جس میں بھارتی رہتے ہیں (۳) کشمیر کی وادی ایلا۔

آریوں کے پانچ قبائل بھارتی، ترتستو، انو، ورموا، تربوش (یادو)

یہ پانچ قبائل پانچ جن کہلاتے ہیں، ان کے علاوہ دو اور جماعتیں ہیں جو دوابوں میں رہتی ہیں اور پورا اور چھیدی مشہور ہیں، آریوں کا ایک اور قبیلہ ہے جس کو مہذب آریہ دسیو کہتے تھے۔ یہ آریوں کے مذہب ورسم سے آزاد، لوٹ مار پر گزارا کرتا تھا، مغربی محققین کا خیال ہے کہ دسیو ہندوستان کے اصلی باشندے ہیں، بعض تاریخوں میں لکھا ہے کہ آریوں کے 190 قبیلے ہیں مگر زمانۂ حال کی تفصیلات سے ان کے قبائل کی تعداد چار ہزار تک شمار کرتے ہیں، تاریخوں سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اس وقت کے آریہ تنگ خیال نہیں تھے،

یگ میں سبیل اور گھوڑے کی قربانی بھی کرتے تھے، جس کو وہ ویدوں کے رو سے جائز سمجھتے تھے، ملاحظہ ہو ہسٹری آف پنجاب مؤلفہ بھائی پر مانند ایم اے۔

اس زمانہ کے راجپوت اپنے آپ کو انہیں آریہ کی نسل ظاہر کرتے ہیں، آریوں کے عالموں کا دعویٰ ہے کہ یورپ کی قومیں بھی آریہ ہیں، مگر ان کے اصل وطن کی نسبت اب تک کسی خاص مقام کا متفق علیہ طور پر تعین نہیں ہوا، زمانۂ حال میں جو ہندو عالموں نے اپنے اپنے خیال سے سنگھٹن کی غرض سے تاریخیں لکھی ہیں، ان میں اختلاف روایات کی جھیل اس قدر وسیع ہے کہ میں اسکو عبور نہیں کر سکتا اور حقیقت جیسا کہ پہلے تھی اب بھی تاریکی میں ہے۔

گنگا دھر تلک کی یہ رائے ہے کہ آریوں کا اصلی وطن بحر منجمد شمالی کے قریب تھا وہاں ہی رگ وید لکھا گیا اور وہاں سے یہ لوگ ہندوستان یورپ، ایران کو گئے۔

بابو اپناش چندر داس کہتا ہے کہ یہ بالکل غلط ہے، آریہ سپت سنہو، ہفتاب (پنجاب) میں رہتے تھے اور وہاں ہی وید لکھے گئے، کیونکہ سپت سندھو (ہفتاب) دنیا میں سب سے زیادہ قدیم و ابتدائی زمین ہے، اس پر بابو اپناش چندر آرکی آلوجیکل سروے کی دلائل پیش کرتا ہے، الغرض ایک علم ہیئت سے دوسرا علم الارض سے اپنے اپنے نتائج کی صحت پر ثابت قدم ہے جن میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

مقالۂ چہارم

یہ امر مسلم ہے کہ ہندوستان کی ابتدائی تاریخ نہایت تاریکی میں ہے، جستہ جستہ جو کچھ حالات ہم کو معلوم ہوئے ہیں وہ آثار قدیمہ سکوں، کتبوں، ہتھیاروں، غاروں، عمارتوں، مذہبی اقوال اور جنگ و جدال کے تذکروں سے اخذ کئے گئے ہیں۔ لیکن یہ تحقیقات اب تک ختم نہیں ہوئی۔ روز بروز نئے واقعات کا انکشاف ہوتا جاتا ہے، جب ہم نے ایک قسم کے پتھروں کے برتن، مکان اور ہتھیار دیکھے تو سمجھا کہ یہ ایک ہی قوم کا اثاث البیت ہے، اس کو ہم نے زمانۂ سنگ کہا اور جب ہم نے تانبے لوہے کے برتن اور ہتھیار دیکھے تو کہا کہ یہ دوسری قوم کا تمدن ہے۔ اس کا نام ہم نے دورِ آہن رکھا۔ ٹیکسلا کے شہروں کی بنیادوں کے مختلف آثار اور ان کے مختلف سنگِ تعمیر اور زیور کے نمونوں سے مختلف قوموں کی زندگی کی روش معلوم ہوتی ہے لیکن اس پر بھی ہمارا شک رفع نہیں ہوسکتا کہ یہ قومیں فی الحقیقت مختلف ہیں، یا ایک ہیں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ ترقی و تنزل کے مختلف دور ہیں، آپ دیکھتے ہیں کہ ایک ہی گاؤں میں ایک ہی قوم کبھی درختوں کے سایہ میں رہتی تھی، پھر اس نے بھلی بُری جھونپڑیاں بنالیں، پھر کچے مکان، پھر پختہ عالیشان کوٹھیاں تعمیر کرلیں اور کوٹھیوں کے صحن میں باغ اور باغ میں روشیں بنائیں، تو کیا یہ مختلف قوموں کا تمدن ہے یا ایک ہی قوم کی ترقی کے مختلف دور ہیں؟

ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ مؤرخین شکل و شباہت کے اختلاف سے قوموں کی تفریق کرتے ہیں، پست قامت چپٹی ناک گول چہرے چوڑے پاؤں والی زرد رنگ قوم کو چینی یا جاپانی خیال کرتے ہیں، پست قامت، سیاہ رنگ، لاغر اندام کو ہندوستان کے قدیم باشندے سمجھتے ہیں لیکن یہ بھی یقینی نہیں ہے بسا اوقات قوموں کا تشخص آب و ہوا اور خوراک سے بھی تبدیل ہو جاتا ہے، گورکھا

قوم جو پنجاب کے پہاڑوں میں تین چار پشت سے مقیم ہے، ہم دیکھتے ہیں کہ اس کے قد وقامت و تشخص میں بہت تبدیلی ہوگئی ہے، جس نے ہندوستان اور کاغان وسوات بنیر کے گوجروں کو دیکھا ہو وہ کبھی نہیں کہہ سکتا کہ ایک ہی نسل کے افراد ہیں، کیونکہ کاغان کے گوجروں کی شکل و شباہت اور قد و قامت پٹھانوں کی شکل سے ملتی جلتی ہے اور یہ قدرتی امر ہے کہ ہر ملک کی آب و ہوا، وہاں کے باشندوں پر اثر ڈالتی ہے، اس اصول سے ہم یقینی طور پر قوموں کی تفریق نہیں کر سکتے، رفتہ رفتہ ایک قوم کا تشخص آبائی دوسرے ملک میں آکر تبدیل ہو جاتا ہے، جیسا کہ کسی جنس کا تخم ایک ملک سے دوسرے ملک میں لا کر بویا جاتا ہے، وہ تیسری چوتھی فصل میں اپنی ابتدائی حالت پر قائم نہیں رہتا، کشمیر سے جو پنجاب میں آکر آباد ہوئے ہیں، ان کا رنگ روپ تبدیل ہو گیا ہے، ہاں ابتدائی زمانہ میں اختلاف رنگ وشکل سے قوموں کا کچھ نہ کچھ امتیاز کر سکتے ہیں مگر صدی دوصدی کے بعد یہ امتیاز زائل ہو جاتا ہے، خصوصاً جب قومیں باہمی ازواج سے اپنے خون کا تبادلہ کرتی ہیں، تو آئندہ نسلوں میں بہت جلد تبدیلی واقع ہو جاتی ہے ہم پیشہ ہونے کی وجہ سے بھی قوموں کی تقسیم نہیں کر سکتے، کیونکہ لوگ اپنے پیشے کو بدلتے رہتے ہیں، ہم قدیم باشندگان ہندوستان کی تاریخ پڑھتے ہیں کہ ابتداء میں یہ لوگ وحشی جانوروں کا شکار کر کے گزارہ کرتے تھے، اس کے بعد ترقی کرتے کرتے کھیتی کرنے لگے اور کھیتی پر اُن کی زندگی کا مدار ہو گیا اور پھر ایک دوسرے سے مدافعت کے لئے سوٹا، پتھر، تیر، چاقو، چھرا، تلوار، خنجر، بندوق، توپ کا بالتدریج استعمال کرنے لگے۔

الغرض پیشہ وطرز تمدن میں تبدیلی واقع ہوتی رہتی ہے، اس سے ہم ان کو دیکھ کر اتحاد قومی کا حکم نہیں لگا سکتے۔

ابتداء میں گاؤں گاؤں کا سرکردہ جدا تھا، پھر چند گاؤں کا علاقہ دار اور چند علاقوں کا صوبہ دار اور چند صوبوں کا راجہ اور چند راجوں کا مہاراجہ یا بادشاہ مقرر

ہوا اور بادشاہوں میں سے زیادہ طاقتور شہنشاہ کہلانے لگا اب ایک وہ زمانہ آنے والا ہے کہ تمام دنیا کا ایک ہی بادشاہ ہو گا یا سب بادشاہ ایک کونسل کے ماتحت ہوں گے کیونکہ ہمیشہ کثرت وحدت میں مدغم ہو جاتی ہے کوئی ایسی قوم نہیں ہے جس نے تمدن کے ان منازل کو طے نہ کیا ہو، ہر ایک بچہ پہلے گھوارہ میں پڑا رہتا ہے، پھر بیٹھنے لگتا ہے، پھر چلتا ہے، پھر دوڑتا ہے اور نیز ہم دیکھتے ہیں، ادنیٰ اور اعلیٰ تمام انسان تربیت اور نشو ونما کے ان مدارج کو طے کرتے ہیں اور یہ بدیہی امر ہے کہ ہمارے ادراک ونظر اور تحقیقات کی حد مقرر ہے، جس حد مقررہ سے آگے ہم جا نہیں سکتے ، ہندوستان پر کیا موقوف ہے ہر ملک کی تاریخ کی ابتدائی حالت تاریکی میں ہے کیونکہ تاریخ کے واقعات پر احاطہ کرنا اور نتائج کا استخراج ہماری قوت ادراک پر موقوف ہے،اور قوت بدرکہ ناتمام ہے، اگر ہم قوموں کی شرافت و دذالت کا سلسلہ چلائیں تو عجیب عجیب حالات معلوم ہوتے ہیں، شرافت رذالت سے اور دذالت شرافت سے تبدیل ہو جاتی ہے، جن لوگوں کو کسی مؤرخ نے شریف لکھا ہے دوسرے دور میں ان کو دوسرا مؤرخ رذیل لکھتا ہے، شرافت و رذالت کا مدارا اخلاق پر ہے اور اخلاق میں حسب حالات تبدیلی واقع ہوتی رہتی ہے اور پھر اقوام کے افراد میں شرافت و رذالت اس طرح متبدل ہوتی رہتی ہے کہ ہر صدی کے بعد قوموں کی از سر نو تقسیم ہوسکتی ہے، ہر ایک قوم کے رذیلوں کا ایک فرقہ اور اس کے شریفوں کا دوسرا فرقہ انتخاب کر کے ان کی جدا جدا قوم بن سکتی ہے، اسی طرح اوصاف خلقی کے لحاظ سے بہادر قوم بزدل اور بزدل بہادر عالم جاہل اور جاہل عالم، پاک باز ناپاک، ناپاک پاک باز ہو جاتے ہیں بلکہ ایک ہی شخص ایک زمانہ میں شریف اور دوسرے وقت میں رذیل کہلاتا ہے۔

تو ان رسید بیک روز در شمائل مرد

کہ تا کجاش رسیدہ است پائے گاہِ علوم

ولے زباطنش ایں مباش وغرہ مشو

کہ خبث نفس نہ گردو بسا لہا معلوم

اس اصول سے ثابت ہے کہ ہندوستان کی جدید اور قدیم قوموں میں بہت کچھ اشتراک و اختلاط پایا جاتا ہے، فارسی تاریخوں میں ایک قوم کے دوسری قوم میں شامل ہونے کی کئی مثالیں ہیں، اس اشتراک اور اختلاط کے لئے اسباب ہوتے ہیں، مذہب کی وجہ سے دنیاوی اغراض سے ایک قوم اپنا شجرۂ نسب دوسری قوم سے ملحق کر دیتی ہے، یہ ایسا بدیہی مسئلہ ہے کہ دنیا میں اس سے کوئی انکار نہیں کرسکتا، اب تو بعض ہندو بھی جو ذات پات کے امتیاز کے سخت پابند تھے، اس امر سے انکار نہیں کرتے کہ ان میں دوسری قوموں کا عنصر بھی موجود ہے، اسی اصول پر قوموں کی تفریق و افتراق کو دیکھنا چاہیے، جو تاریخیں حال میں ہندو مؤرخین نے لکھی ہیں، ان میں علی الاعلان تسلیم کیا ہے، کہ آریہ قوم میں دوسری قومیں بھی شامل ہیں اور اس کی انہوں نے متعدد مثالیں دے کر اس مسئلہ کو ہر طرح ثابت کر دیا ہے، جس سے قومیت کا دائرہ بہت وسیع ہو گیا ہے، یہ وہ مسائل ہیں جو ہماری تاریخ کے مطالب کے سمجھنے میں کارآمد ہوں گے۔

مقالۂ پنجم

ہندو چار وید، رگ وید، یجر وید، سام وید، اتھرو وید کو الہامی مانتے ہیں اور ان کے احکام کی تقلید کو فرض سمجھتے ہیں، ان کا خیال ہے کہ جیسا خدائے تعالیٰ قدیم ہے ویسے وید بھی قدیم ہیں۔ ہندوؤں کے متعدد فرقے ہیں مگر دو زیادہ مشہور ہیں، آریہ سماجی، سناتن دھرمی، آریہ سماجیوں کا اعتقاد ہے کہ ویدوں کے حکم سے خدا کے سوا اور کسی کی عبادت جائز نہیں ہے، ویدوں میں جو متعدد دیوی دیوتاؤں کا ذکر ہے وہ دراصل اسمائے الٰہی ہیں چنانچہ وہ اس کا ثبوت ویدوں کے الفاظ و معانی سے دیتے ہیں۔

اگن، اندر، وُرن، مہتر جو قابل تعظیم ہیں، وہ دراصل اسمائے الٰہی ہیں یہ فرقہ توحید کی طرف مائل ہے، سناتن دھرمی ویدوں کے الہامی ہونے میں تو متفق ہیں اور اس امر کو بھی مانتے ہیں، کہ قابل پرستش وہی ایک خدا ہے، جس کا کوئی شریک نہیں مگر دیوی، دیوتا خدائے تعالیٰ کے مظاہر ہیں اور وہ علیحدہ ہستی رکھتے ہیں، اس لئے ان کی پرستش بھی لازمی ہے۔

آریوں کی اور بھی کئی ایک مذہبی کتابیں ہیں، وہ کہتے ہیں کہ برہمن، اُپنشد، اتہاس پران ویدوں کی تفاسیر و تشریحات ہیں مگر اکثر سائن دھرمی ان کو بھی ویدوں کی طرح الہامی جانتے ہیں۔ اپنشد کے معنی راز و عرفان کے ہیں، اس کے اکثر مسائل اسلام کے تصوف سے ملتے جلتے ہیں، جس طرح عربی میں مختلف علوم ہیں، ایسے ہی سنسکرت میں علوم ہیں صرف اجمال و تفصیل کا فرق ہے، البتہ بعض مسائل و اصول مختلف ہیں۔

مقالہ ششم

یجر وید کے ایک منتر کے رو سے ہندوؤں کا یہ اعتقاد ہے کہ برہمن خدا کے منہ سے اور کھشتری بازو سے اور ویش ناک سے اور شودر پاؤں سے پیدا ہوئے ہیں اور انہوں نے اس اعتقاد پر زمانہ مدید تک ذات پات کا بہت کچھ امتیاز قائم رکھا، مگر چونکہ یہ امتیاز اصولِ قدرت کے مخالف تھا۔ اس لئے وہ قدرت کا مقابلہ نہ کر سکا، جب کسی شودر قوم کے راجہ نے زور پکڑا تو وہ کھشتری ہو گیا اور جب کسی شودر نے علم عرفان وتصوف میں فاضلانہ معلومات حاصل کئے تو وہ برہمن ہو گیا جب کوئی مہاراجہ تخت سے گر گیا تو وہ ادنیٰ قوم میں شمار ہونے لگا، اگر کوئی برہمن بُرے کام کرنے لگا تو وہ شودر سمجھا گیا۔ ہم ان کی تفصیل بحوالہ آئین اکبری آگے چل کر کریں گے۔ یہ امور بھی ہماری تاریخ کے بعض واقعات کے موید ہیں۔

غرضِ تالیف

قوم کے معززین! ہم نے اس تاریخ کو نہ تو بغرض اظہار لیاقت اور نہ بارزوی حصول زر اور نہ بخیال تحسین وآفرین لکھا ہے۔

نہ ستائش کی تمنا نہ صلہ کی پروا

بلکہ قوم کے اکابر کے حکم کی تعمیل کی ہے اور اس ضمن میں یہ بھی مطلوب ہے کہ قوم کے تعلیم یافتہ نوجوان خواہ کسی مذہب وملت کے ہوں اس کو پڑھیں اور ان کے دل ودماغ میں آبائی شوکت وعظمت کا خیال پیدا ہو جس سے وہ راہِ ترقی پر چل نکلیں اور یہ بھی مقصود ہے کہ اس تاریخ کو فضلائے زمانہ تنقیدی نظر سے مطالعہ کریں اور جو روایت غلط ثابت ہو اس کی درستی کی جائے اور جو واقعہ رہ گیا ہو اس کو درج کیا جائے ہم نے اپنی استعداد کے موافق ایک کام کیا ہے۔

ع شادم از زندگی خویش کہ کارے کردم

ہمیں یہ اعتراف ہے کہ اس پر بہت کچھ اضافہ ہو سکتا ہے۔

شکریہ

ہم پر واجب ہے کہ ہم اپنے ان احباب اور عزیزوں کا شکریہ ادا کریں، جنہوں نے ہمیں اس تاریخ کی ترتیب و تالیف میں کسی نہ کسی نوع کی امداد دی، خدائے تعالیٰ ان کی سعی کو مشکور کرے۔

(۱) محترمی علامہ سید سلیمان ندوی صدر مصنفین دارالمصنفین، اعظم گڈھ۔

(۲) عزیزم علامہ مولوی محمد عبداللہ ایم اے، ایل ایل بی۔ مولوی فاضل منشی فاضل ایم او ایل محدث ساکن گھکر ضلع گجرات حال ایڈوکیٹ، پنڈی گیپ ضلع اٹک۔

(۳) عزیزم چوہدری لعل دین خان بی اے، بی ٹی ہیڈ ماسٹر خلف الرشید، چوہدری نظام الدین خان کٹاریہ، ساکن موضع لکڑا تحصیل شکر گڑھ، ضلع گورداسپور۔

(۴) مکرمی سید ارشاد حسین متقی کلارک فارن آفس، انڈیا۔

(۵) مکرمی سید اسحاق، مینجر شاہ جہان ہوٹل بمبئی۔

(ہم ان کے خاص طور پر ممنون ہیں کہ ان صاحبوں کو باوجودیکہ ہم سے کوئی تعلق قومی نہیں، انہوں نے ہم کو بہت امداد دی)

(۶) فرزندم محمد عبداللہ خان بیرسٹرایٹ لا ملتان۔

(۷) فرزندم اختر علی خان اسسٹنٹ منتظم آبادی بھاولپور۔

(۸) فرزندم اکبر علی خان، بی ایس سی، اگریکلچرل اسسٹنٹ لائل پور۔

(۹) برادر زادہ ام مولوی غلام محبوب سبحانی مولوی فاضل منشی فاضل پروفیسر بھاولپور کالج۔

(۱۰) برادر زادہ ام مولوی غلام محبوب سبحانی مولوی فاضل نمبردار چک 124 ضلع ملتان۔

(۱۱) حکیم محمد حیات خان، ساکن چک محمد یار علاقہ جموں۔

(۱۲) عزیزم چوہدری عبدالغفور خان، ہیڈ ماسٹر، بی اے، بی ٹی جگراؤن ضلع لودہانہ۔

(۱۳) برادر زادہ ام چوہدری محمد خان کلارک محکمہ زراعت لاہور ساکن کھوڑی۔

خادم القوم

ابوالبرکات محمد عبدالمالک چوہان پنشنر مشیر مال ریاست بھاول پور خلف، علامہ الدہر حضرت مولنا مولوی محمد عالم صاحب مرحوم رئیس کھوڑی ضلع گجرات، پنجاب۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب اول

دنیا کی پیدائش اور ذاتوں کا امتیاز

الحمد للہ ہم دیباچہ و مبادیات کے متفرق امور سے فارغ ہو کر شاہراہِ مقصود پر پہنچ گئے ہیں، اگرچہ کئی اور امور بھی لائق بیان تھے مگر جس قدر تفصیلات ضرور تھیں وہ بیان کر دی گئی ہیں اور اس تاریخ میں اس سے زیادہ بیانات کی گنجائش بھی نہیں ہے۔

دامانِ نگہ تنگ گل حسن تو بسیار
گل چین بہار توز داماں گلہ دارد

مذہبِ اسلام تو بہت سادہ اور سیدھا ہے کہ خدائے تعالیٰ نے کُن کہا اور کل دنیا ایک آن میں پیدا ہو گئی۔ انما امرہ اذا اراد شیئا ان یقول له کن فیکون۔ خدائے تعالیٰ کا حکم زبردست ہے جب کسی چیز کے پیدا کرنے کا ارادہ رکھتا ہے تو حکم کرتا ہے کہ ہو جا وہ چیز فوراً عالم وجود میں آ جاتی ہے۔

حکما کہتے ہیں کہ چونکہ ایک فاعل سے ایک وقت میں ایک ہی فعل ظہور پا سکتا ہے اس لئے خدائے تعالیٰ نے پہلے عقل اول کو پیدا کیا، عقل اول سے پہلا آسمان اور عقل دوم اور عقل دوم سے دوسرا آسمان اور عقل سوم پیدا ہوئے، اسی طرح دس عقل اور نو آسمان عالم وجود میں آئے یہ نظریہ علت و معلول کے سلسلہ پر مبنی ہے جو باطل ہے۔

سندس لبے جوید از راز شان
نداند کہ چون کر دی آغاز شان

بعض فلاسفروں کا خیال ہے کہ کائنات رفتہ رفتہ مکمل ہوئی جمادات نے نباتات کا اور نباتات نے حیوانات کا اور حیوانات نے انسان کا مرتبہ بالتدریج حاصل کیا چنانچہ حیوانوں سے بوزینہ شکل و شباہت وفطرت میں انسان کے قریب ہے یہ منازل ترقی وارتقاء کے ہیں بعض کہتے ہیں کہ زمانہ قدیم ہے جس کی ابتداء نہیں ہے یہ مذہب دہریون کا ہے، جو خدا کی ہستی کے قائل نہیں اور مادہ و ہیولیٰ کو قدیم مانتے ہیں، ان تمام خیالات کو علم کلام میں رد کیا گیا ہے۔

دریں ورطہ کشتی فرشد ہزار
کہ پیدا نشد تختۂ برکنار

ہندوؤں کے مذہب میں دنیا کی پیدائش کا کچھ اور ہی سلسلہ ہے، حقیقت الامر یہ ہے کہ اسلام کے سوا جس قدر اور مذہب ہیں، وہ خدائے تعالیٰ کو قادر علی الاطلاق اور منزہ نہیں سمجھتے، سیدھا اور صاف راستہ مذہب اسلام کا ہے کہ خدائے تعالیٰ کی ہستی مخلوقات کی ہستی سے اعلیٰ اور الگ ہے خدا اور مخلوق کے درمیان خالقیت اور مخلوقیت کے سوا اور کوئی رابطہ و واسطہ نہیں ہے اور خدا اسباب و علل کا محتاج نہیں ہے بلکہ وہ تمام اسباب وعلل کا خالق ومختار کل ہے، جس وقت جس چیز کو چاہے پیدا اور جس آن میں جس شے کو چاہے معدوم کر سکتا ہے، خدا کی ہستی کا اقرار اُسی صورت میں صادق و مکمل ہوسکتا ہے کہ اس کو قادر مطلق، خالق، علیم بصیر، فعال، واجب بذات سمجھا جائے۔

علامہ ابو الفضل نے آئین اکبری میں تخلیق عالم اور ذاتوں کے قصے کو واضح الفاظ میں لکھا ہے اور یہ الفاظ ہندوؤں کے مذہب کی صحیح طور پر ترجمانی کرتے ہیں، ابو الفضل کے وقت میں ہندو مذہب کے بڑے بڑے فاضل موجود تھے جن سے اس نے تحقیق کر کے مسائل لکھے ہیں۔

ہندو برہما دیوتا کو دنیا کا خالق سمجھتے ہیں اور اس کے متعدد نائب قرار دیتے ہیں اور یہ علت ومعلول کا سلسلہ تقریباً حکماء کے اعتقاد سے ملتا جلتا ہے،

اگر فرق ہے تو اصطلاحی ہے کوئی عقل اول نام رکھتا ہے کوئی برہما یہ مفروضات ایک غلط قیاس پر مبنی ہیں وہ یہ ہے کہ ایک فاعل سے ایک وقت میں ایک ہی کام انجام پاسکتا ہے گویا وہ انسانوں کے افعال پر خدا کی شان قدرت کو قیاس کرتے ہیں۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

خدا تعالیٰ جیسا کہ اسباب و سامان کا محتاج نہیں ہے ایسا ہی زمان و مکان کی حدود سے بالاتر ہے وہ ہستی مطلق ہے اور ہستی مطلق نہ علت کی محتاج ہے اور نہ سبب کی اس کو ضرورت ہے خدائے تعالیٰ کی ہستی کے بارہ میں بے شمار پیچ در پیچ دلائل اور مذہب ہیں جن میں سے سوائے سادہ اصول اسلام کے کوئی بھی درست نہیں ہے، آریہ مادہ کو قدیم مانتے ہیں جس سے ان کا مذہب بالبداہتہ باطل معلوم ہوتا ہے کہ خدائے تعالیٰ تخلیق عالم میں ذرات کائنات کا محتاج ہے جب وہ مادہ کو قدیم مانتے ہیں، تو خدا کی بارگاہ قدامت میں ایک اور چیز کو شریک کرتے ہیں، حالانکہ خدائے تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں ہے خدا تعالیٰ اسی صورت میں خدا ہے جب واجب بذاتہ اور منزہ عن الشرک ہو، اسلام خدا کی شان کو احتیاج و نقص سے اعلیٰ وارفع و مکمل خیال کرتا ہے اور خدا کے علم و قدرت کو نامتناہی قرار دیتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اسلام کی تبلیغ جلد جلد بڑھتی جاتی ہے اور دوسرے مذاہب آہستہ آہستہ گھٹ رہے ہیں۔

آریہ جیسا کہ ہم نے کسی اور جگہ ذکر کیا ہے، بُت پرستی کی تاریکی سے نکل چکے ہیں اب وہ مادہ پرستی کی ظلمات میں سرگرداں ہیں، اس کے بعد آفتاب اسلام کی روشنی سے ان کی آنکھیں منور ہوں گی، اور یہ نظریہ جلد تر ان کی سمجھ میں آجائے گا کہ اگر دنیا کا پیدا ہونا، ذرات کی قدامت پر موقوف ہے تو خدا محتاج الی الغیر ہوا اور محتاج الی الغیر خدا نہیں ہوسکتا۔

آریوں کا بہت پیچیدہ مذہب ہے، خدا، ذرات، روح تین چیزوں کو قدیم مانتے ہیں اور ان تین قدیم چیزوں سے دنیا کی آفرینش جانتے ہیں۔ اس

مذہب کی دو فقروں سے تردید ہوسکتی ہے، کیا یہ تین چیزیں آفرینش عالم میں ایک دوسری کی محتاج ہیں یا نہیں، اگر محتاج ہیں تو خدا محتاج نہیں ہوسکتا، اگر محتاج نہیں ہیں، تو پھر دوسری کی ضرورت ہی کیا ہے، کیونکہ دوسرے کا وجود اس صورت میں ضروری ہے جب ایک کسی کام کے کرنے کی قدرت تامہ نہ رکھتا ہو اس باب میں ہماری کتاب الرسالۃ والنبوۃ شائع ہوچکی ہے جس میں عقلی دلائل سے خدا کی ہستی اور نبوت کو ثابت کیا گیا ہے۔

علامہ ابوالفضل آئین اکبری جلد سوئم ص 42 میں لکھتے ہیں۔

حکیم ہندی نژاد سعادت گرائے را چہار گونہ برشمرد وآن را چار برن گوید (بجیم فارسی و الف و وراو فتح باوسکون راوفتح نون) براہمن (بفتح باوراو الف و سکون ہاوفتح میم ونون) وامروز بہ برہمن زبانزد روزگار، چھتری (بفتح جیم فارسی وہائے خفی وکسر تائے فوقانی مشدور اوسکون یائے تحتانی) ودرین زبان بہ کھتری مشہور ویش (بفتح واووسکون یائے تحتانی و فتح شین منقوطہ) وبہ بیش شہرت دارد، شودر (بضم مجہول شین منقوطہ وسکون واوو دال ورا) واین بسودر برگذارنڈ وجز اینان راملیچھ برگویند، (بفتح میم وکسر مجہول لام وسکون یائے تحتانی و فتح جیم فارسی مشدد وہائے خفی) درسر آغاز آفرینش آز دہن برہما کہ فتح حال اور گفتہ آمد نخستین پیدائش گرفت وازبازو دوین وازراں سومین واز پاچہارمین، پنجمین، از گاد کام وہین وہمان نام، برنژاد اینان گذارش یابد۔

شش چیز راپیشہ برہمن دانند، [1] خواندن بیدو دیگر علوم [2] وآموزش دیگران [3] وجاگ کردن (بجیم والف وکاف فارسی) یعنی برائے دیوتہا نقد وجنس دادن، و دیگر [4] انرابران داشتن، [5] خیر دادن، [6] وخیر گرفتن وکھتری ازان شش سہ [1] کند، [2] خواندن، جاک کردن، [3] خیر دادن، [4] وخدمت گاری برہمن، [5] وپاسبانی عالم و گرفتن دست مزد آن [6] ونکہبانی دین، [7] وتاوان گرفتن از بدکار واندازۂ آن نگہداشتن وسز اور خور نمودن، وزراندوختن، وجائے خرج کردن، وفیل واسپ وگاؤ

و بندگان خدمت گزار را۔ تیمارداری کردن، وجا آویزش نمودن، و نا خواستن از مردم واعتبار افزوں نیکو کاران و مانند آن وبیش نیز آن سہ کار برہمن کند لیکن پرستاری و کشاورزی، و بازرگانی، وگاوبانی وستر باری واز ہنگام آبستن تا نزبار یستن دہ کار کہ گفتہ آمد ہر سہ کنند سودر راجز نوکری ہر سہ سزا وار نبود، پوشیدہ وپس خوردۂ آنہا بپوشد و بخورد، پیکر نگاری وزرگری و آہنگری و درودگری و سودائے نمک و شہد و شیر و ماست وروغن و غلہ خاص او باشد و پنجمین را بیرون ازین دین شمارند چوتر سا وجہود وجز آن۔

گویند از پیوند یکدیگر شانزدہ قسم صورت گیرد، اگر پدر و مادر برہمن دانند، واگر مادر کھتری مورد ھاوسکٹ (بضم میم وسکون واو درا و دال وبائے خفی و الف و فتح واوَد وسکر حین وسکون کاف و فتح تائے فوقانی ہندی) درمادر بیش انتٹ (بفتح ہمزہ ونون خفی و فتح تائے فوقانی وسکون تائے فوقانی ہندی) ومادرسودر، نشاد (بکسر نون وشین منقوطہ والف و فتح دال) واگر پدرو بادر کھتری، کھتری گویند، واگر مادر برہمن (اگرچہ نارواست) آن راسوت نامند، (بضم میم وسکون واو وفتح تائے فوقانی) ومادر بیش ماہیس (میم والف وکسر مجہول ہاوسکون یائے تحتانی و فتح سین) وما درسودر اوگز (بضیم ہمزہ وبسکون واوکاف فارسی و فتح را) واگر مادر درپدر بیس بیس دمادر برہمن (وآن نارواست) بیدیہ (بفتح باوسکون یای تحتانی و کسر مجہول دال وسکون یائے تحتانی و فتح ہاء) ومادر کھتری (وآن ہم نارواست) ماگدھ (میم والف وکاف فارسی و فتح دال وہائے خفی) ومادرسودکرن (بفتح کاف وراء ونون) وپدرو مادر سودر سودر مادر برہمن (وآن نارواست) چنڈال (بفتح جیم فارسی ونون خفی ودال ہندی والف و فتح لام) ومادر کھتری (وآن ہم نارواست) چھتا (بفتح جیم فارسی وہائے خفی وتائے فوقانی والف) ومادر بیس آیوگو (بہمزہ والف وضیم یائے تحتانی وسکون واو وفتح کاف فارسی دواو) ہمچنین دیگر فروع برآور

ا؎ سوائے آن ۳؎ این امور مذکور ہم از پیشۂ چھتری است،

وندوہرکدام رادر رسم و پرستش تفاوت برنہا دہ اندو ہر یکے رابہ نسبت جاہ پیشہ وبزرگی نیاگان شاخو برشدہ وشمارہ آن بگفت درنگنجد ا۔

ترجمہ: مؤرخ سعادتمند، ہندی نسل کو چار قسم پر شمار کرتا ہے جس کو وہ چار برن یعنی چار ذاتیں کہتا ہے، اول برہمن جو اس زمانہ میں برہمن کے نام سے مشہور ہے، دوم چھتری جو آجکل کھتری کے نام سے مشہور ہے سوم وبش جو بیش کے لفظ سے شہرت رکھتا ہے چہارم شودر جس کو سودر بھی کہتے ہیں۔ ابتدائے پیدائش میں برہما (جس کا کچھ ذکر پہلے ہو چکا ہے) کے منہ سے برہمن اور اس کے بازو سے کھتری، اور اس کی ران سے ویش (بیش) اس کے پاؤں سے شودر پیدا ہوئے اور ان کے علاوہ ایک اور قوم ملیچھ ہے جس کی نسبت ہندوؤں کا خیال ہے کہ وہ گاؤ کام دھین سے پیدا ہوئے، ملیچھ مثلاً عیسائی، یہودی، مسلمان کو بے دین اور ناپاک سمجھتے ہیں اور یہی نام مذکورہ بالا ان کی آئندہ نسلوں پر بولے جاتے ہیں، گاؤ کام دھین، کام دھین گاؤ کی تعریف ہے کام دھین ہندی لفظ ہے، کہ وہ گائے جو دنیا کے اکثر کام دیتی ہے، وہیں دینے والی برہمن کا پیشہ چھ چیزیں ہیں۔ اول بید وعلوم کا پڑھنا، دوم دوسرے لوگوں کو تعلیم دینا، سوم خود جگ کرنا یعنی دیوتاؤں کے لئے نقد وجنس دینا چہارم دوسرے لوگوں کو جگ کرنے پر آمادہ کرنا پنجم خیرات دینا، ششم دوسرے لوگوں سے خیرات وصول کرنا اور کھتری کی چھ متذکرہ بالا کاموں سے تین کام ہیں۔ اول بید اور علوم کا پڑھنا، دوم جگ کرنا، سوم خیرات دینا، علاوہ اس کے حسب ذیل کام بھی اس کے ذمہ ہیں۔

اول برہموں کی خدمت گاری، دوم سلطنت کی نگہبانی اور اس کے معاوضہ میں تنخواہ یا جاگیر کا حاصل کرنا۔ سوم دین کی حفاظت چہارم ملزموں سے جرمانہ وصول کرنا اور اس کا حساب کتاب رکھنا پنجم حسب حیثیت جرم سزا دینا ششم محصول جمع کرنا اور اس کو اپنے محل پر خرچ کرنا، ہفتم ہاتھی، گھوڑا اور گائے اور سپاہ کی ہمدردی کرنا، ہشتم موقع مناسب پر جنگ کرنا نہم آدمیوں سے سوال کرنا، نیکو

کار وغیرہ لوگوں کی عزت ، درجہ بڑھانا (یہ بارہ کام کھتری کے ہوئے) ویش برہمنوں کے تین کام وید اور علم کا پڑھنا، جگ کرنا، خیرات دینے کے علاوہ حسب ذیل کام اس کے ذمہ ہیں، خدمت گزاری کاشت کاری، سوداگری، گائے چرانا، بوجھ کا اٹھانا، پیدائش سے لے کر جنیو کے باندھنے تک دس کام جن کا بیان اوپر ہو چکا ہے، تینوں فرقے کرتے ہیں، شودر کا فرض ہے کہ وہ تینوں فریق برہمن، کھتری دیش کی خدمت کرے اور ان تینوں کا جوٹھا کھائے اور ان کا پھٹا پرانا کپڑا پہننا، نقاش، سنار، لوہار اور بڑھئی کا کام کرنا، نمک، شہد، دودھ، دہی، روغن اور غلہ بیچنا اس کا خاص کام ہے، ان چار قوموں کے باہمی اختلاط و ازدواج سے سولہ قسم کی اولاد پیدا ہوتی ہے۔ اگر برہمن باپ کی اولاد برہمن عورت سے ہو، تو اس کو برہمن[1] کہتے ہیں، اگر برہمن باپ کی اولاد کھتری عورت سے ہو، تو اس کو موردھا[2] وسکٹ کہتے ہیں اور اگر ویش عورت سے ہو، تو اس کو انٹ[3] کہتے ہیں اور اگر سودر عورت سے ہو تو اس کو نشاد[4] کہتے ہیں اور اگر کھتری باپ کی اولاد کھتری عورت سے ہو تو اس کو کھتری[5] کہتے ہیں اور اگر عورت برہمن ہو (اگرچہ یہ ازدواج ناجائز ہے) تو اس کی اولاد کو موت[6] کہتے ہیں اور اگر بیش یعنی ویش عورت سے ہو تو اس کی اولاد کو ماہیس[7] کہتے ہیں اور اگر سودر عورت سے ہو تو اولاد کو ادگر[8] کہتے ہیں اور اگر بیش مرد کا عقد بیش عورت سے ہو تو اس کی اولاد بیش[9] کہلاتی ہے اور اگر اولاد برہمن عورت سے ہو (اگرچہ یہ عقد ناجائز ہے) تو اس کو بیدیہ[10] کہتے ہیں اور اگر کھتری عورت سے ہو (اور یہ عقد بھی ناجائز ہے) تو اس کی نسل کو ماگدھ[11] کہتے ہیں اور اگر سودر عورت سے ہو تو اس نسل کو کرن[12] کہتے ہیں اور اگر سودر ماں باپ سے اولاد ہو تو اس کو سودر[13] کہتے ہیں اور اگر برہمن عورت سے ہو (اور یہ ناجائز ہے) تو اس نسل کو چنڈال[14] کہتے ہیں اور کھتری سے ہو (اور یہ عقد بھی ناجائز ہے) تو اس اولاد کو چھتا[15] کہتے ہیں اور اگر بیش عورت سے ہو تو اوس اولاد کو آیوگو[16] کہتے ہیں۔

اور ایسا ہی دوسری کئی شاخوں کو محبوب کرتے ہیں اور ہر ایک شاخ کی راہ ورسم وطریق پرستش الگ الگ قرار دیتے ہیں اور پھر ہر ایک شاخ پیشہ و مقام اور باپ دادوں کی بزرگی کے لحاظ سے کئی شاخوں پر منقسم ہے جن کا شمار احاطۂ تقریر وتحریر سے باہر ہے۔

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوؤں کے اصول ذات خلاف عقل وروایت ہیں برہما کو (آفرینندۂ جہان) خدا سمجھتے ہیں اگر خدا ان کے نزدیک مجسم ہے، تو ہر ایک عضو مقدس ہونا چاہیے کیونکہ پاک چیز کے سب اجزاء پاک ہوتے ہیں اور پاک اجزا سے جو پیدا ہو وہ مساوی درجہ پر ہونا چاہیے۔

یہ کس قدر فضول بات ہے کہ انسان خدائے تعالیٰ کے جسم کا جزو ہے، یعنی اس کے اعضا سے پیدا ہوا ہے اور باعتبار حیثیت اعضاء مخلوق کی حیثیت کو اعلیٰ وادنیٰ قسم دیا، جیسا کہ پہلے مذکور ہوا کہ برہمن برہما کے منہ سے اور چھتری اس کے بازو سے اور ویش اس کی ران سے اور شودر اس کے پاؤں سے اور ملیچھ مسلمان ونصاری، یہودی وغیرہ گائے کے منہ سے پیدا ہوئے اس لئے وہ مراتب میں کم وبیش ہیں۔

یہ تمام قصے برہمنوں کے بنائے ہوئے ہیں جس پر ہزار سال تک ہندو تمدن و مذہب کا مدار رہا یہ نیچر (فطرت الٰہی) کے برخلاف ہے کہ خدائے تعالیٰ ابتدائے آفرینش میں انسان کو اچھا بُرا بنا دے اور ہمیشہ کے لئے جو اچھے ہیں، وہ اچھے اور جو بُرے ہیں وہ بُرے ہیں بلکہ فطرت کا یہ حکم ہے کہ **لیس للانسان الا ماسعیٰ** ، انسان کا ترقی یاب ہونا اس کی کوشش پر موقوف ہے اور جب ہم رومرہ دیکھتے ہیں کہ بادشاہ تخت سے گرائے جاتے ہیں اور ادنیٰ قوم کے لوگ بتدریج ترقی کرتے کرتے بادشاہ ہو جاتے ہیں تو ذات کے متعلق ہندوں کا یہ اصول تو ہم تخیل سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا کیونکہ ہر ایک مذہب کو قدت کی کسوٹی پر کسا

جاتا ہے۔

تاریخ کے صفحوں پر سینکڑوں اور ہزاروں مثالیں موجود ہیں کہ شودر راجہ ہو گئے اور راجہ شودر اور کئی ہندو راجہ مسلمان یا عیسائی ہو گئے، یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ جو انسان خدا کے منہ سے پیدا ہوا تھا اس کی فطرت بدل کر وہ شودر یا ملیچھ ہو جائے اور شودر جو پاؤں سے پیدا ہوئے ہیں وہ راجہ ہو جائیں ہیوں سانگ لکھتا ہے کہ جب وہ علاقہ گجرات کی سیاحت کر رہا تھا تو اس نے دیکھا کہ ایک علاقہ پر شودر راجہ حکمران تھا اگر ہندوؤں کا یہ اصول درست ہو تو پھر برہما کے پاؤں کا پیدا شدہ کس طرح برہمن کھتری ویش (جو برہما کے مونہہ، بازو، ران سے پیدا ہوئے ہیں) پر حاکم ہو گیا۔

چونکہ ہندوؤں کا یہ عقیدہ غلط ہے اور یہ عقیدہ تفرقہ کا باعث ہے پس جو اعتقاد فضول امور پر مبنی ہو وہ اعتقاد بھی باطل ہوتا ہے اور اس کے بعد برہمن کھتری، ویش شودر، ملیچھ کے ازواج سے جو اولاد پیدا ہو اس کو مختلف نام سے موسوم کرنا مجنونانہ خیال ہے۔

اسلام کے کیا زریں اور مختصر اصول ہیں کہ اسلام میں آنے سے ہر ایک قوم کے ساتھ دوسری قوم کا نکاح ہوسکتا ہے۔ والولد ینسب الی الاب۔ اولاد باپ کی طرف منسوب ہوتی ہے سب جزئیات ایک اصول کے ماتحت ہیں یہ کیسا بُرا اصول ہے کہ شودر جو انسان ہیں ان کو بید (کلام الٰہی) پڑھنے کا اور جگ کرنے کا اختیار نہیں ہے حالانکہ کلامِ الٰہی پڑھنے کا ہر ایک کو اختیار ہے اور پھر یہ ظلم ہے کہ عمارات جن پر مہاراجگان فخر کرتے ہیں اور ایک دوسرے کے مقابلہ میں نفیس ترین محلات فلک بوس تعمیر کرتے ہیں ان کے کاریگروں کو شودر (ادنیٰ ذات) میں شمار کیا گیا ہے ان کے ہاتھ کی بنی ہوئی چیز شوالے اور مندر اور شاہی عمارتیں مقدس خیال کی جاتی ہیں، مگر خود وہ ناپاک ہیں، درزی جو راجاؤں کا لباس سیتے

ہیں جس کو وہ دوسرے راجاؤں کے جلسوں میں شان وشوکت کے اظہار کے لئے پہنتے ہیں، وہ تو سرمایہ عزت و احتشام ہے مگر درزی کمینہ ہے، آہنگر جو تیر و تفنگ بناتے ہیں توپ ڈھالتے ہیں جن کے ذریعے راجہ مہاراجہ اپنے دشمن پر فتح پاتے ہیں یا اپنے ملک کو محفوظ رکھتے ہیں، حیف ہے کہ اس اسلحہ کو محافظ جان و سلطنت سمجھتے ہیں مگر ان کے بنانے والے کو کمینہ تصور کیا جاتا ہے، گائے کی ہندو پرستش کرتے ہیں اور اس کو دیوی جانتے ہیں اور مقدس سمجھتے ہیں یا اس کو ایک مفید جانور سمجھ کر اس کی تکریم و تعظیم تو کرتے ہیں مگر وہ لوگ جو گائے کی خدمت و حفاظت کرتے ہیں اس کو چراگاہ میں لے جا کر صبح سے شام تک اس کے ساتھ رہتے ہیں تا کہ کوئی اس کو نہ پھاڑ کھائے یا اس کو کوئی اور تکلیف نہ پہنچے اور وہ سبزہ زاروں اور چراگاہوں کی کھلی ہوا میں پرورش پائے اس کو ادنیٰ ذات قرار دیا جاتا ہے اور یہی عقیدہ آج تک ہندوؤں کے دلوں میں مستحکم ہے جس کی وجہ سے وہ مسلمانوں، عیسائیوں، یہودیوں کو بُرا سمجھتے ہیں جب ان کا مذہب ہے کہ برہما نے حسب تفاوت انسان کو پیدا کیا تو گویا یہ برہما کے فعل پر اعتراض ہے۔

دراصل ذاتوں کی یہ تقسیم فطری نہیں ہے بلکہ وضعی و عارضی ہے، دنیا کا انتظام جب تک کہ مختلف جماعتیں مختلف پیشے اختیار نہ کریں نہیں چل سکتا اور تمدن و معاشرت کی بنا قائم نہیں رہ سکتی اخلاق کی کتابوں میں بھی مختلف پیشوں پر مختلف اشخاص کا مقرر ہونا لازمی سمجھا گیا ہے۔

علمائے فلسفہ نے انسان کے متعلق حسبِ ذیل بحث کی ہے۔

انسان کی شکل و شباہت ایک ہی قسم کی ہے عقل و فکر بھی یکساں ہے، اگر کچھ فرق ہے تو رنگ وقد و قامت میں ہے انسان کی ذات یا تعریف حیوان ناطق ہے صاحب عقل و تمیز ہونے کی وجہ سے وہ دوسرے حیوانات سے ممتاز ہے، ہر ملک کا انسان فطرۃً ایک ہی خصلت و خو رکھتا ہے اور اس میں شہوائی و روحانی قوتیں اور اوصاف حسنہ سخاوت و شجاعت علم و رشد یکساں ہیں جب انسان پر صحبت

کا اچھا بُرا اثر پڑتا ہے، تو اوصاف فطری میں تبدیلی واقع ہو جاتی ہے، خدا خالق و عادل ہے وہ ہر ایک انسان کو اس کی فطرت پر پیدا کرتا ہے، ہر ایک[1] کو اس نے بالمساوات پاؤں ہاتھ، آنکھیں دیگر اعضائے متناسبہ دیئے ہیں تا کہ وہ اپنے مقاصد و اغراض کو حاصل کر سکے، یہ خدا کو منظور نہیں ہے کہ انسان اپنے قوائے ذاتیہ کو ضائع و بیکار کرے کوئی لڑکا غبی و بے دین پیدا نہیں ہوتا، مگر تعلیم کا بُرا طریق اور بُری صحبت اس کو غبی[2] و بے دین کر دیتی ہے، خدا ہر ایک کو توحید کا راستہ دکھلاتا ہے، مگر وہ خارجی اثرت سے راہ راست پر نہیں آتا۔

خدا نے کسی واحد قوم کے لئے بادشاہت، علم و فضل، شجاعت، مختص نہیں کی کیونکہ ایسا کرنا، اس کی عدالت کبریائی کے شایان شان نہیں ہے، ہر ایک قوم اور شخص کو اختیار ہے، کہ وہ فطرت کے مقررہ راستوں پر چلے اور سب سے زیادہ بڑھ جائے، رذالت و شرافت کسی قوم کا خاصہ نہیں ہے، یہ اکتسابی امور ہیں اور اس کا ثبوت اس سے ملتا ہے کہ دولت و حشمت اور علم و فضل کے ستارہ اقبال و عروج کا مطلع تبدیل ہوتا رہتا ہے، دنیا ایک میدان ہے جس میں سعادت و حکومت کی گیند رکھی ہے ہر ایک انسان کو خدائے تعالیٰ نے چلنے دوڑنے کی قوت دی ہے جو مشاق ہیں، بازی لے جاتے ہیں سست کاہل ندامت اٹھاتے ہیں یہ کب ہوسکتا ہے کہ خدا اقدرۃ ہمیشہ کے لئے ایک کو غلام اور دوسرے کو آقا کر دے جو کچھ ہو رہا ہے بُرے اچھے اعمال کا نتیجہ ہے، ایک معمولی شخص کا بادشاہ بن جاتا، معمولی بات ہے تیمور نادر نپولین[3] کے واقعات روزمرہ ایسی ایسی مثالیں پیش کرتے ہیں اور یہ ایسے واقعات ہیں جن سے ہر شخص کا حوصلہ بڑھنا چاہیے۔

کسی خاص قوم یا خاندان کا کوئی حق کسی ملک پر نہیں ہے بلکہ شجاعت،

---

[1] جو بچے ناقص الاعضا پیدا ہوتے ہیں، اس کی نسبت حکماء لکھتے ہیں کہ وہ اس کی والدہ کا قصور ہے کہ وہ ایام حمل میں کوئی ایسی تکلیف اٹھاتی ہے، جس سے بچہ کی جسمانی بناوٹ میں نقص آ جاتا ہے۔ اور وہ تکلیف اس کی خود پیدا کردہ ہوتی ہے۔ (مؤلف)

[2] میرا یہی عقیدہ ہے کہ کوئی لڑکا غبی و کند ذہن نہیں ہوتا۔

عدالت، صلاحیت اور ہمیت سے بادشاہت قائم رہتی ہے، جہاں ان اوصاف میں سے کسی وصف کا زوال ہوا سلطنت کا قلع قمع ہو گیا۔

انسانوں میں جہاں اور کئی قسم کے نقائص ہیں وہاں ایک نقص یہ بھی ہے کہ برخلاف فطرت ذات پات کے اعلیٰ وادنے ہونے پر لڑتے مرتے ہیں اور ان جھگڑوں سے انہوں نے دینی، دنیاوی، جسمانی، روحانی ترقی کو برباد کر دیا ہے، جس قدر قومیں ہیں۔وہ اپنا شجرۂ نسب واحد شخص (آدم علیہ السلام) یا کسی اور تک فہتی کرتی ہیں اور پھر افراد قوم آپس میں قومی مباہات و مفاخرت سے ایک دوسرے کو حقیر سمجھتے ہیں اور ان کے نزدیک ہنرمندی اور بے ہنری کا کوئی امتیاز نہیں ہے، اس جہالت نے قوموں کو ڈبویا، اور خاندانوں کو تباہ کیا، بادشاہت کسی کا ورثہ نہیں ہے، کہ ہمیشہ ایک ہی خاندان باوجود نااہلیت کے اس کا مالک بنا رہے، انسانوں میں رفتہ رفتہ نسبی مباہات کا عیب طبعی ہو گیا ہے اور اس نے تمدن و نظام عالم پر بُرا اثر ڈالا ہے، جس زمانہ سے یہ جاہلانہ مقابلہ شروع ہوا، بعض نے اپنے نسب ہی کو کھو دیا ہے، بعض نے اپنا رشتہ خدا تک پہنچایا بعض نے سورج چاند تک کوئی عقلمند ایک لحظہ کے لئے یہ تسلیم نہیں کر سکتا کہ خدائے تعالیٰ کی بیوی اور اولاد ہو سکتی ہے (استغفر اللہ) اور نہ کوئی یہ تسلیم کر سکتا ہے کہ چاند اور سورج کے ہاں بیٹے پیدا ہو سکتے ہیں، وہ اجرام سماوی ہیں اور انسان خاکی نژاد ہے، زمین آسمان کا فرق اس مباہات و مفاخرت کا یہ نتیجہ نکلا کہ نسب وحسب کی صحت کو تو لوگوں نے درایۃً وروایۃً ضائع کر دیا، اس کے علاوہ ارتقائے قومیت کی زبان ان لوگوں نے اس قدر بلند کر دی ہے کہ وہاں تک وہم و تصور بھی نہیں پہنچ سکتا مگر لوگ اس نردبان پر چڑھے جاتے ہیں لیکن حقیقت شناسوں کی نظروں میں گرتے جاتے ہیں، ہزاروں دیکھتے دیکھتے سید و قریشی بن گئے، ہزاروں جاٹ اور گوجر، نائی، موچی، جولاہے، راجپوت کہلانے لگے، بجائے اس کے کہ کوئی نیک نیتی اور محققانہ طریق سے اپنی حسب ونسب کا علم حاصل کرتا اور **من عرف نفسه فقد**

عـرف ربـہ۔ کے درجہ پر پہنچا۔ اپنے آپ کو کسی خاندان سے جس کو اچھا دیکھا، ملصق کر دیا، اپنے باپ دادا کی تصحیح النسبی کو کھو دیا اور یہ سخت گناہ ہے اور یہ سب کچھ اظہار مفاخرت کے لئے ہے، اور پھر یہ جرأت ہے کہ ایسے اشخاص کے باپ دادا کو لوگ جانتے ہیں اور اس پر آفتاب ماہتاب صادق گواہ ہیں کہ ان کے باپ دادا فلاں قوم سے تھے مگر وہ روز روشن میں اپنی ذات تبدیل کر رہے ہیں۔

چہ دلا وراست وزدے کہ بکف چراغ وارد

اس مباہات نے کہاں تک دوراز عقل روایات و خلاف فطرت روایات کی بناوٹ پر لوگوں کو آمادہ کیا ہے، راجپوتوں کا باہمی مقابلہ ہوا ایک نے اپنا سلسلہ سورج تک پہنچایا۔ دوسرے نے ان کے مقابلے میں چاند کو اپنا بزرگ فرض کیا، ان تمام فرضی قصوں سے راجپوتوں کے قومی مدارج میں کچھ ترقی نہیں ہوئی بلکہ اہل دنیا ایسے قصوں کو جھوٹ اور لا طائل سمجھ کر ان کی عقل و دانش پر ہنسے اور کہا کہ راجپوت گو شجاعت میں برتر ہوں مگر عقل، دانش میں کمتر ہیں اور پھر راجپوت کے لفظ کے اختیار کرنے سے تمیز و فوقیت جاتی رہی، اس لفظ کے معنوں میں عمومیت ہے کوئی راجہ کسی قوم کا ہو، اس کا بیٹا راجپوت کہلا سکتا ہے، اس لفظ میں ادنیٰ اعلیٰ راجپوت شامل ہو گئے ہیں جیسا کہ بادشاہزادہ کا لفظ، اس میں خاندان بادشاہانِ مغلیہ، غوری، غلامان، لودھی، خلجی کے شاہزادگان شامل ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ شاہ و گدا، راجہ اور پرجا سب کے سب خاکی ہیں خدائے تعالیٰ کا کوئی بیٹا نہیں ہے اور نہ اجرام اسماوی کا کوئی فرزند ہو سکتا ہے ایک طرف برہمن، کشتری، ویش، شودر کی تقسیم، دوسری طرف سورج بنسی، چند بنسی، سوم بنسی کی تفریق، بناء الفاسد علی الفاسد کے قبیل سے ہے، اور یہ ایسے قصے ہیں کہ آئندہ ان کو کبھی زبان پر نہ لانا چاہیے اور اس خواب پریشان کی تعبیر، بجز خلل دماغ وفتور عقل کے کچھ نہیں ہے، عقلمند لوگ بھی یہاں تک علوی حسب ونسب کے گرویدہ ہیں کہ سورج اور چاند کو استعارہ سمجھ کر ان القاب قوی کے اطلاق کو جائز

سمجھنے لگے، حالانکہ ہندوؤں کی کتابوں میں سورج بنسی اور سوم بنسی کا اطلاق نہ تو بطور استعارہ ہوا ہے اور نہ بہ سبیل تشبیہ بلکہ یہ لوگ حقیقۃً اپنے آپ کو سورج اور چاند کی نسل سے بیان کرتے ہیں۔

علامہ ابوالفضل جلد سویم ص 43 آئین اکبری میں ذاتوں کی (ہندوؤں کے اقوال کے بموجب) تشریح کرتے ہیں۔

کھتری بردوگونہ باشد، سورج بنسی، بضم سین وسکون و اووفتح راوسکون جیم و فتح بادنون خفی و کسر سین وسکون یائے تحتانی ، وسوم بنسی، بضم مجہول سین و سکون و اووفتح میم نخستین راازنژاد آفتاب دانند، گوبند بخواہش برہما برنجہ، پدید آمد (بکسر باوراونون خفی وکسر جیم فارسی وہائی خفی) واز دکشپ بفتح کاف وشین مشدو، منقوطہ، وفتح بای فارسی) وازو آفتاب طراز پیدائی گرفت وازو بیوسوتھ من ، لفتح باوسکون یائی تحتانی و فتح واووسکون سین و فتح واووتائے فوقانی ، وہائی خفی ومیم وضم نون وازواکھ باک بکسر ہمزہ وفتح کاف مشددہائے خفی و باوالف وضم کاف از راہ بنسی بعطسہ پدید آمد ازان پس سلسلہ زائیدن سر آغاز شدوازین گروہ سہ کس فرمانروا اے عالم گشتبند و بہفت اقلیم دست چیرگی برکشاوند راجا سگر، بفتح سین وکاف فارسی ورا، وراجا گھٹواتگ بفتح کاف وہای خفی و فتح تائے فوقانی ہندی دو اوہمزہ ونون خفی و فتح کاف فارسی و راجا رگھ، بفتح رواوضم کاف فارسی وہائی خفی، ودومین راازفرزندان ماہ شمرنداز برہما اتر، پیدا شد، بفتح ہمزہ وسکون تائے فوقانی و کسررا، وازچشم راست او ماہ خرامش نمود، وازدعطار دواز، سر آغاز توالدشدو دوکس ازیں میاں بعالمگیری اختصاص گرفتند راجا جدشٹر بضم جیم وکسر دال وسکون شین منقوط وفتح تائی فوقانی ہندوی وراء وراجا سانک بکسر سین ونون والف وکسر نون و فتح کاف، دکھتری از پانصد قوم متجاوز است و پنجاہ ددوازان امتیاز دارند، دوازدہ بس معتبر و امروز از کھتری نشانے پیدا نیست، برخے از نژاد آن سپاہی گری و آہشتہ بدیگر معاملات افتاوندوبزبان روزگار کھتری ایں گروہ راگیند وطائفہ شمشیر

برگزیدہ دیگر آئین برگذاشتند آنہارا بزبان عرف راجپوت خوانند و بہزاران قسم منقسم، چندے کہ امروز دریں دولت جاوید طراز نامور بری برمی نویسد، راٹھور، براوالف و فتح تای فوقانی ہندی وہائے خفی وسکون واوو فتح راچند گونہ از نوکروایماق این الوس شصت ہزار سوار و دولک پیادہ باشند چوہان بفتح جیم فارسی وسکون واود ہا والف و فتح نون، چند شاخ شدہ اند، سون گرا بضم سین وسکون واوونون، وکسر کافِ فارسی وراوالف کھچی، بکسر کاف وہائے خفی وسکون یای تحتانی وکبیر جیم فارسی س سکون یائے تحتانی دیوارا بکسر مجہول وال وسکون یائے تحتانی فتح واو والف ھاڈا بہاو الف و دال ہندی والف بزبان، بکسر نون وسکون راوبا والف ونون، سپاہی این گروہ پنجاہ ہزار سوار و دولک پیادہ پنوار، بفتح بائے فارسی ونون خفی وواو والف ورا، پیشین زمان فرمانروائی ہندوستان دریں گروہ بودو فراوان بوہند، امروز دوازدہ ہزار سوار وشصت ہزار پیادہ، جادون بجیم والف و فتح دال وسکون واو ونون خفی پنجاہ ہزارو دو مالک پیادہ بھاٹی۔ بباوہائے خفی والف وکسر تائے فوقانی ہندی وسکون یائے تحتانی جاریچہ کیم والف وکسر مجہول راوسکون یائی تحتانی و فتح جیم فارسی وہائے مکتوب جنوھ بفتح جیم وضم نون وسکون واوو فتح باوہای مکتوب وخانزاد ہائی میوات ازیں گروہ اند گھلوت، بکسر کاف فارسی وسکون باؤ فتح سین وسکون واوو فتح تائے فوقانی، بیست ہزار سوا روسہ لک پیادہ میلسودیا بکسر سین وسکون یای تحتانی و فتح سین وسکون واووکسر دال ویای تحتانی والف چند راوت بفتح جیم فارسی ونون خفی ودال دراوالف و فتح واووتائے فوقانی روشناس این الوس کچھواہ بفتح کاف وسکون جیم فارسی وہائے خفی ووا و والف و فتح ہاوہائے مکتوب بیست ہزار ویک لک پیادہ سولنکھ بضم مجہول سین وسکون واوو فتح لام ونون خفی وکسر کاف وہائے خفی وسکون یای تحتانی، سی ہزار ویک لک پیادہ پرھار بفتح بای وکسر راوبا اولف و فتح راپنج ہزار سو اروده ہزار پیادہ تونور بضم تائے فوقانی وسکون واوونوں خفی و فتح واووسکون رانختے سلطنت ایں مرز درین گروہ بو، دہ ہزار وبیست۔ وپنج ہزار پیادہ بڈ گوجر بفتح باوسکون

دال ہندی وضم کاف فارسی وسکون واووفتح جیم وسکون را، دہ ہزار سوار وچہل ہزار پیادہ دہر کدام را ازیں چنگ لک سال نسب نامہادر دست و سرمایہ بینش افروزی کار آگہان ، واین داستان افزوں ترازانست کہ بطفیلی گفتار دل ازاں داپر داختہ آید، وہچنیں بیس وشودر شاخ در شاخ چنانچہ یک قوم بیس را کہ بنک گویند بفتح باد کسر نوں و فتح کاف زبان عرف بنیہ سرایند بفتح باوسکون نوں و فتح یائے تحتانی وہای مکتوب وتازی بقال خوانند، ہشتاد و چہار گونہ است۔

(آئین اکبری، جلد سوم صفحہ 43-44)

ترجمہ: کھتریوں کی دو ذاتیں ہیں ایک سورج بنسی دوسری سوم بنسی، سورج بنسی جن کا یہ خیال ہے کہ وہ سورج کی نسل سے ہیں اپنی پیدائش کا قصہ اس طرح بیان کرتے ہیں، برہما (آفرنیندہ جہان) نے برنچہ (دیوتا) کو پیدا کیا، اور برنچہ سے کشب دیوتا پیدا ہوا، اور اس سے سورج نے نقش پیدائش لیا یعنی سورج نے طلوع کیا اور سورج سے بیوسوتھ من اور بیوسوتھ من کی ناک سے بذریعہ چھینک کے اکھ باک پیدا ہوا اور اس سے آگے دنیا میں ولادت کا سلسلہ چلا اور اکھ باک کی اولاد سے تین بادشاہ دنیا کے حکمران ہوئے ہیں جن کی سلطنت ہفت اقلیم پر تھی۔

اول راجہ سگر، دوم راجہ کٹوانگ، سوم راجہ رکھ اور دوسرے یعنی سوم بنسی کو چاند کی اولاد سمجھتے ہیں اور اس کا سلسلہ نسب یوں بیان کرتے ہیں کہ برہما سے اتر اور اترَی داہنی آنکھ سے چاند نکلا چاند سے عطارد پیدا ہوا اور عطارد سے توالد و تناسل شروع ہوا۔

اس خاندان میں اول راجہ جدشٹر، دوم راجہ سنانک ہفت اقلیم کے بادشاہ ہوئے ہیں، کھتریوں کی ذاتیں یوں تو پانسو سے زیادہ ہیں مگر ان مین سے باون مشہور وممتاز ہیں اور پھر باون سے بادہ ذاتیں اعلی درجہ (چوٹی) کی ہیں، جو رتبہ میں سب سے بڑھکر ہیں ، اس زمانہ میں اَصل کھتری نایاب ہیں کیونکہ ان میں سے اکثر نے پیشہ سپاہ گری کو چھوڑ کر دوسرے پیشے اختیار کر لئے ہیں، باوجود اس

کے لوگ ان کو اب بھی کھتری کہتے ہیں اور بعض دوسرے فرقوں نے اپنے پیشے چھوڑ کر تلوار اٹھالی ہے اور فوج میں ملازم ہیں ان کو عُرف میں راجپوت کہتے ہیں، ان کی ہزار ہا شاخیں ہیں ہم ان راجپوتوں کے فرقوں کی جو اس دولت جاوید نشان (اکبر بادشاہ کی سلطنت) میں معزز و نامور اور دست و بازوئے سلطنت ہیں، تفصیل دیتے ہیں۔

راٹھور، مختلف صیغوں میں جو اس قوم کے نوکر چاکر ہیں، ان کی تعداد ساٹھ ہزار سوار اور دو لاکھ پیادہ ہے، علاوہ اس کے سونگڑا کھیچی، دیوار، باڈا (جن کی تعداد ملازمان سلطنت کی تفصیل نہیں دی گئی۔

تربان اس قوم کے لوگ لشکر میں پچاس ہزار اور دو لاکھ پیادہ ہیں۔

جادوں پنجاہ ہزار سوار دو لاکھ پیادہ...... بھاٹی (بھٹی) جار یجہ جنبوہہ (جنجوہلہ) میوات کے خان زادے اسی خاندان سے ہیں، (ان کے ملازمان کی تعداد درج نہیں ہے) گھلوٹ بیس ہزار اور تین لاکھ پیادہ ہیں، چند راوت جس کی شاخیں اور تعداد ذیل میں درج ہے۔

کچھواہہ بیس ہزار سوار اور ایک لاکھ پیادہ، سولنگی (سولگی) تیس ہزار سوار اور ایک لاکھ پیادہ، پر ہار، پانچ ہزا سوار اور دس ہزار پیادہ، تو نور (عرصہ تک اس ملک پر ان کی سلطنت رہی ہے یعنی اس ملک کے یہ مہاراجہ تھے) دس ہزار سوار اور پچیس ہزار پیادہ۔

بڈگوجر دس ہزار سوار، اور چالیس ہزار پیادہ۔

ان میں سے ہر ایک لاکھوں سال کا شجرہ نسب اور اپنے بزرگوں کی دانش وبینش کے کارنامے رکھتا ہے اور یہ روایات اور داستانیں اس قدر طویل ہیں کہ قلم اور زبان سے ادا نہیں ہو سکتیں۔

راجپوتوں کی طرح بیس اور سودر بھی بے شمار شاخ در شاخ ہیں چنانچہ بیس میں سے ایک شاخ نیک ہے، جس کو ہندی زبان میں بنیا اور عربی میں بقال

کہتے ہیں۔ اس کی 84 شاخیں ہیں۔

ابوالفضل کی اس تحریر سے کئی نتائج نکلتے ہیں اول اکبر بادشاہ کے وقت میں بھی راجپوت قوم مخلوط ہو گئی تھی، بعضے اصلی راجپوتوں نے سپاہ گری کا پیشہ چھوڑ کرنوں تیل بیچنا شروع کر دیا، اور بعض دوسری قوموں نے دوسرے پیشے چھوڑ کر سپاہ گری شروع کر دی، جن راجپوتوں نے سپاہ گری کا پیشہ یا بڑھئی یا جولاہا کا پیشہ اختیار کیا، یا سبزی، بزازی، نون، تیل، آٹا، دال کی دوکان کھول دی وہ شودر ہو گئے اور جن لوگوں نے یہ پیشے چھوڑ کر سپاہ گری اختیار کی، وہ راجپوت ہو گئے پس اس منزل میں ذاتوں کا امتیاز اعلیٰ و ادنیٰ پیشوں پر مبنی ہو جاتا ہے اور اسی وجہ سے کہ مختلف قوموں نے سپاہ گری کا پیشہ اختیار کر لیا، اور راجپوت کہلانے لگے، ان کی شاخیں ہزار در ہزار ہو گئیں اور اس زمانہ میں بھی یہی صورت ہے کہ نائی، سانسی، مسلی وغیرہ ادنیٰ قوم کے لوگ رسالہ وار وصوبہ وار و جمعدار ہو گئے اور اصلی راجپوت ان کے سائیس وار دلی ہیں ۰ شاید فوجی افسروں کو اس بات کا علم نہ ہو کہ لوگ اپنی ذات بدل کر اعلیٰ عہدے حاصل کرتے ہیں۔

اسپ تازی شدہ مجروح بزیر پالان
طوق زریں ہمہ در گردن خرمے بینم

دوم اکبر بادشاہ کے لشکروں میں گوجروں کی بہت بڑی تعداد تھی اور وہ راجپوتوں کی مشہور و نامور تر 12 شاخوں میں شمار کیے جاتے تھے۔

سوئم راجپوتوں کی ذاتیں، پانسو سے متجاوز ہیں، پس جہاں اس قدر شاخیں ہوں وہاں ان کا دوسری قوموں میں مخلوط ہونے سے انکار نہیں ہوسکتا۔

یہ نتیجہ تاریخی حیثیت سے نہایت ہی قیمتی ہے کہ راجپوتوں کے پاس اس قدر طویل شجرہائے نسب تھے جن سے راجپوتوں کی قدامت لاکھوں سال کی معلوم ہوتی ہے۔ پنجم، بادشاہان مغلیہ کی زیادہ تر کشور کشائی ہندوستانی فوج کے ذریعہ سے ہوئی تھی جس میں مختلف قومیں تھیں۔

نتیجہ یہ کہ گوجر ایک مستقل اور قدیم قوم ہے اور راجپوت غیر مستقل جدید

قوم اس کی تشریح آئندہ ابواب میں کی جائے گی۔

باب دوئم

گوجروں کے ابتدائی حالات

یہ بات ہم نے اپنی مقامی تحقیقات اور روایات اور متعدد انگریزی، عربی، فارسی، ہندی، تاریخوں اور متفرق مضامین سے جو گرجروں کی تاریخ کے متعلق لکھے گئے ہیں مرتب کیا ہے اور تبدیلی حروف کی نسبت استقراء اور فارسی اور ہندی کتابوں سے امداد لی ہے اور ہر ایک امر کی نسبت ہمارے پاس سند ہے۔

ہم نے بعض بعض مسائل پر اپنی طرف سے اصول مسلمہ پر تنقید کی ہے اور چند امور کو جو عرصہ سے زیرِ بحث چلے آتے تھے حل کیا ہے۔

اس باب نے محققین کے لئے تحقیق کا میدان بہت وسیع کر دیا ہے اگر ہم نے کسی قیاس کے مرتب کرنے میں غلطی کی ہے تو محققین ہمیں معاف کریں گے۔ من صنف قد استھدف یہ کوئی نئی بات نہیں ہے، ہمیشہ سے مصنف لوگوں کے اعتراض اور ردوقدح کا نشانہ بنتے رہے ہیں۔

❁❁❁

فصل اول:

گوجر کے لفظ کی تحقیقات

گوجر کی وجہ تسمیہ کے متعلق متعدد توجیہات ہیں۔

گوجر ایک قدیم قوم کا نام ہے یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر ایک اسم کے کچھ نہ کچھ لغوی معنی ہوں انسان نے جو الفاظ اولاً وضع کئے اور جس جس چیز پر ان کا اطلاق ہوا وہی ان کے معنی ہیں، تلوار ایک ہتھیار اور اونٹ ایک جانور کا نام ہے۔ پس یہی اس کے معنی ہیں اگر ہر ایک اسم کے معنی تلاش کئے جائیں تو سلسلہ کبھی ختم نہ ہوگا، سوال یہ ہوگا کہ پہلے کون لفظ وضع ہوا اور بعد میں کون جس قدر نام رکھے جاتے ہیں، ان کے معنی مسمّی ہوتے ہیں، سرور دین جب ہم کسی کا نام رکھتے ہیں تو اس کے لغوی معنی مقصود نہیں ہوتے، بلکہ ایک خاص شکل د شباہت کا شخص مراد ہوتا ہے۔

اس لئے گوجر کے معنی کی تشریح ضروری نہیں ہے جن لوگوں نے گوجر کے معنی گاؤ چرا کیا ہے۔ وہ کسی صورت میں مستند نہیں ہے، تاریخ میں ہندوستان کے تمام جدید و قدیم گروہوں کی نسبت لکھا ہے کہ یہ ابتداء میں جانور چراتے تھے، اور دریاؤں کی وادیوں میں اقامت گزیں ہوئے تھے اور اب بھی دیکھو جاٹ اہیر گوجر راجپوت سب جانور چراتے ہیں، کوئی ایسا ملک نہیں ہے، جس میں لوگ جانور نہ چراتے ہوں دنیا کے چاروں حصوں، ایشیا، یورپ، امریکہ، افریقہ میں کثرت سے جانور ہیں اور ان کے چرانے والے بھی ہیں لیکن کسی خاص قوم کو گوالا نہیں کہا جا سکتا البتہ انفرادی اور عارضی طور پر گوالا کہا جاتا ہے۔

پس یہ کہنا کہ گوجر کا لفظ گاؤ چرا سے نکلا ہے، صریحاً غلط ہے، اگر یہ نام گاؤ چرانے کی وجہ سے ہوتا تو سب سے پہلے یہ لقب آریا منگولی کا ہوتا، جو ابتداً اپنے جانوروں کو لے کر تمام سرسبز وادیوں پر یکے بعد دیگرے متسلط ہو گئے تھے،

دوسرے گاؤ چرا ترکیب فارسی ہے، نہ کہ ہندی، ہندوستان میں یہ فارسی کا لفظ کیوں استعمال ہوا اگر جانور کی پرورش کے لحاظ سے گوجر کا نام ہندوستان میں وضع ہوتا، تو چرواہا، گوالا، گڈریا ہوتا کیونکہ ہندوستان میں یہ الفاظ قدیم سے موجود اور استعمال کئے جاتے تھے، ہندوستان میں کوئی شخص کسی قوم کا ہو جب جانور چراتا ہے، تو گڈریا یا چرواہا کا خطاب پاتا ہے، جانور چرانے والوں کے لئے فارسی و عربی میں الگ الگ متعدد الفاظ موضوع ہیں، فارسی میں گلہ بان، فیلبان، شتربان، گاؤبان، عربی میں راعی، سائس فارسی میں گاؤ کے چرانے والے کو گاؤبان کہتے ہیں جیسا کہ خواجہ نظامیؒ کا شعر ہے۔

چوشیریکہ آتش بدم وررزند
دم گاؤ بان را بہم برزند

بعض نے لکھا ہے کہ گوجر سنسکرت کا لفظ ہے مگر سنسکرت کے عالموں نے اس خیال پر تعجب کیا ہے کیونکہ سنسکرت میں گوجر کا کوئی لفظ نہیں ہے، جس کے معنی گوالا ہوں (دیکھو مسٹر پنڈارکر کا آرٹیکل دربارۂ قوم گوجر) سنسکرت میں لفظ گورچر آیا ہے، نیز گوجر کا نام بہ تبدیل بعض حروف دوسرے ممالک میں بھی آتا ہے مثلاً خزر جُرز چُرز گزر وغیرہ۔

پس دوسرے ملکوں میں اس لفظ کا پایا جانا، اس امر کی بین دلیل ہے کہ گوجر کے لفظ کا گاؤ چرا سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ یہ اور ہی لفظ ہے، متعدد تبدیلیوں کے بعد ہندوستان میں پہلے پہل یہ تلفظ گُرجُر استعمال ہوا اور پھر گرجر سے گوجر ہو گیا، گوجر میں داؤ علامت ضمہ ہے جیسا کہ بعض تاریخوں میں خزر کو خازر اور گزر کو گازر لکھا ہے، الف علامت فتح ہے دیکھو تیمور اصل میں تمرو ہے کسرہ کی جگہ ی اور ضمہ کے واسطے واؤ لکھا ہے۔

بعض کا خیال ہے کہ گوجر سکندر کی اولاد ہیں، سکندر نے اپنے بیٹے کو فتوحات کے صلہ میں گرز عطا کیا، گرز سے گرج ہوا اور گرج سے گوجر یہ قابل تسلیم

نہیں، کیونکہ گوجر تو سکندر سے پہلے کی ایک مشہور قوم ہے اور اس کا قدیم ہونا اس وجہ تسمیہ کو باطل کرتا ہے اور نیز گرز تو اس زمانہ میں عام قوموں کا ہتھیار تھا پھر واقعات اور سنین سے بھی ثابت نہیں ہو سکتا۔ اگر سکندر نامۂ نظامی کو تاریخی حیثیت دی جاتی ہے تو خزر کا ذکر سکندر نامہ میں بھی آتا ہے کہ سکندر کے وقت یہ قوم موجود تھی جو سکندر کے دربار میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ جنگلی وحشی ہم کو تکلیف دیتے ہیں، پہاڑ کے درّوں سے نکل کر ان کے کھیتوں کو تباہ کرتے ہیں ان دروں کو بند کر دیں تاکہ ہم آرام کی زندگی بسر کریں۔

اشعار

درین پاس گاہ رخنہائے کہ ہست
عمارت کند تاشود سنگ بست

اس محفوظ مقام میں جو رخنے یعنی درے ہیں ان کو بادشاہ عمارت کر کے بند کر دے تاکہ یہ مقام مضبوط ہو جائے۔

مگرز آفتِ آن بیابانیاں
براحت رسد کا رخزانیاں

ممکن ہے کہ ان وحشی جنگلیوں کی تکلیف سے خزرانی لوگ آرام پائیں۔

بفر موشاہ تاگزر ہا ہے کوہ
بہ بندند خزرانیاں ہم گروہ

بادشاہ نے حکم دیا کہ پہاڑ کے درے
خزرانے لوگ اور بادشاہ کا لشکر ملکے بند کر دیں

اس سے ثابت ہوا کہ خزر (گوجر) سکندر کے وقت موجود تھے، پس ہم کس طرح گوجروں کو سکندر کی اولاد کہہ سکتے ہیں۔

بعض نے گوجر کے کچھ اور ہی معنی بیان کئے ہیں کہ گوجر دراصل گرگ

تھا، چونکہ یہ قوم سخت جنگ آور اور دلیر تھی اور دوسری قوموں کو چیرتی پھاڑتی تھی اور تکلیف دیتی تھی اس لئے اس کو گرگ (بھیڑیے) سے تشبیہہ دی گئی۔

ہمارے ایک فاضل دوست بہت اصرار کرتے ہیں کہ واقعی گوجر اصل میں گرگ تھا، وہ تاریخ طبقات الامم مطبوعہ مصر صفحہ 8,7 کا حوالہ[1] دیتے ہیں، بعض مورخین نے خرز کی نسبت لکھا ہے کہ یہ ترک کا ایک قبیلہ ہے، خرز اور گوجر ایک ہیں اور ترک قوم کو درندہ یعنی گرگ کہتے ہیں، اس لئے گرگ اور گوجر ایک ہیں، گرگ کا کاف ج سے تبدیل ہو کر گرج ہو گیا اور گرج سے بہ تقدیم ج گجر ہوا۔

وکانوا نسیتمون ملک الترک ملک الستباع نسجاعة الترک وشدة باسهمo

ترجمہ: ترکوں کی شجاعت وسخت جنگ جوئی کی وجہ سے ان کے بادشاہ کو درندوں کا بادشاہ کہتے تھے۔

پس اس سند سے گرجر کے معنی گرگ ہر طرح سے دلچسپ ومعقول ہیں، لیکن ہمارا تو یہی خیال ہے کہ ہر ایک اسم کے معنی کی تلاش کرنا ضروری نہیں اور کچھ مفید بھی نہیں اور نہ انسان کی عقل معانی کے مدارج اور وجہ تسمیہ کو کلیۃً طے کر سکتی ہے کیونکہ اس میں تسلسل اور دور کی اس قدر طویل اور دشوار گزار منازل ہیں

[1] تاریخ طبقات الامم (اس میں دنیا کے قدیم قومی گروہوں کی تفصیل ہے) میں علامہ قاضی ابو القاسم) صاعد بن احمد اندلسی جو 463ء میں فوت ہوئے لکھتے ہیں۔

والامة الخامسة

اجناس الترک من الخرلخية، وكيماک، والتغزغز والخزر، والسرير وجيدان وخزدان وطيلسان وكشک وبرطاس كانت لغتهم واحدة ومملكتهم واحدةo

دنیا کا پانچواں گروہ ترک ہے جس کے قبائل خرلخیہ، کیماک، تغزغز، خزر، (گوجر) سریر جیدان، خزدان، طیلسان، کشک برطاس ان کی زبان وملک ایک ہے۔

مؤلف: اگر یہ صحیح ہے تو اس سے یہ مسئلہ بالکل صاف ہو گیا ہے کہ خزر (گوجر) ترکوں کا ایک قبیلہ ہے اور یہ قدیم قوم ہے۔

کہ ان کا طے کرنا فکر کے لئے آسان نہیں ممکن ہے کہ قدیم زمانہ میں ''جزر'' کسی شخص کا نام ہو جس کی نسل کو جزر کہا گیا ہو اور پھر یہ نام ایک نسل کا ہو گیا ہو اگر وجہ تسمیہ کا معلوم کرنا لازمی ہو تو ہر ایک نام کے لئے معنی تلاش کرنے پڑتے ہیں، ہاں یہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ بعض قومیں کسی وصف یا شہر یا اپنے باپ دادے کے نام پر مشہور ہیں، عالمانہ خیال یہی ہے کہ جو ہم نے بیان کیا ہے ہمارے لئے اسی قدر کہنا کافی ہے کہ گوجر گرجستان سے آئے اور گوجر کہلائے۔ گرجستان کی کئی ہزار سال کی تاریخ موجود ہے اور گرجستان بہت قدیمی ملک ہے۔

❁❁❁

فصل دوئم:

گوجر یا گجر اور گرجارا یا گُرجَرا ایک ہیں

تاریخ ہند وغیرہ میں ایک فتحمند وظفریاب قوم گرجرا کا ذکر آیا ہے جس نے ہندوستان کے وسیع علاقوں پر سینکڑوں سال تک نہایت کروفر سے سلطنت کی ہم قارئین کرام کو اس امر سے واقف کرنا ضروری خیال کرتے ہیں کہ گوجر، گرجراء، گرجارا، گجر ایک ہی لفظ ہے، جہاں گرجرا کی سلطنت کا ذکر کسی تاریخ میں ہے، اس کو گوجر کی سلطنت سمجھنا چاہیے ہم نے اس کو کوئی طرح سے ثابت کیا ہے، ایسے مسائل کا علم الصوت یا علم اللسان کے باب التعلیل والتبدیل سے حل کرنے کا دستور قدیم سے جاری ہے اور جب یہ مسئلہ اصول کے رو سے ثابت ہو جائے تو وہ شہادت ناطق ہے جس سے کسی کو انکار کی گنجائش باقی نہیں رہتی، ہم نے ایک دفعہ کسی اخبار میں ایک مختصر نوٹ کہ "گوجر اور گرجرا اور گرجر ایک ہیں" لکھا تھا۔ اس کو علماء نے تو تسلیم کیا لیکن ایک شخص نے جو تاریخ اور علم التعلیل سے بالکل بے بہرہ تھا، انکار کیا، ممکن ہے اب بھی اس تاریخ کے مطالعہ کے وقت بعض لوگوں کا شک رفع نہ ہو اس لئے ہم اس کو زیادہ تشریح کے ساتھ لکھتے ہیں اور اس کو علم اللسان والصوت کی متعارف مثالوں سے اچھی طرح واضح کرتے ہیں تاکہ ادنی سمجھ کا آدمی بھی سمجھ جائے اور اس کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ میرا شک رفع نہیں ہوا گوجر اور گرجرا گجر اور گرجارا کے حروف میں جس قدر نمایاں اتحاد ہے، وہ محتاج تشریح نہیں، ان کے متجانس ہونے کا انکار کرنا، بداہت کا انکار کرنا ہے، اگرچہ پہلے جہالت کی وجہ سے یا تبدیلی کے باعث بعض اوقات مختلف نوشتوں میں مختلف الفاظ گوجر اور گرجرا اور گرجارا گجر استعمال ہوتے رہتے ہیں، لیکن تجانس کی وجہ سے تحقیقات جدید نے ثابت کر دیا ہے کہ دراصل یہ ایک ہی لفظ اور ایک ہی قوم

ہے، الفاظ کا ہیر پھیر اس قدر ہوتا ہے کہ بسا اوقات ابتدائی اور اصلی حروف بالکل محو ہو جاتے ہیں اور نیز حرکات کے بجائے جو حروف لکھے جاتے ہیں ان سے بھی الفاظ کی ہیئت کچھ نہ کچھ بگڑ جاتی ہے۔

مگر علم تبدیل الحروف سے جب ثابت کیا جائے تو حقیقت کا انکشاف ہو جاتا ہے اور اس میں کسی طرح کا شک وشبہ نہیں رہتا چنانچہ خان اور سائیں کے لفظ میں بظاہر کوئی تجانس معلوم نہیں ہوتا لیکن علم تبدیل الحروف کے بعض محققین کا یہ خیال ہے کہ سائیں اور خان ایک ہی لفظ ہے، سین خاء سے تبدیل ہو جاتا ہے، جیسے خسرو سسر پس سائیں خان ہو گیا اور درمیان میں جو ہمزہ آ گیا، وہ بوجہ اختلاف تلفظ ہے کہ ہند کے لوگ اس طرح اس لفظ کو ادا کرتے ہیں کہ ہمزہ پیدا ہو جاتا ہے اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک لفظ جب دوسری زبان میں استعمال ہوتا ہے تو اس میں بعض حروف کم ہو جاتے ہیں اور بعض زائد آ جاتے ہیں اور اس تبدیلی کی مثالیں مختلف زبانوں میں کثرت سے ملتی ہیں اور جس کو اس قسم کی تبدیل الحروف کی مثالیں دیکھنے کا شوق ہو، وہ اس قسم کے نوشتوں کا مطالعہ کرے، غور سے دیکھو کہ تبدیل الحروف سے کس طرح گرجرا اور گرجارا سے گوجر بن گیا، انگریزی تاریخوں مین گرجرا لکھا جاتا ہے، انگریزی رسم الخط میں بعض لفظوں کے آگے ای E یا اے A بڑھا دیتے ہیں مگر یہ حرف تلفظ میں نہیں آتا مثلاً لاہور کے آگے ای LAHORE اسی طرح رامائیں راجہ کرن، مہابھارت کے اخیر میں (اے) A لکھا جاتا ہے، مگر وہ تلفظ میں نہیں آتا، ایسا ہی گرجارا کا اخیر الف زائد ہے، گرجر اور اصل گرجرا بلا الف ہے، اس میں اور گجر میں ایک حرف کا فرق ہے لیکن بعض وقت رحذف کی جاتی ہے اور اس کی مثالیں کثرت سے پائی جاتی ہیں جن کی توضیح ذیل میں کی جاتی ہے۔

(۱) کرشن، کشن (نام) (۲) چندر، چند (چاند) (۳) چیتر، چیت (مہینے کا نام ہے) (۴) کھیتر، کھیت (قطعۂ زمین) (۵) سورج، سج (آفتاب)

(۶) درم، دام، دم (سکہ کا نام) (۷) گرہن، گہن (چاند گرہن) (۸) گرج، گج، یا گد (پرندہ کا نام) (۹) بادل کا گرجنا، بادل کا گجنا (۱۰) ڈاہر، ڈاہا، (قوم کا نام ہے) (۱۱) برسنا، بسا (بادل کا برسنا) (۱۲) کرم، کم (کام) (۱۳) سرپ، سپ (سانپ) (۱۴) سرب، سب (۱۵) نیند، نیندر (خواب) (۱۶) کروہ، کوہ (کوس) (پیمانہ مسافت)، (۱۷) گرب، گپ (حمل) (۱۸) چرم، چام، چم (چمڑا) (۱۹) سوتر، سوت (۲۰) کیچڑ، کیچ، (گل)، (۲۱) پتر، پوت، پُت (پسر، بیٹا) (۲۲) راٹھور، راٹھ (قوم کا نام ہے)، (۲۳) دوہڑا، دوہا (گیت کی ایک قسم) (۲۴) سدارنا، سدھانا (سکھانا) (۲۵) ترک، تکا، ٹاکی، (کپڑے کا ٹکڑا) (۲۶) چھتری، چھاتا (۲۷) برہمن، بہمن (قوم کا نام ہے)، (۲۸) پرارسال، پرسال (گذشتہ سال) (۲۹) پردیسی، بدیسی (۳۰) تریجا، تیجا (تیسرا)، (۳۱) اڑتالیس، اٹھتالی (۴۸ عدد)، (۳۲) گراہی، گاہی (لقمہ) (۳۳) گرنڈ، گنڈ (چکی کا وہ حصہ جس میں آٹا جمع ہوتا ہے)، (۳۴) گرنڈو، گنڈوا (پرندہ کا نام ہے) (۳۵) گھروہ، گوہ (سوسمار) (۳۶) ارے، اے، (حرف ندا)، (۳۷) گوتر، گوت (قوم کی شاخ)، (۳۸) پرسرور، پسرور (پنجاب میں ایک قصبہ ہے)

زمانہ سابق کے کاغذات میں پرسرور لکھا ہے۔ اب پسرور لکھتے ہیں (دیکھو آئین اکبری) علیٰ ہذا القیاس کئی مثالیں ر کے حذف کی پائی جاتی ہیں۔

واضح ہوا کہ جو الفاظ ہم نے لکھے ہیں وہ ہندوستان کے کسی نہ کسی حصہ میں ضرور استعمال ہوتے ہیں خواہ پنجابی میں خواہ ہندی میں اور ان میں سے اکثر الفاظ متعارف ہیں جب ایک ہی ملک کی یہ حالت ہے کہ اس کی اپنی زبان کے الفاظ مختلف صوبوں میں تبدیل ہو جاتے ہیں، تو غیر ملک کے الفاظ دوسرے ملک میں آ کر کیوں تبدیل نہ ہوں، ہم نے دیباچہ میں ایک لفظ کی مختلف زبانوں میں تبدیل ہونے کی مثالیں دے کر جو تشریح کی اس سے غرض یہ تھی کہ ہمارے آئندہ دلائل کو قارئین دلچسپی سے پڑھیں جن لوگوں نے ان کو اچھی طرح پڑھا ہے ان

کے لئے یہ مسائل آسان ہیں گوجر اور گرجرا کی تبدیلی بالکل ایک معمولی تبدیلی ہے اگر ایسی تبدیلی سے انکار کر کے ان کو علیحدہ علیحدہ خاندان سمجھا جائے تو پھر علم الصوت کے مسائل مسلمات کا وجود ہی باقی نہیں رہتا اس امر کی ایک اور بین دلیل ہے کہ گرجرا اور گوجر ایک ہیں، اگر گرجرا ، گوجر ایک نہیں ہیں تو گرجرا جیسی زبردست قوم جس نے ہندوستان کے اکثر حصص پر عرصہ دراز تک حکومت کی ضرور تھا کہ کسی نہ کسی حصہ پر موجود ہوتی یا کوئی شاخ اس کی ایسی پائی جاتی جو گرجرا کی طرف منسوب ہوتی لیکن علیحدہ اس نام سے ہندوستان کے کسی حصہ میں کوئی قوم نہیں ہے ہر ایک ضلع میں گوجر کے لفظ پر قوم کا نام مشہور ہے پس گرجرا جب اس وقت تک کوئی علیحدہ قوم نہیں ہے، تو پھر کیوں نہ تسلیم کیا جائے کہ گوجراور گرجرا ایک ہی ہیں ہم نے متعدد طریقوں سے ثابت کر دیا ہے کہ گوجرا اور گرجرا ایک ہی ہیں نیز قدیم تاریخ میں گرجرا قوم اور اس کی فتوحات اور کارناموں کے بکثرت واقعات موجود ہیں یہ تمام کارنامے گوجر قوم کے ہیں ، اس سے ہم گوجروں کی تاریخ کو بہت مبسوط کر سکتے ہیں اور زمانۂ گذشتہ کے کئی قرنوں کی معلومات پر آ گاہی حاصل کر سکتے ہیں۔

مسٹر اے سمتھ اور دوسرے مؤرخین نے بالتصریح لکھ دیا ہے کہ گرجرا اور گوجر ایک ہے دو نہیں نیز خاندان گجر کے جن بادشاہوں کا ذکر انگریزی تاریخوں میں ہے، ان کو انگریزی مؤرخوں نے گرجرا لکھا ہے اور گوجر راجگان کو عربوں نے جز لکھا ہے۔

پس یہ مسئلہ بالکل صاف ہو گیا ہے کہ گوجر اور گرجرا ایک ہیں اگر چہ علماء وفضلاء کے لئے یہ بحث غیر ضروری ہے مگر کیا کیا جائے ہمارے مخاطب وہ لوگ ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ گوجروں کی حکومت کبھی کسی علاقہ پر نہیں ہوئی اور جس قوم گرجرا کا ذکر تاریخوں میں ہے وہ قوم ہی اور ہے اور بعض لکھے پڑھے کہتے ہیں کہ گرجرا نام ہُن[1] قوم کا ہے جو وسط ایشیا سے آئی اس نے ہند پر سلطنت کی اب

اس کا نام ونشان باقی نہیں ہے یا تو وہ تمام کے تمام مارے گئے یا بقیہ السیف نے اپنا نام تبدیل کر دیا ہم نے جو ضروری امور تھے وہ بیان کر دیئے ہیں اور اس کا ثبوت آئندہ ابواب سے اور زیادہ ملے گا۔

مؤلف کہتا ہے کہ ہُن کے افراد اس زمانہ میں بھی موجود ہیں گوجروں کا گوت ہے اور ان کی بستیاں بھی موجود ہیں۔

ا؎ ونسنٹ اے سمتھ اپنی تاریخ باب دواز دہم قوم گوجر کے عنوان میں لکھتا ہے:

”کتابوں اور کتبوں میں ہنون کا ذکر اکثر ایک اور قوم گرجر کے ساتھ ساتھ ہوتا ہے جس کا نام آج کل بھی گوجر کی صورت میں باقی رہ گیا ہے جو شمال مغربی ہندوستان میں بہت پھیلی ہوئی ہے، قدیم گرجر معلوم ہوتا ہے کہ بیرونی آبادکار تھے، اور ان کا بہت قریبی تعلق اور ممکن ہے کہ خون کا رشتہ بھی ہنون کے ساتھ ہو انہوں نے راجپوتانے میں ایک بڑی سلطنت قائم کر لی جس کا صدر مقام کوہ آبو کے شمال مغرب میں پچاس میل کے فاصلے پر بھلمان یا سریماں تھا۔

فصل سوم:

مختلف ملکوں میں لفظ گوجر کا استعمال

ہر ایک ملک کا تلفظ مختلف ہوتا ہے اس وجہ سے گوجر مختلف ملکوں میں مختلف تلفظوں سے استعمال کیا جاتا ہے، ہندوستان میں گوجر، انگریزی تاریخوں میں گرجرا چین میں کوسا، روس میں کھوالیس یا خوالیس، روم میں چوراز آرینا میں خزر، عرب میں خزر یا جُرز، بحیرہ آزاف میں گزر، شام میں گھیسر یا غسیر، کاکیشیا میں غاسر یا گاسر، ایران میں کاجار یا قاچار۔

(ملاحظہ ہو بمبئی گزیٹر حصہ اول جلد 9 صفحہ 472,471)

کوسا کا لفظ تو بالکل ہندوستان کے لفظ سے ملتا جلتا ہے، ایک جنوبی ضلع میں گوجروں کا گوت کوسا بھی ہے، ہمارے خیال میں یہ لفظ گورسی سے لیا گیا ہے گورسی کو مختلف اضلاع میں گرس، گورسی کہتے ہیں، آئین اکبری میں گراسیہ درج ہے، گورسی میں را حذف ہو جاتی ہے، جیسا کہ ہم نے لفظ گرجرا میں لکھا ہے اگر را حذف کی جائے تو گوسی رہ جائے گا، گ، ک، ایک ہی حرف ہیں، آخر میں ی الف سے تبدیل ہوگئی کوسا ہو گیا پنجاب میں بعض لوگ گوجر کو کوسی کہتے ہیں پس چین اور ہند کا ایک گوت کوسا بالکل آپس میں ملتا ہے، کھوالیس اور خوالیس کھ اور خ ایک ہی حرف ہیں مثلاً خر (گدھا) کو کھر بھی کہتے ہیں یعنی خ، کھ سے تبدیل ہو جاتی ہے، کھیس (ایک قسم کا کپڑا کو فارسی میں خیس کہتے ہیں پس کھوالیس کا خوالیس ہو گیا مگر خوالیس اور لفظ گوجر کی مطابقت ہماری سمجھ سے بالاتر ہے ممکن ہے کہ اس میں تعلیل در تعلیل یا قلب در قلب ہو یا اس قوم کا تعلق گوجر قوم سے ہو۔

چوزار میں واؤ، الف علامت ضمہ وفتحہ ہے اس کو حذف کیا گیا تو چُزر رہ

گیا اور جاذار میں دونوں الف علامت فتح ہیں، ان کو حذف کیا تو جزر ہو گیا گویا دونوں ایک ہی لفظ ہیں صرف پہلے حرف پر ضمہ یا فتحہ ہونے سے اختلاف پیدا ہو گیا ہے جو قابل لحاظ نہیں ہے چ گاف سے اور زمیم سے بدل جاتی ہے، پس جزر گجر ہو گیا، خزر بضم خا معجمہ اور جزر بضم جیم معجمہ ایک ہی لفظ ہے، دیکھو لفظ خراس (دانہ پیسے کی بڑی چکی جو چشموں یا ندی یا نالہ میں لگائی جاتی ہے) کو پنجابی میں گھراس یا کرھاٹ کہتے ہیں، اس میں خ گاف سے بدل گئی ایسا ہی ذ اور جیم کا تبادلہ ہو جاتا ہے، جٹ (نام قوم) کو عرب زط کہتے ہیں، جیم کی جگہ ز اور ٹ کی جگہ ط گزر میں زکوج سے بدل دیا تو گجر ہو گیا۔ گھیسر، عیسر، گاسر، غاسر تو تقریباً ایک ہی لفظ ہیں، غ و ز گاف و جیم سے تبدیل ہو جاتے ہیں، جیسا کہ گیلانی کو جیلانی پڑھا جاتا ہے اور لگام کو لجام کہا جاتا ہے، دیگر مثالیں گلولہ، غلولہ، غزنی، گجنی، اس میں غین گاف سے زجیم سے تبدیل ہوئی ہے، یاد رکھنا چاہیے کہ زبان کا مقابلہ عام طور پر کیا جاتا ہے، خواہ تعلیم یافتہ شہری طبقہ کی زبان ہو یا غیر تعلیم یافتہ دیہاتیوں کی زبان ہو کیونکہ جب ایک زبان کا لفظ دوسری زبان میں آتا ہے، تو بعض الفاظ کی ہیئت میں کچھ نہ کچھ فرق آ جاتا ہے، یہ بدیہی امر ہے کہ ایک زبان میں جو لفظ غیر مانوس ہوتا ہے اس کے تلفظ و کتابت میں اکثر تبدیلی کی جاتی ہے ایک عرب مجھ سے اردو پڑھتا تھا، وہ اچھی طرح اردو میں تقریر کر سکتا تھا، مگر بعض اردو الفاظ کی ایسی مٹی خراب کرتا تھا کہ جب تک وہ عربی میں ان کی تشریح نہ کرتا میں نہیں سمجھ سکتا تھا، عرب کے بدوؤں (بادیہ نشین) کی زبان کا اگر کتابی عربی سے مقابلہ کیا جائے تو حیرت ہوتی ہے عرب بدو قل کو گل کہتے ہیں قندھار کو گندھار، اسی طرح وہ ق کو بالعموم گ سے تبدیل کر دیتے ہیں حالانکہ ہم کو استاد نے پڑھایا تھا کہ حروف گاف، چ، ڈ، ڑ، ژ، پ، ٹ عربی میں نہیں آتے، زمانہ کے ساتھ ساتھ زبان بھی بدلتی رہتی ہے ص، پنجابی زبان کو دیکھو جاہل لوگ زکوج سے بدل دیتے ہیں زبان کو جبان، زور کو جور، زرد، کو جرد، زبردست کو جبردست

جوروست کہتے ہیں۔

بعض نے گوجر کو تغزغز لکھا ہے ممکن ہے کہ اس سے لفظ خزر (گوجر) بنا ہو، یا خزز سے تغزغز، مگر موجودہ صورت میں بظاہر کوئی مناسبت پائی نہیں جاتی۔

عربی تاریخوں میں تغزغز کا لفظ آیا ہے جو ترک قوم کا ایک قبیلہ ہے مگر خزر بجائے معجمہ بھی ترک قوم کا ایک قبیلہ ہے۔

پس ہم خزر و تغزغز میں سے ایک ہی لفظ لیں گے نہ کہ دونوں اور آسان تر ہمارے لئے یہ ہے کہ ہم خزر کو لے کر ثابت کریں کہ یہ گوجر کے تلفظ کو ادا کرتا ہے، نہ کہ تغزغز کو پس تغزغز کو بظاہر کوئی نسبت گوجر سے نہیں ہے، البتہ غزغز ایک تبدیلی ہے گرگر اور دوسری تبدیلی سے گوجر ہوسکتا ہے، مگر یہ تعلیل دلپسند نہیں ہے، اس میں کچھ شک نہیں کہ علم الصوت و تشعلیل بہت ہی دلچسپ فن ہے کیونکہ اس سے نئے نئے معلومات حاصل ہوتے ہیں اس تشریح سے ثابت ہوتا ہے کہ چین، روس وغیرہ میں گوجر پائے جاتے ہیں اور یہ ایک قدیم قوم ہے، جن عرب مؤرخین نے یہ لفظ وسط ایشیا سے لیا انہوں نے لفظ خزر لکھا کیونکہ بحیرۂ خزر میں خ، ز اپنی اصلی حالت میں پائے جاتے تھے، جو عربی کی زبان پر ثقیل نہ تھے اور جن عرب مؤرخین نے ہندوستان سے لفظ گوجر لیا انہوں نے گ کو جیم سے اور جیم کو ز سے تبدیل کر کے جزر کہا جیسا کہ بھنگ (ایک بوٹی نشہ دار ہوتی ہے) اس کو عرب بنج کہتے ہیں اور گیلان کو جیلان، انگریز کو انجریز لکھتے ہیں عربی اخباروں میں انگریز کو انکلیز لکھتے ہیں اور بعض اوقات گاف کو قاف سے بدل لیتے ہیں، گندھار کو قندھار کہتے ہیں، ہر ایک زبان دان اپنی سہولت کے لئے غیر ملک کے الفاظ میں حروف کی تبدیل یا تقدم و تاخر کر لیا کرتا ہے بلکہ خود زبان میں فطرۃ مختلف زمانوں میں تبدیلی واقع ہو جاتی ہے اور اس کی مثالیں اس قدر ہیں کہ ہمیں اس بارہ میں کچھ زیادہ تفصیل کی ضرورت نہیں، حروف کی تبدیل کا میدان اس قدر وسیع ہے کہ اس کی نسبت کوئی کلیہ قاعدہ مرتب نہیں ہوسکتا، میرے بعض دوست اس کو تسلیم نہیں

کرتے اس لئے زیادہ تشریح کرتا ہوں، مسٹر بھنڈا کر ایم اے نے خزر بجائے معجمہ اور جرز تکیم کو ایک ہی لفظ قرار دیا ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ایک تبدیلی کے بعد دوسری تبدیلی واقع ہو چنانچہ اس کے لئے ان الفاظ کو غور سے دیکھنا چاہیے، خا جیم سے بدل جاتی ہے مثلاً اسفاناخ واسپاناج مشہور سبزی ہے اس میں ف، پ سے اور خا جیم سے تبدیل ہوئی اور خ، غ کے ساتھ بھی بدل جاتی ہے۔ دیکھو ستیخ اور ستیغ (بمعنی سیدھی چیز، مانند تیر یا ستون) اور قاف کے ساتھ بھی جیسے چخماخ، چقماق اور کاف کے ساتھ اس کی تبدیلی کی کئی ایک مثالیں ہیں خمان کمان خمند کمند، خرتا کرتا اور زا اور جیم کی تبدیلی اور ایسا ہی زا اور گاف کی تبدیلی مسلمہ ہے پس خزر، جزر، گجر دراصل ایک ہی لفظ ہے۔ (از جواہر الحروف)

❀❀❀

فصل چہارم:

گوجروں کا ابتدائی وطن

بعض تاریخوں میں بالاتفاق یہ بیان کیا گیا ہے کہ دوسری صدی قبل از مسیح کے وسط میں، وسط ایشیا کے خانہ بدوش ترکی خاندانوں میں باہم مخالفت پیدا ہوئی، یہاں تک کہ آپس میں لڑنے بھڑنے لگے اور شدید جنگ تک نوبت پہنچی، یہ جنگ چند مہینوں تک جاری رہی اور تمام حلیف قبائل اس جنگ میں شامل ہوئے تھے، دونوں طرف کا بہت نقصان ہوا اور جنگ کی وجہ یہ تھی کہ ایک علاقہ کی نسبت تنازع پیدا ہوا کہ یہ کس کا حق ہے، نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ ایک خاندان نے (جس کو چینی مورخ ''نیگ نو'' کہتے ہیں) دوسرے خاندان کو جو یوچی کے لقب سے ملقب تھا، ایسی شکست دی کہ وہ وہاں رہنے کے قابل نہ رہا، اب اس خاندان کے لئے اس کے سوا چارہ نہ تھا کہ ''بموجب ملک خدا تنگ نیست، پائے گدا لنگ نیست'' وہ کسی اور جگہ ہجرت کرے۔ چنانچہ اس نے اپنا آبائی وطن علاقہ کن سُہ جو ملک چین کا شمالی مغربی صوبہ تھا چھوڑ دیا اور مغرب کی طرف رُخ کیا تا کہ اپنی قسمت آزمائی کرے اور شاید اس کو کسی ملک میں کوئی وسیع سرسبز علاقہ مل جائے، اس گروہ کے سپاہیوں کی تعداد دو لاکھ کے لگ بھگ تھی، یہ چلتے چلتے کلمکان کے صحرا میں پہنچ گئے، ان کو پھر وہی مصیبت پیش آئی جس کے ڈر سے وہ بھاگے تھے، یعنی ایک اور قبیلہ دُوسن سے جو یوچی کا ہم نسل بیان کیا جاتا تھا اور جو دریائے ایلی اور اس کے دو معاون رتیکے اور کنگیز کے دوآبہ میں رہتا تھا۔ مقابلہ ہوا اگرچہ دوسن کی تعداد بہت ہی تھوڑی تھی مگر اس نے مدافعت میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا اور اس کی غیرت قومی نے یہ گوارا نہ کیا کہ ان کی سرزمین پر یوچی کا عمل دخل ہو، دوسن کے نوجوانوں نے حق مردانگی ادا کیا مگر وہ قلتِ تعداد کی وجہ سے اس ٹڈی دل کو روک

نہ سکے گو اپنے ملک پر اپنی جانیں نثار کر دیں اور ان کا سردار مارا گیا، یوچی ایک تند سیلاب تھا جس طرف اس کا رُخ ہوتا کوئی چیز اس کے آگے ٹھہر نہ سکتی تھی، آخر وہ جھیل ایسک کل کو عبور کر کے وسیع ترین چراگاہوں پر مسلط ہو گیا، اس قوم کا ایک حصہ تو تبت کی سرحد پر آباد ہو گیا اور دوسرا بڑا حصہ مغرب کی طرف بڑھتا چلا گیا، اگرچہ قوم تک ''یاسی'' نے اس کے روکنے کی ناکامیاب کوشش کی مگر قوم سک کا بھی قوم دوسن کی طرح بُرا حال ہوا اور وہ اپنے کشتوں کی لاشیں میدان کارزاء میں چھوڑ کر بھاگ گئی، آخرکار یہی قوم ہندوستان کی سرسبز چراگاہوں اور زرخیز زمین کی تلاش میں شمالی دروں سے نکل کر منزل مقصود (سرسبز چراگاہوں) پر پہنچ گئی، پہلے بیان ہو چکا ہے کہ دوسن قوم کو یوچی قوم نے برباد کر دیا تھا، اس وقت سے ان کے بہادر انتقام لینے کے لئے پیچ و تاب کھا رہے تھے، اور جنگی تیاریوں میں مصروف تھے، اتفاقاً ان کو یوچی قوم کے قدیم دشمن کے ساتھ جنہوں نے اس کو علاقہ کن سہ سے نکال دیا تھا، اتحاد قائم کرنے کا موقع مل گیا۔

دوسن قوم کے نوجوان شہزادے نے یوچی قوم کے قدیم دشمنوں کی اعانت سے یوچی قوم پر جارحانہ حملہ کیا اور اپنے باپ کا انتقام لیا اور یوچی کو اس علاقہ سے نکال دیا، جو اس نے سک قوم سے غصب کیا تھا، اس شکست سے یوچی قوم وادی سیحون کی طرف بھاگ گئی اور یہاں کی تاہیا قوم کو مغلوب کیا، رفتہ رفتہ تمام علاقہ باختر پر اس کی شوکت و سطوت کا سکہ بیٹھ گیا اور اس کا اثر و اقتدار بہت جلد دریائے سیحون کے جنوب تک بڑھ گیا، یوچی بہادر تو دو تین پشتوں تک تو عارضی طور سے یہاں متمکن رہے لیکن جب ان کے پاؤں اس سرزمین پر جم گئے تو انہوں نے مستقل شہر اور قصبے تعمیر کر لئے اور متمدن ہو گئے اور اپنے مقبوضات کو بڑھانے لگے، دریائے سیحون کا جنوبی علاقہ جس میں سغدانیہ اور اس کے ملحقات بھی شامل تھے، سب کا سب ان کے زیر نگین تھا، جب یوچی قوم مقتدر ہو گئی تو اس نے بموجب تعداد قبائل علیحدہ علیحدہ پانچ ریاستیں قائم کر لیں اس کے بعد ایک سو

سال تک یوچی قوم کی نقل وحرکت کا کچھ پتہ نہیں چلتا، تاریخ اس کے حالات بیان کرنے سے خاموش ہے، پہلی صدی مسیح کے ابتداء میں یوچی قوم کے سردار اعظم نے جو یورپ میں گڈفائسس اول کے نام سے مشہور ہے، اپنے چھوٹے چھوٹے قبائل کو منظّم کر لیا یعنی سب کو اپنے جھنڈے کے نیچے جمع کر کے عہدو پیمان لیا اور ہندوکش کی دشوار گزار گھاٹیوں کو طے کر کے کابل وکشمیر کو مسخر کر لیا اور پھر پنجاب میں قدم جمائے، اس کے بعد کا حال کشاں بادشاہوں کے باب میں درج ہے، یہ تمہید گوجروں کی ہجرت کو ثابت کرتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ گوجروں کا اصلی وطن وسط ایشیا تھا جس میں کچھ حصہ چین اور روس وغیرہ کا بھی شامل ہے۔

اس امر پر گرجستان جو گوجروں کے نام سے کلی مطابقت رکھتا ہے قطعی شہادت ہے کہ گوجر خاندان یوچی ہے اور یوچی سیتھین ہیں اور چونکہ گوجر کو خزر بھی کہتے ہیں اس لئے بحیرہ خزر ایک اور شاہد ہمارے خیال کی تائید میں ہے بحیرۂ خزر کو اس لئے خزر کہتے ہیں کہ اسؔ کے کنارے پر خزر (گوجر) آباد تھے، اور نیز روس وچین میں گوجروں کا ہونا مزید شہادت ہے۔ بعض تاریخوں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بیروت کے محاذی سمندر کے دونوں[1] کناروں پر گوجر قوم زمانۂ قدیم میں آباد تھی، میجر مینگلی نے ایک واضح بیان لکھا ہے جو ہمارے مندر بالا دعویٰ کی تائید وتشریح ہے، بدھ مذہب کے عروج وزوال کے درمیانی عرصہ میں یعنی 242ء قبل مسیح سے لے کر 500 سال تک ہندوستان لگا تار بیرونی حملہ آوروں کا دنگل بنا رہا۔ باختر کے یونانیوں نے سیتھین اقوام کو نکال دیا اور وہ پہلی اور دوسری صدی قبل مسیح کے مابین وارد ہندوستان ہوئے، بیان کیا جاتا ہے کہ وہ پہلے ہی حملے میں اڑسیہ تک فتح کرتے چلے گئے، اس وقت متعدد سیتھین قومیں آہستہ آہستہ جیحون کے کنارے سے جنوبی افغانستان کی طرف بڑھ رہی تھیں، جہاں سے وہ لڑتی

---

1 میری رائے میں دونوں کناروں پر گوجروں کی سکونت کا ثابت کرنا مشکل ہے، البتہ این روی سمندر پہنچی گوجروں کی حکومت تھی۔

بھڑتی درہ بولان اور کوہِ سلیمان سے گزر کر سرحد ہندوستان میں داخل ہوگئیں اور بعد ازاں انہوں نے پنجاب میں رایات اقبال نصب کیے یہ سیتھین قوم تھی جس کی ایک شاخ قوم یوچی ہے، جس کا ایک قبیلہ موجودہ زمانے کے گوجر اور دوسرا قبیلہ جاٹ ہیں یوچی قوم کے بہادروں نے کابل، کشمیر اور شمالی پنجاب میں اپنا تسلط بٹھایا، جہاں ان کی آبادی کا ثبوت گوجرانوالہ اور گجرات وغیرہ سے ملتا ہے، تیسری صدی کے اخیر تک یوچی قوم کے ایک حصہ نے جنوب کی طرف بڑھنا شروع کیا، اور تھوڑے ہی عرصہ کے بعد اپنے شمالی جاٹ بھائیوں کے قبائل سے جو ان سے سبقت کر کے درہ بولان کے راستے سے آگے بڑھ گئے تھے، جدا ہو گئے، وہ گوجر جو دریائے سندھ کی وادی میں اقامت گزیں تھے بالآخر سوراشٹر یعنی گجرات و کاٹھیاوار میں قیام پذیر ہوئے اور انہوں نے اصلی باشندوں یعنی اہیروں وغیرہ کو مطیع کیا سندھ کے کنارے سے لیکر سمندر کے ساحل تک تمام علاقہ ان کے قبضے میں تھا، سیتھین ہر طرف پنکھے کی شکل میں شمالاً جنوباً کوہستان نمک سے لے کر اَرَوْلی پربت اور چینل تک اور شرقاً غرباً سندھ اور پنجاب سے دریائے جمنا تک پھیل گئے، اس طرح انہوں نے پنجاب اور شمالی راجپوتانہ اور گنگا کے دوآبہ کا نصف غربی علاقہ آباد کر لیا، ان صوبوں کے باشندوں کا زیادہ حصہ یقیناً اسی سیتھین نسل سے تھا کہ طبقات الامم کا مصنف گوجر کو ترکِ کا ایک قبیلہ قرار دیتا ہے، جس کا ذکر کسی اور جگہ کیا گیا ہے پس گوجروں کا ترکوں یا سیتھین قبائل سے ہونا اور لفظ گوجر کی الفاظ گورجستان اور بحیرہ خزر سے مجانست یہ ایسی شہادتیں ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کو گوجر وسط ایشیا سے آئے تھے۔

❀❀❀

فصل پنجم:

گوجر خاندان کب ہندوستان میں آیا

بعض مورخین کہتے ہیں کہ گوجر ہندوستان کے قدیم باشندے ہیں، ٹاڈ راجستان باب 21 جلدوں میں لکھتا ہے کہ ہندوستان کی قدیم اقوام حسب ذیل ہیں۔ مینا، میر، گونڈ، بھیل، سربا، سرجا، ایھر، گوجر لیکن وسط ایشیا میں گرجستان کی موجودگی سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بیرونی قوم ہے، جو گرجستان وغیرہ وسط ایشیا سے آئی تھی، بعض تاریخوں سے ثابت ہے کہ گوجر آریہ قوم سے ہیں کیونکہ وہ بھی کئی فرقوں پر مشتمل تھی، یا ان سے پہلے یا بعد میں آئے ہوں، ہم نے تاریخوں کی بہت کچھ چھان بین کی ہے، تاہم گوجروں کے ہندوستان میں آنے کا زمانہ معین کرنا مشکل ہے کیونکہ روایات مختلف ہیں۔

پرانوں میں جو ہندوستان کی مقدس کتابیں اور ہزار سال کی لکھی ہوئی ہیں اور ہندوؤں کے نزدیک ان کے واقعات بہت صحیح ہیں، لکھا ہے کہ برہما جی نے پشکر میں گوجروں کے ایک امیر خاندان (جو برہما جی کا معتقد تھا) کی ایک لڑکی سے شادی کی اس لڑکی کا نام گاتری تھا، گاتری کا استھان اس وقت تک پشکر میں موجود ہے، جہاں ہندو گوجر دور دور سے آکر اپنے مردے جلاتے ہیں، یا پشکر میں مردوں کی خاکستر لے جاکر پیوند زمین کرتے ہیں جس طرح کہ ہندو اس زمانہ میں مردوں کی ہڈیاں گنگا میں بہاتے ہیں۔

- اس روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ گوجر کئی ہزار سال سے ہند میں موجود ہیں۔ (دیکھو بمبئی گزیٹر و دیگر تاریخ ہند)

کرنل ٹاڈ تاریخ راجستان میں لکھتا ہے۔

میواڑ کے رانا کہتے ہیں کہ ہم سری رام چندر کے فرزند لُو کی اولاد ہیں،

اور بیر گوجر کا بھی یہی دعویٰ ہے پس اس روایت سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ سری رام چندر بھی گوجر تھے، اور سری رام چندر کا خاندان چند ہزار سال سے وارد ہند ہے۔ (دیکھو باب پنجم ٹاڈ راجستان)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ گوجر چند ہزار سال سے ہند میں ہیں، مؤرخین مندرجہ ذیل روایات بھی بیان کرتے ہیں، دوسری صدی قبل از مسیح میں سک اور پہلی صدی قبل از مسیح میں یوچی پاکستان اور پانچویں صدی عیسوی میں ہن وارد ہندوستان ہوئے اور گوجر انہی قوموں کے قبائل وعشائر ہیں۔

ہم مختلف تاریخوں کے مطالعہ سے اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ دراصل یہ تمام قومیں ایک کان کے موتی ہیں اور سب سیتھیں قوم سے ہیں۔

گوجروں کا نام اس وقت روشن ہوا جب برہمنوں نے گوجر کے چاروں قبائل، پرمار، پرہار، سولنگی اور چوہان کو کوہِ آبو پر آگ سے غسل آتشیں دیکر پاکیزہ کیا جس کا مفصل ذکر ہم نے اس تاریخ میں کسی اور جگہ کیا ہے اور انہوں نے راجپوتانہ میں ریاستیں قائم کیں۔

روایات و واقعات کی بنیاد پر اس دعویٰ سے انکار نہیں ہوسکتا کہ گوجر مسیح سے بہت پہلے ہند میں موجود تھے اور ہند میں ان کی آمد کا سلسلہ اپنے دیگر بھائی بندوں کے ساتھ برابر قائم رہا، بعض مورخین کہتے ہیں کہ گوجر جارجیا ہیں جو جرجان سے آئے (جرجان بہت قدیم مشہور شہر ہے) گرگان، جرجان، لفظ گوجر سے صریح طور پر مناسب رکھتا ہے اور گرجستان اور جرجان وسط ایشیا میں شامل ہیں۔

ماحصل یہ ہے کہ گوجر بہت ہی قدیم زمانہ سے ہندوستان میں وارد ہیں، اگرچہ ہم ٹھیک تاریخ ان کے آنے کی مقرر نہیں کرسکتے مگر پرانوں کی روایت اور ہر گوجر کا دعویٰ ثابت کرتا ہے کہ وہ قدیم ترین فاتح ہند قوم ہے نیز ہندوؤں کے نوشتوں میں یہ لکھا ہے کہ سری کرشن کے وقت برج ویس میں گوجر موجود تھے اور بہت معزز و بہادر سمجھے جاتے تھے اور یہ لوگ کرشن بھگوان کے سیوک (خادم) تھے،

بھارت کے زمانہ میں بیشم پت جو مشہور تیغ آزما تھا، اس کے پیدا ہوئے ہی اس کی والدہ کا انتقال ہو گیا، اب ضرورت یہ پیش آئی کہ اس کی تربیت کسی شریف گھر میں ہو، وہاں ایک امیر کبیر گوجر خاندان تھا اس سے التجا کی گئی کہ اس لڑکے کی پرورش کسی معزز خاندان میں مطلوب ہے چنانچہ اس خاندان نے خود اس کی پرورش کا ذمہ اُٹھایا، یہ مشہور شجاع، تیغ زن، قوی ہیکل تھا، دشمنوں کے مقابلہ میں اپنے دودھ کا فخر کیا کرتا تھا چونکہ گوجر مسلم طور پر بہادر تھے، اس لئے اس زمانہ میں یہ مثال مشہور تھی کہ گوجر شیر ہوتے ہیں اور ان کی شجاعت ماؤں کے دودھ کی تاثیر ہے، پس ان روایات سے بھی ہند میں گوجروں کی قدامت ثابت ہوتی ہے، اور پہلی یا دوسری صدی قبل مسیح کی روایات کو گوجروں کے مابعد آنے والے قبائل پر اطلاق کیا جا سکتا ہے اور پانچویں صدی عیسوی میں آمد کی روایات ان کے عروج و اقبال پر مبنی و محمول ہیں کیونکہ گوجروں کے گروہ مختلف زمانے میں آتے رہے اور سمندر کی مدوجزر کی طرح وہ بڑھتے گھٹتے رہے۔

ہم عنوانِ گذشتہ (گوجروں کا ابتدائی وطن) میں ذکر کر آئے ہیں کہ زمانۂ قدیم میں ترکی خانہ بدوش قبائل میں سخت جنگ ہوئی اور ایک قبیلہ یوچی نے شکست کھا کر ہندوستان کی طرف ہجرت کی، اب ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ یہ جنگ کب واقع ہوئی، مورخین نے اس کی تاریخ 165ء قبل از مسیح تحریر کی ہے اور ڈاکٹر فلیٹ نے واقعات اور کتبوں سے یہ ثابت کیا ہے کہ یہ جنگ 74 و 160 قبل مسیح کے درمیانی زمانہ میں واقع ہوئی تھی، جس سے ہم ہندوستان کی طرف یوچی قوم کی ہجرت کا سنہ زیادہ سے زیادہ 174 قبل از مسیح قرار دے سکتے ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ گوجر اس کے بعد کسی سال میں ہندوستان پہنچ گئے ہوں گے، تاریخوں سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ 15ء میں یوچی کا سردار اعظم اپنی قوم کو لے کر یورپ کی طرف روانہ ہوا اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ 10ء قبل مسیح میں یوچی قوم دریائے سیحون اور اس کے متعلقہ علاقوں پر قابض تھی، لیکن اس سے یہ ثابت

نہیں ہوتا کہ گوجروں کی ہجرت اس کے بعد ہندوستان کی طرف ہوئی ممکن ہے کہ اس سے پہلے یوچی کا کوئی اور قبیلہ ہندوستان پہنچ گیا ہو۔

ہم میجر مینگلے کی رائے گذشتہ عنوان میں ذکر کر آئے ہیں کہ سیتھین قوم جس کی نسل سے گوجر ہیں، قبل از مسیح پہلی یا دوسری صدی میں ہندوستان آئی تھی۔

تاریخوں کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان ایک پُر بہار گلزار ہے، جس میں دوسرے ملکوں کے خوشنوا پرندے وقتاً فوقتاً آ کر چہچہاتے رہے، یا سبز سبز چراگاہ ہے، جس میں مختلف ولایتوں کے ہرن گاہے گاہے چرتے رہے، متعدد مختلف قومیں بار بار اس پر حملہ آور ہوتی رہیں، چنانچہ بعض مورخین کے نزدیک گونڈ اور بھیل اور ڈراور قومیں بھی دراصل دوسرے ملکوں کی رہنے والی تھیں، جنہوں نے کسی قدیم زمانہ میں ہندوستان کو اپنا مسکن بنایا گوجروں کے ہندوستان میں قدیم الایام سے موجود ہونے پر ایک اور دلیل بھی ہے، راجہ رام چندر، سیتا، راون اور ہنومان کے مشہور قصے میں لکھا ہے کہ:

جب سیتا کو راوں لے گیا تو راجہ رام چندر کسکندہا پہاڑ پر پہنچا، وہاں ایک بہادر سے اس کی ملاقات ہوئی، جو بانر قوم سے تھا اور راجہ سگریو کا مدارالمہام تھا، اس نے اپنا نام ہنومان بتایا وہ اس کو راجہ سگریو کے پاس لے گیا، جس کا گوت بھالوت تھا، یہ دونوں گوت آج کل گوجروں کے میں۔

بانر اور بھالوت قوموں نے رام چندر کو امداد دے کر راون کو پائمال کیا، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ راجہ رام چندر کے وقت میں بھی گوجر موجود تھے، یہ خیال بالکل لغو اور خلاف فطرت ہے کہ رام چندر کو بندر اور ریچھوں سے مدد دی تھی۔

(ماخوذ از بالمیکی رامائن)

اس تنقید کے بعد ہر سلیم الطبع یہ نتیجہ نکال سکتا ہے کہ گوجر آریہ قبائل و عشائر سے جدا نہیں ہیں یا ان کی طرح قدیم زمانہ سے ہند میں موجود ہیں۔

تکشلا کے قریب ڈیری شاہاں وغیرہ گاؤں کے بعض گوجر لوگ کہتے ہیں

کہ ان کے بزرگ قدیم زمانہ سے یہاں کے رہنے والے ہیں اور ٹیکسلا دراصل تکشلا تھا، اس پر تک یاتکشک قوم (گوجر) کی حکومت تھی، اگرچہ ہم گوجر کے آنے کا زمانہ آریوں کی طرح صحیح طور پر مقرر نہیں کر سکتے، مگر اس میں شک نہیں کہ سکندر کے حملے سے پہلے گوجر اس سرزمین میں موجود تھے، اور اس سے بھی کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ وسط ایشیا سے ان قوموں کی آمدورفت برابر جاری رہی۔

❁❁❁

فصل ششم:

گوجروں کا مذہب

جہاں تک گوجروں کی مذہبی تاریخ کا مطالعہ کیا گیا، اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ گوجر ابتدا میں آفتاب پرست تھے اور اس وجہ سے گوجروں کو مہرایا مہر (آفتاب) کہتے ہیں کہ یہ سورج کی پرستش کرتے تھے، گوجروں میں اس قدر آفتاب پرستی کی دیوانگی تھی کہ ہر موقع پر سورج کو مہاراج کہہ کر یاد کرتے تھے اور ہر ایک گوجر بات بات پر سورج کا نام لیتا تھا مثلاً ''جب میں گھر سے نکلا تھا تو سورج مہاراج میرے سر پر سایہ افگن تھے'' یعنی دوپہر کا وقت تھا اور ''جب میں واپس آیا تو سورج مہاراج مغربی پہاڑ پر جلوہ افروز تھے'' یعنی شام کا وقت تھا۔ ''جب فلاں شخص ہمارے پاس آیا، تو سورج مہاراج کی سواری نکل رہی تھی یعنی صبح کا وقت تھا۔ میں اس وقت گھر سے چلا جب سورج مہاراج کی سواری گزر گئی'' یعنی رات ہوگئی۔

اگرچہ عام طور پر لوگ وقت کا اندازہ سورج سے کرتے ہیں لیکن یہ گروہ آفتاب پرستی کا ایسا شیفتہ تھا کہ ہر گھر میں آفتاب کی پرستش کی ایک جگہ مقرر تھی، جہاں چھوٹا بڑا جا کر صبح و شام آفتاب کی پرستش کرتا تھا، آفتاب کی نسبت ان کا یہ خیال تھا کہ دنیا و مافیہا کا نظام اسی کی ذات سے وابستہ ہے، دراصل آفتاب پرستی خدا پرستی کا سراغ ہے۔ آفتاب آسمانوں کے ستاروں میں نیر اعظم ہے، سب سے پہلے جب انسان اپنے معبود کی تلاش کرتا ہے تو آفتاب کو سب کائنات سے برتر سمجھتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ یہی قابل پرستش ہے قرآن شریف میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ مشہور ہے کہ آپ نے جب ستارے کو دیکھا تو کہا کہ یہ میرا خدا ہے لیکن جب وہ غروب ہوگیا تو کہا یہ خدا نہیں ہوسکتا، پھر جب چاند کو

دیکھا تو دوسرے ستاروں سے بظاہر بڑا تھا، تو کہا کہ یہ خدا ہے مگر جب وہ بھی غروب ہوگیا تو کہا یہ بھی معبود نہیں ہوسکتا، پھر سورج کو دیکھ کر کہا کہ یہ خدا ہے مگر وہ بھی ڈوب گیا تب آپ نے کہا کہ میں غروب ہونے والوں کی پرستش نہیں کرنا چاہتا، میرا معبود وہ ہے جس نے ستاروں، مہتاب، آفتاب کو پیدا کیا، ایسا ہی حال گوجروں کا ہے کہ بعض قبائل گوجر آفتاب پرستی کی تاریکی سے نکل کر خدا پرستی کی روشنی میں آگئے۔ لیکن ابھی تک ایک جماعت آفتاب پرستی و بت پرستی میں مبتلائے ضلالت ہے ہندو گوجروں کے ہر ایک فرقہ میں آفتاب پرستی کے مختلف رسوم ہیں، ہر ایک تقریب شادی و موت و ولادت وغیرہ کے موقع پر سورج کی پوجا کی جاتی ہے۔ اصول تو ایک ہے مگر طریقے مختلف ہیں، بعض قبائل سونے چاندی کی حمائل پہنتے ہیں جس پر سورج کی تصویر ہوتی ہے، عورتوں کی چادر کے اس حصہ پر جس سے وہ بڑوں یا نامحرموں سے اپنا منہ چھپاتی ہیں جس کو گھونگٹ کہتے ہیں سورج مکھی کی تصویر ہوتی ہے۔

سورج پوجا کے اوقات بھی مختلف ہیں عام قاعدہ یہ ہے کہ شام کے وقت غروب آفتاب سے پہلے زمین پر ایک فٹ قطر کا دائرہ بنا لیتے ہیں اور اس کو گائے کے گوبر سے پاک و صاف کر کے اس میں سورج مکھی یا چاندی کا پھول اور مختلف سکے اور پانی کا پیالہ اور گیہوں کے لڈو رکھتے ہیں قوم کا سردار تھوڑا سا گھی لے کر چمچہ میں ڈالتا ہے اور سجدہ میں گڑگڑا کر دعا مانگتا ہے کہ سورج مہاراج اس گھر کی حفاظت کرو اور ہمارے مال و دولت میں برکت دو، بعض گوجر میٹھے لڈو کی بجائے میٹھی روٹیاں اور بعض ماش وغیرہ کے دانے اور نیم کی شاخ رکھتے ہیں دعا کے بعد لڈو اور روٹیاں آپس میں تبرکاً تقسیم کی جاتی ہیں۔

بعض قبائل دوپہر کے وقت ہر مہینے کی آٹھویں تاریخ کو آفتاب کی پرستش کرتے ہیں اور پرستش کے وقت عورتیں سورج مکھی کی حمائل پہنتی ہیں بچہ کی پیدائش کی تقریب پر جو آفتاب کی پرستش ہوتی ہے، اس میں ماں اپنے بچہ کو گود میں لے کر

چوکے کے گرد چند بار طواف کرتی ہے اور بچہ کے ترقی عمر کے لئے دعا مانگتی ہے۔

ایک فرقہ ہندو گوجروں میں سے سفید میڈھے کی اس لئے پرستش کرتا ہے کہ اس کی قربانی سے ماتا دیوی خوش ہوتی ہے اور مرادیں جلد حاصل ہوتی ہیں کیونکہ سفید مینڈھا ماتا دیوی کو زیادہ پسند ہے۔

بعض ہندو گوجر گھوڑے کی پوجا کرتے ہیں، ان کا اعتقاد ہے کہ گھوڑا جنگ کی فتح ونصرت کا ذریعہ ہے۔

بعض ہندو گوجر سانپ کی عبادت کرتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ یہ دیوتا ہے جو غم وتکلیف کو رفع کرتا ہے، ان کا یہ بھی اعتقاد ہے کہ سانپ کی پوجا کرنے والے کو سانپ نہیں ڈستا، یہ توہمات باطلہ ہیں۔

جب بحیرہ کیپین کے مشرقی ساحل پر عیسائی مبلغ آئے تو کچھ گوجر قبائل حضرت مسیح علیہ السلام کے پیرو ہو گئے جب آتش پرستوں کے مبلغ آئے تو آفتاب پرستی چھوڑ کر آتش پرست ہو گئے کیونکہ ہزار ہا سال کے آتشکدوں کو دیکھ کر ان کو یقین ہو گیا کہ یہ آگ کبھی سرد نہ ہو گی اور یہ ہمیشہ رہنے والی دیوی ہے یا بالفاظ دیگر آگ خدا کا مظہر ہے، آتش پرستی کے بھی کئی طریق ہیں آتشکدہ میں صندل وغیرہ کی لکڑیاں ڈالنا، اور کئی قسم کا تیل جس میں طرح طرح کی خوشبوؤں کی آمیزش ہوتی ہے، آگ میں ڈال کر سجدہ کرنا اور دعا مانگنا کہ ہماری مرادیں جلد حاصل ہوں، گوجروں کا اعتقاد ہے کہ آگ کی پرستش سے تمام گناہ سوخت ہو جاتے ہیں اور انسان پوتر (پاک) ہو جاتا ہے، اسی اصول پر کوہ آبو کا اگنی کنڈ تیار کیا گیا تھا اور چار نوجوان بہادر گوجروں کو غسل آتشی دے کر (یعنی آگ کے شعلوں سے گزار کر) ہندوؤں نے اپنے مذہب میں شامل کیا جس کی تفصیل ناظرین کسی آئندہ باب میں ملاحظہ کریں گے۔

جب گوجر ہندوستان میں مختلف اوقات میں آئے تھے تو ہر ایک فرقہ کا پیشوا اُن کے ساتھ تھا اور یہ عجیب بات تھی کہ گوجروں میں باوجود اختلاف مذہب

کے باہمی مخالفت کم ہوتی تھی، جس کا نتیجہ تھا کہ وہ تمام ہندوستان میں پھیل گئے اکثر گوجروں نے ہندوستان آکر بدھ مذہب اور جین مت اختیار کرلیا تھا اور اس کو اس قدر رواج دیا کہ ہرایک گوشہ میں اس کی اشاعت ہوگئی، اگر گوجروں کے حملے ہندوستان پر نہ ہوتے، تو بدھ مذہب کو اس قدر عروج حاصل نہ ہوتا، گوجر راجاؤں کی سلطنت مین جب ملک کشمیر شامل تھا، تو کشمیر کی آمدنی بدھ مذہب کی تبلیغ کے لئے وقف تھی، بدھ مذہب کے ستوپوں اور خانقاہوں پر کروڑوں روپیہ گوجروں نے صرف کیا، بڑی خدمت بدھ مذہب کی گوجروں نے یہ کی کہ بدھ مذہب کے جو مختلف اصول وفروغ تھے، ان کا اختلاف رفع کرنے کے لئے کشمیر کے کسی مشہور شہر میں ایک انجمن پیشوایانِ مذہب کی قائم کی جس کے لئے مختلف اصول کی کتابوں کو جمع کیا گیا، اس انجمن کے 500 ممبر تھے، جنہوں نے تمام اختلافی مسائل کا فیصلہ کر کے متفق علیہ مسائل کی تدوین کی اور ان مسائل کو تانبے کی چادروں پر کندہ کر کے محفوظ کر دیا اور اس کی نقلیں بڑی بڑی خانقاہوں میں آویزاں کر دی گئیں زیادہ تر خدمت بودھ مذہب کی مہاراجہ کنشک کسانہ نے کی تھی کہ جا بجا بدھ مذہب کے بیت العلوم اور معبد اور خانقاہیں تعمیر کیں اور جہاں جہاں بدھ مذہب کی روشنی مدھم ہوگئی تھی۔ اس کو از سر نو روشن کیا۔ الغرض گوجر ہر مذہب میں پائے جاتے ہیں۔

معشوق من بشیوۂ ہر کس برابر است
باما شراب خود وبزا ہد نماز کرد

گوجروں کا ایک اور دیوتا میواڑ کے علاقہ بیلرنور کا رہنے والا دیو.جی تھا جس کو سات سو سال سے زیادہ عرصہ گذرا ہے، وہ مختلف شعبدے دکھاتا تھا، اجمیر کے گوجر آج تک اس کی پرستش کرتے ہیں۔

گوجروں کی مذہبی شیفتگی و پرہیزگاری کی یہ مسلمہ دلیل ہے کہ چینی مذہب کے پیرو اپنا پروہت (پیشوائے مذہب) گوجروں میں سے انتخاب کرتے ہیں

(خصوصاً چیچی قوم سے) چچی قوم کی پشکر میں ایک مشہور زیارت گاہ ہے، متمول زائرین سے مدت تک چیچی سونے کا ٹکا دومہریں مندر کے متولی ہونے کی حیثیت سے وصول کرتے رہے ہیں اور پشکر میں ایک متبرک تالاب بھی ہے، جس کے بانی چیچی گوجر ہیں، اس تالاب پر جو نذرونیاز چڑھائی جاتی تھی، وہ بھی انکا حق سمجھا جاتا تھا، عام گوجروں کا پیشوائے مذہب چیچی فرقہ سے منتخب ہوتا تھا، ان روایات سے چیچی گروہ کا مذہبی تقدس ہر طرح سے ثابت ہوتا ہے۔

طبعاً گوجروں کو علم عرفان کا بہت شوق ہے چنانچہ ہزاروں گوجر علم عرفان کی تعلیم پا کر بلند درجہ پر فائز ہو گئے، گور برہمن گوجروں کی ایک شاخ ہے جو علمی و مذہبی فضیلت کی وجہ سے تمام برہمنوں سے برتر سمجھے جاتے ہیں بلکہ انہی گوجروں میں سے سینکڑوں عرفان و عبادت و ریاضت کی وجہ سے دیوتاؤں میں شمار ہونے لگے۔

گوجروں کا صلاح وتقویٰ کسی زمانہ میں ضرب المثل تھا جس طرح کہ آج کل نیکوکار آدمی کو صوفی یا عارف کہتے ہیں، اسی طرح شریف وخداترس آدمی کو خواہ کسی خاندان کا ہو گوجر کہتے تھے مثلاً فلاں آدمی تو گوجر ہے اس زمانہ کے مسلمان گوجر اکثر تسبیح رکھتے ہیں اور بعض تسبیح کو صافہ میں باندھ لیتے ہیں، گوجروں کا بالعموم کوئی نہ کوئی مرشد پیشوا ہوتا ہے، اگنی کھنڈ سے ایک سولنگی گوجر کا جنیو (زنار) پہنے ہوئے ہاتھ میں وید (الہامی کتاب) لے کر نکلنا اس امر کی دلیل ہے کہ گوجر زنار پوش اور بید خوان تھے یعنی مذہب کے مکمل طور پر مقلد تھے اور ہر حالت میں دین کی عزت وتکریم کو مدنظر رکھتے تھے، میریکل (مہر کل) جس کی وسعت فتوحات کے کارناموں سے تاریخیں پر ہیں، ایک ملہم من اللہ (پیغمبر) جنگجو تسلیم کیا گیا تھا، گوجر اس کو فتح کا دیوتا کہتے تھے، اور اس کے دیوتا ہونے کا یقین یہاں تک بڑھ گیا تھا کہ خود میریکلا (مہر کل) کو یہ اذعان ہو گیا تھا کہ وہ فی الحقیقت دیوتا ہے، ان کے عقیدہ میں اس کے لئے غارت وقتل وغصب سب کچھ

جائز تھا اس کے جان نثار اس کے ان افعال کو (فعل الحکیم لایخلو عن الحکمة) حکمت پر محمول کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اس کو عام لوگ نہیں سمجھ سکتے، اور اس کا خود دعویٰ تھا کہ میں خدا کی طرف سے ملہم ہوں، یہ سب ظلم و ستم غصب و قتل اور خلق آزادی خدا کے حکم سے کر رہا ہوں یہ مذہبی جنون تھا جس سے اس نے دنیا کو برباد اور قوم کو گمراہ کیا۔

میں اس روایت سے یہ نتیجہ نکالتا ہوں کہ گوجر قوم سریع الاعتقاد ہے، ہندو چوہان گوجر گوگا دیوتا کی پرستش کرتے ہیں اور مالیدہ تیار کر کے اس کا ثواب اس کی روح کو پہنچاتے ہیں۔ گوگا چوہان کا نام اب تک مشہور ہے کہ وہ سانپ کی پرستش کرتا تھا، چوہانوں میں روایت ہے کہ گوگا ایک سال کا بچہ گھوارے میں سو رہا تھا، سانپ آیا تو اس نے اس کا سر پکڑ لیا، دیر تک پکڑے رکھا اس کی ماں دیکھ کر ڈر گئی، جب گوگا نے سانپ کو چھوڑ دیا تو سانپ چلا گیا، ایسے واقعے بھی کبھی دیکھے جاتے ہیں میں نے دیکھا ہے کہ چھوٹے بچوں کو کتے نہیں کاٹتے اور کوا ان کے ہاتھ سے چیز چھین لیتا ہے، ایک شخص اپنا چشم دید واقعہ بیان کرتا ہے کہ جہاں اس کا بچہ سو رہا تھا، اس کے پاس ہی سانپ بیٹھا تھا بچہ کو اس نے کوئی تکلیف نہ دی، میرا خیال ہے کہ سانپ اسی وقت ڈستا ہے جب اس کو جان کا اندیشہ ہوتا ہے۔

ازان مار برپاے راعی زند
کہ ترسد سرش را بکوبد بسنگ

گوجروں کی چھتیس دیویاں ہیں جن کی پرستش مختلف قبائل کرتے ہیں ان میں سے مشہور یہ ہیں۔

(۱) دیوی آساپورنا عرف کالکاجی (۲) گاجن ماتا
(۳) کھیونوچ ماتا (۴) سانچر ماتا
(۵) بوانی ماتا (۶) کل ماتا
(۷) بن ماتا (۸) کیوائی ماتا

(۹) نوسراماتا

علاوہ ازیں مقام جوالامکھی عرصہ مدید تک گوجر قوم کی زیارت گاہ رہا ہے، گوجروں کا ایک مکشیر دیوتا تھا جس کی نسبت وہ کہتے ہیں کہ اس کا مقام مکہ معظّمہ تھا اور مکشیر یا مکشیشا کی وجہ سے مکہ مشہور ہے یعنی مکشیر کا مکہ ہو گیا، یا مکشیر کی طرف منسوب ہے۔

یہ بات تو خدیو مصر کے سکریٹری نے بھی اپنے سفرنامہ میں لکھی ہے جب وہ خدیو مصر کے ساتھ حج کو گیا تھا یہ سفرنامہ عربی میں ہے، ہم نے مکہ کے کتب خانہ میں اس کا مطالعہ کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ کسی زمانہ میں مکہ ہند کے ہندوؤں کا زیارت گاہ تھا جن کا خیال تھا کہ یہ کشیر دیوتا کی جگہ ہے، گوجروں کو مذہبی تاریخ پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ گوجروں نے جس مذہب کو اختیار کیا پروانہ وار اس پر قربان ہو گئے، اس قوم کا ذہن وقوت حافظہ بدرجۂ کمال ہے ضلع گجرات و جہلم میں جس زمانہ میں قرآن شریف کے حفظ کا ان کو شوق تھا تو سینکڑوں آٹھ نو سال کی عمر کے لڑکے حافظ قرآن ہو جاتے تھے، اب بھی بہت سے اس عمر کے لڑکے موجود ہیں، ضلع گجرات میں علم عرفان کے وارث زیادہ گوجر ہی تھے، ان اضلاع میں بڑے بڑے عالم فاضل اہلِ معرفت گزرے ہیں اور سیکنڑوں مقدس خانقاہیں مقدس گوجروں کی مختلف اضلاع میں موجود و مشہور ہیں جو اپنے اپنے وقت میں ولی اللہ تھے، اگرچہ گوجروں میں اس زمانہ میں تعلیم کا شوق بہت کم ہے، لیکن جو جواں میدان تعلیم میں نکلتے ہیں وہ دوسری قوموں کے مقابلہ میں فی الجملہ ممتاز رہتے ہیں ضلع گجرات میں جس قدر عالم فاضل اس قوم میں ہیں اور کسی قوم میں نہیں ہیں۔

سوات بینر کے اخوند صاحب اور پشاور کے پنجوشاہ صاحب گوجر ہیں جن کے لاکھوں مرید ہیں، مگر اب ان کے مرید اخوند صاحب کو پٹھان اور پنجوشاہ صاحب کو سید کہتے ہیں اور ان کے شجرہائے نسب مرتب کر لئے ہیں، ان پر ''پیران نمی پرند مریدان می پرانند'' کی مثل صادق آتی ہے۔

بعض تاریخوں میں درج ہے کہ باوا نانک صاحب عارف کے معتقدات کی گوجروں نے کم تقلید کی ہے، یہ غلط ہے، ہزاروں سکھ گوجر، باوا صاحب کے سیوک ہیں، کیونکہ باوا صاحب کی تبلیغ موحدانہ طریق پر تھی، جس کو لوگوں نے جلد قبول کر لیا تھا، میں نے جب مختلف ملکوں اور شہروں کے حالات جمع کئے تو ایک سکھ بھائی گوجر نے جو بہت بڑا معزز سردار ہے میرے نام پر تعجب کیا کہ کیا چوہان مسلمان بھی ہیں؟ وہ اب تک یہی سمجھتا تھا کہ تمام چوہان سکھ ہیں میں نے جواب میں لکھا کہ کیا چوہان سکھ بھی ہیں، اس زمانہ میں گوجر اسلام، بدھ، سکھ، آریا، سناتن دھرم، جین وغیرہ مت (ملت) میں بہت پائے جاتے ہیں اور مسلمانوں کے ہر ایک فرقہ شیعہ، اہلسنت جماعت، اہلحدیث، اہل قرآن، احمدی میں شامل ہیں اور ہر ایک جماعت میں بلحاظ اعتقاد و مذہب خدماتِ ملت بمقابلہ دوسری قوموں کے بڑھ چڑھ کر ہیں اور جان نثاری وخلوص اعتقاد میں خاص شہرت رکھتے ہیں یعنی سکھ گوجر اور جینی گوجر مقابلۃً مذہبی فرائض شناسی میں اپنے دوسرے ہم مذہبوں سے ہر طرح فائق ہوتا ہے۔

گوجروں کا ایک قبیلہ گوسالہ کی پرستش کرتا ہے یہ گروہ چیچی خاندان کا ایک جز ہے اور اپنے آپ کو نیکدی کہتا ہے، اس کا یہ خیال باطل ہے کہ اس کے بزرگ گپت نیکدا کو خدا نے بوجہ اس کے تقدس کے گائے کے پیٹ سے پیدا کیا تھا تاکہ وہ حسأ نسأ پاک ہو کہا جاتا ہے کہ یہ متھرا میں رہتا تھا اور گائیں چراتا تھا، اس کی بانسری گایوں کو مست کرتی تھی، جب یہ بانسری بجاتا تو تمام گائیں اس کے گرد جمع ہو جاتی تھیں، (اور یہ کوئی نیا شعبدہ نہیں سیٹی اور بولی پر ہر ایک سدھایا ہوا جانور دوڑتا چلا آتا ہے) گوجروں کی تبدیلی مذہب کی یہ مشہور روایت ہے کہ انہوں نے دوارکا کے کرشن کی بجائے متھرا کے کرشن کا مذہب اختیار کیا، جو ایک صغرسن لڑکا تھا جس کے حالات ہم آئندہ فصل میں لکھتے ہیں۔

❀❀❀

فصل ہفتم:

دوارکا کا کرشن دیوتا یا کرشن کلان

ہندوستان میں دو کرشن دیوتا ہوئے ہیں، پہلا دوسری صدی مسیح میں اور دوسرا چھٹی صدی مسیح میں متھرا میں ہوا ہے، یہ قوم کا گوجر تھا چونکہ یہ دونوں نام مشابہ ہیں، ہم ان کے حالات ایشیاٹک سوسائٹی کے رسالوں سے نقل کرتے ہیں تا کہ ان دونوں کا فرق ظاہر ہو قدیم زمانہ میں دوارکا کے کرشن کی پرستش، کابل کے پہاڑوں اور سندھ کی وادیوں میں کی جاتی تھی، یہ دوارکا کا سردار بہت طاقتور تھا، مہا بھارت کی رزمیہ نظم سے اس کے کارنامے روشن ہیں، اس کا دوسرا بھائی پالا رام تھا، یہ دونوں بھائی رتھوں میں سوار ہو کر جنگ میں شامل ہوتے تھے، اس کا دعویٰ تھا کہ وہ دشمنوں کی طاقت کو نگاہوں کے تیر سے نیست و نابود کر سکتا ہے، یہ دوسری صدی مسیح میں شمال مغربی سرحدی علاقہ میں بڑا دیوتا شمار کیا جاتا تھا، ہر وقت مخمور رہتا تھا، اس کا چہرہ اور آنکھیں سُرخ تھیں اور اس کو دیکھ کر خوف پیدا ہوتا تھا۔

یونانیوں کا دیوتا ہرکلیس تھا، جس کی وہ پرستش کرتے تھے، چونکہ ہرکلیس کے عادات اور جنگی کارنامے دوارکا کے کرشن کے کارناموں سے بہت مشابہ تھے، اس لئے یونانی بھی دوارکا کے کرشن کا اکرام و احترام کرتے تھے۔

متھرا کا کرشن دیوتا یا کرشن خرد

علاقہ براج یعنی متھرا کے خانہ بدوش گوجروں کا ایک عجیب مذہب تھا کتاب وشنو پران میں کرشن خانہ بدوش قوم گوجر کو اس طرح خطاب کرتا ہے، شعر:

ہم جنگل کے داسی ہیں   اور گئو ہماری دیوی ہے

ہمیں اندر سے کیا غرض و واسطہ ہے، مواشی اور پہاڑ مظہر خداوندی ہونے کے لحاظ سے ہمارے لئے کافی ہیں، برہمن لوگ دعاؤں سے پوجا کرتے ہیں مگر ہم جنگلوں اور پہاڑوں میں اپنے ریوڑ چراتے ہیں، ہمارے لئے ان کی خدمت کرنا عبادت میں داخل ہے، دوار کا کا کرشن نہ تو جنگ میں اپنے ہتھیار استعمال کرتا تھا، اور نہ بانسری بجانے کا اس کو شوق تھا، مگر متھرا کے کرشن کے عادات بالکل اس کے برخلاف تھے، وہ گوجروں کے گھرانے میں پیدا ہوا اور انہوں نے اس کو پالا پوسا، اور اس کے اکثر خصائل و عادات کا جلوہ اس کی قوم کے اخلاق و عادات کو منور کرتا تھا، اس کی قوم ہمیشہ اپنے مواشی میں رہتی تھی، اور جہاں سرسبز چراگاہیں دیکھتی، وہاں اپنے مواشی لے جا کر جھونپڑیاں ڈال لیتی، اس کے افراد نہ تو شہروں میں جاتے اور نہ شاہی دربار میں شامل ہونے کی خواہش رکھتے، ان کے آنے سے پہلے علاقہ براج (متھرا) کچھ متبرک خیال نہیں کیا جاتا تھا، مگر جب اس قوم نے وہاں اپنا قدم رکھا تو یہ علاقہ متبرک شمار ہونے لگا، اس قوم کے ناموں سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ گائے کو قابل تعظیم و تکریم سمجھتے تھے، مثلاً گوکل کے معنی گائیوں کا ریوڑ، گوردن، گائیوں کا رکھوالا، براج کے معنی ریوڑ کے ہیں، یہ لوگ ہندوستان کے باشندے نہیں تھے، بلکہ دوسرے ملکوں سے آئے تھے۔

دیشنو پر ان میں لکھا ہے کہ وہ مکان میں نہیں رہتے تھے، بلکہ اپنی گاڑیوں میں رہتے تھے جیسا کہ سیتھین قوم کی عادت تھی، یہ لوگ جنگلوں اور پہاڑوں میں رہتے تھے اور ان کو انہی مقامات کی سکونت مرغوب تھی جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ کسی پہاڑی علاقہ سے ہجرت کر کے یہاں وارد ہوئے، اس وقت بھی علاقہ براج (متھرا) میں بہت سے گوجر اور جاٹ آباد ہیں، اس علاقہ میں گوجروں کے آنے سے پہلے دیس والے جٹ یعنی قدیم باشندے موجود تھے، یہ لوگ کاشتکاری کرتے تھے اور ان کا کرشن دیوتا سے کوئی تعلق نہیں تھا، اس کے برعکس گوجروں کو بہت کچھ تعلق کرشن دیوتا سے تھا، اور یہی لوگ اس کو اپنے قدیم

وطن سے متھرا میں لائے تھے، ان کا ذکر وشنو پران میں مفصل موجود ہے اور اب تک یہ لوگ آزادانہ زندگی بسر کرتے، اور اپنے مواشی کو جمنا کی سرسبز وادیوں میں چراتے ہیں، ان کا دلربا نغمہ جس سے جمنا کی وادی گونج اُٹھتی ہے یہ ہے شعر:

جمنا کا ہو کنارہ اس پر کدم[1] کی چھاں
چرتی پھریں وہاں پر کتنی ہزاروں گیاں

اس میں شک نہیں کہ پہاڑوں کی سرسبز وادیوں کا چرانا اور چرواہوں کا پہاڑ کی چوٹی پر ان کی نگہداشت کرنا اور مختلف رنگ کی گایوں اور ان کے ساتھ خوبصورت بچھڑوں کو اچھلتا کودتا دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ باغ میں مختلف قسم کی کلیاں اور شگفتہ پھول ہیں جن کو یاد بہاری وجد میں لا رہی ہے اور پھر وہ نظارہ زیادہ دلکش ہوتا ہے، جب بوندیں بھی پڑ رہی ہوں۔

پہاڑ کی چوٹی پر چرواہے کا بیٹھ کر گایوں کی تعریف میں نغمے گانا اور اس کے ساتھ پہاڑ کی گھاٹیوں کا ہم نوا ہونا ایک دلکش منظر ہے، ہم ان گایوں کی کیا تعریف کریں جب خدا ان کی تعریف فاقع لونها تسر الناظرین ۔فرماتا ہے اور پھر رات کو ان کا تازہ دودھ پینا، اور دودھ کی نہروں کا دیکھنا بہشت کا نظارہ ہے۔

چرواہوں کی مثال بادشاہ کی ہے جو دربار میں اپنے امراء کو مختلف لباس اور شکل وصورت میں دیکھ کر مسرور ہوتا ہے۔

پوکھرن میں جو زیارت گاہ تھی، گوجر گاوٗ پال زیارت کے لیے آیا جس سے ارجن پرجن پیدا ہوئے پرجن کی اولاد بابا نند اور بابا اہیر تھے، اور جن کی پشت سے اچھرنند، بلیا نند اور دھنسک پال پیدا ہوئے، جن کے چھیاسی قبائل مشہور ہیں ان کے اکثر قبائل مذہبی پیشرو تھے۔

(خلاصہ رائل ایشیاٹک سوسائٹی اکتوبر 1907ء لندن)

---

[1] کدم ایک سایہ دار بڑے قد کا درخت ہوتا ہے جس کے سایہ میں آدمی بیٹھ سکتے ہیں جیسا کہ پیپل کا درخت۔

نیکدی گوجر علاقہ اجمیر میں اب بھی بکثرت پائے جاتے ہیں اور یہ دوسرے گوجروں سے اپنے آپ کو ممتاز سمجھتے ہیں اور وجہ امتیاز یہ ہے کہ وہ مذہبی رسوم کے پورے مقلد ہیں، گوجروں کے کئی گروہ شیو کی بندگی کرتے ہیں اس سے نتیجہ نکلتا ہے کہ گوجر جلد جلد اپنا مذہب تبدیل کر لیتے ہیں اور ان کا دل مذہبی تبلیغ سے بہت جلد متاثر ہو جاتا ہے ہم دیکھتے ہیں کہ بعض گاؤں میں بے نماز، رند، شرابخوار بد اعمال اشخاص گوجروں کے پیشوا بنے ہوئے ہیں جن کو یہ لوگ خدا رسیدہ سمجھتے ہیں۔ ایسے عیاروں کی نسبت ان کا اعتقاد ہے کہ یہ معصوم ہیں اور تکلیفات شرعیہ نماز روزہ سے مستثنیٰ ہیں کیونکہ جب کوئی ولی اللہ خدا کا حقیقی قرب حاصل کرتا ہے تو اس پر شرعی تکلیفات کی پابندی نہیں رہتی، اس قسم کے خیالات باطلہ ان کو گمراہ کرتے ہیں۔ اگر گوجر قوم کو رسوم و بدعات سے روکا جائے تو فوراً رک جاتی ہے۔ اگر نماز یا حج پر آمادہ کیا جائے تو جلد آمادہ ہو جاتی ہے اگر مبلغین اسلام اس کی اصلاح پر توجہ کریں تو یہ قوم اصلاح پذیر ہو سکتی ہے۔ ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں کہ گوجر باوجود اختلاف مذہب کے سیاسی اغراض میں متحد رہتے تھے۔ ہندوستان پر جب حملہ آور ہوئے تو مختلف المذہب و مختلف النوع تھے مگر ملکوں کے فتح کرنے میں کبھی مختلف نہیں ہوئے یعنی ان کے لشکر میں مختلف النسل و مختلف المذاہب مثلاً آتش پرست، آفتاب پرست، مار پرست، دہریہ، یہودی، کسانہ فتالوی فرقوں اور قوموں کے لوگ تھے، مگر قومی مقاصد میں متحد تھے، اگر اب بھی قوم گوجر مذہبی اختلاف کو نظر انداز کر دے اور متحد ہو کر سلطنت موجودہ سے دوسری اقوام کے مقابلہ میں اپنا حق مانگے تو یہ بہت جلد ترقی کے زینہ تک پہنچ سکتی ہے کیونکہ یہ ایک ہی خون کے قطرے ایک ہی درخت کی شاخیں ہی ہاتھ کی انگلیاں ایک ہی دریا کی لہریں ایک ہی آسمان کے تارے اور ایک ہی باغ کے پھول ہیں اور ہمارا مقصد اس تاریخ کے لکھنے سے یہی ہے کہ قوم کے مختلف المذاہب افراد متحد ہو کر اپنی قوم کی بہتری و ترقی کی تجاویز پر متفقہ طور پر غور کریں،

ہم پھر اس فقرے کو دہراتے ہیں کہ قوم کے افراد (عیسیٰ بدیں خویش وموسیٰ بدیں خویش) خواہ وہ کسی مذہب کے مقلد ہوں، اس وجہ سے کہ ان کا خون ایک ہے، امور عامۂ زندگی میں متفق ہو جائیں تا کہ ان کی متفقہ کوشش سے ان کے خاص مطالبات دوسری قوموں کے مقابلہ میں بہترین صورت میں سرانجام ہوں۔

❁❁❁

فصل ہشتم:

گوجروں کی زبان

جس وقت ابتداء میں گوجر، جر گے ہندوستان آئے تو ان کی زبان سکری یا ہردی وغیرہ تھی، جب وہ کئی قرنوں تک راجپوتانہ اور گجرات دکن میں اقامت پذیر ہوئے تو ان کی زبان ہندی ہوگئی، اس امر کا پتہ لگانا کہ اس وقت ہندی زبان کا معیار کیا تھا، مشکل ہے 1858ء میں محققین السنہ نے وادی سوات کے رہنے والے گوجروں کی زبان کو راجپوتانہ کی زبان کے مشابہ ظاہر کیا ہے کہ راجپوتانہ اور سوات بنیر کے درمیان میں کئی زبانیں مختلف علاقوں میں بولی جاتی ہیں، مگر سوات نبیر اور راجپوتانہ کی زبان کا مشابہ ہونا بظاہر تعجب خیز ہے۔

ہم نے خود سرحدی، پہاڑی اور میدانی علاقوں میں جا کر مختلف قبائل گوجر سے ملاقات کی پونچھ، ایبٹ آباد، کشمیر کے گوجر ایک قسم کی فصیح زبان گوجری جس کا تلفظ نرم ہے، بولتے ہیں۔

ہمارے گاؤں اور گردونواح کے دیہات میں اب تک بہت سے آدمی بوڑھے جوان اور بچے موجود ہیں، جو اسی قسم کی زبان بولتے ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ گوجر قبائل ہندوستان میں اپنی سکڑی زبان لائے اور پھر انہوں نے رفتہ رفتہ ہندی زبان اختیار کی اور اس کے بعد جب انہوں نے رجعت قہقری کی تو وہ ہندی زبان کو ساتھ لے گے۔

پنجاب میں گوجروں نے اپنی زبان کو پنجابی زبان سے تبدیل کرنا شروع کیا یہاں تک کہ بہت کچھ تبدیلی ہوگئی ہے، جہاں جہاں گوجر قومیں مجتمعاً آباد تھیں وہاں تو گوجری زبان عرصہ تک بولی جاتی رہی اور جہاں ان کی آبادی دوسری قوموں کے ساتھ مخلوط تھی وہاں گوجری زبان ایک دو پشتوں میں تبدیل ہوگئی، اب

بھی پنجاب میں گوجری زبان اور جٹکی زبانیں مشہور ہیں جیسا کہ ملتانی اور گجراتی۔
اب پنجاب میں گوجری زبان بولنے والے بعض بعض گاؤں میں فی صدی کے قریب پائے جاتے ہیں، ورنہ بالعموم گوجروں کی زبان جٹکی یا پنجابی ہو گئی ہے، ہمارے دیکھتے دیکھتے تمام گاؤں کے عمر رسیدہ آدمی گوجری زبان بولتے تھے، اب عام طور پر یہ زبان مٹتی جاتی ہے، البتہ بعض گھروں میں بالکل محفوظ ہے لیکن سوات بنیر، پونچھ، کشمیر، ایبٹ آباد کے پہاڑی علاقہ میں یہ زبان اصلی حالت پر موجود ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ وہاں دوسری زبانوں اور دوسرے لوگوں کا اختلاط کم ہے، یہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ اردو زبان کا ماخذ یہی زبان ہے یعنی راجپوتانہ کی زبان جو گرجری زبان سے ملتی جلتی ہے، اب ہم چند الفاظ اس زبان کے جو خاص ہمارے گاؤں مین بولی جاتی ہے تحریر کرتے ہیں۔

(۱) تھارو ناں کیوُ ہے۔
تمہارا نام کیا ہے، تمہارا کی جگہ تھارو، کیا کے بجائے کیوُ کہتے ہیں۔

(۲) تَم کت گیا تھا۔
تُم کہاں گئے تھے، تم بالضم کے بجائے تم بالفتح بولتے ہیں۔

(۳) مارو باپ دادا دہلی سے آئیو تھا۔
ہمارے باپ دادے دہلی سے آئے تھے، ہمارے کی بجائے مارو، آئے تھے کی جگہ آئیو تھا۔

(۴) ہم نے سوا لاکھ روپیوُ دے کے گجرات مُل لیو تھو۔
ہم نے سوا لاکھ روپیہ دے کر گجرات مول لیا تھا۔
(موجودہ اردو اور گوجری زبان میں گجرات کو مذکر بولتے ہیں)

(۵) مارو گاؤں اندر پنج سے گھر گوجراں کو ہے۔
ہمارے گاؤں میں گوجروں کے پانسو گھر ہیں۔

(۶) چیلیانوالہ میں سکھاں کی فرنگیاں کی لڑائی ہوئی تھی، فرنگیاں نے سکھ مار دیا۔

چیلیانوالہ میں سکھوں اور فرنگیوں کی جنگ ہوئی تھی، فرنگیوں نے سکھوں کو قتل کر دیا تھا۔

(۷) ہم راجپوت ہاں مارو وڈ کا بڑا بہادر تھے۔

ہم راجپوت ہیں، ہمارا بزرگ بہت بہادر تھا۔

(۸) مارو باپ دادا و گوجری بولی بولے تھا۔

ہمارے باپ دادے گوجری زبان بولتے تھے۔

ہمارا ایک دوست اس عنوان میں ہم کو امداد دیتا ہے کہ اس وقت جو جے پور میں ہندوؤں، راجپوتوں کی اعلیٰ قوم کی زبان ہے، تقریباً وہی زبان سوات بنیر کے گوجر بولتے ہیں، کیونکہ ان کی موجودہ زبان مشرقی راجستان کی زبان سے ملتی جلتی ہے چنبہ کی پست پہاڑیوں سے لے کر کڑوال تک یہی زبان ہے، بلکہ پست ہمالیہ واقع سوات اور چنبہ سے لے کر عربی نیپال تک اور مشرقی راجستان کے علاقہ کی زبان آپس میں ملتی جلتی ہے، وہ اس سے یہ نتیجہ نکالتا ہے کہ جو قبائل ایسی زبانیں بولتے ہیں، وہ ایک ہی نسل سے ہیں اور سوات کے گوجر اور جے پور کے راجپوت بالکل ایک ہی نسل کے معلوم ہوتے ہیں۔

(مؤلف) ”یہ تو ضروری نہیں ہے کہ جو لوگ ایک زبان بولتے ہیں، وہ ایک ہی نسل سے ہوتے ہیں، البتہ یہ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ جو لوگ ایک زبان بولتے ہیں، وہ کبھی ایک ملک میں اکٹھے رہ چکے ہیں، جیسا کہ سوات نبیر وغیرہ علاقوں کے گوجروں کی نسبت یہ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ وہ کبھی گجرات یا راجپوتانہ میں آباد تھے۔

❀❀❀

فصل نہم:

گوجروں کے اخلاق و عادات

اگر حقیقتہً دیکھا جائے تو ہم کسی قوم کے اخلاق کی نسبت کلیۃً کوئی رائے قائم نہیں کر سکتے کیونکہ اخلاق و عادات مستقل نہیں ہوتے بلکہ بدلتے رہتے ہیں، ایک قوم ایک وقت میں جرائم پیشہ ہوتی ہے اور دوسرے وقت میں صالح ہو جاتی ہے اور ایسا ہی اس کے برعکس صورتیں پائی جاتی ہیں، بنی نوع انسان کی فطرت خواہ وہ کسی قوم سے ہو، یکساں ہوتی ہے، الصحبۃ موثرۃ صحبت سے وہ بگڑتی بھی ہے اور سنورتی بھی ہے، زمانہ اور ضرورت وقتاً فوقتاً اس میں تبدیلی پیدا کرتے رہتے ہیں۔

خونخوار وحشی قومیں متمدن ہو کر اخلاق حسنہ حاصل کر سکتی ہیں اور متمدن قومیں وحشی ہو کر گرگ خصلت ہو جاتی ہیں، بزدل قوم دوسری قوم کے ظلم وستم سے (جو اس پر کیا جاتا ہے) بہادر وشجاع ہو جاتی ہے، شجاع و بہادر قومیں عیش و آرام سے بزدل ہو جاتی ہیں۔ زمانہ کا یہ دور ہمیشہ اپنا پہلو بدلتا رہتا ہے۔ ''مرد مان رابچشم حال نگر'' کا مقولہ صحیح ہے، البتہ ایک عام نظر سے کسی قوم کی نسبت وقتی نظریہ قائم کیا جا سکتا ہے، انسان بالطبع دوسرے پر غلبہ حاصل کرنے کا متمنی ہوتا ہے، اگر وقت و ذرائع اس کی مساعدت کریں تو وہ دوسروں پر غلبہ حاصل کر لیتا ہے۔

ہم کسی قوم کے گذشتہ چند صدیوں کے حالات سے اس کے عام اخلاق و عادات کی نسبت ایک مجمل خیال قائم کر سکتے ہیں، گوجروں کا وسط ایشیا سے

ہندوستان یا یورپ جا کر سبزہ زاروں کو تلاش کرنا اس امر کی دلیل ہے کہ یہ ایک اولوالعزم قوم ہے اور دوسری اقوام پر اقدامانہ مدافعانہ حملے کرنا اس کی شجاعت کی دلیل ہے، اور ان میں سے بعض افراد کا مذہبی یا سیاسی علوم میں امتیاز حاصل کرنا ان کی ذہانت کا ثبوت ہے، چنانچہ گذشتہ وموجودہ زمانہ میں گوجروں کا مذہبی پیشوا یا عالم فاضل ہونا یا دوسری قوموں پر فتح پانا ان کی ذہانت خداداد وشجاعت اجداد کی دلیل ہے۔

قوم کی مختلف مقامات پر مختلف حالت ہوتی ہے، گوجروں کی حکومت جب گجرات اور راجپوتانہ میں تھی، تو وہ ایک مہذب زبردست قوم خیال کی جاتی تھی، جب یہ قوم منتشر ہوگئی اور دوسری قوموں کے ساتھ رہنے لگی تو اس کی تہذیب یا طاقت کا دوسری قوموں کی کثرت یا قلت یا علم و جہالت کی نسبت سے اندازہ کرنا چاہیے، قوموں کی فضیلت یا رذیلت یا رسم و عادت کی نسبت مقامی حکام کی روایات سے نتیجہ نکالنا اور ان کی روایات کو کلیۂ قیاس منطقی کا رتبہ دینا صریح غلطی ہے، ایک نوجوان انگریز جو کسی ضلع کے بندوبست پر مقرر کیا جاتا ہے وہ نہ تو وہاں کے رسم و رواج سے واقف ہوتا ہے نہ باشندوں کے اطوار و عادات کا علم رکھتا ہے، جب وہ کسی پہاڑی ضلع کا گزیٹر لکھتا ہے تو ظاہر کرتا ہے کہ گوجر اور جاٹ گلہ بانوں کا گروہ ہے، جو موسم گرما میں اپنی بکریوں کو پہاڑ کی چوٹی پر لے جاتا ہے اور موسم سرما میں دامن کوہ میں واپس آجاتا ہے، زراعت سے اس کو کوئی سروکار نہیں ہے، جب وہی افسر میدانی ضلع کا گزیٹر لکھتا ہے جہاں کسی قوم کی زمین زیادہ غیر آباد ہوتی ہے، یا وہ قوم زمین کی کثرت اور مزارعین کی قلت کے سبب سے تمام زمین کو آباد نہیں کر سکتی تو وہ افسر اس قوم کو بُرا کاشتکار لکھ دیتا ہے اور جہاں زمین تھوڑی ہے اور قوم کی جمعیت کافی ہے تو وہ لکھتا ہے کہ یہ قوم اعلیٰ

درجہ کی کاشتکار ہے حالانکہ وہ ایک ہی قوم ہے، جو مختلف مقامات پر آباد ہے، مگر وہ افسر حالات ضلع اور قوم کی کثرت وقلت کے اسباب پر مطلقاً توجہ نہیں کرتا، اس کی نظر سطحی اور اس کی فکر سرسری اور اس کا تجربہ ناقص ہوتا ہے، جس کے نتائج صحیح نہیں ہوتے (میں بھی بندوبست کا اعلیٰ افسر رہا ہوں، ابتداً مجھ سے بھی ایسی غلطیاں سرزد ہوتی رہی ہیں حالانکہ میں پنجاب کا رہنے والا تھا) مدت تک افسران بندوبست بھی خیال کرتے رہے کہ راجپوت اچھے کاشت کار نہیں ہوتے اور ایسا ہی خیال گوجروں کی نسبت رہا مگر اس غلطی کی وجہ یہی تھی کہ مقامی وقومی حالات پر غور نہیں کیا گیا تھا، ناظرین دیکھیں کہ گزیٹر کے لکھنے والوں میں قوموں کے اخلاق و عادات ورسوم واطوار کی نسبت بہت اختلاف ہے ایک افسر گوجروں کی اولوالعزمی کاشت کاری اور اخلاق کی تعریف لکھتا ہے مگر دوسرا اس کے برعکس رائے پیش کرتا ہے، اس اختلاف کی تشریح میں ہم ایک مشہور مثال دیتے ہیں۔

پانچ اندھوں نے ہاتھی کی شکل وصورت دیکھنے کے لئے فیلبان سے تمنا کی ،فیلبان نے ایک کو کان دوسرے کو دانت ، تیسرے کو سونڈ، چوتھے کو دم، پانچویں کو ٹانگ دکھائی اب انہوں نے ہاتھی کی شکل کا نقشہ اس طرح کھینچا جس طرح کہ ان کو دکھلایا گیا تھا، ایک نے کہا ہاتھی کی شکل پنکھے کی طرح ہوتی ہے، دوسرے نے کہا نہیں تو جھوٹ کہتا ہے، وہ تو گاؤ دم لچک دار شاخ کی طرح ہوتا ہے، تیسرے نے کہا اس کی شکل ڈنڈے کی طرح ہے، جس کے سر پر چوڑی ہوتی ہے، چوتھے نے کہا نہیں وہ تو موٹے رسے کی طرح ہوتا ہے، پانچویں نے کہا نہیں وہ ستون کی طرح ہوتا ہے۔

پس جس افسر کو ایسے افراد قوم سے واسطہ پڑا جو ناشایستہ تھے، ان کی نسبت اس کو جو برے سے برا لفظ مل سکتا تھا، استعمال کیا مثلاً یہ کہ گوجر وحشی قوم

ہے، یہ آبادکاری کی دشمن ہے، اس کا منشاء ہے کہ تمام ملک غیر آباد ہو جائے اور اس کے مواشی کے لئے چراگاہ بنے، گوجراجر یعنی جہاں گوجر ہوگا وہ زمین غیر آباد ہو جائے گی، اس سے بھی زیادہ ترش اور بدترین الفاظ اس کے حق میں لکھے گئے ہیں لیکن:

پکڑے جاتے ہیں فرشتوں کے لکھے پر ناحق
آدمی کوئی ہمارا دمِ تحریر بھی تھا

اور جن اضلاع میں دیگر اقوام کے ساتھ یہ مشترکہ رہتے ہیں، چوری کا الزام، جاٹ اور راجپوت، گوجر پر مشترک لگایا جاتا ہے اور بعض افسروں نے چوری میں ان قوموں کا مقابلہ کیا ہے، حالانکہ مقابلہ خوبیوں میں کیا جاتا ہے اور تینوں قوم کی نسبت مذموم الفاظ لکھے ہیں، مگر گوجروں پر (نزلہ بر عضو ضعیف میریزد) زیادہ تر قلم کا نزلہ گرایا گیا ہے، جس سے لوگوں کے دلوں میں ان افسروں کی نسبت نفرت و حقارت کے جذبات پیدا ہو گئے ہیں، لیکن اس کے مقابلہ میں بعض افسروں نے گوجروں کو پُر امن، راستباز، بہادر، عمدہ کاشتکار، قابلِ اعتماد، وفادار، بہادر، شریف، معاملہ فہم، مہمان نواز جو اچھے سے اچھا لفظ مل سکتا تھا، لکھ دیا۔ ہم ان امور کو اس لئے زیرِ بحث لاتے ہیں کہ ہماری نسبت یہ خیال نہ کیا جائے کہ ہم اقوام ثلاثہ گوجر، جاٹ راجپوت کی مدح سرائی کرتے ہیں اور تصویر کے دوسرے رُخ کو نہیں دکھلاتے، دراصل ہماری یہ تحریر تمام اقوام کے اخلاق کے لئے ایک قسم کی صحیح تحقیقات ہے جس کی روشنی میں حقیقت حال اپنی اصلی صورت میں جلوہ گر ہوتی ہے، ہم سچ کہتے ہیں کہ ہمیشہ کے لئے یہ معاملہ طے ہو جائے ورنہ یہ سلسلہ نقل در نقل چلا جائے گا۔ ہماری بدقسمتی ہے کہ ہمارے رسوم و عادات و خصائل کے لکھنے والے وہ لوگ ہیں، جو ہم سے اور ہمارے حالات سے

بالکل ناواقف ہیں جن پر یہ مثال ''صد سال بادشاہی کردی ہنوز گاؤ را از خر نشناختی'' صادق آتی ہے، یاواقف تو ہیں، مگر حاکمانہ لہجہ میں کبھی گوجروں کو دھمکاتے ہیں، کبھی جاٹوں کو کبھی راجپوتوں کو ہم کہتے ہیں، کہ بقول ان کے اگر یہ جرائم ان تین قوموں کے ساتھ مختص ہیں، تو وہ کم سے کم ہم کو یورپ میں کوئی ایسا ملک دکھلا دیں جہاں قانون تعزیر رائج نہیں ہے، اگر رائج ہے تو پھر مدعیاں تہذیب اور ہم میں کیا فرق ہے، پھر بالتخصیص ہندوستانیوں کو کیوں مورد الزام بنایا جاتا ہے، اگر انگلینڈ میں چوری ہوتی ہے اور ضرور ہوتی ہے اور چوری کی سزا ملتی ہے تو۔

مصرع: ''پس فرق میاں من وا وچیست بگو''

ہاں اگر انگلینڈ ان جرائم سے پاک ہوتا تو ایک بات تھی۔

اگرچہ فاسقم ورندومست و نامہ سیاہ
ہزار شکر کہ یاران شہر بے گنہ اندا

ہم تسلیم کرتے ہیں کہ بعض اضلاع میں گوجروں جاٹوں اور راجپوتوں کے بعض افراد چوری کرتے ہیں کہ بعض اضلاع میں عام طور پر یہ اقوام امن پسند اور صلاحیت شعار ہیں لیکن حالات مختلف ہوتے ہیں۔ اگر بعض بعض علاقوں میں خاص حالات کی وجہ سے مختلف قسم کے جرائم بعض افراد سے سرزد ہوتے ہیں، تو اس سے کسی قوم کے لئے کوئی کلیہ قاعدہ بنانا غلطی اور بڑی غلطی ہے۔

یہ مناسب ہوگا کہ ہم اخلاق کی کتابوں سے انسانی اخلاق کی نسبت واضح طور پر چند مسلمہ اصول بیان کریں جن سے انسانی فطرت کی تشریح ہو، اور پھر دوسرے جرائم سے چوری کا مقابلہ کریں اور انسان کے ابتدائی حالات و فطرت سے ان لوگوں کو آگاہ کریں، جو دوسرے کی آنکھ کے تنکے تو دیکھتے ہیں،

لیکن انہیں اپنی آنکھ کا شہتیر نظر نہیں آتا۔

حکما سے اخلاق نے انسان میں تین متبائن قوتوں کو ثابت کیا ہے، اول نفس ناطقہ، اس قوت کے ذریعہ سے انسان فکر و تمیز کرتا ہے اور ہر ایک چیز کی حقیقت پر آ گاہ ہونے کی کوشش کرتا ہے اور نیک و بد میں فرق کرتا ہے، دوم قوت غضبی یہ درندوں کی خصلت ہے، اسی وجہ سے اس کا نام نفس سبعی ہے۔ اس سے ہر قسم کی مجنونانہ جرأت و دلیری پیدا ہوتی ہے۔ جس سے انسان نفع و نقصان میں تمیز نہیں کر سکتا، آنکھیں بند کر کے خطرات مہالک کی جلتی ہوئی آگ میں کود پڑتا ہے اور اس کے دل میں ناجائز ہواؤ ہوس کا جوش موجزن ہوتا ہے، جس سے وہ چاہتا ہے کہ سب پر غالب ہو کر رہے اور تمام دنیا کو پائمال کر کے اہل دنیا کو اپنا غلام بنائے، سوم قوت شہوانی۔ یہ بہائم کی خصلت ہے اور اسی وجہ سے اس کو نفس بہیمی کہتے ہیں، یہ قوت انسان کو ہر قسم کی بہیمی خصلت خورد و نوش عیش و عشرت ہواؤ ہوس، طمع اور لالچ پر انگیختہ کرتی ہے۔

❀❀❀❀

اگر تینوں قوتیں اعتدال پر ہوں تو ان کے نتائج اچھے ہوتے ہیں ، پھر اگر نفس ملکی میں اعتدال ہو یعنی انسان کی فکر و غور شک و گمان و وہم وطن سے پاک ہو اور حقیقت نفس الامر سے تجاوز نہ کرے تو اس قوت کا نتیجہ فضیلت و حکمت ہے اگر نفس ملکی میں اعتدال نہ ہو، تو نتیجہ وفاوت و جہل ہے اگر قوتِ غضبی میں اعتدال ہو مثلاً وہ اپنے حق سے زیادہ کا خواستگار نہ ہو اور ناجائز جبر و تشدد کو کام میں نہ لائے یا ناجائز حملوں کی مدافعت کرے اور خطرناک امور سے پہلو تہی کرے اور معمولی معمولی باتوں سے آگ بگولا نہ ہو جائے اور بھیڑیے اور شیر کی عادات و خصائل سے (کہ جو ان کے سامنے آئے اس کو کاٹتے ہیں) مجتنب ہو، تو اس قوت کا نتیجہ شجاعت و جوانمردی ہے اور اگر قوتِ غضبی میں اعتدال نہ ہو تو نتیجہ اس کا بزدلی و نامردی ہے اور قوت بہیمی (حیوانی) میں اگر اعتدال ہو یعنی جانوروں کی طرح شب و روز کھاتا پیتا نہ رہے اور سور کی طرح شہوت پرست نہ ہو بلکہ وہ غور و فکر کے تابع ہو کے اس قدر کھائے پیئے جس سے اس کی صحت بحال رہے، اور کھانے پینے کی لذتوں میں مصروف نہ ہو، تو اس کا نتیجہ عفت و پرہیز گاری ہے، ورنہ اس کا نتیجہ حرص و ہوس ہے اور ان تینوں فضیلتوں، حکمت، شجاعت، عفت سے فضیلت عدالت جلوہ گر ہوتی ہے، جس کا ضد جور و ستم ہے، کوئی انسان ان قوتوں سے خالی نہیں ہے اور ان قوتوں کو اعتدال پر رکھنا آسان امر نہیں ہے، جو لوگ ان قوتوں کو اعتدال پر نہیں رکھتے، وہ کسی نہ کسی ذلیل کام کے مرتکب ہوتے ہیں ، مثلاً چوری کو لیجئے ہر ایک فرقہ کے بعض مہذب و غیر مہذب افراد میں کچھ نہ کچھ یہ پائی جاتی ہے، بعض اہل علم کتابوں کے چور ہوتے ہیں، بعض فیشن اور کلرکوں کو دیکھا ہے کہ وہ ایک دوسرے کا قلم، نِب چرا لیتے ہیں، بعض مصنف و شاعر مضمون کا سرقہ کرتے ہیں یہ تو مہذب لوگوں کی چوری ہے، پیشہ وروں کو دیکھو درزی کپڑا اور سونار سونا، چاندی چراتے ہیں ، اسی وجہ سے مثل مشہور ہے کہ ہر ایک پیشہ ور اپنے پیشہ کا چور ہوتا ہے ، دنیا میں کوئی جماعت اور فرقہ ایسا نہیں ہے جس کے بعض افراد

میں کم و بیش چوری کی عادت نہ ہو کیونکہ کوئی قوم خواہ کتنی ہی کوشش کرے کسی فطری قوت کو اپنے ہر ایک فرد کی طبیعت سے ہمیشہ کے لئے مطیع و منقاد نہیں کر سکتی، اس اصول سے ہم کسی قوم کو کلیۃً پاک و مبرہ نہیں کہہ سکتے۔

چوری دراصل شجاعت کا ایک مذموم طریق ہے، چوری وہی شخص کر سکتا ہے جو متہور، قوی دل ہو، دیکھو چور کس جرأت سے ایک شہر کے اندر (جہاں پولیس گشت کر رہی ہے، اور دوکانوں پر ساہوکاروں کے چوکیدار محافظ ہیں) داخل ہوتا ہے، وہ شہر کے گلی کوچوں سے واقف نہیں ہوتا۔ اس کو معلوم نہیں ہے کہ جس گھر میں نقب لگانی ہے یا جس صحن سے کوئی چیز اٹھانی ہے، اس کے رہنے والے جاگتے ہیں یا سوتے ہیں مگر وہ نڈر ہو کر نقب لگاتا ہے، گویا وہ تن تنہا یا بعض صورتوں میں اپنے ہم پیشہ جماعت کے ساتھ شہر کے باشندوں اور پولیس کے مقابلے کی پرواہ نہیں کرتا، وہ بعض اوقات آنکھوں کا کاجل نکال لیتا ہے اور مواشی کو روز روشن میں اُڑا لے جاتا ہے، چوروں کے عجیب و غریب قصے سنے جاتے ہیں، ہمارا چشم دیدار واقعہ ہے کہ سندھ کا ایک ڈاکو موسیٰ خان جو ملتان اور خانپور کے اسٹیشنوں کے درمیان چلتی مال گاڑی میں چوری کرتا تھا، اس قدر دلاور تھا کہ چلتی ہوئی گاڑی پر سوار ہو جاتا تھا، کپڑوں کے گٹھے اور غلہ کی بوریاں پھینکتا جاتا تھا اور اس کے ہمراہی جن کے ساتھ وہ سمجھوتا کر لیتا تھا (کہ فلاں فلاں جگہ پر میں مال پھینکوں گا) اونٹوں اور گدھوں پر مال اُٹھا کر لے جاتے تھے، وہ غریبوں میں کپڑا اور غلہ مفت تقسیم کرتا تھا اور اس وجہ سے اس کا نام لکھ پال مشہور ہو گیا تھا، پنجاب اور سندھ کی پولیس نے عرصہ تک اس کی گرفتاری کی کوشش کی مگر وہ گرفتار نہ ہو سکا، آخر اپنے ایک دوست کی مخبری پر گرفتار ہوا ہم نے اس کو بلا کر دیکھا معمولی قد و قامت کا خوش پوش، پتلا و بلا چھریرے بدن کا نوجوان تھا، اس نے اپنی چوری کے (جس کو وہ بہادری سمجھتا تھا) کئی قصے سنائے اس کی شجاعت کا اصول یہ تھا کہ وہ غریب لوگوں کی امداد کرے، وہ کہتا تھا کہ یہ ظلم ہے کہ ایک

بھوکوں مرے اور دوسرا گلچھڑے اڑائے، اس خیال نے اس کا دل مضبوط اور حوصلہ بلند کر دیا تھا اور اس قوت دل و بلند حوصلگی نے اس میں شجاعت مذموم کی رزالت پیدا کر دی تھی۔

چلتی گاڑی پر چڑھ جانا اور پھر چلتی گاڑی سے اُتر آنا، گاڑی کے بند دروازوں کا کھولنا، کپڑے کے گٹھوں اور غلے کی بوریوں کا پھینکنا باوجود یہ کہ پولیس کے چند سپاہی بھی ہر ایک مال گاڑی کے ساتھ ان دنوں مقرر کیے گئے تھے، معمولی جرأت نہیں ہے اور پھر سب سے زیادہ حیرت انگیز امر یہ ہے کہ میرے لڑکے محمد عبداللہ خان (بیرسٹرایٹ لا ملتان) جو موسیٰ لکھ پال کے کسی مقدمے میں وکیل تھے اور مجسٹریٹ کے ساتھ موقع پر بحث کے لئے گئے تھے، انہوں نے ہم سے خوش طبعی کے طور پر آ کر بیان کیا کہ میں موسیٰ کو رہا کرا آیا ہوں، ہم نے تعجب کیا کہ اس پر متعدد سنگین مقدمات تھے وہ کس طرح رہا ہوا۔ انہوں نے کہا کہ جب خانپور اسٹیشن پر گاڑی پہنچی تو گارد پولیس کے افسر نے کہا کہ رات کو ہم سو گئے تھے، موسیٰ لکھ پال بیڑی توڑ کر چلتی گاڑی سے کود گیا، مجسٹریٹ سے محمد عبداللہ خان نے کہا کہ میرا مقصود تو موسیٰ کی رہائی تھی، وہ حاصل ہو گیا۔ مجھے اجازت دی جائے کہ واپس جاؤں، مجسٹریٹ نے کہا میں بھی آپ کے ساتھ واپس جاتا ہوں یہ قریب تر زمانہ کا واقعہ ہے، ضلع ملتان میں ان واقعات کا ریکارڈ موجود ہے اس محقق واقعہ کے بیان کرنے سے ہمارا یہ مطلب ہے کہ فطرت انسانی میں کیا کیا متہورانہ قوتیں موجود ہیں۔

پس چوری شجاعت کا ایک جز ہے جو قوتِ دل پر مبنی ہے چور جانتا ہے کہ وہ پکڑا جائے گا قید کیا جائے گا، مارا جائے گا مگر وہ ان امور کی کچھ پروا نہیں کرتا بالعموم چوری انہیں اقوام کا پیشہ ہے جن کا دل گردہ بڑھا ہوا ہوتا ہے، تاریخ شاہد ہے کہ متعدد چور اور ڈاکو ترقی کرتے کرتے بادشاہ ہو گئے اور بادشاہ ہو کر انہوں نے فضیلت عدالت حاصل کی اور ملک کا انتظام کر کے اپنا لقب شہنشاہ عادل پایا، یا

سلطنت کے بانی وہ انفاس متبرکہ ہوئے جنہوں نے اپنی صلاحیت وتقویٰ سے لوگوں کے دل مسخر کیئے اور اپنا معتقد بنایا، اگر حقیقت میں دیکھا جائے تو چوری اس قدر تباہ کن چیز نہیں ہے جس قدر موجودہ زمانے کے جنگ آور بادشاہوں کا طریق جنگ ہے، اگر ایک چور نے ایک شخص کی بھینس چرالی تو بمقابلہ اس کے بہت ہی کم نقصان ہے کہ اگر ایک بادشاہ توپوں اور ایروپلین سے ایک شہر کو برباد و تباہ کر دے اس زمانہ کی لڑائیوں میں ہزاروں بے گناہ عورتیں اور بچے جل کر خاکستر اور ہزاروں آدمی ہمیشہ کے لئے بیکار ہو جاتے ہیں، یتیم بچوں اور بیوہ عورتوں پر رحم نہیں کیا جاتا، مسجد کے نمازیوں، مندر کے پجاریوں، گرجوں کے پادریوں اور دھرمشالوں کے بھکشوں کو جو اپنے معبود کی عبادت میں مصروف ہوتے ہیں، فنا کیا جاتا ہے لوگوں کے گھروں اور عبادت گاہوں کی اینٹ سے اینٹ بجا دی جاتی ہے، بے زبان جانوروں اور پرندوں پر قیامت ڈھائی جاتی ہے، گیسوں کے بادلوں سے لشکر کے لشکر تباہ کر دیئے جاتے ہیں، مگر ان پر اس قدر جھاڑ نہیں ہوتی۔ جس قدر کہ چور پر ہوتی ہے مشین گن، توپ، تفنگ، ایروپلین، گیس سے لڑنا بزدلانہ بے رحمانہ اور غیر مہذبانہ طریق جنگ ہے جس میں ہر ایک قسم کا گناہ پایا جاتا ہے مگر چور کو دیکھو، اس کا مقصد کسی کے قتل کرنے یا کسی کے گھر کو جلانے یا کسی کی عبادت گاہ کر گرانے کا نہیں ہے، اس کا مطلب روپیہ پیسہ یا مواشی کا حاصل کرنا ہے، چور بالعموم جوشِ انتقام یا طمع نفسانی سے جماعت کے ایک فرد یا شہر کے ایک گھر کو نقصان پہنچاتا ہے، مگر بادشاہ اور اس کی فوج لشکر کے لشکر، شہر کے شہر تباہ کر دیتے ہیں اور پھر چوری کو غیر مہذب اور شہروں کی غارت گری اور بربادی کو نمونہ وشجاعت سمجھا جاتا ہے اور اس ضمن میں ملک گیری اور دشمن کشی کے لئے بہت سے حیلے تراشے جاتے ہیں اور ہر ایک بادشاہ دوسرے بادشاہ کے مقابلہ میں تہذیب اور امن قائم کرنے کا مدعی ہوتا ہے، بادشاہ سو سال میں لوگوں کو اتنا امن نہیں دیتا، جتنا کہ وہ ان کو ایک دن میں برباد کر دیتا ہے، سینکڑوں بچے یتیم

اور ہزاروں عورتیں بیوہ ہو جاتی ہیں، لوگ جلا وطن ہو جاتے ہیں، عورتوں کی عصمت دری اور مال و متاع کی غارتگری ہوتی ہے، بلاوجہ و بلاسبب و بے گناہ قتل ہوتے ہیں، سینکڑوں خاندان ایسے بے چراغ ہوجاتے ہیں کہ دنیا میں ان کا نام و نشان تک نہیں رہتا، چوروں کے الزامات میں افسر اپنی رپورٹوں کو کئی صفحوں تک طوالت دیتے ہیں لیکن کبھی انہوں نے یہ بھی خیال کیا ہے کہ دورہ میں جو خوراک ان کے گھوڑوں کو ملتی ہے وہ اسی چوری پیشہ گروہ کے کھیتوں سے جبراً کاٹ لی جاتی ہے اور جن گایوں بھینسوں کے دودھ سے ان کے لئے بالائی تیار کی جاتی ہے وہ بعض حالت میں چوری کا ہوتا ہے۔

ضلع میں اور جماعتیں بھی ہیں، جو چوری کرتی ہیں مگر اس سختی سے ان کا نوٹس نہیں لیا جاتا، جس قدر کہ ان اقوام ثلاثہ کا لیا جاتا ہے، رشوت بھی ایک قسم کی چوری ہے اور اس کے حصول کے لئے طرح طرح کی صورتیں علاوہ نقدی کے ایجاد کی گئی ہیں کبھی غلہ کی شکل میں، کبھی گھی کے نام سے، کبھی جانوروں کی صورت میں، یہ رشوت اسی چوری کا جزو ہے جس کا الزام راجپوت، جاٹ اور گوجر کو دیا جاتا ہے اور اس کی مالیت کی مقدار مقابلہ اشیائے مسروقہ کے چند گنا زیادہ ہوتی ہے، ہم دہقانوں کی چوری اور اہلکاروں کی رشوت میں کچھ فرق نہیں سمجھتے، سوائے اس کے کہ یہ کہیں کہ ایک بلاواسطہ ہے اور دوسری بالواسطہ یا ایک کو خفیہ کہیں اور دوسری کو علانیہ، یا بقول شخصے، رشوت چوری تو ہے مگر ایک مہذب طریق ہے، لوگ بعض امور کو سطحی نگاہ سے دیکھتے ہیں لیکن اگر وہ تعمق کی نظر سے دیکھیں تو چوری سے بدتر سینکڑوں اعمال ہیں، جن سے دنیا تباہ ہوگئی ہے اور ہوتی جاتی ہے، مگر ان کی نسبت حکومت کو کم توجہ ہے، ایک راجپوت یا گوجر سے بوجہ بدنامی کے ضمانت لی جاتی ہے لیکن بعض رشوت ستاں افسروں پر جن کی بدنامی ضلع کے گوشہ گوشہ میں ہے کوئی نوٹس نہیں لیا جاتا، ہمارے خیال میں رشوت ایک قسم کی بزدلانہ اور بدترین چوری ہے جس سے عام حالت میں فریقین کو نقصان پہنچتا ہے، اور یہ نقصان

متعدی ہوتا ہے، گوجر اور راجپوت اور جاٹ کے بعض افراد کی چوری احیاناً بہادرانہ بھی ہوتی ہے یا تو وہ اپنے دشمن سے انتقام لیتے ہیں یا افلاس کی وجہ سے مصارف زندگی کی برداشت کی طاقت نہیں رکھتے، ان کی فطری جرأت اور شجاعانہ تہوار ان کو اس رذالت پر آمادہ کرتا ہے اور بسا اوقات خود رشوت ہی چوری کا باعث ہوتی ہے کہ ان کو آئے دن رشوت دینی پڑتی ہے اور ان کے پاس چوری کے سوا کوئی ذریعہ اس قدر روپیہ حاصل کرنے کا نہیں ہوتا اور اس کی مثالیں سینکڑوں ہیں، دیہات میں بنیے بھی چور ہیں، سادہ لوح دیہاتیوں کے قرضوں کے حساب و کتاب میں فرضی رقموں کا اندراج کرتے ہیں، اور حساب کو حسب ضرورت تبدیل کر لیتے ہیں، ان کے بہی کھاتے کے اوراق رجسٹر انتقال کے اوراق نہیں ہیں کہ ایک ہی اڈیشن کے چھپے ہوئے ہوں، اور ان پر طبع شدہ نمبر شمار دیا گیا ہو، حساب کے ردو بدل میں ہر طرح سے بنیے کو اختیار ہوتا ہے، دستِ خود دہاں خود کا معاملہ ہے اور پھر جاہل قوم کا انگوٹھا جہاں چاہا لگا لیا اور جو چاہا لکھ دیا۔

اس بحث سے ہمارا یہ مقصود نہیں ہے کہ ہم چوری کے فعل شنیع کی حمایت کریں یا اس کو معمولی گناہ قرار دیں اور نہ یہ کہ کسی قوم کے وہ بعض افراد جن کا پیشہ چوری ہے، قابل سرزنش نہیں، چوری بہرحال رذیلانہ اور قبیح فعل ہے اور اسی لئے دزدی پیشہ افراد کو بہرحال اقوام ثلاثہ کے شرفاء اور خود انہیں کے خویش و اقارب قابل نفریں سمجھتے ہیں اور چور یہاں تک ناقابل اعتبار ہو جاتا ہے کہ قوم کی پنچایت میں اس کی قسم تسلیم نہیں کی جاتی، قوم علانیہ چوروں کو بُرا کہتی ہے، اور شرفا ایسے لوگوں سے اپنے تعلقات قطع کر لیتے ہیں اور نیز قوم کا اعتقاد ہے کہ چور کا انجام بُرا ہوتا ہے، اس کا مال حرام اور اس کا قول باطل سمجھا جاتا ہے، چوری کی تہمت لگانے کے وقت اس پہلو کو بھی دیکھنا چاہیے کہ قوم چوروں کو کس قدر بُری نگاہ سے دیکھتی ہے، ہم یہ بھی ظاہر کرتے ہیں کہ گوجر، جاٹ، راجپوت میں چوروں کی تعداد 4 فی صدی سے زیادہ نہیں ہے مگر رشوت

خواروں کی تعداد 50 فی صدی سے کم نہیں ، پس ان چند افراد سے تمام قوم پر ایک عام حکم لگانا کہاں تک جائز ہوسکتا ہے۔

نتیجہ یہ ہے کہ تینوں قومیں عام طور پر اخلاقاً متواضع ، وفادار، بہادر، محنتی اور ہمدرد ہیں ان پر مواعظ کا فوری اثر ہوتا ہے اور ان میں سے جو افراد دزدی پیشہ ہوتے ہیں ان کو قوم بنظر حقارت دیکھتی ہے، یہ ایک واقعہ ہے جس کو ہم دنیا کے سامنے بلند آہنگی سے پیش کرتے ہیں یہ تینوں قومیں فطرۃً شریف و اولوالعزم ہیں، جو الزامات ان پر بطریق کلیہ عائد کئے جاتے ہیں وہ نادرست ہیں، باقی رہا فطرت انسانی کا تقاضا تو یہ ہر ایک قوم کے افراد میں کم وبیش پایا جاتا ہے۔

ناظرین معاف فرمائیں گے ہم نے اس مضمون کو کچھ طویل کر دیا ہے مگر یہ امر ہماری تاریخ کے فرائض میں داخل تھا کہ ہم ان غلط فہمیوں کا ازالہ کریں، جو بعض اشخاص کی تحریر سے پیدا ہوگئی ہے۔

ہمارا مطلب دوسری قوموں اور فرقوں کے اعمال کے مقابلہ کرنے سے یہ نہیں ہے کہ چوری کو ہم جائز سمجھتے ہیں، بلکہ مقصود یہ ہے کہ ان اقوام کی نسبت جو کلیتہً بدگمانی کی گئی ہے اس کو غلط ثابت کریں، اس سے بہتر موقع ہمارے لئے اور نہیں تھا کہ ہم علی رؤس الاشہاد ایک حقیقت کو آشکارا کریں۔

❀❀❀

فصل دہم:

گوجروں کے رسوم ولادت وشادی وغیرہ

یہ رسوم باعتبار مذہب وقومیت و مقامی حیثیت جدا جدا ہیں، مسلمانوں کے ہاں جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو مسجد کا امام یا اور کوئی مقدس آدمی ایک کان میں اذان، دوسرے کان میں تکبیر کہتا ہے، ساتویں دن بچے کی موتراشی کی جاتی ہے اور لڑکے کا ختنہ بھی کیا جاتا ہے اور نام بھی تجویز ہوتا ہے، مگر بعض جہلا ساتویں دن موتراشی نہیں کرتے اور نہ ختنہ کرتے ہیں، نذر مانتے ہیں کہ کسی پیر کی خانقاہ پر موتراشی کر کے بچے کے بال کے برابر چاندی یا سونا چڑھائیں گے اور ختنہ کے لئے وہ خاص اہتمام کرتے ہیں، دوست واقارب کو بلا کر کھانا کھلاتے ہیں، بعض ڈوم، ڈھاریوں کا ناچ گانا بھی کراتے ہیں، اور بہت کچھ اسراف کرتے ہیں، مگر اب شرفاء اور تعلیم یافتہ جماعت میں بہت کچھ اصلاح ہو گئی ہے، ان جہلاء کو یہ معلوم نہیں ہے کہ ختنہ سنتِ ابراہیمی ہے اس کو شرعی طریق پر کرنا چاہیے، جس کی ہدایت ہر ایک مقامی عالم سے مل سکتی ہے، سنت ابراہیمی کو باجے گاجے سے ادا کرنا اصول اسلامی کے مخالف ہے۔

ایسا ہی شادی کی تقریب پر کئی بُری رسمیں ہیں، جن کے نام الگ الگ ہیں اور ہر ایک تقریب پر بہت کچھ خرچ کرنا پڑتا ہے۔ جہلا دولہا اور دولہن کے ہاتھ پر گانا باندھتے ہیں، جو پشم کا ڈورہ ہوتا ہے اور اس میں لوہے کے چھلے پروئے جاتے ہیں، گویا یہ ایک گنڈہ سمجھا جاتا ہے، جس سے دولہا اور دولہن آسیب سے محفوظ رہتے ہیں، جہلا کا خیال ہے کہ شادی کے ایام میں جن بھوت کا حملہ ہوتا ہے اور بعض قبائل میں دیکھا گیا ہے کہ دولہا ہاتھ میں چھری یا کٹار یا لوہے کی چھری رکھتا ہے، اس سے بھی یہی مقصود ہوتا ہے کہ دولہا آسیب سے محفوظ رہے۔

شادی کے دن یا ایک دو دن پہلے چھٹیوں کی رسم ادا ہوتی ہے لڑکیاں دولہا کو لے کر گیت گاتی جاتی ہیں اور اس کے سر پر چھٹی کے دھاگے مارتی جاتی ہیں، چھٹی کیا ہے، ایک دو فٹ کی لکڑی کے ایک طرف چھ لمبے لمبے دھاگے باندھ کر دھاگوں میں کپڑے یا کاغذ کے رنگین پھول پروئے جاتے ہیں، لڑکیاں دولہا کو لے کر گلیوں میں پھراتی ہیں، چھٹی کو دولہا کے سر پر مارنے سے یہ خیال کیا جاتا ہے کہ دنیا کا اقبال و دولت اس پر فدا ہو، یہ بہت بُری رسم ہے جس میں نامحرم مرد عورتوں سے چھیڑ چھاڑ کرتے ہیں۔

ایک اور رسم گھڑولی[1] کی ہے کہ یہ ایک عورت ٹھلیا (جھجری) اٹھا کر، دریا، یا ندی نالہ، یا تالاب سے دولہا کے لئے پانی لاتی ہے، گھڑولی کے وقت لڑکیوں کا ایک گروہ ساتھ ہوتا ہے اور لڑکیاں خلاف تہذیب گیت گاتی ہیں، گاؤں کے قریب عورتیں جھومر کھیلتی ہین، جب لڑکیاں پانی بھر کر لاتی ہیں، تو دولہا کو ایک ٹوکرے یا چوکی پر بٹھایا جاتا ہے، اور اس کے سر پر ایک رنگین چادر جس کے چاروں کنارے چار لڑکیاں پکڑ کر دولہا کے سر پر بطور سایہ بان کھینچے رکھتی ہیں اور دولہا کو نائی یا مراسی نہلاتا ہے جب وہ نہانے سے فارغ ہو جاتا ہے تو اس کے خویش و اقارب مثلاً چچا یا ماموں یا بھائی اور دوست و احباب جمع ہو جاتے ہیں، کوئی کہتا ہے کہ میں تم کو گھوڑا دوں گا، کوئی بھینس کوئی اونٹ دینے کا وعدہ کرتا ہے، لیکن یہ زبانی داد و دہش ہوتی ہے عمل کم ہوتا ہے اور اس کو کھارا[2] اترائی یعنی وہ انعام جو دولہا کو نہانے کے بعد چوکی سے اُترنے کے وقت دیا جاتا ہے، دیتے ہیں جس وقت دولہا نہا کر چوکی سے اترتا ہے، تو مٹی کی چھوٹی چھوٹی سات

---

[1] گھڑولی، پنجابی لفظ ہے، گھڑا بڑا ہوتا ہے اور گھڑی چھوٹی ہوتی ہے، جس کو اردو میں ٹھلیا اور فارسی میں سبوچہ کہتے ہیں۔

[2] کھارا پنجابی لفظ ہے جس کو پنجابی میں ٹوکرا بھی کہتے ہیں اور اردو میں کھونچا (بانس کا یا جھاؤ وغیرہ کا بنا ہوا کہتے ہیں)

پیالیاں زمین پر رکھتی ہیں جن پر دولہا زور سے لات مارتا ہے جس قدر پیالیاں ٹوٹ جائیں، ان سے یہ فال لی جاتی ہے کہ آئندہ وہ اس قدر مشکلات پر غالب آئے گا، اس کے بعد اس کو سرخ کپڑے پہنائے جاتے ہیں، اگر تمام سرخ نہ ہوں تو سر کا صافہ بالعموم سرخ ہوتا ہے۔ پھر فرش پر بٹھا کر سہرا باندھا جاتا ہے، سہرا مختلف قسم کا ہوتا ہے مثلاً تانبے وغیرہ کی تاروں یا پھولوں کا سہرا قریبی رشتہ دار لڑکی باندھتی ہے مثلاً حقیقی بہن یا پھوپھی یا چچا کی لڑکی سہرا باندھنے والی لڑکی کو اس موقعہ پر دولہا کا باپ یا کوئی اور رشتہ دار جو شادی کا منصرم ہوتا ہے، گائے بھینس، یا روپیہ دینے کا وعدہ کرتا ہے یہ بھی فرضی اور رسمی انعام ہوتا ہے اس کے بعد دولہا کے آگے تھال (طشت) رکھا جاتا ہے جس میں تنبول کا روپیہ ڈالا جاتا ہے اور بالعموم کوئی ہندو ساہوکار جو تنبول کا خزانچی ہوتا ہے، تنبول لکھتا جاتا ہے جس وقت کل تنبول جمع ہو جائے تو بالعموم باشتنائے خاص، ساہوکار سب روپیہ اپنی گرہ میں باندھ لیتا ہے، اس کے بعد بارات کی تیاری ہوتی ہے، اس کا عام طور پر کوئی انتظام نہیں ہوتا، بعض شادیوں میں بے شمار سوار اور پیادے برات میں شامل ہوتے ہیں جن کا انتظام اس گاؤں والوں سے جہاں برات جاتی ہے ناممکن ہوتا ہے جب برات وہاں پہنچتی ہے تو چند رسوم کی ادائیگی کے بعد براتیوں کو کھانا کھلایا جاتا ہے، کھانا کھلانے کا کوئی معقول انتظام نہیں ہوتا، اگر کسی کے پاس روٹی ہے تو سالن نہیں، سالن ہے تو روٹی نہیں، اگرچہ کھانا کافی تیار ہوتا ہے مگر کھلانے کا کچھ انتظام نہیں ہوتا، البتہ بعض فہمیدہ لوگ خوب انتظام کرتے ہیں اور کئی قسم کا کھانا دیتے ہیں، بالعموم براتی ایک رات رہتے ہیں، رات کو ایک رسم بیڑا گھوڑی[1] کی ادا کی جاتی ہے، کھٹولی پر تیلیاں باندھ کر ان کے سرے باندھ لیے جاتے ہیں، اس کی شکل خیمہ کی طرح ہوتی ہے، اس کے اندر آٹے کی کئی مورتیں بنائی جاتی ہیں اور کھٹولی کے چاروں کونوں پر چراغ جلاتے ہیں، دولہا کو بُلا کر محلہ کی لڑکیاں اس

---

1 پنجابی لفظ ہے۔

کے باپ یا بہنوں یا ماں یا پھوپھی وغیرہ کی ہجو بیان کرتی ہیں، ایک لڑکی سوال کرتی ہے دوسری اس کا جواب دیتی ہے یونہی فرضی قصہ ہوتا ہے۔

سوال: یہ دونوں مورتیں جو آمنے سامنے کھڑی ہیں، کون ہیں۔

جواب: ایک دولہا کا باپ اور دوسری دولہا کی ماں ہے۔

سوال: یہ کیا گفتگو کر رہے ہیں؟

جواب: دولہا کی ماں نے اپنے شوہر کی داڑھی پکڑی ہے کہ ہمارا ایک ہی بیٹا ہے روٹی دو تین گاؤں میں دینی ہے، بھانڈ اور نقارچی ضرور بلانے ہیں، دولہا کا باپ کہتا ہے میری کل زمین دو بیگھ ہے، مجھے توفیق نہیں ہے، دولہا کی ماں کہتی ہے میں تو دولہا کی خوشی پوری دیکھوں گی، یا گھر سے نکل جاؤں گی، مرد ہاتھ جوڑ رہا ہے کہ برباد نہ کر، اگر زمین بک گئی تو ہمارا کس طرح گزارہ ہوگا۔ عورت کہتی ہے، روز روز شادی نہیں کرنا ہے، نہ باپ دادا نے روپیہ جمع کیا نہ ہمیں جمع کرنا ہے۔

سوال: یہ کون ہے؟

جواب: ریلا[1] رام شاہ۔

سوال: اس کے ہاتھ میں کیا ہے؟

جواب: بہی۔

سوال: یہ کیوں آیا ہے؟

جواب: یہ بہی پر انگوٹھا لگوانے آیا ہے، عورت مرد کی صلح ہوگئی ہے۔ آٹھ سو روپیہ قرض لیا ہے، سود رعایتی پچیس روپیہ فی صدی ششماہی مقرر ہوا ہے۔

اس قسم کی فضول باتیں عام طور پر ہوتی رہتی ہیں، مگر بعض نہایت ہی نتیجہ خیز ہوتی ہے، صبح نکاح پڑھایا جاتا ہے اور دولہن کو ڈولی میں بٹھا کر ماچھی (جو غیر محرم ہوتے ہیں) دولہا کے گھر پہنچاتے ہیں۔ جہیز کھلے میدان میں لے جا کر

---

[1] پنجاب میں ہندو ساہوکار کو شاہ کہتے ہیں۔ ان کے لئے وہ بادشاہ ہوتا ہے، حالانکہ یہ مخصوص سادات کرام ہے۔

دکھلایا جاتا ہے اور میراسی کھڑا ہو کر جہیز کی تفصیل بیان کرتا ہے، تعلیم یافتہ اور شرفاء اب جہیز کی نمائش نہیں کرتے، بلکہ محض صندوقوں یا بقچوں میں رکھ کر دولہا کے باپ کے حوالہ کر دیتے ہیں، بعض چودھری گوجر بیل، بھینس اور ایک بھینسہ جہیز میں دیتے ہیں اور بھینسے کے گلے میں چاندی کی ہنسلی ہوتی ہے روز بروز جہیز کی مقدار بڑھتی جاتی ہے، لوگ اس سے تباہ ہو رہے ہیں اور بالعموم جو متوسط اسحال لوگ جہیز دیتے ہیں وہ زیادہ تر زیر بار قرض ہو جاتے ہیں، جب دولہا ڈولی لے کر رخصت ہوتا ہے، تو مراسی اور دوسرے گداگر جمع ہو جاتے ہیں اور سب لوگوں کو ایک احاطہ میں داخل کیا جاتا ہے، ایک ایک کو ایک آنہ سے لے کر ایک روپیہ تک حسب حیثیت دے کر احاطہ سے باہر نکالا جاتا ہے، اگر زیادہ مراسی ہوں تو احاطہ باڑہ[1] کے ایک سے زیادہ دروازے رکھے جاتے ہیں، جب تمام مراسی اور گداگر احاطہ سے روپیہ لے کر نکل جاتے ہیں تو دولہا کا باپ اور منصرم کار گھر کو روانہ ہوتے ہیں اور ان کے پیچھے پیچھے ڈھول بجتا جاتا ہے، جس کے یہ معنی ہیں کہ انہوں نے میدان جیتا اور وہ درحقیقت میدان ہارتے ہیں کہ سینکڑوں روپیہ کے مقروض ہو جاتے ہیں۔

شادی کے چند روز کے بعد ساہوکار بھی کھاتا لے کر حاضر ہوتا ہے اور مبارکباد دیتا ہے۔ اس وقت باصطلاح ساہوکاراں دولہا کا باپ بادشاہ ہوتا ہے اور ساہوکار ایک شاہی ملازم جس نے بادشاہ کی کوئی مشکل ترین مہم سر کی ہو، اول خلعت کا فیصلہ ہوتا ہے، ساہوکار کہتا ہے کہ چودھری صاحب جس قدر آپ مجھے بڑھیا خلعت دیں گے، آپ کی اور میری عزت بڑھے گی، یہ خلعتِ کارگزاری عام طور پر حسبِ حیثیت 25 روپیہ سے دو سو روپیہ تک ہوتا ہے، یہ رقم خرچ میں ڈال کر حساب شروع ہوتا ہے، پہلے تو ساہوکار گھی، کھانڈ، لون، تیل، کپڑا، زیور کی (جو اس نے چوہدری کو خرید کر دیا ہے) قیمت لگاتا ہے، چوہدری کو کچھ معلوم نہیں

---

[1] پنجابی میں ایسے احاطہ کو واڑہ یا باڑہ کہتے ہیں، بارہ فارسی لفظ اسی کے معنی میں آتا ہے۔

ہے کہ چاندی اور سونے کا نرخ کیا ہے اور نہ کپڑوں ہی وغیرہ کے نرخ کا اس کو کچھ علم ہوتا ہے، ساہوکار کی مثال دستِ خود وہاں خود کی ہوتی ہے جو چاہا لکھا اور جو لکھا وہ لے لیا، حساب کے بعد شاذ و نادر ہی کوئی خوش نصیب ہوگا جس کی آمدنی تنبول و خرچ شادی برابر ہوتا ہے۔

مقدر میں اگر سود و زیاں ہے
تو ہم نے یاں نہ کچھ کھویا نہ پایا

جس قدر تنبول کسی کو حاصل ہوتا ہے، دراصل وہ قرض ہوتا ہے، جس کو اسے سرکاری لگان سے بھی پہلے ادا کرنا پڑتا ہے، یہ یقینی امر ہے کہ جس کو ایک ہزار روپیہ تنبول وصول ہوتا ہے اس کو دو ہزار یا ڈھائی ہزار روپیہ دینا پڑتا ہے اور بعض کم حیثیت ناعاقبت اندیش تو تنبول کے علاوہ ہزار دو ہزار کے مقروض ہو جاتے ہیں، جس سے ان کی تمام جائیداد قرض میں چلی جاتی ہے۔

جن رسموں کی ہم نے تشریح کی ہے ان کی شرفا اور عاقبت اندیش لوگوں نے کچھ کچھ اصلاح کر دی ہے، مگر ایسے لوگ فی صدی سے زیادہ نہیں ہیں، ہم نے تبلیغ کا سلسلہ بھی شروع کر دیا ہے، جس سے لوگ کم از کم یہ سمجھ گئے ہوں گے کہ یہ رسوم فی الحقیقت تباہ کن ہیں ایں ہم غنیمت است۔

ضلع گجرات کے گوجروں میں ایک اور رسم قابلِ اصلاح ہے، ضلع گجرات میں 85 در ہیں، ور کے معنی دروازے کے ہیں، جو استعارہ ہے۔ 85 خاندانوں سے بعض خاندانوں کا ایک در ہے، بعض کے ایک سے زیادہ در ہیں مگر بعض لوگوں کا دروازہ تو نہیں ہے، لیکن دریچہ[1] ہے۔ گوجروں کی یہ مخصوص قومیں ہیں اور اس امر پر فخر کرتی ہیں کہ ہمارا در ہے، قاعدہ اس کا یہ ہے کہ شادی کے موقع پر آٹھ آنہ سے لے کر پانچ روپیہ تک یہ خاندانوں کے میراسیوں کو بطور انعام دیا جائے اور دریچہ سے مراد نصف در ہے یعنی چند گھر ایسے بھی ہیں کہ ان کا

[1] یعنی بھاجی، یعنی نصف در جن کا نام ہم نے استہزا کے طور پر دریچہ رکھا ہے۔

نصف در ہے، یہ خاندان شادی کے موقع پر در والے خاندانوں کے مراسی کو دو چند دیتے اور کمچند لیتے ہیں مثلاً ایک شخص در کی رسم ادا کرتا ہے، جس خاندان کا ایک در ہے، اس کا مراسی ایک روپیہ اور جس کے تین در ہیں، تین روپیہ لے گا، اور جس چوہدری کی شادی ہے، وہ مراسی کو دس بیس روپیہ روٹی کے لئے بھی دے گا کہ جب دوسرے مراسی جمع ہوں، تو ان کا مراسی دوسرے مراسیوں کو دعوت دے اور اگر کوئی دز نہ کرے، تو وہ گویا خاندانی حیثیت سے گر جاتا ہے، میں نے اس کی بابت تحقیقات کی کہ یہ بدعت کہاں سے شروع ہوئی تو مجھے معلوم ہوا کہ اکبر بادشاہ اور اس کے نورتن، سیاسیات میں بڑی مہارت رکھتے تھے، جب گجرات پنجاب آباد ہوا، تو بادشاہ نے گوجروں میں سے 20 معزز اشخاص منتخب کئے جن کی شادیوں پر اکبر بادشاہ صوبہ دار علاقہ کو حکم دیتے تھے کہ بادشاہ کی طرف سے تنبول وخلعت دیا کرے، ایسا ہی جاٹوں پر الطاف خسروانہ مبذول ہوا، گوجروں کے 20 چوہدری بادشاہ کے بھاجی[1] دار مقرر ہوئے تھے، جب ہم نے 20 دروں کی تحقیق کی، تو ایک تحریر سے معلوم ہوا کہ یہ بادشاہ درباری تھے یعنی ان کو شرفِ حضوری حاصل تھا، تاریخ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ابتداً گوجروں کے سات پتے اور 20 توپیں مقرر تھیں، اس روایت سے ہمیں اس نوشتہ کی تصدیق ہوگئی جس میں 20 در لکھے ہوئے تھے، اس وقت یہ بیس خاندان اکبر بادشاہ کے اعزاز سے خاص طور پر معزز سمجھے گئے، اکبر بادشاہ کے بعد معلوم نہیں کہ کسی اور بادشاہ نے ان کی تعداد میں اضافہ کیا یا 20 خاندانوں نے اپنے اختیار سے دوسرے چوہدریوں کو شامل کرنا شروع کیا مگر چونکہ اب تک دروں کی فہرست کھلی ہوئی ہے، اس لئے قیاس یہی ہے کہ چوہدریوں نے اپنے اختیار سے دروں میں اضافہ کر لیا ہے، مراسی بیان کرتے ہیں کہ اگر کوئی نیا در تجویز ہوتا ہے تو نیا چوہدری دوسرے قدیم چوہدریوں کو جمع کر کے دعوت دیتا ہے اور در کی منظوری حاصل کرتا ہے اور

---

[1] بھاجی دار پنجابی لفظ ہے، جو ایک دوسرے کی شادی میں تنبول وغیرہ دیں۔

اس کو دس روپیہ فی در ہر ایک میراسی کو دینا پڑتا ہے اور 850 روپیہ دے کر وہ معزز ہو جاتا ہے، اگر ہمارے خاندان کا در نہ ہوتا، تو ہم ضرور یہ سستا اعزازی سودا 850 میں خرید لیتے، مگر بزرگوں پر رحمت ہو کہ انہوں نے دَر کا منصب پہلے ہی سے حاصل کر لیا تھا، ہم دیکھتے ہیں کہ در والوں کی کوئی خاص عزت نہیں ہے، نہ تو یہ امتیاز ہے کہ ان کو آسانی سے رشتہ مل جائے نہ ان کو قومی معاملات میں بلایا جاتا ہے، یہ بالکل فضول امر ہے، ظاہر ہے کہ جن خاندانوں کے دَر ہیں، وہ ان خاندانوں میں لڑکیاں دیتے ہیں، جن کا دَر نہیں ہے، واڑہ کی طرح دَر کی رسم بھی فضول و اسراف ہے، جاٹوں میں راٹھا چاری[1] ہے، راٹھا چاری کے خاندانوں کی تعداد 45 ہے، جن میں ایک ہندو کا خاندان بھی ہے، اس میں بھی ہر ایک مراسی[2] کو کچھ نہ کچھ دیا جاتا ہے۔

ہم ایک ہندو خاندان کی شادی میں شامل ہوئے، انہوں نے تنبول کے شروع کرنے کے وقت پہلے ایک روپیہ اکبر بادشاہ کا فرضی طور پر تھال میں رکھا، پھر پروہت نے بآواز بلند کہا، کہ کوتر سو روپیہ (یعنی ایک سو ایک روپیہ) اکبر بادشاہ کا تنبول باعثِ عزت و فخر ہوا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کئی علاقوں میں اس قسم کی اکبر بادشاہ کی ہر دلعزیزی کی پالیسی جاری تھی، اکبر بادشاہ جہاں ہندوؤں کے طریق پر پرستش کرتا تھا، وہاں مسلمانوں کی طرح نماز بھی پڑھتا تھا، مقصود اس سے رعایا کے ساتھ اتحاد و موانست کا سلسلہ پیدا کرنا تھا تا کہ وہ ہمیشہ بادشاہ کے وفادار رہیں، یہ سب ابوالفضل اور راجہ ٹوڈرمل کے سبق تھے۔

در پسِ آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند
آنچہ استاذ ازل گفت ہماں میگویم

---

[1] راٹھا چاری پنجابی لفظ ہے، راٹھ بمعنی: شریف۔

[2] مراسی پنجاب میں ایک قوم ہے، جو ہمارے نسب نامے سناتی ہے اور بیاہ شادی میں کاروبار کرتی ہے۔ (مؤلف)

ہمارے خیال میں ایک بیرونی بادشاہ کے لئے یہ بہترین اور ضروری پالیسی ہے، دَر کی رسم قوم کی جہالت ہے اور مراسیوں کی ثنا گوئی کا جادو کہ چوہدری بے در ہو گئے مگر دَر نہ چھوڑا تاکہ وہ خاندان سے خارج نہ ہو جائیں۔

قارئین! آپ خیال کرتے ہوں گے کہ ایسی رسموں کا اس طرز سے لکھنا متانت تاریخی کے خلاف ہے، مگر کیا کیا جائے جب تک قوم کے رسوم کی شکل قبیح اور اس کے بُرے نتائج نہ دکھلائے جائیں وہ رسم بد کی قباحت نہیں سمجھ سکتی، گوجروں میں علم وفن کی کمی ہوگئی ہے، ان کے اعداد وشمار میں جہاں تک میرا علم ہے جاہلوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔

❀❀❀

فصل یازدہم:

خاندیس کے ریوا کنبے گوجروں کے رسوم شادی

ان کے مراسم شادی عجیب وغریب ہیں، فریقین منجم (ستارہ شناس) کے کہنے پر شادی کی تاریخ مقرر کرتے ہیں، شادی کی پانچ رسمیں مشہور ہیں۔
اول ہلدی ملنا، دوئم سمنت پوجن، سوم سہل اور مصافحہ کرنا، (ہاتھ جوڑنا) گانٹھ آگ کی پرستش، جس کو چروی بھوری کہتے ہیں، چہارم سن مکھ، ساس اپنی بہو پر نقدی وغیرہ نثار کرتی ہے، پنجم جھل، برہمنوں کو ٹوکروں میں کپڑے رکھ کر دیئے جاتے ہیں، ہر ایک رسم کے ساتھ دعوت لازمی ہے، ان میں سے دو دعوتیں تیسری اور پانچویں جو بڑے پیمانہ پر ہوتی ہیں، دلہن کا باپ دیتا ہے، ہلدی ملنے کی رسم دولہا اور دلہن کے گھر میں الگ ادا کی جاتی ہے۔
ایک اور بدعت عمل میں آئی ہے، دولہا کو لکڑی کے تختے پر بٹھایا جاتا ہے اور اس کے سامنے پانچ لکیریں کھینچی جاتی ہیں اور ان پر آٹا یا چونہ ڈالا جاتا ہے اور ان کے اندر تانبے کا پانی بھرا ہوا برتن (جس پر ایک ناریل اور پانچ پان کے پتے ہوتے ہیں) رکھا جاتا ہے، پانچ عورتیں دولہا کے گرد حلقہ باندھتی ہیں اور برہمن منتر پڑھ پڑھ کر پانی میں سپاری ڈالتا جاتا ہے یہ گن پتی دیوی کی پرستش کہلاتی ہے جس سے دولہا اور دولہن کے لئے عافیت و آسایش کی دعا مانگی جاتی ہے، اس کے بعد پانچ عورتیں، پانچ طشتریاں (جن میں چاول، ہلدی اور سرخ رنگ ہوتا ہے) لے کر گیت گاتی ہوئی دولہا کے چہرے پر ہلدی مل کر سُرخ رنگ کا تلک لگاتی ہیں اور تلک پر چند چاولوں کے دانے چسپاں کرتی ہیں، اس رسم میں تمام گاؤں کے لوگ جمع ہوتے ہیں اور تمسخر ہوتا ہے، اس کے بعد برہمن دولہا کو خاندان کی دیوی کے پاس لے جاتا ہے اور اس کی پرستش کراتا ہے، اس رسم میں

برہمن کو دو چار آنوں تک دیا جاتا ہے، اس کے بعد برات کی تیاری ہوتی ہے، رتھوں میں عمدہ بیل جوتے جاتے ہیں جن کے گلوں میں خوبصورت ہار اور پیروں میں گھنگرو ڈالے جاتے ہیں، تمام رشتہ دار، دوست احباب، ڈوم، گویئے، پروہت برات میں شامل ہوتے ہیں اور باجے گاجے شان وشوکت کے ساتھ بارات اس طرح روانہ ہوتی ہے جس طرح کوئی شاہی لشکر کسی مہم پر روانہ ہو، جب دلہن کے گاؤں کے قریب برات پہنچتی ہے، تو مروتی کے مندر میں جو گاؤں کے باہر ہوتا ہے، سمانتی کی رسم ادا کی جاتی ہے، پھر لوگ وہاں ٹھہر جاتے ہیں اور گاؤں کی برادری کے سب لوگ برات کا استقبال کرتے ہیں، اور دولہا کے آگے کپڑے اور انگشتری پیش کی جاتی ہے، دولہا کا کوئی وارث ان کو اٹھا لیتا ہے، بدستور سابق دولہا کو تخت پر بٹھا کر برتن اور پان کے پتے رکھ کر گن پتی کی تعریف میں برہمن منتر پڑھتا ہے، یہ رسم پہلی دفعہ دولہا کے گھر ادا کی جاتی ہے، دوسری دفعہ اس وقت جب بارات دلہن کے گاؤں کے قریب پہنچتی ہے، اس کے بعد دلہن کا باپ دولہا کو کپڑے اور انگشتری پہناتا ہے، جو پہلی دفعہ پیش کیے گئے تھے، داہنے پاؤں میں کڑا چاندی کا پہنایا جاتا ہے، دولہا کا باپ دلہن کے باپ کو کپڑے دیتا ہے۔

پچھنا کنبے گوجروں میں ایک اور رسم ہے کہ ناریل جس پر ایک سنہری پان کا پتہ رکھتے ہیں، جس کو بیگد کہتے ہیں، نوشہ کے ہاتھ پر رکھا جاتا ہے، تلولا گوجر اور ڈور کنبوں گوجروں مین ناریل کی بجائے نوشہ کو چاقو ملتا ہے، اس کے بعد برات گاؤں میں داخل ہوتی ہے اور دلہن کے گھر کے سامنے ایک خیمے یا مکان میں دولہا کو اُتارا جاتا ہے اور گاؤں کے لوگ دولہا کو دیکھنے کے لئے جمع ہو جاتے ہیں اور باقی برات کے لوگ مختلف مکانوں میں جہاں ان کے قیام کا انتظام ہوتا ہے، چلے جاتے ہیں اور سسرال کی عورتیں اور لڑکیاں دولہا کے پیچھے پڑ جاتی ہیں اور کچھ دعائیہ اور کچھ اس کی مذمت کے گیت گا کر اس کو چھیڑتی ہیں۔

تزویج کی رسم

ایک مربع چبوترہ پر دو چوکیاں رکھی جاتی ہیں اور ان کے درمیان کپڑے کا پردہ لٹکایا جاتا ہے، ایک طرف دولہا اور دوسری طرف دلہن آ کر بیٹھتی ہے، برہمن (نکاح خوان) کوٹھے کی چھت یا کسی درخت پر چڑھ کر غروب آفتاب کا انتظار کرتا ہے، جب آفتاب نصف غروب ہو جاتا ہے، تو برہمن تالی بجاتا ہے اور بلند آواز سے کہتا ہے کہ ہوشیار ہو جاؤ، (مراد یہ کہ تزویج کا وقت آ گیا) برہمن آفتاب غروب ہونے پر اُتر آتا ہے، تب پردہ اٹھایا جاتا ہے، لڑکی کا کوئی وارث، باپ یا چچا یا بھائی، لڑکی کا ہاتھ دولہا کے ہاتھ میں دیتا ہے یہی ایجاب وقبول ہے، برہمن اس وقت اپنا ہاتھ ان دونوں ہاتھوں پر رکھ کر کچھ منتر پڑھتا ہے، اس کے بعد پان کے نو پتے، نو کھجوریں، نو ناریل رکھ کر دولہا دلہن گت پتی دیوی کی پرستش کرتے ہیں، اس حالت میں دولہن کا باپ ان کے ہاتھوں پر پانی ڈالتا ہے، اس سے کنیاوں کی رسم مکمل ہو جاتی ہے، اس کے بعد دولہا دلہن کا ہاتھ چھوڑ دیتا ہے اور برہمن دولہا کا دامن دولہن کے دامن سے باندھ دیتا ہے اور کپاس یا کسی اور درخت کی چند سبز شاخوں پر تیل یا گھی ڈال کر جلاتا ہے جب آگ بھڑک جاتی ہے تو دولہا اور دلہن آگ کے گرد سات بار گھومتے ہیں، اس کے بعد وہ مکان کے اندر جا کر اپنی قوم کے دیوتا کی پوجا کرتے ہیں، جب پوجا سے فارغ ہوتے ہیں تو ان کو پھر آمنے سامنے چوکیوں پر بٹھایا جاتا ہے اور ان کے سامنے کھانے کا طشت رکھا جاتا ہے اور وہ مل کر کھاتے ہیں، کھا کر وہ آپس میں تمسخر کرتے ہیں، ہلدی، ناریل کے ٹکڑے ایک دوسرے پر پھینکتے ہیں۔ ایک دوسرے کے منہ سے پان چھینتے ہیں، یہ سب امور اس لئے رسوم میں داخل کئے گئے ہیں تا کہ ان کا حجاب دور ہو اور ان کی محبت بڑھے، ان رسوم کے بعد برات رخصت ہوتی ہے، دولہا ڈلفی لگائے گھوڑے پر یا رتھ میں سوار ہوتا ہے اور برات کے سوار و پیادے

باترتیب اس کے پیچھے چلتے ہیں، عورتیں گاتی ہیں، شادیانے بجتے ہیں، آتشبازی چھوٹتی ہے اس وقت یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی لشکر کسی مہم یا ملک کو سر کرنے کے بعد واپس جا رہا ہے، جب دولہا دلہن کو لے کر گھر آتا ہے تو اس کی ماں رونمائی کی رسم ادا کرتی ہے اور اپنی بہو کو چند روپے دے کر اس کا منہ دیکھتی ہے، پھر دولہا اور دلہن کو چوکیوں پر بٹھایا جاتا ہے اور ان کے آگے مٹھائی کی ٹوکریاں کپڑے، زیورات پیش کئے جاتے ہیں اور اس وقت برہمن پھر دولہا دولہن سے گن پتی کی پرستش کراتا ہے، اس کے بعد دولہا کی ماں اپنی انگلی میں شکر لگا کے بہو کے منہ میں ڈالتی ہے، یہ فال اس امر کی ہے کہ ہمیشہ اس کا منہ میٹھا رہے، یعنی اس کی کل مرادیں حاصل ہوں اور وہ مسرور رہے۔ اس کے بعد دولہن کو زیور اور کپڑے پہنائے جاتے ہیں اور دیگر رشتہ داروں کو حسب مراتب خلعت ملتے ہیں، اس کے بعد عام دعوت دی جاتی ہے، اور ایک بڑی ٹوکری (جس کو جھل[1] کہتے ہیں، اور اس میں ایک کپڑا، نو کھجوریں، نو ناریل، نو ہلدی کی گانٹھیں اور کچھ چاول اور نشاستہ کی نو پنیاں (لڈو) ہوتی ہیں) لائی جاتی ہے، دولہا اور دولہن اس کے گرد پانچ چکر لگاتے ہیں اور برہمن کچھ پڑھتا ہے اور ٹوکری کی اشیاء برہمن کی نذر کی جاتی ہیں اس کے بعد بھانڈوں، میراسیوں اور کمیں لوگوں کو جنہوں نے شادی میں کام کیا ہو، انعام دے کر رخصت کیا جاتا ہے۔

شادی کے مصارف حسب حیثیت 100 روپیہ سے دو ہزار تک عموماً ہوتے ہیں۔ اس کے بعد سب براتی رخصت ہوتے ہیں یہ نہایت شاندار تقریب ہوتی ہے۔ ایک طرف لڑکیاں الوداعی گیت گاتی ہیں اور دوسری طرف بھاٹ اور نائی وغیرہ جس کو دولہا کی پارٹی انعام و خیرات دیتی ہے، بہ آواز بلند دعائیں دیتے ہیں، کوئی رتھ میں بیل لگا رہا ہے، کوئی رتھ پر سوار ہو کر جا رہا ہے ایک دوسرے کی دعا و سلام کا شور ایک ہمہمہ پیدا کر دیتا ہے جس سے تمام گاؤں گونج اُٹھتا ہے۔

---

[1] جھل ہندی لفظ اصطلاحی ہے۔

فصل دوازدہم:

گوجروں کی سپاہ گری

یورپین فوجی افسروں کو اس وجہ سے کہ گوجروں کی کوئی علیحدہ فوج یا رسالہ نہیں تھا، عرصہ تک اس قوم کی بہادری و محنت سے لاعلمی رہی اور اس قوم کے جو نوجوان فرداً فرداً بھرتی ہوتے تھے، وہ دوسری قوموں کے سرداروں کے ماتحت کام کرتے تھے، یورپ کی جنگ عظیم کے دوران میں ہمارے عہدہ کے متعلق رکروٹنگ افسر کے فرائض بھی تھے، ہم نے مختلف قسم کے ہزاروں سپاہی بھرتی کئے، مختلف چھاؤنیوں میں جانے سے ہمیں معلوم ہوا کہ دیسی افسران فوج جیسا کہ اپنی قوم کے نوجوانوں سے ہمدردی رکھتے ہیں، غیر قوموں کے جوانوں کے ساتھ نہیں رکھتے اور یہ ایک قدرتی بات ہے اس کو کسی اور امر پر مبنی نہیں سمجھا جا سکتا۔ اپنی قوم کے سپاہیوں سے اگر کوئی بڑی غلطی یا فروگذاشت ہو تو ان سے چنداں باز پرس نہیں کی جاتی، مگر دوسری قوم کے سپاہیوں کو ذرا ذرا سی غلطی پر ٹوکا جاتا ہے۔ اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ جو گوجر نوجوان فوج میں فرداً فرداً بھرتی ہوتے تھے، ان کی ہمدردی و غم گساری کم ہوتی تھی، مشہور مثل ہے کہ جگر جگر ہست و دگر دگر ہست'' گوجر سپاہیوں کی غلطیوں کی رپورٹ اعلیٰ افسروں تک کی جاتی تھی۔ ایسی صورت میں گوجر نوجوانوں کے حوصلے پست ہو جاتے تھے اور نیز دیسی افسر اپنے امیدواروں کو ترجیح دے کر کیپٹن سے بھرتی کرا لیتے تھے اور گوجر امیدوار محروم رہتے تھے اور جو گوجر جوان ملازمت سے سبکدوش ہو کر گھر آتے تھے وہ اپنی تکالیف کو بیان کرتے تھے۔ ان میں سے نئے امیدواروں کے حوصلے پست ہو جاتے تھے۔ رفتہ رفتہ لوگوں میں یہ مشہور ہو گیا کہ گوجر جوان فوج میں بھرتی ہی نہیں ہو سکتا، سینکڑوں ایسی مثالیں ہیں کہ گوجر نوجوانوں نے اپنی ذات بدل کر

فوج میں جگہ حاصل کی، چونکہ وہ فطرۃ جوہر شجاعت و قابلیت سپاہگری رکھتے تھے، اعلیٰ فوجی عہدوں پر فائز ہوئے اور بعض اپنی اصلی ذات گوجر ہی لکھوا کر سپاہیوں میں داخل ہو گئے۔ اعلیٰ منصف پر پہنچ گئے، سب سے اول سمالی لینڈ کی جنگ میں گوجر رجمنٹ نے خطرناک موقعہ پر آتشین چادروں کے درمیان پہنچ کر ایسی بہادری دکھلائی کہ اعلیٰ افسرانِ فوج اپنی غلطی پر متاسف ہوئے محاربۂ سمالی لینڈ میں گوجروں نے اس غلط فہمی کے نقش کو جو انگریز افسران فوج کے دلوں میں ماتحت افسروں کے کہنے پر قائم ہو گیا تھا، مٹایا یعنی گوجر نوجوانوں کو عام طور پر بھرتی کرنا شروع کیا گیا، مگر کوئی خاص رسالہ یا رجمنٹ ان کے نام پر قائم نہ ہوئی۔ جنگ عظیم میں ان کی جدید رجمنٹیں چونکہ جنگ ختم ہوگئی اور ضرورت نہ تھی، تخفیف کی گئیں بعض افسران فوج نے لکھا ہے کہ گوجر اس لئے پیچھے رہ گئے کہ ان کا کوئی بارسوخ نمائندہ نہ تھا، جو ان کی ہمدردی کر کے ان کو آگے بڑھاتا، ہم اس کو تسلیم نہیں کرتے کہ گوجروں میں کوئی معزز بارسوخ شخص نہیں ہے، ہر ایک ضلع میں بڑے معززین قوم ہیں، البتہ اس کوتاہی کو تسلیم کرتے ہیں کہ قوم میں تنظیم نہیں ہے یہاں تک کے ایک ضلع کے گوجروں کی دوسرے ملحقہ ضلع میں کچھ زیادہ راہ رسم اور رشتہ داری نہیں ہے، اور قوم کا کوئی ایسا جان نثار برسر کار نہیں آیا، جو اپنی درماندہ قوم کو اُٹھائے اور بڑھائے وہ لوگ جن کا حکام سے کچھ تعارف تھا اپنی ذاتی اغراض کے حصول میں اس حد تک منہمک رہے کہ وہ اپنے قریبی رشتہ داروں کی بھی امداد نہیں کر سکے، اگر کوئی قومی کام ان سے ہوا تو درحقیقت اس لئے ہوا کہ وہ اس کے ذریعہ سے اپنی ذات کے لئے کچھ حاصل کر سکیں۔

ع — این ہمہ از پئے آنست کہ زر میخواہد

ہماری قوم کا علیحدہ رسالہ یا فوج نامزد نہ ہونا اتنا بڑا نقصان ہے کہ اس کی تلافی نہیں ہو سکتی۔ ہمارا دل پارہ پارہ اور جگر چاک چاک ہوتا ہے، جب انگریزوں کے سابقہ ریمارکس میں پڑھتے ہیں کہ گوجر کچھ اچھا سپاہی نہیں ہوتا۔

اس سے زیادہ ہم پر اور کیا ظلم و ستم ہو سکتا ہے کہ ایک حقیقت کو روز روشن میں چھپایا گیا ہے ہماری اس تاریخ کے پڑھنے سے معلوم ہو گا کہ گوجر کون ہیں اور ان کی ہستی کیا ہے۔ اس تاریخ میں ہم نے یورپین مورخین کی تحقیقات کے نتائج درج کئے ہیں تا کہ انگریز افسروں کو معلوم ہوا کہ ہمارا دعویٰ یورپ کے مستند مورخین کی تحقیقات پر مبنی ہے، اسی قرن میں سکون اور کتبوں کے صحیح معنی سمجھنے سے یہ امر ثابت ہو گیا ہے کہ گوجر ایک شاہی قوم ہے اور اس کے بادشاہ ہندوستان میں مختلف علاقوں پر حکمران رہے ہیں، مہر بھوج، کنشک، مہر کال، الکھان و سلاطین گجرات وغیرہ وغیرہ گوجر تھے، جن کی سلطنت کا دائرہ بہت وسیع تھا، ملاحظہ ہوں بادشاہانِ مندرجہ بالا کے حالات یہ عجیب بات ہے کہ جس قوم نے ہزار سال تک بادشاہت کی ہو، آج اس کے فرزندوں کو ست سپاہی کا خطاب ملتا ہے، سونا اور عود اپنی کان اور جنگل میں کوئی قیمت نہیں رکھتے لیکن جب وہ باہر نکلتے ہیں تو ان کی قیمت بڑھتی ہے، ایسا ہی اس قوم کی مثال ہے۔ **عند الرھان تعرف السوابق** گھوڑ دوڑ میں تیز گھوڑوں کی شان ظاہر ہوتی ہے۔

یورپین و دیگر مورخین گوجروں کی نسبت لکھتے ہیں کہ انہوں نے بادشاہانِ دہلی اور شہاب الدین غوری اور سلطان محمود سبکتگین کے محاربات میں بہادرانہ وغیرت مندانہ مقابلہ کیا اور یہ بھی لکھا ہے کہ ایک ضلع کے گوجروں نے سرکار انگریزی کے فوجی دستوں کو ایام غدر میں ان کی چوکیوں سے بیدخل کر دیا، اگرچہ انہوں نے دوسرے لہجہ میں یہ واقعات بیان کئے ہیں، مگر ہم ان امور کو ان کی بہادری و اولوالعزمی کے شواہد میں پیش کر سکتے ہیں، اگر یہ شہادتیں صحیح ہیں تو بعض فوجی افسروں کا لکھنا کہ گوجر اچھا سپاہی نہیں ہوتا، دروغ گوئی بر روئے من کی مثال ہے، اگر ہندوستان میں کوئی مسلمہ جنگی قوم ہے تو گوجر ہیں۔ برہمنوں نے اپنی حکومت کے مستحکم کرنے میں گوجر نوجوانوں کو کوہ آبو کے اگنی کنڈ سے پوتر (پاک) کیا۔ جنہوں نے اپنی شجاعت کا ثبوت دیا، مقامِ تعجب ہے کہ آج ان کی

اولاد بندوق اٹھانے کے لائق نہیں سمجھی جاتی ہے۔ ہاں اگر یہ خیال ہو کہ گوجر شورہ پشت ہیں، جو بادشاہان وقت کا مقابلہ کرتے ہیں اور اس حیثیت سے ان کو فوج میں جگہ نہیں مل سکتی، تو یہ اور بات ہے لیکن یہ تہمت کہ گوجر، برا اور ناقابل سپاہی ہوتا ہے، ہمارے تن کو آگ لگا دیتی ہے، جنگ عظیم میں جس قدر گوجروں نے خدمات انجام دی ہیں، ان کے برابر اور کوئی دوسری قوم جان نثاری و شجاعت کا دعویٰ نہیں کر سکتی۔ انہوں نے ہر ایک معرکہ میں یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ نہ صرف بہادر ہیں بلکہ وفادار بھی ہیں، انگریزوں کو ہند میں حکمرانی کرتے ہوئے سو سال کا عرصہ ہو چکا ہے، مگر اب تک وہ اقوام ہند کی سپاہگری کا اندازہ نہیں لگا سکے اور یہ ہماری قوم کے لئے کچھ کم صدمہ نہیں ہے اور اگر ہماری کسی جماعت نے کسی جگہ بادشاہان دہلی، یا سرکار انگریزی کا مقابلہ خاص حالات میں کیا ہے تو اس سے تمام قوم پر یکساں حکم نہیں لگایا جا سکتا اور نیز جن قوموں نے ہم سے زیادہ مخالفت کی تھی، ان کو تو برابر فوج میں بھرتی کیا جاتا ہے، اس تاریخ نے بہت بڑا کام یہ کیا ہے کہ گوجر قوم کی بہادرانہ و مدبرانہ خدمات فوجی و ملکی کے بارہ میں مسلمہ شہادت و واقعات پیش کئے ہیں اور غلط فہمیوں کو مٹا دیا ہے، کاش کہ آزاد انگریز فوجی افسروں کی رائے کی تنقید کی جاتی، عیاں راچہ بیاں۔

بعض مورخین یورپ لکھتے ہیں کہ گوجر سپاہی، خوبصورت، سروقامت، روئیں تن ہوتا ہے اور ان خواص کی نسبت کسی کو اختلاف نہیں ہے کیا سپاہ گری کے یہ اولین اوصاف نہیں ہیں؟ ہمارے جوان ہر ایک جگہ لڑتے لڑتے یا تو کامیاب ہوتے ہیں یا بہادرانہ موت سے مرکر نام پیدا کرتے ہیں۔ اس اتہام کی وہی وجہ ہے جو اوپر بیان کی گئی ہے کہ غیر اقوام کے سرداروں کے ماتحت ان کو چھاؤنیوں میں کام کرنا پڑتا ہے جو ان کو تھوڑی بات پر ناقابل ثابت کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں مگر میدان جنگ میں سب سے زیادہ ان کا جوہر شجاعت چمکتا ہے، جس سے رفتہ رفتہ وہ قدیم خیال دور ہو گیا ہے اور یہ حقیقت کہ گوجر بہترین

سپاہی ہوتا ہے، آشکارا ہو چکی ہے، جس کا یہ ثبوت ہے کہ کرنل مینگلے نے پورے تجربہ و تحقیقات کے بعد اہیر، جاٹ، گوجر کے خواص و اخلاق عامہ اور فوجی سپاہگری کی نسبت مدلل و معقول بحث کی ہے، اس کی کتاب اہیر، جاٹ گوجر طبع شدہ ہے وہ گوجروں کے خواص کے عنوان کے ماتحت حسب ذیل رائے لکھتا ہے۔

گوجر بڑے محنتی، ہوشیار، بُردبار، دلیر، سخت طبیعت کے سپاہی ہوتے ہیں اور سپاہیانہ مزاج کے باعث سپاہگری کے فن کے لئے نہایت موزوں ہیں لیکن تعلیم کے لحاظ سے بہت پیچھے ہیں، اہیر اپنے جاٹ گوجر بھائیوں کے مقابلہ میں زیادہ تعلیم یافتہ ہیں، اس کے بعد اخلاق اقوام کے ذیل میں کرنل موصوف تحریر کرتا ہے۔

دیگر اقوام کے مقابلہ میں جاٹ، گوجر، اہیر عیش پرستی سے مستثنٰی ہیں۔ ان کا اخلاق اعلیٰ درجہ کا قابلِ تعریف ہے، دختر کشی کا رواج گوجروں میں بالکل نہیں ہے، اگرچہ ان کی نظر میں لڑکیوں کی منزلت لڑکوں کے برابر نہیں ہے تاہم وہ لڑکیوں کی کافی عزت و احترام کرتے ہیں اور ان کو محبت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، وہ اپنے آپ کو ستھرا رکھتے اور صاف لباس پہنتے ہیں، برہمنوں اور راجپوتوں سے دوسرے درجہ پر ہیں، باقاعدہ غسل و مسواک کرتے ہیں اور حجامت بنواتے ہیں، نوجوان گوجر، کشتی لڑنے اور مگدر ہلانے کے بہت شوقین ہوتے ہیں اور دیگر کھیلوں میں (جن سے طاقت و توانائی و ریاضت بدنی کا امتحان ہوتا ہے) بڑے شوق سے شامل ہوتے ہیں۔

ایک فوجی اعلیٰ افسر کی یہ رائے ثابت کرتی ہے کہ گوجر ایک اچھا سپاہی ہے، اسی کتاب میں کرنل مینگلے اپنی مجبوری بھی ظاہر کرتا ہے، ملاحظہ ہو اس کی کتاب کا دوسرا باب۔

گوجروں میں کافی تعلیم یافتہ اور معزز اشخاص کم ہیں، اس لئے براہِ راست ان کو کمیشن نہیں مل سکتا، افسروں کے لئے گوجروں کو اعلیٰ عہدوں پر ترقی

دینے میں تکلیف کا سامنا ہوتا ہے ورنہ ان کی بہادری میں جیسا کہ سمالی لینڈ کی جنگ میں ثابت ہو چکا ہے کچھ شک وشبہ نہیں ہے۔

(مؤلف) میں پہلے ہی لکھ چکا ہوں کہ گوجر قوم کے معزز نمائندے ہر ایک ضلع میں کافی ہیں لیکن چونکہ وہ اپنی درماندہ قوم کے لئے افسروں کی خدمت میں سفارشیں کم کرتے ہیں، اس لئے کرنل مینگلے اس امر کے فرض کرنے میں حق بجانب ہیں کہ اس قوم کا کوئی نمائندہ بارسوخ نہیں ہے۔ اگرچہ اب اس قوم میں کافی تعداد گریجوایٹوں کی ہے اور بہت وکلا اور بیرسٹر اور رای، اے، سی اور تحصیلدار و افسر پولیس ہیں تاہم بمقابلہ مردم شماری کے ان میں تعلیم کی بہت کمی ہے، گوجر نوجوان انٹرینس اور مڈل تک تعلیم یافتہ کثرت سے ہیں، مگر فوج میں اُن کو بہت کم جگہ ملتی ہے، وہ طریقۂ تعلیم اور پٹواری کا امتحان دے کر اعلیٰ نمبروں میں پاس ہونے کی وجہ سے اسکولوں اور محکمہ مال اور دفتر کے کلرکوں میں ملازمت حاصل کر لیتے ہیں اور کچھ پولیس میں بھرتی ہو جاتے ہیں، اور ہم دیکھتے ہیں کہ مدرسوں اور پٹواریوں اور پولیس کے زمرہ میں اچھے اچھے معزز گھرانوں کے جوان جو ہر طرح سے فوجی ملازمت کے قابل ہیں، گمنامی کی حالت میں اوقات بسر کر رہے ہیں، اگر یہ نوجوان فوج میں بھرتی ہوں، تو قوم کی عزت وشوکت بڑھتی ہے، تاریخوں سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر زمانہ میں گوجر بالعموم فوجی ملازمت میں برابر حصہ لیتے رہے، اکبر بادشاہ کے وقت گوجروں کے دس ہزر سوار اور چالیس ہزار پیادہ سپاہی ہر وقت جنگ کے لئے چھاونیوں میں پابرکاب وشمشیر بدست رہتے تھے، ملاحظہ ہو آئین اکبری جلد 3 ص 44۔

س امر کی ضرورت ہے کہ ہمارے نوجوان کثرت کے ساتھ فوجی ملازمت میں داخل ہوں اور شرف امتیاز حاصل کریں۔

اس وقت بھی گوجر قوم کے افسران فوج میں کافی تعداد میں ہیں اور کئی پینشن پا چکے ہیں۔

ہمارے معززین سول اور ملٹری کے عہدہ داروں کا فرض ہے کہ وہ ایک باقاعدہ انجمن بنائیں اور بلا لحاظ مذہب وملت سب معززین قوم کو جمع کر کے اپنی ترقی کی تجاویز سوچیں، اگر قوم ترقی کرے گی تو ہر ایک فرد کی ترقی ہوگی، ہم نے اپنی قوم کے سول اور ملٹری عہدہ داروں کی فہرست مرتب کی ہے جو تکمیل کے بعد علیحدہ طبع کرائی جائے گی۔

ہم نے جو کچھ لکھا ہے ایک حقیقت کا اظہار کیا ہے کیونکہ قوم گوجر کی شجاعت و بہادری میں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں ہے، ہم اس عنوان کو ذیل کے شعر پر ختم کرتے ہیں۔

فَلَسْنَا عَلَى الْاَعْقَابِ تَدْمِی کَلُوْمَنَا
وَلٰکِنْ عَلٰی اَقْدَامِنَا یَقْطُرُ الدَّمَا

ہم وہ نہیں ہیں کہ ہمارے زخموں کا خون ایڑیوں پر گرے، (یعنی ہم بھاگ کر پیٹھ کر زخم نہیں کھاتے) بلکہ ہم وہ بہادر ہیں کہ ہمارے زخموں کا خون پاؤں پر گرتا ہے (یعنی دشمن کے بالمقابل ہو کر لڑتے ہیں) اور ہمارے زخم منہ کی طرف ہوتے ہیں نہ کہ پیٹھ کی طرف۔

❀❀❀

فصل سیزدہم:

گوجروں کی زراعت

گوجر قدیم زمانہ میں فرمانروائی اور حکمرانی کے ساتھ ساتھ زراعت کی طرف بھی خاص توجہ رکھتے رہے ہیں، جو جو گروہ آئے اپنے راجاؤں کے لشکر میں سلاح بردار تھے، وہ اپنے ہاتھ سے کاشت بھی کرتے تھے، گویا سپاہ گری اور زراعت دونوں میں مشہور تھے۔

ڈاکٹر کلہارن نے راجہ متھان دیو کے کتبہ میں جو پرہار قوم کا گوجر راجہ تھا، ایک گاؤں کے عطیہ کا ذکر کیا ہے، یہ گاؤں گوجروں کے زیر کاشت تھا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ گوجر قدیمی کاشتکار ہیں (دیکھو مسٹر بھنڈا کر ایم اے کا مضمون) اور یہ ہر طرح سے ثابت ہے کہ قدیم زمانہ میں ریاست الور کی سرزمین سب کی سب گوجروں کے زیر کاشت تھی، اور ایسا ہی پنجاب کے قدیم ٹیلے اور جدید آبادیاں گوجروں کے نام پر مشہور ہیں، اضلاع پنجاب دیوپی میں گوجروں کا زیادہ تر ذریعہ معاش زراعت ہے، گورنمنٹ کی کوئی نئی آبادی پنجاب میں ایسی نہیں ہے جہاں گوجروں کا عنصر موجود نہ ہو کل کی بات ہے کہ نواب محمود خان گوجر کھٹانہ نے ڈیرہ غازی خان اور مظفر گڑھ کے غیر آباد جنگلوں کو نہروں اور کنوؤں سے آباد کیا جس کا تذکرہ اب تک ان اضلاع کے جغرافیوں میں ہو رہا ہے، انتظامِ آبادی و کاشت تو گوجروں کا خاصہ طبعی ہے موجودہ زمانہ میں تو گوجر کاشتکاری اور فنِ زراعت میں سب قوموں سے سبقت لے گئے ہیں، خصوصاً باغات کے لگانے میں ان کی مہارت مسلم ہے اور نہروں اور تالابوں کی تعمیر میں ان کی شہرت کا تذکرہ بالعموم تاریخوں میں پایا جاتا ہے، پہاڑوں کی ڈھلوانوں میں چھوٹے چھوٹے کھیت بنا کر کاشت کرنا گوجروں کی ایجاد ہے۔

فصل چہار دہم:

گوجروں کی تجارت

تاریخوں سے ابتدائی زمانہ میں گوجروں کے بعض گروہوں کا تجارت پیشہ ہونا ثابت ہوتا ہے، مگر بہت ہی کم کسی زمانہ میں ان کے بعض گروہ کشتیوں کے ذریعہ زنجبار، عرب، ہرمز، وغیرہ مختلف ملکوں میں جا کر تجارت کرتے تھے، اب بھی ایک گروہ سندھ کا جو درحقیقت گوجر ہیں، مگر اب وہ اپنے آپ کو گوجر نہیں کہتے، روس اور ایران میں ہر قسم کی دکانیں رکھتے ہیں، اس زمانہ میں گوجروں کا شریمال خاندان خاص طور پر تجارت کرتا ہے، عام طور پر اس قوم میں یہ بہت کمی ہے کہ تجارت سے بے بہرہ ہیں، اگر کسی کسی جگہ کے مثلاً ضلع گجرات و جہلم کے بعض اشخاص انگلینڈ، امریکہ و افریقہ جا کر تجارت کرتے ہیں، تو وہ اس قدر قلیل ہیں کہ نہ ہونے کے برابر ہیں اس میں مسلمان، سکھ، ہندو، گوجر سب برابر ہیں۔

❀❀❀

فصل پانزدہم:

گوجر کہاں کہاں آباد ہیں

اس زمانہ میں کثیر التعداد گوجر ہندوستان کے شمال مغربی حصہ میں سندھ سے گنگا تک اور کوہستان ہزارہ سے گجرات تک پھیلے ہوئے ہیں، بنگال بھی کسی زمانہ میں گوجروں کا مرکز تھا مگر اب وہ دوسری ذاتوں میں تبدیل ہو گئے ہیں، دریائے گنگا اور جمنا کے کناروں کے ساتھ ساتھ اور ضلع سہارنپور میں جو کسی زمانہ میں گجرات کے نام سے موسوم تھا، گوجروں کی تعداد زیادہ ہے، جانبِ مشرق علاقہ بندھیل کھنڈ کی ایک چھوٹی سی ریاست سمتھر میں اور گوالیار کے ایک شمالی ضلع میں جسے آج تک گوجر گڑھ کہتے ہیں، گوجر کافی تعداد میں آباد ہیں، ریاست رام پور اور بندھیل کھنڈ میں گوجروں کی بہت تعداد ہے، ہندو اور مسلمان دونوں قسم کے گوجر پائے جاتے ہیں، خاص رام پور میں ایک بہت بڑا محلہ گوجروں کا ہے جس کو گوجر ٹولہ کہتے ہیں۔

مشرقی راجپوتانہ میں ان کے چھوٹے چھوٹے گروہ وسیع علاقہ میں پھیلے ہوئے ہیں، مگر ریاستہائے غربیہ اور گجرات کی طرف آبادی کا زیادہ حصہ اقوام گوجر کا ہے، دہلی سے جانب جنوب راجگان دیواڑی گوجر ہیں، پنجاب کے جنوب میں ان کی آبادی تھوڑی ہے مگر شمالی اضلاع پنجاب میں ان کی تعداد زیادہ ہے اور وہاں کئی اضلاع انہی کے نام سے موسوم کیے جاتے ہیں مثلاً دوآبہ رچنا میں گوجرانوالہ، دوآبہ چج میں گجرات اور دوآبہ سندھ ساگر میں گوجر خان، ضلع جہلم اور علاقہ حسن ابدال میں نیز ہزارہ میں تمام ضلع میں ان کی آبادی کثرت سے ہے، پشاور سے سوات نیبر تک ان کی مسلسل وغیر مسلسل آبادی چلی جاتی ہے، ہزارہ کا تو نام ہی آئین اکبری میں ہزارہ گوجر ہے، ضلع ہزارہ کے تمام پہاڑوں میں اور کشمیر

اور پونچھ کے پہاڑوں میں گوجر آباد ہیں، چترال کی وادی شیشی کوہ اور پشگال میں ان کی آبادی کافی ہے، گجرات کاٹھیاوار تو گوجروں کا مدت مدید سے مرکز ہے۔ (اگر چہ اس وقت اپنی ذات انہوں نے تبدیل کر لی ہے)۔

گوجر تمام سمندر کے کنارے دور تک آباد تھے، یہاں تک کہ بیروت سے محاذی سمندر کا کنارہ چچی قوم گوجر کا مستقر تھا اور اب یہ قوم کئی اور قوموں میں مدغم ہوگئی ہے، وادی شیشی کوہ اور شغال میں گوجروں کے گروہ در گروہ موجود ہیں، ریاست ابنہ اور چترال میں بھی گوجر پائے جاتے ہیں، کشمیر اور گوالیار تو گوجروں کا گھر ہے، ٹیکسلا کے ارد گرد ڈیری شاہان کے قرب و جوار میں گوجر ایک غالب قبیلہ ہے، سندھ کے پرگنوں چلاس اور پلاس میں اور دریا کے مغربی ملحقہ علاقوں میں ان کی تعداد خاصی ہے، ہندوکش کے جنوبی علاقہ کا نام ہے کوجل کیونکہ گوجر وہاں کثرت سے آباد ہیں، بنگال میں بھی ابتداً ایک بڑی جماعت گوجر مہاجرین کی جا کر آباد ہوئی تھی اور اس میں شک نہیں ہے کہ بنگال میں گوران کے نام کو تازہ کرتا ہے۔

وسط ایشیا خوارزم آذر بائیجان تو ان کا وصل وطن ہے اور کسی اور جگہ ہم نے بیان کیا ہے کہ دریائے بلمند کے کنارہ پر گورجستان، گوجر خاشی، دو مشہور مقام ہیں، گوجر خاشی سیستان کی سڑک پر واقع ہے اور گورجستان تاریخی مقام ہے، جس کی دس ہزار برس کی تاریخ ہے اور کابل کے علاقہ میں گرجانی ایک گاؤں ہے جس میں کبھی گوجر آباد تھے، دوسرے ممالک روس، چین، ترکستان، ایران، تبت، گلگت، مصر وغیرہ میں گوجر آباد ہیں۔ بحیرۂ خزر تو اب تک خزر (گوجر) کے نام پر مشہور ہے، گوجر آبادی کی فہرستوں سے ان کی تعداد بالتفصیل معلوم ہوسکتی ہے۔

❀❀❀

فصل شانز دہم:

گوجر قوم کی آبادی

اس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا کہ جب کوئی قوم کسی مقصد کے لئے انتقال مکانی یا ہجرت کرتی ہے یا دوسرے ملک پر حملہ آور ہوتی ہے، تو اس کا ایک حصہ اصلی مقام میں مقیم رہتا ہے ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ گوجر وسط ایشیا سے آئے اس لئے وسط ایشیا میں اب تک یہ قوم موجود ہے، دریائے ہلمند پر دو علاقے گرجستان اور گوجر خاشی موجود ہیں اور غزنی کے پاس بھی گوجروں کے ایک گاؤں گرجستان کا پتہ ملتا ہے، گوجر خیل ایک قوم بھی سرحدی ممالک میں پائی جاتی ہے، یہ بھی اصول تمدن ہے کہ جہاں کسی قوم کا مرکز ہوتا ہے، اس کے اطراف میں وہ قوم کم و بیش پھیل جاتی ہے۔ اس لئے ہمارا یہ نظریہ کہ چین، روس اور دیگر ملحقہ علاقوں میں بھی گوجر موجود ہیں، ہر طرح سے صحیح ہے جیسا کہ ہم نے روس اور چین اور دیگر ممالک کے گوجر کے تبدیل شدہ ناموں کوسا، قاذر، خزر وغیرہ کا ذکر کیا ہے، ایسا ہی ترکستان کابل میں بھی یہ قوم پائی جاتی ہے، ممکن ہے کہ انہوں نے باتباع دوسری قوم کے اس زمانہ میں اپنا حسب و نسب تبدیل کر دیا ہو مگر اس میں شک نہیں ہے کہ ایک قوم گوجر خیل اب تک موجود ہے، ہم ان لوگوں سے ملاقاتی ہوئے ہیں، جیسا کہ کاغان اور کشمیر میں پونچھ کے گوجروں کی ملاقات کا ہمیں فخر حاصل ہے، ایسا ہی گوجر خیل کے لوگوں سے مل کر ہمیں خوشی حاصل ہوئی ہے۔

خوارزم، سپین، آذربائیجان، سیستان، ترکستان وغیرہ وغیرہ میں، گوجر جرگوں کا مقام رہا ہے اور اب بھی ہے۔

ساحل عرب پر گوجر قوم کا مسلط ہونا تو بہت پہلے سے معلوم تھا، ہمارے لئے قومی تحقیقات کا میدان بہت وسیع ہے، گورجستان کی ہزاروں سال کی تاریخ

ہے اگر جنگ کابل نہ چھڑ جاتی تو اس کے حاصل کرنے میں ہم کامیاب ہو جاتے۔ اس نظریہ کو بھولنا نہ چاہیے کہ گوجر ترک ہیں، اس سے گوجر قوم کی قیامگاہ کا پتہ آسانی سے مل سکتا ہے اور نیز گوجر گوتوں سے ان کے مستقر اور گذشتہ حال کی اطلاع مل جاتی ہے، یہ خیال گورجستان سے لے کر سنٹرل انڈیا تک ہماری رہنمائی کرتا ہے بلکہ سمندر کے ساحل تک۔

بعض مؤرخین نے قوم بروئی اور ہزارہ کو بھی گوجر لکھا ہے، ہم نے مشہور گوتوں کی تفصیل کسی اور جگہ درج کی ہے، یہ ایک حقیقت ہے کہ وسط ایشیا سے لے کر پنجاب اور سنٹرل انڈیا اور اس سے آگے سمندر کے ساحل تک کم و بیش اس قوم کی آبادی ثابت ہے، بعض بعض علاقوں میں یہ قوم دوسری قوموں میں مل جل گئی ہے یا اس نے کوئی دوسرا گوت اختیار کر لیا ہے، چوہان، پرمار، بیر تہار، سولنگی، تمر، گھلوٹ بلا شک و شبہ گوجر ہیں لیکن اپنے آپ کو راجپوت لکھواتے ہیں۔

گوندل اور اس کی تمام شاخیں چوہان ہیں وہ جاٹوں میں شامل ہو گئے ہیں۔

گجرات کاٹھیاوار میں جہاں گوجر قوم کی سلطنت تھی، لاکھوں کی تعداد میں گوجر آباد تھے، لیکن اب ان کی تعداد بہت ہی کم ہو گئی ہے کچھ تو بوجہ قحط شمال کی طرف ہجرت کر گئے ہیں اور بعض افراد نے دوسرے پیشے زرگری، معماری وغیرہ کے اختیار کر لئے، ان کی ذات اسی پیشہ سے مشہور ہو گئی، یہاں تک کہ یہ لوگ گوجر کے لفظ کو بھی بھول گئے ورنہ اس قدر وسیع ملک جس کا نام گوجر کی سلطنت کی وجہ سے گجرات ہو گیا تھا گوجر کی کثرت سے کیوں خالی نظر آتا۔

ہمارے بعض ہم قوم بھائی اس وجہ سے کہ گوجر قوم کی عظمت و شوکت سے واقف نہیں ہیں یا اس خیال سے کہ بعض گزیٹیر کے لکھنے والوں نے گوجر قوم کی نسبت اچھے الفاظ نہیں لکھے یا یہ کہ شہروں میں رہنے والے گوجر شیر فروش ہیں، گوجر قوم سے متنفر ہو گئے اور کہنے لگے کہ دراصل ہم راجپوت تھے اس ضلع میں

آ کر گوجروں کی رشتہ داری کی وجہ سے گوجروں میں شمار ہونے لگے ہیں، اب یہ اپنے آپ کو مردم شماری میں گوجر نہیں لکھواتے ان کو نہایت غور سے تاریخ پڑھنی چاہیے وہ گوجر رہ کر بھی راجپوت ہو سکتے ہیں کیونکہ اس تاریخ نے ثابت کر دیا ہے کہ گوجر شاہی قوم ہے اور راجپوت اور وہ (گوجر فی الجملہ) ایک ہی ہیں اور ان میں عموم خصوص من وجہ کی نسبت ہے، اور نیز ان کو ہم باادب سمجھاتے ہیں کہ بعض شہروں میں راجپوت اور کشتری بھی شیر فروش ہیں جب یہ صورت ہے تو پھر وہ کس قوم میں شامل ہوں گے جس قوم میں شامل ہوں گے وہاں یہی مشکل موجود ہے۔

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائیں گے
مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے

یہ کس طرح ممکن ہے کہ خاندان کا کوئی فرد بھی ادنیٰ پیشہ اختیار نہ کرے اس زمانہ میں بادشاہ بھی اپنے خاندان کے ہر فرد کے لئے معززانہ معاش کا انتظام نہیں کر سکتے، پس ان کے لئے یہی بہتر ہے کہ ان کے باپ دادا نے جو گوت دفتر سرکاری میں لکھایا ہے اس کو برقرار رکھیں، اب وہ اس ورطہ سے کس طرح نکل سکتے ہیں جب کہ گوجروں کے ساتھ ان کی رشتہ داری بھی کئی پشتوں سے چلی آتی ہے، نہ سرکاری دفتر دھویا جا سکتا ہے اور نہ اپنے رشتہ داروں ہی سے قطع تعلق کیا جا سکتا ہے ہمارے خیال میں شیر فروشی کو حقیر اور روغن فروشی کو معزز کاروبار سمجھنا، کسی معقول وجہ پر مبنی نہیں ہے، آپ نے نہیں سنا کہ مہذب ملکوں میں بڑے بڑے خاندان دودھ بیچا کرتے ہیں، ابھی ابھی ہم ذکر کر آئے ہیں کہ بڑے بڑے شہروں میں دوسرے لوگ بھی دودھ بیچا کرتے ہیں، اگر ہماری قوم کی کوئی جماعت کوئی ادنیٰ پیشہ اختیار کرے تو اس کا علاج یہ ہے کہ ہم اس کی اصلاح کریں نہ یہ کہ خود اس قوم سے نکل جائیں، آپ سب قوموں کو دیکھیں کیا کوئی ایسی قوم ہے جس کے افراد سب کے سب نیک کردار ہوں اور سب کے سب معزز پیشہ رکھتے

ہوں، تجارت آزاد ہے، انسان ہر ایک مناسب اور جائز پیشہ اختیار کرسکتا ہے، اس کے لئے آزادی ہے، البتہ ناجائز پیشے چوری، غارت گری باعثِ ننگ و عار ہیں، عربی کی ایک مثل ہے، جس کا مفہوم یہ ہے کہ انسان کا رتبہ اس کے ذاتی اخلاق سے ہے، نہ کہ اس کے پیشے سے اگر ایک شخص جوہر فروش ہے مگر اس کے اعمال اچھے نہیں تو ایسا شخص ننگ خاندان ہے، اگر ایک مزدور نادار ہے مگر اس کے اخلاق بے عیب ہیں تو وہ فخر قوم ہے، حدیث نبوی میں آیا ہے۔

لاماتونی بانسابکلم واتونی باعمالکمo

ترجمہ: میں تمہارے باپ دادا کی اعلیٰ نسبی کو نہیں سننا چاہتا بلکہ تمہارے اعمالِ صالحہ کو دیکھنا چاہتا ہوں۔

عربی کا شعر ہے۔

بِجَدِّ لَا بِجَدِّ کُلُّ مَجْدٍ
وَمَا جَدٌّ بِ لَا مَجْدٍ بِجَدِّ

ترجمہ: ہر طرح کی بزرگی کوشش سے حاصل ہوتی ہے، نہ اس وجہ سے کہ اس کے باپ دادا بزرگ تھے، اور نہ کوئی دادا بزرگی کے بغیر دادا بننے کے قابل ہے یعنی جس شخص میں بزرگی نہیں ہے وہ آئندہ نسلوں کا جد بزرگوار کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔

از قوم خویش قطع تعلق چرا کنی
ایں قوم تو ہمان کہ ترا سرفراز کرد

اس تمہید کے بعد جو بہت ضروری تھی ہم پنجاب کی مردم شماری 1921ء کا نقشہ پیش کرتے ہیں۔ باوجود ان حالات کے جو ہم نے تمہید میں ظاہر کئے ہیں گوجروں کی مردم شماری کے اعداد تسلی بخش ہیں۔ اگر ہم ان اقوام کو بھی شامل کریں جو فی الحقیقت گوجر قوم کا سرمایہ ناز ہیں مگر دوسری قوموں میں مدغم ہو گئے ہیں تو قوم گوجر کی مردم شماری پچاس لاکھ تک شمار ہو سکتی ہے۔

❀❀❀

نقشہ نمبر اول تعداد گوجراں بموجب مردم شماری 1921ء صوبہ پنجاب

نمبر شمار	نام ضلع	ہندو		مسلمان		سکھ		میزان		کل میزان
		مرد	عورت	مرد	عورت	مرد	عورت	مرد	عورت	
1	حصار	4184	2846	2060	1727	-	-	6244	4573	10817
2	رہتک	3067	2255	1394	1070	1	-	4464	3325	7789
3	گوڑگاؤں	19124	15388	364	274	-	-	19488	15662	35150
4	کرنال	13407	9990	4324	3539	1	-	17732	13537	31269
5	انبالہ	11708	9028	12325	10320	123	114	24156	19462	43618
6	شملہ	26	4	275	24	-	-	301	28	329
میزان	قسمت انبالہ	51516	29519	20744	16954	125	114	72385	56587	128972
7	کانگرہ	586	542	4553	3913	1	-	5140	4455	9595

8	ہوشیار پور	12952	11818	30256	27053	808	659	44016	39530	83546
9	جالندھر	325	59	10232	7938	7	-	10564	7997	18561
10	لودھیانہ	454	77	15126	11890	8	4	15588	11971	27559
11	فیروز پور	617	148	6953	5467	5	1	7575	5616	13191
میزان	قسمت جالندھر	14934	12644	67120	56261	829	664	82883	69569	152452
12	لاہور	600	130	4956	3682	4	-	5560	3812	9372
13	امرتسر	60	14	2411	1653	16	-	2487	1667	4154
14	گورداسپور	21	8	27654	22691	4	-	27689	22699	50388
15	سیالکوٹ	26	35	5462	3489	-	-	5488	3524	9012
16	گوجرانوالہ	84	48	2477	1070	-	-	2561	1118	3679
17	شیخوپورہ	301	11	953	434	6	-	1260	445	1705
میزان	قسمت لاہور	1102	246	43913	33019	20	-	45045	33265	78310

18	گجرات	141	26	56756	53553	-	-	56897	53579	110476
19	شاہ پور	128	-	1985	1055	4	3	2117	1058	3175
20	جہلم	17	65	10410	9399	-	-	10427	9464	19891
21	راولپنڈی	131	20	13566	11051	-	-	13697	11071	24768
22	اٹک	3	-	6268	5353	-	-	6271	5353	11624
23	میانوالی	23	-	19	5	-	-	42	5	47
میزان	قسمت راولپنڈی	443	111	89004	80416	4	3	89451	80530	169981
24	منٹگمری	268	67	1436	929	-	-	1704	996	2700
25	لائل پور	456	35	6780	4969	1	2	7237	5006	12243
26	جھنگ	8	4	310	331	-	-	318	235	553
27	ملتان	142	124	610	427	-	-	752	551	1303
28	مظفرگڑھ	8	9	83	102	-	-	91	111	202

29	ڈیرہ غازیخاں	-	-	195	178	-	-	195	178	373
میزان	قسمت ملتان	882	239	9414	6836	1	2	10297	7077	17374
کل میزان	جملہ قسمتہائے پنجاب	68877	52759	230195	193486	989	783	300061	247028	547089

وہ ریاستیں جن کا تعلق حکومتِ پنجاب سے ہے

نمبر شمار	نام ریاست	ہندو		مسلمان		سکھ		میزان		کل میزان
		مرد	عورت	مرد	عورت	مرد	عورت	مرد	عورت	
1	دوجانہ	29	21	-	-	-	-	29	21	50
2	پٹودی	5	2	-	-	-	-	5	3	7
3	کلیسہ	1450	1140	1601	1586	3	3	3062	2729	5791
4	لوہارو	50	18	-	-	-	-	50	18	68
5	ناہن	650	458	781	665	-	-	1439	1123	2562
6	بلاسپور	1766	1524	138	11	2	-	1906	1535	3441
7	منڈی	689	707	387	349	-	-	1076	1056	2132
8	سکیت	76	63	24	19	-	-	100	82	182

9	کپورتھلہ	24	13	2444	2716	70	51	3538	2780	6318
10	مالیرکوٹلہ	56	-	1384	989	-	-	1440	989	2429
11	فریدکوٹ	117	21	545	438	-	-	662	459	1121
12	چنبہ	-	-	1227	1348	-	-	1327	1348	2675
13	پٹیالہ	10200	7839	9578	7273	192	83	19970	15195	35165
14	جنید	883	636	290	204	4	-	1177	840	2017
15	نابھ	1914	1623	1703	1344	12	8	3629	2975	6604
16	بہاولپور	23	11	492	393	-	-	515	404	919
میزان جملہ	ریاستہائے پنجاب	17948	14076	21694	17335	283	145	39925	31556	71481
میزان کل	صوبہ پنجاب	86825	66835	251889	210821	1272	928	339986	278584	618570

اس نقشہ سے ثابت ہوتا ہے کہ پنجاب میں گوجروں کی تعداد 618570 ہے۔ ہم نے دوسرے صوبوں کے نقشے بھی بہ تفصیل ضلع و ریاست منگوائے تھے، مگر ان کی اندرونی میزان میں مطابقت نہیں تھی، اس لئے ان کو ہم اس تاریخ میں جگہ نہیں دے سکتے تھے ہم شکریہ ادا کرتے ہیں کہ ہمارے مکرم مہربان خان صاحب سردار احمد حسن خان صاحب، بہادر ایم اے سپرنڈنٹ مردم شماری صوبہ پنجاب نے از راہ مہربانی ہم کو مجملاً صوبہ وار اعداد اپنی نگرانی میں نہایت صحت سے مرتب کرا کے ارسال کئے ہیں۔

نقشہ نمبر دوم مردم شماری ہند 1921ء

آبادی قوم گوجر صوبہ وار و مرد و عورت وار سال 1921ء

نمبر شمار	نام صوبہ	اشخاص	مرد	عورت
۱	صوبہ جات متوسط و برابر	۵۴۶۸۷	۲۸۸۶۰	۲۵۸۲۷
۲	شمال مغربی سرحدی صوبہ	۸۵۵۹۰	۴۷۴۷۵	۳۸۱۱۵
۳	پنجاب بمعہ دہلی	۶۴۰۹۶۹	۳۵۲۴۲۷	۲۸۸۵۴۲
۴	صوبہ جات متحدہ	۳۳۷۳۹۱	۱۸۹۵۵۱	۱۴۷۸۴۰
۵	وسط ہند ایجنسی بمع ریاست گوالیار	۱۸۲۶۹۹	۹۹۴۲۹	۸۲۴۷۰
۶	ریاست کشمیر	۳۶۲۱۰۷	۱۹۱۰۰۴	۱۷۱۱۰۳
۷	راجپوتانہ ایجنسی بمعہ اجمیر مارواڑا	۵۱۶۰۴۲	۲۸۰۹۴۳	۲۳۵۰۹۹
	کل میزان	۲۱۷۹۴۸۵	۱۱۸۹۴۸۹	۹۸۹۹۹۶

اس نقشہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کل ہندوستان کے گوجروں کی تعداد ۲۱۷۹۴۸۵ ہے۔ اس امر کا ظاہر کرنا ضروری ہے کہ نقشہ مفصل میں صوبہ پنجاب کی تعداد ۶۱۸۵۷۰ ہے اور سردار صاحب کے نقشہ میں تعداد ۶۴۰۹۶۹ ہے۔ ان

دونوں نقشوں میں ۲۲۳۹۹ کا فرق ہے۔ وجہ فرق یہ ہے کہ مفصل نقشہ صوبہ پنجاب میں دہلی کا حلقہ شامل نہیں ہے اور سردار صاحب موصوف کے نقشہ میں دہلی کا حلقہ شامل ہے، چنانچہ ہر دو نقشوں کے مقابلہ سے یہ امر ظاہر ہو سکتا ہے، اس کے علاوہ جو سب سے بڑھ کر قیمتی اطلاع سردار صاحب بہادر نے ہم کو ارسال کی ہے، اس میں مذہب وار گوجروں کی تعداد درج ہے، ملاحظہ ہو نقشہ نمبر سوئم۔

تمام ہندوستان کی آبادی قوم گوجر مذہب وار

بموجب کاغذات مردم شماری 1921ء

نمبر شمار	مذہب	اشخاص	مرد	عورت
۱	ہندو	۱۱۹۴۲۱۰	۶۵۹۴۰۰	۵۳۴۸۱۰
۲	آریہ	۲۹	۱۷	۱۲
۳	سکھ	۲۷۸۰	۱۵۸۳	۱۱۹۷
۴	مسلم	۹۸۲۴۶۵	۵۲۸۴۸۸	۴۵۳۹۷۷
۵	اشخاص جن کا نام مذہب گوجر درج ہوا	۱	۱	۱
	میزان کل	۲۱۷۹۴۸۵	۱۱۸۹۴۸۹	۹۸۹۹۹۶

اس نقشہ میں چینی اور عیسائی، دہریہ اور آتش پرست کا اندراج نہیں ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ چینی مذہب کے لوگوں نے ہندو مذہب لکھایا اور عیسائی گوجروں نے اپنی ذات اُڑادی ہے، ایسا ہی دہریہ نے، حالانکہ ہم بالیقین جانتے ہیں کہ گوجروں کی بڑی تعداد ان مذاہب میں شامل ہے، ان کو ہم بذاتِ خود جانتے ہیں، لیکن ہمیں ایسی دقیق تحقیقات کی ضرورت نہیں ہے قارئین کے لئے اسی قدر اجمالی علم کافی ہے۔

ریاست سواد نبیر کی مردم شماری باقاعدہ طریق پر نہیں ہوتی، مگر ایک ذریعہ سے جو صحت کے قریب ہے۔ اکسٹھ ہزار ہے ممکن ہے اس میں کوئی اور علاقہ بھی شامل ہو۔

ہر صورت میں ہندوستان میں گوجروں کی تعداد بائیس لاکھ کے قریب ہے جس کا اندراج قوم نے خود کرایا ہے، اگر یہ قوم منظّم ہو جائے، تو بہت کچھ اپنے مطالبات گورنمنٹ سے حاصل کرسکتی ہے۔

ہماری تاریخ کے لکھنے تک مردم شماری 1931ء کے نقشے مرتب نہیں ہوئے، البتہ دو نقشے پنجاب کے موصول ہوئے ہیں جن کو درج کیا جاتا ہے۔ اگر دوسرے نقشے وقت پر مل گئے تو ان کو بطور تتمہ درج کیا جائے گا۔

نقشہ بابت مردم شماری و تعلیم اقوام گوجر اور جاٹ باتہ ضلع گجرات دیگر اضلاع پنجاب
ماسوائے گجرات اور ریاست ہائے پنجاب (بابت مردم شماری سال 1931ء و 1921ء)

تفصیل	مذہب	سال	گوجر: کل مردم شماری: مرد	گوجر: کل مردم شماری: عورت	گوجر: کل مردم شماری: میزان	گوجر: تعداد خواندہ اشخاص: مرد	گوجر: تعداد خواندہ اشخاص: عورت	گوجر: تعداد خواندہ اشخاص: میزان	جٹ: کل مردم شماری: مرد	جٹ: کل مردم شماری: عورت	جٹ: کل مردم شماری: میزان	جٹ: تعداد خواندہ اشخاص: مرد	جٹ: تعداد خواندہ اشخاص: عورت	جٹ: تعداد خواندہ اشخاص: میزان
گجرات پنجاب	کل مذہب	1931ء	63932	55006	118938	2267	64	2331	135087	110910	245997	3812	211	4023
		1921ء	56897	53579	110476	-	-	-	124300	101339	225639	-	-	-
	ہندو	1931ء	276	73	349	18	-	18	1310	989	2299	65	5	70
		1921ء	141	26	167	-	-	-	1385	1058	2443	-	-	-
	سکھ	1931ء	4	1	5	-	-	-	1459	1263	2722	149	35	184
		1921ء	-	-	-	-	-	-	1495	1244	2739	-	-	-

تفصیل			گجرات پنجاب						دیگر اضلاع پنجاب ماسوائے گجرات			
مذہب			جین		مسلم		عیسائی		کل مذاہب		ہندو	
			1931ء	1921ء	1931ء	1921ء	1931ء	1921ء	1931ء	1921ء	1931ء	1921ء
گوجر	کل مردم شماری	مرد	.	.	63652	56756	.	.	269648	243164	73732	68736
		عورت	.	.	54932	53553	.	.	219491	193449	56017	52733
		میزان	.	.	118584	110309	.	.	489139	436613	129749	121469
	تعداد خواندہ اشخاص	مرد	.	.	2249	.	.	.	7817	.	1356	.
		عورت	.	.	64	.	.	.	610	.	78	.
		میزان	.	.	2313	.	.	.	8427	.	1434	.
جٹ	کل مردم شماری	مرد	13	.	132206	121420	99	.	2551248	2346959	4259938	466487
		عورت	8	.	108594	99037	56	.	2054141	1838531	3443309	365194
		میزان	21	.	240800	220457	155	.	4605389	4185490	770247	831681
	تعداد خواندہ اشخاص	مرد	.	.	3576	.	22	.	122189	.	14757	.
		عورت	.	.	158	.	13	.	12723	.	728	.
		میزان	.	.	3734	.	35	.	134912	.	15485	.

تفصیل			ریاستہائے پنجاب		دیگر اضلاع پنجاب ماسوائے گجرات									
مذہب			کل مذاہب		عیسائی		مسلم		جین		سکھ			
			1921ء	1931ء	1921ء	1931ء	1921ء	1931ء	1921ء	1931ء	1921ء	1931ء		
گوجر	کل مردم شماری	مرد	44813	48792	.	8	173439	194048	.	.	989	1860		
		عورت	36026	39573	.	2	139933	161984	.	.	783	1488		
		میزان	80839	88365	.	10	313372	356032	.	.	1772	3348		
	تعداد خواندہ اشخاص	مرد	.	415	.	2	.	6409	.	.	.	50		
		عورت	.	16	.	.	.	529	.	.	.	3		
		میزان	.	431	.	2	.	6938	.	.	.	53		
جٹ	کل مردم شماری	مرد	596512	681344	.	467	1137916	1250803	22	73	742534	873967		
		عورت	455762	537302	.	270	936227	1047162	5	57	537105	662343		
		میزان	1052274	1218646	.	737	2074143	2297965	27	130	1279639	1536310		
	تعداد خواندہ اشخاص	مرد	.	24878	.	68	.	36421	.	3	.	70940		
		عورت	.	2295	.	26	.	3043	.	.	.	8926		
		میزان	.	27173	.	94	.	39464	.	3	.	79866		

تفصیل			ریاستہائے پنجاب									
مذہب			عیسائی		مسلم		جین		سکھ		ہندو	
			1921ء	1931ء	1921ء	1931ء	1921ء	1931ء	1921ء	1931ء	1921ء	1931ء
گوجر	کل مردم شماری	مرد	.	.	23500	25885	.	.	591	707	20722	22200
		عورت	.	.	18921	20846	.	.	414	586	16691	18141
		میزان	.	.	42421	46731	.	.	1005	1293	37413	40341
	تعداد خواندہ اشخاص	مرد	.	.	.	245	.	.	.	30	.	140
		عورت	.	.	.	13	.	.	.	1	.	2
		میزان	.	.	.	258	.	.	.	31	.	142
جٹ	کل مردم شماری	مرد	.	.	160589	221619	226	360	312465	339262	123232	120103
		عورت	.	.	128936	181011	194	327	228613	256304	98019	99660
		میزان	.	.	289525	402630	420	687	541078	595566	221251	219763
	تعداد خواندہ اشخاص	مرد	.	.	.	4058	.	.	.	19521	.	1299
		عورت	.	.	.	130	.	.	.	2104	.	61
		میزان	.	.	.	4188	.	.	.	21625	.	1360

نقشہ متضمن کل آبادی و تعداد خواندہ اشخاص بابت قوم گوجر و جٹ مطابق نقشہ نمبر 9 سال 1921ء

قوم	جائے وقوع (اضلاع و ریاست ہائے جہاں بکثرت پائے جاتے ہیں)	میزان کل			خواندہ			کیفیت
		مرد	عورت	میزان	مرد	عورت	میزان	
گوجر (ہندو)	الف[1]، ب، ج	88824	69135	157959	1076	48	1124	
گوجر[2] (مسلمان)	الف، ب، ج، دد	253424	212252	465676	5331	212	5543	
جاٹ (ہندو)	الف، ب، ج	578674	456731	1035405	12746	462	13208	
جاٹ (سکھ)	الف، ج، د	1056297	766584	1822881	57474	4299	61773	
جاٹ (مسلمان)	الف، ج، د	1418775	1163720	2582495	27299	2052	29351	

[1] الف سے مراد شرقی پنجاب بشمول قسمت انبالہ ماسوائے ضلع شملہ ریاستہائے لوہارو، دوجانہ، پاٹودی، کلسیہ، سرمور۔
ب سے مراد وسط پنجاب پہاڑی علاقہ بشمول اضلاع شملہ اور کانگڑہ، شملہ کی پہاڑی ریاستیں دریاستہائے بلاسپور، منڈی سکیت، چنبہ۔
ج سے مراد وسط پنجاب میدانی علاقہ بشمول قسمت جالندھر ماسوائے ضلع کانگرہ قسمت لاہور، اضلاع گجرات، لائل پور، جھنگ ریاستہائے پھولکیاں، کپورتھلہ، فریدکوٹ، مالیرکوٹلہ۔
د سے مراد غربی پنجاب بشمول باقی اضلاع قسمت ہائے راولپنڈی، ملتان اور ریاست بھاولپور۔ (مؤلف)

[2] گوجر مسلمان کی کل آبادی جو اس نقشہ میں دکھلائی گئی ہے۔ وہ سابقہ نقشہ کے مقابلہ میں بقدر 426 کم ہے۔ جس کی وجہ مردم شماری کے نقشہ نمبر 9، 1921ء میں درج ہے۔ دیگر متفرق اعداد اس نقشہ میں شامل نہیں ہو سکے۔

باب سوم:

قبائل گوجر و راجپوت و جاٹ

فصل اول

مقابلہ اقوامِ گوجر و راجپوت و جاٹ

ہماری تاریخ کا یہ اہم باب ہے جس میں ہمیں جاٹ گوجر اور راجپوتوں کے گوتوں کو جمع کرنا اور ان کی بیان کردہ حسبی ونسبی روایتوں کا باہم مقابلہ کرنا ہے، ساتھ ہی ساتھ ان کے تعلقات کو بھی دیکھنا ہے اور حروف کے تغیر وتبدل کی نسبت بحث کرنا ہے، راجپوتوں اور جاٹوں اور گوجروں کے گوتوں کے لئے ہم کو بہت محنت کرنی پڑی، اور جہاں تک ممکن تھا سرکاری اور پرائیویٹ کتب خانوں کی کتابوں کے اوراق الٹے اور کچھ مقامی مراسیوں سے اطلاع حاصل کی قوم کے گوتوں کا اس قدر وسیع سلسلہ ہے کہ تمام گوتوں کو جمع کرنے کے لئے بڑا زمانہ چاہیے، ہر ہر ضلع وعلاقہ میں برسوں دورہ کر کے یہ ذخیرہ معلومات جمع ہوسکتا ہے، تحقیقات سے ثابت ہے کہ گوجر جاٹ اور راجپوت فی الجملہ ایک ہیں، ہم نے گوتوں کو جس قدر جمع کیا ہے وہ ہمارے دعویٰ کے ثبوت کے لئے کافی ہیں، پہلے ہم گوجروں کے گوتوں کو لکھیں گے اور جو کچھ حسب ونسب کے بارہ میں ان کے دعا دی ہیں یا لوگوں میں مشہور ہیں ان کی تشریح کریں گے اور جہاں جہاں ضرورت ہوگی مورخین کی رایوں کو بھی نقل کریں گے کیونکہ اس سے نہایت دلچسپ نتائج نکلتے ہیں، ہم نے سہولت کے لئے بعض گوتوں کو جو دراصل ایک ہی ہیں، مختلف حرفی شکلوں میں لکھا ہے تاکہ ناظرین کو معلوم ہو جائے کہ اس گوت کے مختلف تلفظ کیا کیا ہیں مثلاً گھیلہ ایک گوت ہے اس کو کھیلہ، واگھیلہ، باگھیلہ،

کھیل، مختلف صورتوں سے لکھا جاتا ہے، چھاوڑی گوت کو چھاوڑی، جاوری، جاورہ، جارا، اور گھلوٹ کو گرہلوٹ، پھلوٹ، پلوٹ، بلوٹ، گھٹ کی صورتوں میں تحریر کیا جاتا ہے، بعض گوت ایسے بھی ہیں جن کو ہم نے درج تو کیا ہے لیکن ان کا دعویٰ کہ وہ کس خاندان سے تعلق رکھتے ہیں، معلوم نہیں ہوا اس کے بعد جاٹوں کے گوت جمع کئے ہیں اور ان کے سامنے ان کے نسبی و عادی لکھدیئے ہیں۔ اس کے بعد راجپوتوں کے گوت لکھے ہیں۔ یہ ایسی ترتیب ہے کہ ہر صاحب بصیرت خود بخود موازنہ کرسکتا ہے، دلائل ہم نے کچھ تاریخوں اور کچھ کتبوں سے اور کچھ روایات متواترہ سے اخذ کئے ہیں، تحقیقات سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ ایک ہی گوت کے اشخاص ایک ضلع میں اپنا نسب کچھ بتاتے ہیں اور دوسرے ضلع میں کچھ۔ تاہم اس کی تطبیق کے لئے جہاں تک ممکن ہوا صحیح قیاس قائم کیا گیا ہے، ہم کو صحتِ الفاظ میں بہت مشکلات پیش آئیں، بڑی کوشش سے الفاظ کی صحت کی گئی تاہم ہمیں اس کا اعتراف ہے کہ ایسے الفاظ جو ہم نے پہلے کبھی نہیں سُنے بلکہ کسی کتاب سے نقل کئے ہیں۔ ممکن ہے کہ اس کتاب ہی میں غلط لکھے گئے ہوں، ہمارے لئے ان کا صحیح کرنا مشکل ہے اس کے بعد ہم نے مصدقہ راجپوتوں کی چھ فہرستیں لے کر ان کا مقابلہ کیا کہ راجپوتوں کی فہرستوں میں کس کس گوت کو جگہ ملی ہے اور اس سے نتیجہ نکالا ہے کہ جو گوت اقبال کی یاوری سے اس فہرست میں نمایاں ہیں، ہندو مؤرخین کے نزدیک ان کے راجپوت ہونے میں کوئی شک نہیں ہے، خواہ وہ گوت جاٹ کا ہو، یا گوجر کا، یا اہیر کا، اس ذخیرۂ معلومات کی قدرو قیمت لوگوں کی نگاہوں میں خواہ کچھ ہی ہو، مگر بہرحال ایک قابلِ التفات چیز ہے، ہم جانتے ہیں کہ ہمارے بھائی اور خاص خاص قوموں کے تاریخ نویس اس بات پر بڑی بحث کریں گے اور ہم بھی یہی چاہتے ہیں کہ وہ اچھی طرح تنقید کریں اور ہر عام و خاص کو حق ہے کہ اس پر بحث کرے جب کوئی نئی بات معلوم ہوگی تو شکریہ کے ساتھ اس کتاب میں اس کو جگہ دی جائے گی اور جن امور کے بیان کرنے میں ہم

نے غلطی کی ہے، ان کو درست کر دیا جائے گا، ہماری اس محنت وتحقیقات میں چند معلومات بھی علماء وفضلاء کے نزدیک صحیح ہوں تو ہم سمجھیں گے کہ اپنی محنت کا ثمرہ پالیا۔

غالباً تعلیم یافتہ اصحاب واقف ہوں گے کہ قوموں کے شجرہائے نسب مکمل نہیں ہیں اور جہاں ہمیں مکمل ملے جب ان کا مقابلہ کیا گیا تو بہت فرق نکلا، دو تین سال تو ہم نے اسی خبط میں بسر کیے کہ شجروں کو مکمل کریں کچھ مکمل بھی ہوئے مگر بوجہ اختلاف ہمارے پاس کوئی ذریعۂ ترجیح نہیں تھا کہ کس کو صحیح اور کس کو غلط کہیں، اس خبط اور فضول محنت نے ہماری صحت پر بُرا اثر ڈالا۔ آخر "ایں دفتر بے معنیٰ غرق مے ناب اولیٰ" کہہ کر مکمل اور نامکمل شجر سے پھینک دیئے اور تحقیقات کا دوسرا راستہ اختیار کیا، اگرچہ یہ راستہ بھی مشکل تھا مگر موصل الی المطلوب تھا، ہمیں بے انتہا خوشی ہے کہ ہم تینوں قوموں کے مشہور گوتوں کو ایک جگہ دیکھتے ہیں، خدا کرے یہ تینوں ایک ہو جائیں۔

قوم اس تاریخ میں عجیب گوتوں کے نام سنے گی اور تعجب کرے گی لیکن اس کو معلوم ہونا چاہیے کہ جو کچھ ہم نے اس باب میں جمع کیا ہے، دانہ از انبار و ذرہ از کہسار ہے، گوت روز بروز بڑھتے جاتے ہیں، اور بعض اپنا اصلی نسب بھول بھی گئے ہیں، واقعی یہ خیال درست ہے کہ جس طرح کسی بادشاہ کی سلطنت زوال پذیر ہوتی ہے اسی طرح رفتہ رفتہ اس کا نام بھی صفحہ ہستی سے مٹ جاتا ہے، خواہ کئی دفتروں میں لکھا ہو کیونکہ دفتر بھی زوال پذیر ہیں۔

بس نامور بزیر زمین دفن کردہ اند
کز ہستیش بروے زمین یک نشان نماند

اور اختلافِ انساب کی یہی وجہ ہے اور حقیقت یہ ہے کہ میں کیا؟ اس کام کو کوئی مؤرخ بھی مکمل نہیں کر سکا۔

❁❁❁

فصل دوم:

گوجروں کے چند گوت بہ ترتیب حروف تہجی

الف

اَوَانَہٗ ، آوانہ ، اَمرانہ ، اَہنی ، اَدہانہٗ ، اودال ، اَماوتا ، الگارِی ، اتالا ، اَمبکؔ ، اتری ، اَگنی گل ، اسول ، اندروار ، اہار ، المچہ ، اندوہ ، افتالی ، یافتالی ، یاپنہالی ، ابھیر ، اندانہ ، اٹھوار ، اٹکیہ ، سوار ، اَسیا ، اہمانہ ، اچکل ، اتلانہ ، اہی وال ، آنجنا ، امولیا ، انولہیڑا ، انتہ ، آنہ ، آبیٹ ، اندما ، ایڑی ، ایسریا ، انٹوا ، اوار ، امٹ ، اودزا ، اومر ، امروال ، اونتا ، اوگا ، اوٹھا ، اٹھوال ، اوہر۔

ب

باہروال ، برہ ، بجیراں ، بوکن یا بھوکن ، برکٹ ، بجاڑ ، بانٹھ ، بانیاں ، ببانیاں ، باگڑی ، بڈھانہ بٹار ، بالا ، بسویہ یابرسویہ ، یاوسویہ ، بالا سیہ ، یابالسی ، یابالا ، یا بارسی ، ہیلی ، بکھن ، بسوال ، یا پسوال ، بور ، بڈی ، بانسلے ، یا بینسلے ، بٹھویہ ، باگھیلہ ، یاواگھیلہ ، یاگھیلہ ، یا گھیل ، ہارو ، بڈگوجر ، یا بڑگوجر ، بیرگوجر ، بوکڑ ، بگھاڑ ، بانگڑا ، بربر ، یا بربرا ، بنکر ، بابر ، بہاددوج ، بانجا ، بلوٹ ، یا بھلوٹ ، بھالوت ، بیلود ، بیر پُر ، بیلیز ، برگو ، بندرا۔

بھ

بھنبلہ ، یاپہملہ ، یاہملہ ، بھٹی یا بھاٹی ، یابٹ ، بھرگڑ ، بھوسن ، یابوسن ، بھینٹ ، بھلیسر ، یا پھلیسر ، بھروی ، بھگروت ، بہامبر ، بھڈانہ ، یا پھڈیانہ ، بھدرویہ ، بھارو ، یا باروا ، بھلوٹ ، بھویہ ، بھنڈ ، یا پھنڈ ، بھلوٹ یا بلوٹ۔

پ

پاندھ، پلوٹ، یا پھلوٹ، پسوال، یا بسوال، پلیسر، پوڑ، پوجے، پرمار، یاپرمر، یاپوار، یا پنوارے، پرہارا، یا پرہار، یاپرتہار، یا پریہر، پلوان، پٹاؤ، پتا، پریاگ، پہوچہ یاپہوجہ، پنڈار، پونی، پبیا، پوربیہ، پانچہ، پورس، پامر، پرمر۔

پھ

پھڈیانہ، پھامبڑہ، پھکنا، یا پکنا، پھلڑا، یا پھولڑا۔

ت

تک یا تاک، یا تانک، یاتشک، یا تلیک یا تاس یا طاس تنور یاطور، یاتور، یاطوری، تنگار، تُمر، یاتومر، تینجا، تانتیا، ترک، تیڑویا، تیڑوا، تنتری، تیتراول۔

تھ

تھکر، یادھکر۔

ٹ

ٹوپہ، ٹونگر، یاٹوگرو، ٹاٹررا، ٹنبالی، ترڑک، ٹونکن، ٹیٹرا، توڑیوال، ٹیکیا، ٹوریا، ٹانک۔

ٹھ

ٹھلہ، ٹھکریہ، ٹھولے، ٹھینڈے، ٹھیکلہ، ٹھگ، ٹھگریا، یاٹھکریا، ٹھاکر

ج

جاگل، جنگل، جوید، جوبر، جندھر، یاجنیھدڑ، یاچھندر، جاولا، جماورا، جام

جالا جاریجہ، جنجوعہ، جادری، یا چھاوری۔

جھ

جھادری، جھالے، یا جالے، جھاولا۔

چ

چاننے ، چانچی، چیچی، چوپڑہ، چڑلے، چوہلے۔ یا جالے، یا چھالی، چوہان، چاڑ، چوبرا، چنیر، چترانہ، چندر، یا چندد، چکور چلوکیا، چلوک، چندیلہ، چڑن، چوندا، یا چوڈا ، چوہدری، یا چاہدری، چاپ، چانپے، چوڑہ، چندیل، یا چندیالہ، چوہر۔

چھ

چھاوڑی یا چاورہ، یا جاورہ، چھوکر، چھوٹکنا، چھپروال، چھمبر، چھالے، (یاچالے) چھوڑی۔

د

دہڑ ، دیدڑ، داپہ، دیوڑا، دسا، دیدا، دودے، دوڑے، دوند(یادھوند، یادھند) دیس مکھی، دیبادراوتی، دیوڑائے۔

دھ

دھونچک ، دھکر یاتھکر ، دہدد، دہل، دھوند (یا دھند) دھونا۔

ڈ

ڈنگے ، ڈوگہ، یا ڈوگھ، ڈاگڑ، ڈگس، ڈولی، ڈیڈے، یا ڈینڈی، ڈونک، ڈورے، ڈالے، ڈانگی، چیچی، ڈوئی۔

ڈھ

ڈھو، ڈھوئے، ڈھینڈا، ڈھروال۔

ر

رانگر، راٹھی، راٹھور، رلائٹے، رومت، رُناسو، یا راؤناسو، روسا، ریوا، یالیوا، راجپوت، رند، رانا، راول، رویسیہ، یارویسے، زداک، رانکیا۔

ز

زیہان۔

س

• ساک، یاسک، یاسی، سانگو، سرادنہ، یا سرامدنہ، یاسرانده، سانولہ، سونی گر، سراره، سیگل یا سنگل، سپرا، سود، یا سیسود، سنگرانہ، یا سگر، سلیمانیہ، سولنگی، سیھڑھ یا سیہر، یا سلہر، سنادو، سنگم، سریمال، یاشریمال، سورٹھ، سمنہ، سام پال، یا ساہن پال، سخورا، سنگریچہ، سُرکی، سراویہ، سندھل، سوجہ، سدن۔

ش

شُکل۔

ط

طور، یاتور، یاطوری، طاس یا تاس، یاتک، یاتانک، یاتکشک۔

غ

غزغز۔

ف

فتالی یا افتالی، یا پتھالی۔

ق

قاچار، یا کاچار، قاذر، یا کاذر۔

ک

کاب، کلموہ، کیچی، کرنانہ، کٹاری، یا کٹاریہ، یا کٹارو، کسانہ، یا کشان یا کوشنی، کولی، یا کوہل، یا کول، کیسرا، کمرو، کپاسیہ، کرانہ، (راجہ کرن کی اولاد) کالس یا کلسان یا کلسیان یا کاس یا کایوسر، کوٹری، کاہور، یا کچیرہ، کالاچ، کیر، کلامور، کیراہنہ، یا کرہانہ، کاہاری، کتھیر، یا کیجر، کلیانہ، کچھواہیہ، کوٹوال، کنبے، کدوا، کارکیہ، کاشیاپ، کوشک، کاجار، یا قاچار، کوشلیہ۔

کھ

کھرے، یا کھریو، کھٹانہ، کھیٹر، کھوبر، کھاری، یا کھاروا، کھرل، کھیرا، کھرسانہ، کھاجر، کھدان، کھاپڑا، کھدوا، کھینگر، کہولہر، کھدور کھرہڈ، کھروارا۔

گ

گجگاہیہ، گورسی، یا گرس، یا گراسیہ، یا گورس، گورئی، گمٹی، گادری، یا گاڈری، یا گادی، گسیٹے گودوانہ، گوسی، گدی، گاہٹ، یا گلوٹ، یا گھلوٹ، گوجرال، گوریا گوڑ، گرگر، گوٹوال، گیگی، گوریا، گوجر، گٹر، گوہل، گونجل، گوگلا، گالگل، گاٹھیلہ، گانگھیلہ، گراٹیہ، گروریار، گیدا، گچالیہ، گودالیہ، گڑلا، گروچانہ، گرٹل، گڑی، گوپلیہ، گوپ، گرڑ، گولہ، گلیریہ، گوگی، گنگوہ، گھورےروپ۔

گھ

گھیلہ، یاواگھیلہ، یاباگھیلہ، گھاکھلا، گرہوال، یاگھروال، یاگھورہال، گھن گس، گھرڑ، گھندا، گھاگلا، گھریہ، گھاگل، گھوترا۔

ل

لودہ، یالودھی، یالادے، لہسر، یالوسر، لالی، لنبوڑ، یالمنبور، لیاسیہ، لکھار، لانبڑے یالیاڑی، لتالا، لکھن رائے، لوہر، لیوایاریوا، لونداری، لاوا، لوا، لوریالوہر، گنگاہ، لکواہن، لانتے۔

م

موتن، (آخرت۔ن) مہنکل، ممیان، موٹے، یاموٹھ سرے، موتلے، فہرمنگ، میروے، منیا، مولا مہیسی، مونن، (آخر میں دونوں) مہلو، (یامیلو) ماڑو، میترک، مدیچہ، مراڑی، مادی، مدار، منریرا، منی ہار، ملیاوت، مدھار، یامنڈھار، مریڑہ، سنڈن، مالی، یامالانی، میر، مہر، موری، مکڑ، میانہ، مانگریامہنگر، ماری۔

ن

ناگڑی، نزارا، ندواسیہ، نون، نکادیا، نورے، نپساک، نیمار، نیکدے۔

و

ویٹن، وسویہ، یابسویہ، داگھیلہ، یاباگھیلہ، یاگھیلہ، واشتھ، وبھی، یا بلبھی، واہگری۔

ہ

ھیل، یاھیلو، ہکلہ، ہامڑا، ہن، یاہون، ہتکر، ہرکوٹ، ہر۔

ی

یسیا، یوسرا۔

ایک تحریر ہماری نظر سے گزری ہے اس میں ہزار سے زیادہ گوت درج تھے۔ ہم نے مشہور گوت لکھے ہیں۔ دراصل گوتوں کا شمار نہیں ہوسکتا، کیونکہ نئے بنئے گوت مشہور ہوتے جاتے اور کئی قدیم گوت محو ہو گئے ہیں، جن کا کوئی قبیلہ اب نہیں ملتا، یا تو وہ دوسرے گوت میں شامل ہو گئے یا اس گوت کا نام تبدیل ہو گیا ہے یا حروف میں ایسی تبدیلی ہوگئی ہے کہ اصل صورت مسخ ہوگئی ہے۔

گوت یا تو کسی مشہور باپ یا دادے کے نام پر ہوتے ہیں یا مقام سکونت کی نسبت سے یا کسی اچھی بُری صفت سے گوت مشہور ہو جاتا ہے یا کسی کسب و ہنر کی وجہ سے نیا گوت شہرت پاتا ہے یا مذہب یا فرقہ کی وجہ سے لوگ اپنا گوت نیا مقرر کر لیتے ہیں یا جسمانی بناوٹ سے لوگ ان کا مناسب نام رکھتے ہیں اور یہ تمام قسمیں ہماری فہرست سے ظاہر ہوتی ہے۔

ہم نے بہت صحت کے ساتھ گوتوں کے حروف کو لکھا ہے مگر ممکن ہے کہ ہم نے غلطی کی ہو، اس لئے ہم مشکور ہوں گے اگر ہم کو ایسی فروگذاشتوں کی اطلاع ملتی رہے تاکہ ہم اس کی صحت کرتے رہیں اردو میں ہندی ناموں کو صحیح طور پر لکھنا مشکل ہے، ابو الفضل ہندی اسماء کے ساتھ حروف وحرکات لکھتا ہے ہم کہاں تک حروف وحرکات کا ضبط کریں۔

❀❀❀

پنجاب میں یہ گوت پایا نہیں جاتا، البتہ ریاست کشمیر اور ہندوستان کے صوبہ جات متحدہ میں پایا جاتا ہے اور ان کو اوسول بھی کہتے ہیں۔

اَوَانہ

اس کے تین تلفظ ہیں۔ اَوَانہ بفتح اول و ثانی، و آوانہ، الف ممدودہ، واعوانہ، بفتح الف وسکون عین اعوان کی طرف منسوب، اس خاندان کے بزرگوں نے ضلع گجرات کے بندوبست میں لکھایا ہے کہ ہم کٹھانہ قوم کی شاخ ہیں مگر یہ قابل غور ہے کیونکہ کٹھانہ کے ساتھ ان کا شجرہ نسب نہیں ملتا۔ یہ روایت زیادہ معقول ہے کہ یہ اعوان ہیں، عام بول چال میں عین حذف ہو گیا ہے، اس کی جگہ الف ممدودہ نے لی، اعوانہ سے آوانہ مشہور ہو گیا، ان کا ایک بزرگ عبدالرحمٰن سلطان محمود کے وقت شہر دیپ (واقعہ ہندوستان) سے ضلع گجرات میں آیا، اور موضع فتح پور آباد کیا، گجرات کے کئی دیہات میں اوانہ ہیں اور اوانہ کے نام پر ضلع گجرات میں دو موضع مشہور ہیں۔

یہ بہت ذہین و عقلمند قوم ہے، ان کے بعض معزز علماء و فضلا کا یہ خیال ہے کہ ہم گوجر نہیں ہیں، بلکہ اعوان کی اولاد ہیں، اعوان وانصار کے فضائل مشہور ہیں۔

مولف: ہم بھی لفظی مناسبت کے قائل ہیں جس طرح کہ برہ اپنے آپ کو جنجوعہ کہتے ہیں۔ اغلب ہے کہ یہ گوت دراصل اعوان ہو اور رفتہ رفتہ تبدیلی حروف سے اوان ہو گیا ہو، مگر عام طور پر اوانہ اپنے آپ کو گوجر کہتے ہیں اور ان کے بزرگوں نے سرکاری دفتروں میں اپنے آپ کو گوجر لکھوایا ہے اس لئے ہم نے اس گوت کو گوجروں میں درج کیا ہے۔ اس خاندان میں حضرت مولانا صدر الدین و مولانا شیخ عبداللہ و مولانا امان اللہ علامہ عصر جامع العلوم فاضل تھے، جن کی یادگار مولوی سلام اللہ ہیں۔ جو تقویٰ و ورع میں ایک مثال ہیں۔

پنجاب میں یہ گوت پایا نہیں جاتا، البتہ ریاست کشمیراور ہندوستان کے صوبہ جات متحدہ میں پایا جاتا ہے اوران کواوسول بھی کہتے ہیں۔

اَوَانہ

اس کے تین تلفظ ہیں۔ اَوَانہ بفتح اول و ثانی، وآوانہ، الف ممدوہ، واعوانہ، بفتح الف وسکون عین اعوان کی طرف منسوب، اس خاندان کے بزرگوں نے ضلع گجرات کے بندوبست میں لکھایا ہے کہ ہم کٹھانہ قوم کی شاخ ہیں مگر یہ قابل غور ہے کیونکہ کٹھانہ کے ساتھ ان کا شجرہ نسب نہیں ملتا۔ یہ روایت زیادہ معقول ہے کہ یہ اعوان ہیں، عام بول چال میں عین حذف ہو گیا ہے، اس کی جگہ الف ممدودہ نے لی، اعوانہ سے آوانہ مشہور ہو گیا، ان کا ایک بزرگ عبدالرحمٰن سلطان محمود کے وقت شہر دیپ (واقعہ ہندوستان) سے ضلع گجرات میں آیا، اور موضع فتح پور آباد کیا، گجرات کے کئی دیہات میں اوانہ ہیں اور اوانہ کے نام پر ضلع گجرات میں دو موضع مشہور ہیں۔

یہ بہت ذہین وعقلمند قوم ہے، ان کے بعض معزز علماء وفضلا کا یہ خیال ہے کہ ہم گوجر نہیں ہیں، بلکہ اعوان کی اولاد ہیں، اعوان وانصار کے فضائل مشہور ہیں۔

مولف: ہم بھی لفظی مناسبت کے قائل ہیں جس طرح کہ برہ اپنے آپ کو جنجوعہ کہتے ہیں۔ اغلب ہے کہ یہ گوت دراصل اعوان ہو اور رفتہ رفتہ تبدیلی حروف سے اوان ہو گیا ہو، مگر عام طور پر اوانہ اپنے آپ کو گوجر کہتے ہیں اور ان کے بزرگوں نے سرکاری دفتروں میں اپنے آپ کو گوجر لکھوایا ہے اس لئے ہم نے اس گوت کو گوجروں میں درج کیا ہے۔ اس خاندان میں حضرت مولانا صدرالدین و مولانا شیخ عبداللہ و مولانا امان اللہ علامہ عصر جامع العلوم فاضل تھے، جن کی یادگار مولوی سلام اللہ ہیں۔ جو تقویٰ و ورع میں ایک مثال ہیں۔

برکٹ

مشہور ہے کہ گوجروں کی ڈھائی ذاتیں ہیں اور یہی ڈھائی ذاتیں اصل گوجر ہیں، باقی سب راجپوت یا جاٹ ہیں۔ روایت یہ ہے کہ راجہ سدگوجر کے تین فرزند، برکٹ، گورسی اور کسانہ تھے۔ گورسی اور کسانہ کو راجہ سد نے سالم سالم پرگنے دیئے اور برکٹ کو آدھا پرگنہ۔ بعض کہتے ہیں کہ گورسی اور کسانہ کی اولاد زیادہ تھی اور برکٹ کی کم۔ اس لئے ڈھائی ذاتیں مشہور ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ گورسی اور کسانہ بہادر تھے اور برکٹ بزدل تھا۔ ان کا باپ ان کی نسبت کہا کرتا تھا کہ میرے ڈھائی بیٹے ہیں جیسا کہ اب محاورہ ہے کہ اگر سب اولاد نا قابل ہو تو باپ کہتا ہے کہ وہ لاولد ہے اور اگر ایک فرزند لائق اور دوسرا نالائق ہو تو نالائق کو بیٹوں میں شمار نہیں کرتا۔ پہلے یہ قوم صوبہ مالوہ میں آباد تھی، ان کا مورث گدی نام ضلع گجرات میں آیا اور موضع گدھیال آباد کیا۔ پھر یہ کئی مواضع میں پھیل گئے، واقعی برکٹ نرم طبع اور مرنج ومرنجان قوم ہے۔ برخلاف اس کے گورسی اور کسانہ، تندمزاج جنگ جو اور بہادر ہیں، ان کی حکومت صدیوں تک ہندوستان وغیرہ پر رہی ہے، گور، گورسی، گرسی، گراسیہ، گوسی مخفف گورسی ایک ہیں اور قدیم تاریخوں میں جابجا ان کا ذکر آتا ہے، اصل وطن ان کا مالوہ ہے۔

بوکن

بوکن، راجہ جگدیوں کی اولاد (کھٹانہ) سے ہیں، ان کا مورث، بوکن نامی تھا، اس کی اولاد ملک دکن سے اس علاقہ میں آئی اور کئی دیہاتوں میں اپنا قدم جمایا، موضع بوکن ضلع گجرات و جہلم میں ان کے نام پر آباد ہے اور متفرق طور پر ان کی ملکیت کئی گاؤں میں ہے یہ قوم متواضع اور منکسر المزاج ہے۔

برکٹ

مشہور ہے کہ گوجروں کی ڈھائی ذاتیں ہیں اور یہی ڈھائی ذاتیں اصل گوجر ہیں، باقی سب راجپوت یا جاٹ ہیں۔ روایت یہ ہے کہ راجہ سد گوجر کے تین فرزند، برکٹ، گورسی اور کسانہ تھے۔ گورسی اور کسانہ کو راجہ سد نے سالم سالم پرگنے دیئے اور برکٹ کو آدھا پرگنہ۔ بعض کہتے ہیں کہ گورسی اور کسانہ کی اولاد زیادہ تھی اور برکٹ کی کم۔ اس لئے ڈھائی ذاتیں مشہور ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ گورسی اور کسانہ بہادر تھے اور برکٹ بزدل تھا۔ ان کا باپ ان کی نسبت کہا کرتا تھا کہ میرے ڈھائی بیٹے ہیں جیسا کہ اب محاورہ ہے کہ اگر سب اولاد ناقابل ہو تو باپ کہتا ہے کہ وہ لاولد ہے اور اگر ایک فرزند لائق اور دوسرا نالائق ہو تو نالائق کو بیٹوں میں شمار نہیں کرتا۔ پہلے یہ قوم صوبہ مالوہ میں آباد تھی، ان کا مورث گدی نام ضلع گجرات میں آیا اور موضع گدھیال آباد کیا۔ پھر یہ کئی مواضع میں پھیل گئے، واقعی برکٹ نرم طبع اور مرنج و مرنجان قوم ہے۔ برخلاف اس کے گورسی اور کسانہ، تند مزاج جنگ جو اور بہادر ہیں، ان کی حکومت صدیوں تک ہندوستان وغیرہ پر رہی ہے، گور، گورسی، گرسی، گراسیہ، گوسی مخفف گورسی ایک ہیں اور قدیم تاریخوں میں جابجا ان کا ذکر آتا ہے، اصل وطن ان کا مالوہ ہے۔

بوکن

بوکن، راجہ جگدیوں کی اولاد (کھٹانہ) سے ہیں، ان کا مورث، بوکن نامی تھا، اس کی اولاد ملک دکن سے اس علاقہ میں آئی اور کئی دیہاتوں میں اپنا قدم جمایا، موضع بوکن ضلع گجرات و جہلم میں ان کے نام پر آباد ہے اور متفرق طور پر ان کی ملکیت کئی گاؤں میں ہے یہ قوم متواضع اور منکسر المزاج ہے۔

بسویہ، سویہ، سوہاوہ۔ دراصل یہ ایک ہی نام ہے، پنجابی میں ب حذف ہو جاتی ہے جیسا کہ بکیلہ کو گیلہ کہتے ہیں۔ اس قوم کے اشخاص توانا دل اور متحمل مزاج ہوتے ہیں۔

بانٹھ

یہ اپنا شجرۂ نسب قوم کھٹانہ سے ملاتے ہیں اور بیان کرتے ہیں کہ ان کا مورث ملک گجرات کاٹھیاوار سے آیا اور ضلع گجرات میں موضع بانٹھ آباد کیا اور اب یہ قوم کئی گاؤں میں مالک زمین ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہ برہ قوم ہی کے بھائی بند ہیں، علیحدہ نہیں ہیں، راجہ مل کا ایک فرزند بانٹھ تھانوں غنہ کبھی حذف ہوتا ہے اور کبھی بحال رکھا جاتا ہے۔ بانٹھ اور باٹھ الگ الگ قوم نہیں ہیں چونکہ ضلع گجرات میں کھٹانوں کی کثرت تھی اس لئے اکثر خاندانوں نے اپنے کو کھٹانہ لکھایا۔

باہروال

یہ چوہان، سوم بنسی ہیں اور باہروال کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ میرتھ یا میرت، چوہان کے چار بیٹے تھے۔ نانو، بریوا، گھریوالہ، کانو۔ کانو مسلمان ہو گیا اس کا کھانا پینا الگ کر دیا گیا اور اس کو اندر آنے کی اجازت نہ تھی۔ اس کا نام باہر والا (خارج شدہ) رکھا۔ اس سبب سے باہر وال گوت ہو گیا باہر وال کا مورث سلطان محمود غزنوی کے وقت میں آ کر گجرات میں آباد ہوا۔ باہروال ایک موضع بھی اس قوم کے نام پر ہے۔

ببانیاں

یہ اپنا شجرۂ نسب کھٹانہ سے ملاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ببانیاں کے نام

---

[1] ابوالفضل کا دستور ہے کہ جب وہ کسی ہندی لفظ کو لکھے گا تو حروف اور حرکات سے اس کے تلفظ کو ادا کرتا ہے۔

بسوبہ، سوبہ، سوہادہ۔ دراصل یہ ایک ہی نام ہے، پنجابی میں ب حذف ہو جاتی ہے جیسا کہ بگیلہ کو گیلہ کہتے ہیں۔ اس قوم کے اشخاص توانا دل اور متحمل مزاج ہوتے ہیں۔

بانٹھ

یہ اپنا شجرۂ نسب قوم کھٹانہ سے ملاتے ہیں اور بیان کرتے ہیں کہ ان کا مورث ملک گجرات کاٹھیاوار سے آیا اور ضلع گجرات میں موضع بانٹھ آباد کیا اور اب یہ قوم کئی گاؤں میں مالک زمین ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہ بڑہ قوم ہی کے بھائی بند ہیں، علیحدہ نہیں ہیں، راجہ مل کا ایک فرزند بانٹھ تھانوں غنہ کبھی حذف ہوتا ہے اور کبھی بحال رکھا جاتا ہے۔ بانٹھ اور باٹھ الگ الگ قوم نہیں ہیں چونکہ ضلع گجرات میں کھٹانوں کی کثرت تھی اس لئے اکثر خاندانوں نے اپنے کوکھٹانہ لکھایا۔

باہروال[1]

یہ چوہان، سوم بنسی ہیں اور باہروال کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ میرتھ یا میرت، چوہان کے چار بیٹے تھے۔ نانو، بریوا، گھریوالہ، کانو۔ کانو مسلمان ہو گیا اس کا کھانا پینا الگ کر دیا گیا اور اس کو اندر آنے کی اجازت نہ تھی۔ اس کا نام باہر والا (خارج شدہ) رکھا۔ اس سبب سے باہر وال گوت ہو گیا باہر وال کا مورث سلطان محمود غزنوی کے وقت میں آ کر گجرات میں آباد ہوا۔ باہر وال ایک موضع بھی اس قوم کے نام پر ہے۔

ببانیاں

یہ اپنا شجرۂ نسب کھٹانہ سے ملاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ببانیاں کے نام

---

[1] ابو الفضل کا دستور ہے کہ جب وہ کسی ہندی لفظ کو لکھے گا تو حروف اور حرکات سے اس کے تلفظ کو ادا کرتا ہے۔

بیان کرتے ہیں کہ ان کے بزرگ گڑھ مکھیانہ سے بعہد بادشاہ علاؤ الدین غوری آئے۔
آئین اکبری میں کئی شہروں کی مردم شماری میں بارہ برار لکھا ہے۔ دراصل برہ وہی قوم ہے اور بانٹھ اور کھیلہ، بسویہ گوجروں کی شاخیں مشہور ہیں۔ مگر بنٹہ کوئی شاخ نہیں سُنی گئی ممکن ہے یہ لفظ دوسری صورت (بانٹھ) میں تبدیل ہو گیا ہو، برہ کے بعض خاندان پیشوا مانے جاتے ہیں اور لوگ ان کا ادب و تعظیم کرتے ہیں، ضلع گجرات کے دیہات حاصلانوالہ، ڈوگہ، موسی کمالہ، ڈرانچانوالہ دھنی، کالانوالہ، چنن، کالاکمالہ، گراٹیاں، چکوڑہ، ڈھنڈالی، ڈھنڈالہ، جاتریا، میانہ کوٹ وغیرہ میں یہ لوگ رہتے ہیں۔ ان کے بزرگوں کی مقدس قبریں کئی جگہ ہیں، جن پر لوگ نذریں چڑھاتے ہیں۔ موضع دینا، ضلع جہلم میں برہ کا مشہور خاندان ہے بعض کہتے ہیں کہ چونکہ ان کے بزرگ نیک ولی اللہ تھے، لوگ ان کو بررہ کہتے تھے، جو برّ کی جمع ہے، مسلمان بادشاہوں کے وقت میں عہدہ قضا ان کے لئے مختص تھا۔ وہ اپنی مہر میں خادم الابرار لکھتے تھے، جس سے یہ مطلب تھا کہ وہ برہ ہیں چنانچہ شہنشاہ اکبر کے عہد کی ایک سند ہم نے دیکھی، جو تقریباً 350 سال کی تحریر شدہ ہے۔ اس پر قاضی علاقہ کی جو مہر ثبت ہے اس میں لکھا ہے، خادم الابرار محمد فاضل بن مولانا شاہ محمد معلوم ہوتا ہے کہ مولانا محمد فاضل حاصلانوالہ یا وڑانچانوالہ کے خاندان سے کوئی بزرگ ہیں کیونکہ ان مواضع میں اب بھی ایک خاندان قاضی کے نام سے مشہور ہے۔ اس قوم کے افراد بالعموم صالح ومتقی و حافظ قرآن ہوتے ہیں۔ جنجوعہ قوم چندر بنسی ہے، وہیت نامی جو ہندوؤں کی روایت کی بموجب ترتیا جگ میں پیدا ہوا تھا، ہند کا زبردست راجہ گزرا ہے۔ اس نے شہر دہلی اندر پت کے نام سے آباد کیا اس کی اولاد سے جنجوعہ، راجہ باگر کا پوتا تھا، اس خاندان میں مندرجہ ذیل عالم ہیں۔

خان صاحب قاضی حافظ محمد شفیع بی اے، ڈرانچانوالہ، حکیم مولوی نور الدین، ساکن ڈھنڈالہ، حکیم مولوی ثناء اللہ و مولوی ولی اللہ ساکنان گلیانہ ضلع

بیان کرتے ہیں کہ ان کے بزرگ گڑھ مگھیانہ سے بعہد بادشاہ علاؤالدین غوری آئے۔

آئین اکبری میں کئی شہروں کی مردم شماری میں بارہ برار لکھا ہے۔ دراصل برّہ وہی قوم ہے اور بانٹھ اور کھیلہ، بسویہ گوجروں کی شاخیں مشہور ہیں۔ مگر بنٹہ کوئی شاخ نہیں سُنی گئی ممکن ہے یہ لفظ دوسری صورت (بانٹھ) میں تبدیل ہو گیا ہو، برہ کے بعض خاندان پیشوا مانے جاتے ہیں اور لوگ ان کا ادب و تعظیم کرتے ہیں، ضلع گجرات کے دیہات حاصلانوالہ، ڈوگہ، موسی کمالہ، ڈرانچانوالہ دھنی، کلانوالہ، چنن، کالا کمالہ، گراٹیاں، چکوڑہ، ڈھنڈالی، ڈھنڈالہ، جاتریا، میانہ کوٹ وغیرہ میں یہ لوگ رہتے ہیں۔ ان کے بزرگوں کی مقدس قبریں کئی جگہ ہیں، جن پر لوگ نذریں چڑھاتے ہیں۔ موضع دینا، ضلع جہلم میں برہ کا مشہور خاندان ہے بعض کہتے ہیں کہ چونکہ ان کے بزرگ نیک ولی اللہ تھے، لوگ ان کو بررہ کہتے تھے، جو برکی جمع ہے، مسلمان بادشاہوں کے وقت میں عہدہ قضا ان کے لئے مختص تھا۔ وہ اپنی مہر میں خادم الابرار لکھتے تھے، جس سے یہ مطلب تھا کہ وہ برہ ہیں چنانچہ شہنشاہ اکبر کے عہد کی ایک سند ہم نے دیکھی، جو تقریباً 350 سال کی تحریر شدہ ہے۔ اس پر قاضی علاقہ کی جو مہر ثبت ہے اس میں لکھا ہے، خادم الابرار محمد فاضل بن مولانا شاہ محمد معلوم ہوتا ہے کہ مولانا محمد فاضل حاصلانوالہ یا وڑانچانوالہ کے خاندان سے کوئی بزرگ ہیں کیونکہ ان مواضع میں اب بھی ایک خاندان قاضی کے نام سے مشہور ہے۔ اس قوم کے افراد بالعموم صالح و متقی و حافظ قرآن ہوتے ہیں۔ جنجوعہ قوم چندر بنسی ہے، وہیت نامی جو ہندوؤں کی روایت کی بموجب ترتیا جگ میں پیدا ہوا تھا، ہند کا زبردست راجہ گزرا ہے۔ اس نے شہر دہلی اندر پت کے نام سے آباد کیا اس کی اولاد سے جنجوعہ، راجہ باگر کا پوتا تھا، اس خاندان میں مندرجہ ذیل عالم ہیں۔

خان صاحب قاضی حافظ محمد شفیع بی اے، ڈرانچانوالہ، حکیم مولوی نور الدین، ساکن ڈھنڈالہ، حکیم مولوی ثناء اللہ و مولوی ولی اللہ ساکنان گلیانہ ضلع

بڈ گوجر ایک ہی ہیں ۔ ہم نے ایک دفعہ اس خاندان کی نسبت ایک مضمون لکھ کر ایک فاضل گوجر کی خدمت میں بھیجا تھا اور عنوان میں بڑ گوجر لکھا تھا لیکن بڑ گوجر کو تبدیل کر کے بڈ گوجر طبع کرایا گیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان میں بھی بڈ گوجر کہتے ہیں۔ آئین اکبری میں[1] بڈ گوجر بفتح باوسکون دال ہندی درج ہے۔ ضلع گجرات میں یہ گوت نہیں پایا جاتا۔

بھڈانہ

بھڈانہ، راجہ جگدیو کی اولاد سے ہیں۔ ان کا کوئی مورث بھڈانہ نام تھا۔ اس خاندان کا پیشہ پہلے سپاہ گری تھا۔ چنانچہ اس خاندان کے بہت سے لوگ اکبر بادشاہ کی فوج میں ملازم تھے۔ اس خاندان میں بعض نے موضع بھگواڑی علاقہ شیر گڑھ ضلع گورداسپور میں ۔ زمینداری شروع کی اس کے بعد مختلف علاقوں میں منتشر ہو گئے، چنانچہ ساہو نامی ان کا مورث گجرات آیا اور کئی گاؤں میں ملکیت حاصل کی، بھڈانہ ایک موضع ان کے نام پر ہے۔ اس خاندان سے منشی برکت علی شمیم منشی فاضل مدیر رسالہ مسلم گوجر دیتانگر ضلع گورداسپور ہیں۔

بھنڈ

یہ کھٹانوں کی شاخ اور کامل معروف کی اولاد سے ہیں، بھنڈ پنجابی میں شور وشر اور جھگڑے کو کہتے ہیں، چونکہ ان کا مورث اکثر لوگوں سے لڑتا رہتا، اور چھوٹی چھوٹی بات پر جھگڑے اٹھاتا تھا، اس لئے اس کا نام بھنڈ مشہور ہو گیا، بعض کہتے ہیں کہ بھنڈ نقال کو کہتے ہیں، چونکہ یہ لوگوں کی نقل کرتا تھا، اس لئے اس کو بھنڈ کہنے لگے، اس قوم کے نام پر فتا بھنڈ، کملا بھنڈ، راجو بھنڈ وغیرہ مواضع ہیں۔ یہ لوگ جنگجو، ناعاقبت اندیش ہیں، مگر محنت اور جرأت وتہور کی وجہ سے اچھے سپاہی ہیں۔

---

[1] ابوالفضل کا دستور ہے کہ جب وہ کسی ہندی لفظ کو لکھے گا تو حروف اور حرکات سے اس کے تلفظ کو ادا کرتا ہے

بڈ گوجر ایک ہی ہیں۔ ہم نے ایک دفعہ اس خاندان کی نسبت ایک مضمون لکھ کر ایک فاضل گوجر کی خدمت میں بھیجا تھا اور عنوان میں بڑ گوجر لکھا تھا لیکن بڑ گوجر کو تبدیل کر کے بڈ گوجر طبع کرایا گیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان میں بھی بڈ گوجر کہتے ہیں۔ آئین اکبری میں[1] بڈ گوجر بفتح باو سکون دال ہندی درج ہے۔ ضلع گجرات میں یہ گوت نہیں پایا جاتا۔

بھڈانہ

بھڈانہ، راجہ جگدیو کی اولاد سے ہیں۔ ان کا کوئی مورث بھڈانہ نام تھا۔ اس خاندان کا پیشہ پہلے سپاہ گری تھا۔ چنانچہ اس خاندان کے بہت سے لوگ اکبر بادشاہ کی فوج میں ملازم تھے۔ اس خاندان میں بعض نے موضع بھگواڑی علاقہ شیر گڑھ ضلع گورداسپور میں۔ زمینداری شروع کی اس کے بعد مختلف علاقوں میں منتشر ہو گئے، چنانچہ ساہو نامی ان کا مورث گجرات آیا اور کئی گاؤں میں ملکیت حاصل کی، بھڈانہ ایک موضع ان کے نام پر ہے۔ اس خاندان سے منشی برکت علی شمیم منشی فاضل مدیر رسالہ مسلم گوجر دیتانگر ضلع گورداسپور ہیں۔

بھنڈ

یہ کھٹانوں کی شاخ اور کامل معروف کی اولاد سے ہیں، بھنڈ پنجابی میں شور و شر اور جھگڑے کو کہتے ہیں، چونکہ ان کا مورث اکثر لوگوں سے لڑتا رہتا، اور چھوٹی چھوٹی بات پر جھگڑے اٹھاتا تھا، اس لئے اس کا نام بھنڈ مشہور ہو گیا، بعض کہتے ہیں کہ بھنڈ نقال کو کہتے ہیں، چونکہ یہ لوگوں کی نقل کرتا تھا، اس لئے اس کو بھنڈ کہنے لگے، اس قوم کے نام پر فتا بھنڈ، کملا بھنڈ، راجو بھنڈ وغیرہ مواضع ہیں۔ یہ لوگ جنگجو، ناعاقبت اندیش ہیں، مگر محنت اور جرأت و تہور کی وجہ سے اچھے سپاہی ہیں۔

---

[1] ابوالفضل کا دستور ہے کہ جب وہ کسی ہندی لفظ کو لکھے گا تو حروف اور حرکات سے اس کے تلفظ کو ادا کرتا ہے

بھلوٹ

یہ سوم بنسی ہیں اور ان کا سلسلہ نسب پنوار خاندان سے ملتا ہے، ان کا مورث بھلوٹ تھا، اس کی اولاد تغلق کے عہد میں گجرات میں آئی، ان کی کئی گاؤں میں ملکیت ہے اور کئی بے چراغ دیہات کا نام بھلوٹ ہے جن کی دوسری قوموں نے آباد کیا، مگر نام وہی رہا، یہ قدیم قوم ہے جو دکن سے آ کر پنجاب میں آباد ہوئی۔ یہ پھواہیہ بھی کہلاتے ہیں۔

بھوملہ یا بھنبلہ

یہ پنوار رکھ بنسی ہیں، بھوملہ ان کا مُورث راجہ تھا، چتور گڈہ کے راجہ کی مخالفت کے باعث پنجاب چلا آیا اور لاہور کے مضافات میں ایک ویران شدہ کالا نام گاؤں آباد کیا، یہ خاندان کئی پشتوں تک وہاں رہا، ان کا مورث الو چند بعہد عالمگیر غازی مسلمان ہوا، جس کا اسلامی نام عمر بخش رکھا گیا، اس کی اولاد نے ضلع گجرات، موضع ملوانہ وطاہر، لونگو، ہندو وغیرہ متعدد گاؤں آباد کئے، جو زمانہ قدیم میں بھوملہ کا تپہ کہلاتا تھا۔ اس تپہ میں ملوانہ وطاہر، دوگاؤں بمقابلہ دوسرے گاؤں کے زیادہ مشہور ہیں، یہ روایت کہ موضع ملوانہ کا اصلی نام موہن پال تھا، معقول نہیں ہے کیونکہ جب عمر بخش بانی ملوانہ مسلمان ہو گیا تھا، تو وہ اپنے گاؤں کا نام موہن پال کیونکر رکھ سکتا تھا، بلکہ یہ توجیہ قرین قیاس ہے کہ چونکہ عمر بخش اور اس کے جانشین پابند صوم وصلوٰۃ تھے، اذان کہتے تھے، امامت کرتے تھے، اس لئے ان کو لوگ مُلا کہتے تھے اور اس لئے ان کے گاؤں کا نام ملوانہ ہو گیا، بعض تاریخوں میں لکھا ہے کہ یہ راجہ بھملہ کی اولاد ہیں، راجپوتوں کے شجرہ نسب میں ایک راجہ بھملہ کا نام درج ہے، یہ شریف و ذہین قوم ہے، اس قوم میں حافظ ہست رحمتہ اللہ علیہ اور حافظ نور احمد مغفور اور مولوی غلام محمد مرحوم عالم فاضل تھے، ان کی یادگار حافظ

بھلوٹ

یہ سوم بنسی ہیں اور ان کا سلسلہ نسب پنوار خاندان سے ملتا ہے، ان کا مورث بھلوٹ تھا، اس کی اولاد تغلق کے عہد میں گجرات میں آئی، ان کی کئی گاؤں میں ملکیت ہے اور کئی بے چراغ دیہات کا نام بھلوٹ ہے جن کی دوسری قوموں نے آباد کیا، مگر نام وہی رہا، یہ قدیم قوم ہے جو دکن سے آکر پنجاب میں آباد ہوئی۔ یہ پچھواہیہ بھی کہلاتے ہیں۔

بھوملہ یا بھنبلہ

یہ پنوار رکھ بنسی ہیں، بھوملہ ان کا مُورث راجہ تھا، چتور گڈہ کے راجہ کی مخالفت کے باعث پنجاب چلا آیا اور لاہور کے مضافات میں ایک ویران شدہ کالا نام گاؤں آباد کیا، یہ خاندان کئی پشتوں تک وہاں رہا، ان کا مورث الو چند بعہد عالمگیر غازی مسلمان ہوا، جس کا اسلامی نام عمر بخش رکھا گیا، اس کی اولاد نے ضلع گجرات، موضع ملوانہ وطاہر، لونگو، ہندو وغیرہ متعدد گاؤں آباد کئے، جو زمانۂ قدیم میں بھوملہ کا تپہ کہلاتا تھا۔ اس تپہ میں ملوانہ وطاہر، دوگاؤں بمقابلہ دوسرے گاؤں کے زیادہ مشہور ہیں، یہ روایت کہ موضع ملوانہ کا اصلی نام موہن پال تھا، معقول نہیں ہے کیونکہ جب عمر بخش بانی ملوانہ مسلمان ہوگیا تھا، تو وہ اپنے گاؤں کا نام موہن پال کیونکر رکھ سکتا تھا، بلکہ یہ توجیہ قرین قیاس ہے کہ چونکہ عمر بخش اور اس کے جانشین پابند صوم وصلوٰۃ تھے، اذان کہتے تھے، امامت کرتے تھے، اس لئے ان کو لوگ مُلا کہتے تھے اور اس لئے ان کے گاؤں کا نام ملوانہ ہوگیا، بعض تاریخوں میں لکھا ہے کہ یہ راجہ بھملہ کی اولاد ہیں، راجپوتوں کے شجرہ نسب میں ایک راجہ بھملہ کا نام درج ہے، یہ شریف و ذہین قوم ہے، اس قوم میں حافظ ہست رحمتہ اللہ علیہ اور حافظ نور احمد مغفور اور مولوی غلام محمد مرحوم عالم فاضل تھے، ان کی یادگار حافظ

بھلیسر انوالہ ضلع گوجرانوالہ میں رہتے تھے، وہاں سے آ کر ضلع گجرات میں موضع بھلیسر انوالہ آباد کیا، اب کئی گاؤں میں ان کی ملکیت پائی جاتی ہے، ہمارے خیال میں یہ گوت بھالوت ہے جس نے رام چندر کو امداد دے کر راون کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا تھا، یہ قدیم قوم ہے جس کا ذکر تاریخوں میں بارہا آیا ہے۔

پوڑ

یہ پنوار سوم بنسی ہیں، ان کا مُورث راجہ پوڑ کی اولاد سے ملک دُکن سے اس ملک میں آیا اور ایک گاؤں اپنی قوم کے نام پر ٹھٹہ پوڑ آباد کیا، ٹھٹہ کے معنی پنجابی میں گاؤں اور بستی کے ہیں، ٹھٹہ پوڑ یعنی پوڑوں کی بستی۔

لیکن ہماری تحقیقات میں پوڑے کوئی علیحدہ ذات نہیں، یہ پوار کی بگڑی ہوئی شکل ہے کیونکہ یہ لوگ اپنے مورث کا نام پوڑ بتاتے ہیں اور نون غنہ کبھی حذف ہو جاتا ہے اور کبھی بحال رہتا ہے۔ چونکہ کھٹانہ بھی پنوار ہیں اور یہ بھی اپنا شجرہ نسب ان سے ملاتے ہیں۔ اس لئے ان کا یہ کہنا کہ ہمارا مورث پوار تھا۔ درست ہے، دراصل لفظ ایک ہی ہوتا ہے، مگر مختلف قوموں میں جا کر جب اس کا تلفظ مختلف ہو جاتا ہے، تو لوگ خیال کرتے ہیں کہ یہ علیحدہ علیحدہ قوم ہے۔

پسوال

یہ اپنے آپ کو گوجروں میں شامل نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ ہم حضرت وحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی اولاد ہیں جو حضور رسول اللہ صل اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں تھے، ان کا مورث ملک عرب سے ہند میں آیا، اور پھر کئی پشتوں تک یہ خاندان علاقہ جموں میں رہا، اور ملک کے رسم و رواج کے مطابق اس کے نام میں تبدیلی ہو گئی۔ اس خاندان کے نام میں الف لام نسبت کا ہے جیسا کہ سیال، بنگیال، تنکیال، چکوال، ہندوستان میں بھی پسوال ہیں، پوسوال و پسوال ایک ہی

بھلیسر انوالہ ضلع گوجرانوالہ میں رہتے تھے، وہاں سے آ کر ضلع گجرات میں موضع بھلیسر انوالہ آباد کیا، اب کئی گاؤں میں ان کی ملکیت پائی جاتی ہے، ہمارے خیال میں یہ گوت بھالوت ہے جس نے رام چندر کو امداد دے کر راون کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا تھا، یہ قدیم قوم ہے جس کا ذکر تاریخوں میں بار ہا آیا ہے۔

پوڑ

یہ پنوار سوم بنسی ہیں، ان کا مورث راجہ پوڑ کی اولاد سے ملک دکن سے اس ملک میں آیا اور ایک گاؤں اپنی قوم کے نام پر ٹھٹہ پوڑ آباد کیا، ٹھٹہ کے معنی پنجابی میں گاؤں اور بستی کے ہیں، ٹھٹہ پوڑ یعنی پوڑوں کی بستی۔

لیکن ہماری تحقیقات میں پوڑے کوئی علیحدہ ذات نہیں، یہ پنوار کی بگڑی ہوئی شکل ہے کیونکہ یہ لوگ اپنے مورث کا نام پوڑ بتاتے ہیں اور نون غنہ کبھی حذف ہو جاتا ہے اور کبھی بحال رہتا ہے۔ چونکہ کھٹانہ بھی پنوار ہیں اور یہ بھی اپنا شجرہ نسب ان سے ملاتے ہیں۔ اس لئے ان کا یہ کہنا کہ ہمارا مورث پوار تھا۔ درست ہے، دراصل لفظ ایک ہی ہوتا ہے، مگر مختلف قوموں میں جا کر جب اس کا تلفظ مختلف ہو جاتا ہے، تو لوگ خیال کرتے ہیں کہ یہ علیحدہ علیحدہ قوم ہے۔

پسوال

یہ اپنے آپ کو گوجروں میں شامل نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ ہم حضرت وحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی اولاد ہیں جو حضور رسول اللہ صل اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں تھے، ان کا مورث ملک عرب سے ہند میں آیا، اور پھر کئی پشتوں تک یہ خاندان علاقہ جموں میں رہا، اور ملک کے رسم و رواج کے مطابق اس کے نام میں تبدیلی ہو گئی۔ اس خاندان کے نام میں الف لام نسبت کا ہے جیسا کہ سیال، بنکیال، ننکیال، چکوال، ہندوستان میں بھی پسوال ہیں، پوسوال و پسوال ایک ہی

ہے، دراصل یہ سب نام ایک ہی ہیں۔

زبانوں کے اختلاف سے اس نام کی مختلف صورتیں ہوگئیں، یہ اگنی کل ہیں،ان کے گوجر ہونے کے صریح دلائل موجود ہیں، بعض کتبوں میں انہوں نے اپنے آپ کو پرہار گرجر لکھا ہے اور بعض کتبوں میں پرمار، پچھواہیہ، کچھواہیہ بلاشک وشبہ گوجر ہیں، جیسا کہ کسی اور جگہ ثابت کیا گیا ہے، پرتھیار ایک اور قوم بھی ہے، جو اپنے کسی مورث راجہ پرتھی نامی کی طرف منسوب ہے۔

پرمار

پرمرد پرمار کے معنی دشمن کش ہیں، یہ اگنی کل ہیں اور وسیع علاقہ پر حکمران رہے ہیں، یہ مثل مشہور ہے کہ دنیا پرمروں کی ہے یعنی وہ تمام دنیا کے مالک ہیں، ان کے فتوحات کی وسعت کے دلائل حسب ذیل ہیں۔

اوّل: چوڈہ جو مسلمہ گوجر ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم پرمار کی نسل سے ہیں۔

دوئم: آسول جو گوجر ہیں، وہ بھی پرمار کی اولاد کہلاتے ہیں۔

سوئم: ہُن قوم کا وہ راجہ جس نے برولی کا یادگارِ روزگار مندر تعمیر کیا تھا، جب وہ عربوں کے برخلاف چتوڑ کی مدد کے لئے آیا تھا، پرمرانسل سے بیان کیا جاتا ہے چونکہ ہُن اور گوجر ایک سمجھے جاتے ہیں، لہٰذا پرمار گوجر ہوئے، ان کے راجاؤں کا ذکر علیحدہ باب میں کیا گیا ہے۔

پٹیل

حاجو مؤرخ نے ان کے حالات مفصل لکھے ہیں، ان کی بارہ شاخیں ہیں، جو گوجر کہلاتی ہیں، جن کی تفصیل یہ ہے، تین جہالے، چار چنداوت، دوشکناوت، دوراٹھور، ایک سلنگ دیو۔

مورخ مذکور یہ بھی بیان کرتا ہے کہ گوجر اور راجپوت، راجہ رام چندر پرمل

ہے، دراصل یہ سب نام ایک ہی ہیں۔

زبانوں کے اختلاف سے اس نام کی مختلف صورتیں ہوگئیں، یہ اگنی کل ہیں، ان کے گوجر ہونے کے صریح دلائل موجود ہیں، بعض کتبوں میں انہوں نے اپنے آپ کو پرہار گرجر لکھا ہے اور بعض کتبوں میں پرمار، کچھواہیہ، گھچواہیہ بلا شک وشبہ گوجر ہیں، جیسا کہ کسی اور جگہ ثابت کیا گیا ہے، پرتھیار ایک اور قوم بھی ہے، جو اپنے کسی مورث راجہ پرتھی نامی کی طرف منسوب ہے۔

پرمار

پرمرد پرمار کے معنی دشمن کش ہیں، یہ اگنی کل ہیں اور وسیع علاقہ پر حکمران رہے ہیں، یہ مثل مشہور ہے کہ دنیا پرمروں کی ہے یعنی وہ تمام دنیا کے مالک ہیں، ان کے فتوحات کی وسعت کے دلائل حسب ذیل ہیں۔

اول: چوڈہ جو مسلمہ گوجر ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم پرمار کی نسل سے ہیں۔

دوئم: آسول جو گوجر ہیں، وہ بھی پرمار کی اولاد کہلاتے ہیں۔

سوئم: ہُن قوم کا وہ راجہ جس نے برولی کا یادگارِ روزگار مندر تعمیر کیا تھا، جب وہ عربوں کے برخلاف چتوڑ کی مدد کے لئے آیا تھا، پرمرانسل سے بیان کیا جاتا ہے چونکہ ہُن اور گوجر ایک سمجھے جاتے ہیں، لہٰذا پرمار گوجر ہوئے، ان کے راجاؤں کا ذکر علیحدہ باب میں کیا گیا ہے۔

پٹیل

حاجو مورخ نے ان کے حالات مفصل لکھے ہیں، ان کی بارہ شاخیں ہیں، جو گوجر کہلاتی ہیں، جن کی تفصیل یہ ہے، تین جھالے، چار چنداوت، دو شکناوت، دو راٹھور، ایک سلنگ دیو۔

مورخ مذکور یہ بھی بیان کرتا ہے کہ گوجر اور راجپوت، راجہ رام چندر پرمل

نے تلوار سے شیر کے دوٹکڑے کر دیئے، اس ملک کا راجہ چوہان تھا، اس نے اس صلہ میں اپنی بہن کا عقد رام جی سے کر دیا، جس سے ایک لڑکا پیدا ہوا، جس کا نام باگھ جی رکھا گیا۔ قوت وشجاعت کی وجہ سے اس لڑکے کو شیر سے تشبیہہ دی گئی، جب جوان ہوا تو راجہ نے اس کو ایک علاقہ کے محکمہ جنگی کا افسر مقرر کر دیا۔ اس کے پاس ایک ریشمی جھولا تھا جس پر وہ جھولتا تھا ایک دن شہر کی 13 راجپوتوں کی لڑکیاں یہ اطلاع پا کر کہ اس کے پاس ریشمی جھولا ہے اس کے پاس گئیں اور درخواست کی کہ وہ ان کو جھولا عنایت کرے، اس نے کہا کہ میں اس شرط پر دیتا ہوں کہ ہرلڑکی باری باری اس کے ساتھ جھولے، لڑکیوں نے منظور کیا۔ اور اس کے ساتھ بیٹھ کر جھولیں، جب ان لڑکیوں کی شادی کا وقت آیا تو بھاگ جی نے دعویٰ کیا کہ یہ سب ایک کے سوائے اسکے عقد میں آچکی ہیں، اب ان کی شادی دوسری جگہ نہیں ہوسکتی، لڑکیوں نے تصدیق کی اور سب لڑکیاں اس کو دی گئیں جن میں سے ایک بھاگ جی کے خدمت گار برہمن کو ملی جو برہمن کے ساتھ جھولی تھی، اتفاقاً ہر ایک لڑکی کے بطن سے دو دو فرزند پیدا ہوئے جن سے مختلف قبائل کا سلسلہ جاری ہوا چنانچہ علاقہ اجمیر وغیرہ میں پھگروٹوں کی 24 شاخیں بھاگ جی کی نسل سے مشہور ہیں۔

ہم نے یہ التزام رکھا ہے کہ بعیداز عقل کہانیوں کو لکھ کر تردید کریں، اس لئے شیر کا قصہ اورجھولے کی کہانی سب فضول باتیں ہیں، مستند واقعہ یہ ہے کہ پھگروٹ گوجر ہیں اور انکے 24 گوت ہیں۔ اس قسم کی کہانیاں بچپن میں مراسی سنایا کرتے تھے۔

ٹوپہ

یہ سورج بنسی ہیں، مورث ان کا آدم تھا، جو بعد میں ٹوپہ مشہور ہو گیا، جو ملک دُکن سے جلال الدین اکبر بادشاہ کے عہد میں ضلع گجرات میں آیا، یہ وہی

نے تلوار سے شیر کے دو ٹکڑے کر دیئے، اس ملک کا راجہ چوہان تھا، اس نے اس صلہ میں اپنی بہن کا عقد رام جی سے کر دیا، جس سے ایک لڑکا پیدا ہوا، جس کا نام باگھ جی رکھا گیا۔ قوت و شجاعت کی وجہ سے اس لڑکے کو شیر سے تشبیہہ دی گئی، جب جوان ہوا تو راجہ نے اس کو ایک علاقہ کے محکمہ جنگی کا افسر مقرر کر دیا۔ اس کے پاس ایک ریشمی جھولا تھا جس پر وہ جھولتا تھا ایک دن شہر کی 13 راجپوتوں کی لڑکیاں یہ اطلاع پا کر کہ اس کے پاس ریشمی جھولا ہے اس کے پاس گئیں اور درخواست کی کہ وہ ان کو جھولا عنایت کرے، اس نے کہا کہ میں اس شرط پر دیتا ہوں کہ ہر لڑکی باری باری اس کے ساتھ جھولے، لڑکیوں نے منظور کیا۔ اور اس کے ساتھ بیٹھ کر جھولیں، جب ان لڑکیوں کی شادی کا وقت آیا تو بھاگ جی نے دعویٰ کیا کہ یہ سب ایک کے سوائے اسکے عقد میں آ چکی ہیں، اب ان کی شادی دوسری جگہ نہیں ہو سکتی، لڑکیوں نے تصدیق کی اور سب لڑکیاں اس کو دی گئیں جن میں سے ایک بھاگ جی کے خدمت گار برہمن کو ملی جو برہمن کے ساتھ جھولی تھی، اتفاقاً ہر ایک لڑکی کے بطن سے دو دو فرزند پیدا ہوئے جن سے مختلف قبائل کا سلسلہ جاری ہوا چنانچہ علاقہ اجمیر وغیرہ میں پھگر وٹوں کی 24 شاخیں بھاگ جی کی نسل سے مشہور ہیں۔

ہم نے یہ التزام رکھا ہے کہ بعید از عقل کہانیوں کو لکھ کر تردید کریں، اس لئے شیر کا قصہ اور جھولے کی کہانی سب فضول باتیں ہیں، مستند واقعہ یہ ہے کہ پھگروٹ گوجر ہیں اور ان کے 24 گوت ہیں۔ اس قسم کی کہانیاں بچپن میں مراسی سنایا کرتے تھے۔

ٹوپہ

یہ سورج بنسی ہیں، مورث ان کا آدم تھا، جو بعد میں ٹوپہ مشہور ہو گیا، جو ملک دکن سے جلال الدین اکبر بادشاہ کے عہد میں ضلع گجرات میں آیا، یہ وہی

بھاگو، سوہال، بور پانوالی میں ہے، یہ قلیل جماعت ہے، ایک دوسرے ملک کے جنگل کہتے ہیں کہ ان کا بزرگ جنگل میں مَواشی چراتا تھا، جب وہ آبادی میں آیا اور کھیتی کرنے لگا تو اس کا نام جنگل ہوگیا، یہ توجیہہ کچھ معقول معلوم ہوتی ہے کیونکہ نوآبادیوں کے قدیم باشندوں کو اس زمانہ میں جنگلی کہتے ہیں۔

جھیندر

جھینڈڑ، چوہان کی شاخ اور سورج بنسی ہیں، ان کا مورث راجہ جھینڈر تھا، جس کی اولاد میں سے کوئی شخص گجرات آیا، جھینڈر ایک موضع بھی اس قوم کے نام پر ہے، ان کی ملکیت جھینڈر فتح پور، کنگ نندووال میں ہے یہ بھی قلیل جماعت ہے۔

چاڑ

چاڑ بھی سورج بنسی ہیں، راجہ جگدیو کی اولاد میں سے راجہ چاڑ تھا، اس کی نسل کے چند آدمی چتوڑ گڈہ سے پنجاب آئے اور کئی علاقوں میں پھیل گئے، ان کی ملکیت ماجرہ، ٹھٹھ پور، ساتنل، موسیٰ کمالا، مراڑیاں، اوجریاں، کسانہ، راجو، بھنڈ، بٹی کالس، لونگو، حاصلانوالہ، موجیانوالہ، واڑہ چامیاں، ضلع گجرات میں ہے، یہ زبردست قوم ہے اور بالعموم ہر جگہ اچھی حالت میں ہے۔

چوہان

گوجر چوہان چندربنسی کہلاتے ہیں اور رائے پتھورا کی نسل سے اگنی کل ہیں، ہم اس جگہ رائے پتھورا کا مختصراً ذکر کرتے ہیں۔

تنوار خاندان دہلی میں حکمران تھا، اس خاندان کے پہلے راجہ انگ پال ثانی کا کوئی بیٹا نہ تھا، اس وجہ سے اس کے بعد اس کا نواسہ پرتھی راج جو اجمیر کے راجہ کا بیٹا اور چوہان خاندان سے تھا۔ 1170ء میں دہلی کے تخت پر بیٹھا۔ اس کو

بھاگو، سوہال، بورپانوالی میں ہے، یہ قلیل جماعت ہے، ایک دوسرے ملک کے جنگل کہتے ہیں کہ ان کا بزرگ جنگل میں مواشی چراتا تھا، جب وہ آبادی میں آیا اور کھیتی کرنے لگا تو اس کا نام جنگل ہوگیا، یہ توجیہہ کچھ معقول معلوم ہوتی ہے کیونکہ نوآبادیوں کے قدیم باشندوں کو اس زمانہ میں جنگلی کہتے ہیں۔

جھیندر

جھینڈر، چوہان کی شاخ اور سورج بنسی ہیں، ان کا مورث راجہ جھینڈر تھا، جس کی اولاد میں سے کوئی شخص گجرات آیا، جھینڈر ایک موضع بھی اس قوم کے نام پڑ ہے، ان کی ملکیت جھینڈر فتح پور، کنگ نندووال میں ہے یہ بھی قلیل جماعت ہے۔

چاڑ

چاڑ بھی سورج بنسی ہیں، راجہ جگدیو کی اولاد میں سے راجہ چاڑ تھا، اس کی نسل کے چند آدمی چتوڑ گڈھ سے پنجاب آئے اور کئی علاقوں میں پھیل گئے، ان کی ملکیت ماجرہ، ٹھٹھہ پور، ساتنل، موسیٰ کمالا، مراڑیاں، اوجریاں، کسانہ، راجو، بھنڈ، بٹ کالس، لونگو، حاصلانوالہ، موجیانوالہ، واڑہ چامیاں، ضلع گجرات میں ہے، یہ زبردست قوم ہے اور بالعموم ہرجگہ اچھی حالت میں ہے۔

چوہان

گوجر چوہان چندربنسی کہلاتے ہیں اور رائے پتھورا کی نسل سے اگنی کل ہیں، ہم اس جگہ رائے پتھورا کا مختصراً ذکر کرتے ہیں۔

تنوار خاندان دہلی میں حکمران تھا، اس خاندان کے پہلے راجہ اننگ پال ثانی کا کوئی بٹیا نہ تھا، اس وجہ سے اس کے بعد اس کا نواسہ پرتھی راج جو اجمیر کے راجہ کا بیٹا اور چوہان خاندان سے تھا۔ 1170ء میں دہلی کے تخت پر بیٹھا۔ اس کو

شاخیں ہیں۔ زیادہ تو چوہان ہندو اور سکھ ہیں، مگر وہ زُنار نہیں پہنتے، اور نہ ان کے ہاں چوکے کی رسم ہے، جیسا کہ ہندو اپنے باورچی خانوں میں پلستر وغیرہ کر کے چوکا بناتے ہیں جس میں کوئی مسلمان یا غیر قوم کا آدمی نہیں جا سکتا۔

ہندو چوہان آپس میں مل کر ایک برتن میں کھا پی لیتے ہیں، ایک گوت ان کا ہارا چوہان ہے، جو صوبجات متحدہ آگرہ و اودھ میں کثرت سے آباد ہے، ابتدائے زمانہ میں اجمیر پر انہوں نے سینکڑوں سال تک حکومت کی لیکن اب وہاں چوہانوں کی تعداد بہت کم ہے، یا تو وہ وہاں سے نکالے گئے، یا دوسری قوموں میں مدغم ہو گئے۔

(مولف) گوجروں اور راجپوتوں کی یہ عجیب تفریق قومی ہے کہ بیوہ کی شادی کرنے یا ہل چلانے سے ایک قبیلہ کی حیثیت کم ہو گئی، اب تو عام طور پر ہمارے معزز راجپوت بھائی بیوہ کی بھی شادی کرتے ہیں، اور ہل چلاتے ہیں، اب تو انہیں چوہان گوجروں کو اپنی قوم میں شامل کر لینا چاہیے۔

گو واں نہیں یہ واں کے نکالے ہوئے تو ہیں
نسبت ہے ان بتوں کو بھی کعبہ سے دور کی

قومیت کسی وصف یا کسی عارضی حیثیت سے تبدیل نہیں ہو سکتی کیونکہ اصول منطق کی رو سے ذاتی کلی کسی عارضی جزی سے تبدیل نہیں ہو سکتی، یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ آدھا تیتر ہو آدھا بٹیر ہو یعنی ایک ہی قوم دو حصوں میں تقسیم ہو جائے۔ اس سے پہلے لوگوں کو گوجر کی عظمت معلوم نہیں تھی۔ راجپوت کے لفظ پر مرتے تھے اور ہر ایک یہی چاہتا تھا کہ وہ راجپوت کہلائے اور اس زمانہ میں محققین کے یہ دلائل بہت زبردست ہیں کہ اگنی کن خاندانوں کی جب تین تین شاخیں چولکی، پرتھار، یا پرپہار، اور پرمار گوجر ہیں تو کیوں ان میں ایک اور اجنبی قوم (چوہان) شامل نہ کی جائے اس لئے چوہان کو گوجر تسلیم کرنا قرین قیاس ہے۔

(دیکھو دی اے جتھ کی تاریک ص 29 مطبوعہ 1916ء)

شاخیں ہیں۔ زیادہ تو چوہان ہندو اور سکھ ہیں، مگر وہ زُنار نہیں پہنتے، اور نہ ان کے ہاں چوکے کی رسم ہے، جیسا کہ ہندو اپنے باورچی خانوں میں پلستر وغیرہ کر کے چوکا بناتے ہیں جس میں کوئی مسلمان یا غیر قوم کا آدمی نہیں جا سکتا۔

ہندو چوہان آپس میں مل کر ایک برتن میں کھا پی لیتے ہیں، ایک گوت ان کا ہارا چوہان ہے، جو صوبجات متحدہ آگرہ و اودھ میں کثرت سے آباد ہے، ابتدائے زمانہ میں اجمیر پر انہوں نے سینکڑوں سال تک حکومت کی لیکن اب وہاں چوہانوں کی تعداد بہت کم ہے، یا تو وہ وہاں سے نکالے گئے، یا دوسری قوموں میں مدغم ہو گئے۔

(مولف) گوجروں اور راجپوتوں کی یہ عجیب تفریق قومی ہے کہ بیوہ کی شادی کرنے یا ہل چلانے سے ایک قبیلہ کی حیثیت کم ہو گئی، اب تو عام طور پر ہمارے معزز راجپوت بھائی بیوہ کی بھی شادی کرتے ہیں، اور ہل چلاتے ہیں، اب تو انہیں چوہان گوجروں کو اپنی قوم میں شامل کر لینا چاہیے۔

گو داں نہیں یہ واں کے نکالے ہوئے تو ہیں
نسبت ہے ان بتوں کو بھی کعبہ سے دور کی

قومیت کسی وصف یا کسی عارضی حیثیت سے تبدیل نہیں ہو سکتی کیونکہ اصول منطق کی رو سے ذاتی کلی کسی عارضی جزی سے تبدیل نہیں ہو سکتی، یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ آدھا تیتر ہو آدھا بٹیر ہو یعنی ایک ہی قوم دو حصوں میں تقسیم ہو جائے۔ اس سے پہلے لوگوں کو گوجر کی عظمت معلوم نہیں تھی۔ راجپوت کے لفظ پر مرتے تھے اور ہر ایک یہی چاہتا تھا کہ وہ راجپوت کہلائے اور اس زمانہ میں محققین کے یہ دلائل بہت زبردست ہیں کہ اگنی کن خاندانوں کی جب تین تین شاخیں چولکی، پرتھار، یا پریہار، اور پرمار گوجر ہیں تو کیوں ان میں ایک اور اجنبی قوم (چوہان) شامل نہ کی جائے اس لئے چوہان کو گوجر تسلیم کرنا قرین قیاس ہے۔

(دیکھو دی اے جتھ کی تاریک ص 29 مطبوعہ 1916ء)

گجرات میں ایک سے زیادہ مواضع چھچی کے نام پر ہیں۔ اس خاندان میں سے لکھن خان جوانمرد ایک چودھری تھا۔ جس نے لکھن والا آباد کیا لکھن خان کے گیارہ فرزند تھے بعض نے ضلع گجرات میں گاؤں آباد کر لئے اور بعض صوبہ سرحد اور پنجاب کے دوسرے علاقوں میں چلے گئے، چھچی کی ایک شاخ ڈانگی چھچی ضلع انبالہ میں ہے، ان کی نسبت روایت ہے کہ انہوں نے ایک راجہ کا مقابلہ بجائے تلوار کے ڈانگ (لٹھ) سے کیا تھا۔ اور غالب آئے، گجرات میں چھچی اور چوہان کے تیتے پہلو بہ پہلو نقشہ انتظامیہ شاہان مغلیہ میں دکھلائے گئے ہیں۔ جس سے معلوم ہوا ہے کہ چھچی اور چوہان میں برادرانہ تعلقات تھے چھچوں کی کسی زمانہ میں وسیع سلطنت تھی۔ جس کا ذکر ہم نے دوسری جگہ کیا ہے۔ اس خاندان میں راجہ لکھن رائے اول بجے رائے، بھوج دیو، راوچیل وغیرہ وغیرہ مشہور گزرے ہیں۔ اس خاندان میں حافظ کریم دین مرحوم ساکن جنجبان بڑے فاضل تھے اور زمانہ حال میں مولانا محمد خلیل چھچی محدث فاضل ہیں جو چوترہ ضلع جہلم کے رہنے والے تھے۔

چاپ یا چپہ و چوڑا گوجر

گوجروں کی دو قومیں مشہور ہیں اور اعلیٰ طبقہ میں شمار ہوتی ہے۔ اس امر کا ثبوت کہ چوڑا گوجر ہیں، برہما گبت نامی منجم کا یہ بیان کہ 628ء میں بھنمال کا گوجر بادشاہ درگر مکھا پوڑا خاندان سے تھا، ایک ناطق شہادت ہے چاپہ' چپوت کتھ، سنسکرت زبان کے الفاظ ہیں جس کے معنی ہیں مضبوط کمان اور چوڑا ڈاکو کو بھی کہتے ہیں۔ غالباً ان اوصاف سے ان کا یہ گوت مشہور ہوا۔ پس چاپہ تعریفی اور چوڑا تحقیری لقب گوجروں کا ہے۔

چندیل

دوسرے خاندانوں کی طرح چندیل بھی نویں صدی عیسوی میں حکمران

گجرات میں ایک سے زیادہ مواضع چچی کے نام پر ہیں۔ اس خاندان میں سے لکھن خان جوانمرد ایک چودھری تھا۔ جس نے لکھن والا آباد کیا لکھن خان کے گیارہ فرزند تھے بعض نے ضلع گجرات میں گاؤں آباد کر لئے اور بعض صوبہ سرحد اور پنجاب کے دوسرے علاقوں میں چلے گئے، چچی کی ایک شاخ ڈانگی چچی ضلع انبالہ میں ہے، ان کی نسبت روایت ہے کہ انہوں نے ایک راجہ کا مقابلہ بجائے تلوار کے ڈانگ (لٹھ) سے کیا تھا۔ اور غالب آئے، گجرات میں چچی اور چوہان کے تیتے پہلو بہ پہلو نقشہ انتظامیہ شاہان مغلیہ میں دکھلائے گئے ہیں۔ جس سے معلوم ہوا ہے کہ چچی اور چوہان میں برادرانہ تعلقات تھے چچوں کی کسی زمانہ میں وسیع سلطنت تھی۔ جس کا ذکر ہم نے دوسری جگہ کیا ہے۔ اس خاندان میں راجہ لکھن رائے اول بجے رائے، بھوج دیو، راوچیل وغیرہ وغیرہ مشہور گزرے ہیں۔ اس خاندان میں حافظ کریم دین مرحوم ساکن ججبان بڑے فاضل تھے اور زمانہ حال میں مولانا محمد خلیل چچی محدث فاضل ہیں جو چوترہ ضلع جہلم کے رہنے والے تھے۔

چاپ یا چپہ و چوڑا گوجر

گوجروں کی دو قومیں مشہور ہیں اور اعلیٰ طبقہ میں شمار ہوتی ہے۔ اس امر کا ثبوت کہ چوڑا گوجر ہیں، برہما گبت نامی منجم کا یہ بیان کہ 628ء میں بھنمال کا گوجر بادشاہ درگر مکھا پوڑا خاندان سے تھا، ایک ناطق شہادت ہے چاپہ چپوت کتھ، سنسکرت زبان کے الفاظ ہیں جس کے معنی ہیں مضبوط کمان اور چوڑا ڈاکو کو بھی کہتے ہیں۔ غالباً ان اوصاف سے ان کا یہ گوت مشہور ہوا۔ پس چاپہ تعریفی اور چوڑا تحقیری لقب گوجروں کا ہے۔

چندیل

دوسرے خاندانوں کی طرح چندیل بھی نویں صدی عیسوی میں حکمران

چھوکر

یہ تنور خاندان سے ہیں، چھوکر کی اولاد میں سے ان کا کوئی مورث کھٹانہ خاندان کے ساتھ اس ملک میں آیا اور اپنی قوم کے نام پر موضع چھوکر آباد کیا، ضلع گجرات میں یہ لوگ کئی مواضع میں بودباش رکھتے ہیں۔ ان کی تعداد کچھ زیادہ نہیں ہے، ان کی ملکیت بوریانوالی، چھوکر، دھکڑ چچیاں میں ہے۔ یہ قوم بلند حوصلہ اور قومی دل ہے۔ یوپی میں اس کی تعداد زیادہ ہے اور یہ وسیع رقبوں کے مالک ہیں مگر اکثر سکھ ہیں۔

چورے، چھاوڑی، چاوڑا، جاورہ

چھاوڑی، چاوڑ، جاورہ ایک ہی قوم ہے، ملک گجرات میں یہ قوم 196 سال تک حکمران رہی ہے۔ اس قوم کا پہلا راجہ راج پوتر تھا، ہم نے اس کا مفصل ذکر کسی جگہ کیا ہے، اس قوم کے لوگ گجرات، دکن، احمد آباد سے گجرات پنجاب میں آئے اور متعدد مواضع میں ملکیت حاصل کی، یہ معزز اور شاہی قوم ہے، جو مختلف علاقوں میں آباد ہوئی، تاریخوں میں اس قوم کا اکثر نام آتا ہے، آئین اکبری و مرآتِ محمدی، و مراتِ احمدی میں اس کا ذکر ہے، پنجاب میں چھاوڑی قوم کو کمزور خیال کرتے ہیں، حالانکہ یہ خاندان گوجروں کا مایۂ ناز ہے، دراصل لوگ موجودہ حالت پر قیاس کرتے ہیں اور قدیم زمانہ کے واقعات کو بھلا دیتے ہیں۔ اس قوم کی ملکیت ٹھکریاں، چک ٹھکریاں، ندھیر، بھاؤ، گھسیٹ پور، اور پوڑانوالہ وغیرہ میں ہے۔

دھدڑ

یہ سٹرو یہ خاندان سے ہیں، ان کا مورث جو راجہ دیدڑ کی اولاد میں سے تھا، ضلع گجرات میں آ کر آباد ہوا کھاری، مہیسی، دہدڑ، آپس میں بھائی بند ہیں اور

چھوکر

یہ تنور خاندان سے ہیں، چھوکر کی اولاد میں سے ان کا کوئی مورث کھٹانہ خاندان کے ساتھ اس ملک میں آیا اور اپنی قوم کے نام پر موضع چھوکر آباد کیا، ضلع گجرات میں یہ لوگ کئی مواضع میں بود باش رکھتے ہیں۔ ان کی تعداد کچھ زیادہ نہیں ہے، ان کی ملکیت بوریا نوالی، چھوکر، دھکڑ چپچیاں میں ہے۔ یہ قوم بلند حوصلہ اور قوی دل ہے۔ یوپی میں اس کی تعداد زیادہ ہے اور یہ وسیع رقبوں کے مالک ہیں مگر اکثر سکھ ہیں۔

چورے، چھاوڑی، چاوڑا، جاورہ

چھاوڑی، چاوڑ، جاورہ ایک ہی قوم ہے، ملک گجرات میں یہ قوم 196 سال تک حکمران رہی ہے۔ اس قوم کا پہلا راجہ راج پوتر تھا، ہم نے اس کا مفصل ذکر کسی جگہ کیا ہے، اس قوم کے لوگ گجرات، دکن، احمد آباد سے گجرات پنجاب میں آئے اور متعدد مواضع میں ملکیت حاصل کی، یہ معزز اور شاہی قوم ہے، جو مختلف علاقوں میں آباد ہوئی، تاریخوں میں اس قوم کا اکثر نام آتا ہے، آئین اکبری و مرآتِ محمدی، و مراتِ احمدی میں اس کا ذکر ہے، پنجاب میں چھاوڑی قوم کو کمزور خیال کرتے ہیں، حالانکہ یہ خاندان گوجروں کا مایۂ ناز ہے، دراصل لوگ موجودہ حالت پر قیاس کرتے ہیں اور قدیم زمانہ کے واقعات کو بھلا دیتے ہیں۔ اس قوم کی ملکیت ٹھکریاں، چک ٹھکریاں، ندھیر، بھاؤ، گھسیٹ پور، اور پوڑانوالہ وغیرہ میں ہے۔

دھدڑ

یہ سٹرویہ خاندان سے ہیں، ان کا مورث جو راجہ دیدڑ کی اولاد میں سے تھا، ضلع گجرات میں آکر آباد ہوا کھاری، مہیسی، دہدڑ، آپس میں بھائی بند ہیں اور

ڈوگہ

یہ تنور سورج بنسی ہیں، ان کا مورث ڈوگہ تھا جس کے نام سے یہ قوم مشہور ہے۔ اس کی اولاد میں سے کوئی شخص بادشاہ اکبر جلال الدین کے وقت میں پنجاب آیا، رفتہ رفتہ اس قوم نے ضلع گجرات میں ایک موضع آباد کیا۔ جو اس گوت کے نام پر ہے، علاوہ اس کے دوسرے مواضع میں بھی ان کی ملکیت ہے۔

ڈوییئے

یہ کھٹانہ کی شاخ ہیں، ان کا مورث ڈوییئے نام تھا۔ اس کی اولاد میں سے کوئی شخص پنجاب آیا۔ پہلے مرالہ ضلع گجرات میں جو ایک مشہور موضع ہے مقیم رہا۔ اس کے بعد اس کی اولاد دوسرے مواضع میں پھیل گئی۔ اس علاقہ میں اس قوم کے نام پر ایک موضع ڈوییئے ہے۔ ان کی ملکیت موضع رنگھڑہ، دھونی اور بگنہ وغیرہ میں ہے۔

ڈھوؑ

یہ اپنے مورث کا نام ڈھوؑ بیان کرتے ہیں اور اپنا نسب تنور خاندان بنسی سے ملاتے ہیں۔ یہ لوگ گجرات دکن سے ستاسیے[1] کے قحط عظیم کے وقت میں پنجاب چلے آئے اور اپنی قوم کے نا پر ڈھوؑ۔بٹ ڈھوؑ کو آباد کیا۔ علاوہ اس کے چند دیگر مواضع میں بھی رہتے ہیں۔ اس قوم کے لوگ محنتی، صلاح اندیش، کم آزار، بے شر ہوتے ہیں۔ ان کا دعویٰ ہے کہ سانگو، ڈھوؑ بجران تینوں ایک ہی مورث کی اولاد ہیں، مگر شجر ہائے نسب میں اختلاف ہے۔ میں نے بہت تحقیقات کی لیکن کوئی صحیح نتیجہ پیدا نہیں ہوا۔

---

[1] گجرات کاٹھیاوار میں 87ء میں قحط عظیم پڑا تھا اس وقت سے اس قحط کا نام ستاسیہ مشہور ہے معلوم نہیں کس سن کا سال ہے۔

ڈوگہ

یہ تنور سورج بنسی ہیں، ان کا مورث ڈوگہ تھا جس کے نام سے یہ قوم مشہور ہے۔ اس کی اولاد میں سے کوئی شخص بادشاہ اکبر جلال الدین کے وقت میں پنجاب آیا، رفتہ رفتہ اس قوم نے ضلع گجرات میں ایک موضع آباد کیا۔ جو اس گوت کے نام پر ہے، علاوہ اس کے دوسرے مواضع میں بھی ان کی ملکیت ہے۔

ڈوییٔے

یہ کھٹانہ کی شاخ ہیں، ان کا مورث ڈوییٔے نام تھا۔ اس کی اولاد میں سے کوئی شخص پنجاب آیا۔ پہلے مرالہ ضلع گجرات میں جو ایک مشہور موضع ہے مقیم رہا۔ اس کے بعد اس کی اولاد دوسرے مواضع میں پھیل گئی۔ اس علاقہ میں اس قوم کے نام پر ایک موضع ڈوییٔے ہے۔ ان کی ملکیت موضع رنگھڑہ، دھونی اور بگنہ وغیرہ میں ہے۔

ڈھوٴ

یہ اپنے مورث کا نام ڈھوٴ بیان کرتے ہیں اور اپنا نسب تنور خاندان بنسی سے ملاتے ہیں۔ یہ لوگ گجرات دکن سے ستاسیے[1] کے قحط عظیم کے وقت میں پنجاب چلے آئے اور اپنی قوم کے نام پر ڈھوٴ۔ بٹ ڈھوٴ کو آباد کیا۔ علاوہ اس کے چند دیگر مواضع میں بھی رہتے ہیں۔ اس قوم کے لوگ محنتی، صلاح اندیش، کم آزار، بے شر ہوتے ہیں۔ ان کا دعویٰ ہے کہ سانگو، ڈھوٴ بجران تینوں ایک ہی مورث کی اولاد ہیں، مگر شجر ہائے نسب میں اختلاف ہے۔ میں نے بہت تحقیقات کی لیکن کوئی صحیح نتیجہ پیدا نہیں ہوا۔

---

[1] گجرات کاٹھیاوار میں 87ء میں قحط عظیم پڑا تھا اس وقت سے اس قحط کا نام ستاسیہ مشہور ہے معلوم نہیں کس سن کا سال ہے۔

جونہ زیادہ تر مشہور ہیں اور انز اور جونہ دو قبیلے ان کے نام پر اب تک سندھ میں موجود ہیں جو معززین اس قوم کے حکمران سلطان علاؤ الدین اور سلطان فیروز تغلق سے برسرِ پیکار رہے، جام خیر الدین و جام صلاح الدین، جام تغلق و جام سکندر وغیرہ کا ذکر سندھ کی تاریخوں میں مفصل ہے اور ان کے دلچسپ حالات قابل مطالعہ ہیں میں نے قوم انز اور جونہ وغیرہ کے سربر آوردگان سے ملاقات کی ہے۔ وہ راجپوت کہلاتے ہیں اور گوجر کا نام تک نہیں جانتے۔ یہ واقعہ ہے کہ چند گوت رفتہ رفتہ دوسری قوموں میں مدغم ہو گئے ہیں۔

سانگو

یہ راجہ سانگا کی اولاد ہیں جو ہندوستان میں زبردست راجہ گذرا ہے اور بابر جیسا اولوالعزم بادشاہ اس کے مقابلہ میں عاجز آ گیا۔ اسی خاندان سے چتوڑ کے رانے ہیں۔ اب بھی اودے پور کے راجے راجپوتانہ کے راجاؤں کے چشم و چراغ مانے جاتے ہیں۔ اس قوم کے بعض لوگ بالکل معمولی حیثیت رکھتے ہیں، یہ ناممکن ہے کہ ایک راجہ کی سب اولاد بااقبال ہو کیونکہ مسند وحکومت ایک ہی کے حصہ میں آتی ہے، باقی بیٹے جاگیردار ہوتے ہیں اور پھر جاگیر کا مالک بھی ایک ہی ہوتا ہے۔ دوسرے اس سے امداد لے کر اوقات بسر کرتے ہیں۔ اسی طرح تقسیم در تقسیم سے خاندانوں کی مالی حالت کمزور ہو جاتی ہے بڑے بڑے بادشاہوں اور مہاراجاؤں کی اولاد زمانہ کی گردش سے بھیک مانگتی پھرتی ہے۔ کجا راجہ سانگا اور کجا غریب کاشتکار سانگو گوجر، مگر چونکہ نسبت قائم رہتی ہے، اس لئے سانگو کی نسبت راجہ سانگا سے اب بھی باقی ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ فطری تہور و شجاعت کے باعث اس قوم کی ایک بہت بڑی جماعت اکبر بادشاہ کے لشکر میں ملازم تھی، گردش فلکی سے اس کے افراد پنجاب آ کر زراعت کرنے لگے، گجرات میں اس قوم کے نام کا ایک موضع بھی ہے اور متعدد مواضع میں ان کی ملکیت ہے، موجودہ اشخاص

جونہ زیادہ تر مشہور ہیں اور انڑ اور جونہ دو قبیلے ان کے نام پر اب تک سندھ میں موجود ہیں جو معززین اس قوم کے حکمران سلطان علاؤ الدین اور سلطان فیروز تغلق سے برسرِ پیکار رہے، جام خیر الدین و جام صلاح الدین، جام تغلق و جام سکندر وغیرہ کا ذکر سندھ کی تاریخوں میں مفصل ہے اور ان کے دلچسپ حالات قابل مطالعہ ہیں میں نے قوم انڑ اور جونہ وغیرہ کے سربرآوردگان سے ملاقات کی ہے۔ وہ راجپوت کہلاتے ہیں اور گوجر کا نام تک نہیں جانتے۔ یہ واقعہ ہے کہ چند گوت رفتہ رفتہ دوسری قوموں میں مدغم ہو گئے ہیں۔

سانگو

یہ راجہ سانگا کی اولاد ہیں جو ہندوستان میں زبردست راجہ گذرا ہے اور بابر جیسا اولوالعزم بادشاہ اس کے مقابلہ میں عاجز آ گیا۔ اسی خاندان سے چتوڑ کے رانے ہیں۔ اب بھی اودے پور کے راجے راجپوتانہ کے راجاؤں کے چشم و چراغ مانے جاتے ہیں۔ اس قوم کے بعض لوگ بالکل معمولی حیثیت رکھتے ہیں، یہ ناممکن ہے کہ ایک راجہ کی سب اولاد باقبال ہو کیونکہ مسند و حکومت ایک ہی کے حصہ میں آتی ہے، باقی بیٹے جاگیردار ہوتے ہیں اور پھر جاگیر کا مالک بھی ایک ہی ہوتا ہے۔ دوسرے اس سے امداد لے کر اوقات بسر کرتے ہیں۔ اسی طرح تقسیم در تقسیم سے خاندانوں کی مالی حالت کمزور ہو جاتی ہے بڑے بڑے بادشاہوں اور مہاراجاؤں کی اولاد زمانہ کی گردش سے بھیک مانگتی پھرتی ہے۔ کجا راجہ سانگا اور کجا غریب کاشتکار سانگو گوجر، مگر چونکہ نسبت قائم رہتی ہے، اس لئے سانگو کی نسبت راجہ سانگا سے اب بھی باقی ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ فطری تہور و شجاعت کے باعث اس قوم کی ایک بہت بڑی جماعت اکبر بادشاہ کے لشکر میں ملازم تھی، گردشِ فلکی سے اس کے افراد پنجاب آ کر زراعت کرنے لگے، گجرات میں اس قوم کے نام کا ایک موضع بھی ہے اور متعدد مواضع میں ان کی ملکیت ہے، موجودہ اشخاص

اس خاندان کی وجہ تسمیہ لکھتا ہے۔

''چون در موضع سیسود بنگاہ ساختند این الوس را سیسودیہ گفتند وچوں درآغاز کار برہمنے بہ تیمار ایشاں پرواخت ازاں گروہ دانند''۔

ترجمہ: چونکہ یہ خاندان موضع سیسود میں رہتا تھا، اس لئے اس کا نام سیسودیہ ہو گیا اور اس وجہ سے کہ ایک برہمن ابتداء اس خاندان کا مربی تھا۔ اس لئے لوگ اس خاندان کو برہمنوں میں شمار کرتے ہیں۔ (آئین اکبری جلد دوئم ص 128)

ہم نے دیباچہ میں اس غرض سے ناموں کی تبدیلی کی بحث لکھی تھی تا کہ لوگ ہمارے حوالوں کو جو اس تاریخ میں ہم جا بجا دیں گے، اچھی طرح سمجھ جائیں اس اصول سے سود مخفف سیسود کا ہے، چنانچہ آئین اکبری میں راجہ دھرم سیسود کو دھرم راج سود لکھا ہے۔ (ملاحظہ ہو ص 102 جلد دوئم آئین اکبری)

سود، سیسود، سیسود یا سود یا ایک ہی قوم کے نام ہیں، جو مختلف تاریخوں میں ہماری نظر سے گزرے ہیں چونکہ عوام کی معلومات محدود ہوتی ہے اور وہ آدمی کی گذشتہ حالت کو موجودہ حالت پر قیاس کرتے ہیں۔ اس لئے ان کی نظر سطحی ہوتی ہے اور جب کوئی شخص یا قوم کمزور حالت میں ہو اور تاریخ اس کو اعلیٰ رتبہ دے تو لوگ ایسی تاریخی روایت کو تعجب سے سنتے ہیں اور اس کو غلط کہتے ہیں۔ مگر انکار بے دلیل کی کچھ وقعت نہیں ہے۔

مہاراجہ رگھوناتھ سنگھ بہادر کے سی-ای والی ریاست پرتاب گڈھ سیسود سورج بنسی ہیں۔ اس قوم کے نام پر اس ضلع میں موضع سود ہے۔ ضلع گجرات کے بندوبست میں انہوں نے اپنا نسب کھٹانہ لکھایا ہے۔ مگر یہ صریحاً غلط ہے۔ یہ لوگ اپنا نسب نہیں جانتے، چونکہ ضلع گجرات میں کھٹانوں کی جمیعت اور قوت زیادہ تھی، اس لئے کھٹانہ اپنا نسب لکھدیا، اس خاندان میں حافظ ملاء الدین مرحوم بڑے فاضل تھے، جن کے قائم مقام اب مولوی محمد کمال ہیں۔

اس خاندان کی وجہ تسمیہ لکھتا ہے۔

''چون در موضع سیسود بنگاہ ساختند ایں الوس را سیسودیہ گفتند وچوں درآغاز کار برہمنے بہ تیمار ایشاں پرداخت ازاں گروہ دانند''۔

ترجمہ: چونکہ یہ خاندان موضع سیسود میں رہتا تھا، اس لئے اس کا نام سیسودیہ ہو گیا اور اس وجہ سے کہ ایک برہمن ابتداء اس خاندان کا مربی تھا۔ اس لئے لوگ اس خاندان کو برہمنوں میں شمار کرتے ہیں۔ (آئین اکبری جلد دوئم ص 128)

ہم نے دیباچہ میں اس غرض سے ناموں کی تبدیلی کی بحث لکھی تھی تا کہ لوگ ہمارے حوالوں کو جو اس تاریخ میں ہم جا بجا دیں گے، اچھی طرح سمجھ جائیں اس اصول سے سود مخفف سیسود کا ہے، چنانچہ آئین اکبری میں راجہ دھرم سیسود کو دھرم راج سود لکھا ہے۔ (ملاحظہ ہو ص 102 جلد دوئم آئین اکبری)

سود، سیسود، یا بسود یا ایک ہی قوم کے نام ہیں، جو مختلف تاریخوں میں ہماری نظر سے گزرے ہیں چونکہ عوام کی معلومات محدود ہوتی ہے اور وہ آدمی کی گذشتہ حالت کو موجودہ حالت پر قیاس کرتے ہیں۔ اس لئے ان کی نظر سطحی ہوتی ہے اور جب کوئی شخص یا قوم کمزور حالت میں ہو اور تاریخ اس کو اعلیٰ رتبہ دے تو لوگ ایسی تاریخی روایت کو تعجب سے سنتے ہیں اور اس کو غلط کہتے ہیں۔ مگر انکار بے دلیل کی کچھ وقعت نہیں ہے۔

مہاراجہ رگھوناتھ سنگھ بہادر کے سی۔ائی والی ریاست پرتاب گڑھ سیسود سورج بنسی ہیں۔ اس قوم کے نام پر اس ضلع میں موضع سود ہے۔ ضلع گجرات کے بندوبست میں انہوں نے اپنا نسب کھٹانہ لکھایا ہے۔ مگر یہ صریحا غلط ہے۔ یہ لوگ اپنا نسب نہیں جانتے، چونکہ ضلع گجرات میں کھٹانوں کی جمیعت اور قوت زیادہ تھی، اس لئے کھٹانہ اپنا نسب لکھدیا، اس خاندان میں حافظ علاء الدین مرحوم بڑے فاضل تھے، جن کے قائم مقام اب مولوی محمد کمال ہیں۔

اول: سلنگی اپنے آپ کو آسول کی نسل سے کہتے ہیں اور آسول بالاتفاق گوجر ہیں

دوئم: مہاراستر کاٹھیاواڑ کا نام گجرات اس وقت سے ہوا، جب سلنگی اس پر حکمران ہوئے کیونکہ گوجروں کے متعدد قبائل مجتمعاً سولنگی کے سایۂ حمایت میں آباد تھے۔

سوئم: سورت اور کوتاریو کے گوجر اپنے آپ کو سلنگی کی نسل سے بیان کرتے ہیں۔

چہارم: میدلوں، اوگنا، بزدا کے کتبوں میں جو بھیل کے زمانہ کے ہیں، سولنگی کو جنگ میں گرجنے والا گوجر لکھا ہے۔

پنجم: قوم سولنگی کے مدحیہ قصائد میں بہیم سولنگی کو گوجر کہا گیا ہے۔

ششم: انہلواڑہ کے متصل انجا مقام پرسدہ راجہ سولنگی (جس کی سلطنت 1089ء سے 1143ء تک رہی ہے) کی خدمت میں کھدر گوجروں کا پیشوا حاضر ہوا اور بوجہ ہم نسل ہونے کے سدہ راج کو چچا کہا اور اس کے غالیچہ پر بیٹھ گیا۔

ہفتم: ویدا اور واگھری گوجر، اپنے آپ کو سلنگی کی نسل سے بتاتے ہیں۔ ان روایات سے جو ہم کو تاریخوں میں ملتی ہیں، یہ ثابت ہوتا ہے کہ پرمار اور سولنگی نسلاً ایک ہی ہیں، بعد میں الگ الگ نام ہو گئے۔

شری مال

یہ مشہور قبیلہ گوجروں کا ہے، حکومت بھنمال کے حکمرانوں کے ساتھ ان کا رشتہ تھا اور بھنمال کے راجے شریمالیوں کی بیٹیوں کے ساتھ عزت و افتخار سے عقد کرتے تھے، یہ قوم فطرۃً بڑی بہادر ہے، شری مال کئی بڑے بڑے راجوں سے لڑتے تھے اور غالب آتے تھے، جب راٹھوروں اور شری مالیوں کے درمیان جنگ شروع ہوئی، تو شری مالیوں نے سولنگی کی امداد چاہی، مگر سلنگی ان کی امداد پر آمادہ

اول: سلنگی اپنے آپ کو آسول کی نسل سے کہتے ہیں اور آسول بالاتفاق گوجر ہیں

دوئم: مہاراسٹر کاٹھیاواڑ کا نام گجرات اس وقت سے ہوا، جب سلنگی اس پر حکمران ہوئے کیونکہ گوجروں کے متعدد قبائل مجتمعاً سولنگی کے سایۂ حمایت میں آباد تھے۔

سوئم: سورت اور کوتاریو کے گوجر اپنے آپ کو سلنگی کی نسل سے بیان کرتے ہیں۔

چہارم: میدلوں، اوگنا، بزدا کے کتبوں میں جو بھیل کے زمانہ کے ہیں، سولنگی کو جنگ میں گرجنے والا گوجر لکھا ہے۔

پنجم: قوم سولنگی کے مدحیہ قصائد میں بھیم سولنگی کو گوجر کہا گیا ہے۔

ششم: انہلواڑہ کے متصل انجا مقام پر سدہ راجہ سولنگی (جس کی سلطنت 1089ء سے 1143ء تک رہی ہے) کی خدمت میں کھدر گوجروں کا پیشوا حاضر ہوا اور بوجہ ہم نسل ہونے کے سدہ راج کو چچا کہا اور اس کے غالیچہ پر بیٹھ گیا۔

ہفتم: ویدا اور واگھری گوجر، اپنے آپ کو سلنگی کی نسل سے بتاتے ہیں۔ ان روایات سے جو ہم کو تاریخوں میں ملتی ہیں، یہ ثابت ہوتا ہے کہ پرمار اور سولنگی نسلاً ایک ہی ہیں، بعد میں الگ الگ نام ہو گئے۔

شری مال

یہ مشہور قبیلہ گوجروں کا ہے، حکومت بھنمال کے حکمرانوں کے ساتھ ان کا رشتہ تھا اور بھنمال کے راجے شریمالیوں کی بیٹیوں کے ساتھ عزت وافتخار سے عقد کرتے تھے، یہ قوم فطرۃ بڑی بہادر ہے، شری مال کئی بڑے بڑے راجوں سے لڑتے تھے اور غالب آتے تھے، جب راٹھوروں اور شری مالیوں کے درمیان جنگ شروع ہوئی، تو شری مالیوں نے سولنگی کی امداد چاہی، مگر سلنگی ان کی امداد پر آمادہ

دریائے راوی کے کنارہ پر رہنے لگا۔ اس کی متعدد پشتیں وہیں رہیں، اس کی اولاد میں سے رترہ، گوبندی، پھورہ، کھونڈہ، یگی ضلع گجرات میں آئے ان کی ملکیت کئی مواضع میں ہے، کولیاں ہاشم، کولیاں شاہ حسین وغیرہ ضلع گجرات میں ان کے نام پر مشہور گاؤں ہیں۔ کولی شاہ حسین میں، مولانا جلال الدین، علامہ عصر گزرے ہیں، کولی برہمن بھی ہیں' کولی، میر بھی کہلاتے ہیں۔ ملاحظہ ہو عنوان میر وغیرہ۔ ضلع گجرات میں کھتری کولی بھی ہے، پوربندر واقع صوبہ بمبئی میں میرون کی شاخوں میں سے ایک کومل بھی ہے اور کوہلی اور گھلوٹ گوجروں کا بھاٹ ایک ہے اور جن قوموں کا بھاٹ ایک ہوتا ہے، وہ بالعموم ایک ہوتی ہیں، شادی کے موقع پر کوہل میر اور پوربند کی کولی کی عورتیں دُلھا کو میواڑ کا دُلھا کہتی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ گھلوٹ اور کولی ایک ہیں، جو کبھی میواڑا اور چتوڑ پر حکمران رہے تھے۔ آئین اکبری سے ظاہر ہوتا ہے کہ متعدد قلعے ان کے ماتحت تھے، جن کے عوض بادشاہانِ مغلیہ کو فوج کی امداد دیتے تھے۔ اس خاندان میں حضرت مولانا جلال الدین فاضل اجل گزرے ہیں، جو خان صاحب میاں غلام محی الدین خان ذیلدار کولیاں شاہ حسین کے بزرگان سے تھے۔

کسانہ

گوجروں کی ڈھائی ذاتوں میں سے جیسا کہ پہلے مذکور ہوا کسانہ ایک قوم ہے ان کا کوئی مورث سلطنت مغلیہ کے عہد میں پہلے مناور ضلع جموں میں آیا اور وسیع رقبہ پر قبضہ کر کے کاشت کرنے لگا۔ اب بھی علاقہ مناور میں کسانہ قوم کثرت سے ہے۔ آباد کاروں کی وجہ سے جب وہاں کافی زمین نہ ملی، تو پھر کچھ لوگ اس قوم کے مختلف اوقات میں ضلع گجرات کے ایک دیہات میں پھیل گئے۔

کسانہ ضلع گجرات میں تقریباً چالیس مواضع میں آباد ہیں اور کئی گاؤں اس قوم کے نام پر مشہور ہیں۔ یہ حاکم قوم ہے، جس کا حال کسی جگہ مفصل بیان کیا

دریائے راوی کے کنارہ پر رہنے لگا۔ اس کی متعدد پشتیں وہیں رہیں، اس کی اولاد میں سے رترہ، گوبندی، پھورہ، کھونڈہ، یگی ضلع گجرات میں آئے ان کی ملکیت کئی مواضع میں ہے، کولیاں ہاشم، کولیاں شاہ حسین وغیرہ ضلع گجرات میں ان کے نام پر مشہور گاؤں ہیں۔ کولی شاہ حسین میں، مولانا جلال الدین، علامہ عصر گزرے ہیں، کولی برہمن بھی ہی' کولی، میر بھی کہلاتے ہیں۔ ملاحظہ ہو عنوان میر وغیرہ۔ ضلع گجرات میں کھتری کولی بھی ہے، پوربندر واقع صوبہ بمبئی میں میرون کی شاخوں میں سے ایک کوہل بھی ہے اور کوہلی اور گھلوٹ گوجروں کا بھاٹ ایک ہے اور جن قوموں کا بھاٹ ایک ہوتا ہے، وہ بالعموم ایک ہوتی ہیں، شادی کے موقع پر کوہل میر اور پوربند کی کولی کی عورتیں دُلھا کو میواڑ کا دُلھا کہتی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ گھلوٹ اور کولی ایک ہیں، جو کبھی میواڑا اور چتوڑ پر حکمران رہے تھے۔ آئین اکبری سے ظاہر ہوتا ہے کہ متعدد قلعے ان کے ماتحت تھے، جن کے عوض بادشاہانِ مغلیہ کو فوج کی امداد دیتے تھے۔ اس خاندان میں حضرت مولانا جلال الدین فاضل اجل گزرے ہیں، جو خان صاحب میاں غلام محی الدین خان ذیلدار کولیاں شاہ حسین کے بزرگان سے تھے۔

کسانہ

گوجروں کی ڈھائی ذاتوں میں سے جیسا کہ پہلے مذکور ہوا کسانہ ایک قوم ہے ان کا کوئی مورث سلطنت مغلیہ کے عہد میں پہلے مناور ضلع جموں میں آیا اور وسیع رقبہ پر قبضہ کر کے کاشت کرنے لگا۔ اب بھی علاقہ مناور میں کسانہ قوم کثرت سے ہے۔ آباد کاروں کی وجہ سے جب وہاں کافی زمین نہ ملی، تو پھر کچھ لوگ اس قوم کے مختلف اوقات میں ضلع گجرات کے ایک دیہات میں پھیل گئے۔

کسانہ ضلع گجرات میں تقریباً چالیس مواضع میں آباد ہیں اور کئی گاؤں اس قوم کے نام پر مشہور ہیں۔ یہ حاکم قوم ہے، جس کا حال کسی جگہ مفصل بیان کیا

کالس راجہ تھا، اس کی اولاد پنجاب آئی، پہلے انہوں نے چیلیانوالی کے جنگل پر قبضہ کیا۔ چنانچہ آج تک اس ٹیلہ کو جس میں انگریزوں کا قبرستان ہے، کالسوں کا ٹبہ (ٹیلہ) کہتے ہیں، مگر یہاں کے اصلی باشندوں سے (جو غالباً جاٹ ہوں گے) ان کی لڑائی رہتی تھی اور یہ فارغ البالی سے زمین آباد نہ کر سکے اور موضع کالس میں آ کر آباد ہوئے، (چیلیانوالہ وہ خطہ ہے جس پر زمانۂ حال میں خاندان گجگاہیہ قابض ہے) یہ لوگ فخر کرتے ہیں کہ کوئی گوجر ہمارے سوا یہاں جاٹوں کے مقابلہ میں نہ ٹھہر سکا۔ ڈنگہ کے کھٹانہ چودھریوں کا بھی یہی دعویٰ ہے کہ ہم نے ڈنگہ میں آ کر جاٹوں کو آگے بڑھنے سے روکا۔ راجہ کالس کی اولاد سے دو شخص کثاریخان و بلند خان معروف ہیں، کثاری خان تو پونچھ کے سرسبز پہاڑوں میں چلا گیا، جس کی اولاد اب بھی وہاں موجود ہے اور بلند خان کی اولاد، جہلم، گجرات وغیرہ میں ہے، موضع بنی اسی قوم کے کسی مورث اعلیٰ نبی خان کا آباد کردہ ہے۔ میرٹھ وغیرہ اضلاع کے کلسان اور پنجاب کے کالس ایک ہی ہیں یہ ضلع گجرات میں دھامان، اجنالہ وغیرہ چند مواضع میں بود باش رکھتے ہیں، ہندوستان کے اضلاع کے کالس چوہانوں سے اپنا شجرہ نسب ملاتے ہیں۔ یہ لوگ یوپی میں بکثرت پائے جاتے ہیں۔ یوپی کے کالس اپنے بزرگوں اور اپنے بھاٹوں کی تاریخوں سے اپنی تاریخ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ مہابھارت کے زمانہ میں راجہ امل یا الیان شہر الل کنڈ سے جو نیل گری پہاڑ پر واقع تھا، فتوحات کی ہوس میں ایک لشکر جرار لے کر روانہ ہوا اور فتح پر فتح کرتا ہوا ریڈر کے مقام پر پہنچا جو کوہ آبو سے پچاس میل کے فاصلے پر ہے، اس ملک کو خوشنما اور زرخیز دیکھ کر وہاں اپنی سلطنت کی بنیاد ڈالی اور متعدد گرج یعنی قلعے تعمیر کیے۔ جس کی وجہ سے اس قوم کا نام گوجر اور ملک کا نام گرجراسٹر ہو گیا۔

اس کی نسل میں ایک طاقتور راجہ اسم بامسمیٰ ہوا جس کا نام چترنج تھا۔ اس نے سنبھول گرہ (زتبھور) کا علاقہ فتح کر لیا اور اپنی جدا سلطنت قائم کر لی

کالس راجہ تھا، اس کی اولاد پنجاب آئی، پہلے انہوں نے چیلیانوالی کے جنگل پر قبضہ کیا۔ چنانچہ آج تک اس ٹیلہ کو جس میں انگریزوں کا قبرستان ہے، کالسوں کا ٹبہ (ٹیلہ) کہتے ہیں، مگر یہاں کے اصلی باشندوں سے (جو غالباً جاٹ ہوں گے) ان کی لڑائی رہتی تھی اور یہ فارغ البالی سے زمین آباد نہ کر سکے اور موضع کالس میں آ کر آباد ہوئے، (چیلیانوالہ وہ خطہ ہے جس پر زمانۂ حال میں خاندان گجگاہیہ قابض ہے) یہ لوگ فخر کرتے ہیں کہ کوئی گوجر ہمارے سوا یہاں جاٹوں کے مقابلہ میں نہ ٹھہر سکا۔ ڈنگہ کے کھٹانہ چودھریوں کا بھی یہی دعویٰ ہے کہ ہم نے ڈنگہ میں آ کر جاٹوں کو آگے بڑھنے سے روکا۔ راجہ کالس کی اولاد سے دو شخص کٹاریخان و بلند خان معروف ہیں، کٹاری خان تو پونچھ کے سرسبز پہاڑوں میں چلا گیا، جس کی اولاد اب بھی وہاں موجود ہے اور بلند خان کی اولاد، جہلم، گجرات وغیرہ میں ہے، موضع بنی اسی قوم کے کسی مورث اعلیٰ نبی خان کا آباد کردہ ہے۔ میرٹھ وغیرہ اضلاع کے کلسان اور پنجاب کے کالس ایک ہی ہیں یہ ضلع گجرات میں دھامان، اجنالہ وغیرہ چند مواضع میں بودباش رکھتے ہیں، ہندوستان کے اضلاع کے کالس چوہانوں سے اپنا شجرہ نسب ملاتے ہیں۔ یہ لوگ یوپی میں بکثرت پائے جاتے ہیں۔ یوپی کے کالس اپنے بزرگوں اور اپنے بھاٹوں کی تاریخوں سے اپنی تاریخ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ مہابھارت کے زمانہ میں راجہ امل یا الیان شہر الل کنڈ سے جو نیل گری پہاڑ پر واقع تھا، فتوحات کی ہوس میں ایک لشکر جرار لے کر روانہ ہوا اور فتح پر فتح کرتا ہوا ریڈر کے مقام پر پہنچا جو کوہ آبو سے پچاس میل کے فاصلے پر ہے، اس ملک کو خوشنما اور زرخیز دیکھ کر وہاں اپنی سلطنت کی بنیاد ڈالی اور متعدد گرج یعنی قلعے تعمیر کئے۔ جس کی وجہ سے اس قوم کا نام گوجر اور ملک کا نام گرجراسٹر ہو گیا۔

اس کی نسل میں ایک طاقتور راجہ اسم بامسمی ہوا جس کا نام چترنج تھا۔ اس نے سنبھول گرہ (زنبھور) کا علاقہ فتح کر لیا اور اپنی جدا سلطنت قائم کر لی

گھدوا

یہ گوجر قوم کی ایک شاخ ہے اور ان کے افرد راجپوتانہ میں ملتے ہیں، جو گوجر کہلاتے ہیں، بہت بڑے محنتی اور قوی دل ہیں مگر ان کی مالی حالت بُری بیان کی جاتی ہے، ہم نے بہت کوشش کی کہ ان کے کسی نمائندے کا نام ملے۔ مگر کامیابی نہ ہوئی۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ قلیل جماعت راجپوتانہ میں کسی دوسری ذات میں تبدیل ہوگئی ہے۔

کل ہنیا

کئی تاریخوں میں اس گوت کا ذکر آتا ہے اور ایک تاریخ میں لکھا ہے کہ ضلع گجرات پنجاب میں چیچی اور چوہان کے ساتھ مشہور گوت کل ہنیا ہے، یہاں کے مراسیوں اور دوسرے واقف بھائی بندوں سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ اس نام کی کوئی ذات نہیں ہے۔ ہمارا خیال یہ ہے کہ کل ہنیا شاید دوسری گوت کا بگڑا ہوا نام ہے، جو پہلے کسی مورخ نے غلط لکھا یا نقل میں غلط ہوگیا، ممکن ہے کہ یہ کھٹانہ ہو، انگریزی تاریخوں میں کلھیا لکھا گیا ہو، پھر دوسری تاریخوں میں اس کی نقل ہوگئی ہو، یا کلسان (کالس) ہو، یا کسانہ ہو، یا کٹھانہ ہو، کیونکہ چیچی اور چوہان کے ساتھ یہ قومیں نسبت رکھتی ہیں، اگر گجرات پنجاب کا نام نہ ہوتا اور اس کو چیچی اور چوہان کا رتبہ نہ دیا جاتا تو ہم تسلیم کرتے کہ یہ گوت کسی دوسرے ملک میں ہوگا ممکن ہے کہ ضلع گجرات یا کسی اور ملک میں یہ گوت ہو اور اب کسی دوسرے گوت میں مدغم ہوگیا ہو، یا اس کا نام تبدیل ہوگیا ہو یا زمانہ کے انقلاب سے صفحہ ہستی سے ہی محو ہوگیا ہو۔ ہم نے اس کو اس لئے تاریخ میں جگہ دی کہ ہماری قوم کے فاضل اس کی نسبت تحقیق کریں، بعض تاریخوں میں کال کینہ لکھا ہے اور گجرات کے چیچوں کے ساتھ کال کینوں کا ذکر کیا ہے ہمارے خیال میں یہ بھی غلط ہے۔

گھدوا

یہ گوجر قوم کی ایک شاخ ہے اور ان کے افرد راجپوتانہ میں ملتے ہیں، جو گوجر کہلاتے ہیں، بہت بڑے محنتی اور قوی دل ہیں مگر ان کی مالی حالت بُری بیان کی جاتی ہے، ہم نے بہت کوشش کی کہ ان کے کسی نمائندے کا نام ملے۔ مگر کامیابی نہ ہوئی۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ قلیل جماعت راجپوتانہ میں کسی دوسری ذات میں تبدیل ہوگئی ہے۔

کل ہنیا

کئی تاریخوں میں اس گوت کا ذکر آتا ہے اور ایک تاریخ میں لکھا ہے کہ ضلع گجرات پنجاب میں چیچی اور چوہان کے ساتھ مشہور گوت کل ہنیا ہے، یہاں کے مراسیوں اور دوسرے واقف بھائی بندوں سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ اس نام کی کوئی ذات نہیں ہے۔ ہمارا خیال یہ ہے کہ کل ہنیا شاید دوسری گوت کا بگڑا ہوا نام ہے، جو پہلے کسی مورخ نے غلط لکھا یا نقل میں غلط ہوگیا، ممکن ہے کہ یہ کھٹانہ ہو، انگریزی تاریخوں میں کلھیا لکھا گیا ہو، پھر دوسری تاریخوں میں اس کی نقل ہوگئی ہو، یا کلسان (کالس) ہو، یا کسانہ ہو، یا کٹھانہ ہو، کیونکہ چیچی اور چوہان کے ساتھ یہ قومیں نسبت رکھتی ہیں، اگر گجرات پنجاب کا نام نہ ہوتا اور اس کو چیچی اور چوہان کا رتبہ نہ دیا جاتا تو ہم تسلیم کرتے کہ یہ گوت کسی دوسرے ملک میں ہوگا ممکن ہے کہ ضلع گجرات یا کسی اور ملک میں یہ گوت ہو اور اب کسی دوسرے گوت میں مدغم ہوگیا ہو، یا اس کا نام تبدیل ہوگیا ہو یا زمانہ کے انقلاب سے صفحہ ہستی سے ہی محو ہوگیا ہو۔ ہم نے اس کو اس لئے تاریخ میں جگہ دی کہ ہماری قوم کے فاضل اس کی نسبت تحقیق کریں، بعض تاریخوں میں کال کینہ لکھا ہے اور گجرات کے چیچوں کے ساتھ کال کینوں کا ذکر کیا ہے ہمارے خیال میں یہ بھی غلط ہے۔

کھاری گوجر کثرت سے آباد ہیں۔

کھوبر

پنجاب میں یہ گوت کم ہے، یوپی میں اس گوت کے بڑے بڑے زمیندار ہیں۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم وسط ایشیا کے رہنے والے ہیں حملہ آور قوموں کے ساتھ ہندوستان میں آئے، ہمارا تعلق ہُن قبائل سے ہے چونکہ ہم خوبرو تھے، اس لئے ہمارا نام ہندی الفاظ میں کھوبر ہوا۔ خ، کھ سے تبدیل ہوئی۔ واؤ حذف ہوگئی، خوبرو کا کھوبر ہو گیا۔

(مولف) عجیب بات ہے کہ لوگ کچھ نہ کچھ وجہ تسمیہ بنا لیتے ہیں، خواہ اصلیت کچھ اور ہی ہو۔

کھٹانہ

ضلع گجرات میں زیادہ تر آبادی کھٹانہ گوجروں کی ہے اور ان کی ملکیت متعدد مواضع میں ہے، چونکہ یہ زیادہ ہیں، اکثر ضلع گجرات کے گوجروں نے اپنا شجرۂ نسب ان کے ساتھ ملا دیا، جو بظاہر غلط معلوم ہوتا ہے۔ ملاحظہ ہو تاریخ مرزا اعظم بیگ، یہ سورج بنسی کہلاتے ہیں یعنی تنور اور اپنا سلسلہ نسب پانڈو تک پہنچاتے ہیں۔

راجہ جیپال ہندوستان کا مشہور راجہ تھا، اس نے اپنی طاقت جہانگیری سے سلطنت کو بہت وسعت دی یہاں تک کہ شمالی حصہ پنجاب کا بھی اس کی سلطنت کا ایک جزو ہو گیا۔

جب سلطان محمود غزنوی ہندوستان پر حملہ آور ہوا، تو راجہ نے غیرتمند گوجروں کا بھاری لشکر لے کر دریائے اٹک کے کنارہ پر شمشیر خون چکان وسنان جان ستان سے اس کا استقبال کیا، دونوں میں خونریز جنگ شروع ہوئی۔ گوجروں نے غزنی نژاد لشکر کے بہادروں کا بہت نقصان کیا، مگر غزنی کے سیلاب کو نہ اٹک

کھاری گوجر کثرت سے آباد ہیں۔

کھوبر

پنجاب میں یہ گوت کم ہے، یوپی میں اس گوت کے بڑے بڑے زمیندار ہیں۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم وسط ایشیا کے رہنے والے ہیں حملہ آور قوموں کے ساتھ ہندوستان میں آئے، ہمارا تعلق ہُن قبائل سے ہے چونکہ ہم خوبرو تھے، اس لئے ہمارا نام ہندی الفاظ میں کھوبر ہوا۔ خ، کھ سے تبدیل ہوئی۔ واؤ حذف ہوگئی، خوبرو کا کھوبر ہوگیا۔

(مولف) عجیب بات ہے کہ لوگ کچھ نہ کچھ وجہ تسمیہ بنا لیتے ہیں، خواہ اصلیت کچھ اور ہی ہو۔

کھٹانہ

ضلع گجرات میں زیادہ تر آبادی کھٹانہ گوجروں کی ہے اور ان کی ملکیت متعدد مواضع میں ہے، چونکہ یہ زیادہ ہیں، اکثر ضلع گجرات کے گوجروں نے اپنا شجرۂ نسب ان کے ساتھ ملا دیا، جو بظاہر غلط معلوم ہوتا ہے۔ ملاحظہ ہو تاریخ مرزا اعظم بیگ، یہ سورج بنسی کہلاتے ہیں یعنی تنور اور اپنا سلسلہ نسب پاندو تک پہنچاتے ہیں۔

راجہ جیپال ہندوستان کا مشہور راجہ تھا، اس نے اپنی طاقت جہانگیری سے سلطنت کو بہت وسعت دی یہاں تک کہ شمالی حصہ پنجاب کا بھی اس کی سلطنت کا ایک جزو ہوگیا۔

جب سلطان محمود غزنوی ہندوستان پر حملہ آور ہوا، تو راجہ نے غیرتمند گوجروں کی بھاری لشکر لے کر دریائے اٹک کے کنارہ پر شمشیر خون چکان وسنان جان ستان سے اس کا استقبال کیا، دونوں میں خونریز جنگ شروع ہوئی۔ گوجروں نے غزنی نژاد لشکر کے بہادروں کا بہت نقصان کیا، مگر غزنی کے سیلاب کو نہ اٹک

ناسازگاری زمانہ سے ان میں سے کئی دوسرے ملکوں میں شاہ پور کو چھوڑ کر چلے گئے۔

ماآزمودہ ایم دریں شہر بخت خویش
بیروں کشیدہ باید ازیں شہر رخت خویش

اور کچھ محبت وطن کے گرویدہ ہو گئے اور رفتہ رفتہ اپنے مقبوضات کو وسعت دی۔

اکبر بادشاہ کے عہد میں ضلع گجرات کی سرزمین غیر آباد تھی، بادشاہ نے اس خطہ کے آباد کرنے کا حکم دیا۔ اس خاندان کے چار چوہدریوں آ کیا، کندہ، بالا، ہانڈو کو چار پتے اور ایک ایک پتہ چوہان وچھی کو دیا گیا۔

ان میں سے بالا اور ہانڈو درویش سیرت اور عارف خصلت تھے، اسی وجہ سے ان کو پیر بالا اور پیر ہانڈو کہتے ہیں، پیر کے معنی پنجابی میں بزرگ اور مرشد کے ہیں۔

(مؤلف) ضلع گجرات کے کٹھانہ[1] قوم کی یہ روایت کہ وہ کٹھانہ راجہ کی اولاد ہیں، جو حضرت علی ہجویری علیہ الرحمۃ کے ہاتھ پر اسلام لایا، قابلِ غور ہے، لاکھوں ہندو سکھ کٹھانے اضلاع یوپی وغیرہ ممالک میں ہیں، وہ تو راجہ کٹھانہ نومسلم کی اولاد نہیں ہیں، وہ کیوں کٹھانہ کہلاتے ہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ راجہ دیوت دائی گجرات میوات کے پانچ بھائی اور تھے جنہوں نے علیحدہ علیحدہ اپنی حکومتیں قائم کیں، چونکہ اس خاندان کی چھ حکومتیں تھیں لہٰذا ان کو کٹھانہ کہا گیا، کھٹ کے معنی سنسکرت میں چھ ہیں اور لفظ انہ نسبت کا ہے،

---

[1] اس خاندان میں بڑے بڑے فاضل گزرے ہیں، مولوی محمد عالم مرحوم ساکن گورسیان و مولانا مولوی فقیر محمد مغفور ساکن کنہیارہ ریاست جموں مولوی حافظ محمود محدث مرحوم و مولوی سلطان احمد محدث مغفور مولوی فاضل منشی فاضل ساکن گنجہ ضلع گجرات موجودہ زمانہ میں مولوی فضل کریم مولوی فاضل ساکن سلام ریاست جموں مولوی محمد اشرف محدث مولوی فاضل منشی فاضل ساکن چک چھتہ تحصیل جہلم، مستند عالم ہیں، طلبہ ان کے علم سے مستفید ہو رہے ہیں۔

ناسازگاری زمانہ سے ان میں سے کئی دوسرے ملکوں میں شاہ پور کو چھوڑ کر چلے گئے۔

ما آزمودہ ایم دریں شہر بخت خویش
بیرون کشیدہ باید ازیں شہر رخت خویش

اور کچھ محبت وطن کے گرویدہ ہو گئے اور رفتہ رفتہ اپنے مقبوضات کو وسعت دی۔

اکبر بادشاہ کے عہد میں ضلع گجرات کی سرزمین غیر آباد تھی، بادشاہ نے اس خطہ کے آباد کرنے کا حکم دیا۔ اس خاندان کے چار چوہدریوں آ گیا، کندہ، بالا، ہانڈو کو چار پتے اور ایک ایک پتہ چوہان و چچی کو دیا گیا۔

ان میں سے بالا اور ہانڈو درویش سیرت اور عارف خصلت تھے، اسی وجہ سے ان کو پیر بالا اور پیر ہانڈو کہتے ہیں، پیر کے معنی پنجابی میں بزرگ اور مرشد کے ہیں۔

(مؤلف) ضلع گجرات کے کٹھانہ[1] قوم کی یہ روایت کہ وہ کٹھانہ راجہ کی اولاد ہیں، جو حضرت علی ہجویری علیہ الرحمۃ کے ہاتھ پر اسلام لایا، قابلِ غور ہے، لاکھوں ہندو سکھ کٹھانے اضلاع یو پی وغیرہ ممالک میں ہیں، وہ تو راجہ کٹھانہ نو مسلم کی اولاد نہیں ہیں، وہ کیوں کٹھانہ کہلاتے ہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ راجہ دیوت دائی گجرات میوات کے پانچ بھائی اور تھے جنہوں نے علیحدہ علیحدہ اپنی حکومتیں قائم کیں، چونکہ اس خاندان کی چھ حکومتیں تھیں لہٰذا ان کو کٹھانہ کہا گیا، کھٹ کے معنی سنسکرت میں چھ ہیں اور لفظ انہ نسبت کا ہے،

---

[1] اس خاندان میں بڑے بڑے فاضل گزرے ہیں، مولوی محمد عالم مرحوم ساکن گورسیان و مولانا مولوی فقیر محمد مغفور ساکن کنہیارہ ریاست جموں مولوی حافظ محمود محدث مرحوم و مولوی سلطان احمد محدث مغفور مولوی فاضل منشی فاضل ساکن گنجہ ضلع گجرات موجودہ زمانہ میں مولوی فضل کریم مولوی فاضل ساکن سلام ریاست جموں مولوی محمد اشرف محدث مولوی فاضل منشی فاضل ساکن چک چھتہ تحصیل جہلم، مستند عالم ہیں، طلبہ ان کے علم سے مستفید ہو رہے ہیں۔

ہیں، مقصود اس سے اظہار شان وشوکت ہے) اس وجہ سے اس کا نام گجگاہیہ ہو گیا۔ اب اس کی قوم بھی اسی نام سے مشہور ہے، جو شخص اس ملک کے رسم ورواج اور تغیرات اسماء وگوت سے واقف ہے، اس کو اس قسم کی تبدیلی عجیب نہیں معلوم ہوتی، کیونکہ اس کی کئی مثالیں پائی جاتی ہیں، زمینداروں میں نئے نئے نام رکھنا اور گوتوں کا پیدا کرنا ہر جگہ کثرت سے پایا جاتا ہے۔ یہ قوم علاقہ جاٹ کی سرحد پر مقیم ہے۔ ان کا دعویٰ ہے کہ اس قوم نے برسوں جاٹوں سے مقابلہ کر کے اپنے مقبوضات میں سے ایک چپہ بھر زمین جانے نہیں دی، ہم نے ایک تاریخ میں پڑھا ہے کہ گج گاہیہ ایک فوج کا نام ہے جو راجہ پورس کی فوج میں ہاتھیوں پر سوار ہو کر سکندر سے لڑی تھی۔

گج، ہاتھی، گاہی سوار، گجگاہیہ، فیل سوار۔

گور برہمن، ناگر برہمن، میر برہمن، پشکر برہمن

گوجر قوم میں جو افراد دین و مذہب وعرفان کے عالم و پیشوا تھے، وہ برہمن کہلاتے تھے، برہمنوں کی نسبت مختلف روایات ہیں۔

ایک روایت یہ ہے کہ سیستان کے آتش پرست تھے۔ دوسری روایت یہ ہے کہ یہ کابل اور قندھار کی وادی کے برہمن ہیں، ایک گروہ مہر کل کے ساتھ جو گوجر راجہ تھا، پنجاب میں آیا، دوسرا گروہ وہ اسول قوم گوجر کے ہمراہ مارواڑ میں وارد ہوا، تیسرا گروہ چاپ قوم گوجر کا پیشوا تھا۔

جب آفتاب پرستی کے مذہب کو زوال آیا تو انہوں نے ہندو مذہب قبول کیا اور مندروں کے پوجاری ہوگئے، یا مذہب جین کے مقلد ہو کر جینیوں کے پروہت بن گئے، راجپوتانہ میں بوندی اور الور میں گوجر برہمن اور مارواڑ میں گوڑ برہمن اور واکوٹ واقعہ یوپی میں میر برہمن کی ذات ثابت کرتی ہے کہ گوجروں میں برہمن کے گروہ موجود ہیں اور گجاگت کے ناگر برہمن جو نہایت خوبصورت

ہیں، مقصود اس سے اظہار شان وشوکت ہے) اس وجہ سے اس کا نام گجگاہیہ ہو گیا۔ اب اس کی قوم بھی اسی نام سے مشہور ہے، جو شخص اس ملک کے رسم و رواج اور تغیرات اسماء و گونت سے واقف ہے، اس کو اس قسم کی تبدیلی عجیب نہیں معلوم ہوتی، کیونکہ اس کی کئی مثالیں پائی جاتی ہیں، زمینداروں میں نئے نئے نام رکھنا اور گوتوں کا پیدا کرنا ہر جگہ کثرت سے پایا جاتا ہے۔ یہ قوم علاقہ جاٹ کی سرحد پر مقیم ہے۔ ان کا دعویٰ ہے کہ اس قوم نے برسوں جاٹوں سے مقابلہ کر کے اپنے مقبوضات میں سے ایک چپہ بھر زمین جانے نہیں دی، ہم نے ایک تاریخ میں پڑھا ہے کہ گج.گاہیہ ایک فوج کا نام ہے جو راجہ پورس کی فوج میں ہاتھیوں پر سوار ہو کر سکندر سے لڑی تھی۔

گج، ہاتھی، گاہی سوار، گجگاہیہ، فیل سوار۔

گور برہمن، ناگر برہمن، میر برہمن، پشکر برہمن

گوجر قوم میں جو افراد دین و مذہب وعرفان کے عالم و پیشوا تھے، وہ برہمن کہلاتے تھے، برہمنوں کی نسبت مختلف روایات ہیں۔

ایک روایت یہ ہے کہ سیستان کے آتش پرست تھے۔ دوسری روایت یہ ہے کہ یہ کابل اور قندھار کی وادی کے برہمن ہیں، ایک گروہ مہر کل کے ساتھ جو گوجر راجہ تھا، پنجاب میں آیا، دوسرا گروہ وہ اسول قوم گوجر کے ہمراہ مارواڑ میں وارد ہوا، تیسرا گروہ چاپ قوم گوجر کا پیشوا تھا۔

جب آفتاب پرستی کے مذہب کو زوال آیا تو انہوں نے ہندو مذہب قبول کیا اور مندروں کے پوجاری ہو گئے، یا مذہب جین کے مقلد ہو کر جینیوں کے پروہت بن گئے، راجپوتانہ میں بوندی اور الور میں گوجر برہمن اور مارواڑ میں گوڑ برہمن اور واکوٹ واقعہ یوپی میں میر برہمن کی ذات ثابت کرتی ہے کہ گوجروں میں برہمن کے گروہ موجود ہیں اور گجاگت کے ناگر برہمن جو نہایت خوبصورت

حکومت کرتے رہے، پھر تمام پنجاب میں پھیل گئے، جموں کے علاقہ میں گورسی گاؤں مشہور ہے اسی قوم میں سے ایک شخص بھاگو تھا جس نے ضلع گجرات میں موضع بھاگو آباد کیا، سلطان مسعود کے عہد حکومت میں مسلمان ہوا کسی زمانہ میں اس قوم کا 86 محال پر قبضہ حاکمانہ تھا، مگر رفتہ رفتہ ان کے قبضہ کی وسعت کم ہوتی گئی اور دوسرے لوگ شریک ہو گئے، یہ حاکم قوم ہے جس کے متعدد مواضع گجرات میں ہیں، اس قوم کے لوگ توانا، قوی، ہیکل، بردباد اور ذہین ہیں، اس خاندان میں مولانا قاری علی محمد مرحوم محدث ادیب جامع العلوم گزرے ہیں، آپ نے ہندوستان کے بڑے بڑے مشہور فضلاء سے استفادہ کیا، اور عرصہ تک ریاست کوئٹہ کے مدرسہ عربی کے اعلیٰ مدرس رہے، آپ کے بڑے صاحبزادہ محمد عبداللہ محدث ایم اے، ایل ایل بی، مولوی فاضل منشی فاضل ایم ،او، ایل نہایت متورع، متقی پنڈی گھیب ضلع اٹک میں وکالت کرتے ہیں، دوسرے صاحبزادہ مولوی عبدالرحمٰن مولوی فاضل وکیل اور تیسرے صاحبزادہ مولوی عبدالعزیز بی اے ہیں، این خاندان ہمہ آفتاب است یہ کنگھر تحصیل کھاریاں کے زمیندار ہیں۔ دراصل یہ برہ خاندان سے ہیں، مگر بوجہ رشتہ داری کے یہ گورسی گوت میں شامل ہو گئے، ایک اور صاحب فاضل گورسی مولوی احمد علی، مولوی فاضل، او، ٹی ساکن موضع گورسیان ضلع گجرات رسالہ العدل کے مُدیر ہیں۔

گرچانی

گرچانی، جو رند بلوچوں کی ایک مشہور شاخ ہے، دراصل گوجر ہیں اور بلوچوں میں بھی یہ روایت مشہور ہے کہ گرچانی دوسری قوم سے ہیں۔ اصل بلوچ نہیں ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گوجر قوم کا کوئی اعلیٰ خاندان رند بلوچ میں چلا گیا اور بلوچوں نے اس کو اپنا بھائی بند بنا لیا اور اس کو گرچانی کا لقب دیا، مگر گرچانی بلوچ اس کو تسلیم نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ صرف الفاظ کی باہمی مشابہت ہے، ایک قوم دوسری قوم میں شامل نہیں ہو سکتی، بلوچوں میں گرچانی ایک

حکومت کرتے رہے، پھر تمام پنجاب میں پھیل گئے، جموں کے علاقہ میں گورسی گاؤں مشہور ہے اسی قوم میں سے ایک شخص بھاگو تھا جس نے ضلع گجرات میں موضع بھاگو آباد کیا، سلطان مسعود کے عہد حکومت میں مسلمان ہوا کسی زمانہ میں اس قوم کا 86 محال پر قبضہ حاکمانہ تھا، مگر رفتہ رفتہ ان کے قبضہ کی وسعت کم ہوتی گئی اور دوسرے لوگ شریک ہو گئے، یہ حاکم قوم ہے جس کے متعدد مواضع گجرات میں ہیں، اس قوم کے لوگ توانا، قوی، ہیکل، بردباد اور ذہین ہیں، اس خاندان میں مولانا قاری علی محمد مرحوم محدث ادیب جامع العلوم گزرے ہیں، آپ نے ہندوستان کے بڑے بڑے مشہور فضلاء سے استفادہ کیا، اور عرصہ تک ریاست کوئٹہ کے مدرسہ عربی کے اعلیٰ مدرس رہے، آپ کے بڑے صاحبزادہ محمد عبداللہ محدث ایم اے، ایل ایل بی، مولوی فاضل منشی فاضل ایم، او، ایل نہایت متورع، متقی پنڈی گھیب ضلع اٹک میں وکالت کرتے ہیں، دوسرے صاحبزادہ مولوی عبدالرحمٰن مولوی فاضل وکیل اور تیسرے صاحبزادہ مولوی عبدالعزیز بی اے ہیں، این خاندان ہمہ آفتاب است یہ کنگھر تحصیل کھاریاں کے زمیندار ہیں۔ دراصل یہ برہ خاندان سے ہیں، مگر بوجہ رشتہ داری کے یہ گورسی گوت میں شامل ہو گئے، ایک اور صاحب فاضل گورسی مولوی احمد علی، مولوی فاضل، او، ٹی ساکن موضع گورسیان ضلع گجرات رسالہ العدل کے مدیر ہیں۔

گرچانی

گرچانی، جو رند بلوچوں کی ایک مشہور شاخ ہے، دراصل گوجر ہیں اور بلوچوں میں بھی یہ روایت مشہور ہے کہ گرچانی دوسری قوم سے ہیں۔ اصل بلوچ نہیں ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گوجر قوم کا کوئی اعلیٰ خاندان رند بلوچ میں چلا گیا اور بلوچوں نے اس کو اپنا بھائی بند بنا لیا اور اس کو گرچانی کا لقب دیا، مگر گرچانی بلوچ اس کو تسلیم نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ صرف الفاظ کی باہمی مشابہت ہے، ایک قوم دوسری قوم میں شامل نہیں ہو سکتی، بلوچوں میں گرچانی ایک

لودہ یا لودی، یا لادی یا لودھی

یہ رگھ بنسی راجپوت کہلاتے ہیں ان کا مورث راجہ لودسین تھا، اس کی اولاد میں سے مالا نامی ملک گجرات دکن سے پنجاب آیا۔ اس کی اولاد کئی پشت تک لودھانہ میں رہی، وہاں سے سیالکوٹ آئی اور حلقہ اسلام میں داخل ہوئی ان میں سے کاظم نامی ضلع گجرات میں آ کر اقامت گزیں ہوا، موضع لادی اسی قوم کے نام پر مشہور ہے اور چونکہ لودھانہ سے آئے تھے، اس لئے لادی مشہور ہوئے۔

لتالا

یہ گوجروں کا گوت ہے، اس گوت کے افراد، ریاست مالیر کوٹلہ میں پائے جاتے ہیں، اس گوت کی دریافت کے لئے بہت کوشش کی مگر پتہ نہیں ملتا اس خاندان کا پہلا راجہ للتا دیتہ تھا۔ اگرچہ یہ خاندان مسلمان ہے لیکن اس کی کچھ خصوصیات بھی ہیں کہ دوسری قوموں کے برخلاف ان کا کوئی مراسی نہیں ہوتا، بلکہ برہمن ہوتا ہے۔ گویا اس قوم نے اپنی قدیمی رواج کو قائم رکھا ہے۔ لتالا کا للتا کی اولاد سے ہونا زیادہ قرین قیاس ہے اور یہ معمولی تبدیلی ہے۔

لکھن رائے

اگرچہ ہم نے اس کا ذکر چیچی قوم کے ضمن میں مجملاً کیا ہے، مگر چونکہ یہ مستقل گوت ہے اس لئے اس کا علیحدہ ذکر کرنا بھی مناسب ہے۔ یہ چیچی قوم کی شاخ ہے لکھن رائے چیچی، ڈانگی چیچی، ایک ہی قوم ہیں چیچی اور ڈانگی چیچی اور لکھن رائے، تینوں اپنا مورث لکھن کو بتلاتے ہیں، ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ بعض گوت اپنے مورث کے نام سے براہ راست موسوم ہوتے ہیں اور بعض بالواسطہ، چنانچہ جو گوت لکھن رائے سے بلاواسطہ موسوم ہے وہ لکھن رائے کہلاتا ہے اور چیچی بالواسطہ لکھن رائے سے منسوب ہوتے ہیں، یہ لوگ اپنے مورث لکھن رائے کو لکھ بخش کہتے ہیں اور اپنی اس سخاوت کی نسبت کی بنا پر سب قوموں اور گوتوں پر فخر

لودہ یا لودی، یا لادی یا لودھی

یہ رگھ بنسی راجپوت کہلاتے ہیں ان کا مورث راجہ لودسین تھا، اس کی اولاد میں سے مالا نامی ملک گجرات دکن سے پنجاب آیا۔ اس کی اولاد کئی پشت تک لودھانہ میں رہی، وہاں سے سیالکوٹ آئی اور حلقہ اسلام میں داخل ہوئی ان میں سے کاظم نامی ضلع گجرات میں آ کر اقامت گزیں ہوا، موضع لادی اسی قوم کے نام پر مشہور ہے اور چونکہ لودھانہ سے آئے تھے، اس لئے لادی مشہور ہوئے۔

لتالا

یہ گوجروں کا گوت ہے، اس گوت کے افراد، ریاست مالیر کوٹلہ میں پائے جاتے ہیں، اس گوت کی دریافت کے لئے بہت کوشش کی مگر پتہ نہیں ملتا اس خاندان کا پہلا راجہ للتا دیتہ تھا۔ اگرچہ یہ خاندان مسلمان ہے لیکن اس کی کچھ خصوصیات بھی ہیں کہ دوسری قوموں کے برخلاف ان کا کوئی مراسی نہیں ہوتا، بلکہ برہمن ہوتا ہے۔ گویا اس قوم نے اپنی قدیمی رواج کو قائم رکھا ہے۔ لتالا کا للتا کی اولاد سے ہونا زیادہ قرین قیاس ہے اور یہ معمولی تبدیلی ہے۔

لکھن رائے

اگرچہ ہم نے اس کا ذکر چیچی قوم کے ضمن میں مجملاً کیا ہے، مگر چونکہ یہ مستقل گوت ہے اس لئے اس کا علیحدہ ذکر کرنا بھی مناسب ہے۔ یہ چیچی قوم کی شاخ ہے لکھن رائے چیچی، ڈانگی چیچی، ایک ہی قوم ہیں چیچی اور ڈانگی چیچی اور لکھن رائے، تینوں اپنا مورث لکھن کو بتلاتے ہیں، ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ بعض گوت اپنے مورث کے نام سے براہ راست موسوم ہوتے ہیں اور بعض بالواسطہ، چنانچہ جو گوت لکھن رائے سے بلاواسطہ موسوم ہے وہ لکھن رائے کہلاتا ہے اور چیچی بالواسطہ لکھن رائے سے منسوب ہوتے ہیں، یہ لوگ اپنے مورث لکھن رائے کو لکھ بخش کہتے ہیں اور اپنی اس سخاوت کی نسبت کی بنا پر سب قوموں اور گوتوں پر فخر

مُکّر

یہ بھی اپنے آپ کو کھٹانہ خاندان سے منسوب کرتے ہیں، ان کا مورث مُکّر تھا، جس کی اولاد ملک دُکن سے پنجاب آئی۔ اس خاندان کے کچھ لوگ قصبہ ڈنگہ وغیرہ میں پائے جاتے ہیں۔

موٹن

یہ راجہ جگدیو کی اولاد ہیں۔ ان کا مورث موٹن نامی تھا، جس کی اولاد سے کچھ لوگ ملک دکن سے ضلع سیالکوٹ میں آ کر آباد ہوئے، پھر ان میں سے بعض لوگ گجرات چلے آئے، یہ مختلف مواضع ڈوگہ، مچھیانہ، کھاریاں، ساہن وال وغیرہ میں رہتے ہیں۔

مہلو

مہلو، سورج بنسی راجپوت ہیں۔ ان کا مورث مہلو تھا، اس کی اولاد میں سے کچھ لوگ علاقہ پنجاب میں آ کر آباد ہوئے اور ان کی ملکیت ضلع گجرات کے 19,18 گاؤں میں ہے مثلاً چچیان، ڈھوک، گوجران، کوٹلہ، شیخاں، فتا بھنڈ، سیکریالی، موجیانوالی وغیرہ۔

مہیسی

اس گوت کے لوگ کہتے ہیں کہ ہم سٹرویہ راجپوت ہیں، سٹرویہ کے تین بیٹے مہیسی، دیدڑ، کھاری تھے۔ جو اپنے گوت کے نام پر مشہور ہیں مہیسی کے نام پر ایک موضع ضلع گجرات میں ہے، اور یہ لوگ مختلف مواضع میں رہتے ہیں۔

مور یا موریا

یہ بھی گوجر ہیں، بعض مؤرخین نے سخت دھوکا کھایا، کہ ان کو گوجر سمجھ کر

مٹّر

یہ بھی اپنے آپ کو کھٹانہ خاندان سے منسوب کرتے ہیں، ان کا مورث مٹّر تھا، جس کی اولاد ملک دکن سے پنجاب آئی۔ اس خاندان کے کچھ لوگ قصبہ ڈنگہ وغیرہ میں پائے جاتے ہیں۔

موٹن

یہ راجہ جگدیو کی اولاد ہیں۔ ان کا مورث موٹن نامی تھا، جس کی اولاد سے کچھ لوگ ملک دکن سے ضلع سیالکوٹ میں آکر آباد ہوئے، پھر ان میں سے بعض لوگ گجرات چلے آئے، یہ مختلف مواضع ڈوگہ، مچھیانہ، کھاریاں، ساہن وال وغیرہ میں رہتے ہیں۔

مہلو

مہلو، سورج بنسی راجپوت ہیں۔ ان کا مورث مہلو تھا، اس کی اولاد میں سے کچھ لوگ علاقہ پنجاب میں آکر آباد ہوئے اور ان کی ملکیت ضلع گجرات کے 19,18 گاؤں میں ہے مثلاً چچیان، ڈھوک، گوجران، کوٹلہ، شیخاں، فتا بھنڈ، سیکریالی، موجیانوالی وغیرہ۔

مہیسی

اس گوت کے لوگ کہتے ہیں کہ ہم سٹرویہ راجپوت ہیں، سٹرویہ کے تین بیٹے مہیسی، دیڈڑ، کھاری تھے۔ جو اپنے گوت کے نام پر مشہور ہیں مہیسی کے نام پر ایک موضع ضلع گجرات میں ہے، اور یہ لوگ مختلف مواضع میں رہتے ہیں۔

موریا موریا

یہ بھی گوجر ہیں، بعض مؤرخین نے سخت دھوکا کھایا۔ کہ ان کو گوجر سمجھ کر

نکاڈی

اجمیر میں گوجروں کی ایک جماعت نکاڈی کے نام سے موسوم ہے، جو
ایک معزز و شریف گروہ سمجھا جاتا ہے، ان کی شرافت و اعزاز کی وجہ یہ ہے کہ و
بیوہ کا نکاح نہیں کرتے اور نہ ادنیٰ شاخوں میں عقد کرتے ہیں اور پکے ہندو ہیں۔

نیک دے

نیک دے اجمیر علاقہ میں پائے جاتے ہیں اور اپنے کارناموں او
ذات پر بہت فخر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم تمام قوموں سے برتر ہیں۔

لبھی، سیسودیا، گھلوٹ، پچھواہہ

یہ سب گوجروں کے گوت ہیں اور جہاں تک ہم نے تاریخوں کا مطالع
کیا، ان کا باہم نسبی تعلق ثابت ہوتا ہے، اس لئے ہم ان کو ایک عنوان میں جگ
دیتے ہیں اور ہر ایک کے مختصر حالات لکھتے ہیں۔

میر، مہیر، مہر، میتر ک متراک مختلف الفاظ استعمال میں آتے ہیں، ج
دراصل ایک ہی ہیں، زبان کے تغیر و تبدل سے یہ فرق پیدا ہوا، جن کی مثالیں
کثرت سے ناظرین اس تاریخ میں دیکھ چکے ہیں، میر کا اعزازی لقب برہمنوں ک
بھی ہے جو گوجر گوتوں میں پایا جاتا ہے۔ جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان گوتو
میں برہمن بھی ہیں، بلکہ برہمن کے ساتھ بھی لفظ میر آتا ہے، جو ان کو دوسر
برہمنوں سے ممتاز کرتا ہے، مثلاً چوہان میر، گھلوٹ میر، ببلیو دمیر، برہمن میر، کولی میر۔

گوجروں کے نمائندوں کو مہر بھی کہتے ہیں جس سے وہ خوش ہوتے ہیں
نمبردار کا لقب زیادہ تر مہر ہے۔ مہر کے معنی مقدم ہیں، پنجابی میں مہرلا اس شخص ک
کہتے ہیں جو کسی قوم کا نمائندہ ہو اور جس پر فیصلہ کا دارومدار ہو یا قوم کی طرف
سے گفتگو کرے یا قوم میں ممتاز ہو، بعض مورخین کی رائے میں یہی ان الفاظ

نکاڈی

اجمیر میں گوجروں کی ایک جماعت نکاڈیہ کے نام سے موسوم ہے، جو ایک معزز وشریف گروہ سمجھا جاتا ہے، ان کی شرافت واعزاز کی وجہ یہ ہے کہ وہ بیوہ کا نکاح نہیں کرتے اور نہ ادنیٰ شاخوں میں عقد کرتے ہیں اور پکے ہندو ہیں۔

نیک دے

نیک دے اجمیر علاقہ میں پائے جاتے ہیں اور اپنے کارناموں اور ذات پر بہت فخر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم تمام قوموں سے برتر ہیں۔

وبھی، سیسودیا، گھلوٹ، پچھواہہ

یہ سب گوجروں کے گوت ہیں اور جہاں تک ہم نے تاریخوں کا مطالعہ کیا، ان کا باہم نسبی تعلق ثابت ہوتا ہے، اس لئے ہم ان کو ایک عنوان میں جگہ دیتے ہیں اور ہر ایک کے مختصر حالات لکھتے ہیں۔

میر، مہیر، مہر، میترک متراک مختلف الفاظ استعمال میں آتے ہیں، جو دراصل ایک ہی ہیں، زبان کے تغیر وتبدل سے یہ فرق پیدا ہوا، جن کی مثالیں کثرت سے ناظرین اس تاریخ میں دیکھ چکے ہیں، میر کا اعزازی لقب برہمنوں کا بھی ہے جو گوجر گوتوں میں پایا جاتا ہے۔ جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان گوتوں میں برہمن بھی ہیں، بلکہ برہمن کے ساتھ بھی لفظ میر آتا ہے، جو ان کو دوسرے برہمنوں سے ممتاز کرتا ہے، مثلاً چوہان میر، گھلوٹ میر، ببلیو دمیر، برہمن میر، کولی میر۔

گوجروں کے نمائندوں کو مہر بھی کہتے ہیں جس سے وہ خوش ہوتے ہیں، نمبردار کا لقب زیادہ تر مہر ہے۔ مہر کے معنی مقدم ہیں، پنجابی میں مہرلا اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی قوم کا نمائندہ ہو اور جس پر فیصلہ کا دارومدار ہو یا قوم کی طرف سے گفتگو کرے یا قوم میں ممتاز ہو، بعض مورخین کی رائے میں یہی ان الفاظ کا

تاریخوں میں لکھا ہے کہ راجہ بلہرا جس کا ذکر عرب مورخین نے کیا ہے، وکبھی تھا۔ بظاہر اس کے الفاظ کچھ کچھ ملتے ہیں۔ بلہرا کے دو جزو ہیں، ایک بلہا، دوسرا رائے بمعنی راجہ، بلہا اور وکبھی میں مطابقت ہو سکتی ہے۔

اس طویل اور مدلل تحقیقات سے انکار نہیں ہو سکتا کہ جس خاندان نے وکبھی پر حکومت کی وہ خاندان میرو سیسودیا اور گھلوٹ تھے۔

بعض تاریخوں میں لکھا ہے کہ میر کی مندرجہ ذیل شاخیں ہیں۔

چوہان، پنوار، گھلوٹ، یا سیسودیا، پرہار، اسول۔

اس روایت اور اگنی کل کی روایت میں یہ فرق ہے کہ بجائے سلنگی کے گھلوٹ کا لفظ ہے اور سلنگی اور گھلوٹ اوز سیسودیا اور کچھواہیہ میرون اور گوجروں کی دیویاں ایک ہیں۔ قانون، وراثت بھی ایک ہے پس ان تمام وجوہ سے ثابت ہوا کہ مندرجہ عنوان گوت گوجر ہیں۔

مارواڑ کے واکوٹ برہمن میر کہلاتے ہیں۔

ورما

ورما ایک تعظیمی کلمہ ہے، یہ گوت پنجاب میں نہیں ہے، مالوہ میں پایا جاتا ہے، اس کے افراد پشتہا پشت سے معزز چلے آتے ہیں۔ سکھوں اور جینیوں میں اس گوت کے افراد ملتے ہیں۔

ہکلہ

یہ کہتے ہیں کہ ہم راجہ جگدیو کی اولاد سے سورج بنسی ہیں، ان کا مورث، ہک، یا ہکل تھا۔ اس قوم کا راجہ برن اپنے بھائیوں سے لڑ جھگڑ کر ملک گجرات سے متھرا میں اقامت گزیں ہوا اور پھر متھرا سے بعہد سلاطین چغتائی ضلع گجرات آیا چنانچہ اس قوم کے نام پر ایک موضع بھی ہکلہ ہے۔ اس خاندان کے

تاریخوں میں لکھا ہے کہ راجہ بلہرا جس کا ذکر عرب مؤرخین نے کیا ہے، ولبھی تھا۔ بظاہر اس کے الفاظ کچھ کچھ ملتے ہیں۔ بلہرا کے دو جزو ہیں، ایک بلھا، دوسرا رائے بمعنی راجہ، بلھا اور ولبھی میں مطابقت ہوسکتی ہے۔

اس طویل اور مدلل تحقیقات سے انکار نہیں ہوسکتا کہ جس خاندان نے ولبھی پر حکومت کی وہ خاندان میر و یسو دیا اور گھلوٹ تھے۔

بعض تاریخوں میں لکھا ہے کہ میر کی مندرجہ ذیل شاخیں ہیں۔

چوہان، پنوار، گھلوٹ، یا یسودیا، پرہار، اسول۔

اس روایت اور اگنی کل کی روایت میں یہ فرق ہے کہ بجائے سلنگی کے گھلوٹ کا لفظ ہے اور سلنگی اور گھلوٹ اور یسودیا اور کچھواہیہ میروں اور گوجروں کی دیویاں ایک ہیں۔ قانون، وراثت بھی ایک ہے پس ان تمام وجوہ سے ثابت ہوا کہ مندرجہ عنوان گوت گوجر ہیں۔

مارواڑ کے واکوٹ برہمن میر کہلاتے ہیں۔

ورما

ورما ایک تعظیمی کلمہ ہے، یہ گوت پنجاب میں نہیں ہے، مالوہ میں پایا جاتا ہے، اس کے افراد پشتہا پشت سے معزز چلے آتے ہیں۔ سکھوں اور جینیوں میں اس گوت کے افراد ملتے ہیں۔

ہکلہ

یہ کہتے ہیں کہ ہم راجہ جگدیو کی اولاد سے سورج بنسی ہیں، ان کا مورث، ہک، یا ہکل تھا۔ اس قوم کا راجہ برن اپنے بھائیوں سے لڑ جھگڑ کر ملک گجرات سے متھرا میں اقامت گزیں ہوا اور پھر متھرا سے بعہد سلاطین چغتائی ضلع گجرات آیا چنانچہ اس قوم کے نام پر ایک موضع بھی ہکلہ ہے۔ اس خاندان کے

فصل چہارم:

جاٹوں کے چند گوتوں کا ذکر

اچراء — کھوکھر راجپوت، ان کا مورث اچراء تھا۔

امرال — راجہ کرن سورج کی اولاد سے ہیں ان کا مورث امرال ہے۔

بھریار — سورج بنسی راجہ ڈھل کی اولاد ہیں۔

بانٹھ — جنجوعہ کہلاتے ہیں ان کا بزرگ بانٹھ تھا۔

بدھن — سٹرویہ راجپوت مورث ان کا بدھن ہے۔

بھٹی — سورج بنسی قدیم وطن ان کا بھیڑ ہے۔ بعض نے لکھا ہے کہ مورث ان کا راجہ بوٹھ تھا۔

بنگیال — بھٹی کی شاخ ہے۔

بوڑ — سورج بنسی، بجوہ، یا باجوہ کی نسل سے ہیں۔

بھورچہ — سورج بنسی بھٹی ہیں۔

بھون — سورج بنسی کہلاتے ہیں۔

بہالو — کھوکھر راجپوت، مورث ان کا بہالو تھا۔

بہلے — راجپوت کہلاتے ہیں۔

بھنڈیا بھنڈر — راجہ کرن کی اولاد سے ہیں، مورث اس کا بھنڈر تھا۔

بسرائے — سورج بنسی مورث ان کا بسرائے تھا۔ کورڑ، کھرل، بھون، بھونہ کئی پشتوں کے بعد ان سے مل جاتے ہیں۔

بہلر — گوندل کی شاخ ہیں۔

بہدریا پھدر — مغل برلاس کہلاتے ہیں۔

بوسال — گوندل کی شاخ ہے۔

بالہ — کھوکھر، راجپوت، مورث ان کا بالا تھا۔

فصل چہارم:

جاٹوں کے چند گوتوں کا ذکر

اچراء — کھوکھر راجپوت، ان کا مورث اچراء تھا۔

امرال — راجہ کرن سورج کی اولاد سے ہیں ان کا مورث امرال ہے۔

بھریار — سورج بنسی راجہ ڈھل کی اولاد ہیں۔

بانٹھ — جنجوعہ کہلاتے ہیں ان کا بزرگ بانٹھ تھا۔

بدھن — سٹرویہ راجپوت مورث ان کا بدھن ہے۔

بھٹی — سورج بنسی قدیم وطن ان کا بھیڑ ہے۔ بعض نے لکھا ہے کہ مورث ان کا راجہ بوٹھ تھا۔

بنکیال — بھٹی کی شاخ ہے۔

بوڑ — سورج بنسی، بجوہ، یا باجوہ کی نسل سے ہیں۔

بھورچہ — سورج بنسی بھٹی ہیں۔

بھون — سورج بنسی کہلاتے ہیں۔

بہالو — کھوکھر راجپوت، مورث ان کا بہالو تھا۔

بہلے — راجپوت کہلاتے ہیں۔

بھنڈ یا بھنڈر — راجہ کرن کی اولاد سے ہیں، مورث اس کا بھنڈر تھا۔

بسرائے — سورج بنسی مورث ان کا بسرائے تھا۔ کورڑ، کھرل، بھون، بھونہ کئی پشتوں کے بعد ان سے مل جاتے ہیں۔

بہلڑ — گوندل کی شاخ ہیں۔

بہدر یا پھدر — مغل برلاس کہلاتے ہیں۔

بوسال — گوندل کی شاخ ہے۔

بالہ — کھوکھر، راجپوت، مورث ان کا بالا تھا۔

تنور	مختلف اضلاع میں پائے جاتے ہیں اور راجپوت کہلاتے ہیں، جاٹ گوجر راجپوت تینوں میں شامل ہیں۔
توڑ	راجپوت بھٹی، مورث ان کا توڑا تھا۔
تولے	گوندل کی شاخ ہیں، مورث ان کا وریام تھا، یہ بھی تینوں میں شامل ہیں۔
جم	قرشی، حضرت عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی اولاد کہلاتے ہیں۔
جادو	سورج بنسی ہیں، تاریخوں میں ان کا ذکر بہت آتا ہے۔
جھمٹ	سپرا کی شاخ ہیں، ان کے مورث کا نام جھمٹ ہے۔
جالی	کھوکھر راجپوت ہیں۔
جویہ	دریائے ستلج کے کنارہ پر آباد ہیں اور زبردست قوم ہے اور یہ قوم گوجروں میں بھی شامل ہے۔
جکھڑ	پنوار، راجپوت سوم بنسی ہیں، ان کا مورث جکھڑ تھا۔
جسپال	گوندل ہیں، مورث ان کا راجہ جسپال تھا۔
جرال	راجپوت، جرال کہلاتے ہیں۔
جنجوعہ	سورج بنسی یا سوم بنسی راجپوت کہلاتے ہیں۔
چوغطہ	مغل کہلاتے ہیں۔
چیمہ، چٹھہ	رائے پتھورا کی اولاد کہلاتے ہیں اور طاقتور قبیلہ ہے۔
چوہان	سوم بنسی راجپوت ہیں، جاٹ، گوجر، راجپوت تینوں میں شامل ہیں۔
چھتر	سٹرویہ راجپوتوں کی نسل سے ہیں، مورث انکا چھتر تھا۔
چدھڑ	راجپوت کہلاتے ہیں، مگر ان کے مورث اعلی کا نام معلوم نہیں
چاچ	راجپوت لنگاہ کہلاتے ہیں، مورث ان کا چاچ تھا۔

تنور — مختلف اضلاع میں پائے جاتے ہیں اور راجپوت کہلاتے ہیں، جاٹ گوجر راجپوت تینوں میں شامل ہیں۔

توڑ — راجپوت بھٹی، مورث ان کا توڑا تھا۔

تولے — گوندل کی شاخ ہیں، مورث ان کا وریام تھا، یہ بھی تینوں میں شامل ہیں۔

جم — قرشی، حضرت عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی اولاد کہلاتے ہیں۔

جادو — سورج بنسی ہیں، تاریخوں میں ان کا ذکر بہت آتا ہے۔

جھمٹ — سپرا کی شاخ ہیں، ان کے مورث کا نام جھمٹ ہے۔

جالی — کھوکھر راجپوت ہیں۔

جویہ — دریائے ستلج کے کنارہ پر آباد ہیں اور زبردست قوم ہے اور یہ قوم گوجروں میں بھی شامل ہے۔

جلکھڑ — پنوار، راجپوت سوم بنسی ہیں، ان کا مورث جلکھڑ تھا۔

جسپال — گوندل ہیں، مورث ان کا راجہ جسپال تھا۔

جرال — راجپوت، جرال کہلاتے ہیں۔

جنجوعہ — سورج بنسی یا سوم بنسی راجپوت کہلاتے ہیں۔

چوغطہ — مغل کہلاتے ہیں۔

چیمہ، چٹھہ — رائے پتھورا کی اولاد کہلاتے ہیں اور طاقتور قبیلہ ہے۔

چوہان — سوم بنسی راجپوت ہیں، جاٹ، گوجر، راجپوت تینوں میں شامل ہیں۔

چھتر — سترویہ راجپوتوں کی نسل سے ہیں، مورث انکا چھتر تھا۔

چدھڑ — راجپوت کہلاتے ہیں، مگر ان کے مورث اعلی کا نام معلوم نہیں

چاچ — راجپوت لنگاہ کہلاتے ہیں، مورث ان کا چاچ تھا۔

رہنگ — رگ بنسی راجپوت کہلاتے ہیں۔ مسمّی رہنگ ان کا مورث تھا۔

رچھال — جٹ ہنجرا کی شاخ ہیں، یہ لوگ پنجاب ملک دکن سے آئے تھے۔

رہسی — منہاس راجپوت کہلاتے ہیں مورث ان کا رہس نامی تھا۔

رینال — راجہ کرن کی اولاد ہیں، ان کا مورث رنیال تھا۔

ران — راجہ کرن کی اولاد ہیں، ران، دوندرا، پالو تینوں بھائیوں کے نام سے ایک ایک قبیلہ موسوم ہے۔

سوہل — اپنا سلسلہ نسب چوہان سے ملاتے ہیں ان کا مورث سوہل تھا۔

سگڑ — وڑائچ کی شاخ ہے، مورث ان کا سگر تھا۔

سوہے — چوہان راجپوت ہیں، ان کا مورث سوہی تھا۔

ساہی — راجہ کرن کی اولاد ہیں، مورث ان کا ساہی تھا، سندھو اور ساہی آپس میں بھائی بند ہیں۔

سیال — راجپوت پنوار سوم بنسی ہیں رائے سیال ان کا مورث تھا، مشہور ہے کہ تین بھائی سیو گیو، ٹیو تھے، سیو کے سیال گیو کے گیپئے، ٹیو کے ٹوانے، یہ سب راجپوت کہلاتے ہیں۔

سیان — اپنا سلسلہ نسب سٹرو یہ راجپوت سوم بنسی سے علاتے ہیں، مورث ان کا سیان تھا۔

سندھو — راجہ جگدیو کی اولاد ہیں، ان کا مورث رائے ڈاکر تھا، جس کے پانچ فرزند سندھو، نارو ساہی، ڈھلو، تلوجر تھے۔ ہر ایک کے نام پر ایک قبیلہ (گوت) مشہور ہے۔

سندراز — گوندل ہیں، مورث ان کا سندر تھا۔

سُن — ڈھوڈہ کی شاخ ہیں، مسمی سُن ان کا مورث تھا۔

رہنگ — رگ بنسی راجپوت کہلاتے ہیں۔ مسّمی رہنگ ان کا مورث تھا۔

رچھال — جٹ ہنجرا کی شاخ ہیں، یہ لوگ پنجاب ملک دُکن سے آئے تھے۔

رہسی — منہاس راجپوت کہلاتے ہیں مورث ان کا رہس نامی تھا۔

رینال — راجہ کرن کی اولاد ہیں، ان کا مورث رنیال تھا۔

ران — راجہ کرن کی اولاد ہیں، ران، دوبلر [illegible] لو تینوں بھائیوں کے نام سے ایک ایک قبیلہ موسوم ہے۔

سوہل — اپنا سلسلہ نسب چوہان سے ملاتے ہیں ان کا مورث سوہل تھا۔

سگرہ — وڑائچ کی شاخ ہے، مورث ان کا سگر تھا۔

سوہے — چوہان راجپوت ہیں، ان کا مورث سوہی تھا۔

ساہی — راجہ کرن کی اولاد ہیں، مورث ان کا ساہی تھا، سندھو اور ساہی آپس میں بھائی بند ہیں۔

سیال — راجپوت پنوار سوم بنسی ہیں رائے سیال ان کا مورث تھا، مشہور ہے کہ تین بھائی سیو گیو، ٹیو تھے، سیو کے سیال گیو کے گیبیے، ٹیو کے ٹوانے، یہ سب راجپوت کہلاتے ہیں۔

سیان — اپنا سلسلہ نسب سڑویہ راجپوت سوم بنسی سے علاتے ہیں، مورث ان کا سیان تھا۔

سندھو — راجہ جگدیو کی اولاد ہیں، ان کا مورث رائے ڈاکر تھا، جس کے پانچ فرزند سندھو، نارو ساہی، ڈھلو، تلو جر تھے۔ ہر ایک کے نام پر ایک قبیلہ (گوت) مشہور ہے۔

سندراز — گوندل ہیں، مورث ان کا سندر تھا۔

سُن — ڈھوڈہ کی شاخ ہیں، مسمی سُن ان کا مورث تھا۔

کورڑا	راجپوت بھٹی ہیں اور سلسلۂ نسب جٹ دریاہ سے ملاتے ہیں
کوروٹانہ	راجپوت بھٹی کی شاخ ہیں۔
کلیال	راجہ سالباہن کی اولاد ہیں، مورث ان کا کلیال تھا۔
کتوار	راجپوت منہاس ہیں، ان کے مورث کا نام کتوار تھا۔
کھنب	یہ رانجھا کی شاخ ہیں، مورث ان کا کھنب تھا۔
کلیہ یا کلیار	چوہان راجپوت سے اپنا سلسلۂ نسب علاتے ہیں۔
گورایہ	یہ سٹرو یہ راجپوتوں کی نسل ہے۔
گل	رائے پورب سورج بنسی کی نسل سے ہیں۔ مورث ان کا گل تھا۔
گدگور	قوم رانجھا کی شاخ ہے۔
گہلو	بھٹی راجپوت ہیں، لنگاہ، بھوٹہ، ڈھڑ نایت یا نائچ، سپرائے ان کے بھائی بند ہیں۔
گوندل	راجپوت چوہان پنجاب وغیرہ اضلاع میں پائے جاتے ہیں
گدہو	راجپوت بھٹی مورث ان کا گدہو تھا۔
گھومن	راجپوت جنجوعہ ان کا اور قوم ولیس کا سلسلۂ نسب مل جاتا ہے۔
گھوگ	مورث ان کا گھوگ تھا، قوم گوندل کی شاخ ہیں۔
گجرال	بھٹی راجپوت ہیں، یہ بیان کرتے ہیں کہ مورث ان کا کنو تھا، اور چونکہ وہ یتیم رہ گیا تھا اور اس کی پرورش ایک گوجر خاندان میں ہوئی تھی، اس لئے گوجرال کے نام سے مشہور ہوا۔
گوچھ	ان کا سلسلہ نسب قوم بدھن سے ملتا ہے، یہ راجپوت کہلاتے ہیں۔
لدر	راجپوت بھٹی مسمیٰ سنگوا پسر بھٹہ کی اولاد سے ہیں، لدر ان کا مورث تھا۔
لوبدرہ	راجپوت منہاس ہیں، مورث ان کا لوبدر تھا۔

کورڑا — راجپوت بھٹی ہیں اور سلسلۂ نسب جٹ دریاہ سے ملاتے ہیں

کوروٹانہ — راجپوت بھٹی کی شاخ ہیں۔

کلیال — راجہ سالباہن کی اولاد ہیں، مورث ان کا کلیال تھا۔

کتوار — راجپوت منہاس ہیں، ان کے مورث کا نام کتوار تھا۔

کھنب — یہ رانجھا کی شاخ ہیں، مورث ان کا کھنب تھا۔

کلیہ یا کلیار — چوہان راجپوت سے اپنا سلسلۂ نسب علاتے ہیں۔

گورایہ — یہ سٹرو یہ راجپوتوں کی نسل ہے۔

گل — رائے پورب سورج بنسی کی نسل سے ہیں۔ مورث ان کا گل تھا۔

گدگور — قوم رانجھا کی شاخ ہے۔

گہلو — بھٹی راجپوت ہیں، لگاہ، بھوٹہ، ڈھڑ نایت یا نانچ، سچرائے ان کے بھائی بند ہیں۔

گوندل — راجپوت چوہان پنجاب وغیرہ اضلاع میں پائے جاتے ہیں

گدہو — راجپوت بھٹی مورث ان کا گدہو تھا۔

گھومن — راجپوت جنجوعہ ان کا اور قوم ولیس کا سلسلۂ نسب مل جاتا ہے۔

گھوگ — مورث ان کا گھوگ تھا، قوم گوندل کی شاخ ہیں۔

گجرال — بھٹی راجپوت ہیں، یہ بیان کرتے ہیں کہ مورث ان کا کنو تھا، اور چونکہ وہ یتیم رہ گیا تھا اور اس کی پرورش ایک گوجر خاندان میں ہوئی تھی، اس لئے گوجرال کے نام سے مشہور ہوا۔

گوچھ — ان کا سلسلہ نسب قوم بدھن سے ملتا ہے، یہ راجپوت کہلاتے ہیں۔

لدر — راجپوت بھٹی مسمی سنگوا پسر بھٹہ کی اولاد سے ہیں، لدران کا مورث تھا۔

لوبدرہ — راجپوت منہاس ہیں، مورث ان کا لوبدر تھا۔

منڈیر	مغل چغتائی کہلاتے ہیں ان کا بزرگ لاہور سے پنجاب آیا۔
مُڑیال	جب بڈھن کی شاخ ہیں، مورث ان کا مڑی تھا۔
مرڑ	اپنا نسب برلاس بیان کرتے ہیں، مورث ان کا مرڑ تھا۔
میکن	سورج بنسی ہیں، مورث ان کا میکن تھا۔
مرل	راجپوت چوہانوں سے شجرہ نسب ملاتے ہیں۔
مائیر	راجپوت منہاس ہیں اور بیان کرتے ہیں کہ ان کا کوئی بزرگ شہر بوندی سے پنجاب آیا۔
مانگٹ	پنوار راجپوت سوم بنسی کہلاتے ہیں، مانگٹ ان کا مورث اعلیٰ تھا۔
مَلُ	ان کا مورث مل تھا، جو ملک دُکن سے آیا، یہ معلوم نہیں ہے کہ وہ کس خاندان سے تھا۔
نت	یہ اپنا نسب سورج بنسی یعنی خاندان اجودھیا کے راجپوتوں سے بیان کرتے ہیں۔
ننگیال	راجپوت بھاو سے جو منہاس کی شاخ ہے، اپنا نسب ملاتے ہیں، مورث ان کا ننگیال تھا۔
ناروے	کہتے ہیں کہ ہم مغل برلاس کے خاندان سے ہیں، ان کا مورث نارو نامی ملک دُکن سے پنجاب آیا۔
نجرہ	اپنے آپ کو بھٹی راجپوت کی نسل سے بیان کرتے ہیں۔
ویس	یہ حضرت اویس قرنی رحمتہ اللہ علیہ کی اولاد کہلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جاٹوں کے ساتھ مل کر ہم جاٹ ہو گئے۔
ورک	راجپوت منہاس ہیں، مورث ان کا ورک نامی تھا۔
دوراے	جٹ دھارڑ کی شاخ ہیں۔

منڈیر	مغل چغتائی کہلاتے ہیں ان کا بزرگ لاہور سے پنجاب آیا۔
مُڑیال	جب بڈھن کی شاخ ہیں، مورث ان کا مڑی تھا۔
مرڑ	اپنا نسب برلاس بیان کرتے ہیں، مورث ان کا مرڑ تھا۔
میکن	سورج بنسی ہیں، مورث ان کا میکن تھا۔
مرل	راجپوت چوہانوں سے شجرہ نسب ملاتے ہیں۔
مائیر	راجپوت منہاس ہیں اور بیان کرتے ہیں کہ ان کا کوئی بزرگ شہر بوندی سے پنجاب آیا۔
مانگٹ	پنوار راجپوت سوم بنسی کہلاتے ہیں، مانگٹ ان کا مورث اعلیٰ تھا۔
مَلْ	ان کا مورث مل تھا، جو ملک دُکن سے آیا، یہ معلوم نہیں ہے کہ وہ کس خاندان سے تھا۔
نت	یہ اپنا نسب سورج بنسی یعنی خاندان اجودھیا کے راجپوتوں سے بیان کرتے ہیں۔
ننکیال	راجپوت بھاو سے جو منہاس کی شاخ ہے، اپنا نسب ملاتے ہیں، مورث ان کا ننکیال تھا۔
نار وے	کہتے ہیں کہ ہم مغل برلاس کے خاندان سے ہیں، ان کا مورث نارو نامی ملک دُکن سے پنجاب آیا۔
نجرہ	اپنے آپ کو بھٹی راجپوت کی نسل سے بیان کرتے ہیں۔
ویس	یہ حضرت اویس قرنی رحمتہ اللہ علیہ کی اولاد کہلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جاٹوں کے ساتھ مل کر ہم جاٹ ہو گئے۔
ورک	راجپوت منہاس ہیں، مورث ان کا ورک نامی تھا۔
دورائے	جٹ دھارڑ کی شاخ ہیں۔

فصل پنجم:

راجپوتوں کے چند گوتوں کا ذکر

اترس — تاؤنی راجپوتوں کی شاخ ہے، اور ریاست پٹیالہ، وانبالہ وغیرہ میں رہتے ہیں۔

اندوال — ضلع ہزارہ وغیرہ میں رہتے ہیں، یہ دراصل دھونڈ کی ایک شاخ ہے، مگر اپنے کو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اولاد بیان کرتے ہیں اور ایک روایت یہ ہے کہ ان کا بزرگ تخت خان تیمور بادشاہ کے ہمراہ دہلی آیا اور اس کی اولاد سے زور آور خان شاجہان کے عہد میں کہوٹہ میں متوطن ہوا۔

باگری — بیکانیر کے چولستان میں رہتے ہیں، راجپوت، جاٹ دونوں قوموں میں پائے جاتے ہیں، سرسہ، حصار، پٹیالہ، سیالکوٹ میں ان کی تعداد زیادہ ہے، گورداسپور کے باگری سلہریا کہلاتے ہیں، علاء الدین خلجی کے عہد میں دہلی سے پنجاب آئے اور ایک علاقہ پر مسلط ہو گئے۔

بڈگوجر — 36 شاہی خاندانوں میں داخل ہیں، یہ رام چندر، سورج بنسی کے بیٹے لو کی اولاد سے ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، گوڑ گاؤں کے بڈگوجر جالندھر ہوشیار پور کے علاقہ سے دکن میں گئے، اور ذاتی شجاعت و تہور کے سبب سے راجپوتوں میں مل گئے، چناری اور بہانبو کے بڈگوجر، لال خانی کہلاتے ہیں، پہلے ان کی راجدھانی الور کے علاقہ راجو میں تھی، اور اب بھی یہ بلند شہر کے علاقہ میں معزز ہیں۔

بریاہ — جالندھر کے بریاہ اپنے آپ کو سورج بنسی راجہ کرن کی اولاد سے بتاتے ہیں، اور سیالکوٹ کے بریاہ کہتے ہیں کہ ہم چندر بنسی ہیں ان

فصل پنجم:

راجپوتوں کے چند گوتوں کا ذکر

اترس — تاونی راجپوتوں کی شاخ ہے، اور ریاست پٹیالہ، وانبالہ وغیرہ میں رہتے ہیں۔

اندوال — ضلع ہزارہ وغیرہ میں رہتے ہیں، یہ دراصل دھونڈ کی ایک شاخ ہے، مگر اپنے کو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اولاد بیان کرتے ہیں اور ایک روایت یہ ہے کہ ان کا بزرگ تخت خان تیمور بادشاہ کے ہمراہ دہلی آیا اور اس کی اولاد سے زور آور خان شاہجہانؒ کے عہد میں کہوٹہ میں متوطن ہوا۔

باگری — بیکانیر کے چولستان میں رہتے ہیں، راجپوت، جاٹ دونوں قوموں میں پائے جاتے ہیں، سرسہ، حصار، پٹیالہ، سیالکوٹ میں ان کی تعداد زیادہ ہے، گورداسپور کے باگری سلہریا کہلاتے ہیں، علاء الدین خلجی کے عہد میں دہلی سے پنجاب آئے اور ایک علاقہ پر مسلط ہو گئے۔

بڈگوجر — 36 شاہی خاندانوں میں داخل ہیں، یہ رام چندر، سورج بنسی کے بیٹے لو کی اولاد سے ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، گوڑ گاؤں کے بڈگوجر جالندھر ہوشیارپور کے علاقہ سے دکن میں گئے، اور ذاتی شجاعت و تہور کے سبب سے راجپوتوں میں مل گئے، چناری اور بھانبو کے بڈگوجر، لال خانی کہلاتے ہیں، پہلے ان کی راجدھانی الور کے علاقہ راجو میں تھی، اور اب بھی یہ بلند شہر کے علاقہ میں معزز ہیں۔

بریاہ — جالندھر کے بریاہ اپنے آپ کو سورج بنسی راجہ کرن کی اولاد سے بتاتے ہیں، اور سیالکوٹ کے بریاہ کہتے ہیں کہ ہم چندر بنسی ہیں ان

مولف: ہمارے خیال میں یہ بھی بھٹی ہیں۔

پندھیر: یہ مشہور خاندان راجپوتوں کا ہے اور ان کا اقتدار آٹھ سو سال سے پہلے اسقدر تھا کہ ان کے اقبال کے گیت گائے جاتے تھے۔

پرمار، پنوار: پرمار، پنوار، اگنی کل خاندان سے ہیں، ''دنیا پر ماروں کی'' مثل مشہور ہے اور یہ گوجروں میں شامل ہیں۔

تاؤنی: بھٹی کی شاخ راجہ سالباہن کے پوتے تان کی اولاد سے ہیں۔ راجہ تان کی نسل سے راجہ امیہ تھا۔ جس نے انبالہ آباد کیا۔ یہ لوگ انبالہ، کلسیہ، پٹیالہ، سرمورناہن میں زیادہ ہیں اور دوسرے اضلاع میں کم وبیش۔

تنوار، تنور: جادوبنسی کی شاخ 26 قبائل شاہی میں داخل ہے، انبالہ، حصار، سرسہ، کرنال وغیرہ میں ہیں۔

طور: دہلی کی بنیاد 792ء میں راجگان تنور نے ڈالی ہے اس کا اخیر راجہ انگ پال تھا جس نے اپنی سلطنت اپنے نواسے پرتھی راج کو دیدی تھی یہ گوجروں میں شامل ہیں۔

ٹوانہ: شاہ پور میں مٹھاٹوانہ ایک مشہور قصبہ اس قوم کا ہے، یہ پنوار راجپوت کہلاتے ہیں، تین بھائی سیو، گیہو، ٹیو تھے۔ ٹیو کے ٹوانہ، گیہو کے گیہیے سیو کے سیال، اگر یہ روایت درست ہے کہ سیال اور ٹوانوں اور گیہیوں کا نسب ایک ہے تو پھر یہ جاٹ اور راجپوت دونوں میں شامل سمجھے جائیں، سرلیبل گریفن کی کتاب روسائے پنجاب کے صفحات 534,519 اور مہتمم بندوبست کی رپورٹ شاہ پور کے صفحہ 740 حرف الف میں لکھا ہے کہ ٹوانوں نے سکھوں کی فوجوں کا عرصہ تک مقابلہ کیا، اب وہ نیم گلہ بان اور نیم کسان قبیلہ ہیں اور فوج میں اچھے سپاہی ہیں خصوصاً رسالہ میں۔

ٹھاکر، ٹھکریہ، ایک ہی لفظ ہے، یہ سلہریا راجپوت ہیں اور بعض اپنے خاندان کا

مولف: ہمارے خیال میں یہ بھی بھٹی ہیں۔

پنڈھیر: یہ مشہور خاندان راجپوتوں کا ہے اور ان کا اقتدار آٹھ سو سال سے پہلے اسقدر تھا کہ ان کے اقبال کے گیت گائے جاتے تھے۔

پرمار، پنوار: پرمار، پنوار، اگنی کل خاندان سے ہیں، "دنیا پر ماروں کی" مثل مشہور ہے اور یہ گوجروں میں شامل ہیں۔

تاؤنی: بھٹی کی شاخ راجہ سالباہن کے پوتے تان کی اولاد سے ہیں۔ راجہ تان کی نسل سے راجہ امیہ تھا۔ جس نے انبالہ آباد کیا۔ یہ لوگ انبالہ، کلسیہ، پٹیالہ، سرمورناہن میں زیادہ ہیں اور دوسرے اضلاع میں کم و بیش۔

تنوار، تنور: جادو بنسی کی شاخ 26 قبائل شاہی میں داخل ہے۔ انبالہ، حصار، سرسہ، کرنال وغیرہ میں ہیں۔

طور: دہلی کی بنیاد 792ء میں راجگان تنور نے ڈالی ہے اس کا اخیر راجہ اننگ پال تھا جس نے اپنی سلطنت اپنے نواسے پرتھی راج کو دیدی تھی یہ گوجروں میں شامل ہیں۔

ٹوانہ: شاہ پور مین مٹھا ٹوانہ ایک مشہور قصبہ اس قوم کا ہے، یہ پنوار راجپوت کہلاتے ہیں، تین بھائی سیو، گیہو، ٹیو تھے۔ ٹیو کے ٹوانہ، گیہو کے گیہنے سیو کے سیال، اگر یہ روایت درست ہے کہ سیال اور ٹوانوں اور گیہوں کا نسب ایک ہے تو پھر یہ جاٹ اور راجپوت دونوں میں شامل سمجھے جائیں، سرلیبل گریفن کی کتاب روسائے پنجاب کے صفحات 534,519 اور مہتمم بندوبست کی رپورٹ شاہ پور کے صفحہ 740 حرف الف میں لکھا ہے کہ ٹوانوں نے سکھوں کی فوجوں کا عرصہ تک مقابلہ کیا، اب وہ نیم گلہ بان اور نیم کسان قبیلہ ہیں اور فوج میں اچھے سپاہی ہیں خصوصاً رسالہ میں۔

ٹھاکر، جھلریہ: ایک ہی لفظ ہے، یہ سلہریا راجپوت ہیں اور بعض اپنے خاندان کا

رہے، ان کا مورث راجہ بل راٹھور تھا۔

چندیل: 36 خاندان شاہی میں سے ہے، کہیں راجپوت ہیں، کہیں کسی دوسری قوم میں شمار ہوتے ہیں۔

چینٹھ: راجپوتوں کا مشہور خاندان ہے، دراب بن بہمن کی اولاد سے نعمان خراسان کا بادشاہ تھا، اس کی اولاد میں سے شاہزادہ گوہر شاہ، قسمت آزمائی کے لئے ملک دکن کو گیا، کوکب اقبال نے یاوری کی، ماہر چند کا سپہ سالار ہوا، بوجہ فرط اعتماد راجہ نے اپنی لڑکی اس کے عقد میں دے کر بہت کچھ اس کے مناصب و مراتب میں اضافہ کیا، مگر شرط یہ تھی کہ زوجین اپنے اپنے مذہب کے پابند رہیں گے جیسا کہ بادشاہان مغلیہ کے ہاں شرط تھی، شاہزادہ گوہر شاہ کا اس رانی کے بطن سے ابدار ایک لڑکا پیدا ہوا، جو والدہ کے مذہب کے موافق ابدار چند موسوم ہوا، راجہ ابدار چند علاؤ الدین بادشاہ دہلی کا سپہ سالار تھا، جس کی اولاد سے راجہ چپ چند کانگڑہ کے کسی علاقہ کا حکمران ہوا اس کی اولاد بھمبر وغیرہ میں کچھ مدت تک آباد رہی، ضلع گجرات میں اس خاندان کا مرکزی مقام پوٹھی بیسہ ہے، یہ دریائے جہلم کے بائیں کنارے پر دو مشہور گاؤں ہیں۔

چوہان: اگنی کل راجپوتوں کے سردار ہیں، جب چوہان آگ سے نکلا تو بڑے طمطراق سے نکلا، اس کے ہاتھوں میں چار مختلف ہتھیار تھے، چھلانگیں مارتا، ہتھیار تولتا ہوا باہر آیا، دیویوں نے اس کو بہت دعائیں دیں، اسی خاندان سے راجہ پرتھی راج راجپوتوں کا فخر تھا۔ چوہان پنجاب کے اکثر اضلاع میں پائے جاتے ہیں، اس قوم کے جوان بالعموم پتلے دبلے مگر چست، مستعد اور محنتی ہوتے ہیں، نمایاں حیثیت رکھتے ہیں، یہ گوجر، جاٹ راجپوت تینوں میں شامل ہیں۔

رہے، ان کا مورث راجہ بل راٹھور تھا۔

چندیل: 36 خاندان شاہی میں سے ہے، کہیں راجپوت ہیں، کہیں کسی دوسری قوم میں شمار ہوتے ہیں۔

چیٹھ: راجپوتوں کا مشہور خاندان ہے، دراب بن بہمن کی اولاد سے نعمان خراسان کا بادشاہ تھا، اس کی اولاد میں سے شاہزادہ گوہر شاہ، قسمت آزمائی کے لئے ملک دُکن کو گیا، کوکب اقبال نے یاوری کی، ماہر چند کا سپہ سالار ہوا، بوجہ فرط اعتماد راجہ نے اپنی لڑکی اس کے عقد میں دے کر بہت کچھ اس کے مناصب و مراتب میں اضافہ کیا، مگر شرط یہ تھی کہ زوجین اپنے اپنے مذہب کے پابند رہیں گے جیسا کہ بادشاہان مغلیہ کے ہاں شرط تھی، شاہزادہ گوہر شاہ کا اس رانی کے بطن سے ابدار ایک لڑکا پیدا ہوا، جو والدہ کے مذہب کے موافق ابدار چند موسوم ہوا، راجہ ابدار چند علاؤ الدین بادشاہ دہلی کا سپہ سالار تھا، جس کی اولاد سے راجہ چیب چند کانگڑہ کے کسی علاقہ کا حکمران ہوا اس کی اولاد بھمبر وغیرہ میں کچھ مدت تک آباد رہی، ضلع گجرات میں اس خاندان کا مرکزی مقام پوٹھی بیسہ ہے، یہ دریائے جہلم کے بائیں کنارے پر دو مشہور گاؤں ہیں۔

چوہان: اگنی کل راجپوتوں کے سردار ہیں، جب چوہان آگ سے نکلا تو بڑے طمطراق سے نکلا، اس کے ہاتھوں میں چار مختلف ہتھیار تھے، چھلانگیں مارتا، ہتھیار تولتا ہوا باہر آیا، دیویوں نے اس کو بہت دعائیں دیں، اسی خاندان سے راجہ پرتھی راج راجپوتوں کا فخر تھا۔ چوہان پنجاب کے اکثر اضلاع میں پائے جاتے ہیں، اس قوم کے جوان بالعموم پتلے دبلے مگر چست، مستعد اور محنتی ہوتے ہیں، نمایاں حیثیت رکھتے ہیں، یہ گوجر، جاٹ راجپوت تینوں میں شامل ہیں۔

سلہریا: راجہ سہنگل کی اولاد سے ہیں، ضلع لاہور سیالکوٹ وغیرہ میں رہتے ہیں، یہ بہلول لودی بادشاہ کے عہد میں مسلمان ہوئے، مگر اب تک ان میں ہنود کی رسوم پائی جاتی ہیں، شادی کے موقع پر دولہا اور دلہن کی پیشانی پر بکرے کا خون لگایا جاتا ہے۔

سود: یہ مشہور راجپوت ہیں، گوجروں اور جاٹوں میں شامل ہیں۔

سیال: یہ رائے شنکر پنوار راجپوت کی نسل سے ہیں، انہوں نے اٹھارہویں صدی کے شروع میں بہت ترقی کی، ابتداً یہ گلہ بان تھے، مواشی چراتے اور زراعت کی طرف کم متوجہ تھے اور دریاؤں کے کناروں پر مواشی کی خاطر جھونپڑیوں میں رہتے تھے، ولی داد و عنایت اللہ کے عہد میں سیال قوم کو بڑا عروج تھا۔ اب بھی یہ قوم پنجاب میں معزز ہے۔

ستی: ضلع راولپنڈی اور ہزارہ وغیرہ میں رہتے ہیں۔

کٹوچ: کانگڑہ میں رہتے ہیں، کسی زمانہ میں ان کی ریاست بہت وسیع تھی، جس میں ضلع جالندھر و ہوشیار پور شامل تھا، ان کے کرسی ناموں میں مسلسل کئی راجاؤں کا ذکر ہے۔

کتوال: حضرت شاہ علی کرم اللہ وجہہ کی اولاد کہلاتے ہیں۔

کلیچی: منج راجپوتوں کا مشہور گوت ہے۔

کاہوت: قدیم سے ان کا پیشہ سپاہگری ہے۔ شاہانِ مغلیہ کے لشکروں میں ملازم تھے، تحصیل چکوال میں متوطن ہیں۔

کسر: پہلے جموں کے پہاڑوں میں رہتے تھے، وہاں سے ضلع جہلم کے شمالی میدان میں جا گزیں ہوئے یہ بہت اچھے سپاہی اور بہادر ہیں۔

کنیال: راولپنڈی کے جنوبی مشرقی حصہ میں آباد ہیں۔

کیتوال: دھونڈ اور ستی کے قبائل سے ہیں اور بالعموم ان کے ساتھ پہاڑوں میں پائے جاتے ہیں۔

سلہریا: راجہ سہگل کی اولاد سے ہیں، ضلع لاہور سیالکوٹ وغیرہ میں رہتے ہیں، یہ بہلول لودی بادشاہ کے عہد میں مسلمان ہوئے، مگر اب تک ان میں ہنود کی رسوم پائی جاتی ہیں، شادی کے موقع پر دولہا اور دلہن کی پیشانی پر بکرے کا خون لگایا جاتا ہے۔

سود: یہ مشہور راجپوت ہیں، گوجروں اور جاٹوں میں شامل ہیں۔

سیال: یہ رائے شنکر پنوار راجپوت کی نسل سے ہیں، انہوں نے اٹھارہویں صدی کے شروع میں بہت ترقی کی، ابتدا یہ گلہ بان تھے، مواشی چراتے اور زراعت کی طرف کم متوجہ تھے اور دریاؤں کے کناروں پر مواشی کی خاطر جھونپڑیوں میں رہتے تھے، ولی داد و عنایت اللہ کے عہد میں سیال قوم کو بڑا عروج تھا۔ اب بھی یہ قوم پنجاب میں معزز ہے۔

ستی: ضلع راولپنڈی اور ہزارہ وغیرہ میں رہتے ہیں۔

کٹوچ: کانگڑہ میں رہتے ہیں، کسی زمانہ میں ان کی ریاست بہت وسیع تھی، جس میں ضلع جالندھر و ہوشیار پور شامل تھا، ان کے کرسی ناموں میں مسلسل کئی راجاؤں کا ذکر ہے۔

کتوال: حضرت شاہ علی کرم اللہ وجہہ کی اولاد کہلاتے ہیں۔

کلیچی: منج راجپوتوں کا مشہور گوت ہے۔

کاہوت: قدیم سے ان کا پیشہ سپاہگری ہے۔ شاہانِ مغلیہ کے لشکروں میں ملازم تھے، تحصیل چکوال میں متوطن ہیں۔

کسر: پہلے جموں کے پہاڑوں میں رہتے تھے، وہاں سے ضلع جہلم کے شمالی میدان میں جاگزیں ہوئے یہ بہت اچھے سپاہی اور بہادر ہیں۔

کنیال: راولپنڈی کے جنوبی مشرقی حصہ میں آباد ہیں۔

کیتوال: دھونڈ اور ستی کے قبائل سے ہیں اور بالعموم ان کے ساتھ پہاڑوں میں پائے جاتے ہیں۔

لدھو: اپنے کو کلچی کی شاخ کہتے ہیں اور بعض اپنا کچھ اور گوت بیان کرتے ہیں۔

منج: ضلع جالندھر لودھانہ اور ضلع راولپنڈی میں پائے جاتے ہیں، یہ بھٹی کی شاخ ہی، ان کو مخدوم شاہ جہانیاں سجادہ نشیں اوچ نے مسلمان کیا۔

منہاس: منہاس اور جموال رام چندر کی اولاد سے سورج بنسی ہیں، ان کا کوئی بزرگ اجودھیا سے آیا تھا، جس نے جموں کا علاقہ فتح کیا، اور شہر جموں کی بنیاد ڈالی، جموں، جہلم، راولپنڈی، سیالکوٹ، شاہ پور وغیرہ میں پائے جاتے ہیں۔

منڈاہڑ: ضلع کرنال، انبالہ اور ریاست پٹیالہ وغیرہ میں سکونت پذیر ہیں۔

نون: راجپوت مختلف اضلاع میں پائے جاتے ہیں، زیادہ تر ملتان اور شاہ پور میں ہیں۔

نیپال: بھٹی قبیلہ کا گوت ہے، ضلع فیروز پور میں یہ لوگ ستلج کے کنارے پر آباد ہیں۔

وٹو: بھٹی کی شاخ ہے، یہ زیادہ تر دریائے ستلج کے کنارے ریاست بھاولپور ضلع فیروز پور میں آباد ہیں۔

ہیراج: سیال کا گوت ہے جو دریائے راوی و چناب کے کناروں پر آباد ہے۔

راجپوتوں کے کئی ہزار گوت ہیں، ہم نے چند مشہور گوتوں کو جمع کیا ہے، کیونکہ ہمارے استدلال کے لئے اسی قدر کافی ہے، گوجر راجپوت اور جاٹ کے گوتوں کی فہرستوں سے جو ہم نے بہم پہنچائی ہیں۔ ہر ایک معلوم کر سکتا ہے کہ تینوں قومیں فی الجملہ ایک ہی ہیں، تینوں قوموں کے گوتوں کے اکثر نمایندوں نے اپنے آپ کو سورج بنسی یا سوم بنسی وغیرہ ظاہر کیا ہے اور بعض گوت مغل وغیرہ قوموں میں شامل ہو گئے ہیں۔ چونکہ فہرستیں بہت واضح ہیں اور ہر ایک گوت کے

لدھو: اپنے کو کلچی کی شاخ کہتے ہیں اور بعض اپنا کچھ اور گوت بیان کرتے ہیں۔

منج: ضلع جالندھر لودھانہ اور ضلع راولپنڈی میں پائے جاتے ہیں، یہ بھٹی کی شاخ ہی، ان کو مخدوم شاہ جہانیاں سجادہ نشیں اوچ نے مسلمان کیا۔

منہاس: منہاس اور جموال رام چندر کی اولاد سے سورج بنسی ہیں، ان کا کوئی بزرگ اجودھیا سے آیا تھا، جس نے جموں کا علاقہ فتح کیا، اور شہر جموں کی بنیاد ڈالی، جموں، جہلم، راولپنڈی، سیالکوٹ، شاہ پور وغیرہ میں پائے جاتے ہیں۔

منڈاہڑ: ضلع کرنال، انبالہ اور ریاست پٹیالہ وغیرہ میں سکونت پذیر ہیں۔

نون: راجپوت مختلف اضلاع میں پائے جاتے ہیں، زیادہ تر ملتان اور شاہ پور میں ہیں۔

نیپال: بھٹی قبیلہ کا گوت ہے، ضلع فیروز پور میں یہ لوگ ستلج کے کنارے پر آباد ہیں۔

وٹو: بھٹی کی شاخ ہے، یہ زیادہ تر دریائے ستلج کے کنارے ریاست بھاولپور ضلع فیروز پور میں آباد ہیں۔

ہیراج: سیال کا گوت ہے جو دریائے راوی و چناب کے کناروں پر آباد ہے۔

راجپوتوں کے کئی ہزار گوت ہیں، ہم نے چند مشہور گوتوں کو جمع کیا ہے، کیونکہ ہمارے استدلال کے لئے اسی قدر کافی ہے، گوجر راجپوت اور جاٹ کے گوتوں کی فہرستوں سے جو ہم نے بہم پہنچائی ہیں۔ ہر ایک معلوم کر سکتا ہے کہ تینوں قومیں فی الجملہ ایک ہی ہیں، تینوں قوموں کے گوتوں کے اکثر نمایندوں نے اپنے آپ کو سورج بنسی یا سوم بنسی وغیرہ ظاہر کیا ہے اور بعض گوت مغل وغیرہ قوموں میں شامل ہو گئے ہیں۔ چونکہ فہرستیں بہت واضح ہیں اور ہر ایک گوت کے

بالکل صحیح معلوم ہوا ہے، وہ یہ ہے کہ راجپوتانے اور دریائے گنگ کے میدانوں میں جو غیر ملکی اقوام نقل مقام کر کے داخل ہوئیں۔ ان کا یہاں کے باشندوں کے ساتھ لڑتے لڑتے بالکل خاتمہ نہیں ہو گیا تھا۔ یقیناً ایک تعداد کثیر مر کھپ گئی تھی، مگر کچھ تعداد باقی رہ گئی تھی، یہ باقی ماندہ لوگ یہاں کے باشندوں کے ساتھ مل گئے اور آج کل ان کی اولاد آبادی کا ایک بڑا جزو ہے، اپنے پیشرو اور یوچی کی طرح یہ غیر ملکی اقوام بھی ہندومت کی دوسری طاقتوں کا شکار ہیں اور بڑی تیزی سے انہوں نے ہندوؤں کی تہذیب اختیار کر لی، وہ قبائل یا خاندان جنہوں نے چھوٹے چھوٹے علاقوں کو قبضہ میں کر لیا تھا، بخوشی کشتری یا چھتری قوموں میں داخل کر لئے گئے اور اس میں کسی قسم کا شک نہیں ہے کہ شمالی ہند کے پرہار اور دوسرے راجپوت قبائل دراصل انہی قوموں کی تبدیل شدہ صورت ہے جو پانچویں یا چھٹی صدی عیسوی میں ہندوستان میں داخل ہوئی تھیں، اور ان ہی لوگوں میں دوسرے درجہ کے افراد گوجر اور دیگر اقوام بن گئے، یہ قومیں غیرت کے لحاظ سے راجپوتوں سے کم درجہ شمار ہوتی ہیں، جنوب کی طرف بھی بعینہ اسی طرح ہندوستان کے اصلی باشندوں کے قبائل و اقوام نے بھی ہندو تہذیت قبول کر لی اور دیگر مشہور و معروف قبائل بن گئے۔ جن کے لئے ایسے شجر ہائے نسب گھڑ لئے گئے، جو چاند یا سورج تک پہنچتے ہوں۔

(مؤلف) اس عبارت سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ راجپوت کوئی مستقل قوم نہیں ہے۔ اگر نائی کا بیٹا راجہ ہو گیا تو اس کی اولاد راجپوت ہو گئی۔ میں نے کم سے کم 50 تاریخیں دیکھی ہوں گی جن کے مصنف ہندو یا انگریز ہیں۔ انہوں نے بالاتفاق تسلیم کیا ہے، کہ گوجر، جاٹ، اہیر، بھیل، ڈرآور وغیرہ قوموں سے راجپوت نکلے ہیں۔

بالکل صحیح معلوم ہوا ہے، وہ یہ ہے کہ راجپوتانے اور دریائے گنگ کے میدانوں میں جو غیر ملکی اقوام نقل مقام کر کے داخل ہوئیں۔ ان کا یہاں کے باشندوں کے ساتھ لڑتے لڑتے بالکل خاتمہ نہیں ہو گیا تھا۔ یقیناً ایک تعداد کثیر مرکھپ گئی تھی، مگر کچھ تعداد باقی رہ گئی تھی؛ یہ باقی ماندہ لوگ یہاں کے باشندوں کے ساتھ مل گئے اور آج کل ان کی اولاد آبادی کا ایک بڑا جزو ہے، اپنے پیشرو اور یوچی کی طرح یہ غیر ملکی اقوام بھی ہندومت کی دوسری طاقتوں کا شکار ہیں اور بڑی تیزی سے انہوں نے ہندوؤں کی تہذیب اختیار کر لی، وہ قبائل یا خاندان جنہوں نے چھوٹے چھوٹے علاقوں کو قبضہ میں کر لیا تھا، بخوشی کشتری یا چھتری قوموں میں داخل کر لئے گئے اور اس میں کسی قسم کا شک نہیں ہے کہ شمالی ہند کے پرہار اور دوسرے راجپوت قبائل دراصل انہی قوموں کی تبدیل شدہ صورت ہے جو پانچویں یا چھٹی صدی عیسوی میں ہندوستان میں داخل ہوئی تھیں، اور ان ہی لوگوں میں دوسرے درجہ کے افراد گوجر اور دیگر اقوام بن گئے، یہ قومیں غیرت کے لحاظ سے راجپوتوں سے کم درجہ شمار ہوتی ہیں، جنوب کی طرف بھی بعینہٖ اسی طرح ہندوستان کے اصلی باشندوں کے قبائل و اقوام نے بھی ہندو تہذیت قبول کر لی اور دیگر مشہور و معروف قبائل بن گئے۔ جن کے لئے ایسے شجر ہائے نسب گھڑ لئے گئے، جو چاند یا سورج تک پہنچتے ہوں۔

(مؤلف) اس عبارت سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ راجپوت کوئی مستقل قوم نہیں ہے۔ اگر نائی کا بیٹا راجہ ہو گیا تو اس کی اولاد راجپوت ہوگی۔ میں نے کم سے کم 50 تاریخیں دیکھی ہوں گی جن کے مصنف ہندو یا انگریز ہیں۔ انہوں نے بالا تفاق تسلیم کیا ہے، کہ گوجر، جاٹ، اہیر، بھیل، ڈرآ اور وغیرہ قوموں سے راجپوت نکلے ہیں۔

موصوف کو کیا ضرورت تھی کہ ایسا لکھتا اس کو یہ معلوم نہیں ہے کہ مسلمان گوجروں سے بہت زیادہ مسلمان راجپوت ہیں جن کے دل کو دکھایا گیا ہے۔ اسی مورخ تاریخ گوجر نے لکھا ہے کہ ابتدا سے گوجر دین حنفی کے مقلد چلے آئے ہیں۔ آپ کی اطلاع کے لئے میں یہ لکھنا چاہتا ہوں کہ مسلمان گوجروں کے مقابلے میں سہ چند گوجر سکھ اور ہندو وغیرہ ہیں۔ یہ کس طرح تسلیم کیا جائے کہ گوجر ابتداء سے دین حنفی کے پیروکار ہیں، ایسے اقوال کے سننے سے تعجب آتا ہے۔

(العاقل تکفیه الاشارة)

موصوف کو کیا ضرورت تھی کہ ایسا لکھتا اس کو یہ معلوم نہیں ہے کہ مسلمان گوجروں سے بہت زیادہ مسلمان راجپوت ہیں جن کے دل کو دکھایا گیا ہے۔ اسی مورخ تاریخ گوجر نے لکھا ہے کہ ابتدا سے گوجر دین حنفی کے مقلد چلے آئے ہیں۔ آپ کی اطلاع کے لئے میں یہ لکھنا چاہتا ہوں کہ مسلمان گوجروں کے مقابلے میں سہ چند گوجر سکھ اور ہندو وغیرہ ہیں۔ یہ کس طرح تسلیم کیا جائے کہ گوجر ابتداء سے دین حنفی کے پیروکار رہیں، ایسے اقوال کے سننے سے تعجب آتا ہے۔

(العاقل تکفیہ الاشارۃ)

ایک کشتی میں 20,20 محراب ایسے تجویز کئے، جس میں گندھک اور بارود کے گولے محفوظ رہیں کہ جب غنیم کی فوج زد میں آئے تو ان پر آگ برسائی جائے، بہادر جاٹ اس سے بے خبر تھے کہ ان کے مقابلہ کے لئے سلطان محمود غزنوی نے کیا اہتمام کیا ہے، جس وقت سلطان محمود کی کشتیاں دریا میں ظاہر ہوئیں، تو جاٹوں نے (جن کی تعداد آٹھ ہزار تھی) اپنی کشتیوں کو کنارے پر دور تک پھیلا دیا تا کہ محمود کی کشتیاں جب منجدھار میں آجائیں، تو ان پر تینوں طرف سے حملہ کریں اور کچھ کشتیاں پوشیدہ طور سے دوسرے کنارے پر متعین کیں تا کہ جب سلطان محمود کی کشتیاں شکست کھا کر پیچھے ہٹیں، تو ان کشتیوں سے ان کو نرغہ میں لے لیا جائے، اس صورت میں سلطان محمود کا لشکر چاروں طرف سے گھر جائے گا لیکن اس نئی قسم کی جنگ میں بہادر جاٹوں کے سینے برچھیوں سے چھد گئے، کیونکہ ان کا طریق جنگ یک بارگی حملہ کرنا تھا، تاہم وہ ایک انچ پیچھے نہ ہٹے، اگرچہ ان کا نقصان بہت ہوا مگر صفحاتِ تاریخ پر اپنی شجاعت کا نقش قائم کر گئے۔

سلطان محمودؒ کی جنگ کے بعد عرصہ دراز تک جاٹوں کی تاریخ ان کے شجاعانہ کارناموں سے خالی رہی، لیکن جس طرح خاکستر سے دفعتہً چنگاری چمک اُٹھتی ہے، اسی طرح 1658ء میں ان کی تلوار چمکی اور ان کے بہادرانہ نعروں کی گرج آسمان تک پہنچی یعنی شاہجہان کی معزولی کے بعد اورنگزیب نے جاٹوں کی امداد و اعانت سے متمتع ہو کر ان کی خونچکاں تلوار اور خار اشگاف سنان کی بدولت چند روئیں حصار قلعوں کو مسخر کیا کوئی ایسی جنگ خونریز نہیں ہوتی تھی کہ اس میں ان کی خون آشام تلوار کا حصہ نہ ہوتا، یہ مختلف قوموں سے لڑتے رہے بلکہ اپنے گوجر بھائیوں اور راجپوتوں سے بھی ہنگامہ آرا ہوئے چنانچہ بھرت پور کے جاٹوں نے سورج مل کی سرکردگی میں گوجروں پر دھاوا کیا، مگر گوجر میدان میں پہاڑ کی طرح ایسے مستحکم اور ثابت قدم رہے کہ راجپوتوں اور جاٹوں کے متفقہ پر آشوب حملے بھی ان کو مغلوب نہ کر سکے جس طرح سمندر کی لہریں، چٹان سے ٹکرا کر پیچھے

ایک کشتی میں 20,20 محراب ایسے تجویز کیے، جس میں گندھک اور بارود کے گولے محفوظ رہیں کہ جب غنیم کی فوج زد میں آئے تو ان پر آگ برسائی جائے، بہادر جاٹ اس سے بے خبر تھے کہ ان کے مقابلہ کے لئے سلطان محمود غزنوی نے کیا اہتمام کیا ہے، جس وقت سلطان محمود کی کشتیاں دریا میں ظاہر ہوئیں، تو جاٹوں نے (جن کی تعداد آٹھ ہزار تھی) اپنی کشتیوں کو کنارنے پر دور تک پھیلا دیا تا کہ محمود کی کشتیاں جب منجدھار میں آجائیں، تو ان پر تینوں طرف سے حملہ کریں اور کچھ کشتیاں پوشیدہ طور سے دوسرے کنارے پر متعین کیں تا کہ جب سلطان محمود کی کشتیاں شکست کھا کر پیچھے ہٹیں، تو ان کشتیوں سے ان کو نرغہ میں لے لیا جائے، اس صورت میں سلطان محمود کا لشکر چاروں طرف سے گھر جائے گا لیکن اس نئی قسم کی جنگ مین بہادر جاٹوں کے سینے برچھیوں سے چھد گئے، کیونکہ ان کا طریق جنگ یک بارگی حملہ کرنا تھا، تاہم وہ ایک انچ پیچھے نہ ہٹے، اگرچہ ان کا نقصان بہت ہوا مگر صفحاتِ تاریخ پر اپنی شجاعت کا نقش قائم کر گئے۔

سلطان محمودؒ کی جنگ کے بعد عرصۂ دراز تک جاٹوں کی تاریخ ان کے شجاعانہ کارناموں سے خالی رہی، لیکن جس طرح خاکستر سے دفعتہً چنگاری چمک اُٹھتی ہے، اسی طرح 1658ء میں ان کی تلوار چمکی اور ان کے بہادرانہ نعروں کی گرج آسمان تک پہنچی یعنی شاہجہان کی معزولی کے بعد اورنگزیب نے جاٹوں کی امداد و اعانت سے متمتع ہو کر ان کی خونچکان تلوار اور خار اشگاف سنان کی بدولت چند روئیں حصار قلعوں کو مسخر کیا کوئی ایسی جنگ خونریز نہیں ہوتی تھی کہ اس میں ان کی خون آشام تلوار کا حصہ نہ ہوتا، یہ مختلف قوموں سے لڑتے رہے بلکہ اپنے گوجر بھائیوں اور راجپوتوں سے بھی ہنگامہ آرا ہوئے چنانچہ بھرت پور کے جاٹوں نے سورج مل کی سرکردگی میں گوجروں پر دھاوا کیا، مگر گوجر میدان میں پہاڑ کی طرح ایسے مستحکم اور ثابت قدم رہے کہ راجپوتوں اور جاٹوں کے متفقہ پر آشوب حملے بھی ان کو مغلوب نہ کر سکے جس طرح سمندر کی لہریں، چٹان سے ٹکرا کر پیچھے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فوج میں جاٹ اور گوجر

تاریخوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فوج میں جاٹ وگوجر (جنکو عرب تغلیبا زط کہتے ہیں) بھرتی ہوتے تھے، پہلے ہمارا خیال تھا کہ اس قوم کے سیلاب کو سمندر کی لہروں نے روک دیا تھا، لیکن تاریخ مقریزی وغیرہ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ سیلاب سمندر کی لہروں کو کاٹتا ہوا عرب تک پہنچ گیا تھا۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ سندھ کے گوجر و جاٹ تھے، جو سمندر یا فارس کے راستہ سے عرب میں گئے ہوں گے، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے جب 20ھ میں سوس کا محاصرہ کیا تو یزدگرد نے اپنے سپہ سالار سیاہ کو حکم دیا کہ وہ چیدہ چیدہ رسالوں کو لے کر حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے حلقۂ محاصرہ کو توڑے، مگر اسلامی سپاہ نے سیاہ کی فوج کو شکست دے کر سوس کو فتح کر لیا، سیاہ اور اس کے ہمراہی سپہ سالاروں نے امان طلب کی چنانچہ سب کو امان ملی اور سپہ سالاروں اور ان کی فوج کو بصرہ کی چھاؤنی میں جگہ دی گئی۔ اس فوج میں سندھ کے زط یعنی گوجر جاٹ شامل تھے، جو سوس کی فتح کے بعد مسلمان ہو گئے تھے، سمندر کے کنارے چونکہ گوجر اور جاٹ دونوں قومیں آباد تھیں اور عرب کے ساتھ ان کا تعلق تھا، اس لئے ان کے سوائے دوسری قوم کون ہوسکتی ہے۔

ان واقعات سے یہ ثابت کرنا ہے کہ گوجر اور جاٹ شجاعت میں ایک سادل گروہ رکھتے ہیں اور ان کی شجاعت کو عرب کے بہادر بھی تسلیم کرتے ہیں اور یہ دونوں قومیں ایک زمانہ میں سمندر کے کنارے پر آباد تھیں اور دور دور ملکوں تک ان کی بہادری کی شہرت تھی۔

❀❀❀

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فوج میں جاٹ اور گوجر

تاریخوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فوج میں جاٹ و گوجر (جنکو عرب تغلیبا زط کہتے ہیں) بھرتی ہوتے تھے، پہلے ہمارا خیال تھا کہ اس قوم کے سیلاب کو سمندر کی لہروں نے روک دیا تھا، لیکن تاریخ مقریزی وغیرہ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ سیلاب سمندر کی لہروں کو کاٹتا ہوا عرب تک پہنچ گیا تھا۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ سندھ کے گوجر و جاٹ تھے، جو سمندر یا فارس کے راستہ سے عرب میں گئے ہوں گے، حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے جب 20ھ میں سوس کا محاصرہ کیا تو یزدگرد نے اپنے سپہ سالار سیاہ کو حکم دیا کہ وہ چیدہ چیدہ رسالوں کو لے کر حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کے حلقۂ محاصرہ کو توڑے، مگر اسلامی سپاہ نے سیاہ کی فوج کو شکست دے کر سوس کو فتح کر لیا، سیاہ اور اس کے ہمراہی سپہ سالاروں نے امان طلب کی چنانچہ سب کو امان ملی اور سپہ سالاروں اور ان کی فوج کو بصرہ کی چھاؤنی میں جگہ دی گئی۔ اس فوج میں سندھ کے زط یعنی گوجر جاٹ شامل تھے، جو سوس کی فتح کے بعد مسلمان ہو گئے تھے، سمندر کے کنارے چونکہ گوجر اور جاٹ دونوں قومیں آباد تھیں اور عرب کے ساتھ ان کا تعلق تھا، اس لئے ان کے سوائے دوسری قوم کون ہو سکتی ہے۔

ان واقعات سے یہ ثابت کرنا ہے کہ گوجر اور جاٹ شجاعت میں ایک سا دل گروہ رکھتے ہیں اور ان کی شجاعت کو عرب کے بہادر بھی تسلیم کرتے ہیں اور یہ دونوں قومیں ایک زمانہ میں سمندر کے کنارے پر آباد تھیں اور دور دور ملکوں تک ان کی بہادری کی شہرت تھی۔

❀❀❀

پیدا ہوا، جس کے ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے میں وید اور گلے میں جنیو تھا، اس کو چالک عرف سولنگی کا خطاب دیا گیا، اور بعض مورخین نے لکھا ہے کہ جس وقت یہ بہادر نکلا، اس وقت دیوتا پانی کے چلو پر دعا پڑھ رہا تھا، اس لئے چلو کی مناسبت سے چلو کیا نام ہوا، اس کو انہلو اڑہ پٹن کا ملک عطا کیا گیا، ایک اور مورت پر گنگا کا پانی چھڑک کر دعا مانگی گئی، ایک جوان تیر و کمان لئے برآمد ہوا۔ جس وقت اس نے راچسون کو دیکھا تو اس کے پاؤں لڑکھڑا گئے، اس سبب سے اس کو پرہار کا لقب ملا اس کو صحرا کی نو آبادی کا راجہ بنایا گیا۔

بش جی نے ایک اور چتر بھوجی مورت بنا کر قربان گاہ کی نذر کی۔ آگ کے شعلوں سے ایک بہادر نکلا جس کے ہاتھوں میں یا جس کے پاس چار مختلف ہتھیار تھے، وہ چیتر بوجی جوہان کے نام سے ملقب ہوا، یہ کل پیدائش دیتوں کے روبرو عمل میں آئی، جب یہ چار بہادر دیتوں کے مقابلہ میں تیغ آزما ہوئے تو خونریز جنگ ہوئی، جس قدر دیت قتل کئے جاتے تھے ان کے خون کے قطروں سے اور راچھس (دیو وغیرہ) پیدا ہوتے جاتے تھے۔ یہ حالت دیکھ کر ان چاروں بہادروں کی رانیوں نے دیتوں کا خون پینا شروع کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دیو کی پیدائش کا سلسلہ بند ہو گیا۔ دیویوں کے نام حسب ذیل ہیں۔

(۱) چوہان کی اسٹ دیوی آساپورتا

(۲) پربار کی گاجن ماتا

(۳) سولنگی کی کھیونوچ ماتا

(۴) پرمار کی سانچر ماتا

دیتوں کے قتل عام پر نعرہ ہائے خوشی بلند ہوئے۔ آسمان سے پھولوں کی بارش ہونے لگی، اور تمام دیوتا اپنے اپنے ہوائی جہازوں پر سوار ہو کر بلند فضا پر پہنچ گئے، فتح و نصرت کا جشن نہایت شان و شوکت سے منایا گیا، ملاحظہ ہو ٹاڈ راجستان جلد دوم صفحہ 1682 و 1683۔ اس قصہ پر ٹاڈ نے حسب ذیل حاشیہ چڑھایا ہے۔

پیدا ہوا، جس کے ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے میں وید اور گلے میں جنیو تھا، اس کو چالک عرف سولنگی کا خطاب دیا گیا، اور بعض مورخین نے لکھا ہے کہ جس وقت یہ بہادر نکلا، اس وقت دیوتا پانی کے چلو پر دعا پڑھ رہا تھا، اس لئے چلو کی مناسبت سے چلو کیا نام ہوا، اس کو انہلواڑہ پٹن کا ملک عطا کیا گیا، ایک اور مورت پر گنگا کا پانی چھڑک کر دعا مانگی گئی، ایک جوان تیر وکمان لئے برآمد ہوا۔ جس وقت اس نے راچسون کو دیکھا تو اس کے پاؤں لڑکھڑا گئے، اس سبب سے اس کو پرہار کا لقب ملا اس کو صحرا کی نو آبادی کا راجہ بنایا گیا۔

بش جی نے ایک اور چتر بھوجی مورت بنا کر قربان گاہ کی نذر کی۔ آگ کے شعلوں سے ایک بہادر نکلا جس کے ہاتھوں میں یا جس کے پاس چار مختلف ہتھیار تھے، وہ چیتر پوجی جوہان کے نام سے ملقب ہوا، یہ کل پیدائش دیتوں کے روبرو عمل میں آئی، جب یہ چار بہادر دیتوں کے مقابلہ میں تیغ آزما ہوئے تو خونریز جنگ ہوئی، جس قدر دیت قتل کئے جاتے تھے ان کے خون کے قطروں سے اور راچھس (دیو وغیرہ) پیدا ہوتے جاتے تھے۔ یہ حالت دیکھ کر ان چاروں بہادروں کی رانیوں نے دیتوں کا خون پینا شروع کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دیو کی پیدائش کا سلسلہ بند ہو گیا۔ دیویوں کے نام حسب ذیل ہیں۔

(۱)	چوہان کی اسٹ دیوی	آسا پورتا
(۲)	پربار کی	گاجن ماتا
(۳)	سولنگی کی	کھیونوچ ماتا
(۴)	پرمار کی	سانچر ماتا

دیتوں کے قتل عام پر نعرہ ہائے خوشی بلند ہوئے۔ آسمان سے پھولوں کی بارش ہونے لگی، اور تمام دیوتا اپنے اپنے ہوائی جہازوں پر سوار ہو کر بلند فضا پر پہنچ گئے، فتح ونصرت کا جشن نہایت شان وشوکت سے منایا گیا، ملاحظہ ہو ٹاڈ راجستان جلد دوم صفحہ 1682 و 1683۔ اس قصہ پر ٹاڈ نے حسب ذیل حاشیہ چڑھایا ہے۔

کہ آج کل شعبدہ باز انگاروں پر چلتے ہیں اور لوگوں کو اپنے پیچھے چلاتے ہیں اور دعوی کرتے ہیں کہ ان کے کلام کا اثر ہے، ممکن ہے کہ اس شعبدہ سے ان کے دشمن ڈر گئے ہوں۔ دراصل ان چاروں کا تعلق وسط ایشیا کی جنگجو قوم سے تھا اور چونکہ پرہار، چوہان، پرمار، سولنگی قطعاً گوجروں کے گوت ہیں۔ اس لیے یہ گوجر ہیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ راجپوتوں میں گوجر بھی شامل ہیں اور ان ناموں کی وجہ تسمیہ بھی ان کے مشہور الفاظ سے اس موقعہ کے لحاظ سے بنائی گئی ہے۔

مسٹر کرک ایک مؤرخ کی رائے معقول ہے کہ اگنی کل کی قربانی سے برہمنوں کا یہ مقصود تھا کہ غیر اقوام کے چار شخصوں کو آگ کے ذریعہ سے پاک کر کے اپنے مذہب میں شامل کر لیں کیونکہ برہمنوں کے نزدیک آگ پاک کرنے والی چیز ہے۔ آگ میں سے نکلنا، اس امر کی دلیل ہے کہ یہ چاروں پہلے کھشتریوں سے الگ تھے۔ اس لئے کہ اس وقت کھشتریوں ور برہمنوں کی آپس میں سخت مخالفت تھی۔ برہمن ہمیشہ غیر قوم و مذہب کے لوگوں کو آگ سے پاک کرتے تھے۔ پس جب یہ چاروں اجنبی اشخاص آگ سے پوتر (پاک) ہو گئے۔ تو ہندو مذہب کے مقلد ہو کر کھشتری کہلانے لگے۔ ملاحظہ ہو راجپوت اینڈ میرٹھ جنرل رائے انتھرا لوجیکل انسٹیوٹ 1911ء ص 42۔

❁❁❁

کہ آج کل شعبدہ باز انگاروں پر چلتے ہیں اور لوگوں کو اپنے پیچھے چلاتے ہیں اور دعوی کرتے ہیں کہ ان کے کلام کا اثر ہے، ممکن ہے کہ اس شعبدہ سے ان کے دشمن ڈر گئے ہوں۔ دراصل ان چاروں کا تعلق وسط ایشیا کی جنگجو قوم سے تھا اور چونکہ پر ہار، چوہان، پرمار، سولنگی قطعاً گوجروں کے گوت ہیں۔ اس لیے یہ گوجر ہیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ راجپوتوں میں گوجر بھی شامل ہیں اور ان ناموں کی وجہ تسمیہ بھی ان کے مشہور الفاظ سے اس موقعہ کے لحاظ سے بنائی گئی ہے۔

مسٹر کرک ایک مؤرخ کی رائے معقول ہے کہ اگنی کل کی قربانی سے برہمنوں کا یہ مقصود تھا کہ غیر اقوام کے چار شخصوں کو آگ کے ذریعہ سے پاک کر کے اپنے مذہب میں شامل کر لیں کیونکہ برہمنوں کے نزدیک آگ پاک کرنے والی چیز ہے۔ آگ میں سے نکلنا، اس امر کی دلیل ہے کہ یہ چاروں پہلے کھشتریوں سے الگ تھے۔ اس لئے کہ اس وقت کھشتریوں ور برہمنوں کی آپس میں سخت مخالفت تھی۔ برہمن ہمیشہ غیر قوم و مذہب کے لوگوں کو آگ سے پاک کرتے تھے۔ پس جب یہ چاروں اجنبی اشخاص آگ سے پوتر (پاک) ہو گئے۔ تو ہندو مذہب کے مقلد ہو کر کھشتری کہلانے لگے۔ ملاحظہ ہو راجپوت اینڈ میرٹھ جنرل رائے انتھر الوجیکل انسٹیوٹ 1911ء ص 42۔

❁❁❁

(۳۱) کوگھیر (۳۲) گرجیتو
(۳۳) چاولیہ (۳۴) کوکرا
(۳۵) نکمپ (۳۶) سلال

دوم کب چند کی تحریرات کے مطابق:

(۱) رویعنی سورج. (۲) شش عرف سوم چند
(۳) یادو (جدو) (۴) کاکتھ
(۵) پرمار (۶) چوہان
(۷) چلوک (۸) چندک
(۹) سلار (۱۰) ابھیرا
(۱۱) ماکوہن (۱۲) گوہیل
(۱۳) گھالوت، گھٹ (۱۴) پرہار
(۱۵) راٹھور (۱۶) دیورا
(۱۷) تک (۱۸) سندو
(۱۹) انگ (۲۰) پاٹک
(۲۱) پرتھار (۲۲) دویوت
(۲۳) کرت پال (۲۴) کوٹ پال
(۲۵) پبھول (۲۶) گور
(۲۷) نکمپ (۲۸) راج پالکا
(۲۹) کانی (۳۰) کالچوک عرف کورچرا

(ٹاڈ راجستان ص 217)

(۳۱)	کوگھیر	(۳۲)	گرجیتو
(۳۳)	چاولیہ	(۳۴)	کوکرا
(۳۵)	نکمپ	(۳۶)	سلال

دوم کب چند کی تحریرات کے مطابق:

(۱)	رویعنی سورج	(۲)	شش عرف سوم چند
(۳)	یادو (جدو)	(۴)	کاکتھ
(۵)	پرمار	(۶)	چوہان
(۷)	چلوک	(۸)	چندک
(۹)	سلار	(۱۰)	ابھیرا
(۱۱)	ماکوہن	(۱۲)	گوہیل
(۱۳)	گھالوت، گھٹ	(۱۴)	پرہار
(۱۵)	راٹھور	(۱۶)	دیورا
(۱۷)	تک	(۱۸)	سندو
(۱۹)	انگ	(۲۰)	پاٹک
(۲۱)	پرتھار	(۲۲)	دوتیوت
(۲۳)	کرنت پال	(۲۴)	کوٹ پال
(۲۵)	پھول	(۲۶)	گور
(۲۷)	نکمپ	(۲۸)	راج پالکا
(۲۹)	کانی	(۳۰)	کالچوک عرف کورچرا

(ٹاڈ راجستان ص 217)

(۱۱)	ڈوڈیا	(۱۲)	پلا
(۱۳)	بگھیل	(۱۴)	یادو
(۱۵)	جیتوا	(۱۶)	جریحا
(۱۷)	جیت	(۱۸)	سولنگی
(۱۹)	پرمار	(۲۰)	کاب
(۲۱)	چاور	(۲۲)	چوراسینھا
(۲۳)	کہاہتہ	(۲۴)	گھسم
(۲۵)	روانی	(۲۶)	مسانیہ
(۲۷)	پلانی	(۲۸)	بالا
(۲۹)	جھالا	(۳۰)	داہریہ
(۳۱)	باہریہ	(۳۲)	ساردیہ
(۳۳)	پرہار	(۳۴)	چوہان

(ٹاڈ راجستان ص 218)

پنجم کیچی عرف پیوگ جی کبسیر کے بیان کے موافق:

(۱)	گھلوٹ	(۲)	پرمار
(۳)	چوہان	(۴)	سونگھی
(۵)	راٹھور	(۶)	توار
(۷)	بیر گوجر	(۸)	پرہار
(۹)	جھالا	(۱۰)	یادو
(۱۱)	کچھواہہ	(۱۲)	گودر
(۱۳)	سنگیر	(۱۴)	بلا
(۱۵)	کھروڑ	(۱۶)	چاورا

(۱۱) ڈوڈیا — (۱۲) پلا
(۱۳) بگھیل — (۱۴) یادو
(۱۵) جیتوا — (۱۶) جریجا
(۱۷) جیت — (۱۸) سولنگی
(۱۹) پرمار — (۲۰) کاب
(۲۱) چاور — (۲۲) چوراسینھا
(۲۳) کہابنۃ — (۲۴) گھسم
(۲۵) روانی — (۲۶) مسانیہ
(۲۷) پلانی — (۲۸) بالا
(۲۹) جھالا — (۳۰) داہریہ
(۳۱) باہریہ — (۳۲) سارویہ
(۳۳) پرہار — (۳۴) چوہان

(ٹاڈ راجستان ص 218)

پنجم کیچی عرف پیوگ جی کبسیر کے بیان کے موافق:

(۱) گھلوٹ — (۲) پرمار
(۳) چوہان — (۴) سولنگھی
(۵) راٹھور — (۶) توار
(۷) بیرگوجر — (۸) پرہار
(۹) جھالا — (۱۰) یادو
(۱۱) کچھواہہ — (۱۲) گودر
(۱۳) سنیگر — (۱۴) بلا
(۱۵) کھروڑ — (۱۶) چاورا

(۲۳)	والی	(۲۴)	گور
(۲۵)	ڈوڈ عرف دوڑ	(۲۶)	کھیپسر وال
(۲۷)	بیر گوجر	(۲۸)	میکر وال
(۲۹)	بایک	(۳۰)	ایہ
(۳۱)	جوہیہ، جویہ	(۳۲)	نکمپ
(۳۳)	راج پالی	(۳۴)	واہم وغیرہ ہل، داہریہ

(ٹاڈ راجستان ص 219)

مندرجۂ بالا فہرستوں سے معلوم ہوسکتا ہے کہ راجپوتوں نے نسب میں کیا کچھ ایجادیں کی ہیں، پہلے اپنا شجرۂ نسب آسمان سے ملایا یعنی سورج بنسی اور چندر بنسی دو قومیں قرار دیں، پھر آگ سے سلسلہ ملا کر اگنی کل ہوئے، اس کے بعد جب اور قوموں کے افراد راجہ و مہاراجہ ہو گئے اور ان کے ساتھ ان کا رشتہ ناتا بھی ہو گیا، تو پھر 36 خاندان قرار دیئے گئے، یہ تقسیم کسی حسبی و نسبی اعزاز و قدامت کی بنا پر نہیں ہے بلکہ زمانہ شناسی اور آدمی را بچشم حال نگر کے اصول پر مبنی ہے، دیکھو سنسکرت کی قلمی کتاب میں اولاً 26 درج ہیں۔ اس سے ثابت ہے کہ پہلے راجپوتوں نے 26 خاندان قرار دیئے، پھر جوں جوں دوسرے راجاؤں کا اقتدار بڑھتا گیا، خاندانوں میں اضافہ ہوتا گیا یہاں تک کہ 34 ہو گئے، پھر دو اور بڑھا کر 36 قرار دیئے گئے۔ اگر راجپوتوں کی سلطنت زیادہ عرصہ تک قائم رہتی تو یقیناً شاہی خاندان کی فہرست کھلی رہتی اور ان کی تعداد یوماً فیوماً بڑھتی جاتی کیونکہ جو راجہ طاقتور ہوتا بنوک شمشیر اپنا نام درج فہرست کراتا، کیونکہ اس فہرست میں نام لکھوانے کا حق اس راجہ کو حاصل ہو جاتا تھا، جس کی تلوار چمکتی تھی، برہمن کھشتری ویس کا کیا ذکر، شودر قوم کا کوئی شخص ادھیراج ہو جاتا۔ تو اس کے نام کا طغرا بھی اس سرفہرست پر باعثِ زینت ہوتا، پس کوئی راجپوت یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ ان میں کسی اور خاندان کی آمیزش نہیں ہے۔ راجپوت زبانی جو چاہیں کہیں

(۲۳)	والی	(۲۴)	گور
(۲۵)	ڈوڈ عرف دوڑ	(۲۶)	کھیپسر وال
(۲۷)	بیر گوجر	(۲۸)	میکروال
(۲۹)	بایک	(۳۰)	ایہ
(۳۱)	جوہیہ، جویہ	(۳۲)	نکمپ
(۳۳)	راج پالی	(۳۴)	واہم وغیرہ ہل، داہریہ

(ٹاڈ راجستان ص 219)

مندرجۂ بالا فہرستوں سے معلوم ہوسکتا ہے کہ راجپوتوں نے نسب میں کیا کچھ ایجادیں کی ہیں، پہلے اپنا شجرۂ نسب آسمان سے ملایا یعنی سورج بنسی اور چندر بنسی دو قومیں قرار دیں، پھر آگ سے سلسلہ ملا کر اگنی کل ہوئے، اس کے بعد جب اور قوموں کے افراد راجہ و مہاراجہ ہو گئے اور ان کے ساتھ ان کا رشتہ ناتا بھی ہو گیا، تو پھر 36 خاندان قرار دیئے گئے، یہ تقسیم کسی حسبی و نسبی اعزاز و قدامت کی بنا پر نہیں ہے بلکہ زمانہ شناسی اور آدمی رانچشم حال نگر کے اصول پر مبنی ہے، دیکھو سنسکرت کی قلمی کتاب میں اولاً 26 درج ہیں۔ اس سے ثابت ہے کہ پہلے راجپوتوں نے 26 خاندان قرار دیئے، پھر جوں جوں دوسرے راجاؤں کا اقتدار بڑھتا گیا، خاندانوں میں اضافہ ہوتا گیا یہاں تک کہ 34 ہو گئے، پھر دو اور بڑھا کر 36 قرار دیئے گئے۔ اگر راجپوتوں کی سلطنت زیادہ عرصہ تک قائم رہتی تو یقیناً شاہی خاندان کی فہرست کھلی رہتی اور ان کی تعداد یوماً فیوماً بڑھتی جاتی کیونکہ جو راجہ طاقتور ہوتا بنوک شمشیر اپنا نام درج فہرست کراتا، کیونکہ اس فہرست میں نام لکھوانے کا حق اس راجہ کو حاصل ہو جاتا تھا، جس کی تلوار چمکتی تھی، برہمن کھشتری ویس کا کیا ذکر، شودر قوم کا کوئی شخص ادھیراج ہو جاتا۔ تو اس کے نام کا طغرا بھی اس سرفہرست پر باعثِ زینت ہوتا، پس کوئی راجپوت یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ ان میں کسی اور خاندان کی آمیزش نہیں ہے۔ راجپوت زبانی جو چاہیں کہیں

تک گوجروں کے گوت پائے جاتے ہیں۔ ناظرین غور سے دیکھیں گے کہ فہرست اول نوشتہائے قدیم میں چھتیس قومیں درج ہیں۔ ان میں سے مندرجہ ذیل گوجروں کی شاخیں ہیں۔ نمبر 5 چوہان، نمبر 6 پرمار، نمبر 7 چلوک عرف سلنگی، نمبر 8 پرہاراگنی کل ہیں اور اگنی کل گوجر ہیں۔ ملاحظہ ہومسٹرائے سمتھ وغیرہ کی تاریخیں، نمبر 9 چاوڑا، یہ چھاوڑی گوجروں کا مشہور گوت ہے، جو پنجاب میں پایا جاتا ہے اوران کی گجرات کاٹھیاواڑ میں وسیع سلطنت تھی۔ ملاحظہ ہو آئین اکبری صفحہ 102 و 103۔ اور اس لفظ کو مؤرخین نے چاوڑہ، جاورا، چورا، چادری، چھادڑی لکھا ہے۔ چھاوڑی، یا جاورہ گوجر، اضلاع صوبہ پنجاب و دیگر صوبوں میں جیسا کہ ہم نے کسی اور جگہ تشریح کی ہے، کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ نمبر 20 ہن یا ہون۔ یہ وہ قوم ہے جس نے وسط ایشیا سے اٹھ کر ہندوستان پر حملہ کیا اور گوجراس قوم کے جزواعظم تھے ہٹن تو گوجروں کے نسبی بھائی تھے یا قرابت ورشتہ داری کی وجہ سے ایک ہی قوم شمار ہوتے تھے، ملاحظہ ہومسٹرائے سمتھ کی ہسٹری نمبر 26 بالا۔ یہ ولبھی خاندان کا مورث ہے اور ولبھی خاندان کوبعض مؤرخین نے گوجر قرار دیا ہے۔ نمبر 27 جہالا۔ یہ گوجروں کا گوت ہے، جس کو چہالا بھی کہتے ہیں۔ یہ سورج بنسی ہیں۔ اس نام کا ایک موضع ضلع گجرات میں ہے۔

فہرست دوم میں 30 قومیں دکھلائی گئی ہیں۔ ان میں سے نمبر 5 پرمار، نمبر 6 چوہان، نمبر 7 چلوک، نمبر 14 پرہار کی نسبت فہرست اول مین گوجر ہونے کی تشریح ہو چکی ہے۔ نمبر 21 پرتھار، پرہار کا بگڑا ہوا نام ہے۔ علیحدہ نہیں ہے، دیکھو ترجمہ ٹاڈ راجستان صفحہ 248 پرتھار عرف پرہار لکھا ہے، جو مسلمہ قوم گوجر ہے۔ نمبر 26 گور، گوجر کا مخفف ہے۔ اس لئے کہ گور برہمن گوجرنسل سے ہیں۔ ملاحظہ ہو رپورٹ مردم شماری کشمیر 1911ء پس یہ دلیل قطعی ہے کہ گور گوجر کا مخفف ہے، کشمیر کے ضلع مظفرآباد میں گور اور گوجر میں فرق نہیں کیا جاتا۔ نمبر 30 کا لچک عرف کورچرا، کورچرا جو [illegible] ور اگر اس کو گورجر اقرار

تک گوجروں کے گوت پائے جاتے ہیں۔ ناظرین غور سے دیکھیں گے کہ فہرست اول نوشتہائے قدیم میں چھتیس قومیں درج ہیں۔ ان میں سے مندرجہ ذیل گوجروں کی شاخیں ہیں۔ نمبر 5 چوہان، نمبر 6 پرمار، نمبر 7 چلوک عرف سلنگی، نمبر 8 پرہار اگنی کل ہیں اور اگنی کل گوجر ہیں۔ ملاحظہ ہو مسٹر اے سمتھ وغیرہ کی تاریخیں، نمبر 9 چاوڑا، یہ چھاوڑی گوجروں کا مشہور گوت ہے، جو پنجاب میں پایا جاتا ہے اور ان کی گجرات کاٹھیاواڑ میں وسیع سلطنت تھی۔ ملاحظہ ہو آئین اکبری صفحہ 102 و 103۔ اور اس لفظ کو مؤرخین نے چاوڑہ، جاورا، چورا، چادری، چھادڑی لکھا ہے۔ چھاوڑی، یا جاورہ گوجر، اضلاع صوبہ پنجاب و دیگر صوبوں میں جیسا کہ ہم نے کسی اور جگہ تشریح کی ہے، کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ نمبر 20 ہن یا ہون۔ یہ وہ قوم ہے جس نے وسط ایشیا سے اٹھ کر ہندوستان پر حملہ کیا اور گوجر اس قوم کے جزو اعظم تھے ہٹن تو گوجروں کے نسبی بھائی تھے یا قرابت و رشتہ داری کی وجہ سے ایک ہی قوم شمار ہوتے تھے، ملاحظہ ہو مسٹر اے سمتھ کی ہسٹری نمبر 26 بالا۔ یہ ولبھی خاندان کا مورث ہے اور ولبھی خاندان کو بعض مؤرخین نے گوجر قرار دیا ہے۔ نمبر 27 جہالا۔ یہ گوجروں کا گوت ہے، جس کو جھالا بھی کہتے ہیں۔ یہ سورج بنسی ہیں۔ اس نام کا ایک موضع ضلع گجرات میں ہے۔

فہرست دوم میں 30 قومیں دکھلائی گئی ہیں۔ ان میں سے نمبر 5 پرمار، نمبر 6 چوہان، نمبر 7 چلوک، نمبر 14 پرہار کی نسبت فہرست اول میں گوجر ہونے کی تشریح ہو چکی ہے۔ نمبر 21 پرتھار، پرہار کا بگڑا ہوا نام ہے۔ علیحدہ نہیں ہے، دیکھو ترجمہ ٹاڈ راجستان صفحہ 248 پرتھار عرف پرہار لکھا ہے، جو مسلمہ قوم گوجر ہے۔ نمبر 26 گور، گوجر کا مخفف ہے۔ اس لئے کہ گور برہمن گوجر نسل سے ہیں۔ ملاحظہ ہو رپورٹ مردم شماری کشمیر 1911ء پس یہ دلیل قطعی ہے کہ گور گوجر کا مخفف ہے، کشمیر کے ضلع مظفر آباد میں گور اور گوجر میں فرق نہیں کیا جاتا۔ نمبر 30 کا لچک عرف کورچرا، کورچرا جو لفظ گوجر سے ملتا جلتا ہے اور اگر اس کو گورجر اقرار

شاعر کو تذکرہ نویسوں نے گوجر لکھا ہے، جس کا ذکر کسی جگہ کیا گیا ہے۔ نمبر 11 کچھواہیہ گوجر ہیں، چنانچہ ٹاڈ راجستان سے کسی جگہ کچھواہیہ کی شاخیں نقل کی ہیں، جس میں گوجر اور بیر گوجر دونوں ہیں، فہرست ششم میں 34 قومیں مندرج ہیں۔ نمبر 5 توار، تنور، نمبر 7 کچواہا یا کچھواہیہ، نمبر 8 پرمار، نمبر 9 چوہان، نمبر 10 چالوک عرف سولنگی، نمبر 11 پرمار، نمبر 12 چورا، نمبر 15 ہن عرف ہونی، نمبر 17 بالا، نمبر 18 جھالا، نمبر 20 گھیل، نمبر 24 گور، نمبر 27 بیر گوجر، نمبر 31 جو یہ کی بحث ہو چکی ہے، یہ سب گوجر ہیں۔

ہم اس تنقید کو محققین کے غور و فکر کے لئے پیش کرتے ہیں کہ ٹاڈ نے جو فہرستیں راجپوتوں کی اعلیٰ ذاتوں کی پیش کی ہیں ان میں گوجروں کے متعدد گوت شامل ہیں، ان فہرستوں میں سے کسی میں 1/4 اور کسی میں 1/3 گوجر ہیں، ہم پر دو اعتراض وارد ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ ہم صرف لفظی تناسب سے گوجروں کو راجپوت ثابت کرتے ہیں یعنی جہاں گوجروں اور راجپوتوں کے گوتوں کے الفاظ مطابق یا قریب التلفظ ہیں، ہم لکھ دیتے ہیں کہ یہ گوجر ہیں، دوسرا یہ کہ الفاظ کی مطابقت یا تناسب اتفاقی بھی ہوتا ہے۔ دنیا میں ہزاروں لفظ مختلف زبانوں کے ایک ہی صورت و تلفظ رکھتے ہیں، یہ کوئی قطعی دلیل اس بات کی نہیں ہو سکتی کہ بعض اسموں کے تلفظ اور تحریری شکل کی مشابہت کے سبب سے ان کو متحد خیال کیا جائے ان اعتراضات کے جوابات یہ ہیں۔

ہم نے 36 قوموں میں جن گوتوں کو ثابت کیا ہے، صرف ظاہری شکل و صورت، حروف اور قریب التلفظ ہونے پر انحصار نہیں رکھا، بلکہ اس کے متعلق تاریخی شہادات اور عقلی تائیدات بھی پیش کی ہیں اور مختصر طور پر ہر گوت کے ساتھ حوالہ دیا ہے، اس لئے یہ اعتراض ایسے قطعی دلائل کے مقابلہ میں نہیں ٹھہر سکتے مثلاً ہن تاریخی حوالوں سے ثابت ہے کہ گوجران کے متعلقین سے ہیں، چوہان، پرمار، پرہار، سولنگی تاریخی اسناد سے گوجر ثابت ہیں۔ اور وہ چند ضلعوں میں اپنے آپ کو

شاعر کو تذکرہ نویسوں نے گوجر لکھا ہے، جس کا ذکر کسی جگہ کیا گیا ہے۔ نمبر 11 کچھواہیہ گوجر ہیں، چنانچہ ٹاڈ راجستان سے کسی جگہ کچھواہیہ کی شاخیں نقل کی ہیں، جس میں گوجر اور بیر گوجر دونوں ہیں، فہرست ششم میں 34 قومیں مندرج ہیں۔ نمبر 5 توار، تنور، نمبر 7 کچواہا یا کچھواہیہ، نمبر 8 پرمار، نمبر 9 چوہان، نمبر 10 چالوک عرف سولنگی، نمبر 11 پرمار، نمبر 12 چورا، نمبر 15 ہن عرف ہونی، نمبر 17 بالا، نمبر 18 جھالا، نمبر 20 گھیل، نمبر 24 گور، نمبر 27 بیر گوجر، نمبر 31 جویہ کی بحث ہو چکی ہے، یہ سب گوجر ہیں۔

ہم اس تنقید کو محققین کے غور و فکر کے لئے پیش کرتے ہیں کہ ٹاڈ نے جو فہرستیں راجپوتوں کی اعلیٰ ذاتوں کی پیش کی ہیں ان میں گوجروں کے متعدد گوت شامل ہیں، ان فہرستوں میں سے کسی میں 1/4 اور کسی میں 1/3 گوجر ہیں، ہم پر دو اعتراض وارد ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ ہم صرف لفظی تناسب سے گوجروں کو راجپوت ثابت کرتے ہیں یعنی جہاں گوجروں اور راجپوتوں کے گوتوں کے الفاظ مطابق یا قریب التلفظ ہیں، ہم لکھ دیتے ہیں کہ یہ گوجر ہیں، دوسرا یہ کہ الفاظ کی مطابقت یا تناسب اتفاقی بھی ہوتا ہے۔ دنیا میں ہزاروں لفظ مختلف زبانوں کے ایک ہی صورت و تلفظ رکھتے ہیں، یہ کوئی قطعی دلیل اس بات کی نہیں ہو سکتی کہ بعض اسموں کے تلفظ اور تحریری شکل کی مشابہت کے سبب سے ان کو متحد خیال کیا جائے ان اعتراضات کے جوابات یہ ہیں۔

ہم نے 36 قوموں میں جن گوتوں کو ثابت کیا ہے، صرف ظاہری شکل و صورت، حروف اور قریب التلفظ ہونے پر انحصار نہیں رکھا، بلکہ اس کے متعلق تاریخی شہادات اور عقلی تائیدات بھی پیش کی ہیں اور مختصر طور پر ہر گوت کے ساتھ حوالہ دیا ہے، اس لئے یہ اعتراض ایسے قطعی دلائل کے مقابلہ میں نہیں ٹھہر سکتے مثلاً ہن تاریخی حوالوں سے ثابت ہے کہ گوجران کے متعلقین سے ہیں، چوہان، پرمار، پرہار، سولنگی تاریخی اسناد سے گوجر ثابت ہیں۔ اور وہ چند ضلعوں میں اپنے آپ کو

نہ دیکھیں کہ کہنے والا کون ہے بلکہ یہ دیکھیں کہ کیا کہتا ہے اور اس کے کہنے میں کہاں تک معقولیت ہے، البتہ بعض لوگوں کا اعتراض باقی ہے کہ سینکڑوں سال گزر گئے، کسی نے بھی دعویٰ نہیں کیا، اگر یہ دعویٰ درست ہوتا، تو ٹاڈ بھی ان کو گوجر لکھتا، اس کا جواب یہ ہے کہ اگر کسی حقیقت پر ہزاروں سال دنیا غور نہ کرے اور کسی زبان میں کوئی شخص اس کو آشکارا کرے اور ایسا آشکارا جس کو عقل و درایت قبول بھی کر لے تو کیا یہ انکشاف صرف اس لئے رد کیا جا سکتا ہے، کہ پہلے کسی نے اس کو پیش نہیں کیا تھا، ٹاڈ کا موضوع گوجر اور راجپوتوں کی ذاتوں کا امتیاز نہ تھا، ہماری تاریخ کا تو موضوع ہی یہ ہے کہ گوجروں کی نسبت تحقیقات کریں کہ وہ کہاں کہاں ہیں اور ان کے کیا کیا گوت ہیں، ٹاڈ کو کیا غرض تھی کہ ہندی کی چندی کرتا۔ لیکن ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم تمام گوتوں پر نظر ڈالیں اور اس سے نتائج پیدا کریں، ٹاڈ اور دیگر مورخین نے گوتوں کی وسیع وادی میں قدم نہیں رکھا وہ تو چند قدم چل کر رہ گئے، کیونکہ ان کا مقصد گوتوں کی تنقید نہیں تھا، بہرحال ہمارے ان دعاوی کی جو تردید کرے گا، ان کو ہماری طرح ان دعاوی کے ابطال پر دلائل دینے چاہئیں، لاتسلیم یا انکار محض کا علاج ہمارے پاس نہیں ہے ہم معقول کہتے ہیں اور معقول سنتے ہیں، ممکن ہے کہ ہم کو ایک یا دو قدم ان دعاوی سے پیچھے ہٹا دیا جائے لیکن یہ تو غیر ممکن ہے کہ ہم کو ہر ایک دعویٰ میں پسپا کیا جائے۔ اگر ہمارے چند دعوے بھی قائم رہیں تو ہم نے اپنی محنت کا پھل پایا اور قوم کی خدمت کا فرض ادا کیا، وما توفیقی الا باللہ العظیمo

❁❁❁

نہ دیکھیں کہ کہنے والا کون ہے بلکہ یہ دیکھیں کہ کیا کہتا ہے اور اس کے کہنے میں کہاں تک معقولیت ہے، البتہ بعض لوگوں کا اعتراض باقی ہے کہ سینکڑوں سال گزر گئے، کسی نے بھی دعویٰ نہیں کیا، اگر یہ دعویٰ درست ہوتا، تو ٹاڈ بھی ان کو گوجر لکھتا، اس کا جواب یہ ہے کہ اگر کسی حقیقت پر ہزاروں سال دنیا غور نہ کرے اور کسی زبان میں کوئی شخص اس کو آشکارا کرے اور ایسا آشکارا جس کو عقل و درایت قبول بھی کر لے تو کیا یہ انکشاف صرف اس لئے رد کیا جا سکتا ہے، کہ پہلے کسی نے اس کو پیش نہیں کیا تھا، ٹاڈ کا موضوع گوجر اور راجپوتوں کی ذاتوں کا امتیاز نہ تھا، ہماری تاریخ کا تو موضوع ہی یہ ہے کہ گوجروں کی نسبت تحقیقات کریں کہ وہ کہاں کہاں ہیں اور ان کے کیا کیا گوت ہیں، ٹاڈ کو کیا غرض تھی کہ مہندی کی چندی کرتا لیکن ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم تمام گوتوں پر نظر ڈالیں اور اس سے نتائج پیدا کریں، ٹاڈ اور دیگر مورخین نے گوتوں کی وسیع وادی میں قدم نہیں رکھا وہ تو چند قدم چل کر رہ گئے، کیونکہ ان کا مقصد گوتوں کی تنقید نہیں تھا، بہرحال ہمارے ان دعاوی کی جو تردید کرے گا، ان کو ہماری طرح ان دعاوی کے ابطال پر دلائل دینے چاہئیں، لاتسلیم یا انکار محض کا علاج ہمارے پاس نہیں ہے ہم معقول کہتے ہیں اور معقول سنتے ہیں، ممکن ہے کہ ہم کو ایک یا دو قدم ان دعاوی سے پیچھے ہٹا دیا جائے لیکن یہ تو غیر ممکن ہے کہ ہم کو ہر ایک دعویٰ میں پسپا کیا جائے۔ اگر ہمارے چند دعوے بھی قائم رہیں تو ہم نے اپنی محنت کا پھل پایا اور قوم کی خدمت کا فرض ادا کیا، وما توفیقی الا باللہ العظیم○

❀❀❀

ناکامیاب رہا۔

کتبے اس امر کی رہنمائی کرتے ہیں کہ رور ینا اور دوسرا سردار تومر تھے اور تومر گوجروں کے چھوٹے چھوٹے جرگوں کے سردار تھے۔

کتبہ پہپیوا میں خاندان تومر کی تین پشت تک راجاؤں کا ذکر ہے، جو پہپیوا ضلع کرنال میں یا اس کے گرد ونواح میں فرمانروا تھے اور کتبہ پہپیوا میں یہ بھی درج ہے کہ یہ خاندان راجا جاؤلا نامی کی اولاد ہے جو پہلے کسی زمانہ میں حکمران تھا۔ یہ تصریح ہمیں اس امر کی رہنمائی کرتی ہے کہ جاولا وہی راجہ ہے جس کے سکے مشہور ہیں۔

ایک تیسرا کتبہ مندرجہ بالا دونوں کتبوں کا معناً مؤید ہے، وہ کتبہ کرا ہے جس میں تورمانا (تورمن) جولا کا ذکر ہے پس ان تینوں کا تعلق باہم ثابت ہوا۔

مزید بران بندھیل کھنڈ میں یہ روایت بالتواتر مشہور ہے کہ راجہ گوپال کے سپہ سالار تورمن نے جو کچھواہیہ تھا۔ 243ء میں ایران پر حملہ کیا اور بھوپال سے ایران تک تمام ملک فتح کر لیا تورمن کے بیٹے سورسین نے اسی زمانہ میں گوالیار کو فتح کر کے مشہور قلعہ گوالیار 285ء میں تعمیر کیا اور سورسین کی اولاد کچھواہیہ تھی، جو عرصہ دراز (تخمیناً 933ء) تک حکمران رہی، بعد ازاں خاندان پر بہار نے گوالیار کو فتح کیا۔

ان روایات و قیاسات اقترانیہ مذکورہ سے یہ صریح نتیجہ نکلتا ہے کہ کچھواہیہ مسلمہ گوجر ہیں اور وہ قبیلہ تمر کی شاخ ہیں اور تمر جاؤلا کی اولاد تو ثابت ہوا کہ تومر گوجر ہیں اور جاؤلا بھی گوجر تھا۔ اس پر ایک اور دلیل پیش کی جاتی ہے۔

ایک کتبہ تورمن ایران میں موجود ہے۔

کتبہ پہپیوا 885ء سے یہ صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ نویں صدی کے اخیر میں یعنی تاریخ کتبہ تک یہ تسلیم کیا گیا تھا کہ تومر جاولا راجہ تورمن کی اولاد ہیں، بندھیل کھنڈ میں گھرک رائے نامی بھاٹ جو شاہجہان بادشاہ کے عہد

ناکامیاب رہا۔

کتبے اس امر کی رہنمائی کرتے ہیں کہ رور ینا اور دوسرا سردار تومر تھے اور تومر گوجروں کے چھوٹے چھوٹے جرگوں کے سردار تھے۔

کتبہ پہپیوا میں خاندان تومر کی تین پشت تک راجاؤں کا ذکر ہے، جو پہپیوا ضلع کرنال میں یا اس کے گردونواح میں فرمانروا تھے اور کتبہ پہپیوا میں یہ بھی درج ہے کہ یہ خاندان راجا جاؤ لا نامی کی اولاد ہے جو پہلے کسی زمانہ میں حکمران تھا۔ یہ تصریح ہمیں اس امر کی رہنمائی کرتی ہے کہ جاولا وہی راجہ ہے جس کے سکے مشہور ہیں۔

ایک تیسرا کتبہ مندرجہ بالا دونوں کتبوں کا معناً مؤید ہے، وہ کتبہ کرا ہے جس میں تورمانا (تورمن) جولا کا ذکر ہے پس ان تینوں کا تعلق باہم ثابت ہوا۔

مزید براں بندھیل کھنڈ میں یہ روایت بالتواتر مشہور ہے کہ راجہ گوپال کے سپہ سالار تورمن نے جو کچھواہیہ تھا۔ 243ء میں ایران پر حملہ کیا اور بھوپال سے ایران تک تمام ملک فتح کرلیا تورمن کے بیٹے سورسین نے اسی زمانہ میں گوالیار کو فتح کر کے مشہور قلعہ گوالیار 285ء میں تعمیر کیا اور سورسین کی اولاد کچھواہیہ تھی، جو عرصہ دراز (تخمیناً 933ء) تک حکمران رہی، بعد ازاں خاندان پر بہار نے گوالیار کو فتح کیا۔

ان روایات و قیاسات اقترانیہ مذکورہ سے یہ صریح نتیجہ نکلتا ہے کہ کچھواہیہ مسلمہ گوجر ہیں اور وہ قبیلہ تمر کی شاخ ہیں اور تمر جاؤلا کی اولاد تو ثابت ہوا کہ تومر گوجر ہیں اور جاؤلا بھی گوجر تھا۔ اس پر ایک اور دلیل پیش کی جاتی ہے۔

ایک کتبہ تورمن ایران میں موجود ہے۔

کتبہ پہپیوا 885ء سے یہ صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ نویں صدی کے اخیر میں یعنی تاریخ کتبہ تک یہ تسلیم کیا گیا تھا کہ تومر جاولا راجہ تورمن کی اولاد ہیں، بندھیل کھنڈ میں گھرک رائے نامی بھاٹ جو شاہجہان بادشاہ کے عہد

فصل دوم:

راجہ تورمن اور قبیلہ ہن کا تعلق

یہ تو تاریخوں سے ثابت ہے کہ ہن قوم کا سردار جاولا تھا، ہن وہ قوم ہے جس کو انگریزی تاریخوں میں ایف تھلایٹ یا وایٹ ہیں (سفید ہُن) کہتے ہیں، قدیم ہندی تاریخوں میں ہُن کا نام بارہا آیا ہے، مگر تورمن کے قوم ہُن سے ہونے پر صرف ایک شہادت کتبہ مندسور مورخہ 535ء سے ملتی ہے، اس کتبہ سے ضمناً یہ مستفاد ہوتا ہے کہ مہر کلا (مہر کل) پسر تورمن جسے یشودھرمن نے شکست دی تھی۔ خاندان ہُن کا راجہ تھا، پس اس سے ثابت ہوتا ہے کہ گوجر اور ہن ایک ہی ہیں، اور ہُن کہتے ہیں اس شخص کو جو دوسرے ملک سے آئے کہ یہ نام ان کا وصفی ہو۔

ڈاکٹر فلیٹ کی یہ رائے ہے کہ میترک یا مہر جن کو اب میر (گوجروں کا ایک گوت ہے) کہتے ہیں، ایک خاص جرگہ قوم ہُن کا تھا، جس میں تورمن اور مہر کل شامل ہیں، پس ان دلائل وروایات کی بنا پر ہم جرأت کے ساتھ یہ کہہ سکتے ہیں، کہ تومر خاندان کا نام لفظ تورمن سے لیا گیا ہے، ہم ایسی تبدیلی کی مثالیں متعدد جگہوں میں بیان کر آئے ہیں۔ راج ترنگنی میں یہ لفظ کبھی تومرانا اور کبھی توراماناں لکھا گیا ہے۔

ہندوستان کے علاوہ بیرونی شہادت سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ تورمن اور مہر کل قوم ہُن سے ہیں۔

گوکس جسے کوسمس انڈکو پلوسٹیس ہندوستانی قوم سفید ہُن کے بادشاہ سے تعبیر کرتا ہے، غالباً مہر کل ہے اور بعض روایات سے مستفاد ہوتا ہے کہ مہر کل اور تورمن گوجر ہیں۔

البتہ یہ ممکن ہے کہ ہُن کے بعض قبائل نے مختلف نام اختیار کر لئے ہوں، یا ہُن قبیلہ کے سرداروں نے شخصی امتیاز کے طور پر علیحدہ علیحدہ نام رکھ لئے

فصل دوم:

راجہ تورمن اور قبیلہ ہن کا تعلق

یہ تو تاریخوں سے ثابت ہے کہ ہن قوم کا سردار جاولا تھا، ہن وہ قوم ہے جس کو انگریزی تاریخوں میں ایف تھلایٹ یاوایٹ ہیں (سفید ہُن) کہتے ہیں، قدیم ہندی تاریخوں میں ہُن کا نام بارہا آیا ہے، مگر تورمن کے قوم ہُن سے ہونے پر صرف ایک شہادت کتبہ مندسور مورخہ 535ء سے ملتی ہے، اس کتبہ سے ضمناً یہ مستفاد ہوتا ہے کہ مہرکلا (مہرکل) پسر تورمن جسے یشودھرمن نے شکست دی تھی۔ خاندان ہُن کا راجہ تھا، پس اس سے ثابت ہوتا ہے کہ گوجر اور ہمن ایک ہی ہیں، اور ہُن کہتے ہیں اس شخص کو جو دوسرے ملک سے آئے کہ یہ نام ان کا وصفی ہو۔

ڈاکٹر فلیٹ کی یہ رائے ہے کہ میترک یا مہر جن کو اب میر (گوجروں کا ایک گوت ہے) کہتے ہیں، ایک خاص جرگہ قوم ہُن کا تھا، جس میں تورمن اور مہرکل شامل ہیں، پس ان دلائل وروایات کی بنا پر ہم جرأت کے ساتھ یہ کہہ سکتے ہیں، کہ تومر خاندان کا نام لفظ تورمن سے لیا گیا ہے، ہم ایسی تبدیلی کی مثالیں متعدد جگہوں میں بیان کر آئے ہیں۔ راج ترنگنی میں یہ لفظ کبھی تومرانا اور کبھی تورامانا لکھا گیا ہے۔

ہندوستان کے علاوہ بیرونی شہادت سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ تورمن اور مہرکل قوم ہُن سے ہیں۔

گولس جسے کوسمس انڈکو پلوسٹیس ہندوستانی قوم سفید ہُن کے بادشاہ سے تعبیر کرتا ہے، غالباً مہرکل ہے اور بعض روایات سے مستفاد ہوتا ہے کہ مہرکل اور تورمن گوجر ہیں۔

البتہ یہ ممکن ہے کہ ہُن کے بعض قبائل نے مختلف نام اختیار کر لئے ہوں، یا ہُن قبیلہ کے سرداروں نے شخصی امتیاز کے طور پر علیحدہ علیحدہ نام رکھ لئے

حکومت 933ء سے شروع ہوتی ہے اور اس کتبہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ وجرومن نے گادھی نگر (قنوج) کو فتح کیا، جیسا کہ اور تاریخوں میں بھی مذکور ہے اور قلعہ گوپاڈری (گوالیار) کا یہی فاتح اول ہے، کتبہ میں درج ہے کہ وجرومن نے گوالیار کے راجہ کو شکست دی، راجہ کا نام مذکور نہیں ہے، پس شمار سنین کے لحاظ سے گوالیار کا یہ راجہ وجیاپال ہوسکتا ہے، جس کی تاریخ کتبہ عطیہ راجور میں 960ء درج ہے، یا اس کا کوئی جانشین ہوگا، لکشمن کی تخت نشینی کی تاریخ 933ء فرض کرنا ہر طرح سے قرین قیاس اور معقول ہے، جو اس خاندان کے زمانۂ عروج (933ء) کے مطابق ہے، نیز ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کے جرنل جلد 50 صفحہ 46، 1881ء میں مذکور ہے کہ لکشمن ساگر (نام تالاب) واقع بلہاری روایۃً راجہ لکشمن پریہار کی طرف منسوب ہے نیز بیان کیا جاتا ہے کہ وہ غالباً 950ء میں حکمران تھا۔

مسٹر ونسنٹ سمتھ بھی وجرومن کو جیسا کہ کسی اور جگہ بیان ہوا ہے، خاندان پریہار کا درخشندہ ستارہ ظاہر کرتا ہے اور وجرومن اور ان کے خاندان کے راجہ اپنے کتبہ میں کچھواہیہ کا لقب اختیار کرتے ہیں۔

پس ثابت ہوا کہ کچھواہیہ اور پریہار ایک ہی ہیں، دو نہیں ہیں، اب ہمیں یہ ثابت کرنا ہے کہ پریہار یقیناً گوجر ہیں۔ اس کے متعلق حال ہی میں ایک زبردست شہادت ملی ہے، راجپوتانہ میں ایک کتبہ دستیاب ہوا ہے جس کی تاریخ 929ء بعد مسیح ہے، اس کتبہ میں پریہار قوم کے ایک راجہ کے نام کے ساتھ دونوں لقب پریہار اور گوجر درج ہیں۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ پریہار کے ساتھ گوجر کا لقب افتخاراً لایا گیا اور گوجر کا لقب تمام القاب سے راجہ کے لئے بہتر سمجھا گیا اور یہ امر بھی ثابت ہے کہ راجہ وجرومن اور اس کے خاندان کے سب راجہ اپنے کتبوں میں کچھواہیہ لکھواتے ہیں پس اس سے یہ مسئلہ بالکل حل ہوگیا کہ کچھواہیہ پریہار گوجر کی شاخ ہیں۔ اگر گوجر کی وسعت حکومت کی نسبت زیادہ اطمینان کرنا ہو تو ہم مندرجہ ذیل شہادتیں پیش کرتے ہیں۔

حکومت 933ء سے شروع ہوتی ہے اور اس کتبہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ وجرومن نے گادھی نگر (قنوج) کو فتح کیا، جیسا کہ اور تاریخوں میں بھی مذکور ہے اور قلعہ گوپاڈری (گوالیار) کا یہی فاتح اول ہے، کتبہ میں درج ہے کہ وجرومن نے گوالیار کے راجہ کو شکست دی، راجہ کا نام مذکور نہیں ہے، پس شمار سنین کے لحاظ سے گوالیار کا یہ راجہ وجیاپال ہوسکتا ہے، جس کی تاریخ کتبہ عطیہ راجور میں 960ء درج ہے، یا اس کا کوئی جانشین ہوگا، لکشمن کی تخت نشینی کی تاریخ 933ء فرض کرنا ہر طرح سے قرین قیاس اور معقول ہے، جو اس خاندان کے زمانۂ عروج (933ء) کے مطابق ہے، نیز ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کے جرنل جلد 50 صفحہ 46، 1881ء میں مذکور ہے کہ لکشمن ساگر (نام تالاب) واقع بلہاری روایۃً راجہ لکشمن پریہار کی طرف منسوب ہے نیز بیان کیا جاتا ہے کہ وہ غالباً 950ء میں حکمران تھا۔

مسٹر ونسنٹ سمتھ بھی وجرومن کو جیسا کہ کسی اور جگہ بیان ہوا ہے، خاندان پریہار کا درخشندہ ستارہ ظاہر کرتا ہے اور وجرومن اور ان کے خاندان کے راجہ اپنے کتبہ میں کچھواہیہ کا لقب اختیار کرتے ہیں۔

پس ثابت ہوا کہ کچھواہیہ اور پریہار ایک ہی ہیں، دو نہیں ہیں، اب ہمیں یہ ثابت کرنا ہے کہ پریہار یقیناً گوجر ہیں۔ اس کے متعلق حال ہی میں ایک زبردست شہادت ملی ہے، راجپوتانہ میں ایک کتبہ دستیاب ہوا ہے جس کی تاریخ 929ء بعد مسیح ہے، اس کتبہ میں پریہار قوم کے ایک راجہ کے نام کے ساتھ دونوں لقب پریہار اور گوجر درج ہیں۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ پریہار کے ساتھ گوجر کا لقب افتخاراً لایا گیا اور گوجر کا لقب تمام القاب سے راجہ کے لئے بہتر سمجھا گیا اور یہ امر بھی ثابت ہے کہ راجہ وجرومن اور اس کے خاندان کے سب راجہ اپنے کتبوں میں کچھواہیہ لکھواتے ہیں پس اس سے یہ مسئلہ بالکل حل ہوگیا کہ کچھواہیہ پریہار گوجر کی شاخ ہیں۔ اگر گوجر کی وسعت حکومت کی نسبت زیادہ اطمینان کرنا ہو تو ہم مندرجہ ذیل شہادتیں پیش کرتے ہیں۔

فصل سوم:

کچھواہیہ

شاہانِ کچھواہیہ کا ذکر تاریخوں میں موجود ہے، ہم مختصر طور پر ان کا حال لکھتے ہیں۔

کچھواہیہ کشواہیہ ایک ہی لفظ ہے، یہ قبیلہ اپنا نسب نامہ سری رام چندر جی کے فرزند ثانی کرشن جی سے ملاتے ہیں، کشواہیہ قوم نے مشہور تاریخی قلعہ نزدار تعمیر کیا جس کے برجوں پر عرصۂ دراز تک راجہ نل کی شمع اقبال جلتی رہی راجہ نل کی اولاد شاہان مغلیہ کے زمانۂ زوال تک اس قلعہ میں آباد رہی، آخر مرہٹوں نے اس کو تسخیر کر کے اپنی قلمرو میں شامل کر لیا، جہاں اب راجہ سندھیا کی حکومت ہے کسی زمانہ میں یہ ملک راجہ نل کے زیر نگین تھا۔

دسویں صدی میں کچھواہیہ کے ایک زبردست راجہ نے قوم منیا کو نکال کر مقام میر آباد کیا، اور وہاں بیر گوجروں کو بسایا ان کی ترقی کا آفتاب رفتہ رفتہ ڈھلنے لگا، یہاں تک کہ بارہویں صدی میں یہ دہلی کی چوہان سلطنت کے ماتحت ہو گئے، کشواہیہ قوم کی متعدد شاخیں ہیں، جو مختلف علاقوں پر حکمران رہے ایک مشہور شاخ ان کی راجگان کوٹری ہیں جن کے حالات تاریخوں میں مفصل ہیں۔

❀❀❀

فصل سوم:

کچھواہیہ

شاہانِ کچھواہیہ کا ذکر تاریخوں میں موجود ہے، ہم مختصر طور پر ان کا حال لکھتے ہیں۔

کچھواہیہ کشواہیہ ایک ہی لفظ ہے، یہ قبیلہ اپنا نسب نامہ سری رام چندر جی کے فرزند ثانی کرشن جی سے ملاتے ہیں، کشواہیہ قوم نے مشہور تاریخی قلعہ نردار تعمیر کیا جس کے برجوں پر عرصۂ دراز تک راجہ نل کی شمع اقبال جلتی رہی راجہ نل کی اولاد شاہان مغلیہ کے زمانۂ زوال تک اس قلعہ میں آباد رہی، آخر مرہٹوں نے اس کو تسخیر کر کے اپنی قلمرو میں شامل کر لیا، جہاں اب راجہ سندھیا کی حکومت ہے کسی زمانہ میں یہ ملک راجہ نل کے زیر نگین تھا۔

دسویں صدی میں کچھواہیہ کے ایک زبردست راجہ نے قوم منیا کو نکال کر مقام میر آباد کیا، اور وہاں بیر گوجروں کو بسایا ان کی ترقی کا آفتاب رفتہ رفتہ ڈھلنے لگا، یہاں تک کہ بارہویں صدی میں یہ دہلی کی چوہان سلطنت کے ماتحت ہو گئے، کشواہیہ قوم کی متعدد شاخیں ہیں، جو مختلف علاقوں پر حکمران رہے ایک مشہور شاخ ان کی راجگان کوٹری ہیں جن کے حالات تاریخوں میں مفصل ہیں۔

❁❁❁

کسانے نعمت علم سے محروم ہیں، وہ بجز اس کے کہ اپنے آپ کو گوجر کہیں اور فخر یہ یہ کہیں کہ ہم کسی زبردست راجہ کی اولاد ہیں اور کچھ نہیں جانتے، بعض کہتے ہیں کہ ہم کنش کی اولاد ہیں اور کنش اور کنشک ایک ہی لفظ ہے۔

علم التلفظ کے ماہرین فوراً اس کو تسلیم کریں گے کہ موجودہ کسانے تاریخی کشاں ہیں جن کا مایۂ ناز مورث کنشک شہنشاہ تھا۔ یہ تو ہر طرح مسلم ہے، کہ سین اور شین کا آپس میں تبادلہ ہو جاتا ہے۔

پس کسانہ اور کشان کی صورت ایک ہی ہے اور کسانہ میں ہا نسبت کی ہے، جیسے دولتانہ دولت خاں کی اولاد، ملکانہ ملک کی اولاد، بڈھانہ، بڈھا کی اولاد وغیرہ وغیرہ۔

کسانہ کسان سے نسبت رکھتے ہیں۔ اب رہا تبدیلی سین و شین کا ثبوت تو یہ تبدیلی عام ہے، پنجاب کے ایک ضلع میں عام لوگ بس بسین مہملہ (بمعنی فقط) کہتے ہیں، دوسرے ضلع میں بش بشین معجمہ کہتے ہیں، تبدیلی کے لئے جاہل لوگوں کی زبان کو دیکھنا چاہیئے، پڑھے لکھے آدمی بہت کم تبدیلی کرتے ہیں، بجز اسکے کہ کوئی لفظ متغیر ہو کر عام بول چال میں مستعمل ہو گیا ہو مثلاً بن باسی (صحرا نشین) کا لفظ عام ہے، دراصل یہ بن باشی بشین معجمہ تھا۔

جب فارسی لفظ (باش) ہندی لفظ بن (جنگل) سے مرکب ہوا تو بن باسی میں شین معجمہ سین مہملہ ہو گیا۔ کپڑے پر جو ریشم وغیرہ سے بیل بوٹا بنایا جاتا ہے، اس کو کشیدہ کہتے ہیں، مگر اب عام طور پر اس کو کسیدہ کہا جاتا ہے، (برش بمعنی سال) کا برس اور شکر کا سکر دھرم شالہ کا دھرم سالہ، برش کا برسات ہشک کا مسک ہو گیا، اس کی سینکڑوں مثالیں ہیں، مگر ذی فہم کے اطمینان کے لئے اسی قدر کافی ہیں اور دیگر قرائن قیاسی و تاریخی واقعات کی شہادت سے ثابت ہوتا ہے کہ کسانہ اور کشاں ایک ہیں۔

ہمارے ان دلائل کو سن کر کوئی جاہل ہی ہو گا جو اس دعویٰ کو کہ کسانہ اور

کسانے نعمت علم سے محروم ہیں، وہ بجز اس کے کہ اپنے آپ کو گوجر کہیں اور فخریہ یہ کہیں کہ ہم کسی زبردست راجہ کی اولاد ہیں اور کچھ نہیں جانتے، بعض کہتے ہیں کہ ہم کنش کی اولاد ہیں اور کنش اور کنشک ایک ہی لفظ ہے۔

علم التلفظ کے ماہرین فوراً اس کو تسلیم کریں گے کہ موجودہ کسانے تاریخی کشاں ہیں جن کا مایۂ ناز مورث کنشک شہنشاہ تھا۔ یہ تو ہر طرح مسلم ہے، کہ سین اور شین کا آپس میں تبادلہ ہو جاتا ہے۔

پس کسانہ اور کشان کی صورت ایک ہی ہے اور کسانہ میں ہانسبت کی ہے، جیسے دولتانہ دولت خاں کی اولاد، ملکانہ ملک کی اولاد، بڈھانہ، بڈھا کی اولاد وغیرہ وغیرہ۔

کسانہ کسان سے نسبت رکھتے ہیں۔ اب رہا تبدیلی سین وشین کا ثبوت تو یہ تبدیلی عام ہے، پنجاب کے ایک ضلع میں عام لوگ بس بسین مہملہ (بمعنی فقط) کہتے ہیں، دوسرے ضلع میں بش بشین معجمہ کہتے ہیں، تبدیلی کے لئے جاہل لوگوں کی زبان کو دیکھنا چاہیئے، پڑھے لکھے آدمی بہت کم تبدیلی کرتے ہیں، بجز اسکے کہ کوئی لفظ متغیر ہو کر عام بول چال میں مستعمل ہو گیا ہو مثلاً بن باسی (صحرا نشین) کا لفظ عام ہے، دراصل یہ بن باشی بشین معجمہ تھا۔

جب فارسی لفظ (باش) ہندی لفظ بن (جنگل) سے مرکب ہوا تو بن باسی میں شین معجمہ سین مہملہ ہو گیا۔ کپڑے پر جو ریشم وغیرہ سے بیل بوٹا بنایا جاتا ہے، اس کو کشیدہ کہتے ہیں، مگر اب عام طور پر اس کو کسیدہ کہا جاتا ہے، (برش بمعنی سال) کا برس اور شکر کا سکر دھرم شالہ کا دھرم سالہ، برش کا برسات ہشک کا مسک ہو گیا، اس کی سینکڑوں مثالیں ہیں، مگر ذی فہم کے اطمینان کے لئے اسی قدر کافی ہیں اور دیگر قرائن قیاسی و تاریخی واقعات کی شہادت سے ثابت ہوتا ہے کہ کسانہ اور کشاں ایک ہیں۔

ہمارے ان دلائل کو سن کر کوئی جاہل ہی ہو گا جو اس دعویٰ کو کہ کسانہ اور

ع "اگر پدر نہ تواند پسر تمام کند"

اس نے پنجاب اور دریائے گنگا کی وادی سے گزر کر بنارس تک تمام ملک کو زیرنگین کیا اور اس حصہ پر اپنا ایک نائب مقرر کیا۔ کڈفائیس دوم نے بہت عرصہ تک حکومت کی یعنی 55ء سے لے کر 78ء تک 33 سال حکمران رہا۔

کنشک

کڈ فائیس دوم کی رحلت کے بعد کنشک 78ء میں اورنگ آرای جہانبانی ہوا، یہ امر اب تک صاف نہیں ہوا کہ کنشک کڈفائیس دوم کا بیٹا تھا یا قریبی رشتہ دار لیکن مستند تاریخوں کا اس امر پر اتفاق ہے کہ کنشک بہادران کشاں کی نسل سے شیر نبرد پیشہ تھا، کنشک کی تخت نشینی کی نسبت بہت اختلاف ہے، بعض مورخ کہتے ہیں کہ کنشک، کڈفائیس اول سے پہلے ہوا ہے، اس موضوع پر معرکتہ الآرا بحثیں ہو چکی ہیں، اور ہمارا خیال ہے کہ ہم کو ان پیچیدہ مباحث میں نہیں پڑنا چاہیے، کیونکہ ہمارا مقصود بالذات صرف یہ امر ہے کہ کسان اور کسانہ ایک ہیں اور وہ کنشک کی اولاد ہیں، کنشک خواہ کسی زمانہ میں ہوا ہو، ہمارے مقصد میں کوئی فرق نہیں آسکتا۔

کنشک کے فتوحات نے ان کے نام کو زندہ جاوید کر دیا، نہ صرف ہندوستان میں بلکہ تبت، چین، منگولیا کے صفحات تاریخ پر بھی اس کا نام درخشاں ہے، مگر باوجود شہرت عامہ اس کے مکمل حالات صفحات تاریخ میں قلمبند نہیں ہیں، چین اور منگولیا اور تبت کے کتبخانے اس کی مذہبی خدمات کے تو ثنا خواں ہیں، مگر اس کے سیاسی امور کی تفصیل اگر ان سے پوچھی جائے تو خاموش ہو جاتے ہیں، البتہ یہ خوشی کا مقام ہے کہ اس کے سکے جن پر ان کا نام مزین ہے۔ ہمیں بہت کچھ اطلاع دیتے ہیں۔ اگرچہ الفاظ کے ذومعنی ہونے کی وجہ سے مبصرین و مورخین کا آپس میں بہت اختلاف ہے، اس لئے یقینی طور سے اس کا سنہ مقرر

ع "اگر پدر نہ تواند پسر تمام کند"

اس نے پنجاب اور دریائے گنگا کی وادی سے گزر کر بنارس تک تمام ملک کو زیرنگین کیا اور اس حصہ پر اپنا ایک نائب مقرر کیا۔ کڈ فائیس دوم نے بہت عرصہ تک حکومت کی یعنی 55ء سے لے کر 78ء تک 33 سال حکمران رہا۔

کنشک

کڈ فائیس دوم کی رحلت کے بعد کنشک 78ء میں اورنگ آرای جہانبانی ہوا، یہ امر اب تک صاف نہیں ہوا کہ کنشک کڈفائیس دوم کا بیٹا تھا یا قریبی رشتہ دار لیکن مستند تاریخوں کا اس امر پر اتفاق ہے کہ کنشک بہادران کشاں کی نسل سے شیر نبرو پیشہ تھا، کنشک کی تخت نشینی کی نسبت بہت اختلاف ہے، بعض مورخ کہتے ہیں کہ کنشک، کڈ فائیس اول سے پہلے ہوا ہے، اس موضوع پر معرکۃ الآرا بحثیں ہو چکی ہیں، اور ہمارا خیال ہے کہ ہم کو ان پیچیدہ مباحث میں نہیں پڑنا چاہیے، کیونکہ ہمارا مقصود بالذات صرف یہ امر ہے کہ کسان اور کسانہ ایک ہیں اور وہ کنشک کی اولاد ہیں، کنشک خواہ کسی زمانہ میں ہوا ہو، ہمارے مقصد میں کوئی فرق نہیں آسکتا۔

کنشک کے فتوحات نے ان کے نام کو زندہ جاوید کر دیا، نہ صرف ہندوستان میں بلکہ تبت، چین، منگولیا کے صفحات تاریخ پر بھی اس کا نام درخشاں ہے، مگر باوجود شہرت عامہ اس کے مکمل حالات صفحات تاریخ میں فلمبند نہیں ہیں، چین اور منگولیا اور تبت کے کتبخانے اس کی مذہبی خدمات کے تو ثنا خواں ہیں، مگر اس کے سیاسی امور کی تفصیل اگر ان سے پوچھی جائے تو خاموش ہو جاتے ہیں، البتہ یہ خوشی کا مقام ہے کہ اس کے سکے جن پر ان کا نام مزین ہے۔ ہمیں بہت کچھ اطلاع دیتے ہیں۔ اگرچہ الفاظ کے ذومعنی ہونے کی وجہ سے مبصرین و مورخین کا آپس میں بہت اختلاف ہے، اس لئے یقینی طور سے اس کا سنہ مقرر

ساتھ رابطہ تو دو واتیلاف قائم ہو جائے، تو اس کے لئے یہ بڑی کامیابی ہے، اس امید کے پورا کرنے کے لئے وہ ایک سیاسی چال چلا، اپنے سفیر کو بادشاہ چین کے دربار میں بھیجا اور مؤدبانہ التماس کی کہ اس کو عزت فرزندی سے سرفراز فرمایا جائے یعنی اس کو اپنی شہزادی کے رشتہ تزویج میں منسلک کرنے کا فخر بخشیں ۔ شاہ چین کے لئے یہ پیغام نہایت ہی تلخ و ناگوار تھا۔ سفیر کو پابجولان کر دیا۔ اس سے کنشک آگ بگولا ہو گیا ستر ہزار خونخوار آزمودہ کار جوانوں کا ایک جرار لشکر اپنے سپہ سالارسی کی سرکردگی میں روانہ کیا کہ وہ براہِ درہ تاشکر غان جس کی چوٹی چودہ ہزار فٹ بلندی ہے چین پر حملہ کرے اس سنگ لاخ سرزمین اور فلک اوج پہاڑوں کا قطع کرنا آسان نہیں تھا، سپہ سالارسی دشوار گزار پہاڑوں کو عبور تو کر گیا، مگر اس کی فوج اس سخت ترین سفر میں ایسی درماندہ و ناتواں ہو گئی کہ ایک قدم بھی آگے نہ چل سکی، دن رات کے سفر سے پاؤں کے تلوے چھل گئے اور صحت بھی خراب ہو گئی ۔ گویا تمام لشکر پیکر بے جان و جسم ناتواں تھا۔ ین چوکی تازہ دم فوج ان پر اس طرح ٹوٹ کر گری کہ اس کی سپاہ کا اکثر حصہ تہ تیغ ہوا اور بقیۃ السیف نے مصلحت وقت دیکھ کر اطاعت قبول کر لی، کنشک میں اب یہ طاقت نہ تھی کہ وہ اور فوج بھیجے ۔ اس لئے اس کو شاہ چین کا مجبوراً باجگذار ہونا پڑا ۔ یہ وہی جملہ معترضہ تھا، جس نے ہم کو تھوڑی دیر کے لئے پیچھے ہٹا دیا تھا) کنشک کے زمانہ حکومت کی تحقیقات کی نسبت اپنی تاریخ قدیم ہند میں مسٹر اے سمتھ پہلے ایک سلسلہ قیاسات کا مرتب کرتا ہے، پھر ان سے نتیجہ ذیل نکالتا ہے ہم بعینہ اس کے الفاظ کا مفہوم بیان کرتے ہیں۔

''مجھے اس امر میں کوئی شک نہیں ہے کہ محض سکون کی شہادت سے ہی ثابت ہوتا ہے کہ کنشک سن عیسوی کے شروع ہونے کے بعد ہوا ہے اور نیز اس کا زمانہ کدفائیس اول و دوم سے بعد کا ہے اور یہ کہ اس پر رومۃ الکبریٰ کا اثر پڑا تھا، معلوم نہیں کہ سکون کی ناطق شہادت کو کس سبب سے بعض علماء نے بالکل نظر انداز

ساتھ رابطہ تو دو واتحاد قائم ہو جائے، تو اس کے لئے یہ بڑی کامیابی ہے، اس امید کے پورا کرنے کے لئے وہ ایک سیاسی چال چلا، اپنے سفیر کو بادشاہ چین کے دربار میں بھیجا اور مؤدبانہ التماس کی کہ اس کو عزت فرزندی سے سرفراز فرمایا جائے یعنی اس کو اپنی شہزادی کے رشتہ تزویج میں منسلک کرنے کا فخر بخشیں۔ شاہ چین کے لئے یہ پیغام نہایت ہی تلخ و ناگوار تھا۔ سفیر کو پابجولان کر دیا۔ اس سے کنشک آگ بگولا ہو گیا ستر ہزار خونخوار آزمودہ کار جوانوں کا ایک جرار لشکر اپنے سپہ سالار سی کی سرکردگی میں روانہ کیا کہ وہ براہِ درہ تاشکر غان جس کی چوٹی چودہ ہزار فٹ بلندی ہے چین پر حملہ کرے اس سنگ لاخ سرزمین اور فلک اوج پہاڑوں کا قطع کرنا آسان نہیں تھا، سپہ سالار سی دشوار گزار پہاڑوں کو عبور تو کر گیا، مگر اس کی فوج اس سخت ترین سفر میں ایسی درماندہ و ناتواں ہو گئی کہ ایک قدم بھی آگے نہ چل سکی، دن رات کے سفر سے پاؤں کے تلوے چھل گئے اور صحت بھی خراب ہو گئی۔ گویا تمام لشکر پیکر بے جان و جسم ناتواں تھا۔ ین چوکی تازہ دم فوج ان پر اس طرح ٹوٹ کر گری کہ اس کی سپاہ کا اکثر حصہ تہ تیغ ہوا اور بقیۃ السیف نے مصلحت وقت دیکھ کر اطاعت قبول کر لی، کنشک میں اب یہ طاقت نہ تھی کہ وہ اور فوج بھیجے۔ اس لئے اس کو شاہ چین کا مجبوراً باجگذار ہونا پڑا۔ یہ وہی جملہ معترضہ تھا، جس نے ہم کو تھوڑی دیر کے لئے پیچھے ہٹا دیا تھا) کنشک کے زمانہ حکومت کی تحقیقات کی نسبت اپنی تاریخ قدیم ہند میں مسٹر اے سمتھ پہلے ایک سلسلہ قیاسات کا مرتب کرتا ہے، پھر ان سے نتیجہ ذیل نکالتا ہے ہم بعینہ اس کے الفاظ کا مفہوم بیان کرتے ہیں۔

''مجھے اس امر میں کوئی شک نہیں ہے کہ محض سکون کی شہادت سے ہی ثابت ہوتا ہے کہ کنشک سن عیسوی کے شروع ہونے کے بعد ہوا ہے اور نیز اس کا زمانہ کدفائیس اول و دوم سے بعد کا ہے اور یہ کہ اس پر رومۃ الکبریٰ کا اثر پڑا تھا، معلوم نہیں کہ سکون کی ناطق شہادت کو کس سبب سے بعض علماء نے بالکل نظر انداز

تھی اور یہ زمانہ کے عجائبات میں شمار ہوتا تھا، اس کے اوپر ایک خوشنما کلس تھا چینی سیاح سنگ ین چھٹی صدی میں اس جگہ آیا وہ بیان کرتا ہے کہ یہ مینار تین دفعہ جل کر خاکستر ہوا۔ (لیکن کسی نہ کسی بدھ مذہب کے بادشاہ نے اسے از سر نو تعمیر کر دیا) کنشک نے یہاں ایک عالیشان عمارت تعمیر کرائی جس میں بدھ مذہب کی اعلیٰ تعلیم ہوتی تھی، اس عمارت میں دیر دیونامی بدھوں کا مجتہد بھی رہتا تھا۔ جو 844ء-892ء دیو پال حکمران مگدھ کے زمانے میں نالندہ کی خانقاہ کا متولی مقرر کیا گیا تھا، یہ عمارتیں محمود غزنوی کے بُت شکن بتر نے تباہ و برباد کیں، کنشک کی پیش قدمی نہ صرف ہندوستان کے اندر محدود تھی، بلکہ اس کے باہر بھی جاری تھی، کثرت کے ساتھ بیرونی ممالک پر اس کے سپہ سالار فاتحانہ حملے کرتے تھے چنانچہ اس نے پارتھی قوم کے ایک بادشاہ پر حملہ کر کے اس کو مغلوب کیا، غالباً یہ خسرو تھا، یا کوئی اور اس کے خاندان کا بادشاہ ہوگا، اوپر ہم ذکر کر آئے ہیں کہ کنشک نے چین پر حملہ کیا تھا، لیکن اس کا سپہ سالار اس حملہ میں ناکامیاب رہا اور کنشک چین کے باجگذاروں میں شمار ہونے لگا، اس قلاوہ غلامی نے کنشک کے دل میں ایک ناسور پیدا کر دیا تھا جس سے وہ اس ندامت و شکست کو کبھی نہ بھولتا تھا، جب اس نے کشمیر و ہندوستان کے مقبوضات کو مستحکم کر لیا، تو اس داغ ندامت کو مٹانا چاہا اور دوبارہ چین کی مہم سر کرنے کا سامان بہم پہنچایا، اگرچہ یہ مہم کچھ معمولی نہ تھی، اس نے ایک دفعہ کنشک کے لشکر کو تباہ کر دیا تھا، پہاڑوں کا عبور کرنا اور دور دراز ملکوں پر فوج کشی کرنا آسان کام نہیں، مگر انتقام کے جوش میں یہ سب مشکلات اس کو آسان معلوم ہوتی تھیں، ایسی خطرناک جنگ کی کوئی اور ہندوستان کا راجہ جراُت نہیں کر سکتا تھا، کنشک نے اپنی ہمت مردانہ سے اس مہم کو سر کیا اور چین کی خراج گزاری کا جوا اپنی گردن سے اتار پھینکا اور نہ صرف یہ کیا، بلکہ چین کی ایک ریاست سے یرغمال بھی حاصل کیا کہتے ہیں کہ اس یرغمال میں ایک شہزادہ چین بھی تھا، کنشک بُدھ، مذہب کے فرقہ مہایان کا معتقد تھا اور مذہب کے

تھی اور یہ زمانہ کے عجائبات میں شمار ہوتا تھا، اس کے اوپر ایک خوشنما کلس تھا چینی سیاح سنگ ین چھٹی صدی میں اس جگہ آیا وہ بیان کرتا ہے کہ یہ مینار تین دفعہ جل کر خاکستر ہوا۔ (لیکن کسی نہ کسی بدھ مذہب کے بادشاہ نے اسے از سرنو تعمیر کر دیا) کنشک نے یہاں ایک عالیشان عمارت تعمیر کرائی جس میں بدھ مذہب کی اعلیٰ تعلیم ہوتی تھی، اس عمارت میں دیر دیونامی بدھوں کا مجتہد بھی رہتا تھا۔ جو 844ء-892ء دیوپال حکمران مگدہ کے زمانے میں نالندہ کی خانقاہ کا متولی مقرر کیا گیا تھا، یہ عمارتیں محمود غزنوی کے بُت شکن بتر نے تباہ و برباد کیں، کنشک کی پیش قدمی نہ صرف ہندوستان کے اندر محدود تھی، بلکہ اس کے باہر بھی جاری تھی، کثرت کے ساتھ بیرونی ممالک پر اس کے سپہ سالار فاتحانہ حملے کرتے تھے چنانچہ اس نے پارتھی قوم کے ایک بادشاہ پر حملہ کر کے اس کو مغلوب کیا، غالباً یہ خسرو تھا، یا کوئی اور اس کے خاندان کا بادشاہ ہوگا، اوپر ہم ذکر کر آئے ہیں کہ کنشک نے چین پر حملہ کیا تھا، لیکن اس کا سپہ سالار اس حملہ میں ناکامیاب رہا اور کنشک چین کے باجگذاروں میں شمار ہونے لگا، اس قلاوہ غلامی نے کنشک کے دل میں ایک ناسور پیدا کر دیا تھا جس سے وہ اس ندامت و شکست کو کبھی نہ بھولتا تھا، جب اس نے کشمیر و ہندوستان کے مقبوضات کو مستحکم کر لیا، تو اس داغ ندامت کو مٹانا چاہا اور دوبارہ چین کی مہم سر کرنے کا سامان بہم پہنچایا، اگرچہ یہ مہم کچھ معمولی نہ تھی، اس نے ایک دفعہ کنشک کے لشکر کو تباہ کر دیا تھا، پہاڑوں کا عبور کرنا اور دور دراز ملکوں پر فوج کشی کرنا آسان کام نہیں، مگر انتقام کے جوش میں یہ سب مشکلات اس کو آسان معلوم ہوتی تھیں، ایسی خطرناک جنگ کی کوئی اور ہندوستان کا راجہ جرأت نہیں کر سکتا تھا، کنشک نے اپنی ہمت مردانہ سے اس مہم کو سر کیا اور چین کی خراج گزاری کا جوا اپنی گردن سے اتار پھینکا اور نہ صرف یہ کیا، بلکہ چین کی ایک ریاست سے یرغمال بھی حاصل کیا کہتے ہیں کہ اس یرغمال میں ایک شہزادہ چین بھی تھا، کنشک بُدھ، مذہب کے فرقہ مہایان کا معتقد تھا اور مذہب کے

تک اس امر پر تُل گئے کہ یا تو شہنشاہ کے فرمان واجب الاذعان کی تعمیل میں جہاں کو فتح کریں گے، یا جان دیں گے، پھر کیا تھا جس طرف شہنشاہ جہاں پناہ عنان اقبال نشان پھیرتے، فتح و نصرت قدمبوس رکاب ہوتی اور جس ملک پر حملہ کرتے، اس کے مقابلہ میں کوئی تاب مقاومت نہ لاسکتا تھا۔ اس کے سامنے راجاؤں کی گردنیں اس طرح جھک جاتیں جس طرح آندھی کے سامنے شاخیں جھک جاتی ہیں۔ اس کا ابلق بادرفتار جس طرف جاتا، لوگ اس کے گرد کو سرمہ چشم ارادت سمجھتے، اس تگ و دو میں تین اطراف کے ممالک تو فتح ہو گئے اور ایک طرف کا علاقہ باقی رہ گیا۔ شہنشاہ نے ماتھر کی رہنمائی سے ایک اور جشن منعقد کیا اور سپہ سالاروں اور نائبانِ سلطنت کی خدمات کا اعتراف کیا اور کہا کہ اب شمالی مہمات کا سر کرنا باقی ہے، اگر وہ بھی آپ کی قوت بازو سے سر ہو جائیں، تو کشاں سب بادشاہوں کے سردار ہوں جائیں گے، بظاہر تو سب نے اس امر کی تائید کی مگر باطن میں سخت مخالف ہو گئے کہ شہنشاہ حریص، ظالم خودغرض اور سفاک ہے۔ اس نے ہم کو تباہ کر دیا ہے۔ اس نے ہمارے لاکھوں بچے ذبح کرائے اور لاکھوں دور دراز ملکوں میں، انتظام سلطنت کے لئے بھیج دیئے جن کے پھر ملنے کی امید نہیں ہے، اس نے روزمرہ کی جنگ و جدال اور کوچ اور مقام سے ہمارا ناک میں دم کر رکھا ہے، جنگ کو اس نے اپنا دل خوش کن مشغلہ سمجھا ہے، یہ ہمارا پیچھا نہیں چھوڑے گا، جب تک اس کا کام تمام نہ کر دیا جائے، رعایا و امراء اور سپہ سالاروں نے خاصان بارگاہِ شاہی کو اپنے ساتھ متفق کرلیا، ایک دن بادشاہ بیمار ہو گیا، منصوبہ بازوں نے اس موقع کو غنیمت سمجھا، بادشاہ کو تپ ولرزہ تھا، اس کو رضائی اوڑھا دی گئی اور اس نحیف البدن بادشاہ پر ایک موٹا قوی ہیکل سپاہی بیٹھ گیا اور اس کا گلا ایسا زور سے دبایا کہ اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی۔ یہ ہے جہانگیری کہ شہنشاہ جو زبردست سلطنتوں کو تہ و بالا کر دیتا تھا۔ ایک ادنیٰ خادم کو اپنے اوپر سے ہٹا نہ سکا، وہ بہادر بادشاہ جو جرار لشکروں کو بیک اشارہ تباہ کر

تک اس امر پر تُل گئے کہ یا تو شہنشاہ کے فرمان واجب الاذعان کی تعمیل میں جہاں کو فتح کریں گے، یا جان دیں گے، پھر کیا تھا جس طرف شہنشاہ جہاں پناہ عنان اقبال نشان پھیرتے، فتح و نصرت قدمبوس رکاب ہوتی اور جس ملک پر حملہ کرتے، اس کے مقابلہ میں کوئی تاب مقاومت نہ لا سکتا تھا۔ اس کے سامنے راجاؤں کی گردنیں اس طرح جھک جاتیں جس طرح آندھی کے سامنے شاخیں جھک جاتی ہیں۔ اس کا ابلق باد رفتار جس طرف جاتا، لوگ اس کے گرد کو سرمہ چشم ارادت سمجھتے، اس تگ و دو میں تین اطراف کے ممالک تو فتح ہو گئے اور ایک طرف کا علاقہ باقی رہ گیا۔ شہنشاہ نے ماتھر کی رہنمائی سے ایک اور جشن منعقد کیا اور سپہ سالاروں اور نائبانِ سلطنت کی خدمات کا اعتراف کیا اور کہا کہ اب شمالی مہمات کا سر کرنا باقی ہے، اگر وہ بھی آپ کی قوت بازو سے سر ہو جائیں، تو کشاں سب بادشاہوں کے سردار ہو جائیں گے، بظاہر تو سب نے اس امر کی تائید کی مگر باطن میں سخت مخالف ہو گئے کہ شہنشاہ حریص، ظالم خودغرض اور سفاک ہے۔ اس نے ہم کو تباہ کر دیا ہے۔ اس نے ہمارے لاکھوں بچے ذبح کرائے اور لاکھوں دور دراز ملکوں میں، انتظام سلطنت کے لئے بھیج دیئے جن کے پھر ملنے کی امید نہیں ہے، اس نے روز مرہ کی جنگ و جدال اور کوچ اور مقام سے ہمارا ناک میں دم کر رکھا ہے۔ جنگ کو اس نے اپنا دل خوش کن مشغلہ سمجھا ہے، یہ ہمارا پیچھا نہیں چھوڑے گا، جب تک اس کا کام تمام نہ کر دیا جائے، رعایا و امراء اور سپہ سالاروں نے خاصان بارگاہِ شاہی کو اپنے ساتھ متفق کر لیا، ایک دن بادشاہ بیمار ہو گیا، منصوبہ بازوں نے اس موقع کو غنیمت سمجھا، بادشاہ کو تپ و لرزہ تھا، اس کو رضائی اوڑھا دی گئی اور اس نحیف البدن بادشاہ پر ایک موٹا قوی ہیکل سپاہی بیٹھ گیا اور اس کا گلا ایسا زور سے دبایا کہ اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ یہ ہے جہانگیری کہ شہنشاہ جو زبردست سلطنتوں کو تہ و بالا کر دیتا تھا۔ ایک ادنیٰ خادم کو اپنے اوپر سے ہٹا نہ سکا، وہ بہادر بادشاہ جو جرار لشکروں کو بیک اشارہ تباہ کر

کے قریب ہے اور عرصۂ دراز تک مشہور و معروف رہا ہے۔ ہیونگ سانگ جب 631ء میں اس نواح میں آیا۔ تو ہشک پور کی خانقاہ میں مہمان رہا۔ خانقاہ کے متولیوں نے اس کی بہت مدارات اور خدمت کی اور نہایت عزت و احترام کے ساتھ کئی ہزار بھکشوں نے اس مشانعت کی۔ اس زمانہ میں ہشک پور ایک گاؤں کی شکل میں موجود ہے، جس کو اشک پور کہتے ہیں۔ اس بادشاہ کے بہت سکے ملتے ہیں، سونے کے سکوں پر اس کی تصویر بھی ہے۔ اس کے زمانہ میں سلطنت کشاں میں کسی قسم کا ضعف نہیں آیا تھا۔ غالباً اس کا منبع حیات یا آفتاب اقبال 140ء میں خشک ہو گیا یا غروب ہو گیا۔

باسودیو اول

ہوشک کے بعد باسودیو جلوہ افروز سریر سلطنت ہوا۔ اس نام سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ شاہان کشاں سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے لیکن تاریخ ہند کے پڑھنے سے پتہ چلتا ہے کہ بیرونی حملہ آور کچھ عرصہ کے بعد ہندوستان کی راہ و رسم کے دلدادہ ہو جاتے تھے اور ہندوستان کے باشندے اور راجے بھی مصلحتہً ان کے ساتھ تعلقات خویشی پیدا کرنے کو فخر سمجھتے تھے۔ اس لئے شاہان کشاں کا یہ اُخری بادشاہ باسودیو ہندوؤں کے اسم و رسم کا پیرو ہو گیا اور یہ ایک حقیقت ہے کہ طرز تمدن و لباس و رسوم ملکی و مذہبی کا اشتراک باعثِ اتحاد و ائتلاف ہوتا ہے، جس سے مغائرت دور ہو جاتی ہے، نہ صرف باسودیو کے نام سے ہندو تقلید کا ثبوت ملتا ہے بلکہ اس کے سکوں پر بھی شودیوتا کی تصویر مع اس کے بیل نندی کمند اور ترسول کے پائی جاتی ہے۔

باسودیو کے اکثر کتبات متھرا میں پائے جاتے ہیں جو 74ء اور 98ء کے مابین زمانہ کے ہیں۔ غالباً یہ سنہ خاندان کشاں کا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ باسودیو کی حکومت کا زمانہ پچیس برس سے کم نہ تھا، یا یوں سمجھا جائے باسودیو

کے قریب ہے اور عرصۂ دراز تک مشہور و معروف رہا ہے۔ ہیونگ سانگ جب 631ء میں اس نواح میں آیا۔ تو ہشک پور کی خانقاہ میں مہمان رہا۔ خانقاہ کے متولیوں نے اس کی بہت مدارات اور خدمت کی اور نہایت عزت و احترام کے ساتھ کئی ہزار بھکشوں نے اس مشانعت کی۔ اس زمانہ میں ہشک پور ایک گاؤں کی شکل میں موجود ہے، جس کو اشک پور کہتے ہیں۔ اس بادشاہ کے بہت سکے ملتے ہیں، سونے کے سکوں پر اس کی تصویر بھی ہے۔ اس کے زمانہ میں سلطنت کشاں میں کسی قسم کا ضعف نہیں آیا تھا۔ غالباً اس کا منبع حیات یا آفتاب اقبال 140ء میں خشک ہو گیا یا غروب ہو گیا۔

باسودیو اول

ہوشک کے بعد باسودیو جلوہ افروز سریر سلطنت ہوا۔ اس نام سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ شاہان کشاں سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے لیکن تاریخ ہند کے پڑھنے سے پتہ چلتا ہے کہ بیرونی حملہ آور کچھ عرصہ کے بعد ہندوستان کی راہ ورسم کے دلدادہ ہو جاتے تھے اور ہندوستان کے باشندے اور راجے بھی مصلحۃً ان کے ساتھ تعلقات خویشی پیدا کرنے کو فخر سمجھتے تھے۔ اس لئے شاہان کشاں کا یہ اُخری بادشاہ باسودیو ہندوؤں کے اسم و رسم کا پیرو ہو گیا اور یہ ایک حقیقت ہے کہ طرز تمدن ولباس و رسوم ملکی و مذہبی کا اشتراک باعثِ اتحاد و ایتلاف ہوتا ہے، جس سے مغائرت دور ہو جاتی ہے، نہ صرف باسودیو کے نام سے ہندو تقلید کا ثبوت ملتا ہے بلکہ اس کے سکوں پر بھی شودیوتا کی تصویر مع اس کے بیل نندی کمند اور ترسول کے پائی جاتی ہے۔

باسودیو کے اکثر کتبات متھرا میں پائے جاتے ہیں جو 74ء اور 98ء کے مابین زمانہ کے ہیں۔ غالباً یہ سنہ خاندان کشاں کا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ باسودیو کی حکومت کا زمانہ پچیس برس سے کم نہ تھا، یا یوں سمجھا جائے باسودیو

فصل دوئم:

افتالوی گوجر

502ء ، 556ء کے درمیان ایک اور زبردست سلطنت ناگہاں صفحۂ تاریخ پر جلوہ گر ہوتی ہے۔ جس کا آغاز اس طرح ہوا کہ رفتہ رفتہ چھٹی صدی کے نصف اولین میں مغربی ممالک سے چینی کلیۃً بے دخل ہو چکے تھے اور فتالوی[1]

[1] فتالوی گوجروں کا مشہور گوت ہے، ضلع گجرات میں اس قوم کی جماعت اب بھی موجود ہے۔ فتالی گوجر اپنے آپ کو سوم بنسی بیان کرتے ہیں، اس قوم کے لوگ ملک دکن سے کسی وقت ضلع گجرات میں آئے اور جنگل آباد کر کے ملکیت حاصل کی، موضع فتالیان واقع گجرات قوم فتالی کے نام پر ہے، ملاحظہ ہو تاریخ ضلع گجرات 1867ء ص 418، مولفہ مرزا محمد اعظم بیگ اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر بندوبست۔

پس ثابت ہوا کہ گوجروں کی سلطنت 502ء، 556ء میں کاشغر و کشمیر پر تھی۔

عام طور پر مؤرخین تو کلیات مثلاً گوجر، جاٹ، اہیر کے الفاظ سے نتائج اخذ کرتے ہیں، مگر ہم نے ہر ایک قوم کی جزئیات (گوتوں کے الفاظ و تعلقات) کو پیش نظر رکھ کر دائرہ تحقیق کو زیادہ وسیع کر دیا ہے، ہم نے صرف الفاظ سے کسی نتیجہ کے اختیار کرنے میں عجلت نہیں کی، جب تک کہ اس کے موید واقعات پر غور نہیں کر لیا، اس نتیجہ کے مویدات درج ذیل ہیں۔

(الف) ہون یا فتالی کا بیان تاریخہائے قدیم میں بحرف تردید ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ فتالی ہون ایک ہیں، یا فتالی ہون کی شاخ ہے۔

(ب) معتبر تاریخوں میں یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ گوجر سفید ہُن ہیں یا ان کے بھائی بند۔

(ج) فتالی گوجروں کا وسط ایشیا سے آنا اور کاشغر و کشمیر وغیرہ پر حکومت کرنا۔

(د) فتالی گوجروں کا ضلع گجرات پنجاب میں پایا جانا اور ان کے نام پر موضع فتالیان کا ہونا یہ تمام امور ایسے ہیں جن سے کوئی سمجھدار انکار نہیں کر سکتا۔

ہم کو جزئیات (یعنی گوتوں) سے بہت کچھ امداد ملی ہے اور یہ طریق ہر طرح موصل الی المطلوب ہے کہ ہم جزئیات سے کلیات تک پہنچیں۔

چوہان، تنور، فتالی، سولنگی، چھاوڑی، کولی، پرہار، گھیلہ، چیچی، سودیہ سب گوت گوجروں کی

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

فصل دویم:

افتالوی گوجر

502ء، 556ء کے درمیان ایک اور زبردست سلطنت ناگہاں صفحۂ تاریخ پر جلوہ گر ہوتی ہے۔ جس کا آغاز اس طرح ہوا کہ رفتہ رفتہ چھٹی صدی کے نصف اولین میں مغربی ممالک سے چینی کلیۃً بے دخل ہو چکے تھے اور فتالوی[1]

[1] فتالوی گوجروں کا مشہور گوت ہے، ضلع گجرات میں اس قوم کی جماعت اب بھی موجود ہے۔ فتالی گوجر اپنے آپ کو سوم بنسی بیان کرتے ہیں، اس قوم کے لوگ ملک دکن سے کسی وقت ضلع گجرات میں آئے اور جنگل آباد کر کے ملکیت حاصل کی، موضع فتالیان واقع گجرات قوم فتالی کے نام پر ہے، ملاحظہ ہو تاریخ ضلع گجرات 1867ء ص 418، مولفہ مرزا محمد اعظم بیگ اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر بندوبست۔

پس ثابت ہوا کہ گوجروں کی سلطنت 502ء، 556ء میں کاشغر و کشمیر پر تھی۔

عام طور پر مؤرخین تو کلیات مثلاً گوجر، جاٹ، اہیر کے الفاظ سے نتائج اخذ کرتے ہیں، مگر ہم نے ہر ایک قوم کی جزئیات (گوتوں کے الفاظ و تعلقات) کو پیش نظر رکھ کر دائرہ تحقیق کو زیادہ وسیع کر دیا ہے، ہم نے صرف الفاظ سے کسی نتیجہ کے اختیار کرنے میں عجلت نہیں کی، جب تک کہ اس کے موید واقعات پر غور نہیں کر لیا، اس نتیجہ کے مویدات درج ذیل ہیں۔

(الف) ہون یا فتالی کا بیان تاریخہائے قدیم میں بحرف تردید ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ فتالی ہون ایک ہیں، یا فتالی ہون کی شاخ ہے۔

(ب) معتبر تاریخوں میں یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ گوجر سفید ہُن ہیں یا ان کے بھائی بند۔

(ج) فتالی گوجروں کا وسط ایشیا سے آنا اور کاشغر و کشمیر وغیرہ پر حکومت کرنا۔

(د) فتالی گوجروں کا ضلع گجرات پنجاب میں پایا جانا اور ان کے نام پر موضع فتالیان کا ہونا یہ تمام امور ایسے ہیں جن سے کوئی سمجھدار انکار نہیں کر سکتا۔

ہم کو جزئیات (یعنی گوتوں) سے بہت کچھ امداد ملی ہے اور یہ طریق ہر طرح موصل الی المطلوب ہے کہ ہم جزئیات سے کلیات تک پہنچیں۔

چوہان، تنور، فتالی، سولنگی، چھاوڑی، کولی، پرہار، گھیلہ، چیچی، سودیہ سب گوت گوجروں کی

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

باب ششم:

خاندان چھاوڑی گوجر کے راجہ بن راج

آئین اکبری میں سراج بسین مہملہ لکھا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ ابو الفضل نے اس کو سراج بمعنی چراغ سمجھا ہے کیونکہ وہ اس نام کی مناسبت سے اس راجہ کے حالات بایں الفاظ لکھتا ہے۔

''ہندی نامہاچنان برگذاردسال ہشت و صدود واز تاریخ
بکرما جیت صدو پنجاہ وچہار ہجری نخستیں سراج شمع دولت
افروخت و گجرات جداگانہ سلطنت شد''

اس عبارت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ علامہ ابو الفضل نے اس راجہ کا نام سراج سمجھ کر اس کی مناسبت سے شمع دولت افروخت کا لفظ استعمال کیا، تاریخ احمدی نے اس راجہ کا نام بن راج بکسر با لکھا ہے، بن کے معنی پسر لئے گئے ہیں، یعنی راجہ کا بیٹا اور تاریخ محمد میں اس کو بن راج بفتح با بن کے معنی صحرا لئے گئے ہیں یعنی جنگل کا راجہ چونکہ یہ جنگل میں پیدا ہوا تھا، اس لئے اس کو جنگل کا راجہ کہا گیا۔

ہمارے خیال میں علامہ ابو الفضل نے جو سمجھا ہے، وہ بظاہر دلنشین نہیں ہو سکتا، کیونکہ ہندو راجہ کا نام اس زمانہ میں سراج ہونا بعیداز قیاس ہے، تاریخ احمدی میں بِن راج بمعنی راجہ کا بیٹا لکھا ہے، یہ بھی معقول نہیں ہے کہ کیونکہ بن لفظ عربی اور راج ہندی، ان دونوں کی ترکیب ہم معنی معلوم ہوتی ہے، ہندی میں راج پوتر کہا جا سکتا تھا، بعض تاریخوں میں بنسراج ، ب ، ن ، س، راج دیکھا گیا یہی درست ہے۔

اس راجہ کے حالات علامہ ابو الفضل نے ص 125 جلد دوم آئین اکبری میں اس طرح لکھے ہیں۔

باب ششم:

خاندان چھاوڑی گوجر کے راجہ بن راج

آئین اکبری میں سراج بسین مہملہ لکھا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ ابو الفضل نے اس کو سراج بمعنی چراغ سمجھا ہے کیونکہ وہ اس نام کی مناسبت سے اس راجہ کے حالات بایں الفاظ لکھتا ہے۔

"ہندی نامہا چنان برگذاردسال ہشت و صدود واز تاریخ بکرما جیت صدو پنجاہ وچہار ہجری نخستیں سراج شمع دولت افروخت و گجرات جداگانہ سلطنت شد"

اس عبارت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ علامہ ابو الفضل نے اس راجہ کا نام سراج سمجھ کر اس کی مناسبت سے شمع دولت افروخت کا لفظ استعمال کیا، تاریخ احمدی نے اس راجہ کا نام بن راج بکسر با لکھا ہے، بن کے معنی پسر لئے گئے ہیں، یعنی راجہ کا بیٹا اور تاریخ محمد میں اس کو بن راج بفتح با بن کے معنی صحرا لئے گئے ہیں یعنی جنگل کا راجہ چونکہ یہ جنگل میں پیدا ہوا تھا، اس لئے اس کو جنگل کا راجہ کہا گیا۔

ہمارے خیال میں علامہ ابو الفضل نے جو سمجھا ہے، وہ بظاہر دلنشین نہیں ہو سکتا، کیونکہ ہندو راجہ کا نام اس زمانہ میں سراج ہونا بعید از قیاس ہے، تاریخ احمدی میں بن راج بمعنی راجہ کا بیٹا لکھا ہے، یہ بھی معقول نہیں ہے کہ کیونکہ بن لفظ عربی اور راج ہندی، ان دونوں کی ترکیب ہم معنی معلوم ہوتی ہے، ہندی میں راج پوتر کہا جا سکتا تھا، بعض تاریخوں میں بنسراج، ب، ن، س، راج دیکھا گیا یہی درست ہے۔

اس راجہ کے حالات علامہ ابو الفضل نے ص 125 جلد دوم آئین اکبری میں اس طرح لکھے ہیں۔

کے گڑھے (گور) میں ڈالا، (یعنی قتل کر دیا) اور اس کا مال و متاع لوٹ لیا سامت سنگھ کی عورت حاملہ تھی، اس ناکامیابی کی حالت میں گجرات پہنچی اور جنگل میں جہاں اس کا کوئی پرسان حال نہیں تھا، بچہ جنا، راجہ سیل دیونام جو آزاد منش، جین مذہب کے مقلدوں میں سے تھا، اس بیکس عورت کے پاس کہیں جا نکلا۔ اس کی حالت دیکھ کر اندوہناک ہوا (عورت اور بچہ کو) اپنے ایک نوکر کے سپرد کیا اور رادھن پور لے جا کر اس بچہ کی تربیت و پرورش شروع کی، جب وہ بڑا ہوا کمینوں کی صحبت کے سبب سے وہ بُرے کام کرنے لگا، لوگوں کو تکلیف دیتا تھا، اور ڈاکے ڈالتا تھا، بدکاروں کا شیوہ اس نے اختیار کیا تھا، شاہی خزانہ جو گجرات سے قنوج جا رہا تھا، لوٹ لیا چونکہ اس کی قسمت اچھی تھی، چانپا بقال اس کا دوست ہو گیا، عقل نے شمشیر کی رہنمائی کی (یعنی اس نے رہزنی چھوڑ دی) وہ بدکاری کے کام چھوڑ کر اچھے کاموں کی طرف مائل ہو گیا۔ 50 سال کی عمر میں تخت نشین ہوا۔ پٹن اسی کا آباد کیا ہوا ہے۔ کہتے ہیں کہ اس نے دارالسلطنت کے مقرر کرنے میں بہت غور وخوض کیا۔ انہل نام ایک دہقان نے کہا کہ میں نے ایک عجیب زمین دیکھی ہے، اگر اس شہر کا نام میرے نام پر رکھیں، تو میں اس زمین کا نشان دے سکتا ہوں، راجہ نے قبول کیا اور انہل نے درختوں کے ایک جھنڈ میں اس مقام کا نشان دیا اور بیان کیا کہ ایک دفعہ اس مقام پر خرگوش نے کُتے کا مقابلہ کیا تھا، خرگوش اپنے قوت بازو سے کُتے کے پنجے سے نکل گیا، اس کا مطلب یہ تھا کہ اگر اس جگہ دارالسطنت کی بنیاد ڈالی جائے، تو کوئی غنیم اس پر غالب نہ ہو گا، راجہ نے اس زمین کو آباد کر کے انہل پور نام رکھا منجم پیشین گوئی کرتے ہیں کہ 3500 سال 7 ماہ اور انچاس دن چار گھڑی کے گزرنے پر یہ شہر ویران ہو جائے گا۔

اس شہر کا نام بول چال کے تغیرات اور زبان کی تبدیلی سے نہروالہ مشہور ہو گیا اور چونکہ اس ملک کی زبان میں اچھی اور منتخب چیز کو پٹن کہتے ہیں۔ اس لئے

کے گڑھے (گور) میں ڈالا، (یعنی قتل کر دیا) اور اس کا مال و متاع لوٹ لیا سامت سنگھ کی عورت حاملہ تھی، اس ناکامیابی کی حالت میں گجرات پہنچی اور جنگل میں جہاں اس کا کوئی پرسان حال نہیں تھا، بچہ جنا، راجہ سیل دیونام جو آزاد منش، جین مذہب کے مقلدوں میں سے تھا، اس بیکس عورت کے پاس کہیں جا نکلا۔ اس کی حالت دیکھ کر اندوہناک ہوا (عورت اور بچہ کو) اپنے ایک نوکر کے سپرد کیا اور رادھن پور لے جا کر اس بچہ کی تربیت و پرورش شروع کی، جب وہ بڑا ہوا کمینوں کی صحبت کے سبب سے وہ بُرے کام کرنے لگا، لوگوں کو تکلیف دیتا تھا، اور ڈاکے ڈالتا تھا، بدکاروں کا شیوہ اس نے اختیار کیا تھا، شاہی خزانہ جو گجرات سے قنوج جا رہا تھا، لوٹ لیا چونکہ اس کی قسمت اچھی تھی، چانپا بقال اس کا دوست ہو گیا، عقل نے شمشیر کی رہنمائی کی (یعنی اس نے رہزنی چھوڑ دی) وہ بدکاری کے کام چھوڑ کر اچھے کاموں کی طرف مائل ہو گیا۔ 50 سال کی عمر میں تخت نشین ہوا۔ پٹن اسی کا آباد کیا ہوا ہے۔ کہتے ہیں کہ اس نے دارالسلطنت کے مقرر کرنے میں بہت غور و خوض کیا۔ انہل نام ایک دہقان نے کہا کہ میں نے ایک عجیب زمین دیکھی ہے، اگر اس شہر کا نام میرے نام پر رکھیں، تو میں اس زمین کا نشان دے سکتا ہوں، راجہ نے قبول کیا اور انہل نے درختوں کے ایک جھنڈ میں اس مقام کا نشان دیا اور بیان کیا کہ ایک دفعہ اس مقام پر خرگوش نے کُتے کا مقابلہ کیا تھا، خرگوش اپنے قوت بازو سے کُتے کے پنجے سے نکل گیا، اس کا مطلب یہ تھا کہ اگر اس جگہ دارالسلطنت کی بنیاد ڈالی جائے، تو کوئی غنیم اس پر غالب نہ ہو گا، راجہ نے اس زمین کو آباد کر کے انہل پور نام رکھا منجم پیشین گوئی کرتے ہیں کہ 3500 سال 7 ماہ اور انچاس دن چار گھڑی کے گزرنے پر یہ شہر ویران ہو جائے گا۔

اس شہر کا نام بول چال کے تغیرات اور زبان کی تبدیلی سے نہروالہ مشہور ہو گیا اور چونکہ اس ملک کی زبان میں اچھی اور منتخب چیز کو پٹن کہتے ہیں۔ اس لئے

دکھائے جب بڑے بڑے اہل کمال اپنا اپنا جوہر دکھا چکے، تو سادھو اجازت لے کر راجہ کی مسند کے سامنے کھڑا ہو گیا، درباریوں نے اس کے لباس وشکل وصورت کو دیکھ کر تعجب کیا کہ یہ کون ہے اور دربار میں کس غرض سے آیا ہے، بظاہر سب کا یہی خیال تھا کہ یہ کوئی بھکاری ہے یا فریادی، اس نے اپنے کچکول سے کہنہ و دریدہ کاغذ کا پرچہ نکالا، اور راجہ کی تعریف میں قصیدہ پڑھنے لگا، جب اس نے پہلا شعر پڑھا تو اس کی خوش الحانی اور طرفہ بیانی سے دربار میں ایک سناٹا ہو گیا، اس کی فصاحت کی روشنی سے دربار منور اور بلاغت کی خوشبو سے مجلس مہک اُٹھی، ایک ایک مصرع سلک جواہر اور ایک ایک لفظ لولوئے آبدار تھا، ہر طرف سے تحسین و آفرین کی آواز بلند ہوئی، خود راجہ سخن فہم و شاعر بلیغ تھا، سادھو کی بلاغت و فصاحت پر شیفتہ ہو گیا اور اس کو شعراء کی صف اول میں بٹھایا، شعراء نے رشک و حسد سے مقربان بارگاہ کی خدمت میں عرض کی کہ جو قصیدہ سادھو نے پڑھا ہے وہ اس کی تصنیف نہیں ہے، متقدین میں سے کسی شاعر کا ہے اور اس میں مہاراج کا نام بعد میں درج کیا گیا ہے، راجہ کو پہلے ہی شک تھا، اب یقین ہو گیا، سادھو کو شاہی مہمانخانہ میں جگہ دی گئی اور مہاراج بھور دیو نے حکم دیا کہ کل دربار میں مشاعرہ ہو گا، راجہ بھور دیو کے تمام شاعران باکمال جمع ہوئے جس میں اس کا مشہور فصیح ملک الشعراء کا مراج بھی تھا، جس کی نسبت بادشاہ کا یہ خیال تھا کہ وہ سب سے گوئے سبقت لے جائے گا، کیونکہ بارہا یہ امتحان ہو چکا تھا کہ اس نے اپنے ممدوح کی فتح ونصرت کے موقعہ پر کئی دفعہ فی البدیہہ قصائد پڑھے تھے، راجہ نے طرح کا ایک مصرع دیا، سادھو نے بلافکر و تامل قلم برداشتہ اس کی تضمین لکھ کر سب سے پہلے راجہ کی خدمت میں پیش کر دی، جب سب شاعر لکھ چکے، تو ہر ایک نے اپنے اپنے اشعار پڑھے، سادھو کا کلام گذشتہ شب کے کلام سے بالکل ملتا جلتا تھا، وہی استعارے اور وہی فصاحت و بلاغت تھی، دوسرے شاعروں کے کلام کو

دکھائے جب بڑے بڑے اہل کمال اپنا اپنا جوہر دکھا چکے، تو سادھو اجازت لے کر راجہ کی مسند کے سامنے کھڑا ہو گیا، درباریوں نے اس کے لباس و شکل و صورت کو دیکھ کر تعجب کیا کہ یہ کون ہے اور دربار میں کس غرض سے آیا ہے، بظاہر سب کا یہی خیال تھا کہ یہ کوئی بھکاری ہے یا فریادی، اس نے اپنے کچکول سے کہنہ و دریدہ کاغذ کا پرچہ نکالا، اور راجہ کی تعریف میں قصیدہ پڑھنے لگا، جب اس نے پہلا شعر پڑھا تو اس کی خوش الحانی اور طرفہ بیانی سے دربار میں ایک سناٹا ہو گیا، اس کی فصاحت کی روشنی سے دربار منور اور بلاغت کی خوشبو سے مجلس مہک اُٹھی، ایک ایک مصرع سلک جواہر اور ایک ایک لفظ لولوئے آبدار تھا، ہر طرف سے تحسین و آفرین کی آواز بلند ہوئی، خود راجہ سخن فہم و شاعر بلیغ تھا، سادھو کی بلاغت و فصاحت پر شیفتہ ہو گیا اور اس کو شعراء کی صف اول میں بٹھایا، شعراء نے رشک و حسد سے مقربان بارگاہ کی خدمت میں عرض کی کہ جو قصیدہ سادھو نے پڑھا ہے وہ اس کی تصنیف نہیں ہے، متقدین میں سے کسی شاعر کا ہے اور اس میں مہاراج کا نام بعد میں درج کیا گیا ہے، راجہ کو پہلے ہی شک تھا، اب یقین ہو گیا، سادھو کو شاہی مہمانخانہ میں جگہ دی گئی اور مہاراج بھور دیو نے حکم دیا کہ کل دربار میں مشاعرہ ہو گا، راجہ بھور دیو کے تمام شاعران باکمال جمع ہوئے جس میں اس کا مشہور فصیح ملک الشعراء کا مراج بھی تھا، جس کی نسبت بادشاہ کا یہ خیال تھا کہ وہ سب سے گوئے سبقت لے جائے گا، کیونکہ بارہا یہ امتحان ہو چکا تھا کہ اس نے اپنے ممدوح کی فتح و نصرت کے موقعہ پر کئی دفعہ فی البدیہہ قصائد پڑھے تھے، راجہ نے طرح کا ایک مصرع دیا، سادھو نے بلافکر و تامل قلم برداشتہ اس کی تضمین لکھ کر سب سے پہلے راجہ کی خدمت میں پیش کر دی، جب سب شاعر لکھ چکے، تو ہر ایک نے اپنے اپنے اشعار پڑھے، سادھو کا کلام گذشتہ شب کے کلام سے بالکل ملتا جلتا تھا، وہی استعارے اور وہی فصاحت و بلاغت تھی، دوسرے شاعروں کے کلام کو

طرح چمکتی ہیں، جس کے نیزے اور تبر سیاہ بادل ہیں جو موسلا دھار بارش کی طرح دشمنوں کا خون برساتے ہیں جس کے خزانے قدرتی کانوں کی طرح معمور ہیں، جس کا تخمینہ وہم کا محاسب بھی نہیں کر سکتا، میرا وہ بادشاہ ہے جس کی پیشانی اقبال و جلال کے نور سے درخشاں اور جس کا سینہ شجاعت و اولوالعزمی کا مخزن ہے، میرے بادشاہ کا حکم بحر محیط کی طرح تمام دنیا کو گھیرے ہوئے ہے، جس کو کوئی روک نہیں سکتا، وہ فخر خاندان گوجر راجہ جے سکھری ہے، جس کی سطوت سے تمام دنیا کے راجے کانپتے ہیں، میں اس کے دربار کا ملک الشعراء ہوں، جس کی آتش زبانی نے شعراء کے سینوں میں آگ پھونک دی، جس طرح میرا بادشاہ شمشیر سے ممالک کو فتح کرتا ہے، اسی طرح اس کے ساتھ ساتھ میں نوک زبان وقلم سے دنیا کو مسخر کر رہا ہوں، شنکر یہ کہتا ہوا کچکول اور مرگ چھالا پھینک کر مجمع سے ایسا غائب ہوا کہ پھر اس کا کہیں پتہ نہیں چلا، یہ ایک بگولا تھا جو محفل کو درہم برہم کر گیا، یا بجلی تھی، جو محفل پر گری اور دفعتہً آسمان پر پہنچ گئی، راجہ بھور دیو اور اس کے درباریوں نے شنکر کے آنے کو راجہ جے سکھری کی طرف سے پیغام جنگ سمجھا، غصہ سے راجہ اور افسروں کے چہرے سرخ ہو گئے، اور سب بالاتفاق اس پر متحد ہو گئے کہ جے سکھری اور اس کے ملک الشعراء کو اس گستاخی کی سزا دینی چاہیے۔ یہ ایسی گستاخی ہے کہ اس سے زیادہ اور کوئی طعن و تشنیع نہیں ہو سکتی، شاہی دربار میں اس قسم کی گستاخی کی پہلے زمانہ میں کوئی نظیر نہیں ہے، افسران فوج کے نام فوری احکام جاری کئے گئے، لشکروں کا جائزہ لیا گیا، خزانوں کے دروازے کھولے اور جاگیرداروں کے نام فرمان بھیجے گئے کہ وہ اپنے اپنے بہادران جنگ آزما کو دارالخلافہ میں حاضر کریں، چند مہینوں میں ہر قسم کا ساز و سامان جمع ہو گیا، اس فوج میں گھوڑوں اور ہاتھیوں کے کئی رسالے اور چھ ہزار جنگ آزمودہ سپاہی تھے، جن میں ایک ایک دس دس پر بھاری تھا، بڑے بڑے تجربہ کار سپاہ سالاروں کی

طرح چمکتی ہیں، جس کے نیزے اور تبر سیاہ بادل ہیں جو موسلا دھار بارش کی طرح دشمنوں کا خون برساتے ہیں جس کے خزانے قدرتی کانوں کی طرح معمور ہیں، جس کا تخمینہ وہم کا محاسب بھی نہیں کرسکتا، میرا وہ بادشاہ ہے جس کی پیشانی اقبال و جلال کے نور سے درخشاں اور جس کا سینہ شجاعت و اولوالعزمی کا مخزن ہے، میرے بادشاہ کا حکم بحر محیط کی طرح تمام دنیا کو گھیرے ہوئے ہے، جس کو کوئی روک نہیں سکتا، وہ فخر خاندان گوجر راجہ جے سکھری ہے، جس کی سطوت سے تمام دنیا کے راجے کانپتے ہیں، میں اس کے دربار کا ملک الشعراء ہوں، جس کی آتش زبانی نے شعراء کے سینوں میں آگ پھونک دی، جس طرح میرا بادشاہ شمشیر سے ممالک کو فتح کرتا ہے، اسی طرح اس کے ساتھ ساتھ میں نوک زبان وقلم سے دنیا کو مسخر کر رہا ہوں، شنکر یہ کہتا ہوا کچکول اور مرگ چھالا پھینک کر مجمع سے ایسا غائب ہوا کہ پھر ان کا کہیں پتہ نہیں چلا، یہ ایک بگولا تھا جو محفل کو درہم برہم کر گیا، یا بجلی تھی، جو محفل پر گری اور دفعتہً آسمان پر پہنچ گئی، راجہ بھور دیو اور اس کے درباریوں نے شنکر کے آنے کو راجہ جے سکھری کی طرف سے پیغام جنگ سمجھا، غصہ سے راجہ اور افسروں کے چہرے سرخ ہو گئے، اور سب بالاتفاق اس پر متحد ہو گئے کہ جے سکھری اور اس کے ملک الشعراء کو اس گستاخی کی سزا دینی چاہیے۔ یہ ایسی گستاخی ہے کہ اس سے زیادہ اور کوئی طعن و تشنیع نہیں ہوسکتی، شاہی دربار میں اس قسم کی گستاخی کی پہلے زمانہ میں کوئی نظیر نہیں ہے، افسران فوج کے نام فوری احکام جاری کیے گئے، لشکروں کا جائزہ لیا گیا، خزانوں کے دروازے کھولے اور جاگیرداروں کے نام فرمان بھیجے گئے کہ وہ اپنے اپنے بہادران جنگ آزما کو دارالخلافہ میں حاضر کریں، چند مہینوں میں ہر قسم کا سازوسامان جمع ہو گیا، اس فوج میں گھوڑوں اور ہاتھیوں کے کئی رسالے اور چھ ہزار جنگ آزمودہ سپاہی تھے، جن میں ایک ایک دس دس پر بھاری تھا، بڑے بڑے تجربہ کار سپاہ سالاروں کی

افسروں سے کہا کہ اس ندامت سے تو مر جانا بہتر ہے۔ ایک دفعہ قسمت آزمائی کرنا چاہیے مگر اس اولوالعزمی اور بلند ہمتی سے حملہ ہو گیا تو خود مٹ جائیں یا داغ ندامت کو مٹائیں، راجہ کی اس تقریر سے سپاہ اور سپاہ سالاروں کے دل بڑھ گئے اور ہر ایک نے تلوار کی قسم کھا کر کہا کہ جان جائے گی مگر عزت نہ دیں گے، دوسری طرف راجہ جے سکھری غافل نہ تھا، وہ بھی ہر طرح کی تیاری میں مصروف تھا۔

راجہ بھوردیو کا لشکر اس طاقت والوالعزمی سے حملہ آور ہوا کہ اس کے سامنے پہاڑ کانپتے تھے، راجہ جے سکھری بھی اس سیلاب کے روکنے کے لئے سدِ سکندری بن گیا، دونوں طرف کے ہاتھیوں کے رسالوں کا اس طرح تصادم ہوتا تھا، جس طرح دو پہاڑ آپس میں ٹکراتے ہوں، تیر وتفنگ کی بارش چند مہینوں تک ہوتی رہی۔ مگر دونوں لشکر مقابلہ میں پہاڑ کی طرح مضبوط تھے، کشتوں کے پشتے لگ گئے تھے اور خونریز تلواریں برابر خون برساتی رہیں مگر آتش جنگ ایک لحظہ کے لئے مدھم نہ ہوئی۔

جنگ روز بروز بڑھتی جاتی تھی، راجہ بھوردیو نے سپہ سالاروں کو بُلا کر کہا کہ غیر ملک میں اس قدر طویل لڑائی جاری رکھنا، ہماری شجاعت کے خلاف ہے، کل ایسا متفقہ حملہ کرنا چاہیے، جو فیصلہ کن ہو، یا ہم فنا ہو جائیں یا دشمن کو فنا کر دیں، طلوع آفتاب کے ساتھ ہی حملہ شروع ہو گیا اور راجہ جے سکھری کی سپاہ اس طرح پیچھے ہٹنے لگی۔ جس طرح سمندر کی لہریں چٹان سے ٹکرا کر پیچھے ہٹتی ہیں اور بھوردیو کی فوج اس طرح آگے بڑھنے لگی، جس طرح سیلاب کی موجیں بڑھتی ہیں، یہاں تک کہ جے سکھری کو مجبور کیا کہ وہ قلعہ میں پناہ گزیں ہو، قلعہ بہت مستحکم تھا، چند مہینوں تک راجہ بھوردیو کی فوج قلعہ کو گھیرے بامید فتح پڑی رہی۔ آخر قلعہ کا ذخیرہ ختم ہو گیا اور جے سکھری کی فوج گھوڑے اور ہاتھی ذبح کر کے کھانے لگی، جب کچھ نہ رہا تو جے سکھری نے صلح کا پیغام بھیجا مگر مہاراباؤں کے

افسروں سے کہا کہ اس ندامت سے تو مر جانا بہتر ہے۔ ایک دفعہ قسمت آزمائی کرنا چاہیے مگر اس اولوالعزمی اور بلند ہمتی سے حملہ ہو گیا تو خود مٹ جائیں یا داغ ندامت کو مٹائیں، راجہ کی اس تقریر سے سپاہ اور سپاہ سالاروں کے دل بڑھ گئے اور ہر ایک نے تلوار کی قسم کھا کر کہا کہ جان جائے گی مگر عزت نہ دیں گے، دوسری طرف راجہ جے سکھری غافل نہ تھا، وہ بھی ہر طرح کی تیاری میں مصروف تھا۔

راجہ بھوردیو کا لشکر اس طاقت والوالعزمی سے حملہ آور ہوا کہ اس کے سامنے پہاڑ کانپتے تھے، راجہ جے سکھری بھی اس سیلاب کے روکنے کے لئے سدِّ سکندری بن گیا، دونوں طرف کے ہاتھیوں کے رسالوں کا اس طرح تصادم ہوتا تھا، جس طرح دو پہاڑ آپس میں ٹکراتے ہوں، تیر وتفنگ کی بارش چند مہینوں تک ہوتی رہی۔ مگر دونوں لشکر مقابلہ میں پہاڑ کی طرح مضبوط تھے، کشتوں کے پشتے لگ گئے تھے اور خونریز تلواریں برابر خون برساتی رہیں مگر آتش جنگ ایک لحظہ کے لئے مدھم نہ ہوئی۔

جنگ روز بروز بڑھتی جاتی تھی، راجہ بھوردیو نے سپہ سالاروں کو بُلا کر کہا کہ غیر ملک میں اس قدر طویل لڑائی جاری رکھنا، ہماری شجاعت کے خلاف ہے، کل ایسا متفقہ حملہ کرنا چاہیے، جو فیصلہ کن ہو، یا ہم فنا ہو جائیں یا دشمن کو فنا کر دیں، طلوع آفتاب کے ساتھ ہی حملہ شروع ہو گیا اور راجہ جے سکھری کی سپاہ اس طرح پیچھے ہٹنے لگی۔ جس طرح سمندر کی لہریں چٹان سے ٹکرا کر پیچھے ہٹتی ہیں اور بھوردیو کی فوج اس طرح آگے بڑھنے لگی، جس طرح سیلاب کی موجیں بڑھتی ہیں، یہاں تک کہ جے سکھری کو مجبور کیا کہ وہ قلعہ میں پناہ گزیں ہو، قلعہ بہت مستحکم تھا، چند مہینوں تک راجہ بھوردیو کی فوج قلعہ کو گھیرے بامید فتح پڑی رہی۔ آخر قلعہ کا ذخیرہ ختم ہو گیا اور جے سکھری کی فوج گھوڑے اور ہاتھی ذبح کر کے کھانے لگی، جب کچھ نہ رہا تو جے سکھری نے صلح کا پیغام بھیجا مگر مہاراجاؤں کے

میں مشیت ایزدی نے کیا پھل ڈالا اور اس کا کیا حشر ہوا، آخر تلاش سے گوہر مقصود اس کے ہاتھ آیا یعنی روپ سندری کا نورچشم بن راج جو چند سال کا ہو چکا تھا مل گیا۔ اس کو گود میں اُٹھا کر خدا کا شکر بجا لایا اور اس وقت سے اس کو اپنی امیدوں کا میدان وسیع اور مستقبل شاندار معلوم ہونے لگا۔

بن راج جوان ہوا اس میں آبائی شجاعت و شہامت آشکارا تھی، اس کا ماموں سورپال اس کا قوتِ بازو اور جان نثار معاون و سرپرست تھا۔ دونوں نے مل کر خاندان چورہ کے موروثی ملک کو بزور شمشیر وشمنون سے چھڑایا، اس طرح ہاتھ سے گئی ہوئی سلطنت پھر خدا نے اس کو واپس دی۔

جینی مکتوبات میں جا بجا اس راجہ کی سطوت وحشمت کا بڑی شدومد سے ذکر کیا گیا ہے، جس سے اس کا حیرت انگیز عروج و کمال ظاہر ہوتا ہے، چوڑہ خاندان کے راجگان ساحل سورت پر فرمانروا تھے اور پٹن (جس کو عربی مورخین نے فتن لکھا ہے) اور سومنات ان کے مشہور شہر تھے اور تمام بندرگاہ ان کی تجارت کے مرکز تھے، اور ان کا داراسلطنت پنجا سر یا پنجسور تھا، یہ بیان کیا جاتا ہے کہ بن راج کی جائے پیدائش عرصہ تک اس کے خاندان کی پرستشگاہ رہی۔

ایک گاؤں وونڈ مشہور ہے، جہاں بن راج نے پرورش پائی تھی، اس گاؤں میں ایک مشہور مندر اس خاندان کی دیوی کا ہے اور بن راج کے نام پر ایک کنوان مشہور ہے، جس کو خود اس نے تعمیر کیا تھا۔ جینی تاریخیں جیسا کہ علامہ ابوالفضل نے لکھا ہے، اس امر پر متفق ہیں کہ بن راج کا دارالحکومت انہل واڑہ تھا، پہلے کسی جگہ ذکر کیا گیا ہے کہ یہ انہل چرواہے کے نام پر آباد ہوا تھا، جس نے راجہ کو اس جگہ کا نشان دیا تھا اور منجموں نے اتفاق کیا تھا کہ راج دھانی کے لئے یہ جگہ مبارک و محفوظ ہے، انہل واڑہ میں راجہ نے اپنی والدہ روپ سندری اور اس کے پیشوا شیل گن جینی کے لئے ایک بڑا عالیشان محل بنوایا، جو سادھو کی وفات پر

میں مشیت ایزدی نے کیا پھل ڈالا اور اس کا کیا حشر ہوا، آخر تلاش سے گوہر مقصود اس کے ہاتھ آیا یعنی روپ سندری کا نور چشم بن راج جو چند سال کا ہو چکا تھا مل گیا۔ اس کو گود میں اُٹھا کر خدا کا شکر بجا لایا اور اس وقت سے اس کو اپنی امیدوں کا میدان وسیع اور مستقبل شاندار معلوم ہونے لگا۔

بن راج جوان ہوا اس میں آبائی شجاعت و شہامت آشکارا تھی، اس کا ماموں سورپال اس کا قوتِ بازو اور جان نثار معاون و سرپرست تھا۔ دونوں نے مل کر خاندان چورہ کے موروثی ملک کو بزور شمشیر وشمنون سے چھڑایا، اس طرح ہاتھ سے گئی ہوئی سلطنت پھر خدا نے اس کو واپس دی۔

چینی مکتوبات میں جا بجا اس راجہ کی سطوت وحشمت کا بڑی شدومد سے ذکر کیا گیا ہے، جس سے اس کا حیرت انگیز عروج و کمال ظاہر ہوتا ہے، چوڑہ خاندان کے راجگان ساحل سورت پر فرمانروا تھے اور پٹن (جس کو عربی مورخین نے فتن لکھا ہے) اور سومنات ان کے مشہور شہر تھے اور تمام بندرگاہ ان کی تجارت کے مرکز تھے، اور ان کا دارِاسلطنت پنجاسر یا پنجسور تھا، یہ بیان کیا جاتا ہے کہ بن راج کی جائے پیدائش عرصہ تک اس کے خاندان کی پرستشگاہ رہی۔

ایک گاؤں ووند مشہور ہے، جہاں بن راج نے پرورش پائی تھی، اس گاؤں میں ایک مشہور مندر اس خاندان کی دیوی کا ہے اور بن راج کے نام پر ایک کنوان مشہور ہے، جس کو خود اس نے تعمیر کیا تھا۔ جینی تاریخیں جیسا کہ علامہ ابوالفضل نے لکھا ہے، اس امر پر متفق ہیں کہ بن راج کا دارالحکومت انہل واڑہ تھا، پہلے کسی جگہ ذکر کیا گیا ہے کہ یہ انہل چرواہے کے نام پر آباد ہوا تھا، جس نے راجہ کو اس جگہ کا نشان دیا تھا اور منجمون نے اتفاق کیا تھا کہ راج دھانی کے لئے یہ جگہ مبارک و محفوظ ہے، انہل واڑہ میں راجہ نے اپنی والدہ روپ سندری اور اس کے پیشوا شیل گن جینی کے لئے ایک بڑا عالیشان محل بنوایا، جو سادھو کی وفات پر

اس کے زمانہ میں ودیاوان (عارف) لوگوں کی بڑی قدرومنزلت تھی، یہ انصاف و معدلت میں بھی مشہور تھا، عدالت میں اپنے اور بیگانے اس کی نظر میں برابر تھے، ایک دفعہ اس کے ولی عہد کھیم راج نے کسی سوداگر کا مال چھین لیا، سوداگر نے راجہ کے دربار میں فریاد کی تحقیقات میں ولی عہد کھیم راج پر الزام ثابت ہوا، راجہ نے اس کو بلا کر سزا دی اور سوداگر کا تمام مال واپس دلایا، جو چیز نہ ملی اس کی قیمت خزانہ شاہی سے ادا کی، یہ امن پسند اور صلح اندیش تھا، لڑائی کو بُرا سمجھتا تھا۔ اس کو صرف ایک دفعہ مدافعانہ جنگ کرنی پڑی، جس میں یہ ظفریاب ہوا، یوگ راج 806ء سے 846ء تک 35 سال حکومت کر کے راہی ملک عدم ہوا۔

بھیم راج

آئین اکبری میں اس کا نام بھیم راج[1] لکھا ہے۔ جو دراصل کھیم راج معلوم ہوتا ہے، ہندوؤں یا غیر ملک کے ناموں کی نقل ہوتے ہوتے۔ اصل صورت مسخ ہو جاتی ہے، بھیم راج اور کھیم راج میں کاف اور ب کا فرق ہے، اگر کاف کی جگہ ب ہو تو بھیم راج ہو جاتا ہے، کھیم راج اپنے باپ کی رحلت کے بعد مسند نشین ہوا، یہ بھی اپنے باپ کی طرح عالم و ادیب و فاضل جلیل تھا۔ اس کے غرور و بدمزاجی کی وجہ سے امرائے دولت ہمیشہ اس سے کشیدہ خاطر رہتے تھے۔ اس کو ملک گیری کا بڑا شوق تھا، مگر باوجود بہادرانہ جنگجوئی کے اپنی مملکت کو بہت تھوڑی وسعت دے سکا، کیونکہ ارکان سلطنت میں سے ایک بھی یہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کا جاہ وجلال زیادہ بڑھے، وہ جانتے تھے اس کی شوکت وابہت کے بڑھنے سے اس کا غرور اور بڑھے گا اور درباریوں کو تنگ کرے گا، علاوہ اس کے ضدی بھی تھا، اپنی رائے کو سب کی رایوں کے مقابلہ میں وصائب سمجھتا تھا، اس کو کسی پر

---

[1] گجرات کی فارسی کتابوں میں کھیم راج اور ابوالفضل کی تاریخ میں بھیم راج درج ہے۔

اس کے زمانہ میں ودیاوان (عارف) لوگوں کی بڑی قدر و منزلت تھی، یہ انصاف و معدلت میں بھی مشہور تھا، عدالت میں اپنے اور بیگانے اس کی نظر میں برابر تھے، ایک دفعہ اس کے ولی عہد کھیم راج نے کسی سوداگر کا مال چھین لیا، سوداگر نے راجہ کے دربار میں فریاد کی تحقیقات میں ولی عہد کھیمراج پر الزام ثابت ہوا، راجہ نے اس کو بلا کر سزا دی اور سوداگر کا تمام مال واپس دلایا، جو چیز نہ ملی اس کی قیمت خزانہ شاہی سے ادا کی، یہ امن پسند اور صلح اندیش تھا، لڑائی کو بُرا سمجھتا تھا۔ اس کو صرف ایک دفعہ مدافعانہ جنگ کرنی پڑی، جس میں یہ ظفریاب ہوا، یوگ راج 806ء سے 846ء تک 35 سال حکومت کر کے راہی ملک عدم ہوا۔

بھیمراج

آئین اکبری میں اس کا نام بھیمراج[1] لکھا ہے۔ جو دراصل کھیمراج معلوم ہوتا ہے، ہندوؤں یا غیر ملک کے ناموں کی نقل ہوتے ہوتے۔ اصل صورت مسخ ہو جاتی ہے، بھیمراج اور کھیمراج میں کاف اور ب کا فرق ہے، اگر کاف کی جگہ ب ہو تو بھیمراج ہو جاتا ہے، کھیمراج اپنے باپ کی رحلت کے بعد مسند نشین ہوا، یہ بھی اپنے باپ کی طرح عالم و ادیب و فاضل جلیل تھا۔ اس کے غرور و بدمزاجی کی وجہ سے امرائے دولت ہمیشہ اس سے کشیدہ خاطر رہتے تھے۔ اس کو ملک گیری کا بڑا شوق تھا، مگر باوجود بہادرانہ جنگجوئی کے اپنی مملکت کو بہت تھوڑی وسعت دے سکا، کیونکہ ارکان سلطنت میں سے ایک بھی یہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کا جاہ و جلال زیادہ بڑھے، وہ جانتے تھے اس کی شوکت و ابہت کے بڑھنے سے اس کا غرور اور بڑھے گا اور درباریوں کو تنگ کرے گا، علاوہ اس کے ضدی بھی تھا، اپنی رائے کو سب کی رایوں کے مقابلہ میں وصائب سمجھتا تھا، اس کو کسی پر

---

[1] گجرات کی فارسی کتابوں میں کھیمراج اور ابوالفضل کی تاریخ میں بھیمراج درج ہے۔

شکل حرفی ہو جاتی ہے اور بجے سنگھ کا بیر سنگھ بھی بن سکتا ہے۔ اگر ج کو ی سے تبدیل کیا جائے جو ہندی میں رائج ہے۔ یہ سب فرق خط و کتابت وتلفظ کا ہے یہ راجہ مندروں کا پجاری، مذہبی توہمات میں گرفتار، مگر سخت جنگجو اور ملک گیری کا حریص تھا۔ فن حرب میں خاص ملکہ رکھتا تھا، ہمیشہ دشمنوں کو شکست دیتا تھا۔ اس نے انتظام ملک کے دو حصے کئے، ایک محکمۂ حربیہ، دوسرا انتظامیہ، محکمۂ حربیہ کا وہ خود انچارج تھا اور انتظامیہ جس میں صیغۂ مال، جوڈیشل، زراعت، تجارت آبادی کے شعبے شامل تھے، امراء کے سپرد تھے اور وہی سب کاروباراں شعبوں کا انجام دیتے تھے، یہ سخت طبیعت کا سپاہی تھا، چونکہ بہادر تھا، اس لئے اس کو سنگھ (شیر) کہتے تھے، اس کی اپنی کوئی ذاتی رائے نہیں تھی۔ جس قدر تعلیم کی ترقی اس کے عہد میں ہوئی، وہ اس کے امرائے دربار کا کارنامہ ہے۔ 890ء میں مسند نشین ہوا۔ 30 سال حکومت کر کے 920ء میں وفات پائی۔ علامہ ابوالفضل لکھتا ہے کہ اس نے پچیس سال بادشاہت کی دونوں روایتوں میں دس سال کا فرق ہے۔

رتن دیت

بیر سنگھ کے بعد اس کا فرزند رتن ویت سریر آرائے حکومت ہوا، علامہ ابو الفضل نے اس کو رتناوت لکھا ہے۔ یہ کچھ ایسا تفاوت نہیں ہے، فارسی مورخوں نے رتناوت کو رشادت سمجھا اور خوب سمجھا کہ ت اور ن کے تین نکتے تھے۔ انہوں نے رشادت لکھ دیا (ہم کو اندیشہ ہے کہ ہماری اس تاریخ کے الفاظ میں کاتب کیا کچھ تحریف کریں گے)۔

اس راجہ کو ملکی قواعد وضوابط کے مرتب کرنے کا بہت شوق تھا اور انصاف ومعدلت کے کام کا خود متکفل تھا۔ اسی وجہ سے اس کو آفتاب معدلت کہتے تھے، رہزنوں اور مفسدوں کو سخت سزا دیتا تھا اور ملک کی آبادی اور زراعت کی طرف خاص طور پر

شکل حرفی ہو جاتی ہے اور بجے سنگھ کا بیر سنگھ بھی بن سکتا ہے۔ اگر ج کو ی سے تبدیل کیا جائے جو ہندی میں رائج ہے۔ یہ سب فرق خط و کتابت و تلفظ کا ہے یہ راجہ مندروں کا پجاری، مذہبی توہمات میں گرفتار، مگر سخت جنگجو اور ملک گیری کا حریص تھا۔ فن حرب میں خاص ملکہ رکھتا تھا، ہمیشہ دشمنوں کو شکست دیتا تھا۔ اس نے انتظام ملک کے دو حصے کئے، ایک محکمۂ حربیہ، دوسرا انتظامیہ، محکمۂ حربیہ کا وہ خود انچارج تھا اور انتظامیہ جس میں صیغۂ مال، جوڈیشل، زراعت، تجارت آبادی کے شعبے شامل تھے، امراء کے سپرد تھے اور وہی سب کاروباراں شعبوں کا انجام دیتے تھے، یہ سخت طبیعت کا سپاہی تھا، چونکہ بہادر تھا، اس لئے اس کو سنگھ (شیر) کہتے تھے، اس کی اپنی کوئی ذاتی رائے نہیں تھی۔ جس قدر تعلیم کی ترقی اس کے عہد میں ہوئی، وہ اس کے امرائے دربار کا کارنامہ ہے۔ 890ء میں مسند نشین ہوا۔ 30 سال حکومت کر کے 920ء میں وفات پائی۔ علامہ ابو الفضل لکھتا ہے کہ اس نے پچیس سال بادشاہت کی دونوں روایتوں میں دس سال کا فرق ہے۔

رتن دیت

بیر سنگھ کے بعد اس کا فرزند رتن دیت سریر آرائے حکومت ہوا، علامہ ابو الفضل نے اس کو رتناوت لکھا ہے۔ یہ کچھ ایسا تفاوت نہیں ہے، فارسی مورخوں نے رتناوت کو رشادت سمجھا اور خوب سمجھا کہ ت اور ن کے تین نکتے تھے۔ انہوں نے رشادت لکھ دیا (ہم کو اندیشہ ہے کہ ہماری اس تاریخ کے الفاظ میں کاتب کیا کچھ تحریف کریں گے)۔

اس راجہ کو ملکی قواعد و ضوابط کے مرتب کرنے کا بہت شوق تھا اور انصاف و معدلت کے کام کا خود متکفل تھا۔ اسی وجہ سے اس کو آفتاب معدلت کہتے تھے، رہزنوں اور مفسدوں کو سخت سزا دیتا تھا اور ملک کی آبادی اور زراعت کی طرف خاص طور پر

سے بہت محبت و پیار کرتا کیونکہ وہ اس کا نواسہ تھا، مگر جب شراب کا نشہ اُتر جاتا یعنی ہوش میں آتا تو اس کو ولی عہدی سے الگ کر دیتا، مولراج بڑا ہوشیار تھا، مدمعاشوں اور غنڈوں کا مجمع اس کے ساتھ رہتا تھا اور چونکہ راجہ اس کو کافی روپیہ مصارف کے واسطے نہیں دیتا تھا، وہ چوروں کے ایک گروہ کو ہمراہ لے کر ادھر اُدھر سے لوٹ مار کرتا تھا۔

مولراج اپنے نانا سامت سنگھ کی غیر مستقل مزاجی سے خائف ہو گیا کہ شاید وہ کسی دن اس کو ولی عہدی سے معزول کر کے نکال دے، وہ بد اندیش جفا کار ساتھیوں سے مشورہ کر کے اور ان کو بڑے بڑے عہدوں اور انعامات کا وعدہ کر کے ایک دن محلات شاہی کے بالا خانوں پر جہاں سامت سنگھ محو عیش و عشرت تھا چڑھ گیا، راجہ شراب کے نشہ میں سرشار تھا۔ مولراج کو دیکھ کر اُٹھا اور معانقے کے لئے ہاتھ بڑھائے، مولراج نے معانقہ ہی میں اس کی گردن توڑ دی اور تخت و تاج کا مالک ہو گیا، اب سلطنت خاندان چھاوڑی سے خاندان سولنگی میں منتقل ہوئی، سامت سنگھ نے 935ء سے 942ء تک 7 سال شراب نوشی میں عمر بسر کی اور شراب نے اس کو ایسا مدہوش کیا کہ پھر ہوش میں نہ آیا۔

❁❁❁❁

سے بہت محبت و پیار کرتا کیونکہ وہ اس کا نواسہ تھا، مگر جب شراب کا نشہ اُتر جاتا یعنی ہوش میں آتا تو اس کو ولی عہدی سے الگ کر دیتا، مولراج بڑا ہوشیار تھا، مدمعاشوں اور غنڈوں کا مجمع اس کے ساتھ رہتا تھا اور چونکہ راجہ اس کو کافی روپیہ مصارف کے واسطے نہیں دیتا تھا، وہ چوروں کے ایک گروہ کو ہمراہ لے کر ادھر اُدھر سے لوٹ مار کرتا تھا۔

مولراج اپنے نانا سامت سنگھ کی غیر مستقل مزاجی سے خائف ہو گیا کہ شاید وہ کسی دن اس کو ولی عہدی سے معزول کر کے نکال دے، وہ بد اندیش جفا کار ساتھیوں سے مشورہ کر کے اور ان کو بڑے بڑے عہدوں اور انعامات کا وعدہ کر کے ایک دن محلات شاہی کے بالا خانوں پر جہاں سامت سنگھ محوِ عیش و عشرت تھا چڑھ گیا، راجہ شراب کے نشہ میں سرشار تھا۔ مولراج کو دیکھ کر اُٹھا اور معانقے کے لئے ہاتھ بڑھائے، مولراج نے معانقہ ہی میں اس کی گردن توڑ دی اور تخت و تاج کا مالک ہو گیا، اب سلطنت خاندان چھاوڑی سے خاندان سولنگی میں منتقل ہوئی، سامت سنگھ نے 935ء سے 942ء تک 7 سال شراب نوشی میں عمر بسر کی اور شراب نے اس کو ایسا مدہوش کیا کہ پھر ہوش میں نہ آیا۔

❁❁❁❁

اولاد سے تھا، بیاہ دی تھی، وہ وضع حمل کے وقت (در دزہ کی وجہ سے) مر گئی، (حکماء نے) اس کا پیٹ چاک کر کے لڑکا نکالا، چاند اس وقت سولھویں منزل میں تھا، جس کو اہل ہند مول کہتے ہیں، اسی وجہ سے لڑکے کا نام مولراج رکھا گیا، راجہ سامت سنگھ نے (اس لڑکے کو) متبنیٰ کیا اور اس کی تربیت کرنے لگا۔ جب وہ بڑا ہوا بدمعاشوں کی صحبت کے اثر سے بُرے کام کرنے لگا، راجہ (شراب خوار تھا) مستی کی حالت میں اس کو ولی عہد مقرر کرتا اور جب ہوش آتا۔ تو اس کے ولی عہد ہونے سے انکار کرتا، راجہ کی اس بدعہدی نے مولراج بدبخت کو زیادہ پریشان خاطر کر دیا، یہاں تک کہ اس نالائق نے اپنے محسن کو قتل کر دیا اور خود بادشاہ ہو گیا۔

مولراج

مولراج اپنے نانا سامت سنگھ کو قتل کر کے 942ء میں سریر آرائے سلطنت ہوا، صوبۂ گجرات کے سولنگی خاندان کا یہ پہلا راجہ ہے، جو سولنگی خاندان کی وسیع سلطنت کا بانی ہوا، بعض ہندی تاریخوں اور مرأت احمدی میں مولراج کی پیدائش کا قصہ کچھ زیادہ وضاحت سے درج ہے، مولراج نہ صرف عجیب الخلقت بلکہ عجیب الخصلت تھا، جب اس کی ماں کو جوسری ڈنڈک کی رانی تھی اور دردِ زہ شروع ہوا، تو حکمائے دیار اور ہوشیار دائیوں نے ہر قسم کی تدبیر کی، مگر فائدہ نہ ہوا، حکمائے نامدار میں سے بعض علم جراحی میں یدطولیٰ اور مہارت تامہ رکھتے تھے، انہوں نے رانی کی نزع کی حالت میں پیٹ چاک کر کے لڑکا نکالا اور کوشش کی کہ رانی زندہ رہ سکے[1]۔ مگر وہ اس تکلیف سے جانبر نہ ہو سکی، راجہ سری ڈنڈک نے اس بچہ کو منحوس خیال کیا۔ مگر ستارہ شناسوں نے جوزائچہ مرتب کیا۔ اس سے یہ نتیجہ نکالا کہ یہ لڑکا سعید، اقبال مند، بہادر اور ایک سلطنت کا بانی ہو گا اور اس کی پشت

---

[1] ابو الفضل اور ہندی تاریخوں میں یہ فرق ہے۔ ابو الفضل لکھتا ہے کہ رانی کے مرنے کے بعد لڑکا نکالا گیا اور ہندی میں لکھا ہے کہ رانی کی زندگی میں لڑکا نکالا گیا۔ (مولف)

اولاد سے تھا، بیاہ دی تھی، وہ وضع حمل کے وقت (درد زہ کی وجہ سے) مرگئی، (حکماء نے) اس کا پیٹ چاک کر کے لڑکا نکالا، چاند اس وقت سولہویں منزل میں تھا، جس کو اہل ہند مول کہتے ہیں، اسی وجہ سے لڑکے کا نام مولراج رکھا گیا، راجہ سامت سنگھ نے (اس لڑکے کو) متبنٰی کیا اور اس کی تربیت کرنے لگا۔ جب وہ بڑا ہوا بدمعاشوں کی صحبت کے اثر سے بُرے کام کرنے لگا، راجہ (شراب خوار تھا) مستی کی حالت میں اس کو ولی عہد مقرر کرتا اور جب ہوش آتا۔ تو اس کے ولی عہد ہونے سے انکار کرتا، راجہ کی اس بدعہدی نے مولراج بدبخت کو زیادہ پریشان خاطر کر دیا، یہاں تک کہ اس نالائق نے اپنے محسن کو قتل کر دیا اور خود بادشاہ ہو گیا۔

مولراج

مولراج اپنے نانا سامت سنگھ کو قتل کر کے 942ء میں سریر آرائے سلطنت ہوا، صوبۂ گجرات کے سولنگی خاندان کا یہ پہلا راجہ ہے، جو سولنگی خاندان کی وسیع سلطنت کا بانی ہوا، بعض ہندی تاریخوں اور مرأت احمدی میں مولراج کی پیدائش کا قصہ کچھ زیادہ وضاحت سے درج ہے، مولراج نہ صرف عجیب الخلقت بلکہ عجیب الخصلت تھا، جب اس کی ماں کو جو سری ڈنڈک کی رانی تھی اور درِد زہ شروع ہوا، تو حکمائے دیار اور ہوشیار دائیوں نے ہر قسم کی تدبیر کی، مگر فائدہ نہ ہوا، حکمائے نامدار میں سے بعض علم جراحی میں یدطولیٰ اور مہارت تامہ رکھتے تھے، انہوں نے رانی کی نزع کی حالت میں پیٹ چاک کر کے لڑکا نکالا اور کوشش کی کہ رانی زندہ رہ سکے[1]۔ مگر وہ اس تکلیف سے جانبر نہ ہو سکی، راجہ سری ڈنڈک نے اس بچہ کو منحوس خیال کیا۔ مگر ستارہ شناسوں نے جوزائچہ مرتب کیا۔ اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ یہ لڑکا سعید، اقبال مند، بہادر اور ایک سلطنت کا بانی ہوگا اور اس کی پشت

---

[1] ابوالفضل اور ہندی تاریخوں میں یہ فرق ہے۔ ابوالفضل لکھتا ہے کہ رانی کے مرنے کے بعد لڑکا نکالا گیا اور ہندی میں لکھا ہے کہ رانی کی زندگی میں لڑکا نکالا گیا۔ (مولف)

اصلاح کی اور نہایت کامیابی و اولوالعزمی سے امور سلطنت کو انجام دیا۔
مولراج چونکہ محسن کش تھا یعنی اس نے سامت سنگھ کو ناحق قتل کیا تھا اور سلطنت کے قواعد کے رو سے راجہ نہیں ہوسکتا تھا۔ ہمسایہ سلطنتیں اس واقعہ جانگداز سے سخت طیش وغصہ میں آئیں، راجہ اجمیر اور بارپ نے جو دکن کے راجہ کا جنرل تھا۔ مولراج پر نہایت انتظام سے ایک متفقہ حملہ کیا۔ انہوں نے پورا تہیہ کرلیا تھا کہ یا تو وہ مولراج کو اس بدطینتی کی سزا دیں گے یا اپنی جانیں بے گناہ سامت سنگھ کے نام پر نثار کر دیں گے، پہلے تو مولراج قلعہ کنٹ کوٹ میں جو مستحکم قلعہ تھا، اس خیال سے چلا گیا کہ بارش کے موسم میں راجہ اجمیر خود چلا جائے گا، مگر راجہ اجمیر مع اپنے لاؤ لشکر کے اسی جگہ خیمہ زن رہا، مولراج سیاسی امور میں ذہن رسا رکھتا اور حد سے زیادہ دور اندیش تھا۔ اس نے دیکھا کہ دو دشمنوں کے متفقہ حملہ کا مقابلہ کرنا ناممکن ہے، اس لئے الگ الگ مختلف اوقات میں ان کا مقابلہ کرنا چاہیے، اس مشکل کے حل کرنے میں وہ سیاسی چال چلا کہ راجہ اجمیر کو بہت کچھ پیشکش وتحائف دے کر معاہدہ کرلیا کہ وہ راجہ کا باجگذار اور وفادار رہے گا۔ جب ایک طرف سے اس کو اطمینان ہو گیا، تو پوری طاقت سے راجہ بارپ کا مقابلہ کیا۔ اگر چہ راجہ بارپ کا لشکر بیشمار و طاقتور تھا۔ مگر مولراج نے جنگی قابلیت سے اس کی فوج کو محصور کرلیا کچھ حصہ لشکر کا تہ تیغ ہوا اور باقی بھاگ نکلے، جب مولراج اس طرف سے ایمن ہو گیا، تو سورٹھ پر لشکر کشی کی اور ایک قیامت برپا کر دی۔ ہر سال تمام راجے اپنے اپنے سفیر بھیج کر گراں قیمت تحفے پیش کرتے تھے، مگر ایک دفعہ لاٹ کے راجہ دوار کا نے جو دریا سے اور نربدا کے دوآبہ پر حکمران تھا۔ تمسخر سے ایک پست قامت، بدصورت ہاتھی دربار میں بھیجا، جس سے موت کا شگون لیا جاتا ہے، اس گستاخی اور تحقیر کی بنا پر مولراج نے اپنے فرزند چامور کی سرکردگی میں ایک لشکر جرار بھیجا، چامور نے نہایت بہادری سے اس دوآبہ کو چند دنوں میں فتح کرلیا اور راجۂ دوار کا کو قتل کیا۔ مولراج اپنے فرزند کی فتح سے بہت خوش ہوا۔

اصلاح کی اور نہایت کامیابی و اولوالعزمی سے امور سلطنت کو انجام دیا۔
مولراج چونکہ محسن کش تھا یعنی اس نے سامت سنگھ کو ناحق قتل کیا تھا اور سلطنت کے قواعد کے رو سے راجہ نہیں ہوسکتا تھا۔ ہمسایہ سلطنتیں اس واقعہ جانگداز سے سخت طیش و غصہ میں آ گئیں، راجہ اجمیر اور بارپ نے جو دکن کے راجہ کا جرنل تھا۔ مولراج پر نہایت انتظام سے ایک متفقہ حملہ کیا۔ انہوں نے پورا تہیہ کرلیا تھا کہ یا تو وہ مولراج کو اس بدطینتی کی سزا دیں گے یا اپنی جانیں بے گناہ سامت سنگھ کے نام پر نثار کردیں گے، پہلے تو مولراج قلعہ کنت کوٹ میں جو مستحکم قلعہ تھا، اس خیال سے چلا گیا کہ بارش کے موسم میں راجہ اجمیر خود چلا جائے گا، مگر راجہ اجمیر مع اپنے لاؤ لشکر کے اسی جگہ خیمہ زن رہا، مولراج سیاسی امور میں ذہن رسا رکھتا اور حد سے زیادہ دور اندیش تھا۔ اس نے دیکھا کہ دو دشمنوں کے متفقہ حملہ کا مقابلہ کرنا ناممکن ہے، اس لئے الگ الگ مختلف اوقات میں ان کا مقابلہ کرنا چاہیے، اس مشکل کے حل کرنے میں وہ سیاسی چال چلا کہ راجہ اجمیر کو بہت کچھ پیشکش و تحائف دے کر معاہدہ کرلیا کہ وہ راجہ کا باجگذار اور وفادار رہے گا۔ جب ایک طرف سے اس کو اطمینان ہوگیا، تو پوری طاقت سے راجہ بارپ کا مقابلہ کیا۔ اگرچہ راجہ بارپ کا لشکر بیشمار و طاقتور تھا۔ مگر مولراج نے جنگی قابلیت سے اس کی فوج کو محصور کرلیا کچھ حصہ لشکر کا تہ تیغ ہوا اور باقی بھاگ نکلے، جب مولراج اس طرف سے ایمن ہوگیا، تو سورٹھ پر لشکر کشی کی اور ایک قیامت برپا کردی۔ ہر سال تمام راجے اپنے اپنے سفیر بھیج کر گراں قیمت تحفے پیش کرتے تھے، مگر ایک دفعہ لاٹ کے راجہ دوار کا نے جو دریا سے اور نربدا کے دوآبہ پر حکمران تھا۔ تمسخر سے ایک پست قامت، بدصورت ہاتھی دربار میں بھیجا، جس سے موت کا شگون لیا جاتا ہے، اس گستاخی اور تحقیر کی بنا پر مولراج نے اپنے فرزند چامور کی سرکردگی میں ایک لشکر جرار بھیجا، چامور نے نہایت بہادری سے اس دوآبہ کو چند دنوں میں فتح کرلیا اور راجۂ دوار کا کو قتل کیا۔ مولراج اپنے فرزند کی فتح سے بہت خوش ہوا۔

اس کا ضمیر ہمیشہ ملامت کرتا تھا اس کے دماغ پر اس کا ایسا اثر پہنچا کہ وہ پنڈتوں اور پجاریوں سے اس گناہ کے کفارہ کی بابت سوال کرتا تھا کہ وہ کیا نیک کام کرے، جس سے وہ اس گناہ کی سزا سے مخلصی پائے اور آئندہ وہ آواگون کے سلسلہ میں کسی بری جون میں نہ پیدا ہو، برہمنوں نے اس کو تلقین کی کہ اس گناہ کا کفارہ یہ ہے کہ وہ اپنا تمام مال وخزانہ محتاجوں اور مسکینوں اور مندر کے بھکشوں کے نذر کر دے چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا کئی شوالے تعمیر کرائے اور برہمنوں کو بڑی بڑی جاگیریں عطا کیں، مگر پھر اس کا دل مطمئن نہ ہوا۔ فطرت ہمیشہ انسان کو اس کے گناہوں پر لعنت ملامت کرتی رہتی ہے۔ وہ اس خوف وفکر سے خدا جانے اس کا انجام کیا ہوگا۔ تخت وتاج، مال و دولت سب چھوڑ چھاڑ کر 997ء میں تارک الدنیا ہو گیا اور مرگ چھالا بچھا کر گوشۂ عافیت میں جا بیٹھا اور بالآخر عذابِ الٰہی کے خوف سے ایک پتھر پر سر رکھ کر لیٹ گیا اور کھانا پینا چھوڑ کر چند دن کے بعد مر گیا۔

•

چون آہنگ رفتن کند جانِ پاک
چہ برتخت مروں چہ بر روئے خاک

راجہ چاموڑ یا چامند

ابوالفضل نے اس کا نام چامنڈ لکھا ہے۔

یہ اپنے والد مولراج کے تارک الدنیا ہونے پر 997ء میں تخت آرائے سلطنت ہوا۔ یہ طبعاً عابد و زاہد تھا اور خدا داد ذہن رسا اور فہم وذکاء رکھتا تھا، باپ کے وقت ہی سے مہمات ملکی سرانجام دیتا تھا اور اس نے کئی بڑے بڑے معرکے جیتے تھے۔

تاریخ احمدی میں درج ہے کہ محمود غزنوی جب سومنات کے مندر کو تہ و بالا کرنے کے لئے گیا تھا۔ تو راستہ میں چاموڑ نے مقابلہ لیا، مگر تاب مقاومت نہ

اس کا ضمیر ہمیشہ ملامت کرتا تھا اس کے دماغ پر اس کا ایسا اثر پہنچا کہ وہ پنڈتوں اور پجاریوں سے اس گناہ کے کفارہ کی بابت سوال کرتا تھا کہ وہ کیا نیک کام کرے، جس سے وہ اس گناہ کی سزا سے مخلصی پائے اور آئندہ وہ آواگون کے سلسلہ میں کسی بری جون میں نہ پیدا ہو، برہمنوں نے اس کو تلقین کی کہ اس گناہ کا کفارہ یہ ہے کہ وہ اپنا تمام مال وخزانہ محتاجوں اور مسکینوں اور مندر کے بھکشوں کے نذر کر دے چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا کئی شوالے تعمیر کرائے اور برہمنوں کو بڑی بڑی جاگیریں عطا کیں، مگر پھر اس کا دل مطمئن نہ ہوا۔ قدرت ہمیشہ انسان کو اس کے گناہوں پر لعنت ملامت کرتی رہتی ہے۔ وہ اس خوف وفکر سے خدا جانے اس کا انجام کیا ہوگا۔ تخت وتاج، مال و دولت سب چھوڑ چھاڑ کر 997ء میں تارک الدنیا ہو گیا اور مرگ چھالا بچھا کر گوشۂ عافیت میں جا بیٹھا اور بالآخر عذابِ الٰہی کے خوف سے ایک پتھر پر سر رکھ کر لیٹ گیا اور کھانا پینا چھوڑ کر چند دن کے بعد مر گیا۔

چون آہنگ رفتن کند جانِ پاک
چہ برتخت مردن چہ بر روئے خاک

راجہ چاموڑ یا چامند

ابوالفضل نے اس کا نام چامنڈ لکھا ہے۔

یہ اپنے والد مولراج کے تارک الدنیا ہونے پر 997ء میں تخت آرائے سلطنت ہوا۔ یہ طبعاً عابد وزاہد تھا اور خداداد ذہن رسا اور فہم وذکاء رکھتا تھا، باپ کے وقت ہی سے مہمات ملکی سرانجام دیتا تھا اور اس نے کئی بڑے بڑے معرکے جیتے تھے۔

تاریخ احمدی میں درج ہے کہ محمود غزنوی جب سومنات کے مندر کو تہ و بالا کرنے کے لئے گیا تھا۔ تو راستہ میں چاموڑ نے مقابلہ لیا، مگر تاب مقاومت نہ

کی تکلیف دے گا اور ممکن ہے کہ وہ ملک پر قابض ہو جائے۔ اس کا انتظام فرماتے جائیں، سلطان محمود راجہ کی خواہش کے بموجب اس رائے زادہ کو قید کر کے بطور یرغمال اپنے ہمراہ غزنی لے گیا، کچھ مدت کے بعد راجہ کو اندیشہ پیدا ہوا کہ کہیں بادشاہ مجھ پر نہ ناراض ہو جائے اور میری جگہ اس رائے زادہ کو ملک سپرد کردے یا کوئی اور مصلحت تھی۔ اس لئے اس نے اس خوف اور دور اندیشی سے محمود غزنی کی خدمت میں مراسلہ لکھا کہ رائے زادہ کو واپس بھیج دیں، چنانچہ بادشاہ نے اس کو واپس بھیج دیا، جب اس رائے زادہ کی نسبت راجہ کو اطلاع پہنچی کہ وہ آرہا ہے۔ تو اس خیال سے کہ یہاں کمینے لوگ اس سے ساز باز کر کے میرے مخالف نہ ہو جائیں، قبل اس کے کہ وہ دارالحکومت میں حاضر ہو، راجہ شکار کا بہانہ کر کے ایک منزل آگے اس کو لینے کے لئے چلا گیا۔[1] مگر رائے زادہ ابھی منزل پر نہ پہنچا تھا۔ اس لئے راجہ شکار میں مصروف ہو گیا چونکہ دیر تک شکار کھیلتا رہا تھا، بہت تھک گیا اور ایک درخت کے سایہ میں کچھ دیر کے لئے سو گیا، اس کے منہ پر سرخ رومال تھا، ایک شکاری پرندے نے رومال کو گوشت کا ٹکڑا سمجھ کر اس پر پنجہ مارا جس سے اس کی آنکھیں زخمی ہو گئیں اور اس کی بینائی جاتی رہی اس زمانہ کے قانون کی رو سے اندھا، بہرا راجہ سلطنت سے معزول کیا جاتا تھا۔ نمک حرام سپاہ سالاروں نے اس راجہ کو معزول کر کے رائے زادہ کو جو منزل پر پہنچ گیا تھا، اس خیال سے کہ وہ قدیم راجاؤں کی نسل سے ہے، شاہی لباس پہنا کر تخت پر بٹھایا اور اپنا مربی بنایا۔

(مؤلف) یہ قصہ تو فضول ہے، مگر عبرت خیز ضرور ہے۔ ممکن ہے کہ ایسا ہوا ہو۔

---

[1] بعض گجرات کی ہندی تاریخوں میں لکھا ہے کہ جب کوئی فاتح تخت نشین راجہ کسی معزول یا مغلوب راجے کو سزا دیتا تو اس کا یہ طریقہ تھا کہ تخت نشین راجہ اس راجے کے سر پر چلمچی اور آفتابہ رکھ کر اپنے آگے آگے چلاتا تھا، تا کہ لوگوں کو معلوم ہو کہ مغلوب راجہ، فتحیاب راجہ کا ہر طرح سے مطیع ہو گیا ہے اور مغلوب راجے کو اس کے بعد مقابلہ کا حوصلہ نہ رہے، راجہ اس لئے ایک منزل آگے چلا گیا تھا۔ جب رائے زادہ اس مقام پر پہنچے تو اس کو ذلت کے ساتھ اپنے شہر میں لائے۔

کی تکلیف دے گا اور ممکن ہے کہ وہ ملک پر قابض ہو جائے۔ اس کا انتظام فرماتے جائیں، سلطان محمود راجہ کی خواہش کے بموجب اس رائے زادہ کو قید کر کے بطور یرغمال اپنے ہمراہ غزنی لے گیا، کچھ مدت کے بعد راجہ کو اندیشہ پیدا ہوا کہ کہیں بادشاہ مجھ پر نہ ناراض ہو جائے اور میری جگہ اس رائے زادہ کو ملک سپرد کر دے یا کوئی اور مصلحت تھی۔ اس لئے اس نے اس خوف اور دور اندیشی سے محمود غزنی کی خدمت میں مراسلہ لکھا کہ رائے زادہ کو واپس بھیج دیں، چنانچہ بادشاہ نے اس کو واپس بھیج دیا، جب اس رائے زادہ کی نسبت راجہ کو اطلاع پہنچی کہ وہ آرہا ہے۔ تو اس خیال سے کہ یہاں کمینے لوگ اس سے ساز باز کر کے میرے مخالف نہ ہو جائیں، قبل اس کے کہ وہ دارالحکومت میں حاضر ہو، راجہ شکار کا بہانہ کر کے ایک منزل آگے اس کو لینے کے لئے چلا گیا۔[1] مگر رائے زادہ ابھی منزل پر نہ پہنچا تھا۔ اس لئے راجہ شکار میں مصروف ہو گیا چونکہ دیر تک شکار کھیلتا رہا تھا، بہت تھک گیا اور ایک درخت کے سایہ میں کچھ دیر کے لئے سو گیا، اس کے منہ پر سرخ رومال تھا، ایک شکاری پرندے نے رومال کو گوشت کا ٹکڑا سمجھ کر اس پر پنجہ مارا جس سے اس کی آنکھیں زخمی ہو گئیں اور اس کی بینائی جاتی رہی اس زمانہ کے قانون کی رو سے اندھا، بہرا راجہ سلطنت سے معزول کیا جاتا تھا۔ نمک حرام سپاہ سالاروں نے اس راجہ کو معزول کر کے رائے زادہ کو جو منزل پر پہنچ گیا تھا، اس خیال سے کہ وہ قدیم راجاؤں کی نسل سے ہے، شاہی لباس پہنا کر تخت پر بٹھایا اور اپنا مربی بنایا۔

(مؤلف) یہ قصہ تو فضول ہے، مگر عبرت خیز ضرور ہے۔ ممکن ہے کہ ایسا ہوا ہو۔

---

[1] بعض گجرات کی ہندی تاریخوں میں لکھا ہے کہ جب کوئی فاتح تخت نشین راجہ کسی معزول یا مغلوب راجے کو سزا دیتا تو اس کا یہ طریقہ تھا کہ تخت نشین راجہ اس راجے کے سر پر چلمچی اور آفتابہ رکھ کر اپنے آگے آگے چلاتا تھا، تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ مغلوب راجہ، فتحیاب راجہ کا ہر طرح سے مطیع ہو گیا ہے اور مغلوب راجے کو اس کے بعد مقابلہ کا حوصلہ نہ رہے، راجہ اس لئے ایک منزل آگے چلا گیا تھا۔ جب رائے زادہ اس مقام پر پہنچے تو اس کو ذلت کے ساتھ اپنے شہر میں لائے۔

دو تین دن کے اندر اس حسرت کو لے کر کہ راجہ مالوہ سے انتقام نہ لے سکا، مر گیا۔

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

سپہ سالار مع فوج دل شکستہ و حواس باختہ بے نیل مرام واپس آیا۔

دلب سین نے صرف 6 ماہ سلطنت کی۔ اس نے اپنے ملک میں جابجا تالاب اور شوالے تعمیر کرائے۔

دلب سین یا درلب

دلب سین اپنے بھائی دلب سین کے مرنے پر اپنے والد چاموڑ کی اجازت سے جو تارک الدنیا ہو گیا تھا، 1011ء میں فرمانروا ہوا یہ بڑا منتظم تھا، تھوڑے عرصہ میں ملک کا انتظام جیسا کہ چاہیے تھا کیا بہادر، وعدہ کا پکا، فیاض، ہمدرد رعایا تھا۔ اور اپنے اور اپنے باپ کے دشمنوں کا سر ایسا کچلا کہ وہ کبھی مقابلہ کی ہمت نہ کر سکے۔ جینی مذہب کا ایک پیشوا، اس کا رفیق اور بہت بڑا عالم و سیاست دان تھا، جو اس کو ملکی معاملات میں مشورے دیتا تھا اور وہ مشورے ہمیشہ صحیح و کامیاب ہوتے تھے، اس کی صحبت سے اس کے دل پر جینی مذہب کا یہ اثر ہوا کہ یہ کسی جانور کو ایذا نہیں دیتا تھا، غالباً یہ جینی مت کا مقلد ہو گیا تھا مگر اپنے آبائی مذہب کی بہت تعظیم کرتا تھا، اس نے بہت علاقے فتح کئے، اپنے باپ کی تحقیر کا انتقام اور بھائی کے حرمان کا داغ مٹانے کے لئے اس نے اپنا فرض سمجھا کہ وہ راجۂ مالوہ سے برسرپیکار ہو، چنانچہ مور و ملخ سا لشکر لے کر مالوہ پر چڑھائی کی اور نہایت جوش سے حملہ آور ہوا۔ اس کا ایک ایک سپاہی راجہ مالوہ کے خون کا پیاسا تھا، جان توڑ کر لڑے اور راجۂ مالوہ گرفتار کیا گیا۔ اس نے معافی مانگی چونکہ اس کے باپ کی بھی یہ وصیت تھی کہ راجہ مالوہ کو نقصان نہ پہنچانا، بلکہ صرف تنبیہ کرنا، وہ بھی اس لئے کہ اس نے ایک بادشاہ کی نہیں بلکہ ایک جاتری (زائر) کی

دو تین دن کے اندر اس حسرت کو لے کر کہ راجہ مالوہ سے انتقام نہ لے سکا، مر گیا۔

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

سپہ سالار مع فوج دل شکستہ وحواس باختہ بے نیل مرام واپس آیا۔

ولب سین نے صرف 6 ماہ سلطنت کی۔ اس نے اپنے ملک میں جابجا تالاب اور شوالے تعمیر کرائے۔

دلب سین یا درلب

دلب سین اپنے بھائی دلب سین کے مرنے پر اپنے والد چاموڑ کی اجازت سے جو تارک الدنیا ہو گیا تھا، 1011ء میں فرمانروا ہوا یہ بڑا منتظم تھا، تھوڑے عرصہ میں ملک کا انتظام جیسا کہ چاہیے تھا کیا بہادر، وعدہ کا پکا، فیاض، ہمدرد رعایا تھا۔ اور اپنے اور اپنے باپ کے دشمنوں کا سر ایسا کچلا کہ وہ کبھی مقابلہ کی ہمت نہ کر سکے۔ جینی مذہب کا ایک پیشوا، اس کا رفیق اور بہت بڑا عالم و سیاست دان تھا، جو اس کو ملکی معاملات میں مشورے دیتا تھا اور وہ مشورے ہمیشہ صحیح وکامیاب ہوتے تھے، اس کی صحبت سے اس کے دل پر جینی مذہب کا یہ اثر ہوا کہ یہ کسی جانور کو ایذا نہیں دیتا تھا، غالباً یہ جینی مت کا مقلد ہو گیا تھا مگر اپنے آبائی مذہب کی بہت تعظیم کرتا تھا، اس نے بہت علاقے فتح کئے، اپنے باپ کی تحقیر کا انتقام اور بھائی کے حرمان کا داغ مٹانے کے لئے اس نے اپنا فرض سمجھا کہ وہ راجۂ مالوہ سے برسرپیکار ہو، چنانچہ موروملخ سا لشکر لے کر مالوہ پر چڑھائی کی اور نہایت جوش سے حملہ آور ہوا۔ اس کا ایک ایک سپاہی راجہ مالوہ کے خون کا پیاسا تھا، جان توڑ کر لڑے اور راجۂ مالوہ گرفتار کیا گیا۔ اس نے معافی مانگی چونکہ اس کے باپ کی بھی یہ وصیت تھی کہ راجہ مالوہ کو نقصان نہ پہنچانا، بلکہ صرف تنبیہہ کرنا، وہ بھی اس لئے کہ اس نے ایک بادشاہ کی نہیں بلکہ ایک جاتری (زائر) کی

چنانچہ اس مشورہ کے مطابق درلب نے اپنا تخت وتاج 1022ء میں اپنے برادر زادہ بھیم دیو کو حوالہ کیا اور اپنے بھائی ناگراج کے ساتھ سادھوون کا لباس پہنے ہوئے معلوم نہیں کدھر چلا گیا اور کس گوشۂ عافیت میں بیٹھ کر زندگی کے دن بسر کئے۔

پرہیزگار راجاؤں میں یہ قدیم رسم ہے کہ اخیر عمر میں تخت سے الگ ہو جاتے تھے اور کسی نامعلوم مندر میں بقیہ زندگی گزارتے تھے اور اپنا نام بھی کچھ اور رکھ لیتے تھے، اس علیحدگی کو شاہی موت کہتے تھے، ان کو بادشاہ اور بادشاہت سے کوئی تعلق نہیں رہتا تھا بلکہ ایسا سمجھا جاتا تھا کہ یہ کسی کے باپ ہیں نہ کوئی ان کا بیٹا ہے درلب نہایت خوبصورت سروقامت، بلند بالا تھا، اس نے 1011ء سے 1022ء تک گیارہ برس کامیابی کے ساتھ حکومت کی۔

بھیم دیو اول

بھیم دیو خاندان سولنگی میں ایک ممتاز راجہ وسیع مملکت کا مالک جنگجویانہ طبیعت رکھتا تھا۔ اس کے اسلحہ خانوں میں ہتھیاروں کا بڑا ذخیرہ تھا، ایک ایک قسم کے ہزاروں ہتھیار جمع تھے، نئے نئے ہتھیاروں کی ایجاد اور قدیم ہتھیاروں میں اصلاح کرتا رہتا تھا۔ ہر وقت لشکر کی افزائش وترتیب میں مصروف رہتا تھا، جنگ اس کے لئے ایک قسم کی تفریح تھی، اکثر وزراء سے جنگ کا مشورہ کرتا، سپاہیوں کے ساتھ مشقی لڑائی میں خود شامل ہوتا اور سپہ سالاروں کو فنون حرب کی تعلیم دیتا تھا، جب کبھی اس کو کسی راجہ کی بغاوت کی خبر پہنچتی تو اچھل پڑتا، گویا اس کے ہاتھ شکار آ گیا۔ یہ ایسا قدر انداز تھا کہ اس کے لشکر کا کوئی سپاہی یا افسر اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا تھا، جنگ کی آگ میں کود پڑتا تھا، کوئی ایسی جنگ نہیں تھی جس میں خود شامل نہ ہوا ہو۔ اگر کسی ملک پر اپنے کسی سپہ سالار کو حملہ کے لئے بھیجتا تو گو وہ معمولی مہم ہوتی تاہم جب تک خود اس میں حصہ نہ لیتا۔ اس کو اطمینان نہ ہوتا، ذرا

چنانچہ اس مشورہ کے مطابق درلب نے اپنا تخت وتاج 1022ء میں اپنے برادر زادہ بھیم دیو کو حوالہ کیا اور اپنے بھائی ناگراج کے ساتھ سادھوون کا لباس پہنے ہوئے معلوم نہیں کدھر چلا گیا اور کس گوشۂ عافیت میں بیٹھ کر زندگی کے دن بسر کئے۔

پرہیز گار راجاؤں میں یہ قدیم رسم ہے کہ اخیر عمر میں تخت سے الگ ہو جاتے تھے اور کسی نامعلوم مندر میں بقیہ زندگی گزارتے تھے اور اپنا نام بھی کچھ اور رکھ لیتے تھے، اس علیحدگی کو شاہی موت کہتے تھے، ان کو بادشاہ اور بادشاہت سے کوئی تعلق نہیں رہتا تھا بلکہ ایسا سمجھا جاتا تھا کہ یہ کسی کے باپ ہیں نہ کوئی ان کا بیٹا ہے درلب نہایت خوبصورت سروقامت، بلند بالا تھا، اس نے 1011ء سے 1022ء تک گیارہ برس کامیابی کے ساتھ حکومت کی۔

بھیم دیو اول

بھیم دیو خاندان سولنگی میں ایک ممتاز راجہ وسیع مملکت کا مالک جنگجویانہ طبیعت رکھتا تھا۔ اس کے اسلحہ خانوں میں ہتھیاروں کا بڑا ذخیرہ تھا، ایک ایک قسم کے ہزاروں ہتھیار جمع تھے، نئے نئے ہتھیاروں کی ایجاد اور قدیم ہتھیاروں میں اصلاح کرتا رہتا تھا۔ ہر وقت لشکر کی افزائش وترتیب میں مصروف رہتا تھا، جنگ اس کے لئے ایک قسم کی تفریح تھی، اکثر وزراء سے جنگ کا مشورہ کرتا، سپاہیوں کے ساتھ مشقی لڑائی میں خود شامل ہوتا اور سپہ سالاروں کو فنون حرب کی تعلیم دیتا تھا، جب کبھی اس کو کسی راجہ کی بغاوت کی خبر پہنچتی تو اچھل پڑتا، گویا اس کے ہاتھ شکار آ گیا۔ یہ ایسا قدر انداز تھا کہ اس کے لشکر کا کوئی سپاہی یا افسر اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا، جنگ کی آگ میں کود پڑتا تھا، کوئی ایسی جنگ نہیں تھی جس میں خود شامل نہ ہوا ہو۔ اگر کسی ملک پر اپنے کسی سپہ سالار کو حملہ کے لئے بھیجتا تو گو وہ معمولی مہم ہوتی تاہم جب تک خود اس میں حصہ نہ لیتا۔ اس کو اطمینان نہ ہوتا، ذرا

جس کو بھیم دیو نے نہایت مردانگی سے روکا۔ اس کا انتقام لینے کے لئے اس نے راجہ بنارس کرن کی اعانت سے راجہ بھوج والی مالوہ پر حملہ کیا۔ راجہ بھوج نے بمصداق آہن باہن کوفتن اس حملہ کو نہایت بہادری سے روکا، لیکن بھیم دیو کب رُک سکتا تھا۔ اس کی طرف سے پے در پے حملوں کا سلسلہ جاری رہا۔ یہ بڑی سخت لڑائی تھی، دونوں طرف کے بہادر اپنی بہادری اور کثرت افواج کی بنا پر خیال کرتے تھے کہ یہ جنگ طویل ہوگی۔ اس لئے ہر ایک پورے سازوسامان کے ساتھ میدان کارزار میں آیا۔ دونوں راجے اپنی اپنی سپاہ کی کمان کرتے اور خود جنگ میں شامل ہوتے تھے۔ ہنوز ہنگامۂ کارزار گرم تھا کہ پیغام اجل آ پہنچا اور راجہ قنوج دنیا کے مخمصوں سے نجات پا کر عالم جاودانی کو رحلت کر گیا۔ اس طرح یہ جنگ قدرتی طور پر ختم ہوگئی، راجہ کرن والی بنارس جو بھیم دیو کا حلیف تھا، جس قدر خزانہ، سامان ہتھیار، گھوڑے، اونٹ بزدگاہ میں اس کے ہاتھ آئے سب اپنے دارالحکومت کو لے گیا اور بھیم دیو خالی کا خالی رہ گیا۔ بھیم دیو نے جب اس سے مال غنیمت کا مطالبہ کیا۔ تو اس نے جواب دیا کہ مالوہ کی آمدنی علی الدوام آپ کی ہے اور یہ مال غنیمت میرا حق ہے بھیم دیو اس کے جواب پر بہت غصہ ہوا اور دل میں ٹھان لی کہ کسی موقع پر راجہ بنارس کو اس گستاخی کا جواب تلوار سے دے گا۔

راجہ پندر اور اندر کی اطاعت

راجہ بھیم دیو کی تخت نشینی پر راجہ پندر اور اندر جو اس خاندان کے ماتحت تھے، اطاعت سے منحرف ہو گئے۔ اس نے ان پر لشکر کشی کا ارادہ کیا، جب ان کو معلوم ہوا کہ اس کی طاقت بہت بڑھ گئی ہے اور ہم اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے تو انہوں نے اطاعت قبول کر لی اور خراج مقررہ ادا کر دیا اور وفاداری کا اقرار نامہ پیش کیا، ان دونوں مقتدر راجاؤں کی اطاعت سے راجہ بھیم دیو کی بہت کچھ طاقت

جس کو بھیم دیو نے نہایت مردانگی سے روکا۔ اس کا انتقام لینے کے لئے اس نے راجہ بنارس کرن کی اعانت سے راجہ بھوج والی مالوہ پر حملہ کیا۔ راجہ بھوج نے بمصداق آہن باہن کوفتن اس حملہ کو نہایت بہادری سے روکا، لیکن بھیم دیو کب رُک سکتا تھا۔ اس کی طرف سے پے در پے حملوں کا سلسلہ جاری رہا۔ یہ بڑی سخت لڑائی تھی، دونوں طرف کے بہادر اپنی بہادری اور کثرت افواج کی بنا پر خیال کرتے تھے کہ یہ جنگ طویل ہوگی۔ اس لئے ہر ایک پورے سازوسامان کے ساتھ میدان کارزار میں آیا۔ دونوں راجے اپنی اپنی سپاہ کی کمان کرتے اور خود جنگ میں شامل ہوتے تھے۔ ہنوز ہنگامۂ کارزار گرم تھا کہ پیغام اجل آ پہنچا اور راجہ قنوج دنیا کے مخمصوں سے نجات پا کر عالم جاودانی کو رحلت کر گیا۔ اس طرح یہ جنگ قدرتی طور پر ختم ہوگئی، راجہ کرن والی بنارس جو بھیم دیو کا حلیف تھا، جس قدر خزانہ، سامان ہتھیار، گھوڑے، اونٹ بزدگاہ میں اس کے ہاتھ آئے سب اپنے دارالحکومت کو لے گیا اور بھیم دیو خالی کا خالی رہ گیا۔ بھیم دیو نے جب اس سے مال غنیمت کا مطالبہ کیا۔ تو اس نے جواب دیا کہ مالوہ کی آمدنی علی الدوام آپ کی ہے اور یہ مال غنیمت میرا حق ہے بھیم دیو اس کے جواب پر بہت غصہ ہوا اور دل میں ٹھان لی کہ کسی موقع پر راجہ بنارس کو اس گستاخی کا جواب تلوار سے دے گا۔

راجہ پندر اور اندر کی اطاعت

راجہ بھیم دیو کی تخت نشینی پر راجہ پندر اور اندر جو اس خاندان کے ماتحت تھے، اطاعت سے منحرف ہو گئے۔ اس نے ان پر لشکر کشی کا ارادہ کیا، جب ان کو معلوم ہوا کہ اس کی طاقت بہت بڑھ گئی ہے اور ہم اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے تو انہوں نے اطاعت قبول کر لی اور خراج مقررہ ادا کر دیا اور وفاداری کا اقرار نامہ پیش کیا، ان دونوں مقتدر راجاؤں کی اطاعت سے راجہ بھیم دیو کی بہت کچھ طاقت

کے کنارے پتھروں اور درختوں سے مضبوط کر دیئے ہوں گے۔ ورنہ سندھ پر کسی حالت میں کسی اور قسم کا عارضی پل نہیں تعمیر ہو سکتا۔

ہموک کے وہم و گمان میں بھی یہ نہیں تھا کہ دریائے سندھ پر پل باندھ کر بھیم دیو اس پر حملہ کرے گا تاہم اس نے خوب مقابلہ کیا اور داد مردانگی دی۔ چونکہ راجہ بھیم دیو کی فوج طوالت جنگ اور سفر کے سبب سے بددل ہو گئی تھی۔ اس نے سرداروں کو بلا کر کہا کہ اب دو ہی صورتیں ہیں یا تو ہم یہاں کٹ جائیں اور دریائے سندھ میں غرق ہو جائیں، وطن کوسوں دور اور دشمن خونخوار ہے پائے رفتن و نہ جائے ماندن ہمت کرنی چاہیے اور اپنے باپ دادا کے نام پر دھبہ نہ لگانا چاہیے۔ سپہ سالاروں اور لشکر نے دیکھا کہ راجہ جو کچھ کہہ رہا ہے۔ وہ بالکل ٹھیک ہے کیونکہ اگر ہم بھاگے اور دشمن نے ہمارا تعاقب کیا تو دریائے سندھ کے کنارے پر تمام لشکر کو دشمن کاٹ دے گا۔ پل ٹوٹ چکا ہے، دریائے سندھ کو عبور کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔

دوسرے روز بھیم دیو اپنے لشکر کے آگے آگے گھوڑے پر سوار ہو کر فوج کو للکارتا ہوا ہموک کے لشکر پر آفت ناگہانی کی طرح دفعتہ آ پڑا، ہموک کا لشکر ایسا حواس باختہ ہوا کہ سب نے ہتھیار ڈال دیئے اور محصور ہو گئے، محصورین میں خود ہموک بھی شامل تھا۔ اس نے معافی مانگی اور سر انقیاد راجہ بھیم دیو کے آستان پر رکھ کر اس کی باجگذاری کا بار اپنے کاندھے پر اُٹھایا۔

راجہ بسیل دیو والی اجمیر سے جنگ

جب سلطان محمود غزنوی نے اجمیر پر حملہ کیا تھا، تو راجہ بسیل دیو نے اپنا سفیر بھیم راج کے دربار میں بھیجا کہ ہمارا قدیمی دشمن ہم پر حملہ آور ہوا ہے، ہمیں اپنے مذہب و ملت کی حمایت میں متفقہ طور پر اس کی مدافعت کرنی چاہیے ورنہ ہر راجہ کو وقتاً فوقتاً اس کے حملوں کا شکار ہونا پڑے گا، بہتر ہے کہ ہم مل کر ایسا انتظام

کے کنارے پتھروں اور درختوں سے مضبوط کر دیئے ہوں گے۔ ورنہ سندھ پر کسی حالت میں کسی اور قسم کا عارضی پل نہیں تعمیر ہو سکتا۔

ہموک کے وہم و گمان میں بھی یہ نہیں تھا کہ دریائے سندھ پر پل باندھ کر بھیم دیو اس پر حملہ کرے گا تاہم اس نے خوب مقابلہ کیا اور داد مردانگی دی۔ چونکہ راجہ بھیم دیو کی فوج طوالت جنگ اور سفر کے سبب سے بددل ہو گئی تھی۔ اس نے سرداروں کو بلا کر کہا کہ اب دو ہی صورتیں ہیں یا تو ہم یہاں کٹ جائیں اور دریائے سندھ میں غرق ہو جائیں، وطن کوسوں دور اور دشمن خونخوار ہے پائے رفتن و نہ جائے ماندن ہمت کرنی چاہیے اور اپنے باپ دادا کے نام پر دھبہ نہ لگانا چاہیے۔ سپہ سالاروں اور لشکر نے دیکھا کہ راجہ جو کچھ کہہ رہا ہے۔ وہ بالکل ٹھیک ہے کیونکہ اگر ہم بھاگے اور دشمن نے ہمارا تعاقب کیا تو دریائے سندھ کے کنارے پر تمام لشکر کو دشمن کاٹ دے گا۔ پل ٹوٹ چکا ہے، دریائے سندھ کو عبور کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔

دوسرے روز بھیم دیو اپنے لشکر کے آگے آگے گھوڑے پر سوار ہو کر فوج کو للکارتا ہوا ہموک کے لشکر پر آفت ناگہانی کی طرح دفعتہً آ پڑا، ہموک کا لشکر ایسا حواس باختہ ہوا کہ سب نے ہتھیار ڈال دیئے اور محصور ہو گئے، محصورین میں خود ہموک بھی شامل تھا۔ اس نے معافی مانگی اور سر انقیاد راجہ بھیم دیو کے آستان پر رکھ کر اس کی باجگذاری کا بار اپنے کاندھے پر اُٹھایا۔

راجہ بسیل دیو والی اجمیر سے جنگ

جب سلطان محمود غزنوی نے اجمیر پر حملہ کیا تھا، تو راجہ بسیل دیو نے اپنا سفیر بھیم راج کے دربار میں بھیجا کہ ہمارا قدیمی دشمن ہم پر حملہ آور ہوا ہے، ہمیں اپنے مذہب و ملت کی حمایت میں متفقہ طور پر اس کی مدافعت کرنی چاہیے ورنہ ہر راجہ کو وقتاً فوقتاً اس کے حملوں کا شکار ہونا پڑے گا، بہتر ہے کہ ہم مل کر ایسا انتظام

حالات سے آگاہ کروں۔ اس وقت تک جس قدر راجاؤں نے ہمارے راجہ کا مقابلہ کیا ہے، شکست کھائی ہے تائید آسمانی اس کی طرفدار ہے، اور فتح و نصرت کی دیوی جنگ و جدل میں اس کی رکاب تھامے ہوئی ساتھ ساتھ چلتی ہے، اس کی پیشانی سے جلالت وابہت کا نور درخشاں و تاباں ہے، اس کا مقابلہ تقدیر کا مقابلہ ہے۔

سفیر نے مالوہ، اندر، پندر، اجودھیا، کاشی وغیرہ کے راجاؤں کے حالات بالتفصیل بیان کیے کہ کس طرح انہوں نے راجہ بھیم دیو کے مقابلے میں زک اٹھائی اور باجگذار ہو گئے، راجہ کرن نے وزراء سے مشورہ کیا، سب نے یہی رائے دی کہ راجہ بھیم دیو کی اطاعت میں کوئی ذلت نہیں، جب کہ تمام گردونواح کے راجے اس کے منقادو مطیع ہو گئے ہیں، خدانخواستہ اگر دوسری صورت پیش آئے تو پھر سوائے معافی اور باجگذاری کے کوئی چارہ نہیں ہوگا۔ راجہ کرن نے پس وپیش کے حالات پر نگاہ کر کے بھیم دیو کی اطاعت قبول کی اور بہت کچھ تحائف وخزانہ نذر کیا اور امن واطمینان سے اپنی آبائی مسند پر حکمرانی کرتا رہا۔

اس فتح ونصرت کے بعد راجہ بھیم دیو اپنے دارالحکومت انہلواڑہ کو واپس ہوا، اس کی واپسی پر اہل شہر نے ایک عظیم الشان جلسہ منعقد کیا اور متفقہ طور پر راجہ بھیم دیو کو اس مشکل مہم کے سر ہونے پر مبارکباد دی اور اس کے سر پر اشرفیاں اور جواہرات نثار کئے۔ راجہ نے اپنے امرا اور افواج کو انعامات سے مالا مال اور رعایا کا ایک سال کا محصول معاف کر دیا۔ اس فتح سے راجہ بھیم دیو کے نقارۂ شوکت کی آواز دور دور تک پہنچ گی، بھیم دیو مسلمان بادشاہوں سے بھی برسر پیکار رہا۔ اس کے معرکوں کی تفصیل بعض اسلامی تاریخوں میں درج ہے، بھیم دیو کے تین فرزند تھے۔ مولراج، کھیم راج، راجہ کرن (یہ راجہ ہمنام راجہ کرن مندرجہ عنوان بالا کے علاوہ ہے)۔

حالات سے آگاہ کروں۔ اس وقت تک جس قدر راجاؤں نے ہمارے راجہ کا مقابلہ کیا ہے، شکست کھائی ہے تائید آسمانی اس کی طرفدار ہے، اور فتح ونصرت کی دیوی جنگ و جدل میں اس کی رکاب تھامے ہوئی ساتھ ساتھ چلتی ہے، اس کی پیشانی سے جلالت وابہت کا نور درخشاں و تاباں ہے، اس کا مقابلہ تقدیر کا مقابلہ ہے۔

سفیر نے مالوہ، اندر، پندر، اجودھیا، کاشی وغیرہ کے راجاؤں کے حالات بالتفصیل بیان کیے کہ کس طرح انہوں نے راجہ بھیم دیو کے مقابلے میں زک اٹھائی اور باجگذار ہو گئے، راجہ کرن نے وزراء سے مشورہ کیا، سب نے یہی رائے دی کہ راجہ بھیم دیو کی اطاعت میں کوئی ذلت نہیں، جب کہ تمام گردونواح کے راجے اس کے منقادو مطیع ہو گئے ہیں، خدانخواستہ اگر دوسری صورت پیش آئے تو پھر سوائے معافی اور باجگذاری کے کوئی چارہ نہیں ہوگا۔ راجہ کرن نے پس وپیش کے حالات پر نگاہ کر کے بھیم دیو کی اطاعت قبول کی اور بہت کچھ تحائف وخزانہ نذر کیا اور امن واطمینان سے اپنی آبائی مسند پر حکمرانی کرتا رہا۔

اس فتح ونصرت کے بعد راجہ بھیم دیو اپنے دارالحکومت انہلواڑہ کو واپس ہوا، اس کی واپسی پر اہل شہر نے ایک عظیم الشان جلسہ منعقد کیا اور متفقہ طور پر راجہ بھیم دیو کو اس مشکل مہم کے سر ہونے پر مبارکباد دی اور اس کے سر پر اشرفیاں اور جواہرات نثار کیے۔ راجہ نے اپنے امرا اور افواج کو انعامات سے مالا مال اور رعایا کا ایک سال کا محصول معاف کر دیا۔ اس فتح سے راجہ بھیم دیو کے نقارۂ شوکت کی آواز دور دور تک پہنچ گی، بھیم دیو مسلمان بادشاہوں سے بھی برسر پیکار رہا۔ اس کے معرکوں کی تفصیل بعض اسلامی تاریخوں میں درج ہے، بھیم دیو کے تین فرزند تھے۔ مولراج، کھیم راج، راجہ کرن (یہ راجہ ہمنام راجہ کرن مندرجہ عنوان بالا کے علاوہ ہے)۔

وہ سلطنت کے کاروبار کا تجربہ نہیں رکھتا تھا۔ امرائے سلطنت بھی اس کا ساتھ دینے کے لئے تیار نہ تھے کیونکہ وہ کولی راجاؤں کے متعدد معرکے دیکھ چکے تھے۔ ان کو اندیشا تھا کہ کہیں مقابلہ کی صورت میں تمام سلطنت کی رعایا بغاوت نہ کر دے کیونکہ کولیوں کا اثر و اقتدار دور دور تک تھا۔ لیکن راجہ کرن کی ہمت بلند نے یہ پسند نہ کیا کہ ان کے آگے گردن جھکائے اور مغلوبانہ صلح کا پہلو اختیار کرے۔ کولی نوجوانوں کے جو دستے اس کی فوج میں تھے، راجہ نے ان سے کہا کہ اگر تمہیں اپنے راجاؤں کی پاسداری کرنی ہے تو عام اجازت ہے ان کے ساتھ جا کر شامل ہو جاؤ۔ میں مزاحمت نہیں کروں گا اور اگر سلطنت کی وفاداری اور نمک کا کچھ پاس ہے تو اس کی نسبت مجھ کو اطمینان دلاؤ۔ سب نے حلف وفاداری اٹھایا۔ راجہ کرن نے کہا کہ اگر تم اپنی وفاداری پر قائم ہو، جب تک کولی راجاؤں سے ہماری جنگ ہے اپنے ہتھیار اسلحہ خانہ میں داخل کر دو۔ پہلے تو انہوں نے انکار کیا کہ ہمارے حلف پر اعتماد کیا جائے لیکن راجہ نے کہا کہ اگر تم نے سچا حلف اٹھایا ہے تو پھر تمہیں ہتھیار رکھ دینے میں کیا عذر ہو سکتا ہے۔ یہ ایسی بات ہے کہ جس کا کولی نوجوانوں کے پاس کچھ جواب نہ تھا۔ سب نے ہتھیار ڈال دیئے جب اس طرف سے راجہ کرن کو اطمینان ہو گیا۔ تو دوسری قوموں کے دستے لے کر کولی راجاؤں کی ایسی سرکوبی کی کہ ان کے حوصلے ہمیشہ کے لئے پست ہو گئے یہ راجہ کرن ہی کی ہمت تھی کہ کولیوں کی آئے دن کی آتش بغاوت کو ایسا سرد کر دیا کہ وہ پھر کبھی کسی راجہ کے مقابلہ کا حوصلہ نہ کر سکے، البتہ یہ رعایت ان کے ساتھ ملحوظ رہی کہ گجرات کے گذشتہ مہاراجاؤں اور سلاطین نے جو جاگیریں کولیوں کو دی تھیں۔ جن کے عوض کولی روسا اور راجے جنگ کے وقت مہاراجوں اور سلاطین کو امداد دیتے رہے، سب کی سب بحال رکھیں۔ اس نے نہ صرف اپنی موروثی سلطنت کا انتظام کیا بلکہ اپنی حکومت کو تین طرفوں میں بہت کچھ ترقی دی۔

وہ سلطنت کے کاروبار کا تجربہ نہیں رکھتا تھا۔ امرائے سلطنت بھی اس کا ساتھ دینے کے لئے تیار نہ تھے کیونکہ وہ کولی راجاؤں کے متعدد معرکے دیکھ چکے تھے۔ ان کو اندیشا تھا کہ کہیں مقابلہ کی صورت میں تمام سلطنت کی رعایا بغاوت نہ کر دے کیونکہ کولیوں کا اثر و اقتدار دور دور تک تھا۔ لیکن راجہ کرن کی ہمت بلند نے یہ پسند نہ کیا کہ ان کے آگے گردن جھکائے اور مغلوبانہ صلح کا پہلو اختیار کرے۔ کولی نوجوانوں کے جو دستے اس کی فوج میں تھے، راجہ نے ان سے کہا کہ اگر تمہیں اپنے راجاؤں کی پاسداری کرنی ہے تو عام اجازت ہے ان کے ساتھ جا کر شامل ہو جاؤ۔ میں مزاحمت نہیں کروں گا اور اگر سلطنت کی وفاداری اور نمک کا کچھ پاس ہے تو اس کی نسبت مجھ کو اطمینان دلاؤ۔ سب نے حلف وفاداری اٹھایا۔ راجہ کرن نے کہا کہ اگر تم اپنی وفاداری پر قائم ہو، جب تک کولی راجاؤں سے ہماری جنگ ہے اپنے ہتھیار اسلحہ خانہ میں داخل کر دو۔ پہلے تو انہوں نے انکار کیا کہ ہمارے حلف پر اعتماد کیا جائے لیکن راجہ نے کہا کہ اگر تم نے سچا حلف اٹھایا ہے تو پھر تمہیں ہتھیار رکھ دینے میں کیا عذر ہو سکتا ہے۔ یہ ایسی بات ہے کہ جس کا کولی نوجوانوں کے پاس کچھ جواب نہ تھا۔ سب نے ہتھیار ڈال دیئے جب اس طرف سے راجہ کرن کو اطمینان ہو گیا۔ تو دوسری قومون کے دستے لے کر کولی راجاؤں کی ایسی سرکوبی کی کہ ان کے حوصلے ہمیشہ کے لئے پست ہو گئے یہ راجہ کرن ہی کی ہمت تھی کہ کولیوں کی آئے دن کی آتش بغاوت کو ایسا سرد کر دیا کہ وہ پھر کبھی کسی راجہ کے مقابلہ کا حوصلہ نہ کر سکے، البتہ یہ رعایت ان کے ساتھ ملحوظ رہی کہ گجرات کے گذشتہ مہاراجاؤں اور سلاطین نے جو جاگیریں کولیوں کو دی تھیں۔ جن کے عوض کولی روسا اور راجے جنگ کے وقت مہاراجوں اور سلاطین کو امداد دیتے رہے، سب کی سب بحال رکھیں۔ اس نے نہ صرف اپنی موروثی سلطنت کا انتظام کیا بلکہ اپنی حکومت کو تین طرفوں میں بہت کچھ ترقی دی۔

اور اس کی قابلیت ولیاقت کی تعریف میں بہت مبالغہ کرتا۔ جس سے راجہ کا شوق روز بروز بڑھتا جاتا تھا۔

منیل دیوی حقیقت میں بڑی بدصورت تھی، کوئی راجہ اس کو قبول نہیں کرتا تھا، کرن کی عمر کا آفتاب بھی ڈھل چکا تھا، طرفین آسانی سے اس تقریب پر راضی ہو سکتے تھے، راجہ کرن نے اپنے وزراء سے کہا کہ آپ ہمیشہ دوسرے عقد کی مجھے ترغیب دیتے رہتے ہیں تا کہ کوئی ولی عہد پیدا ہو، اب میں نے غور کیا ہے تو آپ صاحبان راستی پر ہیں، مگر میں چاہتا ہوں کہ کسی شایستہ خاندان میں شادی کروں، میں نے سنا ہے کہ راجہ کشن جے کی بیٹی منیل دیوی ایک سمجھدار عورت ہے۔ اگر اس کا باپ راضی ہو تو میں اس کا شکر گزار ہوں گا، وزراء نے جن کا یہ منصوبہ تھا، راجہ کو جواب دیا کہ آپ جوانمردی اور خوبصورتی اور شوکت وحشمت میں شہرۂ آفاق ہیں، جس راجہ کے گھر آپ چاہیں ہم پیغام بھیج سکتے ہیں اور اس ملک کے راجے آپ کے ساتھ رشتہ کرنے کو فخر سمجھتے ہیں، چنانچہ وزراء کا وفد مہاراجہ کشن جی کے پاس روانہ ہوا، اس کی بابت تو پہلے ہی سے سمجھوتہ ہو چکا تھا، وزراء دونوں راجاؤں پر اپنا احسان رکھنا چاہتے تھے، راجہ کشن جے کے پاس سے واپس آ کر وزراء نے کہا کہ ہم کو اس امر میں کامیابی نہیں ہوئی، راجہ کشن جے نے انکار کر دیا ہے۔ ان کے اس مایوس کن پیغام سے راجہ کرن کے دل پر بجلی سی گری، وہ دیوانہ سا ہو گیا، اور کہنے لگا، ہائے میری بدقسمتی یہ مصیبت آپ لوگوں کی بدولت مجھ پر پڑی، آپ لوگ نہ ایسی تحریک کرتے، نہ میری یہ حالت ہوتی۔ اگر میں اس مقصد میں کامیاب نہ ہوا تو یا خودکشی کر لوں گا یا سلطنت چھوڑ کر کہیں چلا جاؤں گا، وزراء نے تسلی دی اور کہا کہ اگر راجہ کشن جے ہماری استدعا، قبول نہ کرے گا تو ہم اپنی جانیں قربان کر دیں گے، اور لڑ کر اس گوہر مقصود کو حاصل کریں گے، ہم پھر جاتے ہیں اور اس کو سمجھاتے ہیں جب واپس آئے تو راجہ کو مبارکباد دی، جا بجا جشن

اور اس کی قابلیت ولیاقت کی تعریف میں بہت مبالغہ کرتا۔ جس سے راجہ کا شوق روز بروز بڑھتا جاتا تھا۔

منیل دیوی حقیقت میں بڑی بدصورت تھی، کوئی راجہ اس کو قبول نہیں کرتا تھا، کرن کی عمر کا آفتاب بھی ڈھل چکا تھا، طرفین آسانی سے اس تقریب پر راضی ہو سکتے تھے، راجہ کرن نے اپنے وزراء سے کہا کہ آپ ہمیشہ دوسرے عقد کی مجھے ترغیب دیتے رہتے ہیں تاکہ کوئی ولی عہد پیدا ہو، اب میں نے غور کیا ہے تو آپ صاحبان راستی پر ہیں، مگر میں چاہتا ہوں کہ کسی شایستہ خاندان میں شادی کروں، میں نے سنا ہے کہ راجہ کشن جے کی بیٹی منیل دیوی ایک سمجھدار عورت ہے۔ اگر اس کا باپ راضی ہو تو میں اس کا شکر گزار ہوں گا، وزراء نے جن کا یہ منصوبہ تھا، راجہ کو جواب دیا کہ آپ جوانمردی اور خوبصورتی اور شوکت وحشمت میں شہرۂ آفاق ہیں، جس راجہ کے گھر آپ چاہیں ہم پیغام بھیج سکتے ہیں اور اس ملک کے راجے آپ کے ساتھ رشتہ کرنے کو فخر سمجھتے ہیں، چنانچہ وزراء کا وفد مہاراجہ کشن جی کے پاس روانہ ہوا، اس کی بابت تو پہلے ہی سے سمجھوتہ ہو چکا تھا، وزراء دونوں راجاؤں پر اپنا احسان رکھنا چاہتے تھے، راجہ کشن جے کے پاس سے واپس آ کر وزراء نے کہا کہ ہم کو اس امر میں کامیابی نہیں ہوئی، راجہ کشن جے نے انکار کر دیا ہے۔ ان کے اس مایوس کن پیغام سے راجہ کرن کے دل پر بجلی سی گری، وہ دیوانہ سا ہو گیا، اور کہنے لگا، ہائے میری بدقسمتی یہ مصیبت آپ لوگوں کی بدولت مجھ پر پڑی، آپ لوگ نہ ایسی تحریک کرتے، نہ میری یہ حالت ہوتی۔ اگر میں اس مقصد میں کامیاب نہ ہوا تو یا خودکشی کر لوں گا یا سلطنت چھوڑ کر کہیں چلا جاؤں گا، وزراء نے تسلی دی اور کہا کہ اگر راجہ کشن جے ہماری استدعا، قبول نہ کرے گا تو ہم اپنی جانیں قربان کر دیں گے، اور لڑ کر اس گوہر مقصود کو حاصل کریں گے، ہم پھر جاتے ہیں اور اس کو سمجھاتے ہیں جب واپس آئے تو راجہ کو مبارکباد دی، جابجا جشن

سے نجات دی۔

اس راجہ کی نسبت کئی قصے تاریخوں میں درج ہیں، مگر ہم ان میں اساطیری رنگ پاتے ہیں، اس لئے ان کا ذکر فضول ہے، ہم نے وہی مختصر روایات لکھی ہیں، جو کئی تاریخوں میں بالاتفاق درج ہیں اور قرین عقل اور روزمرہ کے دنیاوی واقعات کے مطابق ہیں، راجہ کرن کے اخیر عمر کے واقعات صحیح طور پر معلوم نہیں کہ اس کا کیا حشر ہوا، بعض کہتے ہیں کہ سلطنت چھوڑ کر سادھو ہو گیا تھا، بعض کہتے ہیں کہ کسی جنگ میں مارا گیا۔ البتہ سدھ راج جے سنگھ کی نسبت مورخین متفق ہیں کہ وہ 1094ء میں تخت نشین ہوا۔ پس یہی تاریخ راجہ کرن کی وفات یا سلطنت سے دست برداری کی فرض کی جا سکتی ہے۔ گجرات کی تاریخوں سے ثابت ہوتا ہے کہ راجہ کرن نے 22 سال سلطنت کی آئین اکبری میں 31 سال درج ہے۔

راجہ سدھ راج المعروف بہ جے سنگھ

1094ء میں رونق بخش تخت ہوا یہ کم سن ناتجربہ کار تھا، اس کی ماں منیل دیوی چونکہ اوھیراج راجہ کی بیٹی تھی۔ اس لئے ملکی معاملات میں مردوں سے زیادہ مہارت رکھتی تھی۔ اپنے کمسن لڑکے کو ملکی امور میں امداد دیتی اور اس کو خطرناک تجاویز سے باز رکھتی تھی، ماں بیٹے کی مشترکہ کونسل تھی جس سے ملک کی آبادی میں بہت وسعت ہوئی۔ جب یہ سومنات کی جاترا کو گئی، تو اس کو معلوم ہوا کہ جاتریوں سے محصول لیا جاتا ہے، جو محصول مقررادا نہ کرے اس کو پروانہ راہداری نہیں ملتا۔ جب یہ سومنات کی زیارت سے مشرف ہوئی، تو زیارت گاہ کے زائرین سے محصول لینا موقوف کر دیا اور اپنے بیٹے سے کہا کہ مذہبی امور میں محصول لینا کسی مذہب وملت میں جائز نہیں ہے، چنانچہ راجہ جے سنگھ نے اپنی ماں کے ساتھ اتفاق کر کے معافی کا اعلان ہر راستہ کی منزلوں اور مندروں پر چسپاں کرادیا، چونکہ اس

سے نجات دی۔

اس راجہ کی نسبت کئی قصے تاریخوں میں درج ہیں، مگر ہم ان میں اساطیری رنگ پاتے ہیں، اس لئے ان کا ذکر فضول ہے، ہم نے وہی مختصر روایات لکھی ہیں، جو کئی تاریخوں میں بالاتفاق درج ہیں اور قرین عقل اور روزمرہ کے دنیاوی واقعات کے مطابق ہیں، راجہ کرن کے اخیر عمر کے واقعات صحیح طور پر معلوم نہیں کہ اس کا کیا حشر ہوا، بعض کہتے ہیں کہ سلطنت چھوڑ کر سادھو ہو گیا تھا، بعض کہتے ہیں کہ کسی جنگ میں مارا گیا۔ البتہ سدھ راج جے سنگھ کی نسبت مورخین متفق ہیں کہ وہ 1094ء میں تخت نشین ہوا۔ پس یہی تاریخ راجہ کرن کی وفات یا سلطنت سے دست برداری کی فرض کی جا سکتی ہے۔ گجرات کی تاریخوں سے ثابت ہوتا ہے کہ راجہ کرن نے 22 سال سلطنت کی آئین اکبری میں 31 سال درج ہے۔

راجہ سدھ راج المعروف بہ جے سنگھ

1094ء میں رونق بخش تخت ہوا یہ کم سن ناتجربہ کار تھا، اس کی ماں منیل دیوی چونکہ اوھیراج راجہ کی بیٹی تھی۔ اس لئے ملکی معاملات میں مردوں سے زیادہ مہارت رکھتی تھی۔ اپنے کمسن لڑکے کو ملکی امور میں امداد دیتی اور اس کو خطرناک تجاویز سے باز رکھتی تھی، ماں بیٹے کی مشترکہ کونسل تھی جس سے ملک کی آبادی میں بہت وسعت ہوئی۔ جب یہ سومنات کی جاترا کو گئی، تو اس کو معلوم ہوا کہ جاتریوں سے محصول لیا جاتا ہے، جو محصول مقرر ادا نہ کرے اس کو پروانہ راہداری نہیں ملتا۔ جب یہ سومنات کی زیارت سے مشرف ہوئی، تو زیارت گاہ کے زائرین سے محصول لینا موقوف کر دیا اور اپنے بیٹے سے کہا کہ مذہبی امور میں محصول لینا کسی مذہب وملت میں جائز نہیں ہے، چنانچہ راجہ جے سنگھ نے اپنی ماں کے ساتھ اتفاق کر کے معافی کا اعلان ہر راستہ کی منزلوں اور مندروں پر چسپاں کرا دیا، چونکہ اس

شمال میں اچلیسر اا اور چندراہتی کے پرمار راجاؤں کا سر اپنے آستان عظمت نشان پر جھکایا۔ کوہ آبو کی دوسری طرف بھی اس کی شوکت و جلال کا نقارہ بجتا تھا، کھولا پور کے راجے اگرچہ آزاد تھے، مگر اس کے خوف سے کانپتے تھے، اس نے بڑے بڑے شاہی محلات اور قلعے تعمیر کئے، عمارات عامہ کے لئے اس کا خزانہ وقف تھا، یہ بہت مستقل اولوالعزم عالی ہمت، سخی، بہادر اور مذہبی خیال کا راجہ تھا، مذہبی پیشواؤں اور ہنرمندوں اور ودیادانوں کی قدر کرتا تھا۔

کمار پال

علامہ ابو الفضل آئین اکبری میں کمار پال کی نسبت یہ الفاظ لکھتے ہیں (ملاحظہ ہو جلد دوم صفحہ 126)۔

کمار پال سولنگی از بیم جان آزادی راہ تجرو برگرفت چند انکہ جے سنگھ راپیمانۂ زندگی پُر گشت دریں ہنگام از صحرائے ناکامی در رسید، وجانشین شد، وبسیارے ملک برگرفت، اجیپال از بدسرشتی ولی نعمت خودراز ہرداد و برائے دنیائے ناپائدار جاوید نفریں اندوخت۔

ترجمہ: کمار پال سولنگی جان کے خوف سے کسی جگہ جا کر گوشہ نشین ہو گیا، جب جے سنگھ کی زندگی کا پیمانہ لبریز ہو گیا تو اس وقت نامرادی کے جنگل سے دارالحکومت میں پہنچ کر تخت نشین ہوا۔ بہت سے ملک فتح کئے، اجیپال نے بدطینتی سے اپنے ولی نعمت کو زہر دیا اور دنیائے ناپائدار کے لئے دائمی لعنت کا مورد ہوا۔

ابو الفضل کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب سدھ راج المعروف بہ جے سنگھ تخت نشین ہوا تو اس وقت کمار پال جان کے خوف سے جنگلوں میں مارا مارا پھرتا تھا اور جے سنگھ کے مرنے پر وزرائے دولت نے لا کر تخت موروثی پر اس کو بٹھایا۔

گجرات کی تاریخوں میں بھی ایسا ہی لکھا ہے کہ سدھ راج کا کوئی فرزند

شمال میں اجلمیر اور چندراہتی کے پرمار راجاؤں کا سر اپنے آستان عظمت نشان پر جھکایا۔ کوہ آبو کی دوسری طرف بھی اس کی شوکت و جلال کا نقارہ بجتا تھا، کھولا پور کے راجے اگرچہ آزاد تھے، مگر اس کے خوف سے کانپتے تھے، اس نے بڑے بڑے شاہی محلات اور قلعے تعمیر کئے، عمارات عامہ کے لئے اس کا خزانہ وقف تھا، یہ بہت مستقل اولوالعزم عالی ہمت، سخی، بہادر اور مذہبی خیال کا راجہ تھا، مذہبی پیشواؤں اور ہنرمندوں اور وویادانوں کی قدر کرتا تھا۔

کمار پال

علامہ ابو الفضل آئین اکبری میں کمار پال کی نسبت یہ الفاظ لکھتے ہیں (ملاحظہ ہو جلد دوم صفحہ 126)۔

کمار پال سولنگی از بیم جان. آوادی راہ تجرو برگرفت چند انکہ جے سنگھ راپیمانۂ زندگی پُر گشت دریں ہنگام از صحرائے ناکامی در رسید، وجانشین شد، وبسیارے ملک برگرفت، اجیپال از بدسرشتی ولی نعمت خود راز ہر داد و برائے دنیائے ناپائدار جاوید نصر یں اندوخت۔

ترجمہ: کمار پال سولنگی جان کے خوف سے کسی جگہ جا کر گوشہ نشین ہو گیا، جب جے سنگھ کی زندگی کا پیمانہ لبریز ہو گیا تو اس وقت نامرادی کے جنگل سے دارالحکومت میں پہنچ کر تخت نشین ہوا۔ بہت سے ملک فتح کئے، اجیپال نے بدطینتی سے اپنے ولی نعمت کو زہر دیا اور دنیائے ناپائدار کے لئے دائمی لعنت کا مورد ہوا۔

ابو الفضل کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب سدھ راج المعروف بہ جے سنگھ تخت نشین ہوا تو اس وقت کمار پال جان کے خوف سے جنگلوں میں مارا مارا پھرتا تھا اور جے سنگھ کے مرنے پر وزرائے دولت نے لا کر تخت موروثی پر اس کو بٹھایا۔

گجرات کی تاریخوں میں بھی ایسا ہی لکھا ہے کہ سدھ راج کا کوئی فرزند

نے 1143ء میں تخت پر قدم رکھا اور 1174ء میں راہی ملک عدم ہوا۔ اس حساب سے اس کا زمانہ فرمانروائی 31 سال ہوتا ہے۔ مگر علامہ ابوالفضل نے 23 سال لکھا ہے۔

راجہ اجے پال

راجہ کمار پال کے کوئی فرزند نہیں تھا۔ اس نے ہمشیرہ زادہ کو آغوشِ محبت میں پالا، اور ہر علم وفن کی تعلیم دی اور اپنا سپہ سالار مقرر کر کے ولی عہد بنایا، راجہ اس پر پورا اعتماد رکھتا تھا، لیکن راجہ اجے پال نے جب قوت پکڑی اور سلطنت کے عمائد میں اس کا اثر بڑھ گیا تو اس نے اپنے محسن ولی نعمت ماموں کمار پال کو زہر دلوا کر اس کا کام تمام کیا اور چند روزہ حکومت کے لئے موردلعنت بنا۔ 1174ء میں اس نے عنانِ سلطنت اپنے ہاتھ میں لی۔

یہ شیو مذہب کا مقلد تھا اور مذہبی جوش میں اصول سلطنت اور آزادی مذاہب کو بھول گیا تھا، وہ چاہتا تھا کہ اس کی تمام رعایا اس کے مذہب میں داخل ہو جائے، وہ جین مت اور بدھ مذہب کے لوگوں کو بنظر حقارت دیکھتا تھا۔ اس نے سوائے اپنے مذہبی معابد کے دوسرے مندروں اور شوالوں کے اوقاف واپس لے لئے، اس کا خیال تھا کہ شیو مذہب کے سوا تمام مذاہب باطل ہیں اور راجہ کا فرض اولین ہے کہ وہ اپنے رعایا کے عقائد کی اصلاح کرے اور ان کو راہ راست پر لائے وہ کھلم کھلا کہتا تھا کہ رعایا کی دنیوی آسودگی اور اس کے اسباب عارضی اور فانی ہیں، جب رعایا کے عقائد درست نہ ہوں تو اس کا جواب دہ راجہ ہوتا ہے۔ ان خیالات کی وجہ سے دوسرے مذاہب کے پیشوا اور مقلدین اس کے سخت مخالف ہو گئے اور اس مذہبی جھگڑے کا یہ نتیجہ ہوا کہ چند مذہبی دیوانے ایک رات جان پر کھیل کر قلعہ کی بالائی منزل پر چڑھ گئے اور جس مکان میں راجہ خوابِ استراحت میں تھا، باوجود پاسبانوں کی حفاظت کے اس کے اندر گھس گئے اور اس کے پیٹ

نے 1143ء میں تخت پر قدم رکھا اور 1174ء میں راہی ملک عدم ہوا۔ اس حساب سے اس کا زمانہ فرمانروائی 31 سال ہوتا ہے۔ مگر علامہ ابوالفضل نے 23 سال لکھا ہے۔

راجہ اجے پال

راجہ کمار پال کے کوئی فرزند نہیں تھا۔ اس نے ہمشیرہ زادہ کو آغوشِ محبت میں پالا، اور ہر علم وفن کی تعلیم دی اور اپنا سپہ سالار مقرر کر کے ولی عہد بنایا، راجہ اس پر پورا اعتماد رکھتا تھا، لیکن راجہ اجے پال نے جب قوت پکڑی اور سلطنت کے عمائد میں اس کا اثر بڑھ گیا تو اس نے اپنے محسن ولی نعمت ماموں کمار پال کو زہر دلوا کر اس کا کام تمام کیا اور چند روزہ حکومت کے لئے مورد لعنت بنا۔ 1174ء میں اس نے عنانِ سلطنت اپنے ہاتھ میں لی۔

یہ شیو مذہب کا مقلد تھا اور مذہبی جوش میں اصول سلطنت اور آزادی مذاہب کو بھول گیا تھا، وہ چاہتا تھا کہ اس کی تمام رعایا اس کے مذہب میں داخل ہو جائے، وہ جین مت اور بدھ مذہب کے لوگوں کو بنظر حقارت دیکھتا تھا۔ اس نے سوائے اپنے مذہبی معابد کے دوسرے مندروں اور شوالوں کے اوقاف واپس لے لئے، اس کا خیال تھا کہ شیو مذہب کے سوا تمام مذاہب باطل ہیں اور راجہ کا فرض اولین ہے کہ وہ اپنے رعایا کے عقائد کی اصلاح کرے اور ان کو راہ راست پر لائے وہ کھلم کھلا کہتا تھا کہ رعایا کی دنیوی آسودگی اور اس کے اسباب عارضی اور فانی ہیں، جب رعایا کے عقائد درست نہ ہوں تو اس کا جواب دہ راجہ ہوتا ہے۔ ان خیالات کی وجہ سے دوسرے مذاہب کے پیشوا اور مقلدین اس کے سخت مخالف ہو گئے اور اس مذہبی جھگڑے کا یہ نتیجہ ہوا کہ چند مذہبی دیوانے ایک رات جان پر کھیل کر قلعہ کی بالائی منزل پر چڑھ گئے اور جس مکان میں راجہ خوابِ استراحت میں تھا، باوجود پاسبانوں کی حفاظت کے اس کے اندر گھس گئے اور اس کے پیٹ

کے دارالسلطنت کو لوٹ لیا، 1195ء میں قطب الدین ایبک نے بھیم دیو ثانی پر حملہ کیا جس کی تفصیل اسلامی تاریخوں میں درج ہے۔

1224ء میں اس کی کمزوری کی وجہ سے تمام ماتحت راجاؤں نے متفقہ بغاوت کر دی اور جے سنگھ سولنگی نے اس پر حملہ کر کے گجرات کو فتح کر لیا، مگر 1228ء میں پھر اس نے اپنے منتشر لشکر کو جمع کر کے اپنے ملک کو واپس لیا، بھیم دیو ثانی کی سلطنت کا زمانہ 1179ء سے 1242ء تک رہا۔

ابو الفضل لکھتا ہے۔ لکھمول راپسرے نبود شایستہ از گروہ باگیلہ گزیدند۔ ملاحظہ ہو صفحہ 126 جلد دویم۔

ترجمہ: لکھمول کا کوئی لڑکا نہیں تھا، اس نے گھیلہ خاندان سے لائق ترین نوجوان کو ولی عہد مقرر کیا اور سلطنت گجرات خاندان سولنگی سے خاندانِ گھیلہ میں منتقل ہو گئی۔ ابو الفضل لکھمول کے بعد گھیلہ خاندان کا ذکر کرتا ہے اور بھیم دیو ثانی کا ذکر چھوڑ دیتا ہے۔ یہ بہت بڑا اختلاف ہے۔

❀❀❀❀

کے دارالسلطنت کو لوٹ لیا، 1195ء میں قطب الدین ایبک نے بھیم دیو ثانی پر حملہ کیا جس کی تفصیل اسلامی تاریخوں میں درج ہے۔

1224ء میں اس کی کمزوری کی وجہ سے تمام ماتحت راجاؤں نے متفقہ بغاوت کر دی اور جے سنگھ سولنگی نے اس پر حملہ کر کے گجرات کو فتح کر لیا، مگر 1228ء میں پھر اس نے اپنے منتشر لشکر کو جمع کر کے اپنے ملک کو واپس لیا، بھیم دیو ثانی کی سلطنت کا زمانہ 1179ء سے 1242ء تک رہا۔

ابو الفضل لکھتا ہے۔ لکھمول راپسرے نبود شایستہ از گروہ باگیلہ گزیدند۔ ملاحظہ ہو صفحہ 126 جلد دویم۔

ترجمہ: لکھمول کا کوئی لڑکا نہیں تھا، اس نے گھیلہ خاندان سے لائق ترین نوجوان کو ولی عہد مقرر کیا اور سلطنت گجرات خاندان سولنگی سے خاندانِ گھیلہ میں منتقل ہو گئی۔ ابو الفضل لکھمول کے بعد گھیلہ خاندان کا ذکر کرتا ہے اور بھیم دیو ثانی کا ذکر چھوڑ دیتا ہے۔ یہ بہت بڑا اختلاف ہے۔

❀❀❀❀

ہے، اس میں ہر دمول ہے، ہر دمول نے تخت پر بیٹھتے ہی گودھرہ اور کمنبائت فتح کر کے اپنی مملکت میں شامل کر لیا اور سلطنت کے ایسے اچھے قواعد وضوابط مرتب کئے کہ دوسرے ممالک کے راجاؤں نے اس کی تقلید کی، یہ بلند ہمت اور فنون حرب سے خوب واقف تھا، مذہبی اوقاف کی توسیع کی، ہر دمول کے دو فرزند بیرم دیو اور بسیلر یو تھے، بیرم دیو سے باپ ناراض تھا، وہ نکالا گیا اور اس کو رہنے کے لئے صرف ایک گاؤں دیا گیا، جو اس کے نام پر بیرم نگر یا بیرم پور مشہور تھا۔ گھیلہ خاندان کا یہ پہلا راجہ تصور کیا جاتا ہے، جس نے اپنی طاقت کو بہت بڑھایا اور وہ ایک مشہور راجہ ہو گیا، 1240ء میں ہر دمول کا انتقال ہوا، اس نے بروایت علامہ ابوالفضل 12 سال 5 ماہ سلطنت کی۔

بیسلد یو

ہر دمول کی وفات پر بیسلد دیو[1] 1244ء میں تخت نشین ہوا۔ علامہ ابوالفضل نے اس راجہ کا نام بالدیو لکھا ہے، جو بیسلد یو سے ملتا جلتا ہے، بیسلد یو نے راجہ ترپھون پال سولنگی جو نہروالہ پر حکمران تھا، حملہ کیا اور شکست دی اور نہروالہ کو اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔

ہندی تاریخوں میں سلطنت گھیلہ کا پہلا راجہ بیسل دیو قرار دیا گیا ہے، جس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس کے زمانہ میں قوم گھیلہ کی شان وشوکت بڑھ گئی تھی، فارسی تاریخوں میں ہندو تاریخوں کی تقلید کی گئی ہے اور اس سے پہلے راجاؤں کو امرا کی فہرست میں درج کیا گیا ہے۔

مگر آئین اکبری اور مرأت احمدی کے مصنف گھیلہ خاندان کی حکمرانی کا سلسلہ ہر دمول سے شروع کرتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ خاندان گھیلہ ہر دمول سے شروع ہوتا ہے اور علامہ ابوالفضل کی تحقیقات اس بارہ میں صحیح ہے۔

---

[1] دو سال درمیانی وقفے کا ذکر نہیں ملا۔ خیال یہ ہے کہ ہر دمول نے 1244ء میں انتقال کیا ہو گا۔

ہے، اس میں ہر دمول ہے، ہر دمول نے تخت پر بیٹھتے ہی گودھرہ اور کمنبائت فتح کر کے اپنی مملکت میں شامل کر لیا اور سلطنت کے ایسے اچھے قواعد وضوابط مرتب کئے کہ دوسرے ممالک کے راجاؤں نے اس کی تقلید کی، یہ بلند ہمت اور فنون حرب سے خوب واقف تھا، مذہبی اوقاف کی توسیع کی، ہر دمول کے دو فرزند بیرم دیو اور بسیلر یو تھے، بیرم دیو سے باپ ناراض تھا، وہ نکالا گیا اور اس کو رہنے کے لئے صرف ایک گاؤں دیا گیا، جو اس کے نام پر بیرم نگر یا بیرم پور مشہور تھا۔ گھیلہ خاندان کا یہ پہلا راجہ تصور کیا جاتا ہے، جس نے اپنی طاقت کو بہت بڑھایا اور وہ ایک مشہور راجہ ہو گیا، 1240ء میں ہر دمول کا انتقال ہوا، اس نے بروایت علامہ ابو الفضل 12 سال 5 ماہ سلطنت کی۔

بیسلدیو

ہر دمول کی وفات پر بیسل دیو[1] 1244ء میں تخت نشین ہوا۔ علامہ ابو الفضل نے اس راجہ کا نام بالدیو لکھا ہے، جو بیسلدیو سے ملتا جلتا ہے، بیسلدیو نے راجہ تر پھون پال سولنگی جو نہروالہ پر حکمران تھا، حملہ کیا اور شکست دی اور نہروالہ کو اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔

ہندی تاریخوں میں سلطنت گھیلہ کا پہلا راجہ بیسل دیو قرار دیا گیا ہے، جس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس کے زمانہ میں قوم گھیلہ کی شان وشوکت بڑھ گئی تھی، فارسی تاریخوں میں ہندو تاریخوں کی تقلید کی گئی ہے اور اس سے پہلے راجاؤں کو امرا کی فہرست میں درج کیا گیا ہے۔

مگر آئین اکبری اور مرأت احمدی کے مصنف گھیلہ خاندان کی حکمرانی کا سلسلہ ہر دمول سے شروع کرتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ خاندان گھیلہ ہر دمول سے شروع ہوتا ہے اور علامہ ابو الفضل کی تحقیقات اس بارہ میں صحیح ہے۔

---

[1] دو سال درمیانی وقفے کا ذکر نہیں ملا۔ خیال یہ ہے کہ ہر دمول نے 1244ء میں انتقال کیا ہوگا۔

میں سے ہُرمز اور خواجہ ابراہیم زیادہ مشہور ہیں، ہرمز کی ایک مسجد بمقام ملاول پٹن مشہور ہے، یہ راجہ معدلت گستر رعایا پرور اور رحم دل تھا اور اپنے عہدہ داروں کی خدمت کا توقع سے زیادہ صلہ دیتا تھا اور ان پر اعتماد رکھتا تھا، یہی وجہ تھی کہ کئی مسلمان اس کے عہد حکومت میں اپنی قابلیت اور دیانتداری کی وجہ سے بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہوئے۔ ارجن دیو 1262ء میں تخت نشین ہوا اور 1275ء میں 13 سال حکومت کر کے راہی ملک عدم ہوا۔

ابوالفضل نے ارجن دیو کی حکومت کا زمانہ 10 سال لکھا ہے۔

سارنگ دیو

ارجن دیو کے بعد اس کا بیٹا سارنگ دیو 1275ء میں تخت نشین ہوا۔ ایک کتبہ مورخہ 1394ء سے معلوم ہوتا ہے کہ راجہ بیسل دیو حاکم چند راوتی اس راجہ کا باجگذار اور ماتحت تھا، اس سے زیادہ اس کے حالات معلوم نہیں ہوئے، سارنگ دیو نے 1275ء سے 1296ء تک 21 سال حکومت کی۔

راجہ کرن گھیلہ

راجہ کرن سارنگ دیو کے بعد 1296ء میں تخت نشین ہوا۔ اس کے دو وزیر مادھو اور کیشو تھے اور یہ قوم کے ناگر برہمن تھے، راجہ کرن کے یہ دونوں مخالف ہو گئے، راجہ نے دونوں کو موقوف کر دیا، بیان کیا جاتا ہے کہ ان میں سے ایک نے سلطان علاؤالدین کے پاس پناہ لی اور اس نے راجہ کرن کی کمزوریوں کو ظاہر کر کے علاؤالدین کو گجرات کے فتح کرنے پر آمادہ کیا، جس کا مکمل ذکر دوسری تاریخوں میں بضمن حالات سلطان علاءالدین پایا جاتا ہے۔ کرن نے چھ سال دس مہینے اور پندرہ روز حکومت کی۔

❁❁❁

میں سے ہُرمزا اور خواجہ ابراہیم زیادہ مشہور ہیں، ہرمز کی ایک مسجد بمقام ملاول پٹن مشہور ہے، یہ راجہ معدلت گستر رعایا پرورا ور رحم دل تھا اور اپنے عہدہ داروں کی خدمت کا توقع سے زیادہ صلہ دیتا تھا اور ان پر اعتماد رکھتا تھا، یہی وجہ تھی کہ کئی مسلمان اس کے عہد حکومت میں اپنی قابلیت اور دیانتداری کی وجہ سے بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہوئے۔ ارجن دیو 1262ء میں تخت نشین ہوا اور 1275ء میں 13 سال حکومت کر کے راہی ملک عدم ہوا۔

ابوالفضل نے ارجن دیو کی حکومت کا زمانہ 10 سال لکھا ہے۔

سارنگ دیو

ارجن دیو کے بعد اس کا بیٹا سارنگ دیو 1275ء میں تخت نشین ہوا۔ ایک کتبہ مورخہ 1394ء سے معلوم ہوتا ہے کہ راجہ بیسل دیو حاکم چند راوتی اس راجہ کا باجگذار اور ماتحت تھا، اس سے زیادہ اس کے حالات معلوم نہیں ہوئے، سارنگ دیو نے 1275ء سے 1296ء تک 21 سال حکومت کی۔

راجہ کرن گھیلہ

راجہ کرن سارنگ دیو کے بعد 1296ء میں تخت نشین ہوا۔ اس کے دو وزیر مادھو اور کیشو تھے اور یہ قوم کے ناگر برہمن تھے، راجہ کرن کے یہ دونوں مخالف ہو گئے، راجہ نے دونوں کو موقوف کر دیا، بیان کیا جاتا ہے کہ ان میں سے ایک نے سلطان علاؤ الدین کے پاس پناہ لی اور اس نے راجہ کرن کی کمزوریوں کو ظاہر کر کے علاؤ الدین کو گجرات کے فتح کرنے پر آمادہ کیا، جس کا مکمل ذکر دوسری تاریخوں میں بضمن حالات سلطان علاء الدین پایا جاتا ہے۔ کرن نے چھ سال دس مہینے اور پندرہ روز حکومت کی۔

❀❀❀

پل کیس اول

سب سے پہلے اس خاندان کے ایک سردار پل کیس اول نے ضلع بیجاپور داتاپی میں جس کا اب نام بادامی ہے۔ 550ء میں حاکمانہ قدم جائے اور پھر اپنی سلطنت کو بہت وسیع کیا اور جشن آشومیدہ منعقد کیا، جشن اشومیدہ وہ مہاراجہ کیا کرتا تھا، جو اپنے ہم عصروں میں برتر واعلیٰ ہونے کا دعویدار ہوتا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی سلطنت وسیع تھی اور وہ دوسرے راجاؤں کے اقتدار کو دھمکی دے رہا تھا۔

کرتی ورمن اور منگ لیس

پل کین کے بعد اس کے دو بیٹوں کرتی ورمن ومنگ لیس نے متحدہ جانبازی وشمشیر کشی سے شمالاً وجنوباً اور شرقاً وغرباً موروثی سلطنت کو بہت وسیع کیا اور کئی قومیں ان کی شوکت وسطوت سے ڈر کر بلا مقابلہ ان کی باجگذار ہوگئیں، کوکن یعنی ساحل سمندر کا وہ علاقہ جو مغربی گھاٹ اور سمندر کے مابین ہے، ان کے زیر نگین ہوگیا، قوم موری، جو قدیم موریا خاندان سے تھی اور بڑی طاقت رکھتی تھی، ان راجاؤں کی فرمانبردار ونقاد ہوگئی۔

پل کیسن دوم

منگ لیس کی رحلت کے بعد اس کے فرزند اور کرتی درمن کے ولی عہد یعنی دو چچازاد بھائیوں میں سلطنت کی نسبت تنازع پیدا ہوا۔ تلوار نے کرتی ورمن کے ولی عہد کے حق میں فیصلہ کیا جو پل کیس دوم کے لقب سے 608ء میں سریر آرائے جہانبانی ہوا۔ اس نے اپنا صدر مقام واتاپی تجویز کیا۔ 20 برس تک اس بہادر جنگجو راجہ نے قرب وجوار کے راجاؤں کو اپنے اسلحہ کا تختہ مشق بنائے رکھا اور امن سے نہ رہنے دیا کسی نہ کسی بہانے سے ان پر حملہ کر دیتا تھا، چنانچہ ان متواتر

پل کیس اول

سب سے پہلے اس خاندان کے ایک سردار پل کیس اول نے ضلع بیجاپور داتاپی میں جس کا اب نام بادامی ہے۔ 550ء میں حاکمانہ قدم جائے اور پھر اپنی سلطنت کو بہت وسیع کیا اور جشن آشومیدہ منعقد کیا، جشن اشومیدہ وہ مہاراجہ کیا کرتا تھا، جو اپنے ہم عصروں میں برتر و اعلیٰ ہونے کا دعویدار ہوتا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی سلطنت وسیع تھی اور وہ دوسرے راجاؤں کے اقتدار کو دھمکی دے رہا تھا۔

کرتی ورمن اور منگ لیس

پل کین کے بعد اس کے دو بیٹوں کرتی ورمن و منگ لیس نے متحدہ جانبازی و شمشیر کشی سے شمالاً و جنوباً اور شرقاً و غرباً موروثی سلطنت کو بہت وسیع کیا اور کئی قومیں ان کی شوکت و سطوت سے ڈر کر بلا مقابلہ ان کی باجگذار ہو گئیں، کونلن یعنی ساحل سمندر کا وہ علاقہ جو مغربی گھاٹ اور سمندر کے مابین ہے، ان کے زیر نگین ہو گیا، قوم موری، جو قدیم موریا خاندان سے تھی اور بڑی طاقت رکھتی تھی، ان راجاؤں کی فرمانبردار و نقاد ہو گئی۔

پل کیسن دوم

منگ [illegible] کی رحلت کے بعد اس کے فرزند اور کرتی ورمن کے ولی عہد یعنی دو چچازاد بھائیوں میں سلطنت کی نسبت تنازع پیدا ہوا۔ تلوار نے کرتی ورمن کے ولی عہد کے حق میں فیصلہ کیا جو پل کیس دوم کے لقب سے 608ء میں سریر آرائے جہانبانی ہوا۔ اس نے اپنا صدر مقام واتاپی تجویز کیا۔ 20 برس تک اس بہادر جنگجو راجہ نے قرب و جوار کے راجاؤں کو اپنے اسلحہ کا تختہ مشق بنائے رکھا اور امن سے نہ رہنے دیا کسی نہ کسی بہانے سے ان پر حملہ کر دیتا تھا، چنانچہ ان متواتر

منظر دکھلایا گیا کہ سفیر ایران ہندی راجہ کے دربار میں شہنشاہِ ایران کا نامہ مودت پیش کر رہا ہے اور شاہ ایران کی عقیدت مندی و اخلاص کی معنوی کیفیت کو نقوش مصورہ اس طرح ظاہر کر رہے ہیں، جس طرح کوئی معروف لفظ اپنے مشہور معنی کو ظاہر کرتا ہے۔

ہیون سانگ 941ء میں راجہ پل کیسن دوم کے دربار میں جب اس کا مدار الخلافہ داتا پی سے ناسک میں منتقل ہو گیا تھا، آیا اور حاضر دربار ہو کر مورد الطاف شاہی ہوا، ہیون سانگ جاتری اس راجہ کے انتظام سلطنت اور فوجی نظام اور قواعد و ضوابط سیاسی اور اس کے عہد کے فنون لطیفہ کی تعریف و توصیف میں رطب اللسان ہے۔

"ہر کمالے راز والے" 642ء میں اس راجہ کا خورشید اقبال و اجلال، نصف النہار پر پہنچ کر زوال پذیر ہونے لگا، اس طویل جنگ نے جو راجہ پل کیسن دوم اور پلوا خاندان کے درمیان برسوں جاری رہی، پل کیسن کو کمزور کر دیا اور ایسا کمزور کر دیا کہ پلوا کے راجہ سمہورمن کا لشکر بلند ترین روئیں حصار قلعوں پر تلواروں کے زینے بنا کر چڑھ گیا، فاتح غنیم نے نہ صرف اس کی دارالسلطنت کو تباہ و برباد کیا، بلکہ اس کا سر کاٹ کر ایک بلند مقام پر رکھ کر اس کی رعایا اور لشکر اور سپاہ سالاروں کو دکھلایا، اس کے بعد تیرہ سال تک چلکی خاندان کا درخشندہ ستارۂ اقبال مدہم رہا اور پلوا کا فتح مند راجہ تمام جنوبی ہند پر حکمران ہو گیا، یہ قدرت قاہرہ کا ایک کرشمہ تھا کہ کمزور خاندان نے ایک زبردست شہنشاہ پر فتح عظیم پا کر جنوبی ہند کی وسیع سلطنت پر اپنا سکہ جما لیا۔

بمورے دھد مالش نرہ شیر
کندپشہ برپیل جنگی دلیر

منظر دکھلایا گیا کہ سفیر ایران ہندی راجہ کے دربار میں شہنشاہِ ایران کا نامہ مؤدت پیش کر رہا ہے اور شاہ ایران کی عقیدت مندی و اخلاص کی معنوی کیفیت کو نقوش مصور، اس طرح ظاہر کر رہے ہیں، جس طرح کوئی معروف لفظ اپنے مشہور معنی کو ظاہر کرتا ہے۔

ہیون سانگ 941ء میں راجہ پل کیسن دوم کے دربار میں جب اس کا دارالخلافہ داتا پی سے ناسک میں منتقل ہو گیا تھا، آیا اور حاضر دربار ہو کر مورد الطاف شاہی ہوا، ہیون سانگ جاتری اس راجہ کے انتظام سلطنت اور فوجی نظام اور قواعد وضوابط سیاسی اور اس کے عہد کے فنون لطیفہ کی تعریف و توصیف میں رطب اللسان ہے۔

''ہر کمالے را زوالے'' 642ء میں اس راجہ کا خورشید اقبال و اجلال، نصف النہار پر پہنچ کر زوال پذیر ہونے لگا، اس طویل جنگ نے جو راجہ پل کیسن دوم اور پلوا خاندان کے درمیان برسوں جاری رہی، پل کیسن کو کمزور کر دیا اور ایسا کمزور کر دیا کہ پلوا کے راجہ سمہورمن کا لشکر بلند ترین روئیں حصار قلعوں پر تلواروں کے زینے بنا کر چڑھ گیا، فاتح غنیم نے نہ صرف اس کی دارالسلطنت کو تباہ و برباد کیا، بلکہ اس کا سر کاٹ کر ایک بلند مقام پر رکھ کر اس کی رعایا اور لشکر اور سپاہ سالاروں کو دکھلایا، اس کے بعد تیرہ سال تک چلکی خاندان کا درخشندہ ستارۂ اقبال مدہم رہا اور پلوا کا فتح مند راجہ تمام جنوبی ہند پر حکمران ہو گیا، یہ قدرت قاہرہ کا ایک کرشمہ تھا کہ کمزور خاندان نے ایک زبردست شہنشاہ پر فتح عظیم پا کر جنوبی ہند کی وسیع سلطنت پر اپنا سکہ جما لیا۔

بمورے دھد، مالش نرہ شیر
کندپشہ برپیل جنگی دلیر

ایک سردار تیل یا تیلپ نے اس کو مغلوب کیا، اس زمانہ میں پھر چلکیا کے ایک شاہی خاندان کا دور دورہ ہوگیا اور راجہ تیل اس سلطنت کا بانی ہوا جو کہ بانی چلکی کے روشن نام سے تاریخ میں مذکور ہے، یہ خاندان 225 سال تک کامیابی و ناموری سے حکمران رہا۔ آٹھویں صدی عیسوی کی ابتداء میں اسلام کے مشہور سپہ سالار محمد بن قاسم نے سندھ کو فتح کر کے دور و نزدیک کی سلطنتوں پر اپنا رعب قائم کرلیا تھا اور وہ قرب و جوار کی ریاستوں کو دھمکاتا تھا اور مذہبی تبلیغ کے ساتھ ساتھ اسکے فتوحات کی توسیع ہوتی جاتی تھی۔ اس کی تبلیغ میں جادو کا اثر تھا، لوگ جوق در جوق حلقۂ اسلام میں داخل ہوتے جاتے تھے۔

اس زمانہ میں گوجر کا ایک طاقتور راجہ بھنمال پر حکمران تھا، بھنمال کوہِ آبو سے تقریباً 50 میل کے فاصلہ پر واقع ہے اور سلطنت بھنمال سلطنت قنوج کے ساتھ حلیفانہ و برادرانہ تعلقات رکھتی تھی یا اس کے ماتحت تھی یعنی بھنمال اور قنوج دونوں پر گوجر حکمران تھے اور ایک ہی خاندان کے دو حصے ہو گئے تھے۔ اس کی نسبت ہم نے کسی اور جگہ مفصل لکھا ہے۔

راشٹر کوٹ خاندان کے راجے اس وقت ہمیشہ زمانہ کی رفتار کے ساتھ چلتے تھے۔ انہوں نے بہادران عرب کی بڑھتی ہوئی طاقت و دولت دیکھ کر اس کے ساتھ اتحاد و اتفاق قائم کرلیا تاکہ وہ اپنے قدیم دشمن گوجر راجاؤں کو عربوں کی امداد سے مغلوب کر سکیں۔ اہل عرب اگرچہ خود طاقتور تھے لیکن آخر بدیسی مہمان تھے۔ انہوں نے بھی اس اتحاد کو غنیمت سمجھا اور معاہدہ کی بنا پر مختلف اوقات میں عرب اور راشٹر کوٹ گوجروں کی ریاستوں پر چھاپے مارتے رہے لیکن ان کو مغلوب نہ کر سکے۔ عربوں اور گوجروں کی سلطنت کی حد فاصل دریائے ہکڑا تھا، جس کے آثار نمایاں طور پر اب بھی ریاست بیکانیر اور بھاولپور میں پائے جاتے ہیں، یہ وہ زمانہ تھا جب عرب کے فاضل سیاحوں اور مورخوں اور سوداگروں کی آمد شروع ہوگئی تھی، جن کے مفید سفرناموں اور روزنامچوں سے تاریخ ہند میں قیمتی

ایک سردار تیل یا تیلپ نے اس کو مغلوب کیا، اس زمانہ میں پھر چلکیا کے ایک شاہی خاندان کا دور دورہ ہو گیا اور راجہ تیل اس سلطنت کا بانی ہوا جو کہ بانی چلکی کے روشن نام سے تاریخ میں مذکور ہے، یہ خاندان 225 سال تک کامیابی و ناموری سے حکمران رہا۔ آٹھویں صدی عیسوی کی ابتداء میں اسلام کے مشہور سپہ سالار محمد بن قاسم نے سندھ کو فتح کر کے دور و نزدیک کی سلطنتوں پر اپنا رعب قائم کر لیا تھا اور وہ قرب و جوار کی ریاستوں کو دھمکاتا تھا اور مذہبی تبلیغ کے ساتھ ساتھ اسکے فتوحات کی توسیع ہوتی جاتی تھی۔ اس کی تبلیغ میں جادو کا اثر تھا، لوگ جوق در جوق حلقۂ اسلام میں داخل ہوتے جاتے تھے۔

اس زمانہ میں گوجر کا ایک طاقتور راجہ بھنمال پر حکمران تھا، بھنمال کوہ آبو سے تقریباً 50 میل کے فاصلہ پر واقع ہے اور سلطنت بھنمال سلطنت قنوج کے ساتھ حلیفانہ و برادرانہ تعلقات رکھتی تھی یا اس کے ماتحت تھی یعنی بھنمال اور قنوج دونوں پر گوجر حکمران تھے اور ایک ہی خاندان کے دو حصے ہو گئے تھے۔ اس کی نسبت ہم نے کسی اور جگہ مفصل لکھا ہے۔

راشٹرکوٹ خاندان کے راجے اس وقت ہمیشہ زمانہ کی رفتار کے ساتھ چلتے تھے۔ انہوں نے بہادران عرب کی بڑھتی ہوئی طاقت و دولت دیکھ کر اس کے ساتھ اتحاد و اتفاق قائم کر لیا تاکہ وہ اپنے قدیم دشمن گوجر راجاؤں کو عربوں کی امداد سے مغلوب کر سکیں۔ اہل عرب اگرچہ خود طاقتور تھے لیکن آخر بدیسی مہمان تھے، انہوں نے بھی اس اتحاد کو غنیمت سمجھا اور معاہدہ کی بنا پر مختلف اوقات میں عرب اور راشٹرکوٹ نے گوجروں کی ریاستوں پر چھاپے مارتے رہے لیکن ان کو مغلوب نہ کر سکے۔ عربوں اور گوجروں کی سلطنت کی حد فاصل دریائے ہاکڑا تھا، جس کے آثار نمایاں طور پر اب بھی ریاست بیکانیر اور بھاولپور میں پائے جاتے ہیں، یہ وہ زمانہ تھا جب عرب کے فاضل سیاحوں اور مورخوں اور سوداگروں کی آمد شروع ہو گئی تھی، جن کے مفید سفر ناموں اور روزنامچوں سے تاریخ ہند میں قیمتی

طرف حملہ کر دیا، جس سے پر مار کی فوج کا بڑا حصہ تہ تیغ اور بقیۃ السیف قید ہوا، راجہ منج پر مار جو لشکر کی خود کمان کر رہا تھا، وہ بھی قیدیوں میں شامل تھا، راجہ تیل نے نہایت فیاضی اور الطافِ شاہانہ سے اس کی مدارات کی، اس کو شاہی محل میں جگہ دی اور اس کی توقیر و عزت میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا، ملاقات کے وقت اس کو تخت پر اپنے پہلو میں جگہ دیتا تھا، اور مراسم تکریم و تعظیم شاہانہ بجالاتا تھا۔ راجہ پر مار ایک رات موقع پا کر بہ تبدیل لباس بھاگ نکلا اور دور چلا گیا، قریب تھا کہ وہ سرحد پر پہنچ جائے، مگر وہ معہ اپنے ہمراہی سواردن کے پکڑا گیا، راجہ تیل کو اس کی حرکت پر سخت غصہ آیا، حکم دیا کہ اس کو شاہی خوان نعمت سے محروم کیا جائے اور ہر روز اسکو دستہ سپاہ کی حراست میں در بدر پھرایا جائے اور گداگری سے جو کچھ ملے اپنا پیٹ بھرے اور کسی قسم کا سامان راحت اس کو نہ دیا جائے لیکن بایں ہمہ راجہ پر مارنے نہ معافی مانگی اور نہ آداب و کورنش شاہانہ بجالایا۔ آخر اس کو اس کے غرور و نخوت کی سزا میں قتل کر دیا گیا۔ سچ ہے۔

اقبالِ کرم مے گزد اربابِ ہمم را
ہمت نہ خورد نیشتر لاوَ نعم را

سیتی سرای یا سیتا سرایا

راجہ تیل یا تیلپ کی وفات کے بعد اس کا بیٹا سیتا سرایا، تقریباً 1000ء میں سریر آرائے سلطنت ہوا، مگر اس بدقسمت راجہ کے وقت میں سلطنت چلکی کا تار دپو دبکھر چکا تھا۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ چول خاندان کا راجہ راج (راجاؤں کا راجہ) کچھ عرصے سے اس تاک میں تھا کہ چلکیائی سلطنت پر ایسی ضرب لگائے کہ اس کی ہستی دنیا سے مٹ جائے چنانچہ ایک لشکر جرار جس کی تعداد 9 لاکھ بیان کی جاتی ہے۔ جمع کر کے حملہ آور ہوا اور تمام ملک کو پامال کر ڈالا نہ عورتوں کی عصمت کا خیال رکھا نہ بچوں پر رحم کیا، برہمنوں تک سب کو تہ تیغ کیا بڑے بڑے

طرف حملہ کر دیا، جس سے پر مار کی فوج کا بڑا حصہ تہ تیغ اور بقیۃ السیف قید ہوا، راجہ منج پر مار جو لشکر کی خود کمان کر رہا تھا، وہ بھی قیدیوں میں شامل تھا، راجہ تیل نے نہایت فیاضی اور الطافِ شاہانہ سے اس کی مدارات کی ، اس کو شاہی محل میں جگہ دی اور اس کی توقیر و عزت میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا، ملاقات کے وقت اس کو تخت پر اپنے پہلو میں جگہ دیتا تھا، اور مراسم تکریم و تعظیم شاہانہ بجالاتا تھا۔ راجہ پر مار ایک رات موقع پا کر بہ تبدیل لباس بھاگ نکلا اور دور چلا گیا، قریب تھا کہ وہ سرحد پر پہنچ جائے، مگر وہ معہ اپنے ہمراہی سوار دن کے پکڑا گیا، راجہ تیل کو اس کی حرکت پر سخت غصہ آیا، حکم دیا کہ اس کو شاہی خوان نعمت سے محروم کیا جائے اور ہر روز اسکو دستہ سپاہ کی حراست میں در بدر پھرایا جائے اور گداگری سے جو کچھ ملے اپنا پیٹ بھرے اور کسی قسم کا سامان راحت اس کو نہ دیا جائے لیکن بایں ہمہ راجہ پر مار نے نہ معافی مانگی اور نہ آداب وکورنش شاہانہ بجالایا۔ آخر اس کو اس کے غرور و نخوت کی سزا میں قتل کر دیا گیا۔ سچ ہے۔

اقبالِ کرم مے گزد اربابِ ہمم را
ہمت نہ خورد نیشتر لاؤ نعم را

سیتی سرای یا سیتا سرایا

راجہ تیل یا تیلپ کی وفات کے بعد اس کا بیٹا سیتا سرایا، تقریباً 1000ء میں سریر آرائے سلطنت ہوا، مگر اس بدقسمت راجہ کے وقت میں سلطنت چلکی کا تار دیو دبکھر چکا تھا۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ چول خاندان کا راجہ راج (راجاؤں کا راجہ) کچھ عرصے سے اس تاک میں تھا کہ چلکیائی سلطنت پر ایسی ضرب لگائے کہ اس کی ہستی دنیا سے مٹ جائے چنانچہ ایک لشکر جرار جس کی تعداد 9 لاکھ بیان کی جاتی ہے۔ جمع کر کے حملہ آور ہوا اور تمام ملک کو پامال کر ڈالا نہ عورتوں کی عصمت کا خیال رکھا نہ بچوں پر رحم کیا، برہمنوں تک سب کو تہ تیغ کیا بڑے بڑے

سمیسور چہارم

بکر مانک کی وفات کے بعد خاندان چلکیا بہت ہی کمزور ہو گیا تھا۔ 1156ء میں ولی عہد تیل سوم کے سپہ سالار بجل نامی نے علم بغاوت بلند کیا، اور تمام ممالک کا فرمانروا ہو گیا، چنانچہ 1183ء تک بجل اور اس کی اولاد اس سلطنت پر حکمران رہی اور ہر طرح سے انتظام ریاست میں نام پیدا کیا ہمیسور چہارم چولکیا نے آخرکار اپنی آبائی سلطنت کا ایک بڑا حصہ پھر فتح کر لیا، مگر چونکہ یہ راجہ دوسری حکومتوں کے حملوں کو روکنے کی طاقت نہیں رکھتا تھا، چند سال میں اس کی سلطنت کے حصے بخرے ہو گئے، ایک حصہ تو دیوگری کے خاندان نے دبا لیا، اور دوسرا حصہ میسور کے خاندان ہیوسل کے خاندان ہیوسل کی سلطنت سے ملحق ہو گیا، یہاں تک کہ 1190ء میں کلیان کے خاندان چلکیا کا خاتمہ ہو گیا اور بعد ازیں اس کے افراد مقامی جاگیرداروں کی حیثیت سے زندگی بسر کرنے لگے۔

ٹاڈ راجستان میں چلکی خاندان کے جو حالات درج ہیں ان کا ملخص دلچسپی سے خالی نہیں اور اس سے معلومات کا اضافہ ہوتا ہے۔

(ملاحظہ ہو ٹاڈ راجستان مترجمۂ افق باب ہفتم جلد اول)

کب چند مورخ سولنگی خاندان کی شوکت و حشمت کا مداح ہے، وہ بیان کرتا ہے کہ قنوج کی سرزمین پر ابھی راٹھور کی سطوت کا ستارہ چمکا بھی نہ تھا کہ اس سے بہت پہلے موریا خاندان کی طرح سولنگی خاندان کے عروج کا ڈنکا دریائے گنگ پر بج رہا تھا، شجرۂ خاندان سے واضح ہے کہ سولنگی خاندان کی سکونت لوکوٹ (لاہور) میں تھی، وہ بھی خاندان چوہان کی طرح متمدن تھا، اس کی دو شاخیں لنگاہ اور توگیرا ملتان اور اس کے گردونواح میں سکونت پذیر تھیں۔

(مؤلف) اب بھی ملتان، مظفر گڑھ، بھاول پور میں یہ قومیں کثرت سے پائی جاتی ہیں، توگیرا کو ہم ہمیشہ سرکاری خط و کتابت میں بوجہ ناواقفیت طغیرہ

سمیسُور چہارم

بکرمانک کی وفات کے بعد خاندان چلکیا بہت ہی کمزور ہو گیا تھا۔ 1156ء میں ولی عہد تیل سوم کے سپہ سالار بجل نامی نے علم بغاوت بلند کیا، اور تمام ممالک کا فرمانروا ہو گیا، چنانچہ 1183ء تک بجل اور اس کی اولاد اس سلطنت پر حکمران رہی اور ہر طرح سے انتظام ریاست میں نام پیدا کیا ہمیسور چہارم چولکیا نے آخرکار اپنی آبائی سلطنت کا ایک بڑا حصہ پھر فتح کر لیا، مگر چونکہ یہ راجہ دوسری حکومتوں کے حملوں کو روکنے کی طاقت نہیں رکھتا تھا، چند سال میں اس کی سلطنت کے حصے بخرے ہو گئے، ایک حصہ تو دیوگری کے خاندان نے دبا لیا، اور دوسرا حصہ میسور کے خاندان ہیوسل کے خاندان ہیوسل کی سلطنت سے ملحق ہو گیا، یہاں تک کہ 1190ء میں کلیانی کے خاندان چلکیا کا خاتمہ ہو گیا اور بعد ازیں اس کے افراد مقامی جاگیرداروں کی حیثیت سے زندگی بسر کرنے لگے۔

ٹاڈ راجستان میں چلکی خاندان کے جو حالات درج ہیں ان کا ملخص دلچسپی سے خالی نہیں اور اس سے معلومات کا اضافہ ہوتا ہے۔

(ملاحظہ ہو ٹاڈ راجستان مترجمہ افق باب ہفتم جلد اول)

کب چند مورخ سولنگی خاندان کی شوکت وحشمت کا مداح ہے، وہ بیان کرتا ہے کہ قنوج کی سرزمین پر ابھی راٹھور کی سطوت کا ستارہ چمکا بھی نہ تھا کہ اس سے بہت پہلے موریا خاندان کی طرح سولنگی خاندان کے عروج کا ڈنکا دریائے گنگ پر بج رہا تھا، شجرۂ خاندان سے واضح ہے کہ سولنگی خاندان کی سکونت لوکوٹ (لاہور) میں تھی، وہ بھی خاندان چوہان کی طرح متمدن تھا، اس کی دو شاخیں لنگاہ اور توگیرا ملتان اور اس کے گردونواح میں سکونت پذیر تھیں۔

(مؤلف) اب بھی ملتان، مظفر گڑھ، بھاول پور میں یہ قومیں کثرت سے پائی جاتی ہیں، توگیرا کو ہم ہمیشہ سرکاری خط وکتابت میں بوجہ ناواقفیت طغیرہ

سولنکی کا تاج زیب سر کیا اور انہلواڑہ کو بہت ترقی دی، کمار پال کی ذات چوہان تھی، مگر بموجب رسم و رواج راجگان ہند اس کی ذات بھی سولنکی سمجھی گئی، کیونکہ یہ سولنکی تخت کا مالک ہو گیا تھا۔ کمار پال سدھ رائے کی طرح بدھ مذہب کا مقلد تھا، سولنکی خاندان نے بیشمار مندر خانقاہیں اور شاہی عمارتیں تعمیر کیں، اس زمانہ کی فنِ تعمیر کے صنائع اور نقش و نگار اور ترتیب منازل کی خوشنمائی اعجوبہ روزگار ہے، کسی ملک میں اس کی نظیر نہیں ملتی، خصوصاً سدھ رائے، جے سنگھ اور کمار پال نے توصیعۂ عمارت میں وہ کمال دکھلایا کہ اب تک ان عمارتوں کے کھنڈر اپنے معماروں کی صنعت کی یادگار ہیں، جس کی نظیر کم ملتی ہے۔

راجہ کمار پال کی زندگی کا پیمانہ جب لبریز ہو گیا، تو اس کا جانشین بلومول دیو ہوا، مگر شہاب الدین غوری کے جانستان حملوں سے جانبر نہ ہو سکا، اس کے بعد سدھ رائے جے سنگھ کی نسل سے بگھیل نے بسال دیو کی امداد سے مسندِ حکومت پر قدم رکھا، مذہبی جگہوں میں جو مکانات اور عمارتیں برباد ہو گئی تھیں، مرمت کرا کر ان کو آباد کیا جس سے ملک کی پہلی رونق و شادابی کا منظر دوبارہ سامنے آ گیا، اور شان و شوکت کا پھریرا از سر نو آسمانِ اقبال پر لہرانے لگا، سومنات کا اجڑا ہوا مندر پھر آراستہ پیراستہ ہو گیا اور اس میں پجاریوں کی کثرت سے چھل پہل پیدا ہو گئی، یہ سامان مکمل ہوتے ہی ایک بلائے آسمانی نازل ہوئی۔ جس طرح کہ خرمن پر بجلی گرتی ہے، اس زمانہ میں انہلواڑہ اور سومنات کا مندر اسلامی بادشاہوں کے حملوں کا آماجگاہ تھے، اس کے آباد و سرسبز ہوتے ہی شاہانِ اسلام برق خاطف کی طرح اس پر آ گرتے اور اس کو لوٹ کھسوٹ کر واپس چلے جاتے تھے، چنانچہ علاؤ الدین بادشاہ نے انہلواڑہ پر دفعۃً حملہ کر کے اس زرخیز حکومت کو برباد کر دیا۔

سولنکی کے راجاؤں کے لئے یہ نامساعد زمانہ تھا کہ دہلی کے بادشاہوں کا گجرات اور سوراشٹر کے آباد و شاداب مقامات پر دانت لگا، نہ صرف اوٹانہ کا قدیم بت خانہ برباد کیا گیا، بلکہ دوسرے بت خانے بھی مسمار کئے گئے، بدھ مذہب کے

سولنگی کا تاج زیب سر کیا اور انہلواڑہ کو بہت ترقی دی، کمار پال کی ذات چوہان تھی، مگر بموجب رسم و رواج راجگان ہند اس کی ذات بھی سولنگی سمجھی گئی، کیونکہ یہ سولنگی تخت کا مالک ہو گیا تھا۔ کمار پال سدھ رائے کی طرح بدھ مذہب کا مقلد تھا، سولنگی خاندان نے بیشمار مندر خانقاہیں اور شاہی عمارتیں تعمیر کیں، اس زمانہ کی فنِ تعمیر کے صنائع اور نقش و نگار اور ترتیب منازل کی خوشنمائی اعجوبہ روزگار ہے، کسی ملک میں اس کی نظیر نہیں ملتی، خصوصاً سدھ رائے، جے سنگھ اور کمار پال نے توصیغۂ عمارت میں وہ کمال دکھلایا کہ اب تک ان عمارتوں کے کھنڈر اپنے معماروں کی صنعت کی یادگار ہیں، جس کی نظیر کم ملتی ہے۔

راجہ کمار پال کی زندگی کا پیمانہ جب لبریز ہو گیا، تو اس کا جانشین بلومول دیو ہوا، مگر شہاب الدین غوری کے جانستان حملوں سے جانبر نہ ہو سکا، اس کے بعد سدھ رائے جے سنگھ کی نسل سے بکھیل نے بسال دیو کی امداد سے مسندِ حکومت پر قدم رکھا، مذہبی جگہوں میں جو مکانات اور عمارتیں برباد ہو گئی تھیں، مرمت کرا کر ان کو آباد کیا جس سے ملک کی پہلی رونق و شادابی کا منظر دوبارہ سامنے آ گیا، اور شان و شوکت کا پھریرا از سرنو آسمانِ اقبال پر لہرانے لگا، سومنات کا اجڑا ہوا مندر پھر آراستہ پیراستہ ہو گیا اور اس میں پجاریوں کی کثرت سے چہل پہل پیدا ہو گئی، یہ سامان مکمل ہوتے ہی ایک بلائے آسمانی نازل ہوئی۔ جس طرح کہ خرمن پر بجلی گرتی ہے، اس زمانہ میں انہلواڑہ اور سومنات کا مندر اسلامی بادشاہوں کے حملوں کا آماجگاہ تھے، اس کے آباد و سرسبز ہوتے ہی شاہانِ اسلام برق خاطف کی طرح اس پر آ گرتے اور اس کو لوٹ کھسوٹ کر واپس چلے جاتے تھے، چنانچہ علاؤ الدین بادشاہ نے انہلواڑہ پر دفعتہً حملہ کر کے اس زرخیز حکومت کو برباد کر دیا۔

سولنگی کے راجاؤں کے لئے یہ نامساعد زمانہ تھا کہ دہلی کے بادشاہوں کا گجرات اور سوراشٹر کے آباد و شاداب مقامات پر دانت لگا، نہ صرف اوٹانہ کا قدیم بت خانہ برباد کیا گیا، بلکہ دوسرے بت خانے بھی مسمار کئے گئے، بدھ مذہب کے

میدان میں تلوار کھا کر مرا، سولنگی خاندان کی حسب ذیل 16 شاخیں ہیں۔

نام شاخ	تشریح
بگھیل	جس سے راجہ بگھیل کھنڈ ہے جس کی راجدھانی بندوگڑھ اور راؤ صاحبان، پیت پور، تھراڈ وغیرہ ہیں۔
بیر پور	جس سے راؤ صاحب اناوار ہیں۔
بھیلا	جس کی نسل سے راؤ صاحب کلیان پور واقع میواڑ رئیس سلومبرا ہیں
بھوت، کالاچ	یہ لوگ بارو ٹیکر، کہیر (واقع جسلمیر) میں آباد ہیں۔
لنگاہ	یہ لوگ مسلمان ہو کر ملتان اور اس کے ملحقہ علاقوں میں سکونت پذیر ہیں۔
توگیراء، برکو	یہ خاندان مسلمان ہو کر پنج نند کے علاقہ میں رہتا ہے۔
سورکی	دکن میں اقامت پذیر ہیں۔
سروریہ	گرنار واقع سوراشٹر میں رہتے ہیں۔
راوک	تھوڑا واقع جے پور میں مقیم ہیں۔
رانکیا	یسوری واقع میواڑ میں متوطن ہیں۔
کھرورا	الوٹ وجاورہ (مالوہ) میں رہتے ہیں۔
تانتیا	چاند بھرسا کھیری میں سکونت پذیر ہیں۔
المیچہ	متفرق مقامات میں ہیں۔
کلامور	گجرات میں رہتے ہیں۔

اگر ہر ایک شاخ کے حالات لکھے جائیں تو ایک ضخیم کتاب مرتب ہو سکتی ہے۔ مسٹر ونسنٹ اے سمتھ نے چلکیا بادشاہوں کی حکومت کی ایک فہرست شامل کی

میدان میں تلوار کھا کر مرا، سولنگی خاندان کی حسب ذیل 16 شاخیں ہیں۔

نام شاخ	تشریح
بگھیل	جس سے راجہ بگھیل کھنڈ ہے جس کی راجدھانی بندوگڑھ اور راؤ صاحبان، پیت پور، تھراڈ وغیرہ ہیں۔
بیر پور	جس سے راؤ صاحب اناوار ہیں۔
بھیلا	جس کی نسل سے راؤ صاحب کلیان پور واقع میواڑ رئیس سلومبرا ہیں
بھوت، کالاچ	یہ لوگ بارو ٹیکر، کہیر (واقع جسلمیر) میں آباد ہیں۔
لنگاہ	یہ لوگ مسلمان ہو کر ملتان اور اس کے ملحقہ علاقوں میں سکونت پذیر ہیں۔
توگیراء، برکو	یہ خاندان مسلمان ہو کر پنج نند کے علاقہ میں رہتا ہے۔
سورکی	دکن میں اقامت پذیر ہیں۔
سروریہ	گرنار واقع سوراشٹر میں رہتے ہیں۔
راوک	تھوڈا واقع جے پور میں مقیم ہیں۔
رانکیا	یسوبری واقع میواڑ میں متوطن ہیں۔
کھرورا	الوٹ وجاورہ (مالوہ) میں رہتے ہیں۔
تانتیا	چاندبھر ساکھیمری میں سکونت پذیر ہیں۔
المیچہ	متفرق مقامات میں ہیں۔
کلامور	گجرات میں رہتے ہیں۔

اگر ہر ایک شاخ کے حالات لکھے جائیں تو ایک ضخیم کتاب مرتب ہوسکتی ہے۔ مسٹر ونسنٹ اے سمتھ نے چلکیا بادشاہوں کی حکومت کی ایک فہرست شامل کی

بکرماجیت اول (ولبھ، ستیا سریا وغیرہ)	655ء	659ء
دنیادت (ستیا سریا، ولبھ وغیرہ)	680ء	689ء، 691ء و 692ء، 694ء
وجیادت (ستیا سریا وغیرہ)	696ء	699ء، 700ء، 705ء، 709ء
بکرماجیت دوم (آنوارت وغیرہ)	733ء	735ء
کیرتی ورمن دوم (نری سمپھراج وغیرہ)	746ء	754ء، 757ء، (753ء میں راشتر کوتوں کی فتوحات واقع ہوئیں اور کیرتی ورمن محض ایک مقامی سردار رہ گیا)

فہرست دویم کلیانی (کلیان) کے شاہان چلکیا

973ء سے 1190ء تک

نام راجہ	تخت نشینی کا قرین صحت سن	کتبوں سے معلوم شدہ سنین
تیل دوم (تیلپ آہومل وغیرہ)	973ء	993ء سے 997ء تک
ستیا سریا (ستگِ وغیرہ)	997ء	1002ء و 1008ء
بکرماجیت پنجم (تربھون مل)	1009ء	1009ء

بکرماجیت اول (ولبھ، ستیا سریا وغیرہ)	655ء	659ء
دنیادت (ستیا سریا، ولبھ وغیرہ)	680ء	689ء، 691ء و 692ء، 694ء
وجیادت (ستیا سریا وغیرہ)	696ء	699ء، 700ء، 705ء، 709ء
بکرماجیت دوم (آنوارت وغیرہ)	733ء	735ء
کیرتی ورمن دوم (نری سمپھراج وغیرہ)	746ء	754ء، 757ء، (753ء میں راشتر کوتوں کی فتوحات واقع ہوئیں اور کیرتی ورمن محض ایک مقامی سردار رہ گیا)

فہرست دویم کلیانی (کلیان) کے شاہان چلکیا
973ء سے 1190ء تک

نام راجہ	تخت نشینی کا قرین صحت سن	کتبوں سے معلوم شدہ سنین
تیل دوم (تیلپ آہومل وغیرہ)	973ء	993ء سے 997ء تک
ستیا سریا (ستگِ وغیرہ)	997ء	1002ء و 1008ء
بکرماجیت پنجم (تربھون مل)	1009ء	1009ء

باب نہم:

پرمار (پوار) گوجر راجہ

راجہ کرشن راج

کوہ آبو کے قریب تر اضلاع چندراوتی یا اچل گڑھ سے جو قوم گوجر کا دیرینہ مستقر اور تاخت و تاراج کا میدان تھا، ایک سردار پندر یا کرشن راج نے دریائے نربدا کے شمالی سرزمین مالوہ میں جو اونتی اور سلطنت چین کہلاتی تھی، آ کر 820ء میں پرچم اقبال بلند کیا اور شمشیر خون آشام کو نیام سے نکالا اور اس تمام علاقہ کو زیر نگین کر کے سلطنت پرمار کی ایسی مستحکم بنیاد ڈالی کہ چار سو سال تک انقلاباتِ زمانہ کے قیامت خیز زلزلے اور حملہ آوروں کا فوجی سیلاب اس کو متزلزل نہ کر سکا، باوجود یکہ چاروں طرف سے اس پر حملے ہو رہے تھے، فتنہ وفساد کی آگ ہر جانب شعلہ زن تھی اور طوائف الملوکی کی وجہ سے قوموں میں جنگ و جدال برپا تھا۔

مگر وہ ہر حملہ آور کا سنان جانستا
سینہ چاک اور سر قلم کرتا تھا

اس کے بعد پانچ راجاؤں نے اپنی موروثی شجاعت و سطوت اور نہ صرف اپنی سلطنت کو محفوظ رکھا، بلکہ اس کو شرقاً و غرباً وسعت بھی دی اور اپنی اولوالعزمی اور استقلال سے دوسری ریاستوں کو دھمکاتے اور ڈراتے رہے۔

راجہ منج

اس آسمان رفعت و ابہت کا ساتواں درخشاں ستارہ راجہ منج تھا، جو اپنے متقدین و متاخرین کے لئے مایۂ فخر و ناز تھا، 974ء میں سریر آرائے سلطنت ہوا،

باب نہم:

پرمار (پوار) گوجر راجہ

راجہ کرشن راج

کوہ آبو کے قریب تر اضلاع چندر اوتی یا اچل گڑھ سے جو قوم گوجر کا دیرینہ مستقر اور تاخت و تاراج کا میدان تھا، ایک سردار پندر یا کرشن راج نے دریائے نربدا کے شمالی سرزمین مالوہ میں جو اونتی اور سلطنت چین کہلاتی تھی، آ کر 820ء میں پرچم اقبال بلند کیا اور شمشیر خون آشام کو نیام سے نکالا اور اس تمام علاقہ کو زیرنگین کر کے سلطنت پرمار کی ایسی مستحکم بنیاد ڈالی کہ چار سو سال تک انقلاباتِ زمانہ کے قیامت خیز زلزلے اور حملہ آوروں کا فوجی سیلاب اس کو متزلزل نہ کر سکا، باوجودیکہ چاروں طرف سے اس پر حملے ہو رہے تھے، فتنہ وفساد کی آگ ہر جانب شعلہ زن تھی اور طوائف الملوکی کی وجہ سے قوموں میں جنگ و جدال برپا تھا۔

مگر وہ ہر حملہ آور کا سنان جانستا
سینہ چاک اور سر قلم کرتا تھا

اس کے بعد پانچ راجاؤں نے اپنی موروثی شجاعت وسطوت اور نہ صرف اپنی سلطنت کو محفوظ رکھا، بلکہ اس کو شرقاً و غرباً وسعت بھی دی اور اپنی اولوالعزمی اور استقلال سے دوسری ریاستوں کو دھمکاتے اور ڈراتے رہے۔

راجہ منج

اس آسمان رفعت وابہت کا ساتواں درخشاں ستارہ راجہ منج تھا، جو اپنے متقدین ومتاخرین کے لئے مایۂ فخر و ناز تھا، 974ء میں سریر آرائے سلطنت ہوا،

اجلال کا پرچم اڑاتا ہوا اپنے دارالسلطنت دھار کو سالماً و غانماً واپس آتا تھا۔

ساتویں دفعہ وہ آخری فیصلہ کے لئے راجہ تیل پر بڑی مستعدی سے اس غرض سے حملہ آور ہوا کہ اس کے ملک کو اپنی سلطنت سے ملحق کرے، اس دفعہ راجہ تیل بھی بمصداق ہر کہ تنگ آمد بہ جنگ آمد، اپنی پوری طاقت کے ساتھ اس کے مقابلہ کو نکلا، آہن باہن کوفتن کا منظر تھا، مگر راجہ منج کا لشکر تیر باراں اور آتش سوزان کا مقابلہ کرتا ہوا آخر کار شمالی سرحد دریائے گرداوری کو عبور کر گیا اور قریب تھا کہ قلعۂ دھار پر رایت نصرت بلند ہو، مگر راجہ تیل کے لشکر نے سینہ شگاف نیزوں اور جانستان تلواروں سے اس کے لشکر کی مدافعت اس طرح جان توڑ کر کی کہ راجہ منج گرفتار ہو گیا اور راجہ تیل نے اس صاحب سیف و قلم کا سر 995ء میں اپنی تلوار سے قلم کیا۔

جناد نہ ہر بار غزالے ببرو
باشد کہ یکے روز پلنگش بدرد

راجہ منج کا نام مختلف تاریخوں میں مختلف ہے، واکپتی اول، اتپل راج، اموگھورش، پرتھوی ولبھ سری ولبھ، یہ راجہ 974ء میں تخت نشین ہوا اور 995ء و 997ء کے درمیان مارا گیا۔ اس کا زمانۂ سلطنت تقریباً 20 سال تھا، ملاحظہ ہو بیوہلر اپی گریفیا انڈ کی جلد اول صفحہ 8، 1222ء

راجہ بھوج

ہم راجہ منج کے تذکرے میں بیان کر آئے ہیں کہ اس کا بھتیجا راجہ بھوج علم و فضل کے آسمان کا آفتاب جہاں تاب تھا، منج کی وفات کے بعد یہ جامع العلوم والفنون راجہ 1018ء میں جلوہ آرائے ایوانِ سلطنت ہوا، اس کے زمانہ میں ادبیات سنسکرت اور دوسرے علوم و فنون مثلاً ریاضی، علم عروض، فصاحت و بلاغت (ادب و انشاء) میں دن دونی رات چوگنی ترقی ہوئی، اس کے ملک میں علم

اجلال کا پرچم اڑاتا ہوا اپنے دارالسلطنت دھار کو سالماً و غانماً واپس آتا تھا۔

ساتویں دفعہ وہ آخری فیصلہ کے لئے راجہ تیل پر بڑی مستعدی سے اس غرض سے حملہ آور ہوا کہ اس کے ملک کو اپنی سلطنت سے ملحق کرے، اس دفعہ راجہ تیل بھی لفجوائے ہر کہ تنگ آمد بہ جنگ آمد، اپنی پوری طاقت کے ساتھ اس کے مقابلہ کو نکلا، آہن باہن کوفتن کا منظر تھا، مگر راجہ منج کا لشکر تیر باراں اور آتش سوزاں کا مقابلہ کرتا ہوا آخر کار شمالی سرحد دریائے گرداوری کو عبور کر گیا اور قریب تھا کہ قلعۂ دھار پر رابت نصرت بلند ہو، مگر راجہ تیل کے لشکر نے سینہ شگاف نیزوں اور جانستان تلواروں سے اس کے لشکر کی مدافعت اس طرح جان توڑ کر کی کہ راجہ منج گرفتار ہو گیا اور راجہ تیل نے اس صاحب سیف و قلم کا سر 995ء میں تلوار سے قلم کیا۔

جناد نہ ہر بار غزالے ببرو
باشد کہ یکے روز پلنگش بدرد

راجہ منج کا نام مختلف تاریخوں میں مختلف ہے، واکپتی اول، اتپل راج، اموگھورش، پرتھوی ولبھ سری ولبھ، یہ راجہ 974ء میں تخت نشین ہوا اور 995ء و 997ء کے درمیان مارا گیا۔ اس کا زمانۂ سلطنت تقریباً 20 سال تھا، ملاحظہ ہو بیوہلر اپی گریفیا انڈکی جلد اول صفحہ 8، 1222ء

راجہ بھوج

ہم راجہ منج کے تذکرے میں بیان کر آئے ہیں کہ اس کا بھتیجا راجہ بھوج علم و فضل کے آسمان کا آفتاب جہاں تاب تھا، منج کی وفات کے بعد یہ جامع العلوم والفنون راجہ 1018ء میں جلوہ آرائے ایوانِ سلطنت ہوا، اس کے زمانہ میں ادبیات سنسکرت اور دوسرے علوم وفنون مثلاً ریاضی، علم عروض، فصاحت و بلاغت (ادب وانشاء) میں دن دونی رات چوگنی ترقی ہوئی، اس کے ملک میں علم

سلطنت کی عظمت و ابہت بھی ہمیشہ کے لئے ختم ہوگئی اور دارالسطنت دھارا[1] کی اینٹ سے اینٹ بجادی گئی۔

اس کے جانشین سردار صرف اس کے مرثیہ خوانوں کی حیثیت سے باقی رہ گئے جن کو تمر راجاؤں نے نکال دیا، لیکن وہ بھی کچھ زیادہ عرصہ تک حکمران نہ رہے، چوہان راجاؤں نے ان کو بھی نکال دیا۔

1569ء کے آخیر میں چوہان بھی اکبر کی تکبیر اللہ اکبر سے مسخر ہوئے اور مالوہ تیموری سلطنت میں شامل ہوگیا، پھر اکبر بھی نہ رہا۔

مالوہ کے پرمار (پنوار) ایک ہزار سال سے زیادہ عرصہ تک صوبہ مالوہ اور اس کے نواح میں کامیابی کے ساتھ حکومت کرتے رہے، پرمار صرف مالوہ ہی کے بادشاہ نہ تھے، بلکہ دوسرے ممالک میں بھی شاہانہ اقتدار رکھتے تھے، علامہ ابو الفضل نے آئین اکبری کے جلد دوم صفحہ 103 میں ان راجاؤں کے ناموں اور مدت سلطنت کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے جس کی نقل ذیل میں درج ہے۔

نمبر شمار	نام راجہ	روز	ماہ	سال
۱	آوت پنوار	۳	۷	۸۶
۲	برمہراج	۳	۷	۹۰
۳	آدت میز	۰	۰	۹۰
۴	سدھر دسنگھ	۰	۰	۸۰
۵	ہمرتھ	۰	۰	۱۰۰
۶	گندھرپ	۰	۰	۳۵

[1] دھار میں سرسوتی دیوی کے نام پر ایک عظیم الشان مندر تھا۔ اس کے متعلق راجہ بھوج نے سنسکرت کا ایک بیت العلوم تعمیر کیا تھا، مگر اس زمانہ میں اس کا نام ونشان باقی نہیں ہے، البتہ ایک مسجد اس مقام پر پائی جاتی ہے۔

سلطنت کی عظمت و ابہت بھی ہمیشہ کے لئے ختم ہو گئی اور دارالسلطنت دھارا[1] کی اینٹ سے اینٹ بجادی گئی۔

اس کے جانشین سردار صرف اس کے مرثیہ خوانوں کی حیثیت سے باقی رہ گئے جن کو تمر راجاؤں نے نکال دیا، لیکن وہ بھی کچھ زیادہ عرصہ تک حکمران نہ رہے، چوہان راجاؤں نے ان کو بھی نکال دیا۔

1569ء کے آخیر میں چوہان بھی اکبر کی تکبیر اللہ اکبر سے مسخر ہوئے اور مالوہ تیموری سلطنت میں شامل ہو گیا، پھر اکبر بھی نہ رہا۔

مالوہ کے پرمار (پنوار) ایک ہزار سال سے زیادہ عرصہ تک صوبہ مالوہ اور اس کے نواح میں کامیابی کے ساتھ حکومت کرتے رہے، پرمار صرف مالوہ ہی کے بادشاہ نہ تھے، بلکہ دوسرے ممالک میں بھی شاہانہ اقتدار رکھتے تھے، علامہ ابو الفضل نے آئین اکبری کے جلد دوم صفحہ 103 میں ان راجاؤں کے ناموں اور مدت سلطنت کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے جس کی نقل ذیل میں درج ہے۔

نمبر شمار	نام راجہ	روز	ماہ	سال
۱	آدت پنوار	۳	۷	۸۶
۲	برمہراج	۳	۷	۹۰
۳	آدت میز	۰	۰	۹۰
۴	سدھر دسنگھ	۰	۰	۸۰
۵	ہمرتھ	۰	۰	۱۰۰
۶	گندھرپ	۰	۰	۳۵

[1] دھار میں سرسوتی دیوی کے نام پر ایک عظیم الشان مندر تھا۔ اس کے متعلق راجہ بھوج نے سنسکرت کا ایک بیت العلوم تعمیر کیا تھا، مگر اس زمانہ میں اس کا نام ونشان باقی نہیں ہے، البتہ ایک مسجد اس مقام پر پائی جاتی ہے۔

مشاطہ راگو کہ براسباب حسن یار
چیزے فزوں کند کہ تماشا ہمارسید

خون پتراج پنجبین پور اور افرزندے نہ بود، بزرگان آدت پنوار راجا نشین گردانیدند، سرآغاز مرزبانی دریں الوس شدو چون ہمرتہ درآویزہ جان سپرد، گندھرپ نام گزیدہ رابسر داری برداشتند، چنان پندارند کہ ہمان ہمرتہ است کہ اوار ادار بیہمال درپیکر گندھرپ دیوتادر آورد و پس ازیں انسی قالب درپوشانیدو بدین نام شہرۂ آفاق شدو بداد و دہش عالم را آباد ساخت اور اسپرے شد، بکرما جیت نام چراغ نیاگان برا فروخت وبسیارے جہاں برگرفت بہندی نژاد جلوس اور اتا امروز سر آغاز تاریخ داندوشگرف .واستانہا برگذارو، ہمانا از طلسم و نیرنج خبرے داشت وسادہ والہارابدام آدر وہ بود چندر پال پایۂ والائے سلطنت یافت وہمگی ہندوستان بدست آورد۔

بجے نند عشرت شکار داشت ناگاہ نزد بوتہ منج نو زادے یافت بضر زندی برگرفت وبدان نام برخواند، چون اور اہنگام ناگزیر رسید، بھوج حقیقی پور اوخرد سال بود، منج راجانشین گردانید اوور آدیزۂ دھن زندگی بسپرد۔

بھوج درسال پانصد وچہل ویک از تاریخ بکرما جیت اورنگ آراشد، وبسیارے عالم برگرفت، وبداودہش روزگار آباد ساخت، دانش رابر افراز اعتبار برد، گزیدہ گوہران راروز بازارشد وخرد پژدہان چیرہ دستی یافتند، پانصد فہر وہیدہ مرد حکمت شناس در بزم اوہنگامۂ آگہی آراستے ومرتبہ شناسی و انصاف پژوہی را برگرفتے، سرآمدانیاں بررج (بفتح باوسکون را وضم راوسکون جیم) دیگر دھن پال (بفتح دال وہائے خفی وسکون نون وبائے فارسی والف ولام) دلآویز مخنان نگاشتہ اندوحقیقت جویاں کار آگاہ را ارمغانے گذاشتہ چون بھوج بزاداختر شناسان رالغزشے سترگ رفت یاگذارندگانِ ساعت رافراموشی شد، ستارہ داناں فراہم آمدہ ازنحوست مولود برگفتند، غمخوار اور ابگزند جانی بیم افزودند، ازجان دوستی، آن

مشاطہ را بگو کہ براسباب حسن یار
چیزے فزوں کند کہ تماشا ہمارسید

خون پتراج پنجبین پور اور افرزندے نہ بود، بزرگان آدت پنوار راجا نشین گردانیدند، سرآغاز مرزبانی دریں الوس شدوچون ہمرتہ درآویزہ جان سپرد، گندھرپ نام گزیدہ رابسرداری برداشتند، چنان پندارند کہ ہمان ہمرتہ است کہ اوار ادار بیہمال درپیکر گندھرپ دیوتادر آورد و پس ازیں انسی قالب درپوشانیدو بدین نام شہرۂ آفاق شدو بداد و دہش عالم را آباد ساخت اور اسپرے شد، بکرما جیت بنام چراغ نیاگان برا فروخت وبسیارے جہاں برگرفت بہندی نژاد جلوس اور اتا امروز سرآغاز تاریخ داندوشگرف واستانہا برگذارو، ہمانا اُذ طلسم و نیرنج خبرے داشت وسازہ والہارابدام آدروہ بود چندر پال پایۂ والائے سلطنت یافت وہمگی ہندوستان بدست آورد۔

بجے نند عشرت شکار داشت ناگاہ نزد بوتہ منج نوزادے یافت بضرزندی برگرفت وبدان نام برخواند، چون اوراہنگام ناگزیر رسید، بھوج حقیقی پوراوخرد سال بود، منج راجانشین گردانید اوورآ ویزۂ دھن زندگی بسپرد۔

بھوج درسال پانصد وچہل ویک از تاریخ بکرما جیت اورنگ آراشد، وبسیارے عالم برگرفت، وبداددہش روزگار آباد ساخت، دانش رابرافراز اعتبار برد، گزیدہ گوہران راروز بازارشد وخرد پژدہان چیرہ دستی یافتند، پانصد فہروہیدہ مرد حکمت شناس دربزم اوہنگامۂ آگہی آراستے ومرتبہ شناسی و انصاف پژوہی را برگرفتے، سرآمدانیاں بررج (بفتح باوسکون را وضم راوسکون جیم) دیگر دھن پال (بفتح دال وہائے خفی وسکون نون وبائے فارسی والف ولام) دلآویز مخنان نگاشتہ اندوحقیقت جویاں کارآگاہ را ارمغانے گذاشتہ چون بھوج بزاداختر شناسان رالغزشے سترگ رفت یاگذارندگانِ ساعت رافراموشی شد، ستارہ داناں فراہم آمدہ ازنحوست مولود برگفتند، غمخوار اور ابگزند جانی بیم افزودند، ازجان دوستی، آن

خیال کرتے ہیں کہ یہ وہی ھمرتہ ہے جس کی روح کو خدائے بیچون نے گندھرپ دیوتا کے وجود میں ڈالا اور پھراس کو انسانی قالب پہنایا (یعنی دیوتا سے انسان ہوا) اور زمانہ میں اسی نام (گندھرپ) سے مشہور ہوا۔ گندھرپ نے معدلت و سخاوت سے جہاں کو آباد کیا۔ اس کا بیٹا بکرماجیت نام تھا، اس نے باپ دادا کا نام روشن اور بہت ملک فتح کیا، ہندوقوم تاریخ کا آغاز اس وقت تک اس کے سن جلوس سے کرتی ہے، ہندو اس (بکرماجیت) کی نسبت عجیب عجیب داستانیں بیان کرتے ہیں، طلسمات وسحروفسوں اور جنتر ومنتر جانتا تھا اور (اس فن سے) وہ سادہ لوحوں کو اپنے پھندے میں لے آیا۔

چندر پال نے بہت بڑی سلطنت پائی اور تمام ہندوستان کو زیرنگین کیا۔

بجے نند شکار کا شائق تھا، شکار میں اس نے منج (ریوند کے درخت) کے پاس ایک بچہ پایا۔ اس کو اپنا متبنیٰ بنایا اور اسی نام (منج) سے اس کو پکارا جب اس کی وفات کا وقت آیا تو اس کا حقیقی بیٹا بھوج کم سن تھا منج کو اپنا قائم مقام مقرر کیا، منج دکن کی کسی جنگ میں قتل ہوا۔

راجہ بھوج 541ء بکرماجیتی میں تخت نشین ہوا۔

اس نے بہت ملک فتح کئے اور عدل وسخاوت سے دنیا کو معمور کیا، علم و فن کا قدردان تھا۔ شرفا کی اس زمانہ میں قدرومنزلت بڑھ گئی اور علماء وفضلاء نے سب پر امتیاز اور فوقیت حاصل کی، پانسو دانشمند حکیم اس کے مشیر تھے، جو اپنی دانش سے دربار شاہی کو آراستہ و پیراستہ رکھتے تھے اور رعایا کے معاملات میں معدلت و انصاف سے کام لیتے تھے، ان کا صدر بزرج اور نائب صدر دھن پال تھا، جنھوں نے نہایت دلکش قیمتی باتیں لکھی ہیں، جو محققین علماء کے لئے ایک تحفہ ہیں جب بھوج پیدا ہوا، تو زائچہ کے مرتب کرنے میں منجموں سے ایک بڑی غلطی سرزد ہوئی یعنی وہ حساب لگانے میں بھول گئے، یا وقت ولادت سے اطلاع دینے والے بھول گئے، (کہ انھوں نے ولادت کا صحیح وقت نہ بتایا) جس کے باعث زائچہ غلط

خیال کرتے ہیں کہ یہ وہی ہمرتہ ہے جس کی روح کو خدائے بیچون نے گندھرپ دیوتا کے وجود میں ڈالا اور پھر اس کو انسانی قالب پہنایا (یعنی دیوتا سے انسان ہوا) اور زمانہ میں اسی نام (گندھرپ) سے مشہور ہوا۔ گندھرپ نے معدلت و سخاوت سے جہاں کو آباد کیا۔ اس کا بیٹا بکرما جیت نام تھا، اس نے باپ دادا کا نام روشن اور بہت ملک فتح کیا، ہندوقوم تاریخ کا آغاز اس وقت تک اس کے سن جلوس سے کرتی ہے، ہندو اس (بکرما جیت) کی نسبت عجیب عجیب داستانیں بیان کرتے ہیں، طلسمات وسحر فسوں اور جنتر و منتر جانتا تھا اور (اس فن سے) وہ سادہ لوحوں کو اپنے پھندے میں لے آیا۔

چندر پال نے بہت بڑی سلطنت پائی اور تمام ہندوستان کو زیر نگین کیا۔

بجے نند شکار کا شائق تھا، شکار میں اس نے منج (ریوند کے درخت) کے پاس ایک بچہ پایا۔ اس کو اپنا متبنیٰ بنایا اور اسی نام (منج) سے اس کو پکارا جب اس کی وفات کا وقت آیا تو اس کا حقیقی بیٹا بھوج کم سن تھا منج کو اپنا قائم مقام مقرر کیا، منج دکن کی کسی جنگ میں قتل ہوا۔

راجہ بھوج 541ء بکرما جیتی میں تخت نشین ہوا۔

اس نے بہت ملک فتح کئے اور عدل وسخاوت سے دنیا کو معمور کیا، علم و فن کا قدردان تھا، شرفا کی اس زمانہ میں قدرومنزلت بڑھ گئی اور علماء وفضلاء نے سب پر امتیاز اور فوقیت حاصل کی، پانسو دانشمند حکیم اس کے مشیر تھے، جو اپنی دانش سے دربار شاہی کو آراستہ و پیراستہ رکھتے تھے اور رعایا کے معاملات میں معدلت و انصاف سے کام لیتے تھے، ان کا صدر بزرج اور نائب صدر دھن پال تھا، جنہوں نے نہایت دلکش قیمتی باتیں لکھی ہیں، جو محققین علماء کے لئے ایک تحفہ ہیں جب بھوج پیدا ہوا، تو زائچہ کے مرتب کرنے میں منجموں سے ایک بڑی غلطی سرزد ہوئی یعنی وہ حساب لگانے میں بھول گئے، یا وقت ولادت سے اطلاع دینے والے بھول گئے، (کہ انہوں نے ولادت کا صحیح وقت نہ بتایا) جس کے باعث زائچہ غلط

کے نور سے دور پھینک دیتی ہے۔ اس کے دل میں بے گناہوں کے قتل کا خیال پیدا ہوتا ہے ہر ایک عقلمند فرمانروا جانتا ہے کہ مرنے کے وقت ملک و دولت کو وہ اپنے ساتھ نہیں لے جا سکتا کیا راجہ نے میرے قتل کرنے سے یہ خیال کیا ہے کہ اس کی سلطنت ہمیشہ رہے گی اور اس کو کوئی تکلیف نہ پہنچے گی، راجہ نے یہ خط سنا اور غفلت کے خواب نوشین سے بیدار ہوا اور اپنے کئے پر اندوہگیں ہو کر بیٹھ گیا۔ خادمانِ درگاہ نے جب بادشاہ کی پیشانی پر صداقت کے آثار دیکھے تو اصل واقعہ کا ذکر کر دیا (یعنی منج کو قتل نہیں کیا گیا بلکہ وہ ایک محفوظ جگہ میں زندہ موجود ہے) راجہ یہ سن کر سجدہ شکر بجا لایا اور منج کو بلوا کر عزت و احترام سے رکھا اور اپنا ولی عہد مقرر کیا۔

جب جے چند کا زمانہ حکومت ختم ہوا تو پنوار خاندان میں کوئی شہزادہ لائق تخت و تاج نہیں تھا، جیت پال تنور کو جو نامور زمینداروں میں سے تھا، حکومت کے لئے انتخاب کیا گیا کرشمۂ قدرت سے اب اس خاندان میں حکومت منتقل ہوئی جب کنور پال کی حکومت منقضی ہوئی تو سلطنت کا تاج خاندان چوہان کے سر پر رکھا گیا۔

❁❁❁

کے نور سے دور پھینک دیتی ہے۔ اس کے دل میں بے گناہوں کے قتل کا خیال پیدا ہوتا ہے ہر ایک عقلمند فرمانروا جانتا ہے کہ مرنے کے وقت ملک و دولت کو وہ اپنے ساتھ نہیں لے جا سکتا کیا راجہ نے میرے قتل کرنے سے یہ خیال کیا ہے کہ اس کی سلطنت ہمیشہ رہے گی اور اس کو کوئی تکلیف نہ پہنچے گی، راجہ نے یہ خط سنا اور غفلت کے خواب نوشین سے بیدار ہوا اور اپنے کیئے پر اندوہگیں ہو کر بیٹھ گیا۔ خادمانِ درگاہ نے جب بادشاہ کی پیشانی پر صداقت کے آثار دیکھے تو اصل واقعہ کا ذکر کر دیا (یعنی منج کو قتل نہیں کیا گیا بلکہ وہ ایک محفوظ جگہ میں زندہ موجود ہے) راجہ یہ سن کر سجدہ شکر بجالایا اور منج کو بلوا کر عزت واحترام سے رکھا اور اپنا ولی عہد مقرر کیا۔

جب جے چند کا زمانہ حکومت ختم ہوا تو پنوار خاندان میں کوئی شہزادہ لائق تخت و تاج نہیں تھا، جیت پال تنور کو جو نامور زمینداروں میں سے تھا، حکومت کے لئے انتخاب کیا گیا کرشمۂ قدرت سے اب اس خاندان میں حکومت منتقل ہوئی جب کنور پال کی حکومت منقضی ہوئی تو سلطنت کا تاج خاندان چوہان کے سر پر رکھا گیا۔

❀❀❀

ہیں اور ان کا چوہان نام حاصل کرنا کوہ آبو کے اگنی کنڈ کے شعبدہ کے کرشمہ سے ہے کیونکہ اس سے پہلے صفحہ تاریخ پر یہ نام نہیں آتا اور اسی واسطے ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ گوجر ہیں جس پر اب تک دوسرے خاندان فخر کرتے ہیں۔ اودت پر مار 1096ء میں سلطان مودود کے عہد میں مراء چوہان خاندان کی 24 شاخیں ہیں جن میں سے ہر وتی یعنی خاندان کوٹہ بوندی کی شاخیں زیادہ مشہور ہیں۔ انہوں نے اپنی موروثی و قدیمی شجاعت کو ہر زمانہ میں قائم رکھا۔ جس وقت شاہ اورنگ زیب اپنے باپ شاہجہاں سے برسرپیکار تھا اس وقت کوٹہ بوندی کے چوہان شاہجہان کے جاں نثار معاون تھے اور اس جنگ کی صف اول میں ان کی تلوار چمکتی تھی۔ جن کے تعلقات و پاسداری کی وجہ سے گاگروں اور اگھوگڑہ کے کیچی سروہی کے دیورا جھلور کے سونگرا ہوئی بھار اور سانکور کے چوہان یا واگڑھ کے پونچہ بڑی بہادری سے میدان کارزار میں شامل ہوئے اور کام آئے۔

راجہ ویسلدیو یا بیسلدیو یا بسالدیو

چوہان خاندان کے اگرچہ تمام راجا اپنے اپنے وقت میں آسمانِ شجاعت وشوکت کے درخشندہ ستارے تھے، مگر چوتھا وگرہ راجہ یا دیسلدیو اور راجہ پرتھی راج اس خاندان کے آفتاب وماہتاب گزرے ہیں، روایت ہے کہ ویسلدیو نے تمر خاندان سے دہلی کا تخت چھینا تھا، چند سال ہوئے کہ اجمیر کی جامع مسجد کی مرمت کے موقع پر سنگ مرمر کے چھ تختے برآمد ہوئے جو دو ناٹکوں کے نامکمل اجزاء ہیں، ایک ناٹک وگرہ راجہ کی تعریف میں ہے۔ دوسرا ناٹک ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خود راجہ کی تصنیف ہے، اس کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ راجہ بہت بڑا فاضل ادیب تھا، وگرہ راجہ نے نہ صرف اپنی سلطنت کی توسیع کی بلکہ بیرونی و اندرونی حملوں کی نہایت تہور و جانبازی سے مدافعت کرتا رہا، علوم وفنون کا حامی اور صنعت وحرفت کا معاون تھا۔

ہیں اور ان کا چوہان نام حاصل کرنا کوہ آبو کے اگنی کنڈ کے شعبدہ کے کرشمہ سے ہے کیونکہ اس سے پہلے صفحہ تاریخ پر یہ نام نہیں آتا اور اسی واسطے ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ گوجر ہیں جس پر اب تک دوسرے خاندان فخر کرتے ہیں۔ اودت پر مار 1096ء میں سلطان مودود کے عہد میں مراء چوہان خاندان کی 24 شاخیں ہیں جن میں سے ہر وتی یعنی خاندان کوٹہ بوندی کی شاخیں زیادہ مشہور ہیں۔ انہوں نے اپنی موروثی و قدیمی شجاعت کو ہر زمانہ میں قائم رکھا۔ جس وقت شاہ اورنگ زیب اپنے باپ شاہجہاں سے برسرِ پیکار تھا اس وقت کوٹہ بوندی کے چوہان شاہجہان کے جاں نثار معاون تھے اور اس جنگ کی صف اول میں ان کی تلوار چمکتی تھی۔ جن کے تعلقات و پاسداری کی وجہ سے گاگروں اور اگھوگڑہ کے کیچی سروہی کے دیورا جھلور کے سونگرا ہوئی بھار اور سانکور کے چوہان یا واگڑھ کے پونچہ بڑی بہادری سے میدان کارزار میں شامل ہوئے اور کام آئے۔

راجہ ویسلدیو یا بیسلدیو یا بسالدیو

چوہان خاندان کے اگرچہ تمام راجا اپنے اپنے وقت میں آسمانِ شجاعت وشوکت کے درخشندہ ستارے تھے، مگر چوتھا وگرہ راجہ یا دیسلدیو اور راجہ پرتھی راج اس خاندان کے آفتاب وماہتاب گزرے ہیں، روایت ہے کہ ویسلدیو نے تمر خاندان سے دہلی کا تخت چھینا تھا، چند سال ہوئے کہ اجمیر کی جامع مسجد کی مرمت کے موقع پر سنگ مرمر کے چھ تختے برآمد ہوئے جو دو ناٹکوں کے نامکمل اجزاء ہیں، ایک ناٹک وگرہ راجہ کی تعریف میں ہے۔ دوسرا ناٹک ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خود راجہ کی تصنیف ہے، اس کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ راجہ بہت بڑا فاضل ادیب تھا، وگرہ راجہ نے نہ صرف اپنی سلطنت کی توسیع کی بلکہ بیرونی و اندرونی حملوں کی نہایت تہور و جانبازی سے مدافعت کرتا رہا، علوم وفنون کا حامی اور صنعت وحرفت کا معاون تھا۔

بادشاہت اس کو ملی تھی، دوسرا نانا کی طرف سے دہلی کا تخت اس کے ہاتھ آیا جس کی تفصیل یہ ہے کہ دسویں صدی عیسوی میں دہلی کی سلطنت پر تنور خاندان حکمران تھا۔ ہندوستان کے تمام راجہ ان کی شوکت وسطوت سے کانپتے تھے، اس خاندان کا اخیر راجہ اننگ پال ثانی تھا۔ وہ اگرچہ مہاراجہ تھا مگر اس کی آنکھوں میں تمام دنیا سیاہ تھی، محلوں میں گو ہزاروں شمعیں جگمگاتی تھی مگر اس کا کلبہ احزان تنگ وتاریک تھا یعنی اس کا کوئی بیٹا نہ تھا، اس غم سے وہ گھلا جاتا تھا۔ ہر چند کئی رانیاں تھیں مگر ان کا دامن گوہر درخشندہ سے خالی تھا۔ دولت سے ہر چیز مل سکتی ہے، مگر صحت اور اولاد نہیں مل سکتی۔

ایں سعادت بزور باز ونیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

آخر جب اس کی عمر کا پیمانہ لبریز ہونے لگا اور فرزند تو کیا؟ زندگی کی امید بھی نہ رہی تو اس کو یہ فکر دامنگیر ہوئی کہ میری سلطنت اس قدر وسیع اور فوج اس قدر کثیر ہے کہ اس زمانہ میں کسی اور راجہ کو یہ عظمت وشوکت میسر نہیں ہے، میری آنکھیں بند ہونے کے بعد کون اس تخت و تاج کا مالک ہوگا، پرتھی راج جس کو رائے پتھورا بھی کہتے ہیں، اجمیر کا راجہ تنور خاندان کا نواسہ، شجاعت وتہور کا پتلا، انصاف ومعدلت میں کسریٰ، سخاوت ومروت میں حاتم تھا۔ جس کے اوصاف واخلاق اس قدر وسیع تھے کہ اس کے دربار کا مشہور شاعر چندر بردائی[1]

---

[1] پرتھی راج کے متعلق مشہور کتاب ایک ہندی رزمیہ نظم چندرائیسا ہے، جو آجکل بھی صوبجات متحدہ میں بہت زیادہ مقبول ہے، یہ نظم پرتھی راج کے ملک الشعراء چند بردائی کی طرف منسوب کی جاتی ہے، چنانچہ اس شاعر کی اولاد میں ایک شخص اس وقت تک جودھپور میں اس زمین کی آمدنی پر اپنی زندگی بسر کر رہا ہے، جو پرتھی راج نے اس کے جد اعلیٰ کو دی تھی، اس کے پاس ایک قلمی نسخہ ہے، جس میں ابتدا میں صرف پانچ ہزار اشعار تھے، مگر اکبر کے وقت تک اس کی اولاد اس میں اضافہ کرتی چلی گئی، یہاں تک کہ اس کی تعداد پچیس ہزار تک پہنچ گئی۔ (انیول رپورٹ ص 30)

بادشاہت اس کو ملی تھی، دوسرا نانا کی طرف سے دہلی کا تخت اس کے ہاتھ آیا جس کی تفصیل یہ ہے کہ دسویں صدی عیسوی میں دہلی کی سلطنت پر تنور خاندان حکمران تھا۔ ہندوستان کے تمام راجہ ان کی شوکت وسطوت سے کانپتے تھے، اس خاندان کا اخیر راجہ اننگ پال ثانی تھا۔ وہ اگرچہ مہاراجہ تھا مگر اس کی آنکھوں میں تمام دنیا سیاہ تھی، محلوں میں گو ہزاروں شمعیں جگمگاتی تھی مگر اس کا کلبہ احزان تنگ وتاریک تھا یعنی اس کا کوئی بیٹا نہ تھا، اس غم سے وہ گھلا جاتا تھا۔ ہر چند کئی رانیاں تھیں مگر ان کا دامن گوہر درخشندہ سے خالی تھا۔ دولت سے ہر چیز مل سکتی ہے، مگر صحت اور اولاد نہیں مل سکتی۔

ایں سعادت بزور باز ونیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

آخر جب اس کی عمر کا پیمانہ لبریز ہونے لگا اور فرزند تو کیا؟ زندگی کی امید بھی نہ رہی تو اس کو یہ فکر دامنگیر ہوئی کہ میری سلطنت اس قدر وسیع اور فوج اس قدر کثیر ہے کہ اس زمانہ میں کسی اور راجہ کو یہ عظمت وشوکت میسر نہیں ہے، میری آنکھیں بند ہونے کے بعد کون اس تخت وتاج کا مالک ہوگا، پرتھی راج جس کو رائے پتھورا بھی کہتے ہیں، اجمیر کا راجہ تنور خاندان کا نواسہ، شجاعت وتہور کا پتلا، انصاف ومعدلت میں کسریٰ، سخاوت ومروت میں حاتم تھا۔ جس کے اوصاف واخلاق اس قدر وسیع تھے کہ اس کے دربار کا مشہور شاعر چندر بردائی[1]

[1] پرتھی راج کے متعلق مشہور کتاب ایک ہندی رزمیہ نظم چندر ایسا ہے، جو آجکل بھی صوبجات متحدہ میں بہت زیادہ مقبول ہے، یہ نظم پرتھی راج کے ملک الشعراء چند بردائی کی طرف منسوب کی جاتی ہے، چنانچہ اس شاعر کی اولاد میں ایک شخص اس وقت تک جودھپور میں اس زمین کی آمدنی پر اپنی زندگی بسر کر رہا ہے، جو پرتھی راج نے اس کے جد اعلیٰ کو دی تھی، اس کے پاس ایک قلمی نسخہ ہے، جس میں ابتدا میں صرف پانچ ہزار اشعار تھے، مگر اکبر کے وقت تک اس کی اولاد اس میں اضافہ کرتی چلی گئی، یہاں تک کہ اس کی تعداد پچیس ہزار تک پہنچ گئی۔ (انیول رپورٹ ص 30)

جشن جہاں آرا سے بہت افسردہ ہوا، یہ خیال کر کے کہ تنور خاندان کی گدی کا استحقاق جیسا کہ پرتھی راج کو ہے، ویسا ہی مجھ کو ہے، جیسا وہ نواسہ ہے ویسا ہی میں ہوں، غصہ سے اس کا خون ابلتا، اور جوش میں اس کا دل اچھلتا تھا، حسد کی آگ نے اس کے دل کو جلا دیا، جس سے اس کا دماغ مختل ہو گیا، جنگ کے خیال سے تلوار اٹھاتا اور وقت کے لحاظ سے رکھ دیتا، جوش انتقام سے گھوڑے پر سوار ہوتا مگر زمانہ کی نامساعدت دیکھ کر اُتر پڑتا۔ دن رات سامانِ جنگ کی فراہمی اور لشکر کی آراستگی میں مصروف رہتا، اسی حیص بیص میں عرصہ تک وہ پیچ و تاب کھاتا رہا۔
غازی شہاب الدین غوری کو ان دونوں کی مخالفت وعناد کی اطلاعیں پہنچ چکی تھیں کہ پرتھی راج اور جے چند ایک دوسرے کے جانی دشمن ہیں اور میدان خالی ہے، اس لئے کہ گوجر باہمی عداوت میں الجھے ہوئے ہیں، ایک معمولی لشکر دونوں سلطنتوں کو برباد کر سکتا ہے، چنانچہ وہ 1190ء میں شمالی ہند پر ایک ٹڈی دل لشکر لے کر حملہ آور ہوا، پرتھوی راج جیسا بہادر تھا، ویسا ہی فصیح و بلیغ بھی تھا، ہندوستان کے تمام راجاؤں کے نام ایک مراسلہ لکھا جس کا ایک ایک لفظ برقی رو کی طرح راجپوتوں کے جسم میں دوڑ گیا۔ اس نے لکھا برادرانِ قوم! ہمارے موروثی ملک پر اس وقت ایک مسلمان حملہ آور ہوا ہے، دین کی حمایت ملک کی حفاظت، قوم کی پاسبانی، عزت کی نگہبانی ہم پر واجب ہے، اگر ہم آپس کے جھگڑوں میں پھنسے رہے تو ملک و عزت دونوں ہاتھ سے جاتے رہیں گے، اس سے زندہ جل جانا ہی بہتر ہے، یہ آبدار تلواریں ہمارے بزرگوں کی امانت ہمارے ہاتھ میں ہیں۔ انہوں نے کبھی نیام کا منہ نہیں دیکھا، دشمنوں کی گردن یا سینہ ہمیشہ ان کا نیام رہا ہے، یہ جنگ میں بجلی کی طرح چمکتی اور سیاہ بادل کی طرح برستی رہی ہیں، آج ہمارے بزرگوں کی روحیں آسمان سے اتر رہی ہیں تا کہ وہ ہماری شمشیر زنی کے کرتب دیکھیں۔ انہوں نے ہماری پرورش اسی دن کے لئے کی

جشن جہاں آرا سے بہت افسردہ ہوا، یہ خیال کر کے کہ تنور خاندان کی گدی کا استحقاق جیسا کہ پرتھی راج کو ہے، ویسا ہی مجھ کو ہے، جیسا وہ نواسہ ہے ویسا ہی میں ہوں، غصہ سے اس کا خون ابلتا، اور جوش میں اس کا دل اچھلتا تھا، حسد کی آگ نے اس کے دل کو جلا دیا، جس سے اس کا دماغ مختل ہو گیا، جنگ کے خیال سے تلوار اٹھاتا اور وقت کے لحاظ سے رکھ دیتا، جوش انتقام سے گھوڑے پر سوار ہوتا مگر زمانہ کی نامساعدت دیکھ کر اُتر پڑتا۔ دن رات سامانِ جنگ کی فراہمی اور لشکر کی آراستگی میں مصروف رہتا، اسی حیص بیص میں عرصہ تک وہ پیچ و تاب کھاتا رہا۔

غازی شہاب الدین غوری کو ان دونوں کی مخالفت و عناد کی اطلاعیں پہنچ چکی تھیں کہ پرتھی راج اور جے چند ایک دوسرے کے جانی دشمن ہیں اور میدان خالی ہے، اس لئے کہ گوجر باہمی عداوت میں الجھے ہوئے ہیں، ایک معمولی لشکر دونوں سلطنتوں کو برباد کر سکتا ہے، چنانچہ وہ 1190ء میں شمالی ہند پر ایک ٹڈی دل لشکر لے کر حملہ آور ہوا، پرتھوی راج جیسا بہادر تھا، ویسا ہی فصیح و بلیغ بھی تھا، ہندوستان کے تمام راجاؤں کے نام ایک مراسلہ لکھا جس کا ایک ایک لفظ برقی رد کی طرح راجپوتوں کے جسم میں دوڑ گیا۔ اس نے لکھا برادرانِ قوم! ہمارے موروثی ملک پر اس وقت ایک مسلمان حملہ آور ہوا ہے، دین کی حمایت ملک کی حفاظت، قوم کی پاسبانی، عزت کی نگہبانی ہم پر واجب ہے، اگر ہم آپس کے جھگڑوں میں پھنسے رہے تو ملک و عزت دونوں ہاتھ سے جاتے رہیں گے، اس سے زندہ جل جانا ہی بہتر ہے، یہ آبدار تلواریں ہمارے بزرگوں کی امانت ہمارے ہاتھ میں ہیں۔ انہوں نے کبھی نیام کا منہ نہیں دیکھا، دشمنوں کی گردن یا سینہ ہمیشہ ان کا نیام رہا ہے، یہ جنگ میں بجلی کی طرح چمکتی اور سیاہ بادل کی طرح برستی رہی ہیں، آج ہمارے بزرگوں کی روحیں آسمان سے اتر رہی ہیں تا کہ وہ ہماری شمشیر زنی کے کرتب دیکھیں۔ انہوں نے ہماری پرورش اسی دن کے لئے کی

ہے کہ ہم بستر استراحت کے بجائے گھوڑوں کی پشت پر جان دین اور اپنے جسم و جان کو میدان کارزار میں غلطیدہ خاک و خون کریں، تلوار کے دھنی بہادرو اگر لیٹے ہوئے ہو تو اُٹھ بیٹھو، اگر بیٹھے ہوئے ہو تو کھڑے ہو جاؤ، اگر کھڑے ہوئے ہو تو دوڑو غنیم قضائے مبرم کی طرح سر پر آ پہنچا ہے، تم دنیا کو شانِ شجاعت دکھاؤ اور دشمن سے اپنی تلوار کا لوہا منواؤ، وقت تنگ ہے، برق سوزاں کی طرح دفعتہً دشمن پر گرو اور پہاڑ کی طرح مستحکمانہ میدان میں کھڑے ہو جاؤ! اس مراسلہ نے جادو کا اثر گیا، جس نے پڑھا گھوڑے کی اگاڑی پچھاڑی تلوار سے کاٹ ننگی پیٹھ پر سوار ہوا ایڑ لگاتا ہوا تھانیسر کے قریب تراوری کے میدان میں شہاب الدین کے بالمقابل پہنچ گیا، اس مراسلہ کے چند روز کے بعد جب جائزہ لیا گیا تو سو سے زیادہ راجہ مہاراجہ اپنا اپنا لاؤلشکر لئے میدان کارزار میں خیمہ زن تھے، راجاؤں کا لشکر سمندر کی طرح ٹھاٹھیں مار رہا تھا، ایک ایک سیکڑوں پر بھاری تھا، پرتھی راج کے الفاظ رجز جوش کو ابھارتے اور بہادری و تہور کی روح پھونکتے تھے، جنگ شروع ہوئی ایک طرف سے غازی شہاب الدین کے اللہ اکبر کے نعرہ ہائے فلک شگاف اور دوسری طرف سے راجپوتوں کے ہری ہری کے غلغلہ زہرہ گداز نے میدان کارزار کو عرصۂ محشر بنا دیا۔ فریقین کی تلواروں سے اس طرح خون کے فوارے بہ رہے تھے، جس طرح سیاہ بادل سے موسلا دھار بارش ہوتی ہے، بزدگاہ کشتوں کے پشتوں سے پہاڑ بنا ہوا تھا، جس کے چشمے خون کی ندیاں بہا رہے تھے، بجز قیاس و تخمیں کے کشتگانِ جنگ کی کوئی تعداد نہیں جانتا تھا، برابر کی جنگ تھی کسی طرف کا پلہ جھکا ہوا نہ تھا، شہاب الدین نے فوج کے سرداروں کو بُلا کر کہا کہ وطن کالے کوسوں دور اور دشمن زبردست ہے، اگر بھاگے تو پُھی کے گھوڑوں کی ٹاپ سنے ہمارے بدن لہولہان ہو جائیں گے، ان سے جانبر ہونا ایسا ہے جیسا قضاء سے بھاگنا، آخر ایک دن مرنا ہے بہتر ہے کہ میدان جنت میں مریں اگر

ہے کہ ہم بستر استراحت کے بجائے گھوڑوں کی پشت پر جان دیں اور اپنے جسم و جان کو میدان کارزار میں غلطیدۂ خاک و خون کریں، تلوار کے دھنی بہادرو اگر لیٹے ہوئے ہو تو اُٹھ بیٹھو، اگر بیٹھے ہوئے ہو تو کھڑے ہو جاؤ، اگر کھڑے ہوئے ہو تو دوڑو غنیم قضائے مبرم کی طرح سر پر آ پہنچا ہے، تم دنیا کو شانِ شجاعت دکھاؤ اور دشمن سے اپنی تلوار کا لوہا منواؤ، وقت تنگ ہے، برق سوزاں کی طرح دفعتہً دشمن پر گرو اور پہاڑ کی طرح مستحکمانہ میدان میں کھڑے ہو جاؤ! اس مراسلہ نے جادو کا اثر کیا، جس نے پڑھا گھوڑے کی اگاڑی پچھاڑی تلوار سے کاٹ ننگی پیٹھ پر سوار ہوا ایڑ لگاتا ہوا تھانیسر کے قریب تراوری کے میدان میں شہاب الدین کے بالمقابل پہنچ گیا، اس مراسلہ کے چند روز کے بعد جب جائزہ لیا گیا تو سو سے زیادہ راجہ مہاراجہ اپنا اپنا لاؤ لشکر لئے میدان کارزار میں خیمہ زن تھے، راجاؤں کا لشکر سمندر کی طرح ٹھاٹھیں مار رہا تھا، ایک ایک سیکڑوں پر بھاری تھا، پرتھی راج کے الفاظ رجز جوش کو ابھارتے اور بہادری و تہور کی روح پھونکتے تھے، جنگ شروع ہوئی ایک طرف سے غازی شہاب الدین کے اللہ اکبر کے نعرہ ہائے فلک شگاف اور دوسری طرف سے راجپوتوں کے ہری ہری کے غلغلہ زہرہ گداز نے میدان کارزار کو عرصۂ محشر بنا دیا۔ فریقین کی تلواروں سے اس طرح خون کے فوارے بہ رہے تھے، جس طرح سیاہ بادل سے موسلا دھار بارش ہوتی ہے، بزدگاہ کشتوں کے پشتوں سے پہاڑ بنا ہوا تھا، جس کے چشمے خون کی ندیاں بہا رہے تھے، بجز قیاس و تخمیں کے کشتگانِ جنگ کی کوئی تعداد نہیں جانتا تھا، برابر کی جنگ تھی کسی طرف کا پلہ جھکا ہوا نہ تھا، شہاب الدین نے فوج کے سرداروں کو بُلا کر کہا کہ وطن کالے کوسوں دور اور دشمن زبردست ہے، اگر بھاگے تو پیچھے کے گھوڑوں کی ٹاپ سے ہمارے بدن لہولہان ہو جائیں گے، ان سے جانبر ہونا ایسا ہے جیسا قضاء سے بھاگنا، آخر ایک دن مرنا ہے بہتر ہے کہ میدان جنت میں مریں اگر

حرکت ہو رہی ہے جب ہماری پہلی صف کو دشمن کاٹ دے تو دوسری پہنچ جائے اسی طرح صبح سے شام تک فوجوں کا تانتا باندھ دیا جائے تازہ بتازہ سپاہ کے پہنچنے سے کہاں تک دشمن کانٹ چھانٹ کرے گا، آخر تھک جائے گا پھر یا تو ہم اس کو مولی گاجر کی طرح کاٹ دیں گے یا بھگا دیں گے، دوسرے دن اسی تجویز کے مطابق راجاؤں کی صفیں صف آرا ہوئیں۔ اگرچہ ان کے سپاہی اس قدر مرے کے میدان کارزار میں کشتیوں کے پشتے لگ گئے تھے لیکن اس سے بالآخر غازی شہاب الدین غوری کی فوج حواس باختہ ہوگئی اور صبح سے شام تک تلوار چلاتے چلاتے ان کے ہاتھ سوج سوج کر قبضوں میں پھنس گئے۔ وہ حیران تھے کہ باوجود اس قدر کانٹ چھانٹ کے کسی صف میں کوئی رخنہ نہیں پڑا ہے۔ اگرچہ غازی شہاب الدین نے بہت کچھ جوش دلایا مگر اس کی فوج ایسی بدحواس بھاگی کہ نئی منزل پر جا کر دم لیا، تمام راجہ فتح ونصرت کے جھنڈے اُڑاتے ہوئے، دارالسلطنت کو واپس ہوئے، یہ جنگ تلاوڑی کے مقام پر جو کرنال اور تھانسیر کے درمیان واقع ہے۔ 1191ء میں ہوئی، پرتھی راج کی اس حیرت انگیز عظیم الشان فتح نے راجہ جے چند کی امیدوں پر جو بزدلانہ اپنے گھر میں پرتھوی راج کی شکست یا قتل کی خبر کا منتظر بیٹھا تھا، پانی پھیر دیا اور اس کے تمام منصوبے خاک میں مل گئے۔ اب اس نے ایک اور منصوبہ باندھا کہ کسی تقریب سے پرتھی راج کو بلا کر فریب سے گرفتار کر لے یا فرمانبرداری کا اقرار کر لے۔ اشومیدھ[1] یگیہ رچایا، اس سے بظاہر اس کی یہ غرض تھی کہ وہ ہندوستان کے راجاؤں پر ثابت کرے کہ وہ تمام شمالی ہند میں ادھیراج ہے۔ اس تقریب میں اور راجہ تو آئے مگر پرتھوی راج نہ آیا،

---

[1] آشومیدہ یگیہ ایک قسم کا جلوس تاج پوشی کا ہے۔ اصلی معنی اس کے گھوڑے کی قربانی ہیں اور وہ اس طرح ہوتا ہے کہ ایک راجہ ایک نیلگوں گھوڑے کو بے لگام میدان میں چھوڑتا ہے اور شامل جلوس راجاؤں کو اس کے پکڑنے کے واسطے حکم دیا جاتا ہے جو اس گھوڑے کو پکڑے وہ ادھیراج یعنی مہاراج یعنی شہنشاہ کا خطاب پاتا ہے۔

حرکت ہو رہی ہے جب ہماری پہلی صف کو دشمن کاٹ دے تو دوسری پہنچ جائے اسی طرح صبح سے شام تک فوجوں کا تانتا باندھ دیا جائے تازہ بتازہ سپاہ کے پہنچنے سے کہاں تک دشمن کانٹ چھانٹ کرے گا، آخر تھک جائے گا پھر یا تو ہم اس کو مولی گاجر کی طرح کاٹ دیں گے یا بھگا دیں گے، دوسرے دن اسی تجویز کے مطابق راجاؤں کی صفیں صف آرا ہوئیں۔ اگرچہ ان کے سپاہی اس قدر مرے کے میدان کارزار میں کشتیوں کے پشتے لگ گئے تھے لیکن اس سے بالآخر غازی شہاب الدین غوری کی فوج حواس باختہ ہو گئی اور صبح سے شام تک تلوار چلاتے چلاتے ان کے ہاتھ سوج کر قبضوں میں پھنس گئے۔ وہ حیران تھے کہ باوجود اس قدر کانٹ چھانٹ کے کسی صف میں کوئی رخنہ نہیں پڑا ہے۔ اگرچہ غازی شہاب الدین نے بہت کچھ جوش دلایا مگر اس کی فوج ایسی بدحواس بھاگی کہ کئی منزل پر جا کر دم لیا، تمام راجہ فتح و نصرت کے جھنڈے اُڑاتے ہوئے، دارالسلطنت کو واپس ہوئے، یہ جنگ تلاوڑی کے مقام پر جو کرنال اور تھانسیر کے درمیان واقع ہے۔ 1191ء میں ہوئی، پرتھی راج کی اس حیرت انگیز عظیم الشان فتح نے راجہ جے چند کی امیدوں پر جو بزدلانہ اپنے گھر میں پرتھوی راج کی شکست یا قتل کی خبر کا منتظر بیٹھا تھا، پانی پھیر دیا اور اس کے تمام منصوبے خاک میں مل گئے۔ اب اس نے ایک اور منصوبہ باندھا کہ کسی تقریب سے پرتھی راج کو بلا کر فریب سے گرفتار کر لے یا فرمانبرداری کا اقرار کر لے۔ اشومیدھ[1] یگیہ رچایا، اس سے بظاہر اس کی یہ غرض تھی کہ وہ ہندوستان کے راجاؤں پر ثابت کرے کہ وہ تمام شمالی ہند میں ادھیراج ہے۔ اس تقریب میں اور راجہ تو آئے مگر پرتھوی راج نہ آیا،

---

[1] آشومیدہ یگیہ ایک قسم کا جلوس تاج پوشی کا ہے۔ اصلی معنی اس کے گھوڑے کی قربانی ہیں اور وہ اس طرح ہوتا ہے کہ ایک راجہ ایک نیلگوں گھوڑے کو بے لگام میدان میں چھوڑتا ہے اور شامل جلوس راجاؤں کو اس کے پکڑنے کے واسطے حکم دیا جاتا ہے جو اس گھوڑے کو پکڑے وہ ادھیراج یعنی مہاراج یعنی شہنشاہ کا خطاب پاتا ہے۔

ہاتھ میں نیزہ لئے اس آن بان سے نکلتے تھے کہ تماشائیوں کی آنکھیں چوندھیا جاتی تھیں، گھوڑوں اور ہاتھیوں کی جھولیں جواہرات سے جگمگا رہی تھیں، گھوڑے ایسے تیز کہ رانوں سے نکلے جاتے تھے، ہاتھی ایسے کوہ پیکر کہ ان کو دیکھ کر یہ معلوم ہوتا تھا کہ جواہرات اور سونے کے پہاڑوں میں زلزلہ آ رہا ہے، جن جواہرات نے سیکڑوں برس تک آفتاب و ماہتاب کو منہ نہ دکھایا تھا آج وہ آفتاب و ماہتاب سے چشمک زنی کر رہے تھے۔ باایں ہمہ شان وشوکت اور شکوہ وحشمت ہر ایک کے ہونٹ خشک تھے کہ دیکھئے! کس کے نام قرعۂ فال نکلتا ہے۔ کئی دن تک جشن رہا جس سے قنوج فلک اوج نظر آتا تھا، صبح و شام راجاؤں کی سواریاں بغرض اظہار تجمل وشوکت مختلف ساز وسامان سے یکے بعد دیگرے نکلتی تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سنہرے روپہلے بادل آسمان پر دوڑ رہے ہیں اور زرہ پوش سپاہیوں کے دستوں میں ننگی تلواروں کا چمکنا، سیاہ بادلوں میں بجلی کے کوندنے کا منظر دکھلا رہا تھا، سومبر کے دن ایک ایک راجہ کی آمد آفتاب و ماہتاب کا طلوع تھا، ایک وسیع چبوترہ سنگ مرمر کا تعمیر کیا گیا تھا اور اس پر پرانی قالینیں جن پر کہکشانی بیل بوٹے تھے، بچھا کر اس قرینہ سے علیحدہ علیحدہ مسندوں پر گاؤ تکیے رکھے گئے تھے کہ ہلال کی طرح نصف دائرہ بن گیا تھا، ہر ایک راجہ اپنے اپنے دستہ فوج کے ساتھ تزک و احتشام سے اس چبوترہ کے سامنے سے گزر کر دوسرے راستہ سے اپنی مقررہ نشتگاہ پر زانوئے ادب تہ کر کے بیٹھ جاتا اور اس کی فوج کا دستہ ایک طرف کھڑا ہو جاتا تھا، جب سب راجہ مہاراجہ مسند آرا ہو چکے تو سمیکتا کے نکلنے کا وقت آیا، قلعہ کے دروازہ سے چبوترہ تک سبز مخمل کا پا انداز بچھایا گیا تھا، ایک برہمن نے سمیکتا کے خیر مقدم کا اشلوک بآواز بلند پڑھا، راجاؤں اور تماشائیوں کی آنکھیں قلعہ کے دروازہ پر لگ گئیں، کچھ انتظار کے بعد زہرہ جبیں ماہ طلعت سرو قامت سمیکتا جواہرات میں غرق سہیلیوں کے ساتھ خراماں خراماں اس طرح نکلی جس طرح

ہاتھ میں نیزہ لئے اس آن بان سے نکلتے تھے کہ تماشائیوں کی آنکھیں چوندھیا جاتی تھیں، گھوڑوں اور ہاتھیوں کی جھولیں جواہرات سے جگمگا رہی تھیں، گھوڑے ایسے تیز کہ رانون سے نکلے جاتے تھے، ہاتھی ایسے کوہ پیکر کہ ان کو دیکھ کر یہ معلوم ہوتا تھا کہ جواہرات اور سونے کے پہاڑوں میں زلزلہ آ رہا ہے، جن جواہرات نے سیکڑوں برس تک آفتاب و ماہتاب کو منہ نہ دکھایا تھا آج وہ آفتاب و ماہتاب سے چشمک زنی کر رہے تھے۔ بااین ہمہ شان وشوکت اور شکوہ وحشمت ہر ایک کے ہونٹ خشک تھے کہ دیکھئے! کس کے نام قرعۂ فال نکلتا ہے۔ کئی دن تک جشن رہا جس سے قنوج فلک اوج نظر آتا تھا، صبح و شام راجاؤں کی سواریاں بغرض اظہار تجمل وشوکت مختلف ساز وسامان سے یکے بعد دیگرے نکلتی تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سنہرے رو پہلے بادل آسمان پر دوڑ رہے ہیں اور زرہ پوش سپاہیوں کے دستوں میں ننگی تلواروں کا چمکنا، سیاہ بادلوں میں بجلی کے کوندنے کا منظر دکھلا رہا تھا، سومبر کے دن ایک ایک راجہ کی آمد آفتاب و ماہتاب کا طلوع تھا، ایک وسیع چبوترہ سنگ مرمر کا تعمیر کیا گیا تھا اور اس پر پرانی قالینیں جن پر کہکشانی بیل بوٹے تھے، بچھا کر اس قرینہ سے علیحدہ علیحدہ مسندوں پر گاؤ تکیے رکھے گئے تھے کہ ہلال کی طرح نصف دائرہ بن گیا تھا، ہر ایک راجہ اپنے دستہ فوج کے ساتھ تزک و احتشام سے اس چبوترہ کے سامنے سے گزر کر دوسرے راستہ سے اپنی مقررہ نشتگاہ پر زانوے ادب تہ کر کے بیٹھ جاتا اور اس کی فوج کا دستہ ایک طرف کھڑا ہو جاتا تھا، جب سب راجہ مہاراجہ مسند آرا ہو چکے تو سمیکتا کے نکلنے کا وقت آیا، قلعہ کے دروازہ سے چبوترہ تک سبز مخمل کا پا انداز بچھایا گیا تھا، ایک برہمن نے سمیکتا کے خیر مقدم کا اشلوک بآواز بلند پڑھا، راجاؤں اور تماشائیوں کی آنکھیں قلعہ کے دروازہ پر لگ گئیں، کچھ انتظار کے بعد زہرہ جبیں ماہ طلعت سرو قامت سمیکتا جواہرات میں غرق سہیلیوں کے ساتھ خراماں خراماں اس طرح نکلی جس طرح

حل کیا جس کو سنگ تراش طالع نے بُت بناتے وقت اس بُت کی پیشانی پر لکھا تھا۔ ادھر سمیکتا بُت کے گلے میں ہار ڈال کر ایک ہی قدم پیچھے ہٹی تھی کہ عاشق جانباز (پرتھوی راج) نے اس کو اس طرح اٹھا لیا جس طرح دیو پری کو اُٹھا لیتا ہے۔ سواروں کا ایک دستہ پرتھی راج کے ساتھ تھا، جو دُکنی بادرفتار برق جست گھوڑوں پر سوار تھے، جن کا تعاقب وہم وگمان بھی نہیں کرسکتا تھا، اس پری پیکر کو چشم زدن میں لے کے اُڑ گئے، اس واقعہ سے تنوروں اور چوہانوں میں ایسی جنگ شدید شروع ہوئی کہ گوجروں کا نظم اتحاد درہم برہم اور شیرازۂ جمیعت گسیختہ ہو گیا۔

غازی شہاب الدین گوجروں سے انتقام لینے کا منتظر تھا۔ یہ واقعہ سنتے ہی قضا کی طرح آ پہنچا باایں ہمہ رائے پتھورا ے تن تنہا ایسا مقابلہ کیا کہ پہلی جنگ کا نقشہ نظر آنے لگا، لیکن شہاب الدین غوری کی فوج اس قدر تھی کہ پرتھوی راج اگر اس کو تلوار کے گھاٹ اُتارنا چاہتا تو برسوں گذر جاتے، آخر پرتھی راج گرفتار[1] ہوا اور بے رحمی سے قتل کیا گیا۔ اس کے بہادر سرداروں نے یکے بعد دیگرے نہایت شجاعت و تہور سے جان دی اور دنیا میں ہمیشہ کے لئے شجاعت و حمیت کا نام روشن کر گئے۔ یہ جنگ 1192ء میں وقوع ہوئی۔

---

[1] ہندوؤں کی ایک یہ روایت ہے کہ پرتھی راج کو شہاب الدین اپنے ہمراہ غزنی لے گیا تھا۔ جہاں اس نے سلطان شہاب الدین کو قتل کیا اور خود کام آیا۔ یہ روایت بالکل غلط معلوم ہوتی ہے کیونکہ سلطان شہاب الدین کو 602 ہجری مطابق 1205ء میں فرقہ مادرہ کے ایک مخبوط الحواس شخص نے بمقام دلمیک واقع ضلع جہلم پنجاب میں قتل کیا تھا، ایک روایت یہ بھی ہے کہ پرتھی راج کو شہاب الدین غزنی لے گیا تھا اور اس کی شاہانہ طور سے مراعات کی گئی لیکن یکدن وہ بھاگ نکلا اور پکڑا گیا اور اسی ناشکری کے باعث پرتھی راج وہاں مارا گیا۔

حل کیا جس کو سنگ تراش طالع نے بُت بناتے وقت اس بُت کی پیشانی پر لکھا تھا۔ ادھر سمیکتا بُت کے گلے میں ہار ڈال کر ایک ہی قدم پیچھے ہٹی تھی کہ عاشق جانباز (پرتھوی راج) نے اس کو اس طرح اٹھا لیا جس طرح دیو پری کو اُٹھا لیتا ہے۔ سواروں کا ایک دستہ پرتھی راج کے ساتھ تھا، جو دُکنی بادرفتار برق جست گھوڑوں پر سوار تھے، جن کا تعاقب وہم وگمان بھی نہیں کر سکتا تھا، اس پری پیکر کو چشم زدن میں لے کے اُڑ گئے، اس واقعہ سے تنوروں اور چوہانوں میں ایسی جنگ شدید شروع ہوئی کہ گوجروں کا نظم اتحاد درہم برہم اور شیرازۂ جمیعت گسیختہ ہو گیا۔

غازی شہاب الدین گوجروں سے انتقام لینے کا منتظر تھا۔ یہ واقعہ سنتے ہی قضا کی طرح آ پہنچا بااین ہمہ رائے پتھورا نے تن تنہا ایسا مقابلہ کیا کہ پہلی جنگ کا نقشہ نظر آنے لگا، لیکن شہاب الدین غوری کی فوج اس قدر تھی کہ پرتھوی راج اگر اس کو تلوار کے گھاٹ اُتارنا چاہتا تو برسوں گذر جاتے، آخر پرتھی راج گرفتار[1] ہوا اور بے رحمی سے قتل کیا گیا۔ اس کے بہادر سرداروں نے یکے بعد دیگرے نہایت شجاعت وتہوز سے جان دی اور دنیا میں ہمیشہ کے لئے شجاعت و حمیت کا نام روشن کر گئے۔ یہ جنگ 1192ء میں وقوع ہوئی۔

---

[1] ہندوؤں کی ایک یہ روایت ہے کہ پرتھی راج کو شہاب الدین اپنے ہمراہ غزنی لے گیا تھا۔ جہاں اس نے سلطان شہاب الدین کو قتل کیا اور خود کام آیا۔ یہ روایت بالکل غلط معلوم ہوتی ہے کیونکہ سلطان شہاب الدین کو 602 ہجری مطابق 1205ء میں فرقہ مادرہ کے ایک مخبوط الحواس شخص نے بمقام دلمیک واقع ضلع جہلم پنجاب میں قتل کیا تھا، ایک روایت یہ بھی ہے کہ پرتھی راج کو شہاب الدین غزنی لے گیا تھا اور اس کی شاہانہ طور سے مراعات کی گئی لیکن یکدن وہ بھاگ نکلا اور پکڑا گیا اور اسی ناشکری کے باعث پرتھی راج وہاں مارا گیا۔

کی ہدایت کے بموجب جائز ہے، منوجی نے کہا ہے کہ اپنے ملک کی حفاظت کے لئے بیوی کی پروا کرنا بھی ضروری نہیں ہے یعنی زمین کا محفوظ رکھنا بیوی سے زیادہ اہم ہے۔ ہم مورخ کے اس استدلال سے متفق نہیں ہیں کیونکہ مذہب ایک اعلیٰ چیز ہے، وہ تلوار کے خوف سے نہیں دبایا جا سکتا۔ بے شک مملکت کا دینا عورت کے دینے سے زیادہ باعثِ نقصان ہے کیونکہ مملکت سے قومی نظام درست ہوتا ہے اور عورت سے تشخصی۔

لیکن ہم منوجی کی ہدایت کا یہ مطلب سمجھتے ہیں کہ ملک کی حفاظت کے لئے عورتوں کی معاشرت و آرام وغیرہ کو چھوڑ دو اور ملک کی حفاظت کے لئے آمادہ جنگ ہو جاؤ، راجپوتوں اور گوجروں خصوصاً چوہان کے لئے یہ عار ہے کہ تلوار کے خوف سے ایمان فروشی کریں، البتہ عربوں کی فصاحت زبان وہ کام کرتی تھی، جو ان کی تلواریں نہیں کرتی تھیں۔ راجپوت یا گوجر جو حلقۂ اسلام میں آئے، دلائل و براہان کے زور سے آئے نہ کہ شمشیر تران کے خوف سے۔

❀❀❀

کی ہدایت کے بموجب جائز ہے، منوجی نے کہا ہے کہ اپنے ملک کی حفاظت کے لئے بیوی کی پروا کرنا بھی ضروری نہیں ہے یعنی زمین کا محفوظ رکھنا بیوی سے زیادہ اہم ہے۔ ہم مورخ کے اس استدلال سے متفق نہیں ہیں کیونکہ مذہب ایک اعلیٰ چیز ہے، وہ تلوار کے خوف سے نہیں دبایا جا سکتا۔ بے شک مملکت کا دینا عورت کے دینے سے زیادہ باعثِ نقصان ہے کیونکہ مملکت سے قومی نظام درست ہوتا ہے اور عورت سے شخصی۔

لیکن ہم منوجی کی ہدایت کا یہ مطلب سمجھتے ہیں کہ ملک کی حفاظت کے لئے عورتوں کی معاشرت و آرام وغیرہ کو چھوڑ دو اور ملک کی حفاظت کے لئے آمادہ جنگ ہو جاؤ، راجپوتوں اور گوجروں خصوصاً چوہان کے لئے یہ عار ہے کہ تلوار کے خوف سے ایمان فروشی کریں، البتہ عربوں کی فصاحت زبان وہ کام کرتی تھی، جو ان کی تلواریں نہیں کرتی تھیں۔ راجپوت یا گوجر جو حلقۂ اسلام میں آئے، دلائل و برہان کے زور سے آئے نہ کہ شمشیر تران کے خوف سے۔

❁❁❁

باب یازدہم:

ولبھی اور گھلوٹ راجاؤں کے حالات

راجہ گوہا اور باپا کے حالات

ٹاڈ راجستان میں ایک کہانی لکھی ہوئی ہے، جس کے بعض فقرے قابل تسلیم نہیں۔

ولبھی پور ایک مشہور ترین رشک گلزار شہر تھا، جس پر راجہ سلادت کا پرچم اقبال لہرا رہا تھا۔ یہ کبھی گمان میں بھی نہ تھا کہ اس کے فلک نما مکانات صرصر حوادث سے گر کر پیوند زمین ہوں گے، عین امن و امان کی حالت میں راجہ سلادت کی مہارانی پشپاوتی جو خاندان پر مار کی گوہر شب چراغ تھی، ساز و سامان کے ساتھ ایک دستہ سپاہ کی حفاظت میں ایک مندر پر نذر چڑھانے کے لئے روانہ ہوئی تا کہ مندر کی دیوی اس کے دامن امید کو گوہر آبدار سے درخشاں کرے، جب وہ نذر چڑھا کر واپس آ رہی تھی تو اس کو یہ منحوس جگر شگاف اور جانکاہ خبر دی گئی کہ ولبھی پور کو غنیم نے حملہ کر کے ایک تودۂ خاکستر کر دیا ہے اور راجہ سلادت اپنی رانیوں کے ساتھ چتا کی آگ میں جل کر خاک ہو گیا ہے۔ اس خبر کے سنتے ہی پشاوتی رانی حواس باختہ ہو گئی، وہ حاملہ تھی، سوچنے لگی کہ اس در مکنوں کو جو اس کے شکم میں ہے، کس طرح رکھے کہ وہ حوادث روزگار سے محفوظ رہے کیونکہ دشمن ولبھی خاندان کے استیصال کے درپے ہے اگر اس کو پتہ لگ گیا تو وہ مجھ کو نیست و نابود کر دے گا، ممکن ہے کہ راجہ سلادت کی یادگار مالک تخت و تاج اس کے آغوش تربیت میں جلوہ گر ہو، اس کی ایک راز دار سہیلی قصبہ بڑنگر میں کملاوتی نام برہمنی جو نیک طینت اور ہمدرد تھی، رانی اس کے پاس پہنچی اور امداد چاہی، برہمنی نے اس کو تہ خانہ میں چھپا دیا، جو شہر کے پاس ایک غار میں نہایت دلکشا مکان تھا اور اس کی

باب یازدہم:

ولبھی اور گھلوٹ راجاؤں کے حالات

راجہ گوہا اور باپا کے حالات

ٹاڈ راجستان میں ایک کہانی لکھی ہوئی ہے، جس کے بعض فقرے قابل تسلیم نہیں۔

ولبھی پور ایک مشہور ترین رشک گلزار شہر تھا، جس پر راجہ سلادت کا پرچم اقبال لہرا رہا تھا۔ یہ کبھی گمان میں بھی نہ تھا کہ اس کے فلک نما مکانات صرصر حوادث سے گر کر پیوند زمین ہوں گے، عین امن و امان کی حالت میں راجہ سلادت کی مہارانی پشپادتی جو خاندان پر مار کی گوہر شب چراغ تھی، ساز و سامان کے ساتھ ایک دستہ سپاہ کی حفاظت میں ایک مندر پر نذر چڑھانے کے لئے روانہ ہوئی تاکہ مندر کی دیوی اس کے دامن امید کو گوہر آبدار سے درخشاں کرے، جب وہ نذر چڑھا کر واپس آ رہی تھی تو اس کو یہ منحوس جگر شگاف اور جانکاہ خبر دی گئی کہ ولبھی پور کو غنیم نے حملہ کر کے ایک تودۂ خاکستر کر دیا ہے اور راجہ سلادت اپنی رانیوں کے ساتھ چتا کی آگ میں جل کر خاک ہو گیا ہے۔ اس خبر کے سنتے ہی پشاوتی رانی حواس باختہ ہوگئی، وہ حاملہ تھی، سوچنے لگی کہ اس درکنوں کو جو اس کے شکم میں ہے، کس طرح رکھے کہ وہ حوادث روزگار سے محفوظ رہے کیونکہ دشمن ولبھی خاندان کے استیصال کے درپے ہے اگر اس کو پتہ لگ گیا تو وہ مجھ کو نیست و نابود کر دے گا، ممکن ہے کہ راجہ سلادت کی یادگار مالک تخت و تاج اس کے آغوش تربیت میں جلوہ گر ہو، اس کی ایک رازدار سہیلی قصبہ بڑنگر میں کملاوتی نام برہمنی جو نیک طینت اور ہمدرد تھی، رانی اس کے پاس پہنچی اور امداد چاہی، برہمنی نے اس کو تہ خانہ میں چھپا دیا، جو شہر کے پاس ایک غار میں نہایت دلکشا مکان تھا اور اس کی

ابو الفضل نے بھی تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ یہ قصہ بیان کیا ہے جو فضولیات سے پاک ہے۔

گوہا کی زندگی میں اس کی اولاد گھلوٹ یا گرہلوٹ کہلائی، گوہا کی سلطنت کی بابت صرف اسی قدر معلوم ہوتا ہے کہ اس کی حکومت آٹھ پشت تک کوہستانی علاقہ میں رہی، قوم بھیل کو ہمیشہ یہ امر ناگوار معلوم ہوتا تھا کہ ایک گمنام خاندان بھیل کی زبردست قوم پر حکمران ہو اور بھیل کی قوم اس کے آستان شوکت پر جبہ سائی کرے، چنانچہ انہوں نے راجہ ناگ وت کو جو گوہا کی نسل میں ایک زبردست راجہ تھا، شکارگاہ میں قتل کیا اور ایدھر کی حکوست پر اپنا علم اقبال بلند کیا، اس وقت بھی کملاوتی کی اولاد نے جو ہمیشہ اس خاندان کی جاں نثارانہ خدمت کرتی تھی، امدادی، جس وقت ناگ وت قتل ہوا، تو اس کے بیٹے باپا کی عمر صرف تین سال کی تھی، کملاوتی کی اولاد کی کوشش سے باپا قتل ہونے سے بچ گیا، جسے قاتلوں نے بجائے قتل کرنے کے قلعہ بھانڈیر میں نظر بند کر دیا اور جادو خاندان کے ایک بھیل نے اس کی پرورش و پرداخت وتربیت وتعلیم کا بار اپنے ذمہ لیا اور اس کو پاراسر کے سرسبز خوشنما جنگل میں بھیج دیا، جس کے تین طرف پہاڑ محیط تھے اور ہر قسم کے باغات اور قدرتی پھلوں اور پھولوں سے جنت نظیر تھا، یہاں متعدد مندر تھے، آب و ہوا خوشگوار اور روح پرور تھی، یہاں اس کی مذہبی اور دینی تعلیم کے تمام ذرائع مہیا تھے، شکار کھیلنے کے لئے پہاڑ اور سیر کے لئے باغات اور عبادت کے لئے مندر اور تعلیم کے لئے پنڈت موجود تھے۔

اس سرزمین کی آب و ہوا نے اس کی جسمانی اور روحانی حالت پر اچھا اثر کیا، باپا بت پرست رشیوں سے بہت محبت رکھتا تھا، وہ اپنی دایہ سے (جس کی گود میں اس نے پرورش پائی تھی) سن چکا تھا کہ وہ ایک مہاراجہ کا بیٹا ہے، اس لئے اس کی اولوالعزمی اور بلند حوصلگی ہمیشہ اس کے ارادوں کو وسیع اور اس کی ہمت کو بلند رکھتی تھی، اس نے سنا کہ ناہرنگر جنگل میں ایک صاحب کرامات جوگی

ابو الفضل نے بھی تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ یہ قصہ بیان کیا ہے جو فضولیات سے پاک ہے۔

گوہا کی زندگی میں اس کی اولاد گھلوٹ یا گرہلوٹ کہلائی، گوہا کی سلطنت کی بابت صرف اسی قدر معلوم ہوتا ہے کہ اس کی حکومت آٹھ پشت تک کوہستانی علاقہ میں رہی، قوم بھیل کو ہمیشہ یہ امر ناگوار معلوم ہوتا تھا کہ ایک گمنام خاندان بھیل کی زبردست قوم پر حکمران ہو اور بھیل کی قوم اس کے آستان شوکت پر جبہ سائی کرے، چنانچہ انہوں نے راجہ ناگ وت کو جو گوہا کی نسل میں ایک زبردست راجہ تھا، شکار گاہ میں قتل کیا اور ادھر کی حکوست پر اپنا علم اقبال بلند کیا، اس وقت بھی کملاوتی کی اولاد نے جو ہمیشہ اس خاندان کی جاں نثارانہ خدمت کرتی تھی، امدادی، جس وقت ناگ وت قتل ہوا، تو اس کے بیٹے بایا کی عمر صرف تین سال کی تھی، کملاوتی کی اولاد کی کوشش سے بایا قتل ہونے سے بچ گیا، جسے قاتلوں نے بجائے قتل کرنے کے قلعہ بھانڈیر میں نظر بند کر دیا اور جادو خاندان کے ایک بھیل نے اس کی پرورش و پرداخت وتربیت وتعلیم کا بار اپنے ذمہ لیا اور اس کو پاراسر کے سرسبز خوشنما جنگل میں بھیج دیا، جس کے تین طرف پہاڑ محیط تھے اور ہر قسم کے باغات اور قدرتی پھلوں اور پھولوں سے جنت نظیر تھا، یہاں متعدد مندر تھے، آب و ہوا خوشگوار اور روح پرور تھی، یہاں اس کی مذہبی اور دینی تعلیم کے تمام ذرائع مہیا تھے، شکار کھیلنے کے لئے پہاڑ اور سیر کے لئے باغات اور عبادت کے لئے مندر اور تعلیم کے لئے پنڈت موجود تھے۔

اس سرزمین کی آب و ہوا نے اس کی جسمانی اور روحانی حالت پر اچھا اثر کیا، بایا بت پرست رشیوں سے بہت محبت رکھتا تھا، وہ اپنی دایہ سے (جس کی گود میں اس نے پرورش پائی تھی) سن چکا تھا کہ وہ ایک مہاراجہ کا بیٹا ہے، اس لئے اس کی اولوالعزمی اور بلند حوصلگی ہمیشہ اس کے ارادوں کو وسیع اور اس کی ہمت کو بلند رکھتی تھی، اس نے سنا کہ ناہر نگر جنگل میں ایک صاحب کرامات جوگی

بابا نے اس کو اس طرح واپس کیا جس طرح سمندر کی موجیں پہاڑ سے ٹکرا کر پیچھے ہٹتی ہیں، اس فتح سے باپا کا حوصلہ بڑھ گیا اور جنگ کا ہراس دل سے جاتا رہا، فتح و نصرت کا پرچم اڑاتا ہوا ، دارالسلطنت میں پہنچا اور موردِ الطافِ شاہی ہوا، امرائے دربار نے پھر یہ مشورہ کیا کہ بالاتفاق راجہ اور باپا کا کام تمام کر دینا چاہیے، اور ان کے لئے یہ امر بہت آسان بھی تھا مگر باپا نے حکمت عملی سے رفتہ رفتہ ان کے ساتھ اتحاد پیدا کر کے ان کو حسب مراتب انعامات سے مالا مال کر دیا، راجہ چتور جب مر گیا تو تمام امرائے دولت کی رائے سے باپا ہی قابلِ تخت و تاج سمجھا گیا ، جب چتور کا تخت پابوس پا ہوا، تو اس نے اپنا نام راج گرد (سلطان اعظم) رکھا باپا کی اولاد بہت تھی اپنے بہادر بیٹوں اور اپنے بھائی ہندوؤں کو بلا کر مختلف ممالک پر گورنر مقرر کر دیا، اس نے نہ صرف کابل و کشمیر کو فتح کیا ، بلکہ خراسان کو بھی زیر نگین کیا، اس کے فرزند جو ماڑوار پر قابض تھے، وہ گھلوٹ کے نام سے مشہور ہیں، اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ گھلوٹ خاندان کا بانی تو گوہا اور باپا ہے اور باپا کی تاریخ ولادت جو بعض مورخین نے لکھی ہے 191ء یا 190ء بکرما جیتی ہے۔

پس کس طرح سے گھلوٹ خاندان کو گوجر کہا جا سکتا ہے اور گھلوٹ خاندان کے بعض ارکان جو گوجر ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، وہ اپنا وطن وسط ایشیا بتاتے ہیں اور وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نوشیروان کی اولاد سے ہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ باپا کی مندرجہ بالا تاریخ ولادت غلط ہے، کیونکہ ٹاڈ راجستان نے باپا کی تاریخ پیدائش 769ء بکرما جیتی مطابق 713ء لکھی ہے۔

دوسرا یہ جواب ہے کہ ہند میں گوجروں کی ہجرت کا زمانہ چوتھی یا پانچویں صدی فرض نہیں کرنا چاہیے بلکہ وسط ایشیا کی قوموں کے ہند میں آنے کا وقت غیر معین ہے کیونکہ بعض ایسی روایتیں ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ گوجر مختلف قدیم

باپا نے اس کو اس طرح واپس کیا جس طرح سمندر کی موجیں پہاڑ سے ٹکرا کر پیچھے ہٹتی ہیں، اس فتح سے باپا کا حوصلہ بڑھ گیا اور جنگ کا ہراس دل سے جاتا رہا، فتح و نصرت کا پرچم اڑاتا ہوا، دارالسلطنت میں پہنچا اور موردِ الطافِ شاہی ہوا، امرائے دربار نے پھر یہ مشورہ کیا کہ بالاتفاق راجہ اور باپا کا کام تمام کر دینا چاہیے، اور ان کے لئے یہ امر بہت آسان بھی تھا مگر باپا نے حکمت عملی سے رفتہ رفتہ ان کے ساتھ اتحاد پیدا کر کے ان کو حسب مراتب انعامات سے مالا مال کر دیا، راجہ چتور جب مر گیا تو تمام امرائے دولت کی رائے سے باپا ہی قابلِ تخت و تاج سمجھا گیا، جب چتور کا تخت پابوس پا ہوا، تو اس نے اپنا نام راج گرد (سلطان اعظم) رکھا باپا کی اولاد بہت تھی اپنے بہادر بیٹوں اور اپنے بھائی ہندوؤں کو بلا کر مختلف ممالک پر گورنر مقرر کر دیا، اس نے نہ صرف کابل و کشمیر کو فتح کیا، بلکہ خراسان کو بھی زیر نگین کیا، اس کے فرزند جو مارواڑ پر قابض تھے، وہ گھلوٹ کے نام سے مشہور ہیں، اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ گھلوٹ خاندان کا بانی تو گوہا اور باپا ہے اور باپا کی تاریخ ولادت جو بعض مورخین نے لکھی ہے 191ء یا 190ء بکرماجیتی ہے۔

پس کس طرح سے گھلوٹ خاندان کو گوجر کہا جا سکتا ہے اور گھلوٹ خاندان کے بعض ارکان جو گوجر ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، وہ اپنا وطن وسط ایشیا بتاتے ہیں اور وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نوشیروان کی اولاد سے ہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ باپا کی مندرجۂ بالا تاریخ ولادت غلط ہے، کیونکہ ٹاڈ راجستان نے باپا کی تاریخ پیدائش 769ء بکرماجیتی مطابق 713ء لکھی ہے۔

دوسرا یہ جواب ہے کہ ہند میں گوجروں کی ہجرت کا زمانہ چوتھی یا پانچویں صدی مفروض نہیں کرنا چاہیے بلکہ وسط ایشیا کی قوموں کے ہند میں آنے کا وقت غیر معین ہے کیونکہ بعض ایسی روایتیں ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ گوجر مختلف قدیم

راجگانِ قوم گھلوٹ وشاہان ہمعصر

نمبر شمار	راجگانِ گلوٹ	سنہ		خلفائے بغداد شاہان غزنی
		سمت	عیسوی	
۱	باپا کی پیدائش	769ء	713ء	خلیفہ ولید خلیفہ یازدہم، بغداد
۲	چتوڑ پر قبضہ	784ء	728ء	خلیفہ عمر ثانی
۳	فرمانروایان میواڑ	//	//	خلیفہ ہشام
۴	چتوڑ کا خالی کرنا	820ء	764ء	خلیفہ المنصور
۵	ابراجیت کال بھوج بن ابراجیت	//	//	خلیفہ ہارون رشید
۶	کھمان	از 868ء تا 892ء	از 812ء تا 836ء	خلیفہ المامون
۷	بھرتری بھٹ	//	//	//
۸	سنگھ جی	//	//	//
۹	نرماہن	//	//	//
۱۰	سالباہن	//	//	شاہانِ غزنی
۱۱	سکتی کمار	1024ء	968ء	امیر لتپگین
۱۲	انبا پرشاد	//	//	//

راجگانِ قوم گھلوٹ و شاہان ہمعصر

نمبر شمار	راجگانِ گلوٹ	سنہ		خلفائے بغداد شاہان غزنی
		سمت	عیسوی	
۱	باپا کی پیدائش	769ء	713ء	خلیفہ ولید خلیفۂ یازدہم، بغداد
۲	چتوڑ پر قبضہ	784ء	728ء	خلیفہ عمر ثانی
۳	فرمانروایان میواڑ	//	//	خلیفۂ ہشام
۴	چتوڑ کا خالی کرنا	820ء	764ء	خلیفہ المنصور
۵	ابراجیت کال بھوج بن ابراجیت	//	//	خلیفہ ہارون رشید
۶	کھمان	از 868ء تا 892ء	از 812ء تا 836ء	خلیفہ المامون
۷	بھرتری بھٹ	//	//	//
۸	سنگھ جی	//	//	//
۹	نرماہن	//	//	//
۱۰	سالباہن	//	//	شاہانِ غزنی
۱۱	سکتی کمار	1024ء	968ء	امیر لتپگین
۱۲	انبا پرشاد	//	//	//

دریافتہ آگاہ ساخت، واز بشر میاری وبجد متگری آورد، دگاہ بیگاہ پرستاری نمودے، روزے اور انوید راجگی داد شگرف داستانی باز گزارند، چون در موضع سیسود، بنگاہ ساختند این الوس راسیسودیہ گفتند، وچون در آغاز کار برہمنے تیمارانیان پرداخت، ازان گردہ دانند، وچون راول رتن سین را روزگار سپری شد، اری خویش اور ابراجگی، برنشاندند، ورانا خطاب دادند، واودہم پشت رانائے کہ امروز امرانام دارو، حمیر، کتیا، لاکھا، موکل، گونہار، رایمل، سانکا، اودی سنگہ، پرتاب امراء۔

ترجمہ مع تشریح:

اس خاندان میں سے جو ملک کا سردار ہوتا تھا، اس کو زمانہ سابق میں راول کہتے تھے، اور اس کے بعد عرصہ ہوا کہ اس کا خطاب رانا ہو گیا، قوم گھلوٹ اپنے آپ کو نوشیروان عادل کی اولاد کہتی ہے، ان کا کوئی بزرگ زمانہ کے اتفاقات سے ملک برار میں چلا آیا اور نرنالہ کے راجہ کا مقرب ہو گیا، آٹھ سو برس ہوئے کہ کسی غنیم نے نرنالہ پر حملہ کر کے قبضہ کر لیا اور اکثر باشندے اس کے جور و ستم سے عاجز آ گئے، باپا کو جو ابھی بچہ تھا، اس کی ماں اس پر آشوب شہر سے لے کر میواڑ چلی آئی اور راجہ مندلیک بھیل کے پاس پناہ گزین ہوئی، جب باپا جوان ہوا تو زیادہ تر وقت اس کا شکار میں صرف ہوتا تھا، بوجہ اپنی جوہر شجاعت ذاتی کے وہ مشہور ہو گیا اور رفتہ رفتہ راجہ کا حضوری اور معتمد علیہ ہو گیا، جب راجہ راہی ملک عدم ہوا تو اس کے چار بھتیجوں میں مسند نشینی کے بارہ میں مشورہ ہونے لگا کہ کس کو راجہ مقرر کیا جائے، آخر سب اس امر پر متفق ہوئے کہ باپا کو سردار تسلیم کیا جائے اور ہم اس کے مطیع و فرمانبردار ہو جائیں، لیکن باپا انکار کرتا تھا، ایک دن ایسا اتفاق ہوا، ان چار بھائیوں میں سے بوجہ زخم کے ایک کی انگلی میں سے خون نکل آیا، اس نے اس خون سے باپا کی پیشانی پر تلک لگا دیا (یعنی اس کو راجہ تسلیم کیا) دوسرے بھائیوں نے بھی اس سے اتفاق کیا، آخر باپا نے سلطنت کا جھنڈا اٹھایا،

دریافتہ آگاہ ساخت، واو بشرمیاری ونجد متگری آورد، دگاہ بیگاہ پرستاری نمودے، روزے اور انوید راجگی داد شگرف داستانی باز گزارند، چون در موضع سیسود، بنگاہ ساختند این الوس راسیسودیہ گفتند، وچون در آغاز کار برہمنے ہتیمارانیان پرداخت، ازان گردہ دانند، وچون راول رتن سین را روزگار سپری شد، اری خویش اور ابراجگی، برنشاندند، ورانا خطاب دادند، واودہم پشت رانائے کہ امروز امرانام دارو، حمیر، کتیا، لاکھا، موکل، گونہار، رایمل، سانکا، اودی سنگہ، پرتاب امراء۔

ترجمہ مع تشریح:

اس خاندان میں سے جو ملک کا سردار ہوتا تھا، اس کو زمانۂ سابق میں راول کہتے تھے، اور اس کے بعد عرصہ ہوا کہ اس کا خطاب رانا ہو گیا۔ قوم گھلوٹ اپنے آپ کو نوشیروان عادل کی اولاد کہتی ہے، ان کا کوئی بزرگ زمانہ کے اتفاقات سے ملک برارمین چلا آیا اور نرنالہ کے راجہ کا مقرب ہو گیا، آٹھ سو برس ہوئے کہ کسی غنیم نے نرنالہ پر حملہ کر کے قبضہ کر لیا اور اکثر باشندے اس کے جور و ستم سے عاجز آ گئے، باپا کو جو ابھی بچہ تھا، اس کی ماں اس پر آشوب شہر سے لے کر میواڑ چلی آئی اور راجہ مندلیک بھیل کے پاس پناہ گزین ہوئی، جب باپا جوان ہوا تو زیادہ تر وقت اس کا شکار میں صرف ہوتا تھا، بوجہ اپنی جوہر شجاعت ذاتی کے وہ مشہور ہو گیا اور رفتہ رفتہ راجہ کا حضوری اور معتمد علیہ ہو گیا، جب راجہ راہی ملک عدم ہوا تو اس کے چار بھتیجوں میں مسند نشینی کے بارہ میں مشورہ ہونے لگا کہ کس کو راجہ مقرر کیا جائے، آخر سب اس امر پر متفق ہوئے کہ باپا کو سردار تسلیم کیا جائے اور ہم اس کے مطیع و فرمانبردار ہو جائیں، لیکن باپا انکار کرتا تھا، ایک دن ایسا اتفاق ہوا، ان چار بھائیوں میں سے بوجہ زخم کے ایک کی انگلی میں سے خون نکل آیا، اس نے اس خون سے باپا کی پیشانی پر تلک لگا دیا (یعنی اس کو راجہ تسلیم کیا) دوسرے بھائیوں نے بھی اس سے اتفاق کیا، آخر باپا نے سلطنت کا جھنڈا اٹھایا،

راجدھانی کی بنیاد ڈالی، جو آٹھویں صدی کے اخیر تک شان وشوکت سے قائم رہی اور خیال کیا جاتا ہے کہ اس خاندان کو عرب کے بہادروں نے برباد کیا، بھاونگر کے شمال مغرب میں اٹھارہ یا بیس میل کے فاصلہ پر ولا کے مقام میں ولبھی کے آثار مدفون ہیں، اس کے مفصل حالات جیکسن نے بمبئی گزیٹر 1866ء جلد اول حصہ اول ص 106 میں لکھے ہیں۔

اور بعض مورخین کہتے ہیں کہ اس شہر کو سندھ کے گوجروں نے تباہ کیا تھا ملاحظہ ہو ج-اے-ایس-بی حصہ اول جلد 4، 6ء صفحہ 181۔

ولبھی راجاؤں نے مغربی ہند اور سراشتر جزیرہ نما کو تسخیر کیا اور اس علاقہ پر پوری طاقت سے فرمانروا رہے، ہیون سانگ جس زمانہ میں ولبھی آیا تھا تو اس وقت یہ شہر ہر طرح کی رونق کا مرکز تھا، چھٹی صدی کے وسط میں مشہور فاضل گنتھی اور شہرستی بدھ مذہب کے مجتہد اسی شہر میں بدھ مذہب کی فلسفیات کی تعلیم دیتے تھے، آئی سنگ جو ہیون سانگ کا ہمعصر سیاح ہے، وہ بیان کرتا ہے کہ جنوبی بہار کا مقام نالندا اور ولبھی دو ایسے شہر میں جن کا مقابلہ چینی درسگاہوں سے ہوسکتا ہے۔

ولبھی کی بربادی کے بعد بدھ مذہب اور تجارت نے نہر والہ (پاٹن) میں عروج پایا، جس راجہ ملہارا کا نام عربی تاریخوں میں ہے غالباً وہ یہی خاندان ہے کیونکہ ملہارا اور ولبھی میں بہت کچھ مشابہت ہے کیونکہ ولبھی کی وہب سے تبدیل ہو جاتی ہے، بعد تبدیلی بلبھی ہو گیا اور اس کے مابعد رائے کا لفظ لگایا (عرب راجا کو رائے لکھتے ہیں) بلبھی راہو گیا، کثرتِ استعمال یا عربی خط میں کچھ ردو بدل ہونے سے بلہارا ہو گیا، یہ توجیہہ معقول ہے۔

مسٹر بھنڈاکر نے ولبھی کی ایک عجیب وجہ تسمیہ لکھی ہے۔

کہ چونکہ ولبھی کے راجاؤں نے فتح پر فتح حاصل کی تھی، اس لئے لوگوں نے ان کو ول بے معنی واہ رے کہا، اس کی تقلید بعض یورپین مورخین نے بھی کی ہے، سلیم الطبع قارئین جانتے ہیں کہ یہ کس قدر فضول وجہ تسمیہ ہے، یورپ کے

راجدھانی کی بنیاد ڈالی، جو آٹھویں صدی کے اخیر تک شان وشوکت سے قائم رہی اور خیال کیا جاتا ہے کہ اس خاندان کو عرب کے بہادروں نے برباد کیا، بھاونگر کے شمال مغرب میں اٹھارہ یا بیس میل کے فاصلہ پر ولا کے مقام میں وَلبھی کے آثار مدفون ہیں، اس کے مفصل حالات جیکسن نے بمبئی گزیٹر 1866ء جلد اول حصہ اول ص 106 میں لکھے ہیں۔

اور بعض مورخین کہتے ہیں کہ اس شہر کو سندھ کے گوجروں نے تباہ کیا تھا ملاحظہ ہو جے-اے-ایس-بی حصہ اول جلد 4، 6ء صفحہ 181۔

. وَلبھی راجاؤں نے مغربی ہند اور سراشتر جزیرہ نما کو تسخیر کیا اور اس علاقہ پر پوری طاقت سے فرمانروا رہے، ہیون سانگ جس زمانہ میں وَلبھی آیا تھا تو اس وقت یہ شہر ہر طرح کی رونق کا مرکز تھا، چھٹی صدی کے وسط میں مشہور فاضل گنتھی اور شہرتی بدھ مذہب کے مجتہد اسی شہر میں بدھ مذہب کی فلسفیات کی تعلیم دیتے تھے، آئی سنگ جو ہیون سانگ کا ہمعصر سیاح ہے، وہ بیان کرتا ہے کہ جنوبی بہار کا مقام نالندا اور وَلبھی دو ایسے شہر میں جن کا مقابلہ چینی درسگاہوں سے ہوسکتا ہے۔

وَلبھی کی بربادی کے بعد بدھ مذہب اور تجارت نے نہروالہ (پاٹن) میں عروج پایا، جس راجہ ملہارا کا نام عربی تاریخوں میں ہے غالباً وہ یہی خاندان ہے کیونکہ ملہارا اور وَلبھی میں بہت کچھ مشابہت ہے کیونکہ وَلبھی کی وہب سے تبدیل ہو جاتی ہے، بعد تبدیلی بلبھی ہو گیا اور اس کے مابعد رائے کا لفظ لگایا (عرب راجا کو رائے لکھتے ہیں) بلبھی راہو گیا، کثرتِ استعمال یا عربی خط میں کچھ ردو بدل ہونے سے بلہارا ہو گیا، یہ توجیہہ معقول ہے۔

مسٹر بھنڈا کر نے وَلبھی کی ایک عجیب وجہ تسمیہ لکھی ہے۔

کہ چونکہ وَلبھی کے راجاؤں نے فتح پر فتح حاصل کی تھی، اس لئے لوگوں نے ان کو ول بے معنی واہ رے کہا، اس کی تقلید بعض یورپین مورخین نے بھی کی ہے، سلیم الطبع قارئین جانتے ہیں کہ یہ کس قدر فضول وجہ تسمیہ ہے، یورپ کے

باب دوازدہم:

پریہار، یا پرتھار خاندان کے گوجر راجہ

راجہ ناگ بھٹ

پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ کوہ آبو کے 50 میل کے قریب گوجروں کی ابتدائی اور قدیم سلطنت بھنمال تھی اور یہی مقام ان کی فتوحات کا سرچشمہ ہے، یہ ایک ایسا حصن حصین تھا کہ اس کے چاروں طرف آسانی سے کشور کشائی ہوسکتی تھی، مگر اس پر حملہ آوروں کی تاخت اگر ناممکن نہیں تھی تو مشکل ضرور تھی۔

816ء میں بھنمال کے سر بفلک قلعہ پر راجہ ناگ بھٹ کا پھریرا قوم گوجر کی شوکت واقبال وسطوت واجلال کا اعلان کر رہا تھا، راجہ چکر یدھ کو جو راجہ ہرش کے بعد کئی ایک راجگان کی امداد سے قنوج کے تخت کا مالک ہوا تھا، راجہ ناگ بھٹ نے شکست دی اور وہ بدقسمت آوارہ وشت اوبار ہوا، (دیکھو گوالیار کا کتبہ نخر، ڈی کے گزل شافٹ دی ویسنشافت گانجن 1905ء اپی گریفیکل نوٹس نمبر 17)

اس فتح نمایاں کے بعد راجہ ناگ بھٹ نے فال نیک سمجھ کر اپنے دارالحکومت کے لئے قنوج تجویز کیا، جو بھنمال کا صحیح معنوں میں نعم البدل تھا، اس تبدیلی کا یہ نتیجہ ہوا کہ قنوج کی دوبارہ رونق عود کرائی، ہندوستان میں قنوج ہی ایک ایسا شہر ہے جو بارہا اپنے عروج و زوال کے مناظر پیش کر چکا ہے، اس زمانے میں اس کو وہ عظمت حاصل تھی کہ اس کے بلند محلات کے کنگرے ستاروں سے سرگوشیاں کرتے تھے اور اس کی سرزمین روکش گلزار تھی۔

اس زمانہ میں گوجر اور راشٹرکوٹ کے راجاؤں کے مابین خون فشاں

باب دوازدہم:

پریہار، یا پرتھار خاندان کے گوجر راجہ

راجہ ناگ بھٹ

پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ کوہ آبو کے 50 میل کے قریب گوجروں کی ابتدائی اور قدیم سلطنت بھنمال تھی اور یہی مقام ان کی فتوحات کا سرچشمہ ہے، یہ ایک ایسا حصن حصین تھا کہ اس کے چاروں طرف آسانی سے کشور کشائی ہو سکتی تھی، مگر اس پر حملہ آوروں کی تاخت اگر ناممکن نہیں تھی تو مشکل ضرور تھی۔

816ء میں بھنمال کے سر بفلک قلعہ پر راجہ ناگ بھٹ کا پھریرا قوم گوجر کی شوکت و اقبال و سطوت و اجلال کا اعلان کر رہا تھا، راجہ چکر یدھ کو جو راجہ ہرش کے بعد کئی ایک راجگان کی امداد سے قنوج کے تخت کا مالک ہوا تھا، راجہ ناگ بھٹ نے شکست دی اور وہ بدقسمت آوارہ وشت ادبار ہوا، (دیکھو گوالیار کا کتبہ نخر، ڈی کے گزل شافٹ دی ویسنشافیت گانجن 1905ء اپنی گریفیکل نوٹس نمبر 17)

اس فتح نمایاں کے بعد راجہ ناگ بھٹ نے فال نیک سمجھ کر اپنے دارالحکومت کے لئے قنوج تجویز کیا، جو بھنمال کا صحیح معنوں میں نعم البدل تھا، اس تبدیلی کا یہ نتیجہ ہوا کہ قنوج کی دوبارہ رونق عود کرائی، ہندوستان میں قنوج ہی ایک ایسا شہر ہے جو بارہا اپنے عروج و زوال کے مناظر پیش کر چکا ہے، اس زمانے میں اس کو وہ عظمت حاصل تھی کہ اس کے بلند محلات کے کنگرے ستاروں سے سرگوشیاں کرتے تھے اور اس کی سرزمین روکش گلزار تھی۔

اس زمانہ میں گوجر اور راشٹرکوٹ کے راجاؤں کے مابین خون فشاں

کے نمائندے بھی چوہدری کہلاتے ہیں مثلاً شتربانوں کا چوہدری، گاڑیبانوں کا چوہدری، بازار کا چوہدری راجہ کے مقابل میں مہر کا لفظ زیادہ پر عظمت ہے، کیونکہ اس کا مفہوم یہی ہے کہ قوم یا رعایا دل سے اس کی تعظیم کرتی ہے اور وہ قوم کا حقیقی نمائندہ ہے، لیکن ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہ لفظ اپنے معنی سے خالی ہوتا ہے، بعض حالت میں ناکارہ اور بے حیثیت کو بھی مہر کہتے ہیں، حقیقت میں چوہدری اور مہر وہی ہوسکتا ہے، جو اپنی قوم کا خیر خواہ ہو۔ **سید القوم خادمھم**۔ قوم کا سردار وہی ہوسکتا ہے جو قوم کا خدمت گزار ہو۔

راجہ بھوج کی سلطنت بہت وسیع تھی، جس کی تفصیل یہ ہے۔

صوبہائے اگرہ واودھ اور گوالیار کا علاقہ جس کو اس نے فتح کیا تھا، اور کاٹھیاوار گجرات، مالوہ اونتی کی سرزمین اس کا موروثی ملک تھا، مشرق میں اس کی سلطنت کے حدود بنگال و بہار کی سلطنت خاندان پال سے ملتے تھے، شمال مغرب میں اس کی حکومت کی سرحد دریائے ستلج کے کنارے دور تک چلی جاتی تھی، مغرب میں دریائے ہکڑا اس کی سلطنت اور اسلامی مملکت کے درمیان قدرتی حد فاصل تھا۔

مولف:۔ دریائے ہکڑا جواب خشک ہو گیا ہے، ہم نے ایک سے زیادہ دفعہ دیکھا ہے، اس کے دونوں کناروں کا علاقہ نہایت زرخیز ہے، اس کے بعض بعض مقامات پر اب تک قلعے موجود ہیں، جو اس کی روانی کے وقت تعمیر کئے گئے تھے، ہم اس پر ایک طویل مضمون لکھ کر شائع کر چکے ہیں، جس کو علماء نے دلچسپی سے پڑھا تھا، جنوب مغرب میں راشٹر کوت مہاراجگان کا ملک واقع تھا، جنوب میں جیجا کھبکتی یعنی موجودہ بنڈھیل کھنڈ سے اس کی سرحد ملتی تھی، مہر بھوج، عربوں اور راشترکوتوں کو جو آپس میں حلیف تھے، دشمن جان سمجھتا تھا اور ہر وقت اس کی سپاہ اور رسالے تیغ بکف و پابرکاب رہتے تھے، کیونکہ یہ دونوں ہمسایہ سلطنتیں اپنی

کے نمائندے بھی چوہدری کہلاتے ہیں مثلاً شتربانوں کا چوہدری، گاڑیبانوں کا چوہدری، بازار کا چوہدری راجہ کے مقابل میں مہر کا لفظ زیادہ پرعظمت ہے، کیونکہ اس کا مفہوم یہی ہے کہ قوم یا رعایا دل سے اس کی تعظیم کرتی ہے اور وہ قوم کا حقیقی نمائندہ ہے، لیکن ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہ لفظ اپنے معنی سے خالی ہوتا ہے، بعض حالت میں ناکارہ اور بے حیثیت کو بھی مہر کہتے ہیں، حقیقت میں چوہدری اور مہر وہی ہوسکتا ہے، جو اپنی قوم کا خیر خواہ ہو۔ **سید القوم خادمھم**۔قوم کا سردار وہی ہوسکتا ہے جو قوم کا خدمت گزار ہو۔

راجہ بھوج کی سلطنت بہت وسیع تھی، جس کی تفصیل یہ ہے۔

صوبہائے اگرہ واودھ اور گوالیار کا علاقہ جس کو اس نے فتح کیا تھا، اور کاٹھیاوار گجرات، مالوہ اونتی کی سرزمین اس کا موروثی ملک تھا، مشرق میں اس کی سلطنت کے حدود بنگال و بہار کی سلطنت خاندان پال سے ملتے تھے، شمال مغرب میں اس کی حکومت کی سرحد دریائے ستلج کے کنارے کنارے دور تک چلی جاتی تھی، مغرب میں دریائے ہکڑا اس کی سلطنت اور اسلامی مملکت کے درمیان قدرتی حد فاصل تھا۔

مولف:۔ دریائے ہکڑا جواب خشک ہوگیا ہے، ہم نے ایک سے زیادہ دفعہ دیکھا ہے، اس کے دونوں کناروں کا علاقہ نہایت زرخیز ہے، اس کے بعض بعض مقامات پر اب تک قلعے موجود ہیں، جو اس کی روانی کے وقت تعمیر کئے گئے تھے، ہم اس پر ایک طویل مضمون لکھ کر شائع کر چکے ہیں، جس کو علماء نے دلچسپی سے پڑھا تھا، جنوب مغرب میں راشترکوت مہاراجگان کا ملک واقع تھا، جنوب میں جیجا گھبکتی یعنی موجودہ بنڈھیل کھنڈ سے اس کی سرحد ملتی تھی، مہر بھوج، عربوں اور راشترکوتوں کو جو آپس میں حلیف تھے، دشمن جان سمجھتا تھا اور ہر وقت اس کی سپاہ اور رسالے تیغ بکف و پابرکاب رہتے تھے، کیونکہ یہ دونوں ہمسایہ سلطنتیں اپنی

غنیمت ہے کہ اس کا نام و خطاب ہند کے اوراق تاریخ کا ایک خوشنما طغرائے امتیاز ہے۔

قوم گوجر کے دو روشن چراغ مہر بھوج پرتھاد اور راجہ بھوج پر مار ہیں، جنکی شوکت و عظمت کی نسبت کسی مورخ کو اختلاف نہیں ہے، ان کی عظمت و شان کی مسلمہ شہادت ان کی عالیشان عمارات کے ہر در و دیوار سے ملتی ہے۔

از نقش و نگارِ در و دیوار شکستہ
آثار پدید است صنادید عجم را

مہندر پال

مہر بھوج کی موت کے بعد اس کا بیٹا مہندر پال جس کو مہندر یدھ بھی کہتے ہیں، تخت نشین ہوا اس نے مہر بھوج کی وسیع سلطنت پر قناعت نہیں کی، بلکہ اس کو ہر طرف دور تک پھیلایا، اور بڑھایا۔ دریائے سندھ اور پنجاب کی وادی کے سوا، مگدھ سے لے کر بحیرۂ عرب تک تمام شمالی ہند پر اس کا سکہ جاری اور اس کا فرمان ساری تھا، اس کا پیشوا جے سکھری تھا، جو کئی کتابوں اور ناٹکوں کا مصنف بیان کیا جاتا ہے، اور جس کے علم و فضل کی برکت سے شاہی دربار میں ہر علم و فن کے لوگ موجود تھے، مہندر پال جے سکھری کے دم قدم سے اپنی کامیابی و اقبالمندی کو وابستہ سمجھتا تھا، مہمات ملکی و انتظام امور فرمانروائی میں اس کے مشوروں پر کار بند ہوتا تھا اور اسی اعتماد کے سبب سے جے سکھری مہدر پال کے جانشین بھوج دوم کا بھی مشیر اعظم بن گیا تھا۔

مہر بھوج دوم

مہندر پال کے بعد اس کا بڑا بیٹا مہر بھوج دوم مہمات سلطنت کا متکفل ہوا مگر دو تین سال میں راہی ملک عدم ہو گیا، اس کے زمانے کی کوئی ایسی یادگار

غنیمت ہے کہ اس کا نام و خطاب ہند کے اوراق تاریخ کا ایک خوشنما طغرائے امتیاز ہے۔

قوم گوجر کے دو روشن چراغ مہر بھوج پر تھاد اور راجہ بھوج پر مار ہیں، جنکی شوکت و عظمت کی نسبت کسی مورخ کو اختلاف نہیں ہے، ان کی عظمت و شان کی مسلمہ شہادت ان کی عالیشان عمارات کے ہر در و دیوار سے ملتی ہے۔

از نقش و نگارِ در و دیوار شکستہ
آثار پدید است صنادید عجم را

مہندر پال

مہر بھوج کی موت کے بعد اس کا بیٹا مہندر پال جس کو مہندر یدھ بھی کہتے ہیں، تخت نشین ہوا اس نے مہر بھوج کی وسیع سلطنت پر قناعت نہیں کی، بلکہ اس کو ہر طرف دور تک پھیلایا، اور بڑھایا۔ دریائے سندھ اور پنجاب کی وادی کے سوا، مگدھ سے لے کر بحیرۂ عرب تک تمام شمالی ہند پر اس کا سکہ جاری اور اس کا فرمان ساری تھا، اس کا پیشوا جے سکھری تھا، جو کئی کتابوں اور ناٹکوں کا مصنف بیان کیا جاتا ہے، اور جس کے علم و فضل کی برکت سے شاہی دربار میں ہر علم و فن کے لوگ موجود تھے، مہندر پال جے سکھری کے دم قدم سے اپنی کامیابی و اقبالمندی کو وابستہ سمجھتا تھا، مہمات ملکی و انتظام امور فرمانروائی میں اس کے مشوروں پر کار بند ہوتا تھا اور اسی اعتماد کے سبب سے جے سکھری مہدر پال کے جانشین بھوج دوم کا بھی مشیر اعظم بن گیا تھا۔

مہر بھوج دوم

مہندر پال کے بعد اس کا بڑا بیٹا مہر بھوج دوم مہمات سلطنت کا متکفل ہوا مگر دو تین سال میں راہی ملک عدم ہو گیا، اس کے زمانے کی کوئی ایسی یادگار

کیونکہ دور دست صوبوں میں ہر طرف علم بغاوت اور نعرۂ آزادی بلند ہو گیا تھا، باغی صوبوں کی سرکوبی کے لئے لشکر کا بھیجنا اور ہر طرف کامیابی کے ساتھ جنگ کا جاری رکھنا محال تھا، ان حوادث کے دوران میں مقابلۃً چندیل کی سلطنت نے بھی بہت کچھ قوت حاصل کر لی تھی، چنانچہ یسودرمن نے کانجر کے حص حصین پر آزادی کا جھنڈا گاڑ دیا تھا، اور قلعہ کو ہر طرف سے مضبوط کر کے قنوج کے بادشاہوں کے مقابلہ میں ھل من مبارمن کی صدا بلند کرتا تھا۔ رفتہ رفتہ وہ اس حد تک قوی ہو گیا کہ شیو کی مورت جس کو کوئی راجہ حتی الامکان دوسرے ملک میں منتقل نہیں ہونے دیتا تھا، دھمکیاں دیکر دیو پال سے چھین لی اور اس کو بمقام کھجورا ایک بلند ترین اور خوشنما مندر میں نصب کیا، اس سے دیو پال کی کمزوری اور زیادہ نمایاں ہوگئی اور آگے چل کر یہاں تک پہنچی کہ یسودرمن کے وارث تخت دھنگ کے زمانہ میں پنجال یعنی قنوج اور جیجا کبھکتی کی وریاستوں میں دریائے جمنا حد فاصل قرار دیا گیا۔ (دیکھو کیلہارن کی فہرست کا کتبہ نمبر 147)

وجیا پال گوجر

دیو پال کے بعد اس کا بھائی وجیا پال مسند نشین ہوا، یہ ویسے تو 955ء سے 990ء تک فرمانروا رہا، مگر اس کے عہد میں سلطنت پرتھار آخری سانسیں لے رہی تھی، ہر طرف سے رفتہ رفتہ دائرہ سلطنت تنگ ہوتا جاتا تھا، قدیم موروثی علاقہ گوالیار کو کچھواہیہ قوم کے سردار وجر اور من نے غصب کر لیا، جس سے سلطنت کچھواہیہ کی بنیاد اس سرزمین پر پڑ گئی، جس کا پرچم اقبال 1148ء تک اس ملک پر لہراتا رہا، دوسری طرف راجہ مولراج نے دسویں صدی میں انہلواڑہ کے مقام پر سولنگی خاندان چلکیا کے رایاتِ نصرت گاڑ کر پرہار حکومت کی بہت کچھ قطع و برید کر دی، اب قنوج کا راجہ مغربی ہند سے ہاتھ دھو بیٹھا۔

کیونکہ دور دست صوبوں میں ہر طرف علم بغاوت اور نعرۂ آزادی بلند ہو گیا تھا، باغی صوبوں کی سرکوبی کے لئے لشکر کا بھیجنا اور ہر طرف کامیابی کے ساتھ جنگ کا جاری رکھنا محال تھا، ان حوادث کے دوران میں مقابلۃً چندیل کی سلطنت نے بھی بہت کچھ قوت حاصل کر لی تھی، چنانچہ یسودرمن نے کانجر کے حص حصین پر آزادی کا جھنڈا گاڑ دیا تھا، اور قلعہ کو ہر طرف سے مضبوط کر کے قنوج کے بادشاہوں کے مقابلہ میں ھل من مبارمن کی صدا بلند کرتا تھا۔ رفتہ رفتہ وہ اس حد تک قوی ہو گیا کہ شیو کی مورت جس کو کوئی راجہ حتی الامکان دوسرے ملک میں منتقل نہیں ہونے دیتا تھا، دھمکیاں دیکر دیو پال سے چھین لی اور اس کو بمقام کھجورا ایک بلند ترین اور خوشنما مندر میں نصب کیا، اس سے دیو پال کی کمزوری اور زیادہ نمایاں ہوگئی اور آگے چل کر یہاں تک پہنچی کہ یسودرمن کے وارث تخت دھنگ کے زمانہ میں پنجال یعنی قنوج اور جیجا کھکتی کی ریاستوں میں دریائے جمنا حد فاصل قرار دیا گیا۔ (دیکھو کیلہارن کی فہرست کا کتبہ نمبر 147)

وجیا پال گوجر

دیو پال کے بعد اس کا بھائی وجیا پال مسند نشین ہوا، یہ ویسے تو 955ء سے 990ء تک فرمانروا رہا، مگر اس کے عہد میں سلطنت پر تھار آخری سانسیں لے رہی تھی، ہر طرف سے رفتہ رفتہ دائرہ سلطنت تنگ ہوتا جاتا تھا، قدیم موروثی علاقہ گوالیار کو کچھوا ہیہ قوم کے سردار وجر اور من نے غصب کر لیا، جس سے سلطنت کچھواہیہ کی بنیاد اس سرزمین پر پڑ گئی، جس کا پرچم اقبال 1148ء تک اس ملک پر لہراتا رہا، دوسری طرف راجہ مولراج نے دسویں صدی میں انہلواڑہ کے مقام پر سولنگی خاندان چلکیا کے رایاتِ نصرت گاڑ کر پر ہار حکومت کی بہت کچھ قطع و برید کر دی، اب قنوج کا راجہ مغربی ہند سے ہاتھ دھو بیٹھا۔

راجہ جیپال

راجہ جے پال عظیم الشان سلطنت کا فرمانروا تھا، وادی سندھ کا بالائی حصہ اور پنجاب کا وہ حصہ جو مغرب کی طرف کوہستان تک اور مشرق کی طرف دریائے ہکڑا تک وسیع ہے، اس کے زیر نگین تھا، اس سلطنت کا دارالحکومت بٹھنڈا تھا، جواب ریاست پٹیالہ کا مشہور قصبہ ہے، اس ملک کی خزائن کی غارتگری کے لئے سبکتگین شاہ غزنی کوہ وصحرا کو طے کرتا ہوا، مور و ملخ سا لشکر لے کر 987ء میں پہنچ گیا۔ راجہ جے پال اس ناگہانی حملے سے بے خبر تھا، سبکتگین نے جو کچھ کیا وہ تواریخ میں تشریحاً موجود ہے کہ وہ بیشمار زر و جواہر لادکر غزنی کو واپس ہوا، راجہ جیپال کی حمیت قومی اور شجاعت ذاتی، کب اس غصب و غارت کی متحمل ہوسکتی تھی، اس کا خون ابلتا تھا اور دل جلتا تھا۔ دو سال تک سامانِ جنگ و جوانانِ سرباز کو جمع کرتا رہا اور آندھی کی طرح سبکتگین کے علاقہ پر حملہ آور ہوا اور ایک قیامت برپا کر دی، راجہ کے بہادروں نے شمشیر زنی اور ناوک افگنی کے جوہر دکھائے، لیکن تقدیر نے پانسہ پلٹ دیا، جیپال اس مقابلے کے لئے جیسا کہ چاہیے تھا، سامانِ حرب مہیا نہ کر سکا اور اس کے سپہ سالاروں کا اندازہ غلط نکلا سبکتگین کا لشکر تازہ دم میدانِ کارزار میں آتا تھا، مگر راجہ کے لشکروں کی قوت و توانائی دشوار گزار کوہستانی منازل کے طے کرنے میں صرف ہو جاتی تھی اور جس وقت وہ جنگ گاہ میں پہنچتے تھے تاب مقاومت نہ لا سکتے تھے، نتیجہ یہ ہوا کہ جیپال نے شکست کھائی اور سخت شکست کھائی۔ اس نے یہ معلوم کر کے کہ سبکتگین اس کا تعاقب کرے گا اور ممکن ہے کہ یہ تعاقب بٹھنڈا تک مسلسل قائم رہے اور اس کی تھکی درماندہ سپاہ کچھ تو رستہ میں اور کچھ دارالسلطنت میں لڑ کر تباہ ہو جائے یہی مصلحت سمجھی کہ صلح کے پیغام بھیجے اور اپنے ملک و سپاہ کو تباہی و بربادی سے بچائے، سبکتگین بھی خوب

راجہ جیپال

راجہ جے پال عظیم الشان سلطنت کا فرمانروا تھا، وادی سندھ کا بالائی حصہ اور پنجاب کا وہ حصہ جو مغرب کی طرف کوہستان تک اور مشرق کی طرف دریائے ہکڑا تک وسیع ہے، اس کے زیر نگین تھا، اس سلطنت کا دارالحکومت بھٹنڈا تھا، جواب ریاست پٹیالہ کا مشہور قصبہ ہے، اس ملک کی خزائن کی غارتگری کے لئے سبکتگین شاہ غزنی کوہ وصحرا کو طے کرتا ہوا، مورو ملخ سالشکر لے کر 987ء میں پہنچ گیا۔ راجہ جے پال اس ناگہانی حملے سے بے خبر تھا، سبکتگین نے جو کچھ کیا وہ تواریخ میں تشریحاً موجود ہے کہ وہ بیشمار زروجواہر لادکر غزنی کو واپس ہوا، راجہ جیپال کی حمیت قومی اور شجاعت ذاتی، کب اس غصب و غارت کی متحمل ہوسکتی تھی، اس کا خون ابلتا تھا اور دل جلتا تھا، دوسال تک سامانِ جنگ و جوانانِ سرباز کو جمع کرتا رہا اور آندھی کی طرح سبکتگین کے علاقہ پر حملہ آور ہوا اور ایک قیامت برپا کردی، راجہ کے بہادروں نے شمشیر زنی اور ناوک افگنی کے جوہر دکھائے، لیکن تقدیر نے پانسہ پلٹ دیا، جیپال اس مقابلے کے لئے جیسا کہ چاہیے تھا، سامانِ حرب مہیا نہ کرسکا اور اس کے سپہ سالاروں کا اندازہ غلط نکلا سبکتگین کا لشکر تازہ دم میدانِ کارزار میں آتا تھا، مگر راجہ کے لشکروں کی قوت وتوانائی دشوار گزار کوہستانی منازل کے طے کرنے میں صرف ہوجاتی تھی اور جس وقت وہ جنگ گاہ میں پہنچتے تھے تاب مقاومت نہ لاسکتے تھے، نتیجہ یہ ہوا کہ جیپال نے شکست کھائی اور سخت شکست کھائی ۔ اس نے یہ معلوم کر کے کہ سبکتگین اس کا تعاقت کرے گا اور ممکن ہے کہ یہ تعاقب بھٹنڈا تک مسلسل قائم رہے اور اس کی تھکی درماندہ سپاہ کچھ تو رستہ میں اور کچھ دارالسلطنت میں لڑ کر تباہ ہوجائے یہی مصلحت سمجھی کہ صلح کے پیغام بھیجے اور اپنے ملک وسپاہ کو تباہی و بربادی سے بچائے، سبکتگین بھی خوب

کا راجہ گند فرمانروائے قنوج اور علم بردار راجہ جے پال تھا، جس کی ساحرانہ تقریر اور شاطرانہ حال سے سب راجے باوجودیکہ آپس میں ذاتی طور پر متحد نہیں تھے، جان دینے کے لئے ہمہ تن تیار ہو گئے، لیکن اس یورش اور اتحاد کا بہت بُرا نتیجہ نکلا، ایک مثل ہے کہ مانگے تانگے کا لشکر کام نہیں آتا، وادی کرم میں سبکتگین کی جرار فوج نے راجاؤں کے چھکے چھڑا دیئے، کشتوں کے پشتے لگ گئے، اور بقیۃ السیف نے بھاگ کر جان بچائی، نتیجہ اس شکست کا یہ ہوا کہ امیر غزنی پشاور پر مسلط ہو گیا، نومبر 1001ء میں راجہ جے پال نے سبکتگین کی وفات کے بعد پھر حرکت مذبوحی کی مگر سلطان محمود بن سبکتگین کے مقابلہ میں سخت ہزیمت اٹھائی، راجہ جے پال کے لئے اب اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ یا تو بھاگ جائے یا خودکشی کر لے۔ اس نے آخری صورت کو اختیار کیا اور ہمیشہ کے لئے ان مخمصوں سے رہائی پائی۔

ان محاربات کی تفصیلات پڑھنے سے جن کو ہم اس مختصر تاریخ میں جگہ نہیں دے سکتے، یہ ثابت ہوتا ہے کہ گوجر خاندان میں راجہ جے پال جیسا باغیرت، شجاع، متہور، حامی دین وملت نظر نہیں آتا، اگر تمام راجگانِ ہندوستان کا دلی اتفاق ہوتا، تو ہند کے شمالی پہاڑوں سے جو خونبار گھٹا اٹھی تھی اور چشم زن میں ہندوستان کے اطراف پر برس کر اس کی سرزمین کو لالہ زار بنا دیتی تھی، کبھی نہ اُٹھتی اور اُٹھتی بھی، تو اتفاق کے زبردست جھونکوں سے منتشر ہو جاتی، اور راجاؤں کی شان و آن قائم رہتی، اگرچہ راجہ جے پال نے جان دی، مگر اس کی قربانی رائگاں نہیں گئی، کیونکہ اس کی ہمت و جوش کی داستانیں صفحات تاریخ کو اب تک منور کر رہی ہیں، سچ ہے۔

شکست و فتح نصیبوں سے ہے ولے اے میر
مقابلہ تو دلِ ناتواں نے خوب کیا

کا راجہ گند فرمانروائے قنوج اور علم بردار راجہ جے پال تھا، جس کی ساحرانہ تقریر اور شاطرانہ حال سے سب راجے باوجودیکہ آپس میں ذاتی طور پر متحد نہیں تھے، جان دینے کے لئے ہمہ تن تیار ہو گئے، لیکن اس یورش اور اتحاد کا بہت برا نتیجہ نکلا، ایک مثل ہے کہ مانگے تانگے کا لشکر کام نہیں آتا، وادی کرم میں سبکتگین کی جرار فوج نے راجاؤں کے چھکے چھڑا دیئے، کشتوں کے پشتے لگ گئے، اور بقیۃ السیف نے بھاگ کر جان بچائی، نتیجہ اس شکست کا یہ ہوا کہ امیر غزنی پشاور پر مسلط ہو گیا، نومبر 1001ء میں راجہ جے پال نے سبکتگین کی وفات کے بعد پھر حرکت مذبوحی کی مگر سلطان محمود بن سبکتگین کے مقابلہ میں سخت ہزیمت اٹھائی، راجہ جے پال کے لئے اب اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ یا تو بھاگ جائے یا خودکشی کر لے۔ اس نے آخری صورت کو اختیار کیا اور ہمیشہ کے لئے ان مخمصوں سے رہائی پائی۔

ان محاربات کی تفصیلات پڑھنے سے جن کو ہم اس مختصر تاریخ میں جگہ نہیں دے سکتے، یہ ثابت ہوتا ہے کہ گوجر خاندان میں راجہ جے پال جیسا با غیرت، شجاع، متہور، حامیِ دین و ملت نظر نہیں آتا، اگر تمام راجگانِ ہندوستان کا دلی اتفاق ہوتا، تو ہند کے شمالی پہاڑوں سے جو خونبار گھٹا اٹھی تھی اور چشم زن میں ہندوستان کے اطراف پر برس کر اس کی سرزمین کو لالہ زار بنا دیتی تھی، کبھی نہ اٹھتی اور اٹھتی بھی، تو اتفاق کے زبردست جھونکوں سے منتشر ہو جاتی، اور راجاؤں کی شان و آن قائم رہتی، اگرچہ راجہ جے پال نے جان دی، مگر اس کی قربانی رائگاں نہیں گئی، کیونکہ اس کی ہمت و جوش کی داستانیں صفحات تاریخ کو اب تک منور کر رہی ہیں، سچ ہے۔

شکست و فتح نصیبوں سے ہے ولے اے میز
مقابلہ تو دلِ ناتواں نے خوب کیا

ہوں اور طاقت بھی ہو، تو دشمن کا مقابلہ کرنا لازمی ہے۔ ایسا کرنا انسان کا اخلاقی جوہر ہے، اگر وہ ایسی حالت میں مقابلہ کے لئے تیار نہ ہو تو یہ بزدلی ہے، جو انسانیت کے برخلاف ہے اور قابل ملامت ہے لیکن جہاں اسباب مقابلہ مہیا نہ ہوں یا ان اسباب کے استعمال کرنے کی طاقت نہ ہو تو وہاں مقابلہ کے لئے اقدام کرنا تہور ہے، جو بُری خصلت ہے اور حماقت کے مترادف ہے، اس کی ہم ایک مثال سے توضیح کرتے ہیں، سامنے سے شیر آرہا ہے اور ہمارے ہاتھ میں بندوق ہے، تو شیر پر بندوق سے فائر کرنا شجاعت ہے، اگر ہمارے ہاتھ میں سونٹا ہے، تو سونٹے سے شیر کا مقابلہ کرنا، تہور یعنی بیوقوفی وحماقت ہے، ایسی صورت میں اگر کوئی جگہ حفاظت کی مل سکتی ہو تو اس سے فائدہ اُٹھانا چاہئے مثلاً درخت پر چڑھ جانا یا کسی غار میں چھپ جانا وغیرہ وغیرہ شجاعت اسی صورت میں شجاعت ہے، جب اس کا استعمال بظاہر کامیابی کی اُمید دلاتا ہو۔

شجاعت قوتِ غصبیہ کی معتدل حالت ہے، اس کی طرف تفریط بزدلی اور جانب افراط تہور ہے، شجاعت انسان کا قدرتی جوہر اور قابلِ تعریف وصف ہے اور بزدلی اور تہور، مذموم خصلت و قابل ملامت ہے، اس سے ثابت ہوا کہ راجہ جے پال کا صلح کرنا مقتضائے وقت و مصلحت پر مبنی تھا، بزدلی نہیں تھی، جیسا کہ بعض مورخین نے اس پر الزام عائد کیا ہے۔

راجہ راجپال نے ساتوں نئے قلعے جو قنوج کی محفوظ سپاہ کے لئے تعمیر ہوئے تھے، مصلحتہً خالی کردیئے تاکہ جب تک شرائط صلح کا فیصلہ نہیں ہوتا سلطان محمود کی سپاہ وہاں مقیم رہے، یہ بھی ایک قسم کی ضمانت تھی سلطان محمود حسب عادت کچھ بت توڑ تاڑ اور کچھ لے لوا کر غزنی کو واپس ہوا ملک راجہ کا تھا راجہ کو مل گیا دولت وجواہرات سلطان کے تھے، وہ لے گیا راجیا پال نے اس صلح کو غنیمت سمجھا۔

ہوں اور طاقت بھی ہو، تو دشمن کا مقابلہ کرنا لازمی ہے۔ ایسا کرنا انسان کا اخلاقی جوہر ہے، اگر وہ ایسی حالت میں مقابلہ کے لئے تیار نہ ہو تو یہ بزدلی ہے، جو انسانیت کے برخلاف ہے اور قابل ملامت ہے لیکن جہاں اسباب مقابلہ مہیا نہ ہوں یا ان اسباب کے استعمال کرنے کی طاقت نہ ہو تو وہاں مقابلہ کے لئے اقدام کرنا تہور ہے، جو بُری خصلت ہے اور حماقت کے مترادف ہے، اس کی ہم ایک مثال سے توضیح کرتے ہیں، سامنے سے شیر آرہا ہے اور ہمارے ہاتھ میں بندوق ہے، تو شیر پر بندوق سے فائر کرنا شجاعت ہے، اگر ہمارے ہاتھ میں سونٹا ہے، تو سونٹے سے شیر کا مقابلہ کرنا، تہور یعنی بیوقوفی وحماقت ہے، ایسی صورت میں اگر کوئی جگہ حفاظت کی مل سکتی ہو تو اس سے فائدہ اُٹھانا چاہئے مثلاً درخت پر چڑھنا یا کسی غار میں چھپ جانا وغیرہ وغیرہ شجاعت اسی صورت میں شجاعت ہے، جب اس کا استعمال بظاہر کامیابی کی امید دلاتا ہو۔

شجاعت قوتِ غضبیہ کی معتدل حالت ہے، اس کی طرف تفریط بزدلی اور جانب افراط تہور ہے، شجاعت انسان کا قدرتی جوہر اور قابلِ تعریف وصف ہے اور بزدلی اور تہور، مذموم خصلت و قابل ملامت ہے، اس سے ثابت ہوا کہ راجہ جے پال کا صلح کرنا مقتضائے وقت ومصلحت پر مبنی تھا، بزدلی نہیں تھی، جیسا کہ بعض مورخین نے اس پر الزام عائد کیا ہے۔

راجہ راجیپال نے ساتوں نئے قلعے جو قنوج کی محفوظ سپاہ کے لئے تعمیر ہوئے تھے، مصلحتہً خالی کردیئے تاکہ جب تک شرائط صلح کا فیصلہ نہیں ہوتا سلطان محمود کی سپاہ وہاں مقیم رہے، یہ بھی ایک قسم کی ضمانت تھی سلطان محمود حسب عادت کچھ بت توڑ تاڑ اور کچھ لے لوا کر غزنی کو واپس ہوا ملک راجہ کا تھا راجہ کو مل گیا دولت وجواہرات سلطان کے تھے، وہ لے گیا راجیا پال نے اس صلح کو غنیمت سمجھا۔

کی باگیں تعاقب کرنے سے روک لیں، وہ مختلف قسم کا قیمتی سامان دیکھ کر ششدر رہ گیا۔

ع کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجا ست

سب کچھ فراہم کیا اور لدا پھندا سالماً و غانماً غزنی پہنچا۔

راجہ ترلوچن پال

راجیا پال کے بعد اس کا بیٹا ترلوچن پال رونق افزائے ایوانِ سلطنت ہوا اور جب سلطان محمود غزنوی نے 1019ء کے اختتام پر دریائے جمنا کو عبور کرنا چاہا تو اس نے سلطان کا سخت مقابلہ کیا اور کشتیوں کو توڑ ڈالا لیکن جس طرح جمنا کا پانی رُک نہیں سکتا، یہ فوجی سیلاب بھی اس سے رُک نہ سکا، سلطان نے جوں توں کر کے جمنا کو عبور کر لیا اور راجہ کے سر پر اچانک جا پہنچا، راجہ ترلوچن نے جب دیکھا کہ کوئی چارہ کار نہیں تو سلطان کے آستان فلک نشان پر سر انقیاد رکھا، اور عفو تقصیرات کی درخواست کی سلطان نے حسب عادت ملک راجہ ترلوچن کے حوالہ کیا اور زرد و جواہر لے کر غزنی کو لوٹ گیا، ترلوچن کے کچھ زیادہ حالات معلوم نہیں ہوئے، البتہ اس کا ایک کتبہ ملا ہے (دیکھو کیلہارن کی فہرست کا کتبہ نمبر 60) جس میں وہ 1027ء میں الہ آباد کا ایک گاؤں ایک سردار کو اس کی حُسن خدمات کے صلہ میں عطا کرتا ہے جو بطور سند جاگیر ہے۔

راجہ یسر پال

راجہ یسر پال کی اطلاع 1036ء کا ایک کتبہ دیتا ہے، غالبًا یہ راجہ اسی خاندان کی یادگار تھا۔ 1194ء کے اخیر میں قنوج کے فتح ہو جانے کے بعد بھی اسی خاندان کے بعض شہزادے برسر حکومت رہے، لیکن ان کی حکومت برائے نام تھی، یہ قدرت کا قانون ہے کہ گاؤں کی سرداری سے بادشاہت حاصل ہوتی ہے

کی باگیں تعاقب کرنے سے روک لیں، وہ مختلف قسم کا قیمتی سامان دیکھ کر ششدر رہ گیا۔

ع کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجا ست

سب کچھ فراہم کیا اور لدا پھندا سالماً و غانماً غزنی پہنچا۔

راجہ ترلوچن پال

راجیا پال کے بعد اس کا بیٹا ترلوچن پال رونق افزائے ایوانِ سلطنت ہوا اور جب سلطان محمود غزنوی نے 1019ء کے اختتام پر دریائے جمنا کو عبور کرنا چاہا تو اس نے سلطان کا سخت مقابلہ کیا اور کشتیوں کو توڑ ڈالا لیکن جس طرح جمنا کا پانی رُک نہیں سکتا، یہ فوجی سیلاب بھی اس سے رُک نہ سکا، سلطان نے جوں توں کر کے جمنا کو عبور کرلیا اور راجہ کے سر پر اچانک جا پہنچا، راجہ ترلوچن نے جب دیکھا کہ کوئی چارہ کار نہیں تو سلطان کے آستان فلک نشان پر سر انقیاد رکھا، اور عفو تقصیرات کی درخواست کی سلطان نے حسب عادت ملک راجہ ترلوچن کے حوالہ کیا اور زرد و جواہر لے کر غزنی کو لوٹ گیا، ترلوچن کے کچھ زیادہ حالات معلوم نہیں ہوئے، البتہ اس کا ایک کتبہ ملا ہے (دیکھو کیلہارن کی فہرست کا کتبہ نمبر 60) جس میں وہ 1027ء میں الہ آباد کا ایک گاؤں ایک سردار کو اس کی حُسن خدمات کے صلہ میں عطا کرتا ہے جو بطور سند جاگیر ہے۔

راجہ یسر پال

راجہ یسر پال کی اطلاع 1036ء کا ایک کتبہ دیتا ہے، غالباً یہ راجہ اسی خاندان کی یادگار تھا۔ 1194ء کے اخیر میں قنوج کے فتح ہو جانے کے بعد بھی اسی خاندان کے بعض شہزادے برسر حکومت رہے، لیکن ان کی حکومت برائے نام تھی، یہ قدرت کا قانون ہے کہ گاؤں کی سرداری سے بادشاہت حاصل ہوتی ہے

باب سیزدہم:

فصل اوّل

بنگال کے خاندان پال کے گوجر راجہ

یہ واقعہ تو تاریخ ہند کے مسلمات سے ہے کہ راجہ ہرش کے فرمان واجب الاذعان مغربی اور وسطی بنگال پر نافذ تھے، اس کی وفات کے بعد نہ صرف ماتحت راجے خود مختار ہو گئے، بلکہ ملک میں عام شورش پیدا ہوگئی، جس سے زبردست زیردست کو دبانے لگا اور ملک میں اختلال اور فتنہ وفساد کی آگ مشتعل ہوگئی، اس زمانہ میں بنگال کی مقامی روایات کے اعتبار اور دیگر قرائن سے مستنبط ہوتا ہے کہ راجہ آدسور نامی قنوج سے پانچ برہمن اور پانچ کشتریوں کو بنگال لے گیا، اس واقعہ کو ونسنٹ اے سمتھ نے بھی ذکر کیا ہے، مگر آدسور کے حالات اب تک تاریکی میں ہیں، تاہم کوئی وجہ نہیں ہے کہ ہم اس کے وجود کی نسبت شک کریں، جو قدیم روایات سے ثابت ہے، بقول ونسنٹ اے سمتھ، آدسورا غلباً کوئی مقامی راجہ تھا، جو گور اور اس کے حوالی کا حکمران ہوگا اور اس کا زمانہ 700ء یا اس سے کچھ ماقبل فرض کیا جا سکتا ہے، تاریخ ہری مسر اور ایرومسر کے مصنف آدسور کو پال خاندان سے پہلے کا بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قنوج سے پانچ برہمنوں اور کشتریوں کے آنے سے سلطنت گو پال خاندان کے قبضہ میں آ گئی، اب معرکتہ الآرا بحث یہ ہے کہ بنگال کا خاندان پال قنوج کے گوجروں سے ہے، یا کسی اور خاندان برہمن سے یا بنگال کے قدیم باشندوں کی یادگار تھا۔ اس میں اختلاف ہے بعض کی یہ رائے ہے کہ بنگال کا پال خاندان اور قنوج کا خاندان راجگانِ گوجر سے تھا۔ ان کے دلائل یہ ہیں۔

باب سیزدہم:

فصل اوّل

بنگال کے خاندان پال کے گوجر راجہ

یہ واقعہ تو تاریخ ہند کے مسلمات سے ہے کہ راجہ ہرش کے فرمان واجب الاذعان مغربی اور وسطی بنگال پر نافذ تھے، اس کی وفات کے بعد نہ صرف ماتحت راجے خودمختار ہو گئے، بلکہ ملک میں عام شورش پیدا ہو گئی، جس سے زبردست زیردست کو دبانے لگا اور ملک میں اختلال اور فتنہ وفساد کی آگ مشتعل ہو گئی، اس زمانہ میں بنگال کی مقامی روایات کے اعتبار اور دیگر قرائن سے مستنبط ہوتا ہے کہ راجہ آدسور نامی قنوج سے پانچ برہمن اور پانچ کشتریوں کو بنگال لے گیا، اس واقعہ کو ونسنٹ اے سمتھ نے بھی ذکر کیا ہے، مگر آدسور کے حالات اب تک تاریکی میں ہیں، تاہم کوئی وجہ نہیں ہے کہ ہم اس کے وجود کی نسبت شک کریں، جو قدیم روایات سے ثابت ہے، بقول ونسنٹ اے سمتھ، آدسور اغلباً کوئی مقامی راجہ تھا، جو گور اور اس کے جوالی کا حکمران ہوگا اور اس کا زمانہ 700ء یا اس سے کچھ ماقبل فرض کیا جا سکتا ہے، تاریخ ہری مسر اور اڈومسر کے مصنف آدسور کو پال خاندان سے پہلے کا بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قنوج سے پانچ برہمنوں اور کشتریوں کے آنے سے سلطنت گوپال خاندان کے قبضہ میں آ گئی، اب معرکۃ الآرا بحث یہ ہے کہ بنگال کا خاندان پال قنوج کے گوجروں سے ہے، یا کسی اور خاندان برہمن سے یا بنگال کے قدیم باشندوں کی یادگار تھا۔ اس میں اختلاف ہے بعض کی یہ رائے ہے کہ بنگال کا پال خاندان اور قنوج کا خاندان راجگانِ گوجر سے تھا۔ ان کے دلائل یہ ہیں۔

مجموعہ ایک قوی دلیل کا رتبہ رکھتا ہے، ہم نے اس بارہ میں بہت تحقیقات کی ہے، ہم کو کچھ شک نہیں ہے کہ بنگال کا خاندان پال اور قنوج کا خاندان پال ایک ہی ہیں۔ (اگر رشتہ قرابت ان میں بعید ہی ہو) ان کے تعلقات آپس میں بہت وسیع ہیں، یہ ثابت ہے کہ ابتداء میں گوجروں کا ایک بڑا گروہ بنگال میں موجود تھا اور حاکمانہ جاہ وجلال رکھتا تھا اور یہ بھی ثابت ہے کہ بنگال کے خاندان اور قنوج کے خاندان پال میں باہم جنگ و جدل ہوتا رہا، یہ بھی ایک زبردست دلیل ہے کہ راجہ ادسور قنوج سے برہمن اور کشتری لے گیا تھا۔ چونکہ بنگال کی تاریخ کچھ عرصہ تک پردۂ خفا میں رہی ہے، اس لئے مقامی روایات کے وضع کرنے کی گنجائش پیدا ہو گئی، ورنہ نقادانِ تاریخ کی نظر میں یہ مسئلہ کہ بنگال کا خاندان پال گوجر ہے ہر طرح سے ثابت ہے۔

بہر رنگے کہ خواہی جامہ مے پوش
من اندازِ قدت راے شناسم

سردار گوپال

930ء میں بنگال کی طوائف الملوکی کے زمانہ میں جب مختلف خاندان نئی نئی راجدھانیاں بنانے میں تیغ بکف تھے، تو اس وقت ایک سردار گوپال نامی برسرکار آیا اور اپنے اقبال وجلال کی پیشانی پر بادشاہت کا تلک لگا کر سلطنتِ گور کی مسند پر جلوہ گر ہوا، اس کی تیغ شجاعت نے سلطنت کے حدود کو مغرب کی طرف بہت دور تک وسعت دی، یہ راجہ بدھ مذہب کا پرجوش مقلد تھا، اس نے ادائے فرائض مذہبی کے لئے اوند پور میں ایک عالیشان وسیع خانقاہ تعمیر کی جس میں بدھ مذہبوں کے سیکڑوں بھکشو راہبانہ زندگی بسر کرتے تھے، اس کے عہد کا یہ واقعہ مشہور ہے کہ اس نے راجپوتانہ کے گوجر راجہ وتسراج سے جنگ کی اور ہزیمت اٹھائی (ملاحظہ ہو راشترکوٹ کے عطیات انڈین انٹی کوہری جلد ۱۱ وجلد ۱۲ اص ۱۶۴) اس راجہ نے 40 سال حکومت کی۔

مجموعہ ایک قوی دلیل کا رتبہ رکھتا ہے، ہم نے اس بارہ میں بہت تحقیقات کی ہے، ہم کو کچھ شک نہیں ہے کہ بنگال کا خاندان پال اور قنوج کا خاندان پال ایک ہی ہیں۔ (اگر رشتہ قرابت ان میں بعید ہی ہو) ان کے تعلقات آپس میں بہت وسیع ہیں، یہ ثابت ہے کہ ابتداء میں گوجروں کا ایک بڑا گروہ بنگال میں موجود تھا اور حاکمانہ جاہ و جلال رکھتا تھا اور یہ بھی ثابت ہے کہ بنگال کے خاندان اور قنوج کے خاندان پال میں باہم جنگ و جدل ہوتا رہا، یہ بھی ایک زبردست دلیل ہے کہ راجہ ادسور قنوج سے برہمن اور کشتری لے گیا تھا۔ چونکہ بنگال کی تاریخ کچھ عرصہ تک پردۂ خفا میں رہی ہے، اس لئے مقامی روایات کے وضع کرنے کی گنجائش پیدا ہو گئی، ورنہ نقادانِ تاریخ کی نظر میں یہ مسئلہ کہ بنگال کا خاندان پالی گوجر ہے ہر طرح سے ثابت ہے۔

بہر رنگے کہ خواہی جامہ مے پوش
من اندازِ قدت را مے شناسم

سردار گوپال

930ء میں بنگال کی طوائف الملوکی کے زمانہ میں جب مختلف خاندان نئی نئی راجدھانیاں بنانے میں تیغ بکف تھے، تو اس وقت ایک سردار گوپال نامی برسرکار آیا اور اپنے اقبال و جلال کی پیشانی پر بادشاہت کا تلک لگا کر سلطنتِ گور کی مسند پر جلوہ گر ہوا، اس کی تیغ شجاعت نے سلطنت کے حدود کو مغرب کی طرف بہت دور تک وسعت دی، یہ راجہ بدھ مذہب کا پرجوش مقلد تھا، اس نے ادائے فرائض مذہبی کے لئے اوند پور میں ایک عالیشان وسیع خانقاہ تعمیر کی جس میں بدھ مذہبوں کے سیکڑوں بھکشو راہبانہ زندگی بسر کرتے تھے، اس کے عہد کا یہ واقعہ مشہور ہے کہ اس نے راجپوتانہ کے گوجر راجہ وتسراج سے جنگ کی اور ہزیمت اٹھائی (ملاحظہ ہو راشٹر کوٹ کے عطیات انڈین انٹی کوہری جلد ۱۱ و جلد ۱۲ ص ۱۶۴) اس راجہ نے 40 سال حکومت کی۔

مہی پال اول

اس کے زمانہ کا یہ مشہور واقعہ ہے کہ 1023ء میں کانجی کے چول راجہ راجسندر نے اس پر حملہ کیا اور شکست کھائی، یہ راجہ رعایا پروری اور سخاوت میں مشہور تھا اور اس کے انصاف اور ہمدردی رعیت کے گیت مدت تک ہر گوشۂ ملک میں گائے گئے، یہ راجہ بدھ مذہب کی ترویج کا شائق اور شیدا تھا، اور تبت میں بدھ مذہب کی شمع کو جولنگدم کی مجلس مذہبی کی وجہ سے گل ہونے کو تھی، اس نے از سرنو روشن کیا، اور کامبوج (پہاڑی قوم) کو جو منحرف ہو گئی تھی، مغلوب کر کے جلا وطن کر دیا، گویا اس نے 978ء اور 980ء کے درمیانی عرصہ میں جو رخنہ، سلطنت پال کی روئیں دیوار میں پڑ گیا تھا، اس کی درستی کر کے پال خاندان کی رفعت وشوکت کو دوبارہ قائم کر دیا اور سرکش قوموں پر اپنی دھاک بٹھا دی۔ اس کی مدت حکومت 52 سال فرض کی جا سکتی ہے۔

نیا پال

مہی پال کے بعد نیا پال عنان گیر سلطنت ہوا، اس کی حکومت کا اس کے سوا اور کوئی واقعہ نہیں کہ اس کے عہد میمنت مہد 1040ء میں ایک تبلیغی جماعت تبت بھیجی گئی، جس کا صدر خانقاہ بکرمیل کا اتس نامی بدھ مذہب کا مجتہد تھا۔ اس نے تبت میں بدھ مذہب کے چراغِ سحری کو صرصر حوادث سے محفوظ رکھا، جو ایک صدی سے زیادہ تک تبت کو روشن کرتا رہا۔

وگرہ پال

نیا پال کے بعد وگرہ پال تخت نشین ہوا اور چیدی کے راجہ کرن کو شکست دی اور 1080ء میں راہی ملک عدم ہو، اس کے تین بیٹے مہی پال دوم، سور پال دوم اور رام پال تھے۔

مہی پال اول

اس کے زمانہ کا یہ مشہور واقعہ ہے کہ 1023ء میں کانجی کے چول راجہ راجسند ر نے اس پر حملہ کیا اور شکست کھائی، یہ راجہ رعایا پروری اور سخاوت میں مشہور تھا اور اس کے انصاف اور ہمدردی رعیت کے گیت مدت تک ہر گوشۂ ملک میں گائے گئے، یہ راجہ بدھ مذہب کی ترویج کا شائق اور شیدا تھا، اور تبت میں بدھ مذہب کی شمع کو جو لنگدم کی مجلس مذہبی کی وجہ سے گل ہونے کو تھی، اس نے از سرنو روشن کیا، اور کامبوج (پہاڑی قوم) کو جو منحرف ہو گئی تھی، مغلوب کر کے جلا وطن کر دیا، گویا اس نے 978ء اور 980ء کے درمیانی عرصہ میں جو رخنہ، سلطنت پال کی روئیں دیوار میں پڑ گیا تھا، اس کی درستی کر کے پال خاندان کی رفعت و شوکت کو دوبارہ قائم کر دیا اور سرکش قوموں پر اپنی دھاک بٹھا دی۔ اس کی مدت حکومت 52 سال فرض کی جا سکتی ہے۔

نیا پال

مہی پال کے بعد نیا پال عنان گیر سلطنت ہوا، اس کی حکومت کا اس کے سوا اور کوئی واقعہ نہیں کہ اس کے عہد میمنت مہد 1040ء میں ایک تبلیغی جماعت تبت بھیجی گئی، جس کا صدر خانقاہ بکرمیل کا اتس نامی بدھ مذہب کا مجتہد تھا۔ اس نے تبت میں بدھ مذہب کے چراغِ سحری کو صرصر حوادث سے محفوظ رکھا، جو ایک صدی سے زیادہ تک تبت کو روشن کرتا رہا۔

وگرہ پال

نیا پال کے بعد وگرہ پال تخت نشین ہوا اور چیدی کے راجہ کرن کو شکست دی اور 1080ء میں راہی ملک عدم ہو، اس کے تین بیٹے مہی پال دوم، سور پال دوم اور رام پال تھے۔

تارا ناتھ اور بنگال کے بعض تاریخ نویسوں نے اس راجہ کو خاندان پال کا آخری راجہ لکھا ہے، لیکن کتبوں سے ثابت ہوتا ہے کہ اس خاندان میں اس کے سوا اور راجے بھی ہوئے ہیں اگرچہ وہ کمزور تھے۔

راجہ گوبند پال

1175ء میں فرمانِ روا ہوا اس کے حالات اس کے سوا کچھ معلوم نہیں کہ یہ کوشش کرتا رہا کہ اس کی سلطنت پھر وسیع ہو جائے، مگر دوسرے راجاؤں کی مخالفت کے باعث کامیاب نہ ہو سکا اور ہمان آش در کاسہ کا معاملہ رہا۔

اندرویمن پال

اسلامی تاریخوں سے یہ پتہ چلتا ہے کہ 1197ء میں مگدھ پر ایک راجہ اندرویمن پال حکمران تھا، جو خاندانِ پال بنگال سے تعلق رکھتا تھا، اور تاریخوں سے یہ بھی ثابت ہے کہ گوجر پرتھار قوم کا راجہ مندر پال والی قنوج 850ء میں مگدھ پر حکمران تھا، اس سے بھی ہماری دلیل کی تائید ہوتی ہے کہ یہ دونوں خاندان ایک ہی ہیں اور ان کے ناموں کی مشابہت سے ہمارے دعویٰ کی تقویت ہوتی ہے، خاندان پال تمام خاندان راجگان پر امتیاز رکھتا ہے، یہ چار سو سال تک حکمران رہا، یہ خاندان اپنے زمانہ میں قنوج کے پال خاندان کی طرح مفاد عامہ اور مذہبی تبلیغ کا کفیل تھا۔ دونوں کے زمانہ میں صنعت و حرفت خصوصاً نقاشی، مصوری، سنگ تراشی کو بہت ترقی ہوئی اور نالوں، ندیوں، پلوں اور عمارتوں کی تعمیر میں تو کوئی راجہ یا بادشاہ ان کی برابری نہیں کر سکتا، ان امور سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہ ایک ہی خاندان کے نونہالانِ اقبال تھے، کیونکہ ان کی رسم بھی ایک تھی، زمانہ بھی ایک تھا، سرزمین بھی ایک تھی، ہم اس امر سے لاعلم نہیں ہیں کہ بنگال کے خاندان پال کی کئی تاریخیں لکھی گئیں اور مقامی روایات سے بعض مورخین نے ان کو قنوج کے

تارا ناتھ اور بنگال کے بعض تاریخ نویسوں نے اس راجہ کو خاندان پال کا آخری راجہ لکھا ہے، لیکن کتبوں سے ثابت ہوتا ہے کہ اس خاندان میں اس کے سوا اور راجے بھی ہوئے ہیں اگرچہ وہ کمزور تھے۔

راجہ گوبند پال

1175ء میں فرمان روا ہوا اس کے حالات اس کے سوا کچھ معلوم نہیں کہ یہ کوشش کرتا رہا کہ اس کی سلطنت پھر وسیع ہو جائے، مگر دوسرے راجاؤں کی مخالفت کے باعث کامیاب نہ ہو سکا اور ہمان آش درکاسہ کا معاملہ رہا۔

اندرویمن پال

اسلامی تاریخوں سے یہ پتہ چلتا ہے کہ 1197ء میں مگدھ پر ایک راجہ اندرویمن پال حکمران تھا، جو خاندان پال بنگال سے تعلق رکھتا تھا، اور تاریخوں سے یہ بھی ثابت ہے کہ گوجر پرتھار قوم کا راجہ مندر پال والی قنوج 850ء میں مگدھ پر حکمران تھا، اس سے بھی ہماری دلیل کی تائید ہوتی ہے کہ یہ دونوں خاندان ایک ہی ہیں اور ان کے ناموں کی مشابہت سے ہمارے دعویٰ کی تقویت ہوتی ہے، خاندان پال تمام خاندان راجگان پر امتیاز رکھتا ہے، یہ چار سو سال تک حکمران رہا، یہ خاندان اپنے زمانہ میں قنوج کے پال خاندان کی طرح مفاد عامہ اور مذہبی تبلیغ کا کفیل تھا۔ دونوں کے زمانہ میں صنعت و حرفت خصوصاً نقاشی، مصوری، سنگ تراشی کو بہت ترقی ہوئی اور نالوں، ندیوں، پلوں اور عمارتوں کی تعمیر میں تو کوئی راجہ یا بادشاہ ان کی برابری نہیں کر سکتا، ان امور سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہ ایک ہی خاندان کے نونہالانِ اقبال تھے، کیونکہ ان کی رسم بھی ایک تھی، زمانہ بھی ایک تھا، سرزمین بھی ایک تھی، ہم اس امر سے لاعلم نہیں ہیں کہ بنگال کے خاندان پال کی کئی تاریخیں لکھی گئیں اور مقامی روایات سے بعض مورخین نے ان کو قنوج کے

فصل دوم:

خاندان چندیل یا چندیلا کے راجہ

ہم پہلے کسی جگہ لکھ آئے ہیں کہ راجگان چندیل کا گوجر ہونا ہمارے نزدیک ایسا ثابت نہیں جیسا کہ ان خاندانوں کا ثابت ہے، جن کا ذکر ہم نے اس تاریخ میں کیا ہے، کیونکہ بعض مورخین نے ان کو قوم گونڈ کی نسل سے ظاہر کیا ہے لیکن چونکہ بعض مورخین ان کو گوجر کی ایک شاخ قرار دیتے ہیں اور گوجر قوم کی تاریخ میں روز بروز تحقیقات کی روشنی سے چند در چند اضافے ہو رہے ہیں، اس لئے مضائقہ نہیں ہے کہ ہم اس خاندان کے حالات کا ناتمام اور غیر مرتب خاکہ پیش کر دیں، جس کو محققین تنقید کی نظر سے پڑھیں گے۔

بندھیل کھنڈ

دریائے جمنا اور نربدا کے دوآبہ (بندھیل کھنڈ) کو زمانہ قدیم میں جیجا کھبتی کہتے تھے، اس علاقہ پر نویں صدی عیسوی کے وسط میں راجہ انند چندیل حکمران تھا۔

اس نے پرہار خاندان کو جس کا دارالسلطنت موسلھینا تھا، تباہ کیا اور ملک پر قابض ہو گیا۔

راجہ یسو درمن

پہلے پہل یسو درمن نے چھترپور کے قریب ایک مختصر علاقہ پر قدم جمائے، پھر رفتہ رفتہ شمال کی طرف پیشقدمی کرتا ہوا دریائے جمنا کے کنارے تک پہنچ گیا، اس کے اور سلطنت قنوج کے درمیان دریائے جمنا حد فاصل ہو گیا، دسویں صدی کے وسط میں چندیل کے راجاؤں کی طاقت بہت بڑھ گئی اور وہ بڑی

فصل دوم:

خاندان چندیل یا چندیلا کے راجہ

ہم پہلے کسی جگہ لکھ آئے ہیں کہ راجگان چندیل کا گوجر ہونا ہمارے نزدیک ایسا ثابت نہیں جیسا کہ ان خاندانوں کا ثابت ہے، جن کا ذکر ہم نے اس تاریخ میں کیا ہے، کیونکہ بعض مورخین نے ان کو قوم گونڈ کی نسل سے ظاہر کیا ہے لیکن چونکہ بعض مورخین ان کو گوجر کی ایک شاخ قرار دیتے ہیں اور گوجر قوم کی تاریخ میں روز بروز تحقیقات کی روشنی سے چند در چند اضافے ہو رہے ہیں، اس لئے مضائقہ نہیں ہے کہ ہم اس خاندان کے حالات کا ناتمام اور غیر مرتب خاکہ پیش کر دیں، جس کو محققین تنقید کی نظر سے پڑھیں گے۔

بندھیل کھنڈ

دریائے جمنا اور نربدا کے دوآبہ (بندھیل کھنڈ) کو زمانہ قدیم میں جیجا کھبکتی کہتے تھے، اس علاقہ پر نویں صدی عیسوی کے وسط میں راجہ انند چندیل حکمران تھا۔

اس نے پرہار خاندان کو جس کا دارالسلطنت موسلھینا تھا، تباہ کیا اور ملک پر قابض ہو گیا۔

راجہ یسو درمن

پہلے پہل یسو درمن نے چھترپور کے قریب ایک مختصر علاقہ پر قدم جمائے، پھر رفتہ رفتہ شمال کی طرف پیشقدمی کرتا ہوا دریائے جمنا کے کنارے تک پہنچ گیا، اس کے اور سلطنت قنوج کے درمیان دریائے جمنا حد فاصل ہو گیا، دسویں صدی کے وسط میں چندیل کے راجاؤں کی طاقت بہت بڑھ گئی اور وہ بڑی

شامل ہوا جس کی دعوت راجہ جے پال کے بیٹے انند پال نے ہندوستان کے راجاؤں کو سلطان محمود کی مدافعت کے لئے دی تھی، اس نے اس مدافعانہ جنگ میں قابلِ تحسین بہادری کے جوہر دکھلائے لیکن یہ اتحادی مضبوط بند چند دنوں کے لئے بھی اس غزنی کے تند سیلاب کا مقابلہ نہ کر سکا اور دھنی ہوئی روئی کی طرح ایک آن میں اُڑ گیا۔

قنوج کے راجہ جیپال نے مغلوب ہو کر مسلمانوں سے کمزور شرائط پر صلح کر لی تھی، اس وجہ سے ہندوستان کے راجے اس پر سخت ناراض تھے اور اس ارادہ پر تلے ہوئے تھے کہ موقع پا کر اس کی بیخ کنی کریں، ان سب سے زیادہ راجہ گند کا بیٹا زیادہ پیچ و تاب کھا رہا تھا، اس نے بڑی شدومد سے راجہ جیپال پر حملہ کر کے اس کو نہایت بے رحمی سے قتل کیا اور اس پر اس کو بہت فخر تھا اور غرور سے اکڑتا پھرتا تھا، مگر 1023ء میں اس کا فخر اور غرور خاک میں مل گیا، جب اس نے کالنجر کا مضبوط قلعہ محمود غزنوی کے حوالے کیا۔

راجہ کیرتی ورمن چندیل

اس کی حکومت کا زمانہ تخمیناً 1049ء اور 1100ء کے درمیان تھا، اس نے راجہ کرن کلچری کو شکست فاش دی اور ہمیشہ کے لئے اس کے حملوں کی گرمجوشی کو سرد کر دیا اور دائیں بائیں اپنی سلطنت کے حدود کو بڑھایا، اس کے سکے عام طور پر ملتے ہیں جو کلچری راجاؤں کے سکوں کے مشابہ ہیں۔

یہ علوم و فنون کا مربی اور مذہب کا جوشیلا پابند تھا اور اس کے اصول و فروع میں عالمانہ فضیلت رکھتا تھا، طرح طرح سے اس کی اشاعت میں سرگرم تھا۔

اس نے اشاعت مذہب میں یہ عجیب موثر طریق ایجاد کیا تھا کہ مذہبی اصول اور فلسفیات کو ناٹکوں کے ذریعہ لوگوں کے ذہن نشین کرتا تھا اور معقولات کو محسوسات کی صورت و شکل میں لا کر عامۃ الناس کے دلوں پر نقشِ عقیدت بٹھاتا

شامل ہوا جس کی دعوت راجہ جے پال کے بیٹے انند پال نے ہندوستان کے راجاؤں کو سلطان محمود کی مدافعت کے لئے دی تھی، اس نے اس مدافعانہ جنگ میں قابلِ تحسین بہادری کے جوہر دکھلائے لیکن یہ اتحادی مضبوط بند چند دنوں کے لئے بھی اس غزنی کے تند سیلاب کا مقابلہ نہ کر سکا اور دھنی ہوئی روئی کی طرح ایک آن میں اُڑ گیا۔

قنوج کے راجہ جیپال نے مغلوب ہو کر مسلمانوں سے کمزور شرائط پر صلح کر لی تھی، اس وجہ سے ہندوستان کے راجے اس پر سخت ناراض تھے اور اس ارادہ پر تلے ہوئے تھے کہ موقع پا کر اس کی بیخ کنی کریں، ان سب سے زیادہ راجہ گنڈ کا بیٹا زیادہ پیچ و تاب کھا رہا تھا، اس نے بڑی شدومد سے راجہ جیپال پر حملہ کر کے اس کو نہایت بے رحمی سے قتل کیا اور اس پر اس کو بہت فخر تھا اور غرور سے اکڑتا پھرتا تھا، مگر 1023ء میں اِس کا فخر اور غرور خاک میں مل گیا، جب اس نے کالنجر کا مضبوط قلعہ محمود غزنوی کے حوالے کیا۔

راجہ کیرتی ورمن چندیل

اس کی حکومت کا زمانہ تخمیناً 1049ء اور 1100ء کے درمیان تھا، اس نے راجہ کرن کلچری کو شکست فاش دی اور ہمیشہ کے لئے اس کے حملوں کی گرمجوشی کو سرد کر دیا اور دائیں بائیں اپنی سلطنت کے حدود کو بڑھایا، اس کے سکے عام طور پر ملتے ہیں جو کلچری راجاؤں کے سکوں کے مشابہ ہیں۔

یہ علوم و فنون کا مربی اور مذہب کا جوشیلا پابند تھا اور اس کے اصول و فروع میں عالمانہ فضیلت رکھتا تھا، طرح طرح سے اس کی اشاعت میں سرگرم تھا۔

اس نے اشاعت مذہب میں یہ عجیب موثر طریق ایجاد کیا تھا کہ مذہبی اصول اور فلسفیات کو ناٹکوں کے ذریعہ لوگوں کے ذہن نشین کرتا تھا اور معقولات کو محسوسات کی صورت و شکل میں لا کر عامۃ الناس کے دلوں پر نقشِ عقیدت بٹھاتا

قوم چندیل کے کارنامے

اس قوم کے سیاسی کارنامے تو چنداں وقیع نہیں ہیں، مگر ان کی مذہبی اشاعت اور مندروں کی عمارتیں یادگار روزگار ہیں، اس قوم کے راجاؤں نے اپنی مملکت کے بڑے بڑے شہروں، مثلاً مہوبا، کالنجر، کجرا ہو میں بڑے بڑے عالیشان مندر تعمیر کئے اور ان کے متعلق جاگیریں وقف کیں۔

ان کو تالاب اور جھیلیں بنانے کا بھی شوق تھا، پہاڑوں کی وادیوں میں بڑے بڑے طویل اور عریض پتھروں کے بند باندھ کر دو دو تین میل تک طولائی جھیلیں بنائیں، جن میں خوبصورت کشتیاں دوڑتی تھیں، یہ آبی شکار گاہیں تھیں، جن میں مچھلیوں کا شکار کیا جاتا تھا۔

قدیم قلمی سنسکرت تاریخوں سے جو 26 شاہی خاندانوں کی فہرست تیار ہوئی ہے اس میں چندیل کا نام بھی درج ہے، میواڑ اور الور کے علاقے میں چندیل یا چنڈیلا پائے جاتے ہیں جن کو عام طور سے گوجر کہتے ہیں۔

❁❁❁

قوم چندیل کے کارنامے

اس قوم کے سیاسی کارنامے تو چنداں وقیع نہیں ہیں، مگر ان کی مذہبی اشاعت اور مندروں کی عمارتیں یادگار روزگار ہیں، اس قوم کے راجاؤں نے اپنی مملکت کے بڑے بڑے شہروں، مثلاً مہوبا، کالنجر، کجرا ہو میں بڑے بڑے عالیشان مندر تعمیر کئے اور ان کے متعلق جاگیریں وقف کیں۔

ان کو تالاب اور جھیلیں بنانے کا بھی شوق تھا، پہاڑوں کی وادیوں میں بڑے بڑے طویل اور عریض پتھروں کے بند باندھ کر دو دو تین میل تک طولائی جھیلیں بنائیں، جن میں خوبصورت کشتیاں دوڑتی تھیں، یہ آبی شگارگاہیں تھیں، جن میں مچھلیوں کا شکار کیا جاتا تھا۔

قدیم قلمی سنسکرت تاریخوں سے جو 26 شاہی خاندانوں کی فہرست تیار ہوئی ہے اس میں چندیل کا نام بھی درج ہے، میواڑ اور الور کے علاقے میں چندیل یا چنڈیلا پائے جاتے ہیں جن کو عام طور سے گوجر کہتے ہیں۔

❀❀❀

گوجروں کے گوت ہیں وجیہ الملک خواہ بیر گوجر ہو، یا سولنگی ہو، یا پرمار ہو، یا تانک بہرحال گوجر کی نسل سے ثابت ہوتا ہے۔ وجیہ الملک اپنے باپ کا نعم الخلف نعم السلف کی مثال تھا، جامع العلوم ہونے کے ساتھ وہ ایک بہادر سپاہی بھی تھا، پہلے بادشاہ کے دربار میں اہل علم وفضل کے زمرے میں داخل ہوا لیکن جب گجرات کی سلطنت میں ایک نالائق گورنر کی غفلت سے فتنہ برپا ہوا تو بادشاہ نے ظفر خان بن وجیہ الملک کو گجرات کی گورنری پر ممتاز فرمایا بخت یاور تھا، ظفر خان سے اعظم خان ہوا اور اعظم خان سے مظفر خان ہو کر مستقل بادشاہ ہو گیا، یہ خاندان مدت مدید تک صوبۂ گجرات پر حکمران اور فرمان روا رہا۔

ظفر خان ملقب بہ مظفر شاہ

جب سلطان غیاث الدین تغلق کا چچا زاد بھائی سلطان محمد بن فیروز شاہ سریر آرائے سلطنت ہوا تو ظفر خان بن وجیہ الملک جو علم وفضل اور شجاعت میں شہرۂ آفاق تھا، بادشاہ کا مقرب ہو گیا۔ اس وقت راستی خان صوبہ دار گجرات کے ظلم وستم کی شکایت بار بار دربار میں پہنچ رہی تھی، بادشاہ ابھی ابھی تخت پر بیٹھا تھا اس کی نظر میں ظفر خان کے سوا، دوسرا کوئی امیر اس قابل نہ تھا، جو صوبہ گجرات کا انتظام کرے، بادشاہ نے ظفر خان کو 793ء میں اعظم ہمایوں کا لقب عطا کر کے گجرات کی صوبہ داری پر ممتاز فرمایا اور اس کے فرزند تاتار خان کو درباریوں میں باپ کے عہدہ پر ممتاز کیا، اعظم ہمایوں گجرات کی طرف جانے کے لئے آمادہ ہوا اور حسب قاعدہ دہلی کے باہر، تالاب کے کنارے پر خیمے نصب کئے، رخصت کرنے کے لئے بادشاہ خود آیا اور ایک سرخ خیمہ جو بادشاہوں کے لئے مخصوص ہوتا ہے، مع ایک مرصع شمشیر کے مرحمت کیا، یہ اتنی بڑی عزت تھی کہ اب تک کسی اور صوبہ دار کو حاصل نہیں ہوئی، اعظم ہمایوں جب چند منزلیں طے کر چکا تو اس کو پیک بشارت نے یہ مژدہ دیا کہ تاتار خان کے افق اقبال پر ایک نیر اجلال کا

گوجروں کے گوت ہیں وجیہ الملک خواہ بیر گوجر ہو، یا سولنگی ہو، یا پرمار ہو، یا تانک بہرحال گوجر کی نسل سے ثابت ہوتا ہے۔ وجیہ الملک اپنے باپ کا نعم الخلف نعم السلف کی مثال تھا، جامع العلوم ہونے کے ساتھ وہ ایک بہادر سپاہی بھی تھا، پہلے بادشاہ کے دربار میں اہل علم و فضل کے زمرے میں داخل ہوا لیکن جب گجرات کی سلطنت میں ایک نالائق گورنر کی غفلت سے فتنہ برپا ہوا تو بادشاہ نے ظفر خان بن وجیہ الملک کو گجرات کی گورنری پر ممتاز فرمایا بخت یاور تھا، ظفر خان سے اعظم خان ہوا اور اعظم خان سے مظفر خان ہو کر مستقل بادشاہ ہو گیا، یہ خاندان مدت مدید تک صوبۂ گجرات پر حکمران اور فرمان روا رہا۔

ظفر خان ملقب بہ مظفر شاہ

جب سلطان غیاث الدین تغلق کا چچا زاد بھائی سلطان محمد بن فیروز شاہ سریر آرائے سلطنت ہوا تو ظفر خان بن وجیہ الملک جو علم و فضل اور شجاعت میں شہرۂ آفاق تھا، بادشاہ کا مقرب ہو گیا۔ اس وقت راستی خان صوبہ دار گجرات کے ظلم و ستم کی شکایت بار بار دربار میں پہنچ رہی تھی، بادشاہ ابھی ابھی تخت پر بیٹھا تھا اس کی نظر میں ظفر خان کے سوا، دوسرا کوئی امیر اس قابل نہ تھا، جو صوبہ گجرات کا انتظام کرے، بادشاہ نے ظفر خان کو 793ء میں اعظم ہمایوں کا لقب عطا کر کے گجرات کی صوبہ داری پر ممتاز فرمایا اور اس کے فرزند تاتار خان کو درباریوں میں باپ کے عہدہ پر ممتاز کیا، اعظم ہمایوں گجرات کی طرف جانے کے لئے آمادہ ہوا اور حسب قاعدہ دہلی کے باہر، تالاب کے کنارے پر خیمے نصب کئے، رخصت کرنے کے لئے بادشاہ خود آیا اور ایک سرخ خیمہ جو بادشاہوں کے لئے مخصوص ہوتا ہے، مع ایک مرصع شمشیر کے مرحمت کیا، یہ اتنی بڑی عزت تھی کہ اب تک کسی اور صوبہ دار کو حاصل نہیں ہوئی، اعظم ہمایوں جب چند منزلیں طے کر چکا تو اس کو پیک بشارت نے یہ مژدہ دیا کہ تاتار خان کے افق اقبال پر ایک نیر اجلال کا

آیا اور دہلی دربار کے حالات من وعن اس سے گزارش کئے کہ اس وقت ملک میں اقبال خان کا طوطی بول رہا ہے، وہ معاملات ملکی میں جزو کل مختار ہے، بادشاہ صرف کٹ پتلی کی طرح ہے، میں اگر وہاں رہتا تو مارا جاتا، یا قید ہوتا، تاتار خان نے باپ کو بہت کچھ بھڑکایا، مگر اعظم ہمایوں جہاندیدہ و آزمودہ کار تھا، اس نے متانت اور دور اندیشی سے کام لے کر کچھ جواب نہ دیا۔ ان ایام میں ایک اور انقلاب واقع ہوا کہ صاحبقران امیر تیمور گورگان کا موکب فتح ونصرت اور شوکت و حشمت دہلی کے نواح میں دفعتہً نمایاں ہوا، ناصرالدین محمد شاہ دہلی کو چھوڑ کر پٹن کے حصن حصین میں پناہ گزیں ہوا، لیکن جب اس نے دیکھا کہ یہاں بھی تیمور کے بے پناہ حملوں سے محفوظ نہیں رہ سکتا، تو اس نے مالوہ کی طرف قسمت آزمائی کا قرعہ ڈالا۔ ناصرالدین کے جانے کے بعد اقبال خان، یادری اقبال سے دہلی پر قابض ہوگیا۔ تاتار خان غرور جوانی اور جوش انتقام سے بے قابو تھا، باوجود پرزور تحریکات کے جب اس نے دیکھا کہ اس کا باپ (اعظم ہمایوں) اقبال خان کے مقابلہ سے کسی مصلحت کی بنا پر پہلو تہی کرتا ہے، تو اس نے موقع پا کر اپنے باپ کو قید[1] کر دیا اور خود محمد شاہ کے نام سے تخت نشین ہوا اور امرائے دربار سے وفاداری

[1] بعض تاریخوں میں یہ لکھا ہے کہ یہ روایت (کہ اعظم ہمایوں کے اشارے سے تاتار خان کو زہر دیا گیا تھا) بالکل غلط ہے، نیز یہ روایت بھی غلط ہے کہ تاتار خان نے اپنے باپ اعظم ہمایوں کو قید کر دیا تھا۔ بلکہ اعظم ہمایوں نے تاتار خان کو اپنی خوشی سے سلطنت تفویض کی اور وہ قصبہ اساول میں تخت نشین ہوا اور اس نے اپنا لقب الموفق بتائید الرحمٰن افتخار الدنیا، ابو الغازی محمد شاہ اختیار کیا اور ایک لشکر جرار لے کے اقبال خان سے انتقام لینے کے لئے دہلی روانہ ہوا، مگر راستہ میں اپنی موت سے مر گیا، اعظم ہمایوں اپنے فرزند تاتار خان کی وفات سے بہت عرصہ تک غمناک اور پریشان حال رہا۔ وہ اس کو یاد کر کے بے اختیار رو پڑتا تھا اور اس قدر کمزور ہو گیا تھا کہ سلطنت کا بار اٹھانے کے قابل نہ رہا تھا۔ جب امرائے دربار نے اس پر زور ڈالا تو اس نے حکومت کرنے سے انکار کر دیا اور اپنے بھائی شمس خان المعروف بہ نصرت خان سے کہا کہ آپ یہ بار اٹھائیں مگر وہ اعظم ہمایوں کی موجودگی میں اپنے آپ کو اس قابل نہیں سمجھتا تھا۔ اس لئے چاروناچار اعظم ہمایوں، مظفر شاہ کا لقب اختیار کر کے تخت نشین ہوا اور شمس خان کو ناگور کا حاکم مقرر کیا۔

آیا اور دہلی دربار کے حالات من وعن اس سے گزارش کیے کہ اس وقت ملک میں اقبال خان کا طوطی بول رہا ہے، وہ معاملات ملکی میں جزو کل مختار ہے، بادشاہ صرف کٹ پتلی کی طرح ہے، میں اگر وہاں رہتا تو مارا جاتا، یا قید ہوتا، تاتارخان نے باپ کو بہت کچھ بھڑکایا، مگر اعظم ہمایوں جہاندیدہ و آزمودہ کار تھا، اس نے متانت اور دور اندیشی سے کام لے کر کچھ جواب نہ دیا۔ ان ایام میں ایک اور انقلاب واقع ہوا کہ صاحبقران امیر تیمور گورگان کا موکب فتح و نصرت اور شوکت و حشمت دہلی کے نواح میں دفعتۂ نمایاں ہوا، ناصر الدین محمد شاہ دہلی کو چھوڑ کر پٹن کے حصن حصین میں پناہ گزیں ہوا، لیکن جب اس نے دیکھا کہ یہاں بھی تیمور کے بے پناہ حملوں سے محفوظ نہیں رہ سکتا، تو اس نے مالوہ کی طرف قسمت آزمائی کا قرعہ ڈالا۔ ناصر الدین کے جانے کے بعد اقبال خان، یادری اقبال سے دہلی پر قابض ہو گیا۔ تاتار خان غرور جوانی اور جوش انتقام سے بے قابو تھا، باوجود پرزور تحریکات کے جب اس نے دیکھا کہ اس کا باپ (اعظم ہمایوں) اقبال خان کے مقابلہ سے کسی مصلحت کی بنا پر پہلو تہی کرتا ہے، تو اس نے موقع پا کر اپنے باپ کو قید[1] کر دیا اور خود محمد شاہ کے نام سے تخت نشین ہوا اور امرائے دربار سے وفاداری

[1] بعض تاریخوں میں یہ لکھا ہے کہ یہ روایت (کہ اعظم ہمایوں کے اشارے سے تاتارخان کو زہر دیا گیا تھا) بالکل غلط ہے، نیز یہ روایت بھی غلط ہے کہ تاتارخان نے اپنے باپ اعظم ہمایوں کو قید کر دیا تھا۔ بلکہ اعظم ہمایوں نے تاتارخان کو اپنی خوشی سے سلطنت تفویض کی اور وہ قبصہ اساول میں تخت نشین ہوا اور اس نے اپنا لقب المؤفق تبائید الرحمٰن افتخار الدنیا، ابو الغازی محمد شاہ اختیار کیا اور ایک لشکر جرار لے کے اقبال خان سے انتقام لینے کے لئے دہلی روانہ ہوا، مگر راستہ میں اپنی موت سے مر گیا، اعظم ہمایوں اپنے فرزند تاتارخان کی وفات سے بہت عرصہ تک غمناک اور پریشان حال رہا۔ وہ اس کو یاد کر کے بے اختیار رو پڑتا تھا اور اس قدر کمزور ہو گیا تھا کہ سلطنت کا بار اٹھانے کے قابل نہ رہا تھا۔ جب امرائے دربار نے اس پر زور ڈالا تو اس نے حکومت کرنے سے انکار کر دیا اور اپنے بھائی شمس خان المعروف بہ نصرت خان سے کہا کہ آپ یہ بار اٹھائیں مگر وہ اعظم ہمایوں کی موجودگی میں اپنے آپ کو اس قابل نہیں سمجھتا تھا۔ اس لئے چاروناچار اعظم ہمایوں، مظفر شاہ کا لقب اختیار کر کے تخت نشین ہوا اور شمس خان کو ناگور کا حاکم مقرر کیا۔

لشکر لے کر مالوہ پر چڑھائی کی، ہوشنگ مقابلہ کو نکلا مگر شکست کھائی اور منصور و مظفر لشکر نے اس کو پکڑ لیا، بادشاہ اس کو پابجولان دارالسلطنت میں لایا اور مالوہ کا انتظام اپنے بھائی نصرت خان کے سپرد کیا۔

(۲) الپ خان کچھ عرصہ تک قید رہا، آخر سر عقیدت آستانِ شاہی پر خم کر کے خواستگار معافی ہوا، بادشاہ نے اس کو معافی دی اور مالوہ کی حکومت پھر اس کے سپرد کی۔

(۳) موسیٰ خان جو مالوہ کے سرداروں میں سے تھا، اس نے دوسرے سرداروں سے ساز باز کر کے قلعہ منڈو کی تسخیر کا عزم کیا، جس سے الپ خان کو خطرہ پیدا ہوا، مظفر خان نے اپنے پوتے احمد خان کو امداد کے لئے بھیجا جس نے موسیٰ خان اور اس کے معاون سرداروں کو تنبیہ کی اور قلعہ مانڈو الپ خان کے سپرد کیا۔

(۴) کنتھ کوٹ کی رعایا باغی ہو گئی تھی، مظفر خان نے اپنے سپہ سالار خداوند خان کو ان کی سرکوبی کے لئے بھیجا، متعدد باغی مارے گئے اور بعض پابجولان حاضر دربار ہوئے اور ہمیشہ کے لئے کنتھ کوٹ کے شورشون کا خدشہ مٹ گیا۔

(۵) کولی جو گجرات کی طاقتور قوم تھی، ہمیشہ بادشاہوں کا مقابلہ کرتی تھی، وہ باغی اور منحرف ہو کر قصبہ اساول میں جمع ہو گئی اور لوٹ مار شروع کر دی، بادشاہ نے اپنے پوتے احمد خان کو اس کی سرزنش کے لئے روانہ کیا احمد خان نے اس کو سخت سزا دی اور تاوان جنگ وصول کر کے واپس آیا۔

(۶) ایدر کے راجہ نیمل نے اطاعت کا جوا گردن سے اتار دیا اور سالانہ خراج کے ادا کرنے سے انکار کیا تو بادشاہ خود اس کے استیصال کے لئے روانہ ہوا، کئی دن تک جنگ ہوتی رہی، آخر راجہ ایدر تاب مقاومت نہ لا سکا اور معافی کے لئے اپنے بیٹے کو بادشاہ کے حضور میں بھیجا، خراج اور بہت

لشکر لے کر مالوہ پر چڑھائی کی، ہوشنگ مقابلہ کو نکلا مگر شکست کھائی اور منصور و مظفر لشکر نے اس کو پکڑ لیا، بادشاہ اس کو پابجولان دارالسلطنت میں لایا اور مالوہ کا انتظام اپنے بھائی نصرت خان کے سپرد کیا۔

(۲) الپ خان کچھ عرصہ تک قید رہا، آخر سر عقیدت آستانِ شاہی پر خم کر کے خواستگار معافی ہوا، بادشاہ نے اس کو معافی دی اور مالوہ کی حکومت پھر اس کے سپرد کی۔

(۳) موسیٰ خان جو مالوہ کے سرداروں میں سے تھا، اس نے دوسرے سرداروں سے ساز باز کر کے قلعہ منڈو کی تسخیر کا عزم کیا، جس سے الپ خان کو خطرہ پیدا ہوا، مظفر خان نے اپنے پوتے احمد خان کو امداد کے لئے بھیجا جس نے موسیٰ خان اور اس کے معاون سرداروں کو تنبیہ کی اور قلعہ مانڈو الپ خان کے سپرد کیا۔

(۴) کنتھ کوٹ کی رعایا باغی ہوگئی تھی، مظفر خان نے اپنے سپہ سالار خداوند خان کو ان کی سرکوبی کے لئے بھیجا، متعدد باغی مارے گئے اور بعض پابجولان حاضر دربار ہوئے اور ہمیشہ کے لئے کنتھ کوٹ کے شورشوں کا خدشہ مٹ گیا۔

(۵) کولی جو گجرات کی طاقتور قوم تھی، ہمیشہ بادشاہوں کا مقابلہ کرتی تھی، وہ باغی اور منحرف ہو کر قصبہ اساول میں جمع ہوگئی اور لوٹ مار شروع کر دی، بادشاہ نے اپنے پوتے احمد خان کو اس کی سرزنش کے لئے روانہ کیا احمد خان نے اس کو سخت سزا دی اور تاوان جنگ وصول کر کے واپس آیا۔

(۶) ایدر کے راجہ نیمل نے اطاعت کا جوا گردن سے اتار دیا اور سالانہ خراج کے ادا کرنے سے انکار کیا تو بادشاہ خود اس کے استیصال کے لئے روانہ ہوا، کئی دن تک جنگ ہوتی رہی، آخر راجہ ایدر تاب مقاومت نہ لا سکا اور معافی کے لئے اپنے بیٹے کو بادشاہ کے حضور میں بھیجا، خراج اور بہت

العظمۃ اللہ زمانہ کی نیرنگی دیکھو کہ جو شخص ادنیٰ ملازمت سے ترقی پا کر پہلے گجرات کا صوبہ دار پھر صوبہ داری سے بادشاہ ہوا اور پھر پوتے کے ہاتھ سے مارا گیا۔

علامہ ابو الفضل اپنی مخصوص انشا پردازی میں اس قصہ کو اس طرح نقل کرتے ہیں۔

درزمان محمد بن فیروز شاہ نظام مسخرج کہ اورا راستی خان گفتندے، بہ نیابت او حکومت کردے، چون بیدادی اودلنشین آمد، معزول ساختہ ظفر خان پور وجیہ الملک تانک را ایالت داد ونخستین ناسپاسی درآویزۂ رخت ہست، بربست، واندازۂ این مدت از خال فرماندہان دہلی گرفتہ آید، وپورا وتاتارخان بدگوہر، وتباہ سرشت بوۂ دوران ہنگام کہ سلطان محمد درگذشت واورنگ نشینی دہلی بسلطان محمود رسید، روزگار لختے برآشفت، ظفر خان فرا گوشہ نشست وتاتارخان اسباب بزرگی فراہم آورد، وبدملی روانہ شد، ہمانابضر مودۂ پدر مسموم درگذشت، از پیغولہ بآمدہ خطبہ وسکہ بنام خود ساخت وبسلطان مظفر شہرۂ آفاق شد، بارسلطنتِ جداگانہ گشت، وحکومت این دیار بالوس تانک قرار گرفت، پدر اووجیہ الملک را از کیش برہمن برآوردہ بودند، وپور تاتارخان احمد بنانگزائی بزرگ نیاک خود ہمت بست وبرجائی اونشست وزیان زدگی، جاوید اندوخت، احمدہ آباد اساس نہادہ او، بابلہ طرازی دوستان سرائی از دینی برکنار میزیست، روز جشن کہ ہنگامۂ شاد خوابِ غفلت بود، ددازدۂ عم خودرا، از ہم گزرانید، پس بجد پرداخت و بجادید پشیمانی درشد وتانفس واپسیں بدادگری دکارسازی پائی ہمت افشرد۔

(آئین اکبری جلد دوم صفحہ 126و127)

ترجمہ: محمد بن فیروز شاہ کے زمانہ حکومت میں نظام مستخرج جس کو راستی خان کہتے تھے، گجرات کے علاقہ پر ناظم کی حیثیت سے حکمران تھا، جب بادشاہ کو اس کے ظلم وتعدی کی شکایت کا یقین ہو گیا تو اس کو موقوف کر کے وجیہ الملک تانک

العظمۃ اللہ زمانہ کی نیرنگی دیکھو کہ جو شخص ادنیٰ ملازمت سے ترقی پا کر پہلے گجرات کا صوبہ دار پھر صوبہ داری سے بادشاہ ہوا اور پھر پوتے کے ہاتھ سے مارا گیا۔

علامہ ابو الفضل اپنی مخصوص انشا پردازی میں اس قصہ کو اس طرح نقل کرتے ہیں۔

درزمان محمد بن فیروز شاہ نظام مسخرج کہ اورا راستی خان گفتندے، بہ نیابت او حکومت کردے، چون بیدادی او دلنشین آمد، معزول ساختہ ظفر خان پور وجیہ الملک تانک را ایالت داد و نخستین ناسپاسی در آویزۂ رخت ہست، بربست، واندازۂ این مدت از خال فرماندہان دہلی گرفتہ آید، وپور او تاتارخانؒ بدگوہر، وتباہ سرشت بوۂ دوران ہنگام کہ سلطان محمد درگذشت واورنگ نشینی دہلی بسلطان محمود رسید، روزگار لختے برآشفت، ظفر خان فراگوشہ نشست وتاتار خان اسباب بزرگی فراہم آورد، وبدہلی روانہ شد، ہمانابضر مودۂ پدر مسموم درگذشت، از پیغولہ بآمدہ خطبہ وسکہ بنام خود ساخت وبسلطان مظفر شہرۂ آفاق شد، بارسلطنتِ جداگانہ گشت، وحکومت این دیار بالوس تانک قرار گرفت، پدر اووجیہ الملک را از کیش برہمن برآوردہ بودند، وپور تاتارخان احمد بنانگزائی بزرگ نیاک خود ہمت بست وبرجائی اونشست وزیان زدگی، جاوید اندوخت، احمد آباد اساس نہادہ او، بابلہ طرازی دوستان سرائی از دینی برکنار میزیست، روز جشن کہ ہنگامۂ شاد خوابِ غفلت بود، دوازدۂ عم خودرا، از ہم گزرانید، پس بجد پرداخت و بجاوید پشیمانی درشد وتانفس واپسیں بدادگری دکارسازی پائی ہمت افشرد۔

(آئین اکبری جلد دوم صفحہ 126 و 127)

ترجمہ: محمد بن فیروز شاہ کے زمانہ حکومت میں نظام مستخرج جس کو راستی خان کہتے تھے، گجرات کے علاقہ پر ناظم کی حیثیت سے حکمران تھا، جب بادشاہ کو اس کے ظلم وتعدی کی شکایت کا یقین ہو گیا تو اس کو موقوف کر کے وجیہ الملک تانک

تنازع کا فیصلہ میدان کارزار میں تلوار نے بحق سلطان احمد کیا مؤید الدین بن فیروز خان شکست کھا کر قلعہ بھروچ میں پناہ گزیں ہوا مگر وہاں بھی شمشیر خسروی کی زد سے محفوظ نہ رہ سکا۔ آخر آستان شاہی پر پیشانی ندامت رکھی اور عفو تقصیرات کا خواہاں ہو کر مراحم خسروی سے سرفراز ہوا ان ایام میں اطلاع ملی کہ قصبۂ اساول کے زمیدار جادۂ اطاعت سے منحرف ہو گئے ہیں اور بغاوت پر آمادہ ہیں اور خراج ادا کرنے سے مانع ہیں، بادشاہ خود گیا اور ان کے سرکردہ آسا بیل کو قتل کیا اور سرکشوں کی گردن پر اس طرح اطاعت کا جوا رکھا کہ پھر وہ بھی سرکشی کی جرأت نہ کر سکے۔

اس بادشاہ نے شیخ احمد کھٹو گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ کی اجازت سے شہر احمد آباد کی بنیاد رکھی جو اس زمانہ میں ہندوستان کے بڑے شہروں میں ہے، 814ء میں ایدر کے راجہ راؤ پونجا نے سرکشی کی، بادشاہ نے اس کی سرکوبی کے لئے لشکر جرار بھیجا راجہ مقابلہ پر آیا مگر بہادران سلطانی نے اس کی لشکر کے پرخچے اُڑا دیئے جب تاب مقاومت نہ لا سکا تو بھاگ نکلا، لشکر سلطانی نے دور تک اس کا تعاقب کیا، جب اس کو کہیں پناہ نہ ملی تو دربار شاہی میں عفو تقصیرات کے لئے حاضر ہو کر نہایت عجز و انکسار سے معافی کا خواستگار ہوا اور بادشاہ کے آگے جواہرات کے ڈھیر لگا کر آئندہ کے لئے جان نثاری اور وفاداری کا حلف اُٹھایا۔

ملک سورٹھ کے قلعہ گرنار کے راجہ راؤ مند لیک کو اپنی سپاہ کی کثرت و شجاعت پر ناز تھا، وہ بھی جادہ اطاعت سے منحرف ہو گیا، جب اس کے سر پر لشکر شاہی بلائے ناگہانی کی طرح پہنچا تو راجہ نے جان توڑ کر مقابلہ کیا، دوسری طرف شاہی لشکر نے شمشیر آبدار کے وہ جوہر دکھلائے کہ راؤ مند لیک کے پاؤں اکھڑ گئے، اور سورت کے ایک اور قلعہ میں پناہ گزیں ہوا، بادشاہ اس قلعہ کو تو سر نہ کر سکا، مگر دوسرا قلعہ جونا گڑھ جو اس کے دامن میں واقع تھا، فتح کر لیا، جس سے سورت کا تمام علاقہ منقاد و مطیع ہو گیا، اس بادشاہ نے اپنی مملکت کو سرکشوں اور

تنازع کا فیصلہ میدان کارزار میں تلوار نے بحق سلطان احمد کیا مؤید الدین بن فیروز خان شکست کھا کر قلعہ بھروچ میں پناہ گزیں ہوا مگر وہاں بھی شمشیر خسروی کی زد سے محفوظ نہ رہ سکا۔ آخر آستان شاہی پر پیشانی ندامت رکھی اور عفو تقصیرات کا خواہاں ہو کر مراحم خسروی سے سرفراز ہوا ان ایام میں اطلاع ملی کہ قصبہٗ اساول کے زمیدار جادۂ اطاعت سے منحرف ہو گئے ہیں اور بغاوت پر آمادہ ہیں اور خراج ادا کرنے سے مانع ہیں، بادشاہ خود گیا اور ان کے سرکردہ آسابیل کو قتل کیا اور سرکشوں کی گردن پر اس طرح اطاعت کا جوا رکھا کہ پھر وہ بھی سرکشی کی جرأت نہ کر سکے۔

اس بادشاہ نے شیخ احمد کھٹو گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ کی اجازت سے شہر احمد آباد کی بنیاد رکھی جو اس زمانہ میں ہندوستان کے بڑے شہروں میں ہے، 814ء میں ایدر کے راجہ راؤ یونجا نے سرکشی کی، بادشاہ نے اس کی سرکوبی کے لئے لشکر جرار بھیجا راجہ مقابلہ پر آیا مگر بہادران سلطانی نے اس کی لشکر کے پرخچے اُڑا دیئے جب تاب مقاومت نہ لا سکا تو بھاگ نکلا، لشکر سلطانی نے دور تک اس کا تعاقب کیا، جب اس کو کہیں پناہ نہ ملی تو دربار شاہی میں عفو تقصیرات کے لئے حاضر ہو کر نہایت عجز و انکسار سے معافی کا خواستگار ہوا اور بادشاہ کے آگے جواہرات کے ڈھیر لگا کر آئندہ کے لئے جان نثاری اور وفاداری کا حلف اُٹھایا۔

ملک سورٹھ کے قلعہ گرنار کے راجہ راؤ مندلیک کو اپنی سپاہ کی کثرت و شجاعت پر ناز تھا، وہ بھی جادہ اطاعت سے منحرف ہو گیا، جب اس کے سر پر لشکر شاہی بلائے ناگہانی کی طرح پہنچا تو راجہ نے جان توڑ کر مقابلہ کیا، دوسری طرف شاہی لشکر نے شمشیر آبدار کے وہ جوہر دکھلائے کہ راؤ مندلیک کے پاؤں اکھڑ گئے، اور سورت کے ایک اور قلعہ میں پناہ گزیں ہوا، بادشاہ اس قلعہ کو تو سر نہ کر سکا، مگر دوسرا قلعہ جو ناگڑھ جو اس کے دامن میں واقع تھا، فتح کر لیا، جس سے سورت کا تمام علاقہ منقاد و مطیع ہو گیا، اس بادشاہ نے اپنی مملکت کو سرکشوں اور

ہاتمتی[1] ندی پر جو ایدر سے اٹھارہ میل کے فاصلہ پر ہے۔ احمد نگر آباد کیا اور اس کے گرد پتھروں کی مستحکم و بلند دیوار بنوائی جس سے یہ قلعہ ایسا محفوظ ہو گیا کہ اس پر حملہ کرنا ناممکن تھا۔ چونکہ یہ قلعہ بہت محفوظ تھا، بادشاہ زیادہ تر اسی قلعہ میں رہتا تھا۔ اس بادشاہ نے آسیر اور مالوہ کے حکمرانوں کو کئی دفعہ شکست دی اور بھنی خاندان کو بھی مطیع کیا، اس کے زمانہ کا ایک اور مشہور واقعہ ہے کہ 831ء ہجری میں شاہی دستہ پر جو کسی طرف جا رہا تھا، ایدر کے راجہ پونجا نے حملہ کیا، سپہ سالار نے ایک سدھے ہوئے ہاتھی پر سوار ہو کر راجہ کا تعاقب کیا، راجہ ہاتھی کے ڈر سے پہاڑ کے ایک درہ میں گھس گیا جس کے ایک طرف غار اور دوسری طرف پہاڑ کی سربفلک دیوار تھی، راستہ نہایت تنگ تھا راجہ پونجا کا گھوڑا اس تنگ راستہ میں بدکا اور غار نے اس کو اس طرح نگلا، جس طرح مگر مچھ کو نگل جاتا ہے، دوسرے دن ایک کوہستانی آدمی نے راجہ پونجا کا سر پیش کر کے خلعت فاخرہ حاصل کیا۔ اس بادشاہ کے دو قانون نہایت عجیب تھے، ایک تو یہ کہ سپاہیوں کی تنخواہ دو قسم کی مقرر کی، ایک نقدی اور دوسری جنسی، نقدی تو ہر مہینے کی پہلی تاریخ کو جہاں کہیں وہ ہوں بلا انتظار مل جاتی تھی، جنسی سپاہیوں کے وارثوں کو جاگیروں سے بصورت غلہ وغیرہ ملتی تھی، اگر ان کو مکان بنانے کے لئے لکڑی کی ضرورت ہوتی، تو وہ بھی بذریعہ ایک پروانہ کے فوراً مل جاتی تھی، اس امداد سے اس کی سپاہ بہت خوش تھی اور اس کو قرض لینے کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔

دوسرا قانون یہ تھا کہ خزانہ کے دو تحویل دار ہوتے تھے۔ ایک نمائندہ خانہ زاد غلاموں میں سے اور دوسرا اس شہر کے دیانت دار گروہ سے۔ یہ دونوں خزانہ کی حفاظت کے مشترک طور پر ذمہ دار ہوتے تھے اور آمدنی وخرچ کے رجسٹر پر روزمرہ دونوں دستخط کرتے تھے۔

ہر ایک علاقہ میں دو عالم مقرر تھے، ایک صوبہ دار اور دوسرا دیوان ان

---

[1] ہاتمی وہی دریا ہے جو احمد آباد کے مغرب رو یہ بہتا ہے۔

ہاتمتی[1] ندی پر جوایدر سے اٹھارہ میل کے فاصلہ پر ہے۔ احمد نگر آباد کیا اور اس کے گرد پتھروں کی مستحکم و بلند دیوار بنوائی جس سے یہ قلعہ ایسا محفوظ ہو گیا کہ اس پر حملہ کرنا ناممکن تھا۔ چونکہ یہ قلعہ بہت محفوظ تھا، بادشاہ زیادہ تر اسی قلعہ میں رہتا تھا۔ اس بادشاہ نے آسیر اور مالوہ کے حکمرانوں کو کئی دفعہ شکست دی اور بھنی خاندان کو بھی مطیع کیا، اس کے زمانہ کا ایک اور مشہور واقعہ ہے کہ 831ء ہجری میں شاہی دستہ پر جو کسی طرف جا رہا تھا، ایدر کے راجہ پونجا نے حملہ کیا، سپہ سالار نے ایک سدھے ہوئے ہاتھی پر سوار ہو کر راجہ کا تعاقب کیا، راجہ ہاتھی کے ڈر سے پہاڑ کے ایک درہ میں گھس گیا جس کے ایک طرف غار اور دوسری طرف پہاڑ کی سربفلک دیوار تھی، راستہ نہایت تنگ تھا راجہ پونجا کا گھوڑا اس تنگ راستہ میں بدکا اور غار نے اس کو اس طرح نگلا، جس طرح مگر مچھ کو نگل جاتا ہے، دوسرے دن ایک کوہستانی آدمی نے راجہ پونجا کا سر پیش کر کے خلعت فاخرہ حاصل کیا۔ اس بادشاہ کے دو قانون نہایت عجیب تھے، ایک تو یہ کہ سپاہیوں کی تنخواہ دو قسم کی مقرر کی، ایک نقدی اور دوسری جنسی، نقدی تو ہر مہینے کی پہلی تاریخ کو جہاں کہیں وہ ہوں بلا انتظار مل جاتی تھی، جنسی سپاہیوں کے وارثوں کو جاگیروں سے بصورت غلہ وغیرہ ملتی تھی، اگر ان کو مکان بنانے کے لئے لکڑی کی ضرورت ہوتی، تو وہ بھی بذریعہ ایک پروانہ کے فوراً مل جاتی تھی، اس امداد سے اس کی سپاہ بہت خوش تھی اور اس کو قرض لینے کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔

دوسرا قانون یہ تھا کہ خزانہ کے دو تحویل دار ہوتے تھے۔ ایک نمائندہ خانہ زاد غلاموں میں سے اور دوسرا اس شہر کے دیانت دار گروہ سے۔ یہ دونوں خزانہ کی حفاظت کے مشترک طور پر ذمہ دار ہوتے تھے اور آمدنی و خرچ کے رجسٹر پر روزمرہ دونوں دستخط کرتے تھے۔

ہر ایک علاقہ میں دو عالم مقرر تھے، ایک صوبہ دار اور دوسرا دیوان ان

---

[1] ہاتمی وہی دریا ہے جو احمد آباد کے مغرب رویہ بہتا ہے۔

غارتگری شروع کی۔ اس واقعہ کے سنتے ہی بادشاہ نے سپہ سالاروں کو طلب کیا اور لشکر کا جائزہ لیا اور کوچ در کوچ کر کے خلجی کے سر پر پہنچ گیا، پہلے تو خلجی غالب ہو گیا اور قلعہ پر چڑھ کر بادشاہ کا تاج اور مرضع کمر بند لے گیا، مگر بادشاہ نے ہمت نہ ہاری اور برابر مقابلہ میں جما رہا اور اس کو شکست دی خلجی کی بہت سپاہ ماری گئی، بعد میں ان دونوں میں رشتہ اخوت اسلامی مستحکم ہوا اور ایک دوسرے کے معاون بن گئے، جب بادشاہ خلجی کی مہم سے فارغ ہوا، تو شہر احمد آباد کے جنوب میں ایک وسیع تالاب تعمیر کرایا، اس تالاب کا دور ایک میل سے کچھ زیا.ہ ہے، اس کا نام اگرچہ حوض قطبی تھا، مگر کانکریہ تالاب مشہور ہے۔ اس تالاب کے اندر ایک باغچہ ہے، یہ باغچہ تالاب میں اس قدر خوشنما تھا کہ گویا انگوٹھی میں نگ جڑ دیا گیا ہے، اسی وجہ سے اس کو نگینہ باڑی کہتے تھے، حوض کے اردگرد بڑے بڑے عالیشان محل تعمیر کرائے جو اپنی بلندی اور خوبصورتی میں رشک فلک تھے، یہ تالاب ہمیشہ پانی سے لبریز رہتا تھا، کیونکہ دریائے مہی ندی سے گیارہ میل لمبی ایک نہر نکال کر اس تالاب میں لائی گئی تھی، یہ تالاب اب تک موجود ہے اور محکمۂ آثارِ قدیمہ کی حفاظت میں آ گیا ہے، کچھ زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ اس کی مرمت کرائی گئی ہے، البتہ شاہی محلوں کا اب اس میں نام ونشان نہیں، 861ھ میں رانا کونبھا حاکم قلعہ چتوڑ نے علاقہ ناگور میں پیش قدمی کی محمود خلیجی نے بادشاہ سے درخواست کی، بادشاہ نے لشکر بھیج کر قلعہ آبو کو فتح کیا، حاکم چتوڑ چالیس ہزار سوار کی جمعیت رکھتا تھا، قلعہ سے نکل کر برہنہ سر میدان میں آیا تلوار کی قسم دلا کر بہادر راجپوتوں کا دل بڑھاتا تھا اور ہر حملہ میں خود تلوار کھینچ کر آگے ہوتا تھا مگر اقبال نے ساتھ نہ دیا، پانچ روز نہایت بہادری سے لڑ کر قلعہ میں پناہ گزین ہوا، لیکن وہاں بھی محفوظ نہ رہ سکا۔ قریب تھا کہ شاہی فوج کے جاں نثار قلعہ کی فصیل پر چڑھ جائیں، راجہ معافی کا خواستگار ہوا اور ہدایا وتحائف پیش کر کے سر عقیدت جھکایا اور عفو شاہانہ سے سرافراز ہوا، لیکن وہ پھر کچھ عرصہ کے بعد عہد شکنی کر کے شاہی علاقہ ناگور کی طرف

غارتگری شروع کی۔ اس واقعہ کے سنتے ہی بادشاہ نے سپہ سالاروں کو طلب کیا اور لشکر کا جائزہ لیا اور کوچ در کوچ کر کے خلجی کے سر پر پہنچ گیا، پہلے تو خلجی غالب ہو گیا اور قلعہ پر چڑھ کر بادشاہ کا تاج اور مرصع کمر بند لے گیا، مگر بادشاہ نے ہمت نہ ہاری اور برابر مقابلہ میں جما رہا اور اس کو شکست دی خلجی کی بہت سپاہ ماری گئی، بعد میں ان دونوں میں رشتہ اخوت اسلامی مستحکم ہوا اور ایک دوسرے کے معاون بن گئے، جب بادشاہ خلجی کی مہم سے فارغ ہوا، تو شہر احمد آباد کے جنوب میں ایک وسیع تالاب تعمیر کرایا، اس تالاب کا دور ایک میل سے کچھ زیادہ ہے، اس کا نام اگرچہ حوض قطبی تھا، مگر کانکریہ تالاب مشہور ہے۔ اس تالاب کے اندر ایک باغچہ ہے، یہ باغچہ تالاب میں اس قدر خوشنما تھا کہ گویا انگوٹھی میں نگ جڑ دیا گیا ہے، اسی وجہ سے اس کو نگینہ باڑی کہتے تھے، حوض کے اردگرد بڑے بڑے عالیشان محل تعمیر کرائے جو اپنی بلندی اور خوبصورتی میں رشک فلک تھے، یہ تالاب ہمیشہ پانی سے لبریز رہتا تھا؛ کیونکہ دریائے مہی ندی سے گیارہ میل لمبی ایک نہر نکال کر اس تالاب میں لائی گئی تھی، یہ تالاب اب تک موجود ہے اور محکمۂ آثارِ قدیمہ کی حفاظت میں آ گیا ہے، کچھ زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ اس کی مرمت کرائی گئی ہے، البتہ شاہی محلوں کا اب اس میں نام ونشان نہیں، 861ھ میں رانا کونبھا حاکم قلعہ چتوڑ نے علاقہ ناگور میں پیش قدمی کی محمود خلجی نے بادشاہ سے درخواست کی، بادشاہ نے لشکر بھیج کر قلعہ آبو کو فتح کیا، حاکم چتوڑ چالیس ہزار سوار کی جمعیت رکھتا تھا، قلعہ سے نکل کر برہنہ سر میدان میں آیا تلوار کی قسم دلا کر بہادر راجپوتوں کا دل بڑھاتا تھا اور ہر حملہ میں خود تلوار کھینچ کر آگے ہوتا تھا مگر اقبال نے ساتھ نہ دیا، پانچ روز نہایت بہادری سے لڑ کر قلعہ میں پناہ گزین ہوا، لیکن وہاں بھی محفوظ نہ رہ سکا۔ قریب تھا کہ شاہی فوج کے جاں نثار قلعہ کی فصیل پر چڑھ جائیں، راجہ معافی کا خواستگار ہوا اور ہدایا و تحائف پیش کر کے سر عقیدت جھکایا اور عفو شاہانہ سے سرافراز ہوا، لیکن وہ پھر کچھ عرصہ کے بعد عہد شکنی کر کے شاہی علاقہ ناگور کی طرف

بادشاہ کے لشکر نے جوتا گڈھ کا قلعہ جب فتح کیا اور سپہ سالاروں نے اس کے حضور میں مبارکباد عرض کی تو اس نے کہا کہ مبارکباد اس وقت دینی چاہیے کہ جب بیا گڈہ (یعنی قلعہ چانپانیر) بھی فتح ہو جائے، سپہ سالار جب دربار شاہی سے کیمپ میں گئے تو سپاہیوں سے کہا کہ بادشاہ کا حکم ہے کہ بیا گڈہ فتح کرو، بیا بمعنی دوسرا جیسا کہ اکتالیس کے آگے بیالیس یا اکیس کے آگے بائیس، ان اعداد میں بھی بیا کے معنی دوسرے کے ہیں، سپاہیوں نے بیا گدہ بیا گدہ مشہور کر دیا۔

بعض بیگڈہ سے ذوالقرنین کا مفہوم لیتے ہیں مگر یہ سب توجیہیں فضول معلوم ہوتی ہیں، اصلی وجہ تسمیہ کچھ اور ہی ہے، مرات سکندری کا مصنف اس بادشاہ کی بہت تعریف کرتا ہے اور اس کے کارناموں کی داستان درِ داستاں لکھتا ہے۔

یہ بادشاہ بہت قوی ہیکل، طویل القامت، تنومند اور محنتی تھی، بہت کھاتا تھا۔ کہتے ہیں کہ رات کے وقت پلنگ کے دونوں طرف میزوں پر سموسوں کے بھرے ہوئے طشت رکھے جاتے تھے۔ جن کا وزن دو سیر ہوتا تھا، رات کو وہ سب کھا جاتا تھا، صبح روزمرہ پاؤ بھر گھی، ایک پاؤ شہد پیتا تھا، علاوہ اس کے یخنی اور ہر قسم کے چند سیر میوے کھاتا تھا۔

مؤلف: پنجاب کے پہلوانوں سے پھر بھی کم کھاتا ہوگا۔ ان کی غذا یومیہ پانچ سیر سے کسی حال میں کم نہیں ہوتی۔

اس کے عہد کا مشہور واقعہ یہ ہے کہ اس کے مقربان درگاہ نے رفتہ رفتہ شکایت کر کے اس کو عماد الملک سے جو چند پشتوں سے وزیر چلا آتا تھا، برگشتہ کر دیا کہ یہ اپنے بیٹے کو تخت نشین کرانا چاہتا ہے، بلکہ ایک دن دربار میں عماد الملک کے روبرو کہا کہ آپ بادشاہ کے مخالف ہیں مگر آپ کی مخالفت کارگر نہ ہوگی، اس سے ان کا مقصد بادشاہ کو تصدیق کرانا تھا کہ یہ محقق واقعہ ہے، بادشاہ نے ایک دستہ فوج بھیج کر عماد الملک کو قید کر دیا لیکن جب اس کو تحقیق سے ثابت ہوا کہ یہ محض افترا پردازی ہے، تو عماد الملک کو دربار میں طلب کر کے بہ اعزاز تمام رہا کیا

بادشاہ کے لشکر نے جوتا گڈھ کا قلعہ جب فتح کیا اور سپہ سالاروں نے اس کے حضور میں مبارکباد عرض کی تو اس نے کہا کہ مبارکباد اس وقت دینی چاہیے کہ جب بیاگڈہ (یعنی قلعہ چانپانیر) بھی فتح ہو جائے، سپہ سالار جب دربار شاہی سے کمیپ میں گئے تو سپاہیوں سے کہا کہ بادشاہ کا حکم ہے کہ بیاگڈہ فتح کرو، بیا بمعنی دوسرا جیسا کہ اکتالیس کے آگے بیالیس یا اکیس کے آگے بائیس، ان اعداد میں بھی بیا کے معنی دوسرے کے ہیں، سپاہیوں نے بیاگدہ بیاگدہ مشہور کر دیا۔

بعض بیگڈہ سے ذوالقرنین کا مفہوم لیتے ہیں مگر یہ سب توجیہیں فضول معلوم ہوتی ہیں، اصلی وجہ تسمیہ کچھ اور ہی ہے، مرات سکندری کا مصنف اس بادشاہ کی بہت تعریف کرتا ہے اور اس کے کارناموں کی داستان درِ آستاں لکھتا ہے۔

یہ بادشاہ بہت قوی ہیکل، طویل القامت، تنومند اور محنتی تھی، بہت کھاتا تھا۔ کہتے ہیں کہ رات کے وقت پلنگ کے دونوں طرف میزوں پر سموسوں کے بھرے ہوئے طشت رکھے جاتے تھے۔ جن کا وزن دو سیر ہوتا تھا، رات کو وہ سب کھا جاتا تھا، صبح روز مرہ پاؤ بھر گھی، ایک پاؤ شہد پیتا تھا، علاوہ اس کے یخنی اور ہر قسم کے چند سیر میوے کھاتا تھا۔

مؤلف: پنجاب کے پہلوانوں سے پھر بھی کم کھاتا ہوگا۔ ان کی غذا یومیہ پانچ سیر سے کسی حال مین کم نہیں ہوتی۔

اس کے عہد کا مشہور واقعہ یہ ہے کہ اس کے مقربان درگاہ نے رفتہ رفتہ شکایت کر کے اس کو عماد الملک سے جو چند پشتوں سے وزیر چلا آتا تھا، برگشتہ کر دیا کہ یہ اپنے بیٹے کو تخت نشین کرانا چاہتا ہے، بلکہ ایک دن دربار میں عماد الملک کے روبرو کہا کہ آپ بادشاہ کے مخالف ہیں مگر آپ کی مخالفت کارگر نہ ہوگی، اس سے ان کا مقصد بادشاہ کو تصدیق کرانا تھا کہ یہ محقق واقعہ ہے، بادشاہ نے ایک دستہ فوج بھیج کر عماد الملک کو قید کر دیا لیکن جب اس کو تحقیق سے ثابت ہوا کہ یہ محض افترا پردازی ہے، تو عماد الملک کو دربار میں طلب کر کے بہ اعزاز تمام رہا کیا

اسی وقت دے کر ان کو رخصت کیا گیا اور راجہ کے نام فرمان جاری ہوا کہ سوداگروں کا جو سامان لوٹا گیا ہے اگر واپس نہ آیا، تو اس کا نتیجہ جو ہوگا اس کے برداشت کرنے کیلئے تیار ہو جانا چاہیے۔ راجہ کی کیا مجال تھی سب سامان واپس کیا۔

اس بادشاہ نے کئی قلعے اور شہر آباد کئے جن میں سے مصطفےٰ آباد، محمد آباد، محمود آباد مشہور ہیں۔ محمود آباد اب تک ایک قصبہ کی صورت میں موجود ہے، اس شہر میں بادشاہ نے ایک عجیب قسم کی باولی تعمیر کی، سطح آب پر چار وسیع کمرے، بطور تہ خانہ تعمیر کئے، بسا اوقات بادشاہ ان کمروں میں رونق افروز ہوتا تھا، جس سے مقصود یہ تھا کہ شہر کے باشندوں کو ایک گونہ اطمینان ہو کہ بادشاہ گاہے گاہے ہم کو بھی اپنی تشریف سے مفتخر کیا کرے گا۔

بادشاہ حضرت شاہ عالم رحمتہ اللہ علیہ کا مرید تھا، جن کی رحلت 862 ہجری میں ہوئی اس نے ایک عالی شان مقبرہ ان کے مزار پر تعمیر کرایا، جو زمانہ کے نادرات سے ہے، یہ وہی مقبرہ ہے جس کے گنبد پر بعد میں آصف جاہ برادر نور جہان بیگم نے سونے کا کلس چڑھوایا تھا، اس روضہ کے بلند مینار دور سے نظر آتے ہیں یہ بادشاہ لڑائی کا بڑا شائق تھا، آئے دن کی لڑائیوں سے اس کے سپہ سالار و امرائے دربار تنگ آ گئے تھے۔ 884ء میں جب بادشاہ جونا گڈھ میں تھا، امراء نے منصوبہ باندھا کہ بادشاہ کو معزول کر کے اس کے فرزند احمد خان کو (جس کو بادشاہ نے خداوند خان کی زیر نگرانی احمد آباد میں اپنا قائم مقام بنایا تھا) تخت نشین کیا جائے تا کہ آئے دن کی لڑائی سے نجات ہو، تعجب یہ ہے کہ اس سازش میں خود خداوند خان بھی شامل ہو گیا تھا، عماد الملک وزیر اعظم کو اس سازش کا جب پتہ ملا تو اس نے بادشاہ کو خفیہ طور پر اطلاع دی، بادشاہ چند دنوں میں دن رات کوچ کرتا ہوا احمد آباد پہنچ گیا اور بد اندیش امراء کا قلع قمع کر دیا۔

قلعہ جانپانیر جو دنیا کے مستحکم ترین قلعوں میں شمار ہوتا ہے، اس کی تسخیر کا سودا بادشاہ کے دماغ میں ابتدا ہی سے سمایا ہوا تھا، کئی دفعہ کوشش کی مگر یہ قلعہ مسخر نہ

اسی وقت دے کر ان کو رخصت کیا گیا اور راجہ کے نام فرمان جاری ہوا کہ سوداگروں کا جو سامان لوٹا گیا ہے اگر واپس نہ آیا، تو اس کا نتیجہ جو ہوگا اس کے برداشت کرنے کیلئے تیار ہو جانا چاہیے۔ راجہ کی کیا مجال تھی سب سامان واپس کیا۔

اس بادشاہ نے کئی قلعے اور شہر آباد کئے جن میں سے مصطفےٰ آباد، محمد آباد، محمود آباد مشہور ہیں۔ محمود آباد اب تک ایک قصبہ کی صورت میں موجود ہے، اس شہر میں بادشاہ نے ایک عجیب قسم کی باولی تعمیر کی، سطح آب پر چار وسیع کمرے، بطور تہ خانہ تعمیر کئے، بسا اوقات بادشاہ ان کمروں میں رونق افروز ہوتا تھا، جس سے مقصود یہ تھا کہ شہر کے باشندوں کو ایک گونہ اطمینان ہو کہ بادشاہ گاہے گاہے ہم کو بھی اپنی تشریف سے مفتخر کیا کرے گا۔

بادشاہ حضرت شاہ عالم رحمتہ اللہ علیہ کا مرید تھا، جن کی رحلت 862 ہجری میں ہوئی اس نے ایک عالی شان مقبرہ ان کے مزار پر تعمیر کرایا، جو زمانہ کے نادرات سے ہے، یہ وہی مقبرہ ہے جس کے گنبد پر بعد میں آصف جاہ برادر نور جہان بیگم نے سونے کا کلس چڑھوایا تھا، اس روضہ کے بلند مینار دور سے نظر آتے ہیں یہ بادشاہ لڑائی کا بڑا شائق تھا، آئے دن کی لڑائیوں سے اس کے سپہ سالار و امرائے دربار تنگ آ گئے تھے۔ 884ء میں جب بادشاہ جونا گڈھ میں تھا، امراء نے منصوبہ باندھا کہ بادشاہ کو معزول کر کے اس کے فرزند احمد خان کو (جس کو بادشاہ نے خداوند خان کی زیر نگرانی احمد آباد میں اپنا قائم مقام بنایا تھا) تخت نشین کیا جائے تا کہ آئے دن کی لڑائی سے نجات ہو، تعجب یہ ہے کہ اس سازش میں خود خداوند خان بھی شامل ہو گیا تھا، عماد الملک وزیر اعظم کو اس سازش کا جب پتہ ملا تو اس نے بادشاہ کو خفیہ طور پر اطلاع دی، بادشاہ چند دنوں میں دن رات کوچ کرتا ہوا احمد آباد پہنچ گیا اور بداندیش امراء کا قلع قمع کر دیا۔

قلعہ جانپانیر جو دنیا کے مستحکم ترین قلعوں میں شمار ہوتا ہے، اس کی تسخیر کا سودا بادشاہ کے دماغ میں ابتدا ہی سے سمایا ہوا تھا، کئی دفعہ کوشش کی مگر یہ قلعہ مسخر نہ

کھمبایت کے ایک جہاز کو لوٹا تو بادشاہ نے اس کی سرکوبی کے لئے بحری راستہ سے چند جہاز روانہ کئے، جب سلطان دکنی کو معلوم ہوا تو اس نے یہ عقلمندی کی کہ بہادر خان کو قتل کر کے اس کا سر بادشاہ کی خدمت میں بھیج دیا اور اس ارادت و عقیدت کے اظہار سے اپنا ملک و مال حملۂ سلطانی سے بچالیا۔

باگر اور ایدر کے راجاؤں نے علم بغاوت بلند کیا اور عادل خان فاروقی نے بھی خراج دینے سے انکار کیا تو ان کو مطیع اور منقاد کر کے خراج کا معاہدہ لیا گیا، اس بادشاہ نے رفتہ رفتہ بحری طاقت اور جہاز رانی کے فن کو بہت ترقی دی، جو قزاق جہازوں کو لوٹتے تھے، ان کا قلع قمع کیا، پرتگالی (پرتگال کے رہنے والے) جب بندر ملیبار میں اپنا تصرف جمانے لگے اور ملیبار کے حاکم نے بادشاہ سے امداد کی درخواست کی تو اس نے ملک ایاز کو لشکر و جہاز ویکر روانہ کیا، بندر چول پر لڑائی ہوئی اور ملک ایاز نے فتح پائی، بادشاہ نے اس فتح نمایاں کے صلہ میں ملک ایاز کو خطاب وخلعت دیا۔

خاندیس کا فرمانروا عادل خان فاروقی مر گیا، تو سلطنت کے کئی دعویدار کھڑے ہوئے، بادشاہ نے عادل خان کے نواسے عالم خان کو مستحق قرار دیا، اور اس کے جشن تاجپوشی کی تقریب میں چند ہاتھی اور کئی لاکھ اشرفیاں بھیجیں۔

یہ شریعت کا سخت پابند تھا، علمائے دیار کے اتفاق سے ایک فتاویٰ مرتب کرایا جس کے موجب اس کی ولایت کے قاضی تنازعات کے فیصلے صادر کرتے تھے، اس کے عہد میمنت مہد میں دور دراز ملکوں سے بڑے بڑے فضلا و شعراء واولیاء اس کے دارالخلافہ میں جمع ہوئے، ہر ایک کی ایسی قدر کی گئی کہ مہاجرین کا یہ مقدس گردہ یہیں کا ہو کر رہ گیا، ان بزرگوں کی قبریں اب تک زیارتگاہ خاص و عام ہیں اور مورخین نے یہاں کے علمائے کرام اور اولیاء عظام کے مفصل حالات لکھے ہیں۔

اسی بادشاہ کے زمانہ میں ملا سید محمود جونپوری احمد آباد گیا اور مہدی

کھمبایت کے ایک جہاز کو لوٹا تو بادشاہ نے اس کی سرکوبی کے لئے بحری راستہ سے چند جہاز روانہ کئے، جب سلطان دکنی کو معلوم ہوا تو اس نے یہ عقلمندی کی کہ بہادر خان کو قتل کر کے اس کا سر بادشاہ کی خدمت میں بھیج دیا اور اس ارادت و عقیدت کے اظہار سے اپنا ملک و مال حملۂ سلطانی سے بچالیا۔

باگر اور ایدر کے راجاؤں نے علم بغاوت بلند کیا اور عادل خان فاروقی نے بھی خراج دینے سے انکار کیا تو ان کو مطیع اور منقاد کر کے خراج کا معاہدہ لیا گیا، اس بادشاہ نے رفتہ رفتہ بحری طاقت اور جہاز رانی کے فن کو بہت ترقی دی، جو قزاق جہازوں کو لوٹتے تھے، ان کا قلع قمع کیا، پرتگالی (پرتگال کے رہنے والے) جب بندر ملبیار میں اپنا تصرف جمانے لگے اور ملیبار کے حاکم نے بادشاہ سے امداد کی درخواست کی تو اس نے ملک ایاز کو لشکر و جہاز دیکر روانہ کیا، بندر چول پر لڑائی ہوئی اور ملک ایاز نے فتح پائی، بادشاہ نے اس فتح نمایاں کے صلہ میں ملک ایاز کو خطاب وخلعت دیا۔

خاندیس کا فرمانروا عادل خان فاروقی مر گیا، تو سلطنت کے کئی دعویدار کھڑے ہوئے، بادشاہ نے عادل خان کے نواسے عالم خان کو مستحق قرار دیا، اور اس کے جشن تاجپوشی کی تقریب میں چند ہاتھی اور کئی لاکھ اشرفیاں بھیجیں۔

یہ شریعت کا سخت پابند تھا، علمائے دیار کے اتفاق سے ایک فتاویٰ مرتب کرایا جس کے موجب اس کی ولایت کے قاضی تنازعات کے فیصلے صادر کرتے تھے، اس کے عہد میمنت مہد میں دور دراز ملکوں سے بڑے بڑے فضلا وشعراء واولیاء اس کے دارالخلافہ میں جمع ہوئے، ہر ایک کی ایسی قدر کی گئی کہ مہاجرین کا یہ مقدس گردہ یہیں کا ہو کر رہ گیا، ان بزرگوں کی قبریں اب تک زیارتگاہ خاص و عام ہیں اور مورخین نے یہاں کے علمائے کرام اور اولیاء عظام کے مفصل حالات لکھے ہیں۔

اسی بادشاہ کے زمانہ میں ملا سید محمود جونپوری احمد آباد گیا اور مہدی

برداشتند و سلطان محمود لقب نہاوند، بپایہ شناسی و دادگری نامبرآورد بخشش و بخشایش راحصار خود ساخت ملک شعبان کہ خطاب عماد الملکی واشت شگرف یاوری ہانمود و درعنفوان دولت زرمستان اعتبار گزیں، در جانشکری خداوندِ خویش حیلہ اندیشیدند، ونخستین برانداختن این فروہیدہ مرد اخلاص مند بخاطر اور دند، بآئیں پختہ کاران سخنان ساختہ بسلطان رسانیدند، ازانجا کہ دنیا داران برخویشتن بلرزند، آن یکتائے جہانِ عقیدت رابزندان برنشاند، ودرپیچ جانشکری شد، نزدیک بود کہ کار بانجامٗ رسد، ملک عبداللہ داروغۂ فیل خانہ کہ بسلطان راہِ سخن داشت پاکدامنی آن سعادت سگال و تباہ اندیشی بدگوہران گزارش نمود، سلطان بلطائف اتحیل اور ارہائی داد، وفرومائگان پردۂ آزرم دریدہ باآویزہ برخاستند، چندے از خاصہ خیلان و غلامان بادار و غگان پیل پائے ہمت افشروند، وپیلان نیز در مالش بدگوہران یاور آمدند وآبروے ناسپاسان ریختہ شدوہریکے برنگے بادافراہ یافت۔

ترجمہ: جب سلطان داؤد کو اس کی ناقابلیت کی وجہ سے وزراء نے گمنامی کے گوشہ میں بٹھادیا (معزول کر دیا) تو فتح خان بن محمد شاہ کو سلطنت کے لئے منتخب کیا اور اس کا لقب سلطان محمود رکھا، سلطان محمود مردم شناسی اور انصاف کی وجہ سے مشہور ہوا، اس نے سخاوت کو اپنا حصار (پناہ) بنایا ملک شعبان جو عماد الملک کا خطاب رکھتا تھا، اس نے بادشاہ کی بڑی بڑی خدمات انجام دیں۔ بادشاہ کے تخت نشین ہوتے ہی بادشاہ کے بعض مقربین جو دولت کے نشہ میں مست تھے، اپنے خداوند نعمت (بادشاہ) کے قتل کرنے کے لئے تدبیریں سوچنے لگے، انہوں نے خیال کیا کہ سب سے پہلے عماد الملک کی (جو بادشاہ کا اخلاص مند غلام تھا) جڑ کاٹنی چاہیے۔ انہوں نے تجربہ کار سازشیوں کی طرح عماد الملک کی نسبت جھوٹی باتیں افتراء کر کے بادشاہ تک پہنچائیں اس وجہ سے کہ دنیا دار ہمیشہ اپنی جان کا خوف کرتے ہیں (کہ کہیں مارے نہ جائیں) بادشاہ نے عماد الملک کو جو عقیدت میں یگانہ روزگار تھا، قید کر دیا اور اس کے قتل کے درپے ہوا، قریب تھا کہ اس کا

برداشتند و سلطان محمود لقب نہادند، بپایہ شناسی و دادگری نامبرآورد بخشش و بخشایش راحصار خود ساخت ملک شعبان کہ خطاب عماد الملکی واشت شگرف یاوری ہانمود و درعنفوان دولت زرمستان اعتبار گزیں، در جانشکری خداوند خویش حیلہ اندیشیدند، ونخستین برانداختن این فروہیدہ مرد اخلاص مند بخاطر اور دند، بآئیں پختہ کاران سخنان ساختہ بسلطان رسانیدند، ازانجا کہ دنیا داران برخویشتن بلرزند، آن یکتائے جہانِ عقیدت رابزندان برنشاند، ودرپیچ جانشکری شد، نزدیک بود کہ کار بانجام رسد، ملک عبداللہ داروغۂ فیل خانہ کہ بسلطان راہِ سخن داشت پاکدامنی آن سعادت سگال و تباہ اندیشی بدگوہران گزارش نمود، سلطان بلطائف اتحیل اور ارہائی داد، وفرومائگان پردۂ آزرم دریدہ باآویزہ برخاستند، چندے از خاصۂ خیلان و غلامان بادِار و غگان پیل پائے ہمت افشروند، وپیلان نیز در مالش بدگوہران یاور آمدند وآبروے ناسپاسان ریختہ شدوہریکے برنگے بادافراہ یافت۔

ترجمہ: جب سلطان داؤد کو اس کی ناقابلیت کی وجہ سے وزراء نے گمنامی کے گوشہ میں بٹھا دیا (معزول کر دیا) تو فتح خان بن محمد شاہ کو سلطنت کے لئے منتخب کیا اور اس کا لقب سلطان محمود رکھا، سلطان محمود مردم شناسی اور انصاف کی وجہ سے مشہور ہوا، اس نے سخاوت کو اپنا حصار (پناہ) بنایا ملک شعبان جو عماد الملک کا خطاب رکھتا تھا، اس نے بادشاہ کی بڑی بڑی خدمات انجام دیں۔ بادشاہ کے تخت نشین ہوتے ہی بادشاہ کے بعض مقربین جو دولت کے نشہ میں مست تھے، اپنے خداوندنعمت (بادشاہ) کے قتل کرنے کے لئے تدبیریں سوچنے لگے، انہوں نے خیال کیا کہ سب سے پہلے عماد الملک کی (جو بادشاہ کا اخلاص مند غلام تھا) جڑ کاٹنی چاہیے۔ انہوں نے تجربہ کار سازشیوں کی طرح عماد الملک کی نسبت جھوٹی باتیں افتراء کر کے بادشاہ تک پہنچائیں اس وجہ سے کہ دنیا دار ہمیشہ اپنی جان کا خوف کرتے ہیں (کہ کہیں مارے نہ جائیں) بادشاہ نے عماد الملک کو جو عقیدت میں یگانہ روزگار تھا، قید کر دیا اور اس کے قتل کے در پے ہوا، قریب تھا کہ اس کا

سے زیادہ اگر غصہ میں کسی کو کچھ کہتا تو غافل نادان یا ناعاقبت اندیش کہتا تھا۔

ایک دن غسل کرنے لگا اس اثنائے میں کوئی چیز اس کے سر اور منہ پر محسوس ہوئی، جب اس نے دیکھا تو وہ چوہے کے آنتوں اور پاؤں کے ٹکڑے تھے۔ معلوم ہوا کہ دیگ میں چوہا تھا، جو پانی گرم کرنے سے ریزہ ریزہ ہو گیا۔ بادشاہ نے ملازموں سے کچھ نہیں کہا، حوض پاس تھا اس میں داخل ہو کر سر اور منہ اور جسم کو صاف کیا اور کپڑے پہن کر مسجد میں چلا آیا واپسی کے بعد ملازموں کو بلایا اور کہا کہ غافلو! یہ تم نے کیا کیا مجھ کو تکلیف دی، میری خدمت پر اتنے آدمی مامور ہونے کے باوجود بھی ذرا سی احتیاط نہیں کرتے، میرے بدن سے اب تک بدبو آرہی ہے، میں مر گیا تو ڈر ہے کہ کہیں یہ غفلت تمہارے نقصان کا باعث نہ ہو۔

ایک اور حکایت مشہور ہے بادشاہ ہر روز قرآن شریف کے ایک دو رکوع لکھا کرتا تھا۔ ایک روز صفحہ لکھ کر اس کے خشک ہونے کے انتظار میں بیٹھا تھا تاکہ دوسرا صفحہ پلٹ کر لکھنا شروع کرے اور اپنے خط نسخ کو دیکھ کر بہت خوش ہو رہا تھا۔ اتنے میں لطیف الملک سوندھا قورچی کے ہاتھ سے جو اپنی ڈیوٹی پر تلوار لئے بادشاہ کے پس پشت کھڑا تھا، افیون کی پینک میں تلوار چھوٹ پڑی اور بادشاہ کے ہاتھ پر جس میں قلم تھا گری، قلم کی سیاہی صفحہ کاغذ پر گرنے سے چند حروف پڑھے نہیں جاتے تھے۔ بادشاہ نے نظر اُٹھا کر دیکھا تو وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا، بادشاہ نے اٹھایا اور کہا کہ غافل جب تک افیون نہ چھوٹے، ہمارے پاس نہ آنا، اس نے افیون چھوڑ دی۔ بادشاہ نے سیاہی کو چاقو سے چھیل کر حروف صاف کر دیئے۔

یہ مستجاب الدعوات تھا جب قحط پڑتا یا کوئی اور مصیبت آتی تو راتوں کو جاگتا اور تضرع وزاری سے دعا کرتا تھا۔

اس کے زمانہ میں شاہ اسمٰعیل صفوی والی عراق و خراسان نے اپنے ایلچی میر ابراہیم کو متعدد قسم کے تحائف دیکر دربار میں بھیجا جس میں فیروزہ کا ایک نہایت خوبصورت پیالہ تھا اور کئی نسلوں کے صبا رفتار، برق جست عراقی گھوڑے

سے زیادہ اگر غصہ میں کسی کو کچھ کہتا تو غافل نادان یا ناعاقبت اندیش کہتا تھا۔

ایک دن غسل کرنے لگا اس اثنائے میں کوئی چیز اس کے سر اور منہ پر محسوس ہوئی، جب اس نے دیکھا تو وہ چوہے کے آنتوں اور پاؤں کے ٹکڑے تھے۔ معلوم ہوا کہ دیگ میں چوہا تھا، جو پانی گرم کرنے سے ریزہ ریزہ ہو گیا۔ بادشاہ نے ملازموں سے کچھ نہیں کہا، حوض پاس تھا اس مین داخل ہو کر سر اور منہ اور جسم کو صاف کیا اور کپڑے پہن کر مسجد میں چلا آیا واپسی کے بعد ملازموں کو بلایا اور کہا کہ غافلو! یہ تم نے کیا کیا مجھ کو تکلیف دی، میری خدمت پر اتنے آدمی مامور ہونے کے باوجود بھی ذرا سی احتیاط نہیں کرتے، میرے بدن سے اب تک بدبو آرہی ہے، میں مر گیا تو ڈر ہے کہ کہیں یہ غفلت تمہارے نقصان کا باعث نہ ہو۔

ایک اور حکایت مشہور ہے بادشاہ ہر روز قرآن شریف کے ایک دو رکوع لکھا کرتا تھا۔ ایک روز صفحہ لکھ کر اس کے خشک ہونے کے انتظار میں بیٹھا تھا تاکہ دوسرا صفحہ پلٹ کر لکھنا شروع کرے اور اپنے خط نسخ کو دیکھ کر بہت خوش ہو رہا تھا۔ اتنے میں لطیف الملک سوندھا قورچی کے ہاتھ سے جو اپنی ڈیوٹی پر تلوار لئے بادشاہ کے پس پشت کھڑا تھا، افیون کی پنک میں تلوار چھٹ پڑی اور بادشاہ کے ہاتھ پر جس میں قلم تھا گری، قلم کی سیاہی صفحہ کاغذ پر گرنے سے چند حروف پڑھے نہیں جاتے تھے۔ بادشاہ نے نظر اُٹھا کر دیکھا تو وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا، بادشاہ نے اٹھایا اور کہا کہ غافل جب تک افیون نہ چھوٹے، ہمارے پاس نہ آنا، اس نے افیون چھوڑ دی۔ بادشاہ نے سیاہی کو چاقو سے چھیل کر حروف صاف کر دیئے۔

یہ مستجاب الدعوات تھا جب قحط پڑتا یا کوئی اور مصیبت آتی تو راتوں کو جاگتا اور تضرع وزاری سے دعا کرتا تھا۔

اس کے زمانہ میں شاہ اسمٰعیل صفوی والی عراق وخراسان نے اپنے ایلچی میر ابراہیم کو متعدد قسم کے تحائف دیکر دربار میں بھیجا جس میں فیروزہ کا ایک نہایت خوبصورت پیالہ تھا اور کئی نسلوں کے صبا رفتار، برق جست عراقی گھوڑے

سلطان محمود کو کسی طرح اپنے ساتھ لے کر چندیری کی طرف چلا گیا، بادشاہ کو افسوس ہوا کہ شکار ہاتھ سے جاتا رہا، فرمایا کہ ہمارا ہرگز یہ ارادہ نہیں تھا کہ مالوہ کو فتح کیا جائے بلکہ ہماری نیت یہ تھی کہ رخنہ اندازوں کو جنہوں نے دونوں بھائیوں کے درمیان عداوت کا بیج بویا ہے، بیخ و بن سے اکھاڑ دیا جائے، چونکہ صورت بدل گئی تھی، بادشاہ محمد آباد کو واپس چلا آیا، 923ھ میں ایدر کا راجہ بھیم دیو مر گیا، راجدھانی کا حق تو اس کے بیٹے بھارا مل کا تھا، مگر راجہ سانگا والی چتوڑ کی حمایت سے راجہ بھیم کا بھتیجہ ملک پر قابض ہو گیا، جو غالباً راجہ سانگا کا داماد تھا، بادشاہ کو یہ واقعہ ناگوار گزرا کیونکہ ایدر کی ریاست اس کے ماتحت تھی اور ریاست کے ایسے اہم امور میں دربار شاہی سے اجازت حاصل کرنا لازم تھا، بادشاہ نے نظام الملک جاگیردار احمد نگر کو حکم دیا کہ وہ مستحق کی امداد کرے، نظام الملک نے لشکر کشی کی اور رائے مل کو شکست دے کر بھارا مل کو ایدر کی گدی پر بٹھایا، 924ھ میں میدنی راؤ وزیر سلطان محمود نے مالوہ میں اپنا اقتدار اس قدر بڑھایا کہ بہت سے مسلمان امرا کو قتل کر ڈالا۔ حبیب خاں جو مالوہ کا ایک امیر تھا دربار میں دادخواہ ہوا اور میدنی راؤ کے ظلم و ستم کی شکایت کی اس نے یہ بھی کہا کہ سلطان محمود کو بھی میدنی راؤ کسی بہانہ سے قتل کرا دے گا، کچھ مدت کے بعد سلطان محمود نے بھی میدنی راؤ کے طریق عمل سے سمجھا کہ وہ خود مالک تخت و تاج بننا چاہتا ہے، شباشب بھاگ کر بادشاہ کے ظلِ عاطفت میں پناہ لی اور امداد کا خواستگار ہوا، بادشاہ نے اپنے چیدہ چیدہ سپہ سالار سلطان محمود کے ساتھ کر دیئے کہ وہ ہمت و جوانمردی سے قلعہ منڈو کو فتح کریں، جب شاہی لشکر نے قلعہ کا محاصرہ کیا تو یہ خبر پہنچی کہ راجہ چتوڑ میدنی راؤ کی مدد کے لئے آ رہا ہے، راجہ چتوڑ کے مقابلہ کے لئے عادل خان آسیری اور قوام الملک روانہ ہوئے تا کہ اس کو اپنے ساتھ مصروف پیکار رکھیں، اور میدنی راؤ تک نہ پہنچنے دیں، چنانچہ عادل خان آسیری وغیرہ نے اس کو مصروف پیکار رکھا، قلعہ منڈو بہت محفوظ تھا اس کا فتح کرنا آسان نہ تھا، مگر بہادران شاہی نے

سلطان محمود کو کسی طرح اپنے ساتھ لے کر چندیری کی طرف چلا گیا، بادشاہ کو افسوس ہوا کہ شکار ہاتھ سے جاتا رہا، فرمایا کہ ہمارا ہرگز یہ ارادہ نہیں تھا کہ مالوہ کو فتح کیا جائے بلکہ ہماری نیت یہ تھی کہ رخنہ اندازوں کو جنہوں نے دونوں بھائیوں کے درمیان عداوت کا بیج بویا ہے، بیخ و بن سے اکھاڑ دیا جائے، چونکہ صورت بدل گئی تھی، بادشاہ محمد آباد کو واپس چلا آیا، 923ھ میں ایدر کا راجہ بھیم دیو مر گیا، راجدھانی کا حق تو اس کے بیٹے بھارامل کا تھا، مگر راجہ سانگا والی چتوڑ کی حمایت سے راجہ بھیم کا بھتیجہ ملک پر قابض ہو گیا، جو غالباً راجہ سانگا کا داماد تھا، بادشاہ کو یہ واقعہ ناگوار گزرا کیونکہ ایدر کی ریاست اس کے ماتحت تھی اور ریاست کے ایسے اہم امور میں دربار شاہی سے اجازت حاصل کرنا لازم تھا، بادشاہ نے نظام الملک جاگیردار احمد نگر کو حکم دیا کہ وہ مستحق کی امداد کرے، نظام الملک نے لشکر کشی کی اور رائے مل کو شکست دے کر بھارامل کو ایدر کی گدی پر بٹھایا، 924ھ میں میدنی راؤ وزیر سلطان محمود نے مالوہ میں اپنا اقتدار اس قدر بڑھایا کہ بہت سے مسلمان امرا کو قتل کر ڈالا۔ حبیب خاں جو مالوہ کا ایک امیر تھا دربار میں دادخواہ ہوا اور میدنی راؤ کے ظلم و ستم کی شکایت کی اس نے یہ بھی کہا کہ سلطان محمود کو بھی میدنی راؤ کسی بہانہ سے قتل کرا دے گا، کچھ مدت کے بعد سلطان محمود نے بھی میدنی راؤ کے طریق عمل سے سمجھا کہ وہ خود مالک تخت و تاج بننا چاہتا ہے، شباشب بھاگ کر بادشاہ کے ظلِ عاطفت میں پناہ لی اور امداد کا خواستگار ہوا، بادشاہ نے اپنے چیدہ چیدہ سپہ سالار سلطان محمود کے ساتھ کر دیئے کہ وہ ہمت و جوانمردی سے قلعہ منڈو کو فتح کریں، جب شاہی لشکر نے قلعہ کا محاصرہ کیا تو یہ خبر پہنچی کہ راجہ چتوڑ میدنی راؤ کی مدد کے لئے آ رہا ہے، راجہ چتوڑ کے مقابلہ کے لئے عادل خان آسیری اور قوام الملک روانہ ہوئے تا کہ اس کو اپنے ساتھ مصروف پیکار رکھیں، اور میدنی راؤ تک نہ پہنچنے دیں، چنانچہ عادل خان آسیری وغیرہ نے اس کو مصروف پیکار رکھا، قلعہ منڈو بہت محفوظ تھا اس کا فتح کرنا آسان نہ تھا، مگر بہادران شاہی نے

موقع تھا، مگر بدقسمتی سے امرائے میں خود اختلاف پیدا ہوگیا، وہ دشمن کے بجائے آپس میں لڑنے لگے جس کی وجہ سے چتوڑ کی مہم سر نہ ہوسکی، وقت کی نزاکت کو دیکھ کر ملک ایاز سپہ سالار اعظم نے رانا چتوڑ سے مصالحت کرلی، جو بادشاہ کو سخت ناگوار گزری، چنانچہ دو ہی سال کے اندر 929ء میں بادشاہ نے فوج کی کمان خود اپنے ہاتھ میں لے کر چتوڑ پر لشکر کشی کی، مگر جب رانا کا ولی عہد تحائف لے کر بارگاہ سلطانی میں حاضر ہوا تو یہ مہم ملتوی کردی گئی۔

931ء میں شاہزادہ بہادر خان اس وجہ سے کے اس کو جاگیر حسب حیثیت نہیں ملی تھی، دوسرے بادشاہ نے سکندر خان کو ولی عہد مقرر کیا، ناراض ہوکر کہیں چلا گیا، بادشاہ کے ایما سے امراء نے ہر چند اس کے واپس لانے کی کوشش کی، مگر وہ راضی نہ ہوا، وہ پہلے ڈونگر گیا پھر چتوڑ اور میوات ہوتا ہوا، دہلی پہنچ گیا، شاہ دہلی نے شاہزادہ کی بہت عزت کی، اس کی شجاعت و جوانمردی سے نہ صرف بادشاہ خوش تھا بلکہ دہلی کے امرا بھی اُس کی تعریف کرتے تھے، بایں ہمہ بادشاہ دہلی اس کو شک کی نگاہ سے دیکھنے لگا کہ مبادا وہ کبھی اس کی سلطنت پر قابض ہو بیٹھے، شاہزادہ بھی تاڑ گیا دہلی چھوڑ جونپور چلا آیا۔

مظفر شاہ 932ھ میں 20 دن بیمار رہ کر راہی ملک بقا ہوا اور مقبرۂ سلطان محمود بیگڈہ میں اس قبر میں دفن ہوا، جو اس نے اپنی زندگی میں تجویز کی تھی، اس کی مدت سلطنت 14 سال 9 ماہ ہے۔

بس نامور بزیر زمین دفن کردہ اند
کز ہستیش بروی زمین یک نشان نماند

سکندر خان ملقب بہ سلطان سکندر شاہ

سلطان مظفر حلیم کے بعد اس کا فرزند سلطان سکندر جو حسن و جمال میں شہرۂ آفاق تھا، 932ھ میں الگ تخت و تاج ہوا اور جانپانیر میں تخت نشینی کا جشن

موقع تھا، مگر بدقسمتی سے امرائے میں خود اختلاف پیدا ہو گیا، وہ دشمن کے بجائے آپس میں لڑنے لگے جس کی وجہ سے چتوڑ کی مہم سر نہ ہو سکی، وقت کی نزاکت کو دیکھ کر ملک ایاز سپہ سالار اعظم نے رانا چتوڑ سے مصالحت کر لی، جو بادشاہ کو سخت ناگوار گزری، چنانچہ دو ہی سال کے اندر 929ء میں بادشاہ نے فوج کی کمان خود اپنے ہاتھ میں لے کر چتوڑ پر لشکر کشی کی، مگر جب رانا کا ولی عہد تحائف لے کر بارگاہ سلطانی میں حاضر ہوا تو یہ مہم ملتوی کر دی گئی۔

931ء میں شاہزادہ بہادر خان اس وجہ سے کے اس کو جاگیر حسب حیثیت نہیں ملی تھی، دوسرے بادشاہ نے سکندر خان کو ولی عہد مقرر کیا، ناراض ہو کر کہیں چلا گیا، بادشاہ کے ایما سے امراء نے ہر چند اس کے واپس لانے کی کوشش کی، مگر وہ راضی نہ ہوا، وہ پہلے ڈونگر گیا پھر چتوڑ اور میوات ہوتا ہوا، دہلی پہنچ گیا، شاہ دہلی نے شاہزادہ کی بہت عزت کی، اس کی شجاعت و جوانمردی سے نہ صرف بادشاہ خوش تھا بلکہ دہلی کے امرا بھی اس کی تعریف کرتے تھے، بااین ہمہ بادشاہ دہلی اس کو شک کی نگاہ سے دیکھنے لگا کہ مبادا وہ کبھی اس کی سلطنت پر قابض ہو بیٹھے، شاہزادہ بھی تاڑ گیا دہلی چھوڑ جونپور چلا آیا۔

مظفر شاہ 932ھ میں 20 دن بیمار رہ کر راہیٔ ملک بقا ہوا اور مقبرۂ سلطان محمود بیگڑہ میں اس قبر میں دفن ہوا، جو اس نے اپنی زندگی میں تجویز کی تھی، اس کی مدت سلطنت 14 سال 9 ماہ ہے۔

بس نامور بزیر زمین دفن کردہ اند
کز ہستیش بروی زمین یک نشان نماند

سکندر خان ملقب بہ سلطان سکندر شاہ

سلطان مظفر حلیم کے بعد اس کا فرزند سلطان سکندر جو حسن و جمال میں شہرۂ آفاق تھا، 932ھ میں الگ تخت و تاج ہوا اور جانپانیر میں تخت نشینی کا جشن

وعدہ کیا، ہمایوں نے اس کی نمک حرامی کا خیال کر کے درخواست منظور نہ کی وہ مایوس ہو گیا اور امراء نے بالاتفاق بہادر شاہ بن مظفر شاہ کو بلا کر تخت نشین کیا۔

سلطان بہادر شاہ بن مظفر شاہ دوم

پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ بہادر شاہ دو وجھوں سے ایک تو اس کے باپ مظفر حلیم نے سکندر خان کو ولی عہد مقرر کیا تھا، دوسرے اس کو جاگیر کم عطا کی تھی، ناراض ہو کر کہیں چلا گیا تھا آخر دہلی جا کر سلطان ابراہیم لودھی کا مصاحب ہو گیا، امرائے جونپور کی استدعا پر جونپور آیا، جہاں اس کو اپنے بھائی سلطان سکندر خان کے قتل کی خبر پہنچی، یہ خبر سنتے ہی وہ نہایت تیزی سے گجرات اور قصبہ میگریج معروف بہ محمود نگر پہنچ گیا، جاگیر دار اس کی آمد کی خبر سن کر خوشی خوشی یکے بعد دیگرے، حاضر خدمت ہوئے اور وفاداری و جان نثاری کا حلف اٹھایا، عید کے دن اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا اس کے بعد وہ احمد پور آیا اور جشن منا کر ملقب سلطان بہادر تخت نشین ہوا امراء کو خطابات و انعامات دیئے پھر محمد آباد کی طرف ٹڈی دل فوج لے کر انتقام کے جوش میں عماد الملک کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوا، عماد الملک شش و پنج میں پڑ گیا، آخر یہ اردہ کیا کہ سلطان نصیر خان نابالغ کی طرف سے جس کو اس نے گود میں لے کر تخت نشین کیا تھا، بادشاہ کا خود مقابلہ کرے مگر اس میں کامیابی نہیں ہوئی۔ اب اس نے لطیف خان کے پاس جو زمانہ کی گردش سے دشت وجبل میں بحکم **وتلک الایام نداولھا بین الناس** ؕ اپنے طالع سعید کی نال دیکھ رہا تھا کہ عماد الملک نے قاصد بھیج کر اس کو تخت و تاج کی دعوت دی، ہنوز لطیف خان رستے ہی میں تھا کہ بہادر شاہ برق خاطف کی طرح عماد الملک پر گرا، وہ گھر بار چھوڑ کر ایک شیعہ دوست کے گھر میں چھپ گیا تھا مگر اب یہ سب بیکار تھا۔ **این ما تکونوا یدرککم الموت ولو کنتم فی بروج مشیدۃ**۔ اگر تم مستحکم قلعوں میں بھی جا چھپو، تب بھی موت تم کو نہ چھوڑے

وعدہ کیا، ہمایوں نے اس کی نمک حرامی کا خیال کر کے درخواست منظور نہ کی وہ مایوس ہو گیا اور امراء نے بالاتفاق بہادر شاہ بن مظفر شاہ کو بلا کر تخت نشین کیا۔

سلطان بہادر شاہ بن مظفر شاہ دوم

پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ بہادر شاہ دو وجہوں سے ایک تو اس کے باپ مظفر حلیم نے سکندر خان کو ولی عہد مقرر کیا تھا، دوسرے اس کو جاگیر کم عطا کی تھی، ناراض ہو کر کہیں چلا گیا تھا آخر دہلی جا کر سلطان ابراہیم لودھی کا مصاحب ہو گیا، امرائے جونپور کی استدعا پر جونپور آیا، جہاں اس کو اپنے بھائی سلطان سکندر خان کے قتل کی خبر پہنچی، یہ خبر سنتے ہی وہ نہایت تیزی سے گجرات اور قصبہ میگریج معروف بہ محمود نگر پہنچ گیا، جاگیردار اس کی آمد کی خبر سن کر خوشی خوشی یکے بعد دیگرے، حاضر خدمت ہوئے اور وفاداری و جان نثاری کا حلف اٹھایا، عید کے دن اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا اس کے بعد وہ احمد پور آیا اور جشن منا کر ملقب سلطان بہادر تخت نشین ہوا امراء کو خطابات و انعامات دیئے پھر محمد آباد کی طرف ٹڈی دل فوج لے کر انتقام کے جوش میں عماد الملک کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوا، عماد الملک شش و پنج میں پڑ گیا، آخر یہ ارادہ کیا کہ سلطان نصیر خان نابالغ کی طرف سے جس کو اس نے گود میں لے کر تخت نشین کیا تھا، بادشاہ کا خود مقابلہ کرے مگر اس میں کامیابی نہیں ہوئی۔ اب اس نے لطیف خان کے پاس جو زمانہ کی گردش سے دشت و جبل میں بحکم **وتلک الایام نداولھا بین الناس** ط اپنے طالع سعید کی نال دیکھ رہا تھا کہ عماد الملک نے قاصد بھیج کر اس کو تخت و تاج کی دعوت دی، ہنوز لطیف خان رستے ہی میں تھا کہ بہادر شاہ برق خاطف کی طرح عماد الملک پر گرا، وہ گھر بار چھوڑ کر ایک شیعہ دوست کے گھر میں چھپ گیا تھا مگر اب یہ سب بیکار تھا۔ **این ماتکونوا یدرککم الموت ولو کنتم فی بروج مشیدۃ**۔ اگر تم مستحکم قلعوں میں بھی جا چھپو، تب بھی موت تم کو نہ چھوڑے

جائے، جب سرداران متذکرۂ بالا سرحد پر پہنچے تو راجہ پال نے شیر کی طرح کمیں گاہ سے جست کی اور ان پر حملہ آور ہوا، بدقسمت سلطان محمود خلجی اس معرکہ میں مارا گیا، اگر وہ احمد آباد میں قید ہوتا تو ممکن تھا کہ رحمدل بادشاہ اس کو رہا کر دیتا اور اس کا ملک اس کو واپس مل جاتا۔

938ھ میں بادشاہ نے آسیرو برہان پور جا کر محمد خان آسیری کو بادشاہ کا خطاب دیا اور پھر منڈو واپس آیا، اس کے بعد اجین اور اس کے ملحقہ قلعوں کو فتح کر کے اپنی سلطنت میں شامل کیا دریا خان کو اس علاقہ کا حاکم مقرر کیا، اس کے بعد قلعہ رائے سین پر جو دریا کے کنارے پر واقع تھا اور بڑے بڑے طاقتور بادشاہوں سے بہ مشکل فتح ہوسکتا تھا، لشکرکشی کی اور قلعہ شکن رعد آواز توپوں سے قلعہ کے دو بُرج اڑا کر اندر داخل ہو گیا اور بادشاہ کے سپہ سالار سلطان عالم نے برستی ہوئی آگ سے گزر کر قلعہ کی فصیل پر علم نصرت گاڑا، رانا سہلدی مع اپنے بھائی لکھمن سین کے اس سے پہلے کہ وہ شاہی لشکر کے پنجہ میں گرفتار ہو، بھاگ کر قلعہ چتوڑ میں پناہ گزین ہوا۔ اس فتح سے تمام ملک جو رانا سہلدی کے قبضہ میں تھا، معہ چندیری وبہلہ اور پرگنوں کے فتح ہو گیا، بادشاہ نے عنایات خسروانہ سے یہ تمام علاقہ سلطان اعظم لودھی کو جو بارہ ہزار فوج لے کر اس جنگ میں شامل ہوا تھا اور بادشاہ کا جان نثار معاون اور اس جنگ میں سپہ سالار اعظم تھا، مرحمت فرمایا اسی ہلہ میں قلعہ کا نور ہوشنگ آباد و اسلام آباد، گاگروں، مندرسور جیسے مہتم بالشان مقامات فتح ہو کر ممالک محروسہ میں شامل ہوئے۔

بادشاہ کے دماغ میں قلعہ چتوڑ کی تسخیر کا دیرینہ خیال پھر تازہ ہوا، محمد شاہ آسیری اور خداوند خان سپہ سالاروں کو بلا کر اپنے ہاتھ سے دونوں بہادروں کی کمر میں اپنی مشہور تلواریں موسومہ بہ فتح ونصرت باندھیں اور فرمایا کہ آپ لشکر لے کر قلعہ کا محاصرہ کریں ما بدولت بھی فوجیں لے کر جلد پہنچ جائیں گے، جب بادشاہ کی آمد راجہ چتوڑ نے سنی تو اس پر لرزہ طاری ہو گیا، اور اپنے وزراء کو بارگاہِ

جائے، جب سرداران متذکرۂ بالا سرحد پر پہنچے تو راجہ پال نے شیر کی طرح کمیں گاہ سے جست کی اور ان پر حملہ آور ہوا، بدقسمت سلطان محمود خلجی اس معرکہ میں مارا گیا، اگر وہ احمد آباد میں قید ہوتا تو ممکن تھا کہ رحمدل بادشاہ اس کو رہا کر دیتا اور اس کا ملک اس کو واپس مل جاتا۔

938ھ میں بادشاہ نے آسیر و برہان پور جا کر محمد خان آسیری کو بادشاہ کا خطاب دیا اور پھر منڈو واپس آیا، اس کے بعد اجین اور اس کے ملحقہ قلعوں کو فتح کر کے اپنی سلطنت میں شامل کیا دریا خان کو اس علاقہ کا حاکم مقرر کیا، اس کے بعد قلعہ رائے سین پر جو دریا کے کنارے پر واقع تھا اور بڑے بڑے طاقتور بادشاہوں سے بہ مشکل فتح ہو سکتا تھا، لشکر کشی کی اور قلعہ شکن رعد آواز توپوں سے قلعہ کے دو بُرج اڑا کر اندر داخل ہو گیا اور بادشاہ کے سپہ سالار سلطان عالم نے برستی ہوئی آگ سے گزر کر قلعہ کی فصیل پر علم نصرت گاڑا، رانا سہلدی مع اپنے بھائی لکھمن سین کے اس سے پہلے کہ وہ شاہی لشکر کے پنجہ میں گرفتار ہو، بھاگ کر قلعہ چتوڑ میں پناہ گزین ہوا۔ اس فتح سے تمام ملک جو رانا سہلدی کے قبضہ میں تھا، معہ چندیری و بہلہ اور پرگنوں کے فتح ہو گیا، بادشاہ نے عنایات خسروانہ سے یہ تمام علاقہ سلطان اعظم لودھی کو جو بارہ ہزار فوج لے کر اس جنگ میں شامل ہوا تھا اور بادشاہ کا جان نثار معاون اور اس جنگ میں سپہ سالار اعظم تھا، مرحمت فرمایا اسی ہلہ میں قلعہ کا نور ہوشنگ آباد و اسلام آباد، گاگروں، مندرسور جیسے مہتم بالشان مقامات فتح ہو کر ممالک محروسہ میں شامل ہوئے۔

بادشاہ کے دماغ میں قلعہ چتوڑ کی تسخیر کا دیرینہ خیال پھر تازہ ہوا، محمد شاہ آسیری اور خداوند خان سپہ سالاروں کو بلا کر اپنے ہاتھ سے دونوں بہادروں کی کمر میں اپنی مشہور تلواریں موسومہ بہ فتح و نصرت باندھیں اور فرمایا کہ آپ لشکر لے کر قلعہ کا محاصرہ کریں ما بدولت بھی فوجیں لے کر جلد پہنچ جائیں گے، جب بادشاہ کی آمد راجہ چتوڑ نے سنی تو اس پر لرزہ طاری ہو گیا، اور اپنے وزراء کو بارگاہِ

کرنا درست نہیں، مناسب ہے کہ میری نصیحت آمیز باتیں گوش ہوش سے سن کر اس کو ہمارے پاس بھیج دیں یا اس کی کسی قسم کی امداد نہ کریں یا اپنے ملک سے نکال دیں تا کہ ثابت ہو کہ آپ اپنے معاہدوں پر قائم ہیں، غالباً آپ کو معلوم ہو گا ہمارے جد بزرگوار حضرت صاحب قران کا فشانہ تھا کہ روم کے ملک کو پامال کریں لیکن جب ان کے ملک کے مجرم بھاگ کر روم میں پناہ گزیں ہوئے، تو حضرت صاحب قران نے کئی بار بذریعہ تحریر روم کو نصیحت کی کہ ان کو اپنے ملک سے نکال دیں، بایزید یلدرم نے یہ نصیحت نہ سنی، آخر اس کو نتیجہ مل گیا بہادر شاہ نے اس کا جواب کسی قدر سخت لکھا کہ غرور آمیز تحریر پہنچی، محمد زمان مرزا ایک مظلوم ہے بمقتضائے حدیث نبوی اُنصُر اَخَاکَ مَظلُومًا۔ اس کی حمایت و اعانت مجھ پر فرض ہے، جد بزرگوار کے زمانہ کے تذکرے لاف زنی کے سوا کوئی نتیجہ پیدا نہیں کرتے اور نہ اس سے آپ کی شجاعت ظاہر ہوتی ہے، اپنا کوئی نمایاں کام لکھتے، تو البتہ وہ آپ کے لئے باعثِ فخر ہوتا لیکن لکھتے کیا آپ سے تو کوئی ایسا کام ہوا ہی نہیں ہے ہمارے نمایاں کام اور فتوحات کو دیکھو کہ اس تھوڑی سی مدت میں کیا کیا کام ہو چکا ہے۔

ہمایوں نے اس وقت بہادر شاہ کو یہ قطعہ لکھا جب کہ بہادر شاہ قلعہ چتوڑ پر چڑھائی کر رہا تھا۔

از ہمایوں بادشاہ بخدمت سلطان بہادر شاہ

اے کہ لشکر کشی بسوئے چستور ۔۔۔ بینم آن راچہ طورے گیری
بر سرت می رسم چو برق فنا ۔۔۔ تو چگو نہ چستورے گیری

جواب از سلطان بہادر شاہ بخدمت ہمایوں بادشاہ

تیغ نصرت کشم بہ شہر چستور ۔۔۔ بنگر آن راچہ طور می گیرم
زور توفیق حق بہرہ من ۔۔۔ کامران رابزور می گیرم

ہمایوں شاہ کی نسبت جاسوسوں نے خبر دی کہ وہ قلعہ گوالیار پر حملہ کرنے

کرنا درست نہیں، مناسب ہے کہ میری نصیحت آمیز باتیں گوش ہوش سے سن کر اس کو ہمارے پاس بھیج دیں یا اس کی کسی قسم کی امداد نہ کریں یا اپنے ملک سے نکال دیں تاکہ ثابت ہو کہ آپ اپنے معاہدوں پر قائم ہیں، غالباً آپ کو معلوم ہو گا ہمارے جد بزرگوار حضرت صاحب قران کا فشانہ تھا کہ روم کے ملک کو پامال کریں لیکن جب ان کے ملک کے مجرم بھاگ کر روم میں پناہ گزیں ہوئے، تو حضرت صاحب قران نے کئی بار بذریعہ تحریر روم کو نصیحت کی کہ ان کو اپنے ملک سے نکال دیں، بایزید یلدرم نے یہ نصیحت نہ سنی، آخر اس کو نتیجہ مل گیا بہادر شاہ نے اس کا جواب کسی قدر سخت لکھا کہ غرور آمیز تحریر پہنچی، محمد زمان مرزا ایک مظلوم ہے بمقتضائے حدیث نبوی اُنصُر اَخاکَ مَظلُومًا۔ اس کی حمایت و اعانت مجھ پر فرض ہے، جد بزرگوار کے زمانہ کے تذکرے لاف زنی کے سوا کوئی نتیجہ پیدا نہیں کرتے اور نہ اس سے آپ کی شجاعت ظاہر ہوتی ہے، اپنا کوئی نمایاں کام لکھتے، تو البتہ وہ آپ کے لئے باعثِ فخر ہوتا لیکن لکھتے کیا آپ سے تو کوئی ایسا کام ہوا ہی نہیں ہے ہمارے نمایاں کام اور فتوحات کو دیکھو کہ اس تھوڑی سی مدت میں کیا کیا کام ہو چکا ہے۔

ہمایوں نے اس وقت بہادر شاہ کو یہ قطعہ لکھا جب کہ بہادر شاہ قلعہ چتوڑ پر چڑھائی کر رہا تھا۔

از ہمایوں بادشاہ بخدمت سلطان بہادر شاہ

اے کہ لشکر کشی بسوئے چستور   بینم آن راچہ طورے گیری
برسرت می رسم چو برق فنا   توچگو نہ چستورے گیری

جواب از سلطان بہادر شاہ بخدمت ہمایوں بادشاہ

تیغ نصرت کشم بہ شہر چستور   بنگر آن راچہ طور می گیرم
زور توفیق حق بہرہ من   کامران رابزور می گیرم

ہمایوں شاہ کی نسبت جاسوسوں نے خبر دی کہ وہ قلعہ گوالیار پر حملہ کرنے

جب بادشاہ پہنچ گیا تو اور کئی امراء و جاگیردار امداد کے لئے کھڑے ہو گئے رفتہ رفتہ تمام ہاتھ سے نکلے ہوئے شہر فتح ہو گئے یادگار ناصر تو بلا مقابلہ بھاگ گیا، البتہ میرزا عسکری نے کچھ مقابلہ کیا مگر نقصان اُٹھا کر میدان کارزار کو چھوڑ دیا اور ہمایوں شاہ کے پاس چلا گیا۔ اس طرح بہادر شاہ اور اس کے امراء کی ہمت سے ازسرنو سلطنت کا اقتدار قائم ہو گیا۔

سلاطینِ گجرات میں بہادر شاہ اسم بامسمی اور جامع صفاتِ حسنہ تھا، ہر ایک شہر میں فقراء اور مساکین کے لئے لنگر خانے جاری کئے محتاجوں کو ان کی ضرورت کے موافق مال و دولت دی مگر گداگری اس کی سلطنت میں ممنوع تھی، ہر ایک محتاج کے لئے حکم تھا کہ وہ لنگر خانے سے کپڑا اور روٹی لے اور کسی اور کے دروازے پر نہ جائے، جو امیر یا راجہ اس کی بارگاہ میں پناہ گزین ہوتا۔ اس کو اس کی حیثیت و قابلیت کے مناسب جاگیر و منصب عطا کرتا، جو شخص اس کے ظلِ حمایت میں آتا آخر دم تک اس کی حمایت کرتا جس کی روشن مثال محمد زمان مرزا ہے کہ ہمایوں جیسے زبردست بادشاہ نے ہر چند اس کو واپس لینا چاہا، مگر بہادر شاہ نے کچھ پرواہ نہ کی اور اس کو اپنے سایہ حمایت سے محروم نہ کیا۔

عالم خان لودھی اور علاء الدین لودھی کو جو کبھی دہلی کے فرمانروا تھے، اپنی مملکت میں بڑے بڑے علاقوں پر حکمران کر دیا اور اپنے ماتحت جان نثار حکمرانوں کو شاہ کا خطاب دیا، رعایا کا معاملہ زمین بہت دفعہ معاف کیا، خطابات و انعامات کا دروازہ ہر وقت ہر ایک جان نثار کے لئے کھلا رہتا تھا، جو مظلوم راجہ یا حکمران اس سے امداد مانگتا اس کو امداد دیتا اس کے زمانہ میں ملک گجرات علم و فضل و صنعت و حرفت کے اعتبار سے ایشیا کے ممتاز ملکوں میں تھا۔

اس کی شجاعت کا ثبوت اس سے زیادہ اور کیا پیش کیا جا سکتا ہے کہ اس نے ہمایوں کا مقابلہ کس ہمت و جوانمردی سے کیا اور ہاتھ سے گیا ہوا ملک پھر کس طرح واپس لے لیا، اس بادشاہ کے حالات میں کئی تاریخیں لکھی گئی ہیں جن میں

جب بادشاہ پہنچ گیا تو اور کئی امراء و جاگیردار امداد کے لئے کھڑے ہو گئے رفتہ رفتہ تمام ہاتھ سے نکلے ہوئے شہر فتح ہو گئے یادگار ناصر تو بلا مقابلہ بھاگ گیا، البتہ میرزا عسکری نے کچھ مقابلہ کیا مگر نقصان اُٹھا کر میدان کارزار کو چھوڑ دیا اور ہمایوں شاہ کے پاس چلا گیا۔ اس طرح بہادر شاہ اور اس کے امراء کی ہمت سے از سر نو سلطنت کا اقتدار قائم ہو گیا۔

سلاطینِ گجرات میں بہادر شاہ اسم بامسمیٰ اور جامع صفاتِ حسنہ تھا، ہر ایک شہر میں فقراء اور مساکین کے لئے لنگر خانے جاری کئے محتاجوں کو ان کی ضرورت کے موافق مال و دولت دی مگر گداگری اس کی سلطنت میں ممنوع تھی، ہر ایک محتاج کے لئے حکم تھا کہ وہ لنگر خانے سے کپڑا اور روٹی لے اور کسی اور کے دروازے پر نہ جائے، جو امیر یا راجہ اس کی بارگاہ میں پناہ گزین ہوتا۔ اس کو اس کی حیثیت و قابلیت کے مناسب جاگیر و منصب عطا کرتا، جو شخص اس کے ظلِ حمایت میں آتا آخر دم تک اس کی حمایت کرتا جس کی روشن مثال محمد زمان مرزا ہے کہ ہمایوں جیسے زبردست بادشاہ نے ہر چند اس کو واپس لینا چاہا، مگر بہادر شاہ نے کچھ پرواہ نہ کی اور اس کو اپنے سایہ حمایت سے محروم نہ کیا۔

عالم خان لودھی اور علاء الدین لودھی کو جو کبھی دہلی کے فرمانروا تھے، اپنی مملکت میں بڑے بڑے علاقوں پر حکمران کر دیا اور اپنے ماتحت جان نثار حکمرانوں کو شاہ کا خطاب دیا، رعایا کا معاملہ زمین بہت دفعہ معاف کیا، خطابات و انعامات کا دروازہ ہر وقت ہر ایک جان نثار کے لئے کھلا رہتا تھا، جو مظلوم راجہ یا حکمران اس سے امداد مانگتا اس کو امداد دیتا اس کے زمانہ میں ملک گجرات علم و فضل و صنعت و حرفت کے اعتبار سے ایشیا کے ممتاز ملکوں میں تھا۔

اس کی شجاعت کا ثبوت اس سے زیادہ اور کیا پیش کیا جا سکتا ہے کہ اس نے ہمایوں کا مقابلہ کس ہمت و جوانمردی سے کیا اور ہاتھ سے گیا ہوا ملک پھر کس طرح واپس لے لیا، اس بادشاہ کے حالات میں کئی تاریخیں لکھی گئی ہیں جن میں

اپنے ماموں سے اس قدر محبت تھی کہ اس کے مقابلہ میں تخت و تاج کو ہیچ سمجھا۔
محمد شاہ کی وفات کے بعد جب امرائے دولت کو مایوسی ہوئی تو اب ان کو اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں تھا کہ بہادر خان کے برادر زادہ محمود خان نابالغ کو جو جیل میں پایہ زنجیر تھا، قید و بند سے آزاد کر کے تخت نشین کریں اور انتظام سلطنت میں جان و دل سے اس کی مدد کریں۔
وہ گیارہ برس کا تھا جب اس نے 943ھ میں امراء کی امداد سے عنان سلطنت ہاتھ میں لی کم سنی کی وجہ سے انتظام مملکت ایک کونسل کے سپرد تھا، جس کے صدر اور نائب صدر عماد الملک اور دریا خان تھے، اس بادشاہ کے حالات اس حیثیت سے دلچسپ ہیں کہ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ سلطنتوں میں امراء و وزراء کس کس قسم کی چالیں چلتے ہیں اور ان کے نمائشی اتحاد و محبت کی کیا قدر و قیمت ہوتی ہے، اگرچہ عماد الملک اور دریا خان مل کر کام کرتے تھے، مگر ان کی مثال شطرنج کے مہروں کی سی تھی کہ ایک بساط پر مل کر رہتے ہیں اور جب داؤ چلتا ہے تو ایک دوسرے کا سر کاٹ لیتا ہے۔ ہر ایک یہی چاہتا تھا کہ وزارت کے اختیارات کلیۃً بلا شرکت غیرے اس کے سپرد ہوں، بادشاہ تو اکثر سیر و شکار میں مصروف رہتا تھا، وزراء کی کونسل اگر کوئی معاملہ اس کے سامنے پیش کرتی تو وہ کہتا کہ جب خدا نے ہمیں افلاطون و ارسطو جیسے وزیر دیئے ہیں تو پھر ہم کو امور سلطنت میں درد سری کی کیا ضرورت ہے، دریا خان بادشاہ کے مزاج پر زیادہ حاوی ہو گیا تھا کیونکہ وہ اکثر بادشاہ کے شکار کا انتظام کیا کرتا تھا، اس لئے وہ گاہے گاہے بادشاہ کی خدمت میں باریاب ہوتا اور اس کو اپنے مقاصد و مطالب پیش کرنے اور مخالفین کی نسبت گلہ و شکایت کرنے کا موقع ملتا تھا، ایک روز اس نے بادشاہ سے خلوت میں عرض کی کہ جہاں پناہ ہم وزراء کی مشترکہ حکومت میں طرح طرح کے نقص ہیں، کچھ مثالیں بھی فرضی پیش کیں اور بادشاہ کو آمادہ کیا کہ عماد الملک کو حکمت عملی سے جاگیرات پر بھیجا جائے، پھر رفتہ رفتہ وزارت سے الگ کر کے دوسرے متفرق

اپنے ماموں سے اس قدر محبت تھی کہ اس کے مقابلہ میں تخت و تاج کو ہیچ سمجھا۔

محمد شاہ کی وفات کے بعد جب امرائے دولت کو مایوسی ہوئی تو اب ان کو اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں تھا کہ بہادر خان کے برادر زادہ محمود خان نابالغ کو جو جیل میں پابہ زنجیر تھا، قید و بند سے آزاد کر کے تخت نشین کریں اور انتظام سلطنت میں جان و دل سے اس کی مدد کریں۔

وہ گیارہ برس کا تھا جب اس نے 943ھ میں امراء کی امداد سے عنان سلطنت ہاتھ میں لی کم سنی کی وجہ سے انتظام مملکت ایک کونسل کے سپرد تھا، جس کے صدر اور نائب صدر عماد الملک اور دریا خان تھے، اس بادشاہ کے حالات اس حیثیت سے دلچسپ ہیں کہ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ سلطنتوں میں امراء و وزراء کس کس قسم کی چالیں چلتے ہیں اور ان کے نمائشی اتحاد و محبت کی کیا قدر و قیمت ہوتی ہے، اگرچہ عماد الملک اور دریا خان مل کر کام کرتے تھے، مگر ان کی مثال شطرنج کے مہروں کی سی تھی کہ ایک بساط پر مل کر رہتے ہیں اور جب داؤ چلتا ہے تو ایک دوسرے کا سر کاٹ لیتا ہے۔ ہر ایک یہی چاہتا تھا کہ وزارت کے اختیارات کلیۃً بلا شرکت غیرے اس کے سپرد ہوں، بادشاہ تو اکثر سیر و شکار میں مصروف رہتا تھا، وزراء کی کونسل اگر کوئی معاملہ اس کے سامنے پیش کرتی تو وہ کہتا کہ جب خدا نے ہمیں افلاطون و ارسطو جیسے وزیر دیئے ہیں تو پھر ہم کو امور سلطنت میں درد سری کی کیا ضرورت ہے، دریا خان بادشاہ کے مزاج پر زیادہ حاوی ہو گیا تھا کیونکہ وہ اکثر بادشاہ کے شکار کا انتظام کیا کرتا تھا، اس لئے وہ گاہے گاہے بادشاہ کی خدمت میں باریاب ہوتا اور اس کو اپنے مقاصد و مطالب پیش کرنے اور مخالفین کی نسبت گلہ و شکایت کرنے کا موقع ملتا تھا، ایک روز اس نے بادشاہ سے خلوت میں عرض کی کہ جہاں پناہ ہم وزراء کی مشترکہ حکومت میں طرح طرح کے نقص ہیں، کچھ مثالیں بھی فرضی پیش کیں اور بادشاہ کو آمادہ کیا کہ عماد الملک کو حکمت عملی سے جاگیرات پر بھیجا جائے، پھر رفتہ رفتہ وزارت سے الگ کر کے دوسرے متفرق

گیا ہے، تو وہ ایک عجب چال چلا ، احمد آباد کے شاہی خاندان میں سے ایک شاہزادہ کو لے کر سلطان مظفر کے نام سے تخت نشین کر دیا اور ساٹھ ہزار سوار لے کر بادشاہ پر حملہ آور ہوا، بادشاہ نے مدافعت کی بہت کوشش کی مگر زیادہ جمعیت فراہم نہ کر سکنے کی وجہ سے شکست کھائی ، دریا خان سلطان مظفر کو لے کر فتح و نصرت کے نقارے بجاتا ہوا دھولقہ پہنچ گیا۔

سلطان عالم خان لودھی جو اس وقت بادشاہ کا جاں نثار سپہ سالار تھا۔ دریا خان کی اس عارضی فتح سے مایوس نہ ہوا بلکہ اس کو یقین تھا کہ آخر کامیابی کا سہرا اس کے سر رہے گا کیونکہ ظل اللہ (بادشاہ) کا سایا اس کے سر پر ہے، نیز وہ ان حالات سے بے خبر نہ تھا کہ امرائے مملکت و نمایندگان رعایا بادشاہ کے خیر خواہ ہیں اور دریا خان کی اس نمک حرامی کی وجہ سے کہ اس نے آقائے ولی نعمت کا مقابلہ کیا، اس کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، دریا خان نے جب دیکھا کہ زمانہ کا رنگ بدلا ہوا ہے تو اس کو ہوش آیا اور وہ اپنی کامیابی کے لئے ہاتھ پاؤں مارنے لگا، دھولقہ سے احمد آباد جا کر امرائے شہر کی استمالت کرنے لگا تاکہ لوگوں کے دل کو اپنی طرف کھینچے، مگر ایک شخص بھی اس کی طرف مائل نہ ہوا۔ یہ دیکھ کر اس نے اپنی بیوی اور بچوں کو جاپانیر بھیج دیا اور خود آسیر میں مبارک شاہ کے پاس چلا گیا، سلطان محمود لشکر لے کر پہلے احمد آباد آیا، جہاں لوگوں نے اس کے آستانِ عظمت پر سر عقیدت خم کیا، جب یہاں کا انتظام ہر طرح مکمل ہو گیا تو جاپانیر کے قلعوں پر شاہی جھنڈے نصب ہوئے۔

دریا خان کے اہل و عیال گرفتار اور اس کا مال و اسباب ضبط کیا گیا، جب تمام ملک زیرنگین ہو گیا، تو قلمدانِ وزارت برہان الملک بنیانی کو مرحمت ہوا اور شمشیر سپہ سالاری سلطان عالم خان لودھی کے زیب کمر ہوئی، سلطان عالم خان لودھی نے بادشاہ سے سفارش کر کے عماد الملک کو بھی دربار میں بلوایا اور اس کا قصور معاف ہو کر اس کو بھروج اور سورت دو وسیع پرگنوں کی جاگیر کی سند عطا کی گئی۔

گیا ہے، تو وہ ایک عجب چال چلا، احمد آباد کے شاہی خاندان میں سے ایک شاہزادہ کو لے کر سلطان مظفر کے نام سے تخت نشین کر دیا اور ساٹھ ہزار سوار لے کر بادشاہ پر حملہ آور ہوا، بادشاہ نے مدافعت کی بہت کوشش کی مگر زیادہ جمعیت فراہم نہ کر سکنے کی وجہ سے شکست کھائی، دریا خان سلطان مظفر کو لے کر فتح و نصرت کے نقارے بجاتا ہوا دھولقہ پہنچ گیا۔

سلطان عالم خان لودھی جو اس وقت بادشاہ کا جاں نثار سپہ سالار تھا۔ دریا خان کی اس عارضی فتح سے مایوس نہ ہوا بلکہ اس کو یقین تھا کہ آخر کامیابی کا سہرا اس کے سر رہے گا کیونکہ ظل اللہ (بادشاہ) کا سایا اس کے سر پر ہے، نیز وہ ان حالات سے بے خبر نہ تھا کہ امرائے مملکت ونمایندگان رعایا بادشاہ کے خیر خواہ ہیں اور دریا خان کی اس نمک حرامی کی وجہ سے کہ اس نے آقائے ولی نعمت کا مقابلہ کیا، اس کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، دریا خان نے جب دیکھا کہ زمانہ کا رنگ بدلا ہوا ہے تو اس کو ہوش آیا اور وہ اپنی کامیابی کے لئے ہاتھ پاؤں مارنے لگا، دھولقہ سے احمد آباد جا کر امرائے شہر کی استمالت کرنے لگا تاکہ لوگوں کے دل کو اپنی طرف کھینچے، مگر ایک شخص بھی اس کی طرف مائل نہ ہوا۔ یہ دیکھ کر اس نے اپنی بیوی اور بچوں کو جاپانیر بھیج دیا اور خود آسیر میں مبارک شاہ کے پاس چلا گیا، سلطان محمود لشکر لے کر پہلے احمد آباد آیا، جہاں لوگوں نے اس کے آستانِ عظمت پر سر عقیدت خم کیا، جب یہاں کا انتظام ہر طرح مکمل ہو گیا تو جاپانیر کے قلعوں پر شاہی جھنڈے نصب ہوئے۔

دریا خان کے اہل و عیال گرفتار اور اس کا مال و اسباب ضبط کیا گیا، جب تمام ملک زیر نگین ہو گیا، تو قلمدانِ وزارت برہان الملک بنیانی کو مرحمت ہوا اور شمشیر سپہ سالاری سلطان عالم خان لودھی کے زیب کمر ہوئی، سلطان عالم خان لودھی نے بادشاہ سے سفارش کر کے عماد الملک کو بھی دربار میں بلوایا اور اس کا قصور معاف ہو کر اس کو بھروج اور سورت دو وسیع پرگنوں کی جاگیر کی سند عطا کی گئی۔

گے جس کا فرد کرنا مشکل ہو جائے گا۔

اس وقت چار امرا عالم خان لودھی، وجیہ الملک، مجاہد خان اور عماد الملک کا زیادہ اثر و اقتدار تھا، انہوں نے مشورہ کیا کہ حالت موجودہ میں ہم بادشاہ سے کسی صورت میں ایمن سے نہیں رہ سکتے، ممکن ہے کہ وہ دوسرے امرا سے دربار سے اپنا رسوخ پیدا کر کے ہم کو فنا کر دے، بہتر ہے کہ بادشاہ کو اندھا کر دیا جائے اور ملک کو باہم تقسیم کر کے دائمی مصالحت کا اقرار و معاہدہ کیا جائے۔

بادشاہ اگرچہ محصور تھا مگر پھر بھی بادشاہ تھا اس کو بھی لحظہ لحظہ کی خبریں پہنچتی تھیں، اس منصوبہ کی خبر بھی پہنچ گئی، اس نے دوسرے امرا سے ساز باز کر کے رفتہ رفتہ اپنی طاقت ایسی بڑھائی کہ وجیہ الملک اور عالم خان کی کچھ ہستی باقی نہ رہی، جب انہوں نے دیکھا کہ ہمارے اقبال کا ستارہ گردش میں ہے تو شہر چھوڑ کر جہاں موقع پایا بھاگ گئے۔

عالم خان لودھی بھڑوچ چلا گیا، عماد الملک پہلے سے جاگیر پر مقیم تھا۔ وجیہ الملک کسی جگہ جا کر گوشہ نشین ہو گیا، لیکن پھر سب اپنے اپنے درد کی وجہ سے ایک جگہ جمع ہو گئے، عماد الملک گرگ باران دیدہ تھا، اس نے ایک طویل عریضہ بندگان شاہی کی خدمت میں لکھا، جس میں ابتداء معافی تقصیرات کی درخواست تھی، بعد ازاں اپنی خدمات کا تذکرہ تھا اور ساتھ ہی اس وقت کی نازک حالت دکھلائی تھی کہ شیر شاہ شاہِ دہلی آج کل بلائے آسمانی بن کر بڑی بڑی سلطنتوں کو تباہ کر رہا ہے۔ اگر دریا خان اور عالم خان اس کی ملازمت میں چلے گئے، تو اس میں دو نقصان ہیں ایک تو قدیم الخدمت سردار دشمن کی ملازمت میں چلے جائیں گے، دوسرے ان کی رہنمائی میں اگر شیر شاہ نے حملہ کر دیا تو اس کا مقابلہ تقدیر کا مقابلہ ہو گا۔ بہتر ہے کہ ان کو اطراف ملک میں وسیع جاگیریں دی جائیں جس میں بہت فائدے ہیں۔ اول قدیمانِ درگاہ درگاہ میں رہیں گے، دوسرے بیرونی حملوں کے وقت جان و دل سے مدافعت کریں گے، تیسرے جو ندامت انہیں اس نازیبا فعل

گے جس کا فرد کرنا مشکل ہو جائے گا۔

اس وقت چار امرا عالم خان لودھی، وجیہ الملک، مجاہد خان اور عماد الملک کا زیادہ اثر و اقتدار تھا، انہوں نے مشورہ کیا کہ حالت موجودہ میں ہم بادشاہ سے کسی صورت میں ایمن سے نہیں رہ سکتے، ممکن ہے کہ وہ دوسرے امرا سے دربار سے اپنا رسوخ پیدا کر کے ہم کو فنا کر دے، بہتر ہے کہ بادشاہ کو اندھا کر دیا جائے اور ملک کو باہم تقسیم کر کے دائمی مصالحت کا اقرار و معاہدہ کیا جائے۔

بادشاہ اگرچہ محصور تھا مگر پھر بھی بادشاہ تھا اس کو بھی لحظہ لحظہ کی خبریں پہنچتی تھیں، اس منصوبہ کی خبر بھی پہنچ گئی، اس نے دوسرے امرا سے ساز باز کر کے رفتہ رفتہ اپنی طاقت ایسی بڑھائی کہ وجیہ الملک اور عالم خان کی کچھ ہستی باقی نہ رہی، جب انہوں نے دیکھا کہ ہمارے اقبال کا ستارہ گردش میں ہے تو شہر چھوڑ کر جہاں موقع پایا بھاگ گئے۔

عالم خان لودھی بھڑوچ چلا گیا، عماد الملک پہلے سے جاگیر پر مقیم تھا۔ وجیہ الملک کسی جگہ جا کر گوشہ نشین ہو گیا، لیکن پھر سب اپنے اپنے درد کی وجہ سے ایک جگہ جمع ہو گئے، عماد الملک گرگ باران دیدہ تھا، اس نے ایک طویل عریضہ بندگان شاہی کی خدمت میں لکھا، جس میں ابتداء معافی تقصیرات کی درخواست تھی، بعد ازاں اپنی خدمات کا تذکرہ تھا اور ساتھ ہی اس وقت کی نازک حالت دکھلائی تھی کہ شیر شاہ شاہِ دہلی آج کل بلائے آسمانی بن کر بڑی بڑی سلطنتوں کو تباہ کر رہا ہے۔ اگر دریا خان اور عالم خان اس کی ملازمت میں چلے گئے، تو اس میں دو نقصان ہیں ایک تو قدیم الخدمت سردار دشمن کی ملازمت میں چلے جائیں گے، دوسرے ان کی رہنمائی میں اگر شیر شاہ نے حملہ کر دیا تو اس کا مقابلہ تقدیر کا مقابلہ ہو گا۔ بہتر ہے کہ ان کو اطراف ملک میں وسیع جاگیریں دی جائیں جس میں بہت فائدے ہیں۔ اول قدیمانِ درگاہ درگاہ میں رہیں گے، دوسرے بیرونی حملوں کے وقت جان و دل سے مدافعت کریں گے، تیسرے جو ندامت انہیں اس ناز یبا فعل

وتوسیع سلطنت میں اپنی جانیں قربان کریں، اس وقت اس ملک کا کچھ حصہ کولیوں اور گورسیوں (گوجروں) کے قبضہ میں تھا اور انہوں نے کبھی معاملہ زمین نہیں دیا تھا، ایک تو یہ وجہ تھی کہ ان کا دعویٰ تھا کہ ہم گجرات کے سلاطین کے بھائی بند ہیں، دوسرے گجرات کی بہادر قوموں میں ان کا شمار ہوتا تھا اور ان کی شجاعت کو ہر زمانہ میں بادشاہ وقت تسلیم کرتے رہے تھے، منتخب شاہی فوج انہی دو خاندانوں سے بھرتی کی جاتی تھی، بادشاہ نے گورسیوں اور کولیوں کا علاقہ موسومہ وائٹہ ضبط کیا تو سلطنت کے گوشہ گوشتہ میں کھلبلی مچ گئی۔

ایذر، سروہی، ڈونگر پور، بانس بلہ، لونا واڑہ، مہی کانٹھ، ہلود کے کولی اور گورسی راجہ جمع ہو گئے اور باہم معاہدہ کیا کہ یا تو فنا ہو جائیں گے، یا سلطنت کا تختہ الٹ دیں گے، مگر معاملہ زمین نہیں دا کریں گے، انہوں نے متفقہ مقابلہ کیا اور شاہی لشکر کو اس قدر قتل کیا کہ میدان کارزار میں کشتیوں کے پشتے لگ گئے، آخر کولی اور گورسی رعیت تھے اور سلطان محمود خان بادشاہ تھا ذرہ اور پہاڑ کا مقابلہ تھا ان کے اکثر بہادر مارے گئے اور اپنا نام دنیا میں چھوڑ گئے، بادشاہ کے لشکر کو چونکہ بہت نقصان پہنچا تھا، اس لئے اس نے حکم جاری کیا کہ جہاں کہیں گورسی اور کولی ملیں ان کو قتل کر دیا جائے، جو لوگ ان میں سے باقی رہ گئے، انہوں نے اپنی ذات[1] تبدیل کر دی، یہی وجہ ہے کہ آج کل گجرات دکن کی مردم شماری میں گوجروں کی تعداد کم نظر آتی ہے حالانکہ گجرات انہیں کے نام سے آباد ہوا تھا۔

مؤلف: گجرات میں گوجروں کے کم ہونے کے دو سبب ہیں۔

اول: اس قسم کا قتل عام کئی دفعہ ہوا، دوسرے دو تین دفعہ قحط سالی کی وجہ سے گوجر شمالی پنجاب کے پہاڑوں میں ہجرت کر کے چلے گئے۔

---

[1] ہمارے خیال میں تمام گوجر قبائل کولیوں کے ساتھ تھے، جب اس قوم پر قہر سلطانی ہوا تو شاہی فرمان جاری کیا گیا کہ یہ لوگ اپنے صافہ پر سرخ کپڑے کا نشان ٹانکیں جو غلامی و ذلت کی علامت ہے، اس وجہ سے لوگوں نے اپنی ذلت تبدیل کر دی۔

وتوسیع سلطنت میں اپنی جانیں قربان کریں، اس وقت اس ملک کا کچھ حصہ کولیوں اور گورسیوں (گوجروں) کے قبضہ میں تھا اور انہوں نے کبھی معاملہ زمین نہیں دیا تھا، ایک تو یہ وجہ تھی کہ ان کا دعویٰ تھا کہ ہم گجرات کے سلاطین کے بھائی بند ہیں، دوسرے گجرات کی جہادر قوموں میں ان کا شمار ہوتا تھا اور ان کی شجاعت کو ہر زمانہ میں بادشاہ وقت تسلیم کرتے رہے تھے، منتخب شاہی فوج انہی دو خاندانوں سے بھرتی کی جاتی تھی، بادشاہ نے گورسیوں اور کولیوں کا علاقہ موسومہ وانٹہ ضبط کیا تو سلطنت کے گوشہ گوشہ میں کھلبلی مچ گئی۔

ایذر، سروہی، ڈونگر پور، بانس بلہ، لونا واڑہ، مہی کانٹھ، ہلود کے کولی اور گورسی راجہ جمع ہو گئے اور باہم معاہدہ کیا کہ یا توفنا ہو جائیں گے یا سلطنت کا تختہ الٹ دیں گے، مگر معاملہ زمین نہیں دا کریں گے، انہوں نے متفقہ مقابلہ کیا اور شاہی لشکر کو اس قدر قتل کیا کہ میدان کارزار میں کشتیوں کے پشتے لگ گئے، آخر کولی اور گورسی رعیت تھے اور سلطان محمود خان بادشاہ تھا ذرہ اور پہاڑ کا مقابلہ تھا ان کے اکثر بہادر مارے گئے اور اپنا نام دنیا میں چھوڑ گئے، بادشاہ کے لشکر کو چونکہ بہت نقصان پہنچا تھا، اس لئے اس نے حکم جاری کیا کہ جہاں کہیں گورسی اور کولی ملیں ان کو قتل کر دیا جائے، جو لوگ ان میں سے باقی رہ گئے، انہوں نے اپنی ذات[1] تبدیل کر دی، یہی وجہ ہے کہ آج کل گجرات دکن کی مردم شماری میں گوجروں کی تعداد کم نظر آتی ہے حالانکہ گجرات انہیں کے نام سے آباد ہوا تھا۔

مؤلف: گجرات میں گوجروں کے کم ہونے کے دو سبب ہیں۔

اول: اس قسم کا قتل عام کئی دفعہ ہوا، دوسرے دو تین دفعہ قحط سالی کی وجہ سے گوجر شمالی پنجاب کے پہاڑوں میں ہجرت کر کے چلے گئے۔

---

[1] ہمارے خیال میں تمام گوجر قبائل کولیوں کے ساتھ تھے، جب اس قوم پر قہر سلطانی ہوا تو شاہی فرمان جاری کیا گیا کہ یہ لوگ اپنے صافہ پر سرخ کپڑے کا نشان ٹانکیں جو غلامی و ذلت کی علامت ہے، اس وجہ سے لوگوں نے اپنی ذلت تبدیل کر دی۔

شاہی خاندان سے رضی الملک ایک شہزادے کو سلطان احمد کا لقب دے کر 15 ربیع الاول 961ھ کو محمود آباد میں تخت نشین کیا، مگر یہ برائے نام بادشاہ تھا، سلطنت کا تمام کاروبار وزراء کے ہاتھ میں تھا، عہدۂ وزارت پر اعتماد خان اور سپہ سالاری کے منصب پر ناصر الملک ممتاز تھے، مبارک شاہ والئے آسیر و برہان پور سلطان احمد خان کی تخت نشینی سے ناراض تھا، مقابلہ کے لئے لشکر لے کر دریائے نربدا کے کنارے بھڑوچ کے مقابل خیمہ زن ہوا، دوسری طرف اعتماد خان اور دیگر امراء نے مبارک شاہ کی مدافعت کے لئے دریائے نربدا کے دوسرے کنارے پر صفیں آراستہ کیں، لیکن صلح ہوگئی، بدقسمتی سے اعتماد خان اور ناصر الملک کے اتحاد میں رخنہ پڑ گیا، سید مبارک، اعتماد خان پر اعتماد رکھتا تھا اور دوسرے امراء ناصر الملک کے حامی تھے، غرض سید مبارک اور ناصر الملک کے مابین خون ریز جنگ ہوئی۔ سید مبارک نے شکست کھائی اور اس کے اکثر خویش و اقارب میدان کارزار میں کام آئے۔

اعتماد خان نے جب دیکھا کہ اس کی جان خطرہ میں ہے، تو وہ سید مبارک شاہ کے پاس چلا گیا اور ناصر الملک بلا شرکت غیرے مدار المہام و مختار کل ہو گیا، بادشاہ کے معتمد اس وقت الغ بیگ حبشی اور عماد الملک رومی تھے، بظاہر تو یہ دونوں ناصر الملک کے دوست تھے، مگر خفیہ طور پر وہ مبارک شاہ اور اعتماد خان سے ملے ہوئے تھے، اور ہمیشہ اس فکر میں رہتے تھے کہ موقع ملے تو ناصر الملک کا تختہ الٹ دیں، وہ مبارک شاہ سے ساز باز کر کے بادشاہ کو پوشیدہ طور پر سید مبارک کے لشکر گاہ میں لے گئے، اس سیاسی چال سے ناصر الملک بے دست و پا ہو گیا اور سید مبارک اور اعتماد خان فتح و نصرت کے پرچم اڑاتے ہوئے، بادشاہ کو لے کر احمد آباد میں چلے آئے، اس اثناء میں ایک اور فتنہ برپا ہوا، اختیار الملک حسن خان دکنی اور فتح خان بلوچ جو امرائے عظام سے تھے، سید مبارک اور اعتماد خان کے مخالف ہو گئے، انہوں نے سلطان احمد کے چچا ساہو سلطان کو تخت نشین کر کے اس

شاہی خاندان سے رضی الملک ایک شہزادے کو سلطان احمد کا لقب دے کر 15 ربیع الاول 961ھ کو محمود آباد میں تخت نشین کیا، مگر یہ برائے نام بادشاہ تھا، سلطنت کا تمام کاروبار وزراء کے ہاتھ میں تھا، عہدۂ وزارت پر اعتماد خان اور سپہ سالاری کے منصب پر ناصر الملک ممتاز تھے، مبارک شاہ والئے آسیر و برہان پور سلطان احمد خان کی تخت نشینی سے ناراض تھا، مقابلہ کے لئے لشکر لے کر دریائے نربدا کے کنارے بھڑوچ کے مقابل خیمہ زن ہوا، دوسری طرف اعتماد خان اور دیگر امراء نے مبارک شاہ کی مدافعت کے لئے دریائے نربدا کے دوسرے کنارے پر صفیں آراستہ کیں، لیکن صلح ہوگئی، بدقسمتی سے اعتماد خان اور ناصر الملک کے اتحاد میں رخنہ پڑ گیا، سید مبارک، اعتماد خان پر اعتماد رکھتا تھا اور دوسرے امراء ناصر الملک کے حامی تھے، غرض سید مبارک اور ناصر الملک کے مابین خون ریز جنگ ہوئی۔ سید مبارک نے شکست کھائی اور اس کے اکثر خویش و اقارب میدان کارزار میں کام آئے۔

اعتماد خان نے جب دیکھا کہ اس کی جان خطرہ میں ہے، تو وہ سید مبارک شاہ کے پاس چلا گیا اور ناصر الملک بلاشرکت غیرے مدارالمہام و مختار کل ہوگیا، بادشاہ کے معتمد اس وقت الغ بیگ حبشی اور عماد الملک رومی تھے، بظاہر تو یہ دونوں ناصر الملک کے دوست تھے، مگر خفیہ طور پر وہ مبارک شاہ اور اعتماد خان سے ملے ہوئے تھے، اور ہمیشہ اس فکر میں رہتے تھے کہ موقع ملے تو ناصر الملک کا تختہ الٹ دیں، وہ مبارک شاہ سے ساز باز کر کے بادشاہ کو پوشیدہ طور پر سید مبارک کے لشکر گاہ میں لے گئے، اس سیاسی چال سے ناصر الملک بے دست و پا ہوگیا اور سید مبارک اور اعتماد خان فتح و نصرت کے پرچم اڑاتے ہوئے، بادشاہ کو لے کر احمد آباد میں چلے آئے، اس اثناء میں ایک اور فتنہ برپا ہوا، اختیار الملک حسن خان دکنی اور فتح خان بلوچ جو امرائے عظام سے تھے، سید مبارک اور اعتماد خان کے مخالف ہوگئے، انہوں نے سلطان احمد کے چچا ساہو سلطان کو تخت نشین کر کے اس

حاجی خان کی لشکر کشی میں سید مبارک اور بادشاہ کا ضرور اشارہ ہے۔ بالاتفاق قرار پایا کہ اس سے پہلے کہ حاجی خان سید مبارک شاہ سے ملے، مبارک شاہ کا کام تمام کر دیا جائے، چنانچہ لشکر عظیم لے کر سید مبارک شاہ پر چڑھائی کی اور اس کو قتل کر دیا۔

اس فتح کے بعد اعتماد خان اور عماد الملک بادشاہ کو احمد آباد لے آئے اور سلطنت کا نظم و نسق باہمی اتفاق سے کرنے لگے لیکن بدقسمتی سے پھر ان میں مخالفت کی آگ بھڑک اٹھی اور انہوں نے ایک دوسرے کے نکالنے کے لئے ریشہ دوانی شروع کر دی، اعتماد خان نے اپنے قدیم دوست تاتار خان غوری کو جوناگڈھ سے مع فوج کے بلایا اور عماد الملک پر زور ڈالا کہ وہ یا تو مقابلہ پر آمادہ ہو، یا دربار چھوڑ کر جاگیر پر چلا جائے، عماد الملک جان بچا کر الغ خان حبشی کے ہمراہ بڑودہ چلا گیا اور پھر بڑودہ سے بھروچ آ گیا۔

اعتماد خان حاجی خان کو جس نے سید مبارک شاہ کو شکست دی تھی، بادشاہ سے جاگیر دلوا کر سلطنت کا ایک رکن بنا دیا۔

اب اعتماد خان کو اور تو کسی قسم کا اندیشہ نہیں تھا، البتہ عماد الملک کا خدشہ ضرور باقی تھا، کچھ عرصہ کے بعد اس کا یہ خطرہ بھی جاتا رہا کیونکہ اب اس خبر کی تصدیق ہو گئی تھی کہ عماد الملک کو اس کے سالے اختیار خان نے فریب سے قتل کر دیا ہے۔ اس زمانہ میں چیزوں اور ... کے لوگ گروہ در گروہ گجرات میں جمع ہو گئے تھے، جو بالعموم ہر ایک ہنگامہ میں حصہ لیتے تھے اور بادشاہ کے نزدیک ان کی توقیر روز بروز بڑھتی جاتی تھی۔ بادشاہ نے ایک دن نشہ کی حالت میں تلوار کھینچ کر کیلے کے درخت کے دو ٹکڑے کر دیئے اور کہا کہ ہم اعتماد خان کے اس طرح ٹکڑے کر دیں گے۔ اس خبر کے سننے سے اعتماد خان کو جان کا خطرہ پیدا ہوا کیونکہ بادشاہ کی طاقت ان دنوں اس قدر بڑھ گئی تھی کہ وہ فوج کی حفاظت کے بغیر شکار کو اکیلا چند میل تک چلا جاتا تھا اور تمام ملک اس کے اشارہ پر چلتا تھا اور کسی کو چون و چرا کی مجال نہیں تھی، بظاہر تو بادشاہ اور اس کے وزیر اعتماد خان میں اس قدر اتفاق تھا کہ

حاجی خان کی لشکر کشی میں سید مبارک اور بادشاہ کا ضرور اشارہ ہے۔ بالاتفاق قرار پایا کہ اس سے پہلے کہ حاجی خان سید مبارک شاہ سے ملے، مبارک شاہ کا کام تمام کر دیا جائے، چنانچہ لشکر عظیم لے کر سید مبارک شاہ پر چڑھائی کی اور اس کو قتل کر دیا۔

اس فتح کے بعد اعتماد خان اور عماد الملک بادشاہ کو احمد آباد لے آئے اور سلطنت کا نظم و نسق باہمی اتفاق سے کرنے لگے لیکن بدقسمتی سے چھر ان میں مخالفت کی آگ بھڑک اٹھی اور انہوں نے ایک دوسرے کے نکالنے کے لئے ریشہ دوانی شروع کر دی، عماد خان نے اپنے قدیم دوست تاتار خان غوری کو جونا گڈھ سے مع فوج کے بلایا اور عماد الملک پر زور ڈالا کہ وہ یا تو مقابلہ پر آمادہ ہو، یا دربار چھوڑ کر جاگیر پر چلا جائے، عماد الملک جان بچا کر ... کی ہمراہ ... بڑودہ چلا گیا اور پھر بڑودہ سے بھروچ آ گیا۔

عماد خان حاجی خان کو جس نے سید مبارک شاہ کو شکست دی تھی، بادشاہ سے جاگیر دلوا کر سلطنت کا ایک رکن بنا دیا۔

اب اعتماد خان کو اور تو کسی قسم کا اندیشہ نہیں ... البتہ ... الملک کا خدشہ ... باقی تھا، کچھ عرصہ ... کے ... کا یہ خطرہ بھی جاتا ... کیونکہ اب اس خبر کی تصدیق ... گئی کہ عماد الملک ... کے ... اختیار ... نے فریب سے قتل کر دیا ہے۔ اس زمانہ ... کے ... گروہ ... گجرات میں جمع ہو گئے تھے ... بالعموم ہر ایک ہنگامہ میں ... لیتے تھے اور بادشاہ کے ... ان کی ... روز بروز ... جاتی تھی۔ بادشاہ نے ایک دن نشہ ... تلوار کھینچ کر کیلے کے درخت کے دو ٹکڑے کر دیئے اور کہا کہ ہم اعتماد خان کے ... طرح ٹکڑے کر دیں گے۔ اس خبر کے سننے سے اعتماد خان کو جان کا خطرہ پیدا ہوا کیونکہ بادشاہ کی طاقت ان ... اس قدر بڑھ گئی تھی کہ وہ فوج کی حفاظت کے بغیر شہر کو اکیلا چند میل تک چلا جاتا تھا اور تمام ملک اس کے اشارہ پر چلتا تھا اور کسی کو چون و چرا کی مجال نہیں تھی، بظاہر تو بادشاہ اور اس کے وزیر اعتماد خان میں اس قدر اتفاق تھا کہ

اور جھاڑ اور فانوس روشن کر دیئے، بادشاہ سادہ لوح تھا اس کے چکمے میں آ گیا اور محل میں چلا گیا، دوسرے کمرے میں اعتماد خان کو بلا کر بٹھا دیا اور بادشاہ سے کہا کہ کل اعتماد خان کو قتل کرنے کا ارادہ ہے، بادشاہ سن کر بہت خوش ہوا اور کہا کہ جس وقت اعتماد خان کے قتل کی تصدیق ہو، وزارتِ عظمٰی کا منصب آپ کو عطا کیا جائے گا، جب بادشاہ محل شاہی کو جانے لگا تو اعتماد خان بھی دوسرے کمرے سے نکل کر بادشاہ کے آگے ہو گیا اور کہا کہ جہان پناہ جو کچھ حضور نے کہا ہے وہ لفظ بلفظ میں نے سنا ہے، کیا میری خدمات کا یہی صلہ ہے کہ حضور میرے قتل کے لئے آمادہ ہیں، اعتماد خان یہ کہہ رہا تھا کہ اس کے سپاہی نے تلوار مار کر بادشاہ کا سر الگ کر دیا، صبح ہوتے ہی بادشاہ کی شہادت کی خبر ہر طرف پھیل گئی اور لوگ جوق در جوق جمع ہو گئے اور احمد شاہ بانی احمد آباد کے مقبرہ میں دفن کیا گیا۔

کسی شاعر نے اس کی شہادت کی تاریخ بیگناہ مقتول شد بہت اچھی لکھی ہے۔

شکوہِ تاج سلطانی کہ بیم جان دران باشد
کلاہِ دل کش است اتا بہ دردسر نمی ارزد

سلطان مظفر عرف نتھو خان آخری سلطان گجرات

سلطان احمد ثانی کی شہادت کے بعد 968ء میں سلطان مظفر خان تخت نشین ہوا اس کی نسبت یہ روایت ہے کہ جب سلطان احمد ثانی شہید ہوا اور بظاہر کوئی وارث تخت و تاج نہ رہا تو اعتماد خان وزیر اعظم نے نتھو نام ایک لڑکے کو پیش کیا اور حلفاً کہا کہ یہ لڑکا سلطان محمود ثانی کا بیٹا ہے جو ایک لونڈی کے شکم سے ہے جب اس کی والدہ حاملہ تھی تو بادشاہ نے پوشیدہ طور پر اس کی والدہ کی حفاظت و پرداخت میرے سپرد کی تھی، جب یہ لڑکا پیدا ہوا تو میں نے شہزادوں کی طرح اس کی تربیت کی، جس سے اس نے ہر طرح کی جسمانی اور روحانی ترقی پائی۔ یہ بہت ذہین، معاملہ فہم اور سعادت مند شہزادہ ہے اور یہ سلاطین گجرات کے تخت و

اور جھاڑ اور فانوس روشن کر دیئے، بادشاہ سادہ لوح تھا اس کے چکمے میں آ گیا اور محل میں چلا گیا، دوسرے کمرے میں اعتماد خان کو بلا کر بٹھا دیا اور بادشاہ سے کہا کہ کل اعتماد خان کو قتل کرنے کا ارادہ ہے، بادشاہ سن کر بہت خوش ہوا اور کہا کہ جس وقت اعتماد خان کے قتل کی تصدیق ہو، وزارتِ عظمیٰ کا منصب آپ کو عطا کیا جائے گا، جب بادشاہ محل شاہی کو جانے لگا تو اعتماد خان بھی دوسرے کمرے سے نکل کر بادشاہ کے آگے ہو گیا اور کہا کہ جہان پناہ جو کچھ حضور نے کہا ہے وہ لفظ بلفظ میں نے سنا ہے، کیا میری خدمات کا یہی صلہ ہے کہ حضور میرے قتل کے لئے آمادہ ہیں، اعتماد خان یہ کہہ رہا تھا کہ اس کے سپاہی نے تلوار مار کر بادشاہ کا سر الگ کر دیا، صبح ہوتے ہی بادشاہ کی شہادت کی خبر ہر طرف پھیل گئی اور لوگ جوق در جوق جمع ہو گئے اور احمد شاہ بانی احمد آباد کے مقبرہ میں دفن کیا گیا۔

کسی شاعر نے اس کی شہادت کی تاریخ بیگناہ مقتول شد بہت اچھی لکھی ہے۔

شکوہِ تاج سلطانی کہ بیم جان دران باشد
کلاہِ دل کش است اتا بہ دردسر نمی ارزد

سلطان مظفر عرف نتھو خان آخری سلطان گجرات

سلطان احمد ثانی کی شہادت کے بعد 968ء میں سلطان مظفر خان تخت نشین ہوا اس کی نسبت یہ روایت ہے کہ جب سلطان احمد ثانی شہید ہوا اور بظاہر کوئی وارث تخت و تاج نہ رہا تو اعتماد خان وزیر اعظم نے نتھو نام ایک لڑکے کو پیش کیا اور حلفاً کہا کہ یہ لڑکا سلطان محمود ثانی کا بیٹا ہے جو ایک لونڈی کے شکم سے ہے جب اس کی والدہ حاملہ تھی تو بادشاہ نے پوشیدہ طور پر اس کی والدہ کی حفاظت و پرداخت میرے سپرد کی تھی، جب یہ لڑکا پیدا ہوا تو میں نے شہزادوں کی طرح اس کی تربیت کی، جس سے اس نے ہر طرح کی جسمانی اور روحانی ترقی پائی۔ یہ بہت ذہین، معاملہ فہم اور سعادت مند شہزادہ ہے اور یہ سلاطین گجرات کے تخت و

دربار اس کے مخالف ہو گئے ہیں اور ہر طرف طوائف الملو کی کا دور دورہ ہے اور اس کے لئے اب کوئی ملجا و ماوی نہیں رہا ہے تو اس نے اکبر بادشاہ کے دربار میں پوشیدہ طور پر عریضہ لکھا کہ گجرات کی حالت تباہ ہو گئی ہے اور امرائے دربار ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہیں اگر موکب ہمایوں ایسے وقت میں گجرات پہنچ جائے تو جنگ و جدل کے بغیر یہ ملک شہنشاہ کے قبضہ میں آ سکتا ہے اور بندۂ درگاہ ہر قسم کی امداد اور خدمت کے لئے بجان و دل حاضر ہے، چنانچہ اس روایت کا ثبوت اس واقعہ سے ملتا ہے کہ جب نہر والہ میں موکب سلطانی پہنچا تو اعتماد خان کے پاس ایک درباری بھیجا گیا، اعتماد خان نے بندگان شاہی کو یقین دلایا کہ میدان خالی ہے لشکر کو آگے بڑھایا جائے جب لشکر نہر والہ سے ڈیسہ پہنچا، تو مظفر اور شیر خان بغیر مقابلہ و مجادلہ کے بادشاہ کو لے کر سورت کے پہاڑوں میں چلے گئے اور اعتماد خان شاہی فوج کے سرداروں سے مل گیا، اکبر بادشاہ نے مظفر شاہ اور اس کے ہمراہیوں کو گرفتار کر لیا اور دربار شاہی میں حاضر کیا۔ اکبر بادشاہ نے سلطان مظفر شاہ کو ایک سپہ سالار کے سپرد کیا، مظفر شاہ قید کی حالت میں بے سروسامانی سے وقت گزارنے لگا اتفاقاً ایک دن اس کو موقعہ مل گیا اور وہ قید سے بھاگ نکلا اور بھیس بدل کر بصورت گدا آوارۂ شہر و دیار رہا، جب اس نے دیکھا کہ بادشاہ کے مجتبیسن اس کی تلاش میں پھر رہے ہیں تو اس نے ایسی بُری زندگی سے نجات حاصل کرنے کے لئے 1000ء میں خودکشی کر لی جس سے گجرات کے شاہانِ گوجر کا خاتمہ ہو گیا اور یہ سلطنت اکبر بادشاہ کی سلطنت میں شامل ہو گئی۔

این ہمہ ہیچ است چون می گزرو
بخت و تخت و امر و نہی و گیرو دار

ابو الفضل مظفر خان اور اس کے جانشینوں کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتا ہے

چون روز گار او بسر آمد، بدستیاری امراء مظفر خان پورا و جانشین گردیدو سلطان مظفر خطاب یافت بہ نیکوئی بسر برد، شاہ اسمٰعیل صفوی گزیدہ کالائے عراق

دربار اس کے مخالف ہو گئے ہیں اور ہر طرف طوائف الملوکی کا دور دورہ ہے اور اس کے لئے اب کوئی ملجا و ماوی نہیں رہا ہے تو اس نے اکبر بادشاہ کے دربار میں پوشیدہ طور پر عریضہ لکھا کہ گجرات کی حالت تباہ ہوگئی ہے اور امرائے دربار ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہیں اگر موکب ہمایوں ایسے وقت میں گجرات پہنچ جائے تو جنگ و جدل کے بغیر یہ ملک شہنشاہ کے قبضہ میں آ سکتا ہے اور بندۂ درگاہ ہر قسم کی امداد اور خدمت کے لئے بجان و دل حاضر ہے، چنانچہ اس روایت کا ثبوت اس واقعہ سے ملتا ہے کہ جب نہر والہ میں موکب سلطانی پہنچا تو اعتماد خان کے پاس ایک درباری بھیجا گیا، اعتماد خان نے بندگان شاہی کو یقین دلایا کہ میدان خالی ہے لشکر کو آگے بڑھایا جائے جب لشکر نہر والہ سے ڈیسہ پہنچا، تو مظفر اور شیر خان بغیر مقابلہ و مجادلہ کے بادشاہ کو لے کر سورت کے پہاڑوں میں چلے گئے اور اعتماد خان شاہی فوج کے سرداروں سے مل گیا، اکبر بادشاہ نے مظفر شاہ اور اس کے ہمراہیوں کو گرفتار کر لیا اور دربار شاہی میں حاضر کیا۔ اکبر بادشاہ نے سلطان مظفر شاہ کو ایک سپہ سالار کے سپرد کیا، مظفر شاہ قید کی حالت میں بے سروسامانی سے وقت گزارنے لگا اتفاقاً ایک دن اس کو موقعہ مل گیا اور وہ قید سے بھاگ نکلا اور بھیس بدل کر بصورت گدا آوارۂ شہر و دیار رہا، جب اس نے دیکھا کہ بادشاہ کے مجتسبین اس کی تلاش میں پھر رہے ہیں تو اس نے ایسی بُری زندگی سے نجات حاصل کرنے کے لئے 1000ء میں خودکشی کر لی جس سے گجرات کے شاہانِ گوجر کا خاتمہ ہوگیا اور یہ سلطنت اکبر بادشاہ کی سلطنت میں شامل ہوگئی۔

این ہمہ ہیچ است چون می گزرو
بخت و تخت و امرو نہی و گیرو دار

ابو الفضل مظفر خان اور اس کے جانشینوں کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتا ہے

چون روز گار او بسر آمد، بدستیاری امراء مظفر خان پورا و جانشین گردید۔ سلطان مظفر خطاب یافت بہ نیکوئی بسر برد، شاہ اسمٰعیل صفوی گزیدہ کالائے عراق

مملکت بدین جاوید دولت بازگشت۔

امید کہ طراز ہمیشگی گیرد وکہ ومہ ابدی لشاط اندوزند

ترجمہ: جب سلطان محمود کا زمانہ حیات ختم ہوا ارکانِ دولت کی امداد سے اس کے لڑکے مظفر خان کو اس کی جگہ تخت نشین کیا گیا، مظفر خان سلطان مظفر کے خطاب سے مشہور ہوا اس نے نہایت خوبی سے سلطنت کی، شاہ اسمٰعیل صفوی نے عراق کی چیدہ چیدہ چیزیں بطور تحفہ اس کی درگاہ میں بھیجیں، بادشاہ نے بھی اس کے عوض میں شکریہ ادا کیا اور تحائف بھیجے جب مظفر خان مر گیا تو اس کا فرزند سلطان سکندر کے لقب سے مسند نشین ہوا عماد الملک بدانجام نے اس کو کچھ دنوں کے بعد قتل کر دیا اور اس کے بھائی نصیر خاں کو تخت پر بٹھایا ارکان دولت عماد الملک کی اس نمک حرامی سے سخت مخالف ہو گئے اور اس کی گھات میں بیٹھے تھے (یعنی اس بات کے منتظر تھے کہ موقع ملے تو اس کو قتل کریں) عماد الملک نے بادشاہ گیتی ستان ہمایوں عرش آشیانی (اکبر بادشاہ) سے مدد مانگی اور عرض کی کہ اگر فتحمند سیاہ میری مدد کے لئے آئے تو بندر دیپ مع اپنے متعلقہ پرگنوں اور چند کروڑ سکہ مروجہ کے شہنشاہ کے نذر ہوگا، چونکہ عماد الملک ناشکر گزار تھا، اس کی یہ درخواست منظور نہ ہوئی، اس اثنا میں میں سلطان مظفر کا بیٹا مقربان درگاہ کی خواہش سے دہلی کی ولایت سے پہنچ گیا اور ارکان دولت اس کے مطیع ہو گئے، بہادر خان اپنے باپ کی زندگی میں بھائی کے رشک کی وجہ سے دارالخلافہ میں نہ ٹھہر سکا اور سلطان ابراہیم لودھی کی خدمت میں دہلی جا کر مصاحب ہو گیا، جونپور کے امرا نے اس کی خدمت میں التماس کی کہ وہ آ کر یہاں کی حکومت منظور کرے، وہ اس طرف جانے کو تیار ہی تھا کہ اس وقت اس کے دوستوں نے گجرات سے درخواستیں بھیج کر اپنی اطاعت کا اظہار کیا (اس نے غنیمت سمجھا) اور نہایت خوشی سے دارالسلطنت کی طرف کوچ کیا اور کامیاب ہوا، عدل وسخاوت سے (چند سال تک) سلطنت کی ہر چہار طرف سے باغات سرسبز اور تازہ کئے (یعنی سلطنت کا

مملکت بدین جاوید دولت بازگشت۔

امید کہ طراز ہمیشگی گیرد و کہ ومہ ابدی لشاط اندوزند

ترجمہ: جب سلطان محمود کا زمانہ حیات ختم ہوا ارکانِ دولت کی امداد سے اس کے لڑکے مظفر خان کو اس کی جگہ تخت نشین کیا گیا، مظفر خان سلطان مظفر کے خطاب سے مشہور ہوا اس نے نہایت خوبی سے سلطنت کی، شاہ اسمٰعیل صفوی نے عراق کی چیدہ چیدہ چیزیں بطور تحفہ اس کی درگاہ میں بھیجیں، بادشاہ نے بھی اس کے عوض میں شکریہ ادا کیا اور تحائف بھیجے جب مظفر خان مر گیا تو اس کا فرزند سلطان سکندر کے لقب سے مسند نشین ہوا عماد الملک بد انجام نے اس کو کچھ دنوں کے بعد قتل کر دیا اور اس کے بھائی نصیر خاں کو تخت پر بٹھایا ارکان دولت عماد الملک کی اس نمک حرامی سے سخت مخالف ہو گئے اور اس کی گھات میں بیٹھے تھے (یعنی اس بات کے منتظر تھے کہ موقع ملے تو اس کو قتل کریں) عماد الملک نے بادشاہ گیتی ستان ہمایوں عرش آشیانی (اکبر بادشاہ) سے مدد مانگی اور عرض کی کہ اگر فتحمند سیاہ میری مدد کے لئے آئے تو بندر دیپ مع اپنے متعلقہ پرگنوں اور چند کروڑ سکہ مروجہ کے شہنشاہ کے نذر ہو گا، چونکہ عماد الملک ناشکر گزار تھا، اس کی یہ درخواست منظور نہ ہوئی، اس اثنا میں سلطان مظفر کا بیٹا مقربانِ درگاہ کی خواہش سے دہلی کی ولایت سے پہنچ گیا اور ارکان دولت اس کے مطیع ہو گئے، بہادر خان اپنے باپ کی زندگی میں بھائی کے رشک کی وجہ سے دارالخلافہ میں نہ ٹھہر سکا اور سلطان ابراہیم لودھی کی خدمت میں دہلی جا کر مصاحب ہو گیا، جونپور کے امرا نے اس کی خدمت میں التماس کی کہ وہ آ کر یہاں کی حکومت منظور کرے، وہ اس طرف جانے کو تیار ہی تھا کہ اس وقت اس کے دوستوں نے گجرات سے درخواستیں بھیج کر اپنی اطاعت کا اظہار کیا (اس نے غنیمت سمجھا) اور نہایت خوشی سے دارالسلطنت کی طرف کوچ کیا اور کامیاب ہوا، عدل و سخاوت سے (چند سال تک) سلطنت کی ہر چہار طرف سے باغات سرسبز اور تازہ کئے (یعنی سلطنت کا

باب پانزدہم[1]

مختلف اضلاع اور علاقوں کے گوجروں کا اجمالی تذکرہ

(الف)

ضلع اٹک

اس ضلع میں گوجروں کے دیہات کم ہیں جس کی وجہ اس کے سوا کچھ اور نہیں ہے کہ یہ سرزمین گوجر قوم کی ضروریات بہم نہیں پہنچا سکتی اور جن دیہات میں یہ آباد ہیں، مقابلۃً دوسری قوموں سے کم ہیں بالعموم آسودہ حال و محنتی ہیں اور بعض تو گجرات و ہزارہ کے گوجروں کی طرح معزز مفتخر ہیں، مشہور دیہات اس قوم کے اس ضلع میں کالو کلان، موسے، مراڑیہ، پنڈ سلیمان، مکھن، قطبا، نور پور، بہادر خان، لب ٹھٹو، مہار، بدھو، گدھوال، پنڈ، بہوی، سلطان پور، کہولیا، پھلوٹ وغیرہ ہیں، یہ لوگ بیان کرتے ہیں کہ ہم گجرات سے آئے ہیں، جس قدر گوجر گجرات کے سوا دوسرے ضلعوں میں ہیں وہ اکثر یہی بیان کرتے ہیں کہ ہم گجرات سے آئے ہیں، دراصل وہ سب کے سب گجرات پنجاب سے دوسرے اضلاع میں نہیں پھیلے، بلکہ اکثر گجرات دکن سے آئے ہیں، البتہ پونچھ کے گوجروں کے کچھ قبائل گجرات پنجاب سے گئے ہیں، گجرات دکن کی تاریخوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں چند دفعہ قحط پڑا اور گجرات کے راجاؤں سے ہمیشہ گوجر مقابلہ کرتے رہے، اکثر لوگ قحط سالی اور جنگ وجدل کی مصیبت سے پنجاب اور شمالی پہاڑوں میں چلے گئے اور جہاں انھوں نے سرسبز چراگاہ دیکھی، وہیں ڈیرے ڈال دیئے اور اس قوم پر تشتت اور تفرقہ کی جو مصیبت پیش آئی، اس نے اس کے

---

[1] یہ باب ہم نے اضلاع کے گزیٹر اور رپورٹ ہائے بندوبست اور مقامی اشخاص کی اطلاعات سے مرتب کیا ہے، جو حالات ہمیں کوشش سے مل سکے، ان کو درج کیا ہے اگر تمام خاندانوں کے حالات ہمیں مل جائیں تو دوسرے اڈیشن یا تتمہ میں درج کریں گے۔ (مؤلف)

باب پانزدہم[1]

مختلف اضلاع اور علاقوں کے گوجروں کا اجمالی تذکرہ

(الف)

ضلع اٹک

اس ضلع میں گوجروں کے دیہات کم ہیں جس کی وجہ اس کے سوا کچھ اور نہیں ہے کہ یہ سرزمین گوجر قوم کی ضروریات بہم نہیں پہنچا سکتی اور جن دیہات میں یہ آباد ہیں، مقابلۃً دوسری قوموں سے کم ہیں بالعموم آسودہ حال و محنتی ہیں اور بعض تو گجرات و ہزارہ کے گوجروں کی طرح معزز مفتخر ہیں، مشہور دیہات اس قوم کے اس ضلع میں کالو کلان، موسے، مراڑیہ، پنڈ سلیمان، مکھن، قطبا، نور پور، بہادر خان، لب ٹھٹو، مہار، بدھو، گدھوال، پنڈ، بہوی، سلطان پور، کہولیا، پھلوٹ وغیرہ ہیں، یہ لوگ بیان کرتے ہیں کہ ہم گجرات سے آئے ہیں، جس قدر گوجر گجرات کے سوا دوسرے ضلعوں میں ہیں وہ اکثر یہی بیان کرتے ہیں کہ ہم گجرات سے آئے ہیں، دراصل وہ سب کے سب گجرات پنجاب سے دوسرے اضلاع میں نہیں پھیلے، بلکہ اکثر گجرات دکن سے آئے ہیں، البتہ پونچھ کے گوجروں کے کچھ قبائل گجرات پنجاب سے گئے ہیں، گجرات دکن کی تاریخوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں چند دفعہ قحط پڑا اور گجرات کے راجاؤں سے ہمیشہ گوجر مقابلہ کرتے رہے، اکثر لوگ قحط سالی اور جنگ و جدل کی مصیبت سے پنجاب اور شمالی پہاڑوں میں چلے گئے اور جہاں انھوں نے سرسبز چراگاہ دیکھی، وہیں ڈیرے ڈال دیئے اور اس قوم پر تشتت اور تفرقہ کی جو مصیبت پیش آئی، اس نے اس کے

[1] یہ باب ہم نے اضلاع کے گزیٹر اور رپورٹ ہائے بندوبست اور مقامی اشخاص کی اطلاعات سے مرتب کیا ہے، جو حالات ہمیں کوشش سے مل سکے، ان کو درج کیا ہے اگر تمام خاندانوں کے حالات ہمیں مل جائیں تو دوسرے اڈیشن یا تتمہ میں درج کریں گے۔ (مؤلف)

پتی ترک مانک رائے ، پتی ولازاک، سرائے صالح، پتی دولت گوجر ،
پتی ترین درویش۔

احمد شاہ درانی کے آنے سے پہلے قوم ترین نے (پٹھانوں کی شاخ ہے) گوجروں کی روز افزوں طاقت و کثرت کو دیکھ کر گوجروں کے ایک سردار کو فریب سے قتل کر کے ان کے ایک حصہ مقبوضات پر قبضہ کر لیا، ترین چاہتے تھے کہ گوجروں کو ملک سے باہر کر دیا جائے مگر گوجروں کے استقلال و ہمت میں کسی قسم کا تزلزل نہ آیا اور وہ ان کے مقابلہ میں مناسب وقت کا انتظار کرتے رہے، 1762ء میں سردار نجیب اللہ خان ترین کو جس کے نام سے مشہور قصبہ کوٹ نجیب آباد (ریلوے اسٹیشن) آباد ہے، احمد شاہ درانی نے ہزارہ کا حاکم کر دیا یہ سردار 1789ء میں فوت ہو گیا، اس کی وفات پر اس کی بیوی نبی بیگم اور محمد خان فرزند جائیداد کے مالک ہوئے، مگر لوگ ان کے مخالف ہو گئے، نبی بیگم نے یہ عقلمندی کی کہ مقدم مشرف خان کو جو اس علاقہ کا سردار اور ایک صالح ، بہادر منتظم گوجر تھا، اپنے علاقہ کا ناظم مقرر کیا، مقدم مشرف خان نے نہایت جانفشانی و تندہی سے علاقہ کا انتظام کیا، اور مخالفوں کی دست برد سے روک دیا اور زمین کی آبادی کو اس قدر ترقی دی کہ تمام علاقہ سرسبز ہو گیا، 1777ء میں جب محمد خان سن شعور کو پہنچا تو مشرف خان نے انتظام اس کے سپرد کر کے سبکدوشی حاصل کی چونکہ علاقہ کی خوبی انتظام سے مقدم مشرف خان کی شہرت ہو گئی تھی اور اس علاقہ کی قوموں پر اس کا رعب تھا، اس وجہ سے وہ ایک تجربہ کار منتظم رئیس سمجھا جاتا تھا، جب درانی پٹھانوں کی حکومت کا خاتمہ اور سکھوں کا دور شروع ہوا تو سکھوں کو مقدم مشرف خان نے مملکت کے انتظام میں سفید مشورے دیئے چنانچہ سکھوں نے اس خدمت کے صلہ میں مقدم مشرف خان کا محصول زمین 1500 روپیہ بطور جاگیر معاف کر دیا، آخر مقدم مشرف خان موضع چبہ پنڈ کی لڑائی میں شہید ہوا مقدم مشرف خان کی اولاد اب بھی بااقبال ہے اور ان کی ملکیت چند مواضع میں ہے، میر عبداللہ

پتی ترک مانک رائے ، پتی ولازاک، سرائے صالح، پتی دولت گوجر،
پتی ترین درویش۔

احمد شاہ درانی کے آنے سے پہلے قوم ترین نے (پٹھانوں کی شاخ ہے) گوجروں کی روز افزوں طاقت و کثرت کو دیکھ کر گوجروں کے ایک سردار کو فریب سے قتل کر کے ان کے ایک حصہ مقبوضات پر قبضہ کر لیا، ترین چاہتے تھے کہ گوجروں کو ملک سے باہر کر دیا جائے مگر گوجروں کے استقلال و ہمت میں کسی قسم کا تزلزل نہ آیا اور وہ ان کے مقابلہ میں مناسب وقت کا انتظار کرتے رہے، 1762ء میں سردار نجیب اللہ خان ترین کو جس کے نام سے مشہور قصبہ کوٹ نجیب آباد (ریلوے اسٹیشن) آباد ہے، احمد شاہ درانی نے ہزارہ کا حاکم کر دیا یہ سردار 1789ء میں فوت ہو گیا، اس کی وفات پر اس کی بیوی نبی بیگم اور محمد خان فرزند جائیداد کے مالک ہوئے، مگر لوگ ان کے مخالف ہو گئے، نبی بیگم نے یہ عقلمندی کی کہ مقدم مشرف خان کو جو اس علاقہ کا سردار اور ایک صالح ، بہادر منتظم گوجر تھا، اپنے علاقہ کا ناظم مقرر کیا، مقدم مشرف خان نے نہایت جانفشانی و تندہی سے علاقہ کا انتظام کیا، اور مخالفوں کی دست برد سے روک دیا اور زمین کی آبادی کو اس قدر ترقی دی کہ تمام علاقہ سرسبز ہو گیا، 1777ء میں جب محمد خان سن شعور کو پہنچا تو مشرف خان نے انتظام اس کے سپرد کر کے سبکدوشی حاصل کی چونکہ علاقہ کی خوبی انتظام سے مقدم مشرف خان کی شہرت ہو گئی تھی اور اس علاقہ کی قوموں پر اس کا رعب تھا، اس وجہ سے وہ ایک تجربہ کار منتظم رئیس سمجھا جاتا تھا، جب درانی پٹھانوں کی حکومت کا خاتمہ اور سکھوں کا دور شروع ہوا تو سکھوں کو مقدم مشرف خان نے مملکت کے انتظام میں سفید مشورے دیئے چنانچہ سکھوں نے اس خدمت کے صلہ میں مقدم مشرف خان کا محصول زمین 1500 روپیہ بطور جاگیر معاف کر دیا، آخر مقدم مشرف خان موضع چبہ پنڈ کی لڑائی میں شہید ہوا مقدم مشرف خان کی اولاد اب بھی بااقبال ہے اور ان کی ملکیت چند مواضع میں ہے، میر عبداللہ

خان مشہور و نامور سردار گزرا جس کی فطرت میں رعایا کی دلجوئی اور قوم کی ہمدردی ودیعت کی گئی تھی، اس کے دو فرزند سردار محمد علی و صادر علی موجود ہیں۔

کاغان بھی اس ضلع میں نہایت سرسبز، خوشنما اور سرد علاقہ ہے یہاں کثرت سے گوجر آباد ہیں، جو موسم گرما میں اپنی بکریاں اور دیگر مواشی لے کر پہاڑوں پر چلے جاتے ہیں اور موسم سرما میں دامن کوہ میں اتر آتے ہیں، یہ پاکیزہ اخلاق اور بڑے قد و قامت کے خوبصورت جوان ہوتے ہیں۔

مگر علم و فضل سے بالکل بے بہرہ ہیں، ان میں سے ہم نے ایک شخص کو گلستان پڑھاتے دیکھا ہے جو بڑا افاضل سمجھا جاتا تھا لیکن گلستان کی معمولی حکایت کا مطلب بھی صحیح نہیں سمجھ سکتا تھا۔

اس علاقہ میں بالاکوٹ کے چھٹے میل پر برسر راہ ایک پتھر ہے جس کی نسبت یہ مشہور ہے کہ مریم نام ایک عصمت شعار، حیادار، گوجر خاندان کی لڑکی، اپنی قوت خداداد سے اس پتھر کو اُٹھا کر سر تک لے جاتی تھی، جس کو اب پوری طاقت کا جوان زانو تک بھی نہیں اٹھا سکتا، پتھر تو بہت بھاری ہے ممکن ہے کہ ایسا ہو کیونکہ عصمت و حیا خود بہت بڑی طاقت ہے۔

کاغان کے گوجر وہاں کے سادات کی ماتحتی سے بہت تنگ ہیں اور ضلع کے گزیٹیر میں بھی اس کا تذکرہ ہے باوجودیکہ متعدد رعیت پرور حکام نے یہ کوشش کی ہے کہ سادات کے تحکم سے گوجر آزاد ہو جائیں مگر اب تک ان کو یہ آزادی حاصل نہیں ہوئی یہ بہت ذہین و ذکی ہیں، اگر تعلیم حاصل کریں تو ہر قسم کی ذہنی و دماغی ترقی حاصل کر سکتے ہیں، بہرصورت اس ضلع کے میدانی اور پہاڑی گوجروں کی اخلاقی حالت قابل تعریف ہے مالی حالت میدانی گوجروں کی تو اچھی ہے کیونکہ ان کی زمین سیر حاصل ہے مگر پہاڑی گوجروں کی اچھی نہیں ہے وہ نادار ہیں۔

خان مشہور و نامور سردار گزرا جس کی فطرت میں رعایا کی دلجوئی اور قوم کی ہمدردی ودیعت کی گئی تھی، اس کے دو فرزند سردار محمد علی و صادر علی موجود ہیں۔

کاغان بھی اس ضلع میں نہایت سرسبز، خوشنما اور سرد علاقہ ہے یہاں کثرت سے گوجر آباد ہیں، جو موسم گرما میں اپنی بکریاں اور دیگر مواشی لے کر پہاڑوں پر چلے جاتے ہیں اور موسم سرما میں دامن کوہ میں اتر آتے ہیں، یہ پاکیزہ اخلاق اور بڑے قد و قامت کے خوبصورت جوان ہوتے ہیں۔

مگر علم و فضل سے بالکل بے بہرہ ہیں، ان میں سے ہم نے ایک شخص کو گلستان پڑھاتے دیکھا ہے جو بڑا فاضل سمجھا جاتا تھا لیکن گلستان کی معمولی حکایت کا مطلب بھی صحیح نہیں سمجھ سکتا تھا۔

اس علاقہ میں بالاکوٹ کے چھٹے میل پر برسر راہ ایک پتھر ہے جس کی نسبت یہ مشہور ہے کہ مریم نام ایک عصمت شعار، حیادار، گوجر خاندان کی لڑکی، اپنی قوت خداداد سے اس پتھر کو اُٹھا کر سر تک لے جاتی تھی، جس کو اب پوری طاقت کا جوان زانو تک بھی نہیں اٹھا سکتا، پتھر تو بہت بھاری ہے ممکن ہے کہ ایسا ہو کیونکہ عصمت و حیا خود بہت بڑی طاقت ہے۔

کاغان کے گوجر وہاں کے سادات کی ماتحتی سے بہت تنگ ہیں اور ضلع کے گزیٹیر میں بھی اس کا تذکرہ ہے باوجودیکہ متعدد رعیت پرور حکام نے یہ کوشش کی ہے کہ سادات کے تحکم سے گوجر آزاد ہو جائیں مگر اب تک ان کو یہ آزادی حاصل نہیں ہوئی یہ بہت ذہین و ذکی ہیں، اگر تعلیم حاصل کریں تو ہر قسم کی ذہنی و دماغی ترقی حاصل کر سکتے ہیں، بہر صورت اس ضلع کے میدانی اور پہاڑی گوجروں کی اخلاقی حالت قابل تعریف ہے مالی حالت میدانی گوجروں کی تو اچھی ہے کیونکہ ان کی زمین سیر حاصل ہے مگر پہاڑی گوجروں کی اچھی نہیں ہے وہ نادار ہیں۔

بھوانڑی میں (تنور) ساٹل میں (بیدھوڑی) اندرو، گول اور جرولی میں (چاوڑی) باگھور، ساہ رود اور لپالہ اور سرہٹہ اور گوجر مالیر میں (منڈار)

تحصیل کشن گڈھ میں موضع کہروڑہ اور حسین پور میں کھٹانہ اور ترواره میں رہیسا اور جٹیانا، بگھیری میں بھڈانہ در سالکر میں تنور، اور کھیڑہ میں سندیجا اور ڈیگلی میں ڈیگلی اور کیروا میں موہی اور گہراری، سانچوز اور علی پور میں بھیڈی اور پلاسلا میں دریا اور اسمٰعیل پور میں گوگرا۔

تحصیل الور موضع سوتکا میں اوہانی اور ٹودری اور وارث پور میں ڈوئی اور بلرامپور میں ہنسیلا اور کریریا میں رادت اور کمال پور میں ادھانہ اور گوجر باس و گنڈزالہ میں چیچی اور بائیں اور چورے کی اور بونٹولی اور خوشحال گڑھ اور سورہ داس اور بھیلا واس اور روبڑا اور بخت پورہ اور کالا چھوارہ اور سوکولہ اور ڈاٹلی اور اندوک میں ماہوئی وغیرہ۔

تحصیل تھانہ غازی میں موضوع دوہار مالا اور لاہا کا باس اور دو ہار چوگان اور باڈولی اور باؤ گوجراں میں مختلف گوتوں کے گوجر آباد ہیں اور اس ریاست میں اور بھی گوجروں کے بہت سے دیہات ہیں اور مختلف گوت رکھتے ہیں، ریاست کے محکمہ مال سے بہت کچھ تفصیلات معلوم ہوسکتی ہیں اس کی مردم شماری 46000 ہے۔

اجمیر

اس علاقہ میں 36278 گوجروں کی آبادی ہے، جو زیادہ تر کاشتکار ہیں، چند معزز و مقتدر اشخاص ہیں لیکن عام طور پر ان کی مالی حالت اچھی نہیں ہے۔

ریاست اندور

گوجر کاشتکار اور محنتی، مستعد اور وفادار ہیں، ان کی تعداد (28000)

بھوانڑی میں (تنور) سانتل میں (بیدھوڑی) اندرو، گول اور جرولی میں (چاوڑی) باگھور، ساہ رود اور لپالہ اور سرہٹہ اور گوجر مالیر میں (منڈار)

تحصیل کشن گڈھ میں موضع کہروڑہ اور حسین پور میں کھٹانہ اور تردارہ میں ریسا اور جٹیانا، بگھیری میں بھڈانہ ور سالکر میں تنور، اور کھیڑہ میں سندیجا اور ڈیگلی میں ڈیگلی اور کیروا میں موہی اور گہراری، سانچوز اور علی پور میں بھیڈی اور پلاسلا میں دریا اور اسمٰعیل پور میں گوگرا۔

تحصیل الور موضع سوتکا میں اوہانی اور ٹودری اور وارث پور میں ڈوئی اور بلرامپور میں ہنسیلا اور کریریا میں رادت اور کمال پور میں ادھانہ اور گوجر باس و گنڈرالہ میں چیچی اور بائیں اور چورے کی اور بونٹولی اور خوشحال گڑھ اور سورہ داس اور بھیلا و اس اور روبڑا اور بخت پورہ اور کالا چھوارہ اور سوکولہ اور ڈائلی اور اندوک میں ماہوئی وغیرہ۔

تحصیل تھانہ غازی میں موضوع دوہار، مالا اور لاہا کا باس اور دو ہار چوگان اور باڈولی اور باؤ گوجراں میں مختلف گوتوں کے گوجر آباد ہیں اور اس ریاست میں اور بھی گوجروں کے بہت سے دیہات ہیں اور مختلف گوت رکھتے ہیں، ریاست کے محکمہ مال سے بہت کچھ تفصیلات معلوم ہوسکتی ہیں اس کی مردم شماری 46000 ہے۔

اجمیر

اس علاقہ میں 36278 گوجروں کی آبادی ہے، جو زیادہ تر کاشتکار ہیں، چند معزز و مقتدر اشخاص ہیں لیکن عام طور پر ان کی مالی حالت اچھی نہیں ہے۔

ریاست اندور

گوجر کاشتکار اور محنتی، مستعد اور وفادار ہیں، ان کی تعداد (28000)

عمدہ ہیں اور فن سپاہگری میں بھی ممتاز، پہلے اس ضلع میں ان کی تعداد زیادہ تھی، معلوم ہوتا ہے کہ دوسری قوموں میں شامل ہو گئے، یہ کہتے ہیں کہ ہم قحط کے زمانہ میں گجرات کاٹھیاوار سے آئے اور مختلف مقامات پر آباد ہو گئے۔

ضلع بارہ بنکی

اس ضلع میں مسلمان گوجروں کی تعداد کم ہے اور جس قدر ہیں زراعت پیشہ ومحنتی وصلاح اندیش ہیں، ان میں فطری جرأت واولوالعزمی پائی جاتی ہے، جب ان کو کوئی صاف راستہ دکھایا جائے، تو اس پر چلنے لگ جاتے ہیں، ان کے جوان پھرتیلے اور جفاکش ہوتے ہیں، تعلیم سے بالکل بے بہرہ ہیں۔

احاطہ بمبئی

اس ملک میں گوجر اس زمانہ میں آباد ہوئے جب گجرات میں انہلواڑہ کی سلطنت تھی، راجپوتوں کے تین گروہ چودا، سولنگی، واگھیلہ (گھیلا) گوجروں کے مشہور ومعروف قبائل ہیں، جو گوجروں کے ساتھ قرابت اور بھائی بندی کے تعلقات رکھتے تھے، ضلع گجرات اور پنجاب کے گوجروں کے متعلق محققین کی مختلف رائیں ہیں بعض کہتے ہیں کہ یہ نصف راجپوت اور نصف اہیر ہیں، اس کے یہ معنی ہیں کہ ان کی رشتہ داری راجپوتوں اور اہیروں کے ساتھ ہے، راجپوتوں اور اہیروں کی لڑکیاں لیتے بھی ہیں اور اپنی لڑکیاں ان کو دیتے بھی ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ گوجر اور اہیر الگ الگ قومیں ہیں اور راجپوت ان کی اولاد ہیں، یہ خوبصورت اور تنومند ہوتے ہیں انہیں مواشی رکھنے کا بہت شوق ہے، یہ ستھین قوم کی نسل سے ہیں۔

ضلع بجنور

گوجروں کی آبادی 10162 ہے وہ زیادہ تر دھامپور اور بجنور کی

عمدہ ہیں اور فن سپاہگری میں بھی ممتاز ، پہلے اس ضلع میں ان کی تعداد زیادہ تھی، معلوم ہوتا ہے کہ دوسری قوموں میں شامل ہو گئے، یہ کہتے ہیں کہ ہم قحط کے زمانہ میں گجرات کاٹھیاوار سے آئے اور مختلف مقامات پر آباد ہو گئے۔

ضلع بارہ بنکی

اس ضلع میں مسلمان گوجروں کی تعداد کم ہے اور جس قدر ہیں زراعت پیشہ و محنتی و صلاح اندیش ہیں، ان میں فطری جرأت واولوالعزمی پائی جاتی ہے، جب ان کو کوئی صاف راستہ دکھایا جائے ،تو اس پر چلنے لگ جاتے ہیں، ان کے جوان پھرتیلے اور جفاکش ہوتے ہیں، تعلیم سے بالکل بے بہرہ ہیں۔

احاطہ بمبئی

اس ملک میں گوجر اس زمانہ میں آباد ہوئے جب گجرات میں انہلواڑہ کی سلطنت تھی، راجپوتوں کے تین گروہ چودا، سولنگی، واگھیلہ (گھیلا) گوجروں کے مشہور ومعروف قبائل ہیں، جو گوجروں کے ساتھ قرابت اور بھائی بندی کے تعلقات رکھتے تھے، ضلع گجرات اور پنجاب کے گوجروں کے متعلق محققین کی مختلف رائیں ہیں بعض کہتے ہیں کہ یہ نصف راجپوت اور نصف اہیر ہیں، اس کے یہ معنی ہیں کہ ان کی رشتہ داری راجپوتوں اور اہیروں کے ساتھ ہے ، راجپوتوں اور اہیروں کی لڑکیاں لیتے بھی ہیں اور اپنی لڑکیاں ان کو دیتے بھی ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ گوجر اور اہیر الگ الگ قومیں ہیں اور راجپوت ان کی اولاد ہیں، یہ خوبصورت اور تنومند ہوتے ہیں انہیں مواشی رکھنے کا بہت شوق ہے، یہ سیتھین قوم کی نسل سے ہیں۔

ضلع بجنور

گوجروں کی آبادی 10162 ہے وہ زیادہ تر دھامپور اور بجنور کی

چلا گیا اور صرف ایک لاکھ آمدنی کا علاقہ رہ گیا، اس کو دوبارہ مہاراج پٹیل نے تباہ کر دیا۔ اب صرف دہریّاں بسائی اس قوم کے پاس رہ گیا ہے، بعض گوجر سرداروں کو ریاست گوالیار کی طرف سے جاگیریں عطا ہوئی ہیں، بعض دو دو تین تین گاؤں کے مالک بھی ہیں۔

بندھیل کھنڈ کے گوجروں کے حالات کو اگر بتفصیل لکھا جائے تو اس کے لئے ایک علیحدہ تاریخ کی ضرورت ہے، اس ملک میں گوجروں کی چھوٹی بڑی ریاستیں متعدد بار قائم ہوئیں اور بگڑ گئیں۔

اے مصحفی میں روؤں کس کس کی صحبتوں کو
یاں کھیل ایسے لاکھوں بن کر بگڑ گئے ہیں

اس وقت پہلی جاگیروں میں سے صرف ہردوئی کی جاگیر ہے۔

(ماخوذ از گوجر ہتکاری)

ریاست بھرت پور

اس ریاست میں گوجروں کی تعداد 44900 ہے، یہ لوگ مختلف اوقات میں مختلف مقامات سے آئے۔ یہ ایک مشہور خاندان کے سردار ہیں، جو قوم کے کھٹانہ اور بخشی کہلاتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہمارے بزرگ جگن ناتھ سے آ کر موضع پانیوری میں آباد ہوئے، یہاں کے اکثر گوجر زراعت پیشہ ہیں، ان میں ایک دو خاندان کے سردار اپنی شجاعت و قابلیت، علم و ہنر اور دیانت و شرافت کے جوہر سے مہاراجگان ریاست کے نسلاً بعد نسل معتمد علیہ اور وزیر اور فوجدار رہے ہیں اور آج تک انہوں نے ہر موقع پر مہاراجگان ریاست اور سرکار انگریزی کی قابل قدر خدمت انجام دی ہے۔ خصوصاً 1857ء کے غدر اور 1916ء کی جنگ عظیم میں ان کی خدمات قابلِ اعتراف و یادگار ہیں، گوجر سرداروں کے نام جن کی خدمات ریاست اور سرکار انگریزی کے ریکارڈ سے ثابت ہیں، حسب ذیل ہیں۔

چلا گیا اور صرف ایک لاکھ آمدنی کا علاقہ رہ گیا، اس کو دوبارہ مہاراج پٹیل نے تباہ کر دیا۔ اب صرف دہریئیاں بسائی اس قوم کے پاس رہ گیا ہے، بعض گوجر سرداروں کو ریاست گوالیار کی طرف سے جاگیریں عطا ہوئی ہیں، بعض دو دو تین تین گاؤں کے مالک بھی ہیں۔

بندھیل کھنڈ کے گوجروں کے حالات کو اگر بتفصیل لکھا جائے تو اس کے لئے ایک علیحدہ تاریخ کی ضرورت ہے، اس ملک میں گوجروں کی چھوٹی بڑی ریاستیں متعدد بار قائم ہوئیں اور بگڑ گئیں۔

اے مصحفی میں روؤں کس کس کی صحبتوں کو
یاں کھیل ایسے لاکھوں بن کر بگڑ گئے ہیں

اس وقت پہلی جاگیروں میں سے صرف ہردوئی کی جاگیر ہے۔

(ماخوذ از گوجر ہتکاری)

ریاست بھرت پور

اس ریاست میں گوجروں کی تعداد 44900 ہے، یہ لوگ مختلف اوقات میں مختلف مقامات سے آئے۔ یہ ایک مشہور خاندان کے سردار ہیں، جو قوم کے کھٹانہ اور بخشی کہلاتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہمارے بزرگ جگن ناتھ سے آ کر موضع پانیوری میں آباد ہوئے، یہاں کے اکثر گوجر زراعت پیشہ ہیں، ان میں ایک دو خاندان کے سردار اپنی شجاعت و قابلیت، علم و ہنر اور دیانت و شرافت کے جوہر سے مہاراجگان ریاست کے نسلاً بعد نسل معتمد علیہ اور وزیر اور فوجدار رہے ہیں اور آج تک انہوں نے ہر موقع پر مہاراجگان ریاست اور سرکار انگریزی کی قابل قدر خدمت انجام دی ہے۔ خصوصاً 1857ء کے غدر اور 1916ء کی جنگ عظیم میں ان کی خدمات قابلِ اعتراف و یادگار ہیں، گوجر سرداروں کے نام جن کی خدمات ریاست اور سرکار انگریزی کے ریکارڈ سے ثابت ہیں، حسب ذیل ہیں۔

کے بعد اس کے جانشین راجہ سنگرام کا مدارالمہام ہو گیا اور بڑے بڑے معرکوں میں کامیاب ہوا، ملک کا انتظام اس خوبی سے کیا کہ راجہ نے ملکی معاملات میں اس کو مختار کل کر دیا۔ اس وجہ سے اراکین دربار اس کے مخالف ہو گئے اور ان کی گہری سازش سے وہ قتل کیا گیا، ریاست پونچھ میں گوجروں کی بہت بڑی تعداد ہے، اس وقت ان میں جو ذی حیثیت اور اچھی حالت میں ہیں وہ راٹھور کہلاتے ہیں، ان کے پاس کثرت سے مواشی ہیں اور کاشتکار بھی اچھے ہیں۔

جنگ عظیم میں ریاست کی تحریک پر ان کی بہت بڑی تعداد فوج میں بھرتی ہوئی، یہاں کے گوجر بہت محنتی اور جفاکش ہیں، موسم سرما میں گروہ کے گروہ پنجاب میں مزدوری کے لئے آجاتے ہیں اور فصیح گوجری زبان بولتے ہیں اور اکثر اوقات مواشی چراتے چراتے نہایت دلکش لہجہ سے اپنے ملک کے گیت گاتے ہیں۔ ان کے گوت وہی ہیں جو ضلع گجرات کے گوجروں کے ہیں، زیادہ تر کھٹانہ، گورسی اور کالس گوجر ہیں، یہ بیان کرتے ہیں کہ قحط سالی کے وقت ان کے بزرگ ضلع گجرات سے پونچھ میں چلے آئے تھے اور ہر ایک گوت کا شخص کسی نہ کسی موضع کا نام بتاتا ہے، جہاں سے اس کا خاندان نقل مکان کر کے قحط سالی کی وجہ سے ریاست پونچھ میں آیا، ان کی مالی حالت اچھی نہیں ہے مگر اخلاقی حالت بہت اچھی ہے جب وہ موسم سرما میں آتے ہیں تو ضلع گجرات کے گوجر اس وجہ سے کہ بالعموم ان کے سروں پر ٹوپی اور پاؤں میں کھیڑی ہوتی ہے، (ایک قسم کی جولی جو مونج سے بنائی جاتی ہے) ان کو حقیر سمجھتے ہیں لیکن یہ لباس غربا کا ہوتا ہے ورنہ گوجر جو راٹھور کہلاتے ہیں وہ اچھی حالت میں ہیں، ان کا لباس اچھا ہوتا ہے، ان میں تعلیم بہت کم ہے، بلکہ بالکل نہیں ہے اور ریاست نے کوئی خاص کوشش ان کی تعلیم میں نہیں کی، ریاست کی خوش قسمتی ہے کہ یہ پُر امن اور محنتی قوم اس کی رعیت ہے، اگر ریاست اس کی تعلیم کی طرف توجہ کرے تو اس کو اس قوم سے بہت فائدہ پہنچ سکتا ہے، عام طور پر پونچھ کے گوجروں میں ترقی و مطالبہ حقوق کا احساس

کے بعد اس کے جانشین راجہ سنگرام کا مدارالمہام ہو گیا اور بڑے بڑے معرکوں میں کامیاب ہوا، ملک کا انتظام اس خوبی سے کیا کہ راجہ نے ملکی معاملات میں اس کو مختار کل کر دیا۔ اس وجہ سے اراکین دربار اس کے مخالف ہو گئے اور ان کی گہری سازش سے وہ قتل کیا گیا، ریاست پونچھ میں گوجروں کی بہت بڑی تعداد ہے، اس وقت ان میں جو ذی حیثیت اور اچھی حالت میں ہیں وہ راٹھور کہلاتے ہیں، ان کے پاس کثرت سے مواشی ہیں اور کاشتکار بھی اچھے ہیں۔

جنگ عظیم میں ریاست کی تحریک پر ان کی بہت بڑی تعداد فوج میں بھرتی ہوئی، یہاں کے گوجر بہت محنتی اور جفاکش ہیں، موسم سرما میں گروہ کے گروہ پنجاب میں مزدوری کے لئے آ جاتے ہیں اور فصیح گوجری زبان بولتے ہیں اور اکثر اوقات مواشی چراتے چراتے نہایت دلکش لہجہ سے اپنے ملک کے گیت گاتے ہیں۔ ان کے گوت وہی ہیں جو ضلع گجرات کے گوجروں کے ہیں، زیادہ تر کھٹانہ، گورسی اور کالس گوجر ہیں، یہ بیان کرتے ہیں کہ قحط سالی کے وقت ان کے بزرگ ضلع گجرات سے پونچھ میں چلے آئے تھے اور ہر ایک گوت کا شخص کسی نہ کسی موضع کا نام بتاتا ہے، جہاں سے اس کا خاندان نقل مکان کر کے قحط سالی کی وجہ سے ریاست پونچھ میں آیا، ان کی مالی حالت اچھی نہیں ہے مگر اخلاقی حالت بہت اچھی ہے جب وہ موسم سرما میں آتے ہیں تو ضلع گجرات کے گوجر اس وجہ سے کہ بالعموم ان کے سروں پر ٹوپی اور پاؤں میں کھیڑی ہوتی ہے، (ایک قسم کی جولی جو مونج سے بنائی جاتی ہے) ان کو حقیر سمجھتے ہیں لیکن یہ لباس غربا کا ہوتا ہے ورنہ گوجر جو راٹھور کہلاتے ہیں وہ اچھی حالت میں ہیں، ان کا لباس اچھا ہوتا ہے، ان میں تعلیم بہت کم ہے، بلکہ بالکل نہیں ہے اور ریاست نے کوئی خاص کوشش ان کی تعلیم میں نہیں کی، ریاست کی خوش قسمتی ہے کہ یہ پُر امن اور محنتی قوم اس کی رعیت ہے، اگر ریاست اس کی تعلیم کی طرف توجہ کرے تو اس کو اس قوم سے بہت فائدہ پہنچ سکتا ہے، عام طور پر پونچھ کے گوجروں میں ترقی و مطالبہ حقوق کا احساس

کہ سوات بنیر کے گوجر پہنچے تھے، ان میں تعلیم بہت کم ہے، البتہ ان میں چند ولی اللہ ہوئے ہیں، مثلاً حضرت پنجوشاہ صاحب جن کا مزار زیارت گاہ عام و خاص ہے، یہ قوم گوجر کے درخشندہ گوہر تھے، مگر چونکہ متعدد عالم فاضل اور رئیس ان کے حلقۂ بیعت میں داخل تھے، انہوں نے آپ کو سید بنا دیا ہے، اور شجرۂ نسب بھی مرتب کرلیا ہے، ان کے حالات میں ایک سے زیادہ کتابیں موجود ہیں۔

ہمارے دوست علامہ قاضی احمد شاہ رضوانی مولوی فاضل نے فارسی میں ان کا تذکرہ لکھا ہے اور ان کی کرامات کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ عالم رویا میں ان کی برکت سے ان کو علمی اور مالی فیضان پہنچا۔

اس ضلع کے گوجروں کی مردم شماری بحوالہ امپیریل گزیٹر آف انڈیا (16000) ہے۔

(ٹ)

ریاست ٹونک

گوجروں کی تعداد اس ریاست میں کافی ہے، سب کے سب زراعت پیشہ ہیں اور مواشی بھی رکھتے ہیں، یہ مرنجان مرنج قوم ہے، ان کی مالی حالت کچھ اچھی نہیں ہے، ان کی تعداد (13000) ہے، (جلد 22 صفحہ 21 تا 25 امپیریل گزیٹر آف انڈیا)

(ج)

ضلع جالندھر

اس ضلع میں تقریباً تمام گوجر مسلمان ہیں، کچھ زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ تمام گوجر مواشی کی پرورش کرتے تھے، اس لئے یہ لوگ زیادہ تر دریاؤں کے کنارے پر آباد ہوئے، مشرقی تحصیلوں میں ان کی آبادی بہت ہی زیادہ ہے،

کہ سوات بنیر کے گوجر پہنچے تھے، ان میں تعلیم بہت کم ہے، البتہ ان میں چند ولی اللہ ہوئے ہیں، مثلاً حضرت پنجوشاہ صاحب جن کا مزار زیارت گاہ عام و خاص ہے، یہ قوم گوجر کے درخشندہ گوہر تھے، مگر چونکہ متعدد عالم فاضل اور رئیس ان کے حلقۂ بیعت میں داخل تھے، انہوں نے آپ کو سید بنا دیا ہے، اور شجرۂ نسب بھی مرتب کرلیا ہے، ان کے حالات میں ایک سے زیادہ کتابیں موجود ہیں۔

ہمارے دوست علامہ قاضی احمد شاہ رضوانی مولوی فاضل نے فارسی میں ان کا تذکرہ لکھا ہے اور ان کی کرامات کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ عالم رویا میں ان کی برکت سے ان کو علمی اور مالی فیضان پہنچا۔

اس ضلع کے گوجروں کی مردم شماری بحوالہ امپیریل گزیٹیر آف انڈیا (16000) ہے۔

(ٹ)

ریاست ٹونک

گوجروں کی تعداد اس ریاست میں کافی ہے، سب کے سب زراعت پیشہ ہیں اور مواشی بھی رکھتے ہیں، یہ مرنجان مرنج قوم ہے، ان کی مالی حالت کچھ اچھی نہیں ہے، ان کی تعداد (13000) ہے، (جلد 22 صفحہ 21 تا 25 امپیریل گزیٹیر آف انڈیا)

(ج)

ضلع جالندھر

اس ضلع میں تقریباً تمام گوجر مسلمان ہیں، کچھ زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ تمام گوجر مواشی کی پرورش کرتے تھے، اس لئے یہ لوگ زیادہ تر دریاؤں کے کنارے پر آباد ہوئے، مشرقی تحصیلوں میں ان کی آبادی بہت ہی زیادہ ہے،

زراعت پیشہ لوگوں کا گاؤں ہے جو سب کے سب مالک زمین ہیں، ایسا ہی پھلور کے مرتفع علاقہ میں لادیاں گاؤں سب کا سب کاشتکاروں کا ہے، اگرچہ ہم ان کو اعلیٰ درجہ کا تصور نہیں کر سکتے، اس لئے کہ اب تک ان میں زیادہ مواشی رکھنے کا شوق موجود ہے، البتہ وہ اچھے خاصے محنتی لوگ ہیں اور ناکام کاشتکار نہیں ہیں۔
ان کے دیہات صاف اور مکانات آرام دہ ہیں، اور ان میں جرائم پیشہ ہونے کا کوئی غیر معمولی جذبہ نہیں پایا جاتا۔ اگلے بندوبست تک امید کی جا سکتی ہے کہ وہ اخلاقی پہلو سے اور زیادہ ترقی کریں گے اور زمین کی کاشت کرنے میں جاٹوں یا ارائیوں کے برابر ان کا درجہ ہو جائے گا، ان کی عورتیں ان کو زراعت کے کام میں بہت مدد دیتی ہیں، چھوٹا کرتا پہنتی ہیں، اس قبیلہ کی جوتی عام طور پر ایک عجیب شکل کی ہوتی ہے، یعنی پاؤں کے اوپر کے حصہ پر چمڑا نہیں ہوتا، کہتے ہیں نکودر کے گوجر شادی کی تقریب میں ایک عجیب رسم ادا کرتے ہیں، جس کو پنڈ ولنا[1] کہتے ہیں، دولہا کی پارٹی کے نوجوان آدمی گاؤں کے گرد گھوڑ دوڑ کرتے ہیں تا کہ اسے گھیر لیں اور دولہن کی پارٹی اسے روکنے کی کوشش کرتی ہے۔ اگر دلہا کی پارٹی کا کوئی آدمی دائرہ مکمل کرنے میں کامیاب ہو جائے تو اس کو دولہن کی پارٹی انعام دیتی ہے۔

ایک اور رسم ہے کہ جس جگہ بارات کے لئے کھانا پکتا ہے، وہاں دولہا آگ جلاتا ہے لیکن دولہن کے خاندان کی لڑکیاں اس کو ایسا کرنے سے روکتی ہیں، اگر وہ آگ جلانے میں کامیاب ہو جائے تو اس کو خلعت دیا جاتا ہے اس کا نام جھلکا[2] بھٹھی ہے۔

گوجروں کے مفصلہ ذیل گوت قابلِ تذکرہ ہیں۔

جھنگیاں، نواشہر میں بکے، سگرپور، پھلور، مین باگڑی، کریم پور اور

---

1. پنڈ ولنا پنجابی لفظ ہے، پنڈ کے معنی گاؤں، پنڈ ولنا مصدر بنایا گیا ہے، یعنی پنڈ کو گھیرنا۔
2. جھلکا بھٹھی پنجابی لفظ ہے بھٹھی، چولہا یا اس کے مانند جہاں آگ جلائی جاتی ہے، جھلکا آگ کا جلانا

زراعت پیشہ لوگوں کا گاؤں ہے جو سب کے سب مالک زمین ہیں، ایسا ہی پھلور کے مرتفع علاقہ میں لادیاں گاؤں سب کا سب کاشتکاروں کا ہے، اگرچہ ہم ان کو اعلیٰ درجہ کا تصور نہیں کر سکتے، اس لئے کہ اب تک ان میں زیادہ مواشی رکھنے کا شوق موجود ہے، البتہ وہ اچھے خاصے محنتی لوگ ہیں اور ناکام کاشتکار نہیں ہیں۔
ان کے دیہات صاف اور مکانات آرام دہ ہیں، اور ان میں جرائم پیشہ ہونے کا کوئی غیر معمولی جذبہ نہیں پایا جاتا۔ اگلے بندوبست تک امید کی جا سکتی ہے کہ وہ اخلاقی پہلو سے اور زیادہ ترقی کریں گے اور زمین کی کاشت کرنے میں جاٹوں یا ارائیوں کے برابر ان کا درجہ ہو جائے گا، ان کی عورتیں ان کو زراعت کے کام میں بہت مدد دیتی ہیں، چھوٹا کرتا پہنتی ہیں، اس قبیلہ کی جوتی علام طور پر ایک عجیب شکل کی ہوتی ہے، یعنی پاؤں کے اوپر کے حصہ پر چمڑا نہیں ہوتا، کہتے ہیں نکودر کے گوجر شادی کی تقریب میں ایک عجیب رسم ادا کرتے ہیں، جس کو پنڈ ولنا[1] کہتے ہیں، دولہا کی پارٹی کے نوجوان آدمی گاؤں کے گرد گھوڑ دوڑ کرتے ہیں تاکہ اسے گھیر لیں اور دولہن کی پارٹی انہیں روکنے کی کوشش کرتی ہے۔ اگر دلہا کی پارٹی کا کوئی آدمی دائرہ مکمل کرنے میں کامیاب ہو جائے تو اس کو دولہن کی پارٹی انعام دیتی ہے۔

ایک اور رسم ہے کہ جس جگہ بارات کے لئے کھانا پکتا ہے، وہاں دولہا آگ جلاتا ہے لیکن دولہن کے خاندان کی لڑکیاں اس کو ایسا کرنے سے روکتی ہیں، اگر وہ آگ جلانے میں کامیاب ہو جائے تو اس کو خلعت دیا جاتا ہے اس کا نام جھلکا[2] بھٹھی ہے۔

گوجروں کے مفصلہ ذیل گوت قابلِ تذکرہ ہیں۔

جھنگیاں، نواشہر میں بکے، سگرپور، پھلور، مین باگڑی، کریم پور اور

---

1. پنڈ ولنا پنجابی لفظ ہے، پنڈ کے معنی گاؤں، پنڈ ولنا مصدر بنایا گیا ہے، یعنی پنڈ کو گھیرنا۔
2. جھلکا بھٹھی پنجابی لفظ ہے بھٹھی، چولہا یا اس کے مانند جہاں آگ جلائی جاتی ہے، جھلکا آگ کا جلانا

جلال آباد، ریاست ممدوٹ

جلال آباد میں گوجروں کی آبادی کم ہے ایک قدیم گوجر خاندان گوت بھٹی کا ہے، یہ خاندان[1] جبر ہیڑا ضلع سہارن پور کے راجہ سے تعلق رکھتا ہے، اسی خاندان سے راجہ ہرنام سنگھ تھا، جو بعد اسلام شیخ ابراہیم کے نام سے مشہور ہوا، یہ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں جایا کرتا تھا اور آپ سے اعتقاد مخلصانہ واردات مریدانہ رکھتا تھا، آپ کی کرامات وخرق عادات دیکھ کر حلقہ اسلام میں داخل ہوا اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کر کے دل و دماغ کو انوار تجلیات الٰہی سے منور اور منازل سلوک کو طے کیا، حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے جیسا کہ مبلغین صوفیائے کرام کا اصول ہے، شیخ کو علاقۂ ستلج میں جو اس زمانہ میں ضلالت و بدعات کا مرکز تھا، عامۃ الناس کی ہدایت کے لئے بھیجا جب وہ وہاں پہنچا تو زہد و تقویٰ وکرامات سے لوگوں کے دلوں کو مسخر کر لیا اور اسی علاقہ کے گوجروں کے ایک شریف گھرانے میں آپ کا نکاح ہو گیا، آپ کی اولاد میں اب تک بحکم الولدسر لابیہ اصفیاء وصلحاء چلے آتے ہیں، ان میں مشہور ترین مولوی عبدالحمید صاحب المکنے بابی الرشید تھے، جو محکمہ فوج و تعلیم میں میر منشی اور انسپکٹر مدارس کے عہدہ پر ممتاز تھے، اس خاندان میں اب بھی متعدد اصحاب معروف اور معزز ہیں جن میں سے چوہدری محمد عبید اللہ و محمد ارشد خلف مولوی عبدالحمید مرحوم اور میاں نذر الدین طبیب اور منشی ابراہیم اور منشی خلیل الرحمٰن زیادہ مشہور ہیں، اس خاندان کی مستورات بھی علم سے کافی بہرہ رکھتی ہیں، جن کے فضل و کمال سے دوسری عورتیں استفادہ کرتی ہیں، یہاں گوجروں کے اکیس گاؤں ایک ہی جگہ موجود ہیں، یہ اعلیٰ درجہ کے کاشتکار اور نیک چلن ہیں اور ان کے رقبے خوب آباد ہیں۔

---

[1] جبر ہیڑا علاقہ کا نام ہے۔

جلال آباد، ریاست ممدوٹ

جلال آباد میں گوجروں کی آبادی کم ہے ایک قدیم گوجر خاندان گوت بھٹی کا ہے، یہ خاندان[1] جبر ہیڑا ضلع سہارن پور کے راجہ سے تعلق رکھتا ہے، اسی خاندان سے راجہ ہرنام سنگھ تھا، جو بعد اسلام شیخ ابراہیم کے نام سے مشہور ہوا، یہ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں جایا کرتا تھا اور آپ سے اعتقاد مخلصانہ وارادت مریدانہ رکھتا تھا، آپ کی کرامات وخرق عادات دیکھ کر حلقہ اسلام میں داخل ہوا اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کر کے دل و دماغ کو انوار تجلیات الٰہی سے منور اور منازل سلوک کو طے کیا، حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے جیسا کہ مبلغین صوفیائے کرام کا اصول ہے، شیخ کو علاقۂ ستلج میں جو اس زمانہ میں ضلالت و بدعات کا مرکز تھا، عامۃ الناس کی ہدایت کے لئے بھیجا جب وہ وہاں پہنچا تو زہد و تقویٰ و کرامات سے لوگوں کے دلوں کو مسخر کر لیا اور اسی علاقہ کے گوجروں کے ایک شریف گھرانے میں آپ کا نکاح ہو گیا، آپ کی اولاد میں اب تک بحکم الولد سر لابیہ اصفیاء وصلحاء چلے آتے ہیں، ان میں مشہور ترین مولوی عبدالحمید صاحب المکنے بابی الرشید تھے، جو محکمہ فوج و تعلیم میں میر منشی اور انسپکٹر مدارس کے عہدہ پر ممتاز تھے، اس خاندان میں اب بھی متعدد اصحاب معروف اور معزز ہیں جن میں سے چوہدری محمد عبید اللہ و محمد ارشد خلف مولوی عبدالحمید مرحوم اور میاں نذر الدین طبیب اور منشی ابراہیم اور منشی خلیل الرحمٰن زیادہ مشہور ہیں، اس خاندان کی مستورات بھی علم سے کافی بہرہ رکھتی ہیں، جن کے فضل و کمال سے دوسری عورتیں استفادہ کرتی ہیں، یہاں گوجروں کے اکیس گاؤں ایک ہی جگہ موجود ہیں، یہ اعلیٰ درجہ کے کاشتکار اور نیک چلن ہیں اور ان کے رقبے خوب آباد ہیں۔

---

[1] جبر ہیڑا علاقہ کا نام ہے۔

سر بر آوردہ چودھری سلیمان خان نے موضع کالا آباد کیا، چودھری سلیمان خان کی نسل میں چودھری عبدالرحیم بہت بہادر تھا، وہ گکھڑوں سے لڑتا رہا اور رفتہ رفتہ علاقہ رہتاس کا حاکم ہوگیا، شاہانِ مغلیہ نے عبدالرحیم خان کو 84 گاؤں کا ناظم یا حاکم مقرر کیا۔ اس نے بمقام برالی جو ڈھمن اور گھوڑہ (گھوڑ گالا) کے درمیان ہے، ایک قلعہ تعمیر کیا، نادر شاہ نے چھوٹا علاقہ ہسولہ اقوام کالس گوجر کو مرحمت کیا، گوجر اب تک موضع کالا میں بااقتدار ہیں۔

چودھری سلیمان خان کے سات فرزند تھے، جلال خان، جمال خان، ہنڈال خان، مبارک خان، عیسیٰ خان، موسیٰ خان، حبیب خان، بعض گاؤں ان کے نام پر مشہور ہیں، جلال خان کے نام پر تپتہ شاکر پور جلال اور جمال خان کے نام پر چک جمال اور عیسیٰ خان کے نام پر عیسیٰ آباد، اور ہندال خان کے نام پر ہندالی۔

نادر شاہ جب قلعۂ رہتاسؒ میں آیا تو اس نے راجہ ہمت خان گکھڑ، ڈومیلی اور چودھری عبدالرحیم خان پسوال گوجر کو بیش بہا خلعت عطا کئے۔

عبدالرحیم کا شجرۂ نسب حسب ذیل ہے۔

چودھری عبدالرحیم خان، بن جہان خان، بن سلطان خان، بن جوگی خان بن جلال خان، بن سلیمان خان۔ (خلاصہ تاریخ رہتاس وغیرہ)

ضلع جالون

اس ضلع میں گوجروں کی آبادی کافی ہے، جالوں اور کنج میں یہ آبادی کا بڑا جزو ہیں، اور زیادہ تر اس ناہموار علاقہ میں آباد ہیں، جو دریا کے ساتھ ساتھ چلا جاتا ہے یہ محنتی و جفاکش قوم ہے۔

سربرآوردہ چودھری سلیمان خان نے موضع کالا آباد کیا، چودھری سلیمان خان کی نسل میں چودھری عبدالرحیم بہت بہادر تھا، وہ گکھڑوں سے لڑتا رہا اور رفتہ رفتہ علاقہ رہتاس کا حاکم ہو گیا، شاہانِ مغلیہ نے عبدالرحیم خان کو 84 گاؤں کا ناظم یا حاکم مقرر کیا۔ اس نے بمقام برالی جو ڈھمن اور گھوڑہ (گھوڑ گالا) کے درمیان ہے، ایک قلعہ تعمیر کیا، نادر شاہ نے چھوٹا علاقہ ہسولہ اقوام کالس گوجر کو مرحمت کیا، گوجر اب تک موضع کالا میں بااقتدار ہیں۔

چودھری سلیمان خان کے سات فرزند تھے، جلال خان، جمال خان، ہنڈال خان، مبارک خان، عیسیٰ خان، موسیٰ خان، حبیب خان، بعض گاؤں ان کے نام پر مشہور ہیں، جلال خان کے نام پر تپتہ شاکر پور جلال اور جمال خان کے نام پر چک جمال اور عیسیٰ خان کے نام پر عیسیٰ آباد، اور ہندال خان کے نام پر ہندالی۔

نادر شاہ جب قلعۂ رہتاس میں آیا تو اس نے راجہ ہمت خان گکھڑ، ڈومیلی اور چودھری عبدالرحیم خان پسوال گوجر کو بیش بہا خلعت عطا کئے۔

عبدالرحیم کا شجرۂ نسب حسب ذیل ہے۔

چودھری عبدالرحیم خان، بن جہان خان، بن سلطان خان، بن جوگی خان بن جلال خان، بن سلیمان خان۔ (خلاصہ تاریخ رہتاس وغیرہ)

ضلع جالون

اس ضلع میں گوجروں کی آبادی کافی ہے، جالوں اور کنچ میں یہ آبادی کا بڑا جزو ہیں، اور زیادہ تر اس ناہموار علاقہ میں آباد ہیں، جو دریا کے ساتھ ساتھ چلا جاتا ہے یہ محنتی و جفاکش قوم ہے۔

نہیں ہے) ان کی کل آبادی کا شمار 4 یا 5 فیصدی درج ہے۔

(جلد 14 صفحہ 118 امپیریل گزیٹر آف انڈیا)

(چ)

نو آبادی چناب

چناب کی نو آبادی میں گوجروں کی مردم شماری آٹھ ہزار کے قریب ہے، سب کے سب مسلمان ہیں، ان کے پاس 20350 ایکڑز میں ہے، یہ اعلیٰ درجہ کے کاشتکار ہیں، اکثر گوجر ضلع گورداسپور، جالندھر، ہوشیار پور وغیرہ کے ہیں اور یہ پُر امن گروہ ہے اور ان کے اخلاق و عادات پسندیدہ ہیں۔

(ح)

ضلع حصار

گوجروں کے مفصل حالات مردم شماری پنجاب 1881ء کی رپورٹ کے صفحات 480 لغایہ 282 میں درج ہیں۔

مسٹر کننگم کی رائے ہے کہ گوجر مشرقی تاتار کے قبیلہ کشان سے ہیں، یہ قوم تقریباً سو سال قبل از مسیح ہندوستان میں وارد ہوئی، پانچویں صدی بعد مسیح شمال مغرب راجپوتانہ میں پھیل گئی، اور ایک سلطنت کی بنیاد ڈالی اور یہ بالکل صحیح ہے کہ یہ لوگ راجپوتانہ سے حصار میں آئے، اس ضلع کے گوجروں میں زیادہ تر ہندو ہیں، سب کے سب محنتی، تنومند، چابک دست ہیں، ابتداً مواشی سے زیادہ محبت رکھتے تھے اور زراعت کی طرف کم متوجہ تھے، اور باہمی مخالفت کی وجہ سے چوری بھی کرتے تھے، مگر اب حالت برعکس ہے، اب وہ کھیتی باڑی کی طرف متوجہ ہیں اور عادات میں پہلے کی بہ نسبت بہت کچھ اصلاح کر چکے ہیں، گوگا چوہان کی سمادہ اسی ضلع میں ہے، جو گوجر قوم کا ایک بہادر تھا۔

نہیں ہے) ان کی کل آبادی کا شمار 4 یا 5 فیصدی درج ہے۔
(جلد 14 صفحہ 118 امپیریل گزیٹر آف انڈیا)

(چ)

نو آبادی چناب

چناب کی نو آبادی میں گوجروں کی مردم شماری آٹھ ہزار کے قریب ہے، سب کے سب مسلمان ہیں، ان کے پاس 20350 ایکڑز میں ہے، یہ اعلیٰ درجہ کے کاشتکار ہیں، اکثر گوجر ضلع گورداسپور، جالندھر، ہوشیار پور وغیرہ کے ہیں اور یہ پُر امن گروہ ہے اوران کے اخلاق و عادات پسندیدہ ہیں۔

(ح)

ضلع حصار

گوجروں کے مفصل حالات مردم شماری پنجاب 1881ء کی رپورٹ کے صفحات 480 لغایہ 282 میں درج ہیں۔

مسٹر کنگم کی رائے ہے کہ گوجر مشرقی تاتار کے قبیلۂ کشان سے ہیں، یہ قوم تقریباً سو سال قبل از مسیح ہندوستان میں وارد ہوئی، پانچویں صدی بعد مسیح شمال مغرب راجپوتانہ میں پھیل گئی، اور ایک سلطنت کی بنیاد ڈالی اور یہ بالکل صحیح ہے کہ یہ لوگ راجپوتانہ سے حصار میں آئے، اس ضلع کے گوجروں میں زیادہ تر ہندو ہیں، سب کے سب محنتی، تنومند، چابک دست ہیں، ابتداً مواشی سے زیادہ محبت رکھتے تھے اور زراعت کی طرف کم متوجہ تھے، اور باہمی مخالفت کی وجہ سے چوری بھی کرتے تھے، مگر اب حالت برعکس ہے، اب وہ کھیتی باڑی کی طرف متوجہ ہیں اور عادات میں پہلے کی بہ نسبت بہت کچھ اصلاح کر چکے ہیں، گوگا چوہان کی سمادہ اسی ضلع میں ہے، جو گوجر قوم کا ایک بہادر تھا۔

اچھے الفاظ میں آیا ہے۔ ضلع ڈیرہ غازی خان کے جغرافیہ جدید مصنفہ ماسٹر دوست محمد خان مجانہ جو ملک غلام محمد شوق، ایم اے کے نام پر معنون ہے۔ میں بھی گوجر قوم کے ایک مقتدر حاکم کا ذکر موجود ہے، جس کو ضلع مظفر گڑھ کے جغرافیہ حال میں کسی متعصب کے جفا کار قلم تراش نے مٹا دیا ہے مگر نواب محمود خان گوجر کے کارنامے ایسے مشہور ہیں کہ ان کو زمانہ مشکل سے مٹا سکے گا۔

ع ثبت است بر جریدۂ عالم دوام مار

ضلع ڈیرہ غازی خان کے جغرافیہ میں درج ہے۔

''محمود خان بہت اچھا حاکم تھا۔ اس نے زراعت کو بہت کچھ ترقی دی، بہت سی نہریں کھدوائیں، بند بندھوائے''۔

مؤلف: چونکہ یہ خاندان گوجر کھٹانہ ڈیرہ غازی خان میں حاکم رہ چکا ہے۔ اس لئے ہم نواب محمود خان اور اس کے خاندان کے حالات تاریخ اور نیز ان کاغذات سے جو اس خاندان کی یادگار نواب زادہ سردار خان مقیم ملتان کے پاس موجود ہیں، مکمل کر کے پیش کرتے ہیں اور اس امر کی دلیل دیتے ہیں کہ گوجر فطری طور پر زراعت سے دلچسپی رکھتے اور شروع سے زراعت پیشہ ہیں۔

نواب محمود خان گوجر حاکم ڈیرہ غازیخان و مظفر گڑھ

محمد یوسف خان گوجر کھٹانہ، ڈیرہ غازی خان میں مشہور رئیس تھا۔ غالبًا سندھ سے آیا ہوگا۔ عنفوان شباب میں فوت ہوگیا اور اس کے تین فرزند نابالغ محمود خان، احمد خان، نور احمد خان رہ گئے، ان کی سرپرست ان کی والدہ دور اندیش، معاملہ فہم ہیکر عصمت خاتون تھی، جو کچھ اس کے پاس سرمایہ تھا، اپنے لڑکوں کی تعلیم پر صرف کیا، ان میں سے بڑے فرزند نواب محمود خان نے اعلیٰ تعلیم پائی، وہ مشہور محاسب، انشاء پرداز بہادر تھا، اپنی قابلیت علمی و سپاہ گری کی وجہ سے ابتدا میں غازی خان اول حاکم ڈیرہ غازی خان کا ناظم مقرر ہوا، لیکن جب اس کی

اچھے الفاظ میں آیا ہے۔ ضلع ڈیرہ غازی خان کے جغرافیہ جدید مصنفہ ماسٹر دوست محمد خان مجانہ جو ملک غلام محمد شوق، ایم اے کے نام پر معنون ہے۔ میں بھی گوجر قوم کے ایک مقتدر حاکم کا ذکر موجود ہے، جس کو ضلع مظفر گڑھ کے جغرافیہ حال میں کسی متعصب کے جفا کار قلم تراش نے مٹا دیا ہے مگر نواب محمود خان گوجر کے کارنامے ایسے مشہور ہیں کہ ان کو زمانہ مشکل سے مٹا سکے گا۔

ع ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

ضلع ڈیرہ غازی خان کے جغرافیہ میں درج ہے۔

''محمود خان بہت اچھا حاکم تھا۔ اس نے زراعت کو بہت کچھ ترقی دی، بہت سی نہریں کھدوائیں، بند بندھوائے''۔

مؤلف: چونکہ یہ خاندان گوجر کھٹانہ ڈیرہ غازی خان میں حاکم رہ چکا ہے۔ اس لئے ہم نواب محمود خان اور اس کے خاندان کے حالات تاریخ اور نیز ان کاغذات سے جو اس خاندان کی یادگار نواب زادہ سردار خان مقیم ملتان کے پاس موجود ہیں، مکمل کر کے پیش کرتے ہیں اور اس امر کی دلیل دیتے ہیں کہ گوجر فطری طور پر زراعت سے دلچسپی رکھتے اور شروع سے زراعت پیشہ ہیں۔

نواب محمود خان گوجر حاکم ڈیرہ غازیخان و مظفر گڑھ

محمد یوسف خان گوجر کھٹانہ، ڈیرہ غازی خان میں مشہور رئیس تھا۔ غالباً سندھ سے آیا ہوگا۔ عنفوان شباب میں فوت ہو گیا اور اس کے تین فرزند نابالغ محمود خان، احمد خان، نور احمد خان رہ گئے، ان کی سرپرست ان کی والدہ دور اندیش، معاملہ فہم ہیکر عصمت خاتون تھی، جو کچھ اس کے پاس سرمایہ تھا، اپنے لڑکوں کی تعلیم پر صرف کیا، ان میں سے بڑے فرزند نواب محمود خان نے اعلیٰ تعلیم پائی، وہ مشہور محاسب، انشاء پرداز بہادر تھا، اپنی قابلیت علمی و سپاہ گری کی وجہ سے ابتدا میں غازی خان اول حاکم ڈیرہ غازی خان کا ناظم مقرر ہوا، لیکن جب اس کی

یہ جہان سوز شعلے نہ بجھ سکے۔ غلام شاہ کلوڑا نے جو اس وقت سندھ کا حاکم اور خاندان غازی خان کا دیرینہ دشمن تھا۔ ایسے موقع کو غنیمت سمجھ کر اس علاقہ پر حملہ کر دیا، ایسی حالت میں نواب محمود خان گوجر مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ غرض غازی خان دوم کو جو نابالغ تھا، غلام شاہ کلوڑا بلا مقابلہ 1173 ہجری میں قید کر کے سندھ لے گیا اور نواب محمود خان گوجر کو اس ملک کا حاکم مقرر کیا۔ اس نے 1/4 آمدنی حاکم سندھ کی خدمت میں بطور خراج پیش کرنا منظور کی، یہ نواب محمود خان کی عقلمندی تھی کہ اس نے 1/4 حصہ آمدنی ملک کو دے کر صلح کر لی ورنہ وہ اور غازی خان دونوں مارے جاتے کیونکہ رعایا برگشتہ تھی اور دشمن غالب۔

حقیقت الامر یہ ہے کہ اگر نسیم شاہ کے قصاص میں ایک سید قتل نہ ہوتا تو یہ واقعہ پیش نہ آتا، اگر آتا تو نواب محمود خان دلیری اور بہادری سے غلام شاہ کلوڑا کا مقابلہ کرتا چونکہ نواب محمود خان گوجر کا اثر رعایا پر بوجہ اس کے رعایا پروری کے زیادہ تھا، اس لئے رفتہ رفتہ بہت سا علاقہ اس کے ماتحت ہو گیا اور اس کی حکومت کو لوگ غنیمت سمجھنے لگے، جب خاندان کلوڑا کا عمل دخل اس علاقہ سے اُٹھ گیا تو یہ ملک سلطنت خراسان کے ماتحت ہو گیا۔ جب نواب محمود خان طویل زمانہ حکومت کے بعد راہی ملک عدم ہوا تو اس کی جگہ نواب برخوردار خان اس کا برادر زادہ مسند نشین ہوا، چونکہ یہ ناتجربہ کار نواب تھا، پہاڑی بلوچ، ملک پر تخت و تاراج کرنے لگے، نواب برخوردار خان نے پہاڑ کی طرح جم کر مقابلہ کیا لیکن بلوچوں کا ٹڈی دل لشکر اس قدر بھاری تھا کہ نواب برخوردار خان کی فوج اس کے مقابلہ میں کوئی نسبت نہیں رکھتی تھی، آخر نواب برخوردار خان شہید ہوا اور گوجروں کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔ نواب محمود خان کی منتظمانہ حکومت و دادگستری اب تک ضلع مظفر گڑھ و ڈیرہ غازی خان میں مشہور ہے۔

ریاست بھاولپور کی تاریخیں، نواب برخوردار خان کے قتل کی روایت اس طرح بیان کرتی ہیں کہ عطر خان کلوڑا اور عبدالغنی خان کلوڑا کے درمیان سخت

یہ جہان سوز شعلے نہ بجھ سکے۔ غلام شاہ کلوڑا نے جو اس وقت سندھ کا حاکم اور خاندان غازی خان کا دیرینہ دشمن تھا۔ ایسے موقع کو غنیمت سمجھ کر اس علاقہ پر حملہ کر دیا، ایسی حالت میں نواب محمود خان گوجر مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ غرض غازی خان دوم کو جو نابالغ تھا، غلام شاہ کلوڑا بلا مقابلہ 1173 ہجری میں قید کر کے سندھ لے گیا اور نواب محمود خان گوجر کو اس ملک کا حاکم مقرر کیا۔ اس نے 1/4 آمدنی حاکم سندھ کی خدمت میں بطور خراج پیش کرنا منظور کی، یہ نواب محمود خان کی عقلمندی تھی کہ اس نے 1/4 حصہ آمدنی ملک کو دے کر صلح کر لی ورنہ وہ اور غازی خان دونوں مارے جاتے کیونکہ رعایا برگشتہ تھی اور دشمن غالب۔

حقیقت الامر یہ ہے کہ اگر نسیم شاہ کے قصاص میں ایک حمید قتل نہ ہوتا تو یہ واقعہ پیش نہ آتا، اگر آتا تو نواب محمود خان دلیری اور بہادری سے غلام شاہ کلوڑا کا مقابلہ کرتا چونکہ نواب محمود خان گوجر کا اثر رعایا پر بوجہ اس کے رعایا پروری کے زیادہ تھا، اس لئے رفتہ رفتہ بہت سا علاقہ اس کے ماتحت ہو گیا اور اس کی حکومت کو لوگ غنیمت سمجھنے لگے، جب خاندان کلوڑا کا عمل دخل اس علاقہ سے اُٹھ گیا تو یہ ملک سلطنت خراسان کے ماتحت ہو گیا۔ جب نواب محمود خان طویل زمانہ حکومت کے بعد راہی ملک عدم ہوا تو اس کی جگہ نواب برخوردار خان اس کا برادر زادہ مسند نشین ہوا، چونکہ یہ ناتجربہ کار نواب تھا، پہاڑی بلوچ، ملک پر تخت و تاراج کرنے لگے، نواب برخوردار خان نے پہاڑ کی طرح جم کر مقابلہ کیا لیکن بلوچوں کا ٹڈی دل لشکر اس قدر بھاری تھا کہ نواب برخوردار خان کی فوج اس کے مقابلہ میں کوئی نسبت نہیں رکھتی تھی، آخر نواب برخوردار خان شہید ہوا اور گوجروں کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔ نواب محمود خان کی منتظمانہ حکومت و دادگستری اب تک ضلع مظفر گڑھ و ڈیرہ غازی خان میں مشہور ہے۔

ریاست بھاولپور کی تاریخیں، نواب برخوردار خان کے قتل کی روایت اس طرح بیان کرتی ہیں کہ عطر خان کلوڑا اور عبدالغنی خان کلوڑا کے درمیان سخت

علاقہ خود دوسرے تیسرے سال دفتر شاہی میں حاضر ہو کر حساب پیش کرتا تھا چونکہ محمود خان بوجہ دیانت داری محاسبان شاہی کو کچھ رشوت نہیں دیتا تھا۔ اس لئے محاسبان دربار اس کو تنگ کرتے اور حساب میں ہندی کی چندی نکالتے تھے، حسب دستور جب نواب محمود خان دفتر شاہی میں حاضر ہوا تو اپنے صوبہ کا حساب دینے کے وقت شاہی سیاہہ[1] بھی دیکھا کرتا تھا۔ اس نے کئی جگہ محاسبان شاہی کی غلطی معلوم کی جب محاسبوں نے بادشاہ خراسان کی خدمت میں نواب محمود خان کی حسابی غلطیوں کی فہرست پیش کی اور بادشاہ نے دریافت کیا تو اس نے کہا آنرا کہ حساب پاک است از محاسبہ چہ باک۔

میرا حساب صاف ہے لیکن میں یہ ثابت کرتا ہوں کہ فلاں فلاں رجسٹر میں محاسبوں نے اس قدر روپیہ خورد برد کیا ہے، چنانچہ ایک لاکھ کے قریب محاسبوں پر باز یافت[2] قائم کی گئی، اور وہ عہدوں سے معزول ہوئے اس کے بعد کبھی نواب محمود خان کے فردات حساب پر اعتراض نہ ہوا، نواب محمود خان کی انتظامی قابلیت وفوجی لیاقت کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہوسکتا ہے کہ وہ ڈیرہ غازی خان ایسے ضلع پر کامیابی سے حکمران رہا، اس کے عہد حکومت میں بلوچوں کے قبائل بزدار، مزاری، دریشک، لغاری، گورچانی، لونڈ، کھوسہ اور بگٹی بگسی وغیرہ سب اس کے رہین منت تھے اور دوستی اور اتحاد کی وجہ سے اس کی خاطر اپنی جانیں قربان کرنے کے لئے تیار تھے۔ اب بھی بلوچ نواب محمود خان کی شجاعت و جوانمردی اور احسان ومروت کی تعریف کرتے ہیں۔

شاہ خراسان کو ایک دفعہ ایک مہم پیش آئی، تو اس نے نواب محمود خان کو طلب کیا، نواب محمود خان کے ساتھ اس کے فرزند فاضل خان و عاقل خان بھی مہم

---

[1] سیاہہ آمدنی اور خرچ کا رجسٹر۔

[2] بازیافت وہ رقم ہے جو حساب یا مطالبہ کی غلطی سے کسی شخص کے ذمہ نکلے اسی وجہ سے اس کو بازیافت کہا گیا ہے۔

علاقہ خود دوسرے تیسرے سال دفتر شاہی میں حاضر ہو کر حساب پیش کرتا تھا چونکہ محمود خان بوجہ دیانت داری محاسبان شاہی کو کچھ رشوت نہیں دیتا تھا۔ اس لئے محاسبان دربار اس کو تنگ کرتے اور حساب میں ہندی کی چندی نکالتے تھے، حسب دستور جب نواب محمود خان دفتر شاہی میں حاضر ہوا تو اپنے صوبہ کا حساب دینے کے وقت شاہی سیاہہ[1] بھی دیکھا کرتا تھا۔ اس نے کئی جگہ محاسبان شاہی کی غلطی معلوم کی جب محاسبوں نے بادشاہ خراسان کی خدمت میں نواب محمود خان کی حسابی غلطیوں کی فہرست پیش کی اور بادشاہ نے دریافت کیا تو اس نے کہا آنرا کہ حساب پاک است از محاسبہ چہ باک۔

میرا حساب صاف ہے لیکن میں یہ ثابت کرتا ہوں کہ فلاں فلاں رجسٹر میں محاسبوں نے اس قدر روپیہ خورد برد کیا ہے، چنانچہ ایک لاکھ کے قریب محاسبوں پر بازیافت[2] قائم کی گئی، اور وہ عہدوں سے معزول ہوئے اس کے بعد کبھی نواب محمود خان کے فردات حساب پر اعتراض نہ ہوا، نواب محمود خان کی انتظامی قابلیت وفوجی لیاقت کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہوسکتا ہے کہ وہ ڈیرہ غازی خان ایسے ضلع پر کامیابی سے حکمران رہا، اس کے عہد حکومت میں بلوچوں کے قبائل بزدار، مزاری، دریشک، لغاری، گورچانی، لونڈ، کھوسہ اور بگٹی بگسی وغیرہ سب اس کے رہین منت تھے اور دوستی اور اتحاد کی وجہ سے اس کی خاطر اپنی جانیں قربان کرنے کے لئے تیار تھے۔ اب بھی بلوچ نواب محمود خان کی شجاعت و جوانمردی اور احسان و مروت کی تعریف کرتے ہیں۔

شاہ خراسان کو ایک دفعہ ایک مہم پیش آئی، تو اس نے نواب محمود خان کو طلب کیا، نواب محمود خان کے ساتھ اس کے فرزند فاضل خان و عاقل خان بھی مہم

---

[1] سیاہہ آمدنی اور خرچ کا رجسٹر۔

[2] بازیافت وہ رقم ہے جو حساب یا مطالبہ کی غلطی سے کسی شخص کے ذمہ نکلے اسی وجہ سے اس کو بازیافت کہا گیا ہے۔

ضلع ڈیرہ دون تعلقہ ٹملی

چھوکر گوت کے گوجروں کا یہ مختصر مگر زرخیز تعلقہ کوہ شوالک ضلع ڈیرہ دون میں ہے، آب وہوا کی خوبی اور سبزہ زاری کے اعتبار سے ایک دلکشا اور خوشنما خطہ ہے۔

اکثر لوگ سیر وشکار وتفریح کے لئے اس علاقہ میں جاتے ہیں، اس میں بڑے بڑے جنگل ہیں جن میں ہر قسم کا شکار پایا جاتا ہے، شکار کے شائقین اس صحرا کو بہترین شکار گاہ سمجھتے ہیں۔ 1959ء بکرمی میں اس خاندان کے دو اولوالعزم سردار پوہڑہ سنگھ اور لال کرن موضع تیتروں علاقہ گنگوہ ضلع سہارنپور سے یہاں آئے اور اس دلکش سرزمین میں اقامت اختیار کی اور موضع ٹملی کی بنیاد ڈالی، رفتہ رفتہ یہ خاندان اس پاس کے علاقہ پر بھی متصرف ہوگیا اور اپنی مستقل ریاست قائم کرلی، یہ خاندان قدیم سے معزز چلا آتا ہے، جیسا کہ شاہان مغلیہ کے زمانہ میں قابلِ تکریم تھا ویسا ہی سرکار انگریزی کے عہد میں قابل تعظیم ہے۔

سردار پوہڑہ سنگھ کی کوئی اولاد نہیں ہے، سردار لال کرن کے سلسلۂ نسب میں سے موجودہ رئیس سردار بھگوان سنگھ ہے، جو ایک دانشمند بہی خواہ قوم ورعایا اور انتظام ریاست میں خاص قابلیت رکھتا ہے، اس کا کوئی فرزند نہیں ہے، صرف ایک لڑکی دیوی سیتہ وتی وارث ہے۔

اس تعلقہ کا دیوان چوہدری وتارام اور باجا نگل گوجر ہے، جو ایک قابل منتظم تعلیم یافتہ کھتولی ضلع سہارنپور کا رہنے والا ہے، اس خاندان کے مفصل حالات وشجرۂ نسب سردار بھگوان سنگھ رئیس کے پاس محفوظ ہیں، جس کی نقل آپ نے ہمیں بھی ارسال کی ہے، جس سے اس خاندان کی عظمت ظاہر ہوتی ہے۔

ضلع ڈیرہ دون تعلقہ ٹملی

چھوکر گوت کے گوجروں کا یہ مختصر مگر زرخیز تعلقہ کوہ شوالک ضلع ڈیرہ دون میں ہے، آب وہوا کی خوبی اور سبزہ زاری کے اعتبار سے ایک دلکشا اور خوشنما خطہ ہے۔

اکثر لوگ سیر وشکار وتفریح کے لئے اس علاقہ میں جاتے ہیں، اس میں بڑے بڑے جنگل ہیں جن میں ہر قسم کا شکار پایا جاتا ہے، شکار کے شایقین اس صحرا کو بہترین شکار گاہ سمجھتے ہیں۔ 1959ء بکرمی میں اس خاندان کے دو اولوالعزم سردار پوہڈہ سنگھ اور لال کرن موضع تیتروں علاقہ گنگوہ ضلع سہارنپور سے یہاں آئے اور اس دلکش سرزمین میں اقامت اختیار کی اور موضع ٹملی کی بنیاد ڈالی، رفتہ رفتہ یہ خاندان اس پاس کے علاقہ پر بھی متصرف ہو گیا اور اپنی مستقل ریاست قائم کر لی، یہ خاندان قدیم سے معزز چلا آتا ہے، جیسا کہ شاہان مغلیہ کے زمانہ میں قابلِ تکریم تھا ویسا ہی سرکار انگریزی کے عہد میں قابل تعظیم ہے۔

سردار پوہڈہ سنگھ کی کوئی اولاد نہیں ہے، سردار لال کرن کے سلسلۂ نسب میں سے موجودہ رئیس سردار بھگوان سنگھ ہے، جو ایک دانشمند بہی خواہ قوم ورعایا اور انتظام ریاست میں خاص قابلیت رکھتا ہے، اس کا کوئی فرزند نہیں ہے، صرف ایک لڑکی دیوی سیتہ وتی وارث ہے۔

اس تعلقہ کا دیوان چوہدری وتارام اور باجانگل گوجر ہے، جو ایک قابل منتظم تعلیم یافتہ کھتولی ضلع سہارنپور کا رہنے والا ہے۔ اس خاندان کے مفصل حالات وشجرۂ نسب سردار بھگوان سنگھ رئیس کے پاس محفوظ ہیں، جس کی نقل آپ نے ہمیں بھی ارسال کی ہے، جس سے اس خاندان کی عظمت ظاہر ہوتی ہے۔

ضلع رائے بریلی

مسلمانوں میں زیادہ تعداد گوجروں کی جن کی تعداد تقریباً 10 فیصدی ہے[1]۔ جو اودھ کے دیگر اضلاع سے نسبتہً زیادہ ہے، البتہ سہارنپور و مظفر نگر سے نسبتہً کم ہے۔

ان کی آبادی بالعموم سالوں اور مہاراج گنج کی تحصیلوں میں اچھی خاصی ہے۔ مواضع رکھا اور مہاراج گنج میں وہ بہترین کاشتکار ہیں اور کفایت شعاری سے اوقات بسر کرتے ہیں اور قوی دل اور جفاکش ہیں، بوجہ کاشتکاری ان کی عادات و خصائل میں بہت اصلاح ہوگئی ہے۔ رسوم شادی منی وہ اپنے بھائی بندوں سے کچھ زیادہ اختلاف نہیں رکھتے، ذہین و معاملہ فہم ہیں، مگر تعلیمی و مذہبی حیثیت سے بہت ہی گرے ہوئے ہیں۔

ضلع راولپنڈی

تحصیل گوجر خان میں گوجر کثرت سے آباد ہیں اور شائستہ کردار اور خوشحال ہیں، بہت سے نوجوان فوج میں ملازم ہیں اور جنگ یورپ میں انہوں نے اپنے جوہر شجاعت سے افسران فوج کو اپنی بہادری و تہور کا معترف بنایا ہے، یہاں کے نوجوان گوجر وجیہ، تنومند، متحمل اور محنتی سپاہی ہوتے ہیں۔ اس علاقے کے گوجر بوجہ ذاتی شجاعت کے فوجی ملازمت کے بہت شائق ہیں، ان میں سے فوج میں کئی جمعدار و صوبہ دار ہیں اور کئی پنشن پا کر وطن آ گئے ہیں، جن کے سینوں پر نقرئی وطلائی تمغے چمک رہے ہیں اور وفاداری کی اسناد نے ان کی شان امتیازی کو دوبالا کر دیا ہے ان کی سب سے بڑی آبادی اس سڑک کے جنوب میں ہے، جو چکوال سے مندرہ کو جاتی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم اکبر بادشاہ کے زمانہ میں گجرات سے اس جگہ آ کر آباد ہوئے ہیں۔

---

[1] بروئے امپیریل گزیٹیر آف انڈیا، جلد 21 صفحہ 28، گوجروں کی مردم شماری (13000) ہے۔

ضلع رائے بریلی

مسلمانوں میں زیادہ تعداد گوجروں کی جن کی تعداد تقریباً 10 فیصدی ہے[1]۔ جو اودھ کے دیگر اضلاع سے نسبتہً زیادہ ہے، البتہ سہارنپور و مظفر نگر سے نسبتہً کم ہے۔

ان کی آبادی بالعموم سالوں اور مہاراج گنج کی تحصیلوں میں اچھی خاصی ہے۔

مواضع رکھا اور مہاراج گنج میں وہ بہترین کاشتکار ہیں اور کفایت شعاری سے اوقات بسر کرتے ہیں اور قوی دل اور جفاکش ہیں، بوجہ کاشتکاری ان کی عادات و خصائل میں بہت اصلاح ہوگئی ہے۔ رسوم شادی میں وہ اپنے بھائی بندوں سے کچھ زیادہ اختلاف نہیں رکھتے، ذہین و معاملہ فہم ہیں، مگر تعلیمی و مذہبی حیثیت سے بہت ہی گرے ہوئے ہیں۔

ضلع راولپنڈی

تحصیل گوجر خان میں گوجر کثرت سے آباد ہیں اور شائستہ کردار اور خوشحال ہیں، بہت سے نوجوان فوج میں ملازم ہیں اور جنگ یورپ میں انہوں نے اپنے جوہر شجاعت سے افسران فوج کو اپنی بہادری و تہور کا معترف بنایا ہے، یہاں کے نوجوان گوجر وجیہ، تنومند، متحمل اور محنتی سپاہی ہوتے ہیں۔ اس علاقے کے گوجر بوجہ ذاتی شجاعت کے فوجی ملازمت کے بہت شائق ہیں، ان میں سے فوج میں کئی جمعدار و صوبہ دار ہیں اور کئی پنشن پا کر وطن آ گئے ہیں، جن کے سینوں پر نقرئی وطلائی تمغے چمک رہے ہیں اور وفاداری کی اسناد نے ان کی شان امتیازی کو دوبالا کر دیا ہے ان کی سب سے بڑی آبادی اس سڑک کے جنوب میں ہے، جو چکوال سے مندرہ کو جاتی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم اکبر بادشاہ کے زمانہ میں گجرات سے اس جگہ آ کر آباد ہوئے ہیں۔

---

[1] بروئی امپیریل گزیٹر آف انڈیا، جلد 21 صفحہ 28، گوجروں کی مردم شماری (13000) ہے۔

میں گوجروں کے بہت مواضع آباد تھے، اب گوجر خان کی حیثیت ایک قصبہ کی ہے اور تاریخوں میں اس کا نام گجرات کاٹھیاوار اور گجرات کے برابر ہے، صرف گوجروں کے نام کی وجہ سے اس نے تاریخ میں جگہ پائی۔

ضلع راولپنڈی میں کوئی ایسا گوت گوجروں کا نہیں ہے، جس کو بالتخصیص لکھا جاوے، جو گوت ضلع گجرات میں ہیں وہی اس ضلع میں ہیں۔

ضلع رہتک

اس ضلع میں گوجر آٹھ پشت سے آباد ہیں مگر تحقیقی طور سے کسی خاص زمانہ کا پتہ نہیں لگتا کہ یہاں کب آئے، یہ اچھے کاشتکار ہیں، ان کی دو بڑی شاخیں، کرانا، کھٹانہ ہیں، کرانا اپنے آپ کو راجہ کرن کی اولاد ظاہر کرتے ہیں ور کھٹانہ، تنور خاندان سے اپنا سلسلہ ملاتے ہیں یہ ضلع گوڑ گاؤں کے گوجروں سے عادات و خصائل میں مشابہ ہیں، بالعموم مالی حالت ان کی کمزور ہے، برکات تعلیم سے کلیۃً محروم ہیں۔

رتنا گیری اور سونت واوی

گوجروں کے گوت اس علاقہ میں پور داد، نیما، اوہاد، کھاڈا، شریمالی مشہور ہیں، گوجر تمام علاقہ میں اور خصوصاً واپولی، کھیڈ اور چیلوں میں پائے جاتے ہیں، وہ گجرات کے باشندے ہیں اگرچہ وہ اس ملک میں مرہٹی زبان بولتے اور سمجھتے ہیں، مگر ان کی مادری زبان جس میں وہ اپنا حساب رکھتے ہیں، گجراتی ہے وہ خوبصورت اور قومی ہیکل ہوتے ہیں۔ عموماً پختہ مکانوں میں رہتے ہیں اور برہمنوں کا سا لباس پہنتے ہیں۔ ان کی عورتیں اگدا کو (ایک قسم کا کپڑا) بجائے بائیں طرف کے دائیں طرف سے اوڑھتی ہیں، وہ خصوصیت کے ساتھ ترکاریاں کھاتے ہیں اور شام کے کھانے میں کبھی چاول استعمال نہیں کرتے اکثر روٹی کے

میں گوجروں کے بہت مواضع آباد تھے، اب گوجر خان کی حیثیت ایک قصبہ کی ہے اور تاریخوں میں اس کا نام گجرات کاٹھیاوار اور گجرات کے برابر ہے، صرف گوجروں کے نام کی وجہ سے اس نے تاریخ میں جگہ پائی۔

ضلع راولپنڈی میں کوئی ایسا گوت گوجروں کا نہیں ہے، جس کو بالتخصیص لکھا جاوے، جو گوت ضلع گجرات میں ہیں وہی اس ضلع میں ہیں۔

ضلع رہتک

اس ضلع میں گوجر آٹھ پشت سے آباد ہیں مگر تحقیقی طور سے کسی خاص زمانہ کا پتہ نہیں لگتا کہ یہاں کب آئے، یہ اچھے کاشتکار ہیں، اُن کی دو بڑی شاخیں، کرانا، کھٹانہ ہیں، کرانا اپنے آپ کو راجہ کرن کی اولاد ظاہر کرتے ہیں ور کھٹانہ، تنور خاندان سے اپنا سلسلہ ملاتے ہیں یہ ضلع گوڑ گاؤں کے گوجروں سے عادات و خصائل میں مشابہ ہیں، بالعموم مالی حالت ان کی کمزور ہے، برکات تعلیم سے کلیۃً محروم ہیں۔

رتنا گیری اور سونت واوی

گوجروں کے گوت اس علاقہ میں پور داد، نیما، اوہاد، کھاڈا، شریمالی مشہور ہیں، گوجر تمام علاقہ میں اور خصوصاً داپولی، کھیڈ اور چپلوں میں پائے جاتے ہیں، وہ گجرات کے باشندے ہیں اگرچہ وہ اس ملک میں مرہٹی زبان بولتے اور سمجھتے ہیں، مگر ان کی مادری زبان جس میں وہ اپنا حساب رکھتے ہیں، گجراتی ہے وہ خوبصورت اور قومی ہیکل ہوتے ہیں۔ عموماً پختہ مکانوں میں رہتے ہیں اور برہمنوں کا سا لباس پہنتے ہیں۔ ان کی عورتیں اگدا کو (ایک قسم کا کپڑا) بجائے بائیں طرف کے دائیں طرف سے اوڑھتی ہیں، وہ خصوصیت کے ساتھ ترکاریاں کھاتے ہیں اور شام کے کھانے میں کبھی چاول استعمال نہیں کرتے اکثر روٹی کے

(س)

سوات بنیر

اس علاقہ میں گوجروں کی بہت بڑی تعداد ہے، جس کا اندازہ (61000) ہے، مردم شماری باقاعدہ نہیں ہوتی اور یہاں کے لوگ بہت نیک اور پابند صوم وصلوٰۃ ہیں، بہادر، قوی، ہیکل، مہمان نواز، راست باز ہیں۔ مولوی عبدالغفور علیہ الرحمۃ المعروف حضرت[1] اخوند صاحب قادری علیہ الغفران سوات بنیر[2] قوم کے گوجر تھے اور پنجاب سے سوات میں تشریف لے گئے، علمی فضائل و خدا شناسی اور حقیقت آگاہی کی وجہ سے اس نواح کے تمام خوانین حضرت کے معتقد ہو گئے، کوئی حکم حضرت کا ایسا نہیں ہوتا تھا، جس پر خوانین سوات بنیر، سر تسلیم خم نہ کرتے ہوں۔ اگرچہ مختلف علاقوں کے خوانین اپنی اپنی ریاست کے خود مختار حاکم ہیں لیکن حقیقت میں ان سب پر حضرت اخوند صاحب حکمران تھے، آپ ہی کا شرعی فتویٰ بمنزلۂ قانون تھا، آپ اپنے اعمال وافعال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کو اپنے سامنے رکھتے اور اس پر چلنے کی کوشش فرماتے، احکام الٰہی کے سوا آپ کی کوئی حکومت وسیاست نہ تھی، آپ کے دو صاحبزادے تھے جو اپنے والد کے اوصاف کے جامع تھے، بوجہ ان کے تقدس کے تمام لوگ آستانہ عظمت پر گردن عقیدت خم کرتے تھے، صاحبزادگان نے بھی کوئی سلطنت قائم نہیں کی آپ کے پوتے حسب ذیل ہیں۔

سید بادشاہ، امیر بادشاہ، شیریں شہزادہ، گل شہزادہ۔ اس وقت سوات ایک باضابطہ ریاست ہے اور اس کا نظم ونسق گل شہزادہ کے ہاتھ میں ہے۔ حضرت

---

[1] مادۂ تاریخ وفات اخوند صاحب یغفرہ ہے۔

[2] بعض تاریخ کی کتابوں میں سواد نبیر اور بعض میں سوات بنیر لکھ ہے دال اور تا یا ہم تبدیل ہو جاتے ہیں۔ 1295ء

(س)

سوات بنیر

اس علاقہ میں گوجروں کی بہت بڑی تعداد ہے، جس کا اندازہ (61000) ہے، مردم شماری باقاعدہ نہیں ہوتی اور یہاں کے لوگ بہت نیک اور پابند صوم و صلوٰۃ ہیں، بہادر، قوی، ہیکل، مہمان نواز، راست باز ہیں۔ مولوی عبدالغفور علیہ الرحمۃ المعروف حضرت[1] اخوند صاحب قادری علیہ الغفران سوات بنیر[2] قوم کے گوجر تھے اور پنجاب سے سوات میں تشریف لے گئے، علمی فضائل و خدا شناسی اور حقیقت آگاہی کی وجہ سے اس نواح کے تمام خوانین حضرت کے معتقد ہو گئے، کوئی حکم حضرت کا ایسا نہیں ہوتا تھا، جس پر خوانین سوات بنیر، سر تسلیم خم نہ کرتے ہوں۔ اگرچہ مختلف علاقوں کے خوانین اپنی اپنی ریاست کے خود مختار حاکم ہیں لیکن حقیقت میں ان سب پر حضرت اخوند صاحب حکمران تھے، آپ ہی کا شرعی فتویٰ بمنزلۂ قانون تھا، آپ اپنے اعمال و افعال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کو اپنے سامنے رکھتے اور اس پر چلنے کی کوشش فرماتے، احکام الٰہی کے سوا آپ کی کوئی حکومت و سیاست نہ تھی، آپ کے دو صاجزادے تھے جو اپنے والد کے اوصاف کے جامع تھے، بوجہ ان کے تقدس کے تمام لوگ آستانہ عظمت پر گردن عقیدت خم کرتے تھے، صاجزادگان نے بھی کوئی سلطنت قائم نہیں کی آپ کے پوتے حسب ذیل ہیں۔

سید بادشاہ، امیر بادشاہ، شیریں شہزادہ، گل شہزادہ۔ اس وقت سوات ایک باضابطہ ریاست ہے اور اس کا نظم و نسق گل شہزادہ کے ہاتھ میں ہے۔ حضرت

---

[1] مادۂ تاریخ وفات اخوند صاحب یغفرہ ہے۔

[2] بعض تاریخ کی کتابوں میں سواد نبیر اور بعض میں سوات بنیر لکھ ہے دال اور تا یا ہم تبدیل ہو جاتے ہیں۔ 1295ء

دلچسپ واقعہ لکھا ہوا ہے یہ قصبہ سیالکوٹ سے جانب شمال سات میل کے فاصلہ پر آباد ہے، اس میں 864 گھر اور 132 دکانیں آباد ہیں[1]۔ باشندوں میں 1504 ہندو اور 2360 مسلمان ہیں، ابتدائی آبادی کا حال اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ تخمیناً 500 سال کا عرصہ ہوا اس ویران جنگل میں رانی سنبلیا جو گوجر قوم کے ایک سردار کی لڑکی تھی۔ مواشی چرانے کے واسطے سرحدی شمالی اضلاع کی طرف سے آکر فروکش ہوئی، کچھ عرصہ کے بعد اس نے مکان وغیرہ تعمیر کرائے جس سے یہ ایک اچھی خاصی بستی ہوگئی۔ رانی کے نام پر اس گاؤں کا نام سنبلیال ہوا، چونکہ حرف لام اور راء ہندی زبان میں باہم بدل جاتے ہیں اس لئے سنبڑیال ہو گیا اور قاعدہ ہے کہ ن کو م سے تبدیل کر دیتے ہیں، سدب سم اور دُم کو دنب، کہا جاتا ہے، ان تبدیلیوں کے بعد سمبڑیال ہو گیا۔ جب رانی سنبلیا مع مواشی واپس چلی گئی تو یہ جگہ ویران ہوگئی، عہد سلطنت چغتائیہ میں مسمی رن مل قوم جٹ، گوت گھمن جو راجہ گھڑھ مکیا کے خاندان سے تھا، عتاب شاہی سے کسی طرح قید ہو گیا اور مدت تک قید رہا۔

ایک روز بادشاہ شکار کو نکلا وہ بھی کسی طرح ساتھ ہولیا، ناگہان جنگل سے شیر نمودار ہوا۔ بادشاہ نے اپنے بہادروں کو حکم دیا کہ کوئی ہے جو اس کے مقابلے کو نکلے، سب ڈر گئے مگر رن مل نے تلوار نیام سے نکال کر اس کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ راجہ نے اس بہادری کے صلہ میں اس کو قید سے رہا کر دیا اور اس غیر آباد گاؤں کی ملکیت بھی عطا کی۔ اس نے اس گاؤں کو از سر نو آباد کر کے اس میں اپنی سکونت اختیار کی، اس وقت سے اس کی آبادی روز بروز بڑھتی جاتی ہے یہاں کی کوئی خاص چیز یا مکان مشہور نہیں ہے۔ البتہ یہاں کا ایسا خاندان نظمی مشہور ہے، جو خوشنویسی اور فارسی متعارف کتابوں گلستان، بوستان، ابو الفضل وغیرہ کی تعلیم دیتا ہے۔

---

[1] اب تو یہ بہت بڑا قصبہ ہو گیا ہے اور آبادی بہت بڑھ گئی ہے۔

دلچسپ واقعہ لکھا ہوا ہے یہ قصبہ سیالکوٹ سے جانب شمال سات میل کے فاصلہ پر آباد ہے، اس میں 864 گھر اور 132 دکانیں آباد ہیں[1]۔ باشندوں میں 1504 ہندو اور 2360 مسلمان ہیں، ابتدائی آبادی کا حال اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ تخمیناً 500 سال کا عرصہ ہوا اس ویران جنگل میں رانی سنبلیا جو گوجر قوم کے ایک سردار کی لڑکی تھی۔ مواشی چرانے کے واسطے سرحدی شمالی اضلاع کی طرف سے آ کر فروکش ہوئی، کچھ عرصہ کے بعد اس نے مکان وغیرہ تعمیر کرائے جس سے یہ ایک اچھی خاصی بستی ہو گئی۔ رانی کے نام پر اس گاؤں کا نام سنبلیال ہوا، چونکہ حرف لام اور راء ہندی زبان میں باہم بدل جاتے ہیں اس لئے سنبڑیال ہو گیا اور قاعدہ ہے کہ ن کو م سے تبدیل کر دیتے ہیں، سنب سم اور دُم کو دنب، کہا جاتا ہے، ان تبدیلیوں کے بعد سمبڑیال ہو گیا۔ جب رانی سنبلیا مع مواشی واپس چلی گئی تو یہ جگہ ویران ہو گئی، عہد سلطنت چغتائیہ میں مسمی رن مل قوم جٹ، گوت گھمن جو راجہ گھڑھ مکیا کے خاندان سے تھا، عتاب شاہی سے کسی طرح قید ہو گیا اور مدت تک قید رہا۔

ایک روز بادشاہ شکار کو نکلا وہ بھی کسی طرح ساتھ ہولیا، ناگہان جنگل سے شیر نمودار ہوا۔ بادشاہ نے اپنے بہادروں کو حکم دیا کہ کوئی ہے جو اس کے مقابلے کو نکلے، سب ڈر گئے مگر رن مل نے تلوار نیام سے نکال کر اس کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ راجہ نے اس بہادری کے صلہ میں اس کو قید سے رہا کر دیا اور اس غیر آباد گاؤں کی ملکیت بھی عطا کی۔ اس نے اس گاؤں کو از سر نو آباد کر کے اس میں اپنی سکونت اختیار کی، اس وقت سے اس کی آبادی روز بروز بڑھتی جاتی ہے یہاں کی کوئی خاص چیز یا مکان مشہور نہیں ہے۔ البتہ یہاں کا ایسا خاندان نظمی مشہور ہے، جو خوشنویسی اور فارسی متعارف کتابوں گلستان، بوستان، ابو الفضل وغیرہ کی تعلیم دیتا ہے۔

---

[1] اب تو یہ بہت بڑا قصبہ ہو گیا ہے اور آبادی بہت بڑھ گئی ہے۔

مشہور تھا، موجودہ وقتوں میں اس علاقہ کے تین حصے سمجھے جاتے ہیں، اول دریائے گنگا کا نچلا حصہ جو مشرق کی طرف ہے اور گھر کے نام سے مشہور ہے، دوم جمنا کا حصہ جو رایوتولا کے نام سے معروف ہے۔ سوم: وسطی حصہ جو گجرات کے نام سے موسوم ہے، جس میں گنگوہ، رام پور اور نکوڑ کے پرگنے اور مظفر نگر کے ملحقہ علاقے بھی شامل ہیں اور اسی سبب سے ضلع سہارنپور کے گوجر عام طور پر مالک زمین ہیں، لندھورا کی جاگیر بھی انہیں کی ملکیت میں شامل ہے جس کا ذکر بعد میں کیا جائے گا، ان کے قبضہ میں بہت وسیع املاک ہیں کیونکہ وہ بہ نسبت دوسری قوموں کے اچھے کاشتکار ہیں، دیوبند کی تحصیل میں سب سے زیادہ مقتدر ہیں، مگر وہ کسی قدر ناقص کاشتکار ہیں، گوجر خاندان کے افراد بڑے جوشیلے ہیں، ادنیٰ ادنیٰ بات پر جھگڑ بیٹھتے ہیں اور قانون کی کچھ پروانہیں کرتے، ان کا دعویٰ ہے کہ وہ بیرونی ممالک سے آئے ہیں اور اکثر اپنے کو راجپوت بتلاتے ہیں اور ان کا یہ دعویٰ حقیقت اور دلائل پر مبنی ہے کیونکہ جدید تحقیقات سے ثابت ہو چکا ہے کہ پُرانے زمانے کے گوجر موجودہ زمانہ کے گوجر اور پرہار راجپوتوں کے بزرگ تھے اور یہ دونوں ایک ہی ہیں، جنرل کنگم ان کو یوچی خاندان سے وابستہ کرتا ہے، جو شرقی تاتار کی ایک قدیم قوم ہے، وہ بیان کرتا ہے کہ یہ تاتار سے افغانستان میں آئے، جہاں سفید ہنوں نے ان کو مغلوب کیا، پھر وہ چراگاہوں کی تلاش میں پنجاب چلے آئے، کچھ زمانہ کے بعد مسلمان بادشاہوں نے ان کو مشرق کی طرف ہٹا دیا۔ 1540ء میں انہوں نے اپنی طاقت وشوکت کا اس قدر اظہار کیا کہ شیر شاہ کا قافیہ تنگ کر دیا اور وہ ان پر حملہ آور ہوا۔ نائن سنگھ اور رام پال نے لندھورا اور پرچھت گڑھ کی جاگیریں اٹھارہویں صدی کے وسط میں حاصل کیں۔ اس زمانہ سے پہلے ان کا کوئی ملکی اقتدار نہیں تھا، اس ضلع کے گوجروں کے بہت گوت ہیں، جو راجپوتوں سے ملتے ہیں، ان کا بڑا سردار کھوبر ہے، جس سے لندھورا خاندان کا تعلق ہے اس کے علاوہ قابل الذکر بٹار خاندان ہے، جو باونی (یعنی 52 گاؤں)

مشہور تھا، موجودہ وقتوں میں اس علاقہ کے تین حصے سمجھے جاتے ہیں، اول دریائے گنگا کا نچلا حصہ جو مشرق کی طرف ہے اور گھر کے نام سے مشہور ہے، دوم جمنا کا حصہ جو رایوتولا کے نام سے معروف ہے۔ سوم: وسطی حصہ جو گجرات کے نام سے موسوم ہے، جس میں گنگوہ، رام پور اور نکوڑ کے پرگنے اور مظفر نگر کے ملحقہ علاقے بھی شامل ہیں اور اسی سبب سے ضلع سہارنپور کے گوجر عام طور پر مالک زمین ہیں، لنڈھورا کی جاگیر بھی انہیں کی ملکیت میں شامل ہے جس کا ذکر بعد میں کیا جائے گا، ان کے قبضہ میں بہت وسیع املاک ہیں کیونکہ وہ بہ نسبت دوسری قوموں کے اچھے کاشتکار ہیں، دیوبند کی تحصیل میں سب سے زیادہ مقتدر ہیں، مگر وہ کسی قدر ناقص کاشتکار ہیں، گوجر خاندان کے افراد بڑے جوشیلے ہیں، اَدنیٰ ادنیٰ بات پر جھگڑ بیٹھتے ہیں اور قانون کی کچھ پروا نہیں کرتے، ان کا دعویٰ ہے کہ وہ بیرونی ممالک سے آئے ہیں اور اکثر اپنے کو راجپوت بتلاتے ہیں اور ان کا یہ دعویٰ حقیقت اور دلائل پر مبنی ہے کیونکہ جدید تحقیقات سے ثابت ہو چکا ہے کہ پُرانے زمانے کے گوجر موجودہ زمانہ کے گوجر اور پرہار راجپوتوں کے بزرگ تھے اور یہ دونوں ایک ہی ہیں، جنرل کننگھم ان کو یوچی خاندان سے وابستہ کرتا ہے، جو شرقی تاتار کی ایک قدیم قوم ہے، وہ بیان کرتا ہے کہ یہ تاتار سے افغانستان میں آئے، جہاں سفید ہنوں نے ان کو مغلوب کیا، پھر وہ چراگاہوں کی تلاش میں پنجاب چلے آئے، کچھ زمانہ کے بعد مسلمان بادشاہوں نے ان کو مشرق کی طرف ہٹا دیا۔ 1540ء میں انہوں نے اپنی طاقت وشوکت کا اس قدر اظہار کیا کہ شیر شاہ کا قافیہ تنگ کر دیا اور وہ ان پر حملہ آور ہوا۔ نائن سنگھ اور رام پال نے لنڈھورا اور پرچھت گڑھ کی جاگیریں اٹھارہویں صدی کے وسط میں حاصل کیں۔ اس زمانہ سے پہلے ان کا کوئی ملکی اقتدار نہیں تھا، اس ضلع کے گوجروں کے بہت گوت ہیں، جو راجپوتوں سے ملتے ہیں، ان کا بڑا سردار کھوبر ہے، جس سے لنڈھورا خاندان کا تعلق ہے اس کے علاوہ قابل الذکر بٹار خاندان ہے، جو باونی (یعنی 52 گاؤں)

بستیوں کا مالک تھا، 35 گاؤں اور 5 بستیاں خاندان کے دوسرے لوگوں کے پاس تھیں، باقی 263 گاؤں میں کوئی مالک نہ تھا۔ راجہ رام دیال 28 مارچ 1813ء کو مر گیا اور اس سال کا معاملہ زمین کاشتکاروں سے وصول کیا گیا، جب مسٹر چمبر لین مہتمم بندوبست نے باقاعدہ بندوبست شروع کیا تو ان کو معلوم ہوا کہ جاگیر میں 887 گاؤں اور 36 بستیاں ہیں، مگر راجہ کے ورثہ اورنگ زیب اور محمد شاہ کے سندات عطیات کی بنا پر 596 گاؤں اور تمام بستیوں کے دعویدار ہیں، مسٹر چمبر لین نے یہ خیال کیا کہ فرامین جاگیر جعلی معلوم ہوتے ہیں اور راجہ اور اس کے اجداد نجیب الدولہ کے عطا کردہ گاؤں کے حقیقی قابض نہ تھے، اس لئے قبضہ کی بناء پر راجہ کے ورثاء سے ان بستیوں کے بارہ میں گفت وشنید ہوئی، جہاں جہاں اس خاندان کے ورثا نے دوسرے لوگوں کو حقوق دے دیئے تھے، وہاں قابضان زمین پر براہ راست مالگزاری تشخیص کی گئی، بعض مواقع کی نسبت جو نجیب الدولہ کی عطا کردہ جاگیر میں شامل تھے، ان کے کچھ دعویدار پیدا ہو گئے تھے جن کے حقوق ملکیت تسلیم کر لئے گئے تھے، مگر اس کا عملدرآمد سرکاری کاغذات میں اس وجہ سے کچھ عرصہ تک ملتوی رہا کہ 1810ء کی فہرست کے مطابق راجہ ان تمام مواضع پر عرصہ سے قابض تھا اور یہ گاؤں مدت تک اس کے اہتمام و انتظام میں رہے تھے، اس امر کے باوجود یہ حکم دیا گیا کہ تمام جاگیر کے دعاوی کی تحقیقات کر کے جلد فیصلہ کر دیا جائے۔

تعلقہ تھٹکی

یہ جاگیر پانچ چھوٹے چھوٹے تعلقوں پر مشتمل تھی، جو راجہ نے اپنے رشتہ داروں کو دیئے تھے، یہ تقسیم بدستور سابق بحال رکھی گئی، رام دیال کا بڑا بیٹا سوائے سنگھ تھا، جو باپ کی زندگی میں ایک بیوہ مسماۃ رانی سدا کنوار کو اور دوسری رانی سے ایک بیٹے مسمی بدن سنگھ کو چھوڑ کر مر گیا تھا، راجہ کا ایک اور بیٹا خوشحال سنگھ

بستیوں کا مالک تھا، 35 گاؤں اور 5 بستیاں خاندان کے دوسرے لوگوں کے پاس تھیں، باقی 263 گاؤں میں کوئی مالک نہ تھا۔ راجہ رام دیال 28 مارچ 1813ء کو مر گیا اور اس سال کا معاملہ زمین کاشتکاروں سے وصول کیا گیا، جب مسٹر چمبر لین مہتمم بندوبست نے باقاعدہ بندوبست شروع کیا تو ان کو معلوم ہوا کہ جاگیر میں 887 گاؤں اور 36 بستیاں ہیں، مگر راجہ کے ورثہ اورنگ زیب اور محمد شاہ کے سندات عطیات کی بنا پر 596 گاؤں اور تمام بستیوں کے دعویدار ہیں، مسٹر چمبرلین نے یہ خیال کیا کہ فرامیں جاگیر جعلی معلوم ہوتے ہیں اور راجہ اور اس کے اجداد نجیب الدولہ کے عطا کردہ گاؤں کے حقیقی قابض نہ تھے، اس لئے قبضہ کی بناء پر راجہ کے ورثاء سے ان بستیوں کے بارہ میں گفت وشنید ہوئی، جہاں جہاں اس خاندان کے ورثا نے دوسرے لوگوں کو حقوق دے دیئے تھے، وہاں قابضان زمین پر براہ راست مالگزاری تشخیص کی گئی، بعض مواقع کی نسبت جو نجیب الدولہ کی عطا کردہ جاگیر میں شامل تھے، ان کے کچھ دعویدار پیدا ہو گئے تھے جن کے حقوق ملکیت تسلیم کر لئے گئے تھے، مگر اس کا عملدر آمد سرکاری کاغذات میں اس وجہ سے کچھ عرصہ تک ملتوی رہا کہ 1810ء کی فہرست کے مطابق راجہ ان تمام مواضع پر عرصہ سے قابض تھا اور یہ گاؤں مدت تک اس کے اہتمام و انتظام میں رہے تھے، اس امر کے باوجود یہ حکم دیا گیا کہ تمام جاگیر کے دعاوی کی تحقیقات کر کے جلد فیصلہ کر دیا جائے۔

تعلقہ تھٹکی

یہ جاگیر پانچ چھوٹے چھوٹے تعلقوں پر مشتمل تھی، جو راجہ نے اپنے رشتہ داروں کو دیئے تھے، یہ تقسیم بدستور سابق بحال رکھی گئی، رام دیال کا بڑا بیٹا سوائے سنگھ تھا، جو باپ کی زندگی میں ایک بیوہ مسماۃ رانی سدا کنوار کو اور دوسری رانی سے ایک بیٹے مسمی بدن سنگھ کو چھوڑ کر مر گیا تھا، راجہ کا ایک اور بیٹا خوشحال سنگھ

رہ گئے۔ خوشحال سنگھ نے لاد کنوار کے ساتھ جو نتھا سنگھ سردار پرتچھت گڑھ کی لڑکی تھی، شادی کر لی اور اس طرح اس کی تمام جائیداد کا مالک ہو گیا، 1836ء میں رانی دھن کنوار کے مرنے پر لاد کنوار کے ہاتھ انتظام آیا۔ اس نے مالکانہ کی بحالی کے لئے جو ضبط ہو گیا تھا، مرافعہ (اپیل) کیا، مگر کوئی کامیابی نہ ہوئی، لاد کنواری 1849ء میں مرگئی اور پرتچھت گڑھ کی جائیداد پر ہربنس سنگھ قابض ہو گیا، سرکار نے معافی ضبط کر لی اور معاملۂ زمین کی تشخیص زمیداروں پر کی گئی۔

تعلقہ جبر ہیری

رانی سدا کنوار کی جاگیر کو جو تعلقہ جبر ہیری کہتے ہیں، اس میں 49 گاؤں ہیں، ان میں سے گیارہ گاؤں کی نسبت اس نے معاہدہ پورا کرنے سے انکار کر دیا اور باقی مواضع پر (24162) روپے محصول دینا منظور کر لیا، اس مالگزاری میں بھی تعلقہ تھٹکی کی طروح کمی کی گئی اور 1882ء میں مسٹر روز کی سفارش پر اس کی جاگیر بحال رہی کیونکہ اس کا انتظام تسلی بخش تھا اور گاؤں کی پنچایتیں خوش تھیں، لیکن ساتھ ہی یہ بھی حکم ہوا کہ زیر قاعدہ 17 ایکٹ 1882ء اس کا بندوبست موضع وار کیا جائے، جس کو مسٹر ٹرنر نے مکمل کیا اور اس پر عملدرآمد 1883ء میں ہوا لیکن چونکہ رانی دھن کنوار اس کا بخوبی انتظام نہیں کر سکتی تھی، ایک جدید معاہدہ کیا گیا جس کی رو سے رانی دھن کنوار بالاشتراک معاملہ[1] زمین کی ذمہ دار ہوئی اور اس کے عوض نقدی منافع کا نصف دیا جانا منظور کیا گیا، یہ عجیب معاہدہ رانی دھن کنوار کی موت کے بعد تک قائم رہا لیکن اب تک بندوبست کے کاغذات نامکمل تھے، کیونکہ نہ تو کوئی معاملہ زمین کی باقاعدہ تشخیص کی گئی تھی اور نہ رانی کے حقوق کا فیصلہ کیا گیا تھا، 1836ء میں مسٹر تھارنٹن نے جو بندوبست کی

---

[1] معاملۂ زمین ایک اصطلاحی لفظ ہے، جو قانونِ مال میں استعمال ہوتا ہے، مراد اس سے وہ روپیہ یا جنس ہے جو سرکار مالکان یا موروثیان سے وصول کرتی ہے۔

رہ گئے۔ خوشحال سنگھ نے لاد کنوار کے ساتھ جونتھا سنگھ سردار پرتھچھت گڑھ کی لڑکی تھی، شادی کر لی اور اس طرح اس کی تمام جائیداد کا مالک ہو گیا، 1836ء میں رانی دھن کنوار کے مرنے پر لاد کنوار کے ہاتھ انتظام آیا۔ اس نے مالکانہ کی بحالی کے لئے جو ضبط ہو گیا تھا، مرافعہ (اپیل) کیا، مگر کوئی کامیابی نہ ہوئی، لاد کنواری 1849ء میں مر گئی اور پرتھچھت گڑھ کی جائیداد پر ہربنس سنگھ قابض ہو گیا، سرکار نے معافی ضبط کر لی اور معاملۂ زمین کی تشخیص زمیداروں پر کی گئی۔

تعلقہ جبر ہیری

رانی سدا کنوار کی جاگیر کو جو تعلقہ جبر ہیری کہتے ہیں، اس میں 49 گاؤں ہیں، ان میں سے گیارہ گاؤں کی نسبت اس نے معاہدہ پورا کرنے سے انکار کر دیا اور باقی مواضع پر (24162) روپے محصول دینا منظور کر لیا، اس مالگزاری میں بھی تعلقہ ٹھٹکی کی طرح کمی کی گئی اور 1882ء میں مسٹر روز کی سفارش پر اس کی جاگیر بحال رہی کیونکہ اس کا انتظام تسلی بخش تھا اور گاؤں کی پنچایتیں خوش تھیں، لیکن ساتھ ہی یہ بھی حکم ہوا کہ زیر قاعدہ 17 ایکٹ 1882ء اس کا بندوبست موضع وار کیا جائے، جس کو مسٹر ٹرنر نے مکمل کیا اور اس پر عملدرآمد 1883ء میں ہوا لیکن چونکہ رانی دھن کنوار اس کا بخوبی انتظام نہیں کر سکتی تھی، ایک جدید معاہدہ کیا گیا جس کی رو سے رانی دھن کنوار بالاشتراک معاملہ[1] زمین کی ذمہ دار ہوئی اور اس کے عوض نقدی منافع کا نصف دیا جانا منظور کیا گیا، یہ عجیب معاہدہ رانی دھن کنوار کی موت کے بعد تک قائم رہا لیکن اب تک بندوبست کے کاغذات نامکمل تھے، کیونکہ نہ تو کوئی معاملہ زمین کی باقاعدہ تشخیص کی گئی تھی اور نہ رانی کے حقوق کا فیصلہ کیا گیا تھا، 1836ء میں مسٹر تھارنٹن نے جو بندوبست کی

---

[1] معاملۂ زمین ایک اصطلاحی لفظ ہے، جو قانونِ مال میں استعمال ہوتا ہے، مراد اس سے وہ روپیہ یا جنس ہے جو سرکار مالکان یا موروثیان سے وصول کرتی ہے۔

تلہڑی

علاقہ تلہڑی رانی دیا کنوار بیوہ تخت سنگھ کے قبضہ میں تھا اور اس میں 24 گاؤں تھے اور دو بستیاں ناگل اور دیو بند کے پرگنہ میں تھیں، ان کے واسطے رانی نے 16941 روپئے پر 1818ء میں عارضی معاہدہ کیا، جو دوسرے سال کم کر کے 15000 روپئے کر دیا گیا، اس نے انتظام ایک کاشتکار کے سپرد کیا، جس کی دست درازیوں کی شکایت کوسن کر مسٹر روز نے 1882ء میں معاہدہ کو منسوخ کر کے مالکان کے ساتھ براہِ راست معاہدہ کیا، تلہڑی کا علاقہ تا حیات رانی کے پاس رہا اور ساتھ ہی اس کے سات گاؤں میں 5 فیصدی مالکانہ کا حق بھی قائم کیا گیا۔

تعلقہ جٹول

واقع پرگنہ ناگل میں 45 مواضع اور 13 بستیاں شامل تھیں جو کورا سنگھ کے قبضہ میں تھیں، مگر اس نے معاہدہ سے انکار کیا اور پھر زمینداروں سے براہِ راست معاہدہ کرنا پڑا، ایسا ہی حال چاندیری کا ہوا، جس میں 42 مواضع اور دو بستیاں واقعہ پرگنہ ہاردار ہیں جس پر بساون سنگھ قابض و متصرف تھا۔

ہربنس سنگھ کا زمانہ

یہ امر تو ہر طرح سے واضح ہے کہ جب ہربنس سنگھ قابض ہوا تو لندھورا اور پرتچھت گڑھ کی جاگیروں میں بہت کچھ کمی واقع ہو چکی تھی، وہ 1815ء میں ایک نابالغ بیٹا، رگھبیر سنگھ چھوڑ کر مر گیا اور اس کی جائیداد کورٹ آف وارڈس کے سپرد کی گئی یہ جاگیر 38 مواضع پر مشتمل اور اس کی آمدنی 26000 روپئے تھی، لیکن غدر 1857ء میں راجہ کی وفاداری کی وجہ سے 11 مواضع جدید عطا کئے گئے اور ان کے علاوہ 2 گاؤں راجہ نے خرید کئے، جملہ 13 گاؤں کا اضافہ ہو گیا۔

تلہڑی

علاقہ تلہڑی رانی دیا کنوار بیوہ تخت سنگھ کے قبضہ میں تھا اور اس میں 24 گاؤں تھے اور دو بستیاں ناگل اور دیو بند کے پرگنہ میں تھیں، ان کے واسطے رانی نے 16941 روپئے پر 1818ء میں عارضی معاہدہ کیا، جو دوسرے سال کم کر کے 15000 روپئے کر دیا گیا، اس نے انتظام ایک کاشتکار کے سپرد کیا، جس کی دست درازیوں کی شکایت کوسن کر مسٹر روز نے 1882ء میں معاہدہ کو منسوخ کر کے مالکان کے ساتھ براہِ راست معاہدہ کیا، تلہڑی کا علاقہ تا حیات رانی کے پاس رہا اور ساتھ ہی اس کے سات گاؤں میں 5 فیصدی مالکانہ کا حق بھی قائم کیا گیا۔

تعلقہ جٹول

واقع پرگنہ ناگل میں 45 مواضع اور 13 بستیاں شامل تھیں جو کورا سنگھ کے قبضہ میں تھیں، مگر اس نے معاہدہ سے انکار کیا اور پھر زمینداروں سے براہِ راست معاہدہ کرنا پڑا، ایسا ہی حال چاندیری کا ہوا، جس میں 42 مواضع اور دو بستیاں واقعہ پرگنہ ہاردار ہیں جس پر بساون سنگھ قابض و متصرف تھا۔

ہربنس سنگھ کا زمانہ

یہ امر تو ہر طرح سے واضح ہے کہ جب ہربنس سنگھ قابض ہوا تو لندھورا اور پرتھپت گڑھ کی جاگیروں میں بہت کچھ کمی واقع ہو چکی تھی، وہ 1815ء میں ایک نابالغ بیٹا، رگھبیر سنگھ چھوڑ کر مر گیا اور اس کی جائیداد کورٹ آف وارڈس کے سپرد کی گئی یہ جاگیر 38 مواضع پر مشتمل اور اس کی آمدنی 26000 روپئے تھی، لیکن غدر 1857ء میں راجہ کی وفاداری کی وجہ سے 11 مواضع جدید عطا کئے گئے اور ان کے علاوہ 2 گاؤں راجہ نے خرید کئے، جملہ 13 گاؤں کا اضافہ ہو گیا۔

نام ضلع	آمدنی زمین
میرٹھ	421122
بجنور	10823
مظفرنگر	7943
بلندشہر	2060

یہ تعداد و حالات ہم نے گزیٹر وغیرہ سے اخذ کئے ہیں، ممکن ہے کہ زمانۂ حال میں اس میں تغیر وتبدل ہوا ہو۔ اس وقت لنڈھورا کے رئیس اعظم لفٹنٹ راجہ بلونت سنگھ بہادر ہیں جو قابل اور معاملہ فہم رئیس ہیں۔ جنگ عظیم کی خدمات کے صلہ میں گورنمنٹ نے عطائے جاگیر وغیرہ سندات سے راجہ موصوف کا اعتراف کیا ہے۔ راجہ بذاتہٖ شریف اور خیر خواہ قوم ہے۔ ان کے علاوہ اس ضلع میں چند ایک قابل ہستیاں گوجر قوم کی مشہور ہیں جو اپنی قوم کی ترقی واصلاح رسوم وعلم وتہذیب وتمدن واقتصاد میں پُر جوش وسرگرم کوشش کر رہی ہیں۔ قومی رسائل شائع کئے جاتے ہیں، قومی انجمنیں قائم ہیں۔ سالانہ جلسے منعقد ہوتے ہیں جس میں ہزاروں مقتدر ومعزز قوم کے افراد جمع ہو کر قوم کی ترقی کی تجاویز سوچتے ہیں۔

ان میں سے اسمائے ذیل قابلِ ذکر ہیں۔

(۱) چوہدری قدم سنگھ ورما زمیندار گنگوہ۔

(۲) چوہدری منگت سنگھ وکیل سابق ممبر کونسل یوپی رئیس دودھلا۔

(۳) چوہدری ہربنس سنگھ مختار عدالتہائے رڑکی، رئیس قادر پور

(۴) چوہدری تگل سنگھ مختار عدالتہائے مال وفوجداری۔

(۵) چوہدری ملتان سنگھ ماسٹر ہائی سکول مظفر نگر۔

(۶) بابو دیارام ساکن ابدی پور حال ماسٹر اسکول کرانہ، ضلع مظفر گڑھ۔

(۷) چوہدری صورت سنگھ سکریٹری ڈسٹرکٹ بورڈ۔

نام ضلع	آمدنی زمین
میرٹھ	421122
بجنور	10823
مظفر نگر	7943
بلند شہر	2060

یہ تعداد و حالات ہم نے گزیٹر وغیرہ سے اخذ کئے ہیں، ممکن ہے کہ زمانۂ حال میں اس میں تغیر و تبدل ہوا ہو۔ اس وقت لنڈھورا کے رئیس اعظم لفٹنٹ راجہ بلونت سنگھ بہادر ہیں جو قابل اور معاملہ فہم رئیس ہیں۔ جنگ عظیم کی خدمات کے صلہ میں گورنمنٹ نے عطائے جاگیر وغیرہ سندات سے راجہ موصوف کا اعتراف کیا ہے۔ راجہ بذاتہ شریف اور خیر خواہ قوم ہے۔ ان کے علاوہ اس ضلع میں چند ایک قابل ہستیاں گوجر قوم کی مشہور ہیں جو اپنی قوم کی ترقی و اصلاح رسوم وعلم و تہذیب و تمدن و اقتصاد میں پُر جوش و سرگرم کوشش کر رہی ہیں۔ قومی رسائل شائع کئے جاتے ہیں، قومی انجمنیں قائم ہیں۔ سالانہ جلسے منعقد ہوتے ہیں جس میں ہزاروں مقتدر و معزز قوم کے افراد جمع ہو کر قوم کی ترقی کی تجاویز سوچتے ہیں۔

ان میں سے اسمائے ذیل قابلِ ذکر ہیں۔

(۱) چوہدری قدم سنگھ ورما زمیندار گنگوہ۔

(۲) چوہدری منگت سنگھ وکیل سابق ممبر کونسل یو پی رئیس دودھلا۔

(۳) چوہدری ہربنس سنگھ مختار عدالتہائے رڑکی، رئیس قادر پور

(۴) چوہدری تگل سنگھ مختار عدالتہائے مال و فوجداری۔

(۵) چوہدری ملتان سنگھ ماسٹر ہائی سکول مظفر نگر۔

(۶) بابو دیا رام ساکن ابدی پور حال ماسٹر اسکول کرانہ، ضلع مظفر گڑھ۔

(۷) چوہدری صورت سنگھ سکریٹری ڈسٹرکٹ بورڈ۔

زمانہ شناس تھا۔ جب سکندر اعظم نے پنجاب پر حملہ کیا تو اس نے سکندر اعظم کے ساتھ مفید شرائط پر معاہدہ کرلیا اور سکندر کا معاون و مددگار ہو گیا، سکندر اعظم نے اس کو اپنے مفتوحہ ملک میں سے ایک بڑا حصہ اس کی جان نثاری کے صلہ میں عطا کیا۔ رفتہ رفتہ لاہور تک اس خاندان کی سلطنت کا دائرہ وسیع ہو گیا۔

راجہ چندر پال

راجہ چندر پال سلطان سبکتگین کا ہم عصر تھا، سلطان سبکتگین اور اس کے درمیان سخت جنگ ہوئی ، دونوں طرف کے بہت سے سپاہی اس جنگ میں کام آئے ، راجہ نہایت استحکام و استقلال سے غزنوی عساکر کے سامنے سدروئیں کی طرح کھڑا رہا، سلطان اس پر غالب نہ آسکا۔ مایوس ہو کر اس کا معابلہ چھوڑ دیا اور واپس چلا گیا۔

راجہ رتن پال

یہ راجہ اپنی آبائی شجاعت و بلند حوصلگی کی وجہ سے اپنے زمانہ میں ممتاز تھا۔ اس کا کوئی تاریخی کارنامہ اس کے سوانہیں ملا کہ اس نے ملک موروثی کو بحال رکھا اور اندرونِ ملک میں مختلف قسم کی اصلاحیں کیں اور حدود ملک کو مضبوط کیا۔

راجہ جیپال

یہ مشہور راجہ اسی خاندان کا چشم و چراغ، غیور اور جانباز سپاہی تھا۔ جنگ میں خود شامل ہو کر فوج کے آگے آگے رہتا تھا۔ اس کی لڑائی سلطان محمود غزنوی کے ساتھ ہوئی۔ جس میں یہ باوجود دوسرے راجاؤں کی امداد کے ناکامیاب رہا۔ لیکن اس نے جنگ میں جو شجاعت کے جوہر دکھلائے وہ یادگار زمانہ ہیں۔

زمانہ شناس تھا۔ جب سکندر اعظم نے پنجاب پر حملہ کیا تو اس نے سکندر اعظم کے ساتھ مفید شرائط پر معاہدہ کر لیا اور سکندر کا معاون و مددگار ہو گیا، سکندر اعظم نے اس کو اپنے مفتوحہ ملک میں سے ایک بڑا حصہ اس کی جان نثاری کے صلہ میں عطا کیا۔ رفتہ رفتہ لاہور تک اس خاندان کی سلطنت کا دائرہ وسیع ہو گیا۔

راجہ چندر پال

راجہ چندر پال سلطان سبکتگین کا ہم عصر تھا، سلطان سبکتگین اور اس کے درمیان سخت جنگ ہوئی، دونوں طرف کے بہت سے سپاہی اس جنگ میں کام آئے، راجہ نہایت استحکام و استقلال سے غزنوی عساکر کے سامنے سدروئیں کی طرح کھڑا رہا، سلطان اس پر غالب نہ آ سکا۔ مایوس ہو کر اس کا مقابلہ چھوڑ دیا اور واپس چلا گیا۔

راجہ رتن پال

یہ راجہ اپنی آبائی شجاعت و بلند حوصلگی کی وجہ سے اپنے زمانہ میں ممتاز تھا۔ اس کا کوئی تاریخی کارنامہ اس کے سوا نہیں ملا کہ اس نے ملک موروثی کو بحال رکھا اور اندرونِ ملک میں مختلف قسم کی اصلاحیں کیں اور حدود ملک کو مضبوط کیا۔

راجہ جیپال

یہ مشہور راجہ اسی خاندان کا چشم و چراغ، غیور اور جانباز سپاہی تھا۔ جنگ میں خود شامل ہو کر فوج کے آگے آگے رہتا تھا۔ اس کی لڑائی سلطان محمود غزنوی کے ساتھ ہوئی۔ جس میں یہ باوجود دوسرے راجاؤں کی امداد کے ناکامیاب رہا۔ لیکن اس نے جنگ میں جو شجاعت کے جوہر دکھلائے وہ یادگار زمانہ ہیں۔

برائے نام راجہ رہ گیا۔

راجہ دیارام

اس راجہ نے عنانِ حکومت ہاتھ میں لیتے ہی اپنی حکومت کو بڑھایا اور اپنے ملک کے حدود کو مستحکم کیا اور اپنی طاقت کو از سر نو قائم کیا۔

راجہ پرسرام سنگھ

اس راجہ کے تین فرزند تھے۔ راجہ تونے شاہ، راجہ صورت سنگھ، راجہ بھوپال۔ راجہ تونے شاہ دور اندیش اور زمانہ شناس خردمند راجہ تھا۔ اس نے 1725ء سے 1770ء تک حکومت کی۔ 1733ء میں مہاراج دیتا کی وفات پر ریاست کی مسند نشینی کی وراثت کا تنازع ہوا۔ راجہ تونے شاہ نے مہاراجہ اندر سنگھ کو امداد دی۔ جس سے وہ کامیاب ہوا۔اس نے پانچ گاؤں بصلہ خدمات راجہ تونے شاہ کو دیئے راجہ تونے شاہ کے دولڑکے تھے۔ راجہ بش سنگھ اور راجہ دیوی سنگھ جو یکے بعد دیگرے مسند نشین ہوئے۔

مؤلف: گزیٹر میں لکھا ہے کہ تونے شاہ کے بعد بدن سنگھ اور اس کے بعد اس کا لڑکا دیوی سنگھ راجہ ہوا۔ یہ صریحاً غلط ہے کیونکہ ہم تاریخ کے ایسے زمانہ میں پہنچ گئے ہیں جو بہت روشن ہے۔ اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ بدن سنگھ کوئی راجہ نہیں ہوا۔ غالباً غلطی سے بجائے بشن سنگھ کے بدن سنگھ لکھا گیا ہے اور دیوی سنگھ بش سنگھ کا بھائی تھا نہ کہ بیٹا۔

راجہ رنجیت سنگھ

دیوی سنگھ کے بعد راجہ رنجیت سنگھ مسند نشین ہوا۔ اس کے زمانہ میں مرہٹوں کا دور دورہ تھا اور ان کے طوفان محشر انگیز حملے ہر طرف سے جاری تھے اور ان کی تاخت وتاراج سے لوگ کانپ اُٹھے تھے۔

برائے نام راجہ رہ گیا۔

راجہ دیارام

اس راجہ نے عنانِ حکومت ہاتھ میں لیتے ہی اپنی حکومت کو بڑھایا اور اپنے ملک کے حدود کو مستحکم کیا اور اپنی طاقت کو از سر نو قائم کیا۔

راجہ پرسرام سنگھ

اس راجہ کے تین فرزند تھے۔ راجہ تو نے شاہ، راجہ صورت سنگھ، راجہ بھوپال۔ راجہ تونے شاہ دور اندیش اور زمانہ شناس خردمند راجہ تھا۔ اس نے 1725ء سے 1770ء تک حکومت کی۔ 1733ء میں مہاراج دیتا کی وفات پر ریاست کی مسند نشینی کی وراثت کا تنازع ہوا۔ راجہ تونے شاہ نے مہاراجہ اندر سنگھ کو امداد دی۔ جس سے وہ کامیاب ہوا۔ اس نے پانچ گاؤں بصلہ خدمات راجہ تونے شاہ کو دیئے راجہ تونے شاہ کے دولڑکے تھے۔ راجہ بش سنگھ اور راجہ دیوی سنگھ جو یکے بعد دیگرے مسند نشین ہوئے۔

مؤلف: گزیٹر میں لکھا ہے کہ تونے شاہ کے بعد بدن سنگھ اور اس کے بعد اس کا لڑکا دیوی سنگھ راجہ ہوا۔ یہ صریحاً غلط ہے کیونکہ ہم تاریخ کے ایسے زمانہ میں پہنچ گئے ہیں جو بہت روشن ہے۔ اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ بدن سنگھ کوئی راجہ نہیں ہوا۔ غالباً غلطی سے بجائے بشن سنگھ کے بدن سنگھ لکھا گیا ہے اور دیوی سنگھ بش سنگھ کا بھائی تھا نہ کہ بیٹا۔

راجہ رنجیت سنگھ

دیوی سنگھ کے بعد راجہ رنجیت سنگھ مسند نشین ہوا۔ اس کے زمانہ میں مرہٹوں کا دور دورہ تھا اور ان کے طوفان محشر انگیز حملے ہر طرف سے جاری تھے اور ان کی تاخت وتاراج سے لوگ کانپ اُٹھے تھے۔

گی اور ریاست میں نمک کا نکالنا بند کیا گیا اور بجائے اس کے گورنمنٹ کا نمک فروخت ہونے لگا۔ یہ امر عام انتظام کے ماتحت تھا۔ ریاست نے گورنمنٹ کی طرح طرح کی خدمت انجام دی ہے۔ اس نے 1682ء میں بیتواندی اور 1884ء میں ریلوے کے لئے گورنمنٹ کو مفت زمین عطا کی جو بہت وسیع رقبہ ہے۔ ہز ہائنس مہاراجہ چتر سنگھ 1896ء میں مر گیا اور اس کی جگہ ہز ہائنس مہاراج بیر سنگھ جو دیو کے سی، آئی، ای حکمران ہوئے۔

ہز ہائنس ایک خاص قابلیت کے حکمران ہیں، عالی دماغ، معاملہ فہم فرمانروا ہونے کی وجہ سے ریاست کے جزو وکل معاملات کو بہ نفس نفیس ملاحظہ کرتے ہیں اور ریاست ہر ایک پہلو سے ہر ایک شعبہ میں ترقی کر رہی ہے۔

مردم شماری

اس ریاست کی مردم شماری 1921ء میں 33472 نفوس پر مشتمل تھی۔ جس میں گوجروں کی تعداد دو ہزار کے قریب ہے جو اکثر کاشت کرتے ہیں اور اچھے چال چلن کے ہیں۔ معاملہ زمین فصل پختہ پر پانچ روپیہ فی ایکڑ لیا جاتا ہے۔ ہر قسم کی آمدنی کی تعداد چھ لاکھ روپیہ سالانہ ہے۔

ایک رسالہ دو سو سوار کا اور ایک پلٹن پانسو نفر کی اور ایک توپخانہ چھ توپوں کا ریاست کے انتظام کے لئے مقرر ہے۔

علاقے

ریاست چار علاقوں شمشیر گڈھ، امر گڑہ، لوہار گڑہ، مہاراج گنج پر منقسم ہے۔ ہر ایک علاقہ میں ایک ریونیو آفیسر رہتا ہے۔ جو محصول زمین وصول کرتا اور دیگر فرائض عدالت وغیرہ انجام دیتا ہے۔ یہ ریاست ہند کی قدیم بادشاہی کی شان وشوکت کی ایک مثال ہے۔ رفاہ عام کے لئے شفاخانے اور اسکول موجود ہیں۔

گی اور ریاست میں نمک کا نکالنا بند کیا گیا اور بجائے اس کے گورنمنٹ کا نمک فروخت ہونے لگا۔ یہ امر عام انتظام کے ماتحت تھا۔ ریاست نے گورنمنٹ کی طرح طرح کی خدمت انجام دی ہے۔ اس نے 1682ء میں بیتواندی اور 1884ء میں ریلوے کے لئے گورنمنٹ کو مفت زمین عطا کی جو بہت وسیع رقبہ ہے۔ ہز ہائنس مہاراجہ چتر سنگھ 1896ء میں مر گیا اور اس کی جگہ ہز ہائنس مہاراج بیر سنگھ جو دیو کے سی، آئی، ای حکمران ہوئے۔

ہز ہائنس ایک خاص قابلیت کے حکمران ہیں، عالی دماغ، معاملہ فہم فرمانروا ہونے کی وجہ سے ریاست کے جزو وکل معاملات کو بہ نفسِ نفیس ملاحظہ کرتے ہیں اور ریاست ہر ایک پہلو سے ہر ایک شعبہ میں ترقی کر رہی ہے۔

مردم شماری

اس ریاست کی مردم شماری 1921ء میں 33472 نفوس پر مشتمل تھی۔ جس میں گوجروں کی تعداد دو ہزار کے قریب ہے جو اکثر کاشت کرتے ہیں اور اچھے چال چلن کے ہیں۔ معاملہ زمین فصل پختہ پر پانچ روپیہ فی ایکڑ لیا جاتا ہے۔ ہر قسم کی آمدنی کی تعداد چھ لاکھ روپیہ سالانہ ہے۔

ایک رسالہ دو سو سوار کا اور ایک پلٹن پانسو نفر کی اور ایک توپخانہ چھ توپوں کا ریاست کے انتظام کے لئے مقرر ہے۔

علاقے

ریاست چار علاقوں شمشیر گڈھ، امر گڑھ، لوہار گڑھ، مہاراج گنج پر منقسم ہے۔ ہر ایک علاقہ میں ایک ریونیو آفیسر رہتا ہے۔ جو محصول زمین وصول کرتا اور دیگر فرائض عدالت وغیرہ انجام دیتا ہے۔ یہ ریاست ہند کی قدیم بادشاہی کی شان وشوکت کی ایک مثال ہے۔ رفاہ عام کے لئے شفاخانے اور اسکول موجود ہیں۔

دیہات میں رہنے والے گوجر بالخصوص جہاں کہیں طویل مدت تک بودوباش رکھتے ہیں، وہاں کے بسنے والوں کے اوضاع واطوار، خوبو اور لباس اختیار کر لیتے ہیں، بلکہ یہاں تک کہ ان کی پگڑیوں کی بندش بھی شولا پوری فیشن کی ہوتی ہے، ان کا لباس اگرچہ خوبصورت ہوتا ہے مگر زیادہ قیمتی نہیں ہوتا۔ زیور پہننے کا ان کو بہت شوق ہوتا ہے۔ مگر ان کی عورتیں زیادہ تر طمع کا سنہرا زیور پہنتی ہیں جس کی کچھ قیمت نہیں ہوتی۔ مستورات میں چونکہ کلائی اور بازو کھلا رہنے کا رواج نہیں ہے۔ اس لئے زیور پر کچھ زیادہ روپیہ صرف نہیں ہوتا۔ قوم لنگاہ کی طرح یہ بھی لوہے کی تپائی پر تھال رکھ کر کھانا کھاتے ہیں، ذات برداری کی عام دعوت کا بڑا رواج ہے، ہر ماتم پر کم از کم ایک دعوت ضرور دی جاتی ہے، شادی اور دیگر مذہبی تقریبوں پر دل کھول کر روپیہ اڑاتے ہیں، رشتے ناتے باہم بلا لحاظ غریب و امیر کر لیتے ہیں۔ صرف شرافت کا لحاظ ہوتا ہے اور بالعموم مالدار ہوتے ہیں، خیراتی کاموں کے لئے بڑی بڑی رقمیں جمع کر لیتے ہیں، وہ اپنے مال اور مواشی کی خدمت و تربیت میں خاص شہرت رکھتے ہیں۔ جہاں ان کی آبادی زیادہ ہوتی ہے وہاں وہ اپنے لئے علیحدہ مندر بناتے ہیں، چنانچہ شولا پور میں ان کے دو مندر یارس ناتھ جی کے ہیں، علاوہ اس کے گوجروں نے رفاہ عام کے لئے کنوؤں اور دھرم سالوں کی تعمیر میں بھی نام پیدا کیا ہے، ان کے مذہبی پیشواؤں یعنی گرو بڑی وافر آمدنی رکھتے ہیں، جس کی بدولت ان کے سینکڑوں چیلے بڑی شان وشوکت سے رہتے ہیں۔

شملہ

شملہ کے علاقہ کا مزروعہ حصہ زیادہ تر گوجروں کے قبضہ میں ہے، یہ لوگ اچھے کاشتکار ہیں اور ان کے اخلاق عام طور پر اچھے ہیں، شکل و شباہت میں خاص امتیاز رکھتے ہیں، مواشی اور گھی اور دودھ کی تجارت کرتے ہیں، بالعموم مسلمان ہیں اور بعض قبائل ہندو بھی ہیں، مسلمانوں اور ہندوؤں کے رسوم شادی مختلف ہیں،

دیہات میں رہنے والے گوجر بالخصوص جہاں کہیں طویل مدت تک بود و باش رکھتے ہیں، وہاں کے بسنے والوں کے اوضاع واطوار، خوبو اور لباس اختیار کر لیتے ہیں، بلکہ یہاں تک کہ ان کی پگڑیوں کی بندش بھی شولاپوری فیشن کی ہوتی ہے، ان کا لباس اگرچہ خوبصورت ہوتا ہے مگر زیادہ قیمتی نہیں ہوتا۔ زیور پہننے کا ان کو بہت شوق ہوتا ہے۔ مگر ان کی عورتیں زیادہ تر طمع کا سنہرا زیور پہنتی ہیں جس کی کچھ قیمت نہیں ہوتی۔ مستورات میں چونکہ کلائی اور بازو کھلا رہنے کا رواج نہیں ہے۔ اس لئے زیور پر کچھ زیادہ روپیہ صرف نہیں ہوتا۔ قوم لنگاہ کی طرح یہ بھی لوہے کی تپائی پر تھال رکھ کر کھانا کھاتے ہیں، ذات برداری کی عام دعوت کا بڑا رواج ہے، ہر ماتم پر کم از کم ایک دعوت ضرور دی جاتی ہے، شادی اور دیگر مذہبی تقریبوں پر دل کھول کر روپیہ اڑاتے ہیں، رشتے ناتے باہم بلا لحاظ غریب و امیر کر لیتے ہیں۔ صرف شرافت کا لحاظ ہوتا ہے اور بالعموم مالدار ہوتے ہیں، خیراتی کاموں کے لئے بڑی بڑی رقمیں جمع کر لیتے ہیں، وہ اپنے مال اور مواشی کی خدمت و تربیت میں خاص شہرت رکھتے ہیں۔ جہاں ان کی آبادی زیادہ ہوتی ہے وہاں وہ اپنے لئے علیحدہ مندر بناتے ہیں، چنانچہ شولاپور میں ان کے دو مندر پارس ناتھ جی کے ہیں، علاوہ اس کے گوجروں نے رفاہ عام کے لئے کنوؤں اور دھرم سالوں کی تعمیر میں بھی نام پیدا کیا ہے، ان کے مذہبی پیشواؤں یعنی گرو بڑی وافر آمدنی رکھتے ہیں، جس کی بدولت ان کے سینکڑوں چیلے بڑی شان وشوکت سے رہتے ہیں۔

شملہ

شملہ کے علاقہ کا مزروعہ حصہ زیادہ تر گوجروں کے قبضہ میں ہے، یہ لوگ اچھے کاشتکار ہیں اور ان کے اخلاق عام طور پر اچھے ہیں، شکل و شباہت میں خاص امتیاز رکھتے ہیں، مواشی اور گھی اور دودھ کی تجارت کرتے ہیں، بالعموم مسلمان ہیں اور بعض قبائل ہندو بھی ہیں، مسلمانوں اور ہندوؤں کے رسوم شادی مختلف ہیں،

اخلاق اچھے ہیں، مسلمان گوجروں کا ایک مشہور معزز خاندان اس ضلع میں ہے۔

اٹھارہویں صدی عیسوی کے اخیر میں زنجبہ بہادر سنگھ گوجر والی گھاسیٹرہ اس علاقہ میں بڑا زبردست راجہ تھا۔ جو نواب فتح علی خان کے ساتھ مل کر اسد خان سپہ سالار محمد شاہ بادشاہ دہلی سے لڑتا رہا اور فوج شاہی کو شکست فاش دی۔ اسد خان اس لڑائی میں مارا گیا مگر آخر شاہی فوج اور دیگر ماتحت راجاؤں نے قلعہ گھاسیٹرہ کا محاصرہ کر کے بہادر سنگھ کو قتل کیا اس کے بعد اس کا بیٹا فتح سنگھ اپنے علاقہ پر کامیاب حکمران رہا۔

(ف)

ضلع فیروز پور

ضلع فیروز پور کے علاقہ بیٹ میں بہت گوجر آباد ہیں۔ کھٹانہ گوجر اپنے آپ کو پنوار راجپوت کہتے ہیں اور بیان کرتے ہیں کہ وہ ہندوستان کے جنوبی حصہ دھارانگری کی طرف سے نہ آئے، پہلے وہ رانیہ واقعہ سرسہ کے قرب و جوار میں آ کر آباد ہوئے اور وہاں سے قصور کی طرف چلے آئے تھے، یہاں سے کوچ کر کے 1918ء کے وسط میں ماکھو کے قرب و جوار میں آباد ہو گئے، مگر وہاں کے باشندوں سے لڑتے بھڑتے، دھرم کوٹ کے نواحی میں مجتمعاً مستقل سکونت اختیار کر لی، جہاں اب وہ صاحب اقتدار زمیندار کی حیثیت سے رہتے ہیں۔ پہلے کی بہ نسبت اب ان کی حالات و عادات میں بہت کچھ اصلاح ہو گئی ہے اور یہ اب اچھے کاشتکار ہوتے جاتے ہیں، فطرۃً ذہین اور چست ہیں اور اپنے معاملات کو خوب سمجھتے ہیں مگر تعلیم سے بالکل بے بہرہ ہیں، ان میں سے جو تعلیم شروع کرتا ہے، وہ بالعموم کامیاب ہو جاتا ہے، پہلے زمانہ میں ایک ڈپٹی کمشنر نے ان کی اصلاح کے لئے ان ہی میں سے ایک پولیس افسر مقرر کیا تھا۔ جس کے تقرر سے بہت کچھ فائدہ ہوا اور اس نے ضلع کا دورہ کر کے اپنی قوم کی بہت کچھ اصلاح کی۔

اخلاق اچھے ہیں، مسلمان گوجروں کا ایک مشہور معزز خاندان اس ضلع میں ہے۔

اٹھارہویں صدی عیسوی کے اخیر میں زنجبہ بہادر سنگھ گوجر والی گھاسیڑہ اس علاقہ میں بڑا زبردست راجہ تھا۔ جونواب فتح علی خان کے ساتھ مل کر اسد خان سپہ سالار محمد شاہ بادشاہ دہلی سے لڑتا رہا اور فوج شاہی کو شکست فاش دی۔ اسد خان اس لڑائی میں مارا گیا مگر آخر شاہی فوج اور دیگر ماتحت راجاؤں نے قلعہ گھاسیڑہ کا محاصرہ کر کے بہادر سنگھ کو قتل کیا اس کے بعد اس کا بیٹا فتح سنگھ اپنے علاقہ پر کامیاب حکمران رہا۔

(ف)

ضلع فیروز پور

ضلع فیروز پور کے علاقہ بیٹ میں بہت گوجر آباد ہیں۔ کھٹانہ گوجر اپنے آپ کو پنوار راجپوت کہتے ہیں اور بیان کرتے ہیں کہ وہ ہندوستان کے جنوبی حصہ دھارانگری کی طرف سے نہ آئے، پہلے وہ رانیہ واقعہ سرسہ کے قرب و جوار میں آکر آباد ہوئے اور وہاں سے قصور کی طرف چلے آئے تھے، یہاں سے کوچ کر کے 1918ء کے وسط میں ماکھو کے قرب و جوار میں آباد ہو گئے، مگر وہاں کے باشندوں سے لڑتے بھڑتے، دھرم کوٹ کے نواحی میں مجتمعاً مستقل سکونت اختیار کر لی، جہاں اب وہ صاحب اقتدار زمیندار کی حیثیت سے رہتے ہیں۔ پہلے کی بہ نسبت اب ان کی حالات و عادات میں بہت کچھ اصلاح ہوگئی ہے اور یہ اب اچھے کاشتکار ہوتے جاتے ہیں، فطرۃً ذہین اور چست ہیں اور اپنے معاملات کو خوب سمجھتے ہیں مگر تعلیم سے بالکل بے بہرہ ہیں، ان میں سے جو تعلیم شروع کرتا ہے، وہ بالعموم کامیاب ہو جاتا ہے، پہلے زمانہ میں ایک ڈپٹی کمشنر نے ان کی اصلاح کے لئے ان ہی میں سے ایک پولیس افسر مقرر کیا تھا۔ جس کے تقرر سے بہت کچھ فائدہ ہوا اور اس نے ضلع کا دورہ کر کے اپنی قوم کی بہت کچھ اصلاح کی۔

پڑوا[1] کے آٹھ آنے۔

بعض ریاستیں جولائی اگست میں مواشی کی چرائی بند کر دیتی ہیں تا کہ موسم برسات میں گھاس اچھی طرح نشوونما پا جائے، بعض ریاستیں گوجروں کو مستقل طور پر چراگاہیں اس شرط پر کہ وہ وقت مقررہ پر قسط ادا کرتے رہیں اور اپنی اپنی حدود مقررہ کے اندر مواشی چراتے رہیں دے دیتی ہیں ایسے رقبوں کو یہ لوگ سوانہ کہتے ہیں۔ اس سوانہ (حدود) پر ان کا حق موروثی سمجھا جاتا ہے کیونکہ چرائی کا پٹہ نسلاً بعد نسل بحال و برقرار رہتا ہے۔

خانہ بدوش گوجر جونور پور کے علاقہ میں رہتے ہیں، ان کو کوئی حق مستقل زمین کے چرانے کا نہیں ہوتا۔ ان کا مقدم یا سرگروہ جو ریاست جنپہ کے حکام کے نزدیک معتمد علیہ ہوتا ہے، وہی چرائی کی سندات حاصل کرتا ہے اور لوگوں کی نگرانی رکھتا ہے۔

پہاڑی گوجر کاہل اور سست ہوتے ہیں اور چوری بھی کرتے ہیں۔ ان کی معاش کا دارومدار زیادہ تر گھی اور دودھ پر ہوتا ہے۔ یا مواشی فروخت کرتے ہیں۔ انہیں زراعت وغیرہ سے کوئی[2] سروکار نہیں ہے۔ میدانی گوجر باہمت، محنتی اور شریف ہیں۔ چوری کو بُرا سمجھتے ہیں۔ گوجر ایک بہادر جوانمرد قوم ہے اور اس کے نوجوان خوبصورت، قوی اور بلند بالا ہوتے ہیں۔ ان کی شکل و شباہت اور ڈیل ڈول خوشنما ہوتا ہے۔ اگرچہ گوجر ہر ایک علاقہ میں کم وبیش پائے جاتے ہیں مگر جوالامکھی، تیرا، نداؤں میں بکثرت آباد ہیں۔ ان میں سے اکثر مسلمان ہیں۔ ہندو گوجر بالخصوص ریاست منڈی کی حدود میں رہتے ہیں لیکن مسلمانوں کے مقابلہ میں بہت کم ہیں، ان کے گوت اکثر وہی ہیں جو پنجاب میں مشہور ہیں۔

---

[1] پڑو بھینس کا بچہ پڑیا بھینس کی بچی۔

[2] اب تو زراعت کی طرف پورے طور سے مائل ہیں اور چوری سے مجتنب ہیں۔ (مؤلف)

پڑوا[1] کے آٹھ آنے۔

بعض ریاستیں جولائی اگست میں مواشی کی چرائی بند کر دیتی ہیں تا کہ موسم برسات میں گھاس اچھی طرح نشو ونما پا جائے، بعض ریاستیں گوجروں کو مستقل طور پر چراگاہیں اس شرط پر کہ وہ وقت مقررہ پر قسط ادا کرتے رہیں اور اپنی اپنی حدود مقررہ کے اندر مواشی چراتے رہیں دے دیتی ہیں ایسے رقبوں کو یہ لوگ سوانہ کہتے ہیں۔ اس سوانہ (حدود) پر ان کا حق موروثی سمجھا جاتا ہے کیونکہ چرائی کا پٹہ نسلاً بعد نسل بحال و برقرار رہتا ہے۔

خانہ بدوش گوجر جونور پور کے علاقہ میں رہتے ہیں، ان کو کوئی حق مستقل زمین کے چرانے کا نہیں ہوتا۔ ان کا مقدم یا سرگروہ جو ریاست چنبہ کے حکام کے نزدیک معتمد علیہ ہوتا ہے، وہی چرائی کی سندات حاصل کرتا ہے اور لوگوں کی نگرانی رکھتا ہے۔

پہاڑی گوجر کاہل اور سست ہوتے ہیں اور چوری بھی کرتے ہیں۔ ان کی معاش کا دارومدار زیادہ تر گھی اور دودھ پر ہوتا ہے۔ یا مواشی فروخت کرتے ہیں۔ انہیں زراعت وغیرہ سے کوئی[2] سروکار نہیں ہے۔ میدانی گوجر باہمت، محنتی اور شریف ہیں۔ چوری کو بُرا سمجھتے ہیں۔ گوجر ایک بہادر جوانمرد قوم ہے اور اس کے نوجوان خوبصورت، قوی اور بلند بالا ہوتے ہیں۔ ان کی شکل و شباہت اور ڈیل ڈول خوشنما ہوتا ہے۔ اگرچہ گوجر ہر ایک علاقہ میں کم و بیش پائے جاتے ہیں مگر جوالا مکھی، تیرا، نداؤں میں بکثرت آباد ہیں۔ ان میں سے اکثر مسلمان ہیں۔ ہندو گوجر بالخصوص ریاست منڈی کی حدود میں رہتے ہیں لیکن مسلمانوں کے مقابلہ میں بہت کم ہیں، ان کے گوت اکثر وہی ہیں جو پنجاب میں مشہور ہیں۔

---

[1] پڑو بھینس کا بچہ پڑیا بھینس کی بچی۔

[2] اب تو زراعت کی طرف پورے طور سے مائل ہیں اور چوری سے مجتنب ہیں۔ (مؤلف)

ریاست نے ان کی تعلیم کا کوئی خاص انتظام نہیں کیا جس قدر ترقی انہوں نے تمدن میں کی ہے، وہ اس وجہ سے ہے کہ ان کے تعلقات، اضلاع گجرات، سیالکوٹ، جہلم، راولپنڈی سے ہیں، جموں علاقہ کے گوجر بمقابلہ کشمیر کے گوجروں کے ترقی کی شاہراہ پر چلنے کی ہوس رکھتے ہیں۔ مگر عملی طور پر کچھ نہیں کرتے۔ ان کے گوت وہی ہیں جو اضلاع پنجاب میں پائے جاتے ہیں، مذہبی آزادی جیسا کہ پنجاب کے گوجروں کو حاصل ہے، کشمیر کے گوجروں کو حاصل نہیں ہے، پنجاب کے ممتاز گوجروں نے کبھی کوشش نہیں کی کہ وہ اپنے غریب بھائیوں کی دستگیری کریں جو ان کے ساتھ ساتھ آباد ہیں، حالانکہ پنجاب میں کشمیری شرفاً (جو کسی زمانہ میں کشمیر کو چھوڑ کر پنجاب میں چلے آئے) اپنے غریب کشمیری بھائیوں سے ہمدردی رکھتے ہیں، ان کا اخبار جاری ہے، وہ سالانہ جلسے کرتے اور اپنے اور ان کے لئے تجاویز پیش کرتے اور ان کی ہر طرح سے مدد کرتے اور حکومت کشمیر کو ان کے حقوق کی طرف توجہ دلاتے ہیں جس سے ان کو بہت کچھ فائدہ پہنچنے کی امید ہے قاعدہ ہے کہ جو دروازہ پر دستک دیتا ہے۔ اسی کے لئے دروازہ کھولا جاتا ہے۔ یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ پنجاب و ہند کے گوجروں میں جب سے کہ ان کی سلطنت جاتی رہی ہے کوئی شخص ایسا پیدا نہیں ہوا جو قوم کو جگائے یا قوم کی وکالت کرے ہر ایک ذاتی جلب منفعت کی فکر میں ہے۔

بروئی امپیریل گزٹ انڈیا جلد 15 ص 101 کشمیر کی مردم شماری گوجر (125650) اور جموں کی (151700) ہے۔

ریاست کشن گڈھ

اس ریاست میں قدیم زمانے سے گوجر آباد ہیں اور کاشتکاری ہی کرتے ہیں۔ عام طور پر ان کی مالی حالت اچھی نہیں ہے۔ ان کی تعداد 6100 تک کے قریب ہے۔ (جلد 15 صفحہ 313، امپیریل گزیٹر آف انڈیا)

ریاست نے ان کی تعلیم کا کوئی خاص انتظام نہیں کیا جس قدر ترقی انہوں نے تمدن میں کی ہے، وہ اس وجہ سے ہے کہ ان کے تعلقات، اضلاع گجرات، سیالکوٹ، جہلم، راولپنڈی سے ہیں، جموں علاقہ کے گوجر بمقابلہ کشمیر کے گوجروں کے ترقی کی شاہراہ پر چلنے کی ہوس رکھتے ہیں۔ مگر عملی طور پر کچھ نہیں کرتے۔ ان کے گوت وہی ہیں جو اضلاع پنجاب میں پائے جاتے ہیں، مذہبی آزادی جیسا کہ پنجاب کے گوجروں کو حاصل ہے، کشمیر کے گوجروں کو حاصل نہیں ہے، پنجاب کے ممتاز گوجروں نے کبھی کوشش نہیں کی کہ وہ اپنے غریب بھائیوں کی دستگیری کریں جو ان کے ساتھ ساتھ آباد ہیں، حالانکہ پنجاب میں کشمیری شرفاً (جو کسی زمانہ میں کشمیر کو چھوڑ کر پنجاب میں چلے آئے) اپنے غریب کشمیری بھائیوں سے ہمدردی رکھتے ہیں، ان کا اخبار جاری ہے، وہ سالانہ جلسے کرتے اور اپنے اور ان کے لئے تجاویز پیش کرتے اور ان کی ہر طرح سے مدد کرتے اور حکومت کشمیر کو ان کے حقوق کی طرف توجہ دلاتے ہیں جس سے ان کو بہت کچھ فائدہ پہنچنے کی امید ہے قاعدہ ہے کہ جو دروازہ پر دستک دیتا ہے۔ اسی کے لئے دروازہ کھولا جاتا ہے۔ یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ پنجاب و ہند کے گوجروں میں جب سے کہ ان کی سلطنت جاتی رہی ہے کوئی شخص ایسا پیدا نہیں ہوا جو قوم کو جگائے یا قوم کی وکالت کرے ہر ایک ذاتی جلب منفعت کی فکر میں ہے۔

بروئی امپیریل گزٹ انڈیا جلد 15 ص 101 کشمیر کی مردم شماری گوجر (125650) اور جموں کی (151700) ہے۔

ریاست کشن گڈھ

اس ریاست میں قدیم زمانے سے گوجر آباد ہیں اور کاشتکاری ہی کرتے ہیں۔ عام طور پر ان کی مالی حالت اچھی نہیں ہے۔ ان کی تعداد 6100 تک کے قریب ہے۔ (جلد 15 صفحہ 313، امپیریل گزیٹر آف انڈیا)

مخلصانہ ہیں۔ خصوصاً بانگر کے علاقہ میں ان کا زمین پر اس طرح قبضہ ہے جس طرح کہ ایک ہی مورث کی اولاد کا ہوتا ہے اور یہ نئی بات ہے کہ کھادر کے علاقہ میں گوجروں نے افغانوں کے کئی دیہات کی ملکیت حاصل کر لی ہے ان کے مشہور گوت حسب ذیل ہیں۔

اول: راول یہ راجپوت ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور بیان کرتے ہیں کہ وہ راجہ دھنڈ پال کی نسل سے ہیں۔ جو پنجاب کا راجہ گزرا ہے اور بعض راول ضلع کرنال کے کہتے ہیں کہ ان کا مورث کھوکھر تھا۔ 1918ء کے بندوبست میں کرنال کے مہتمم بندوبست نے اس روایت کو زیادہ صحیح تسلیم کیا ہے۔ پہلے یہ لوگ رانا کھیڑہ میں جس کو اب راجپورہ کہتے ہیں، آباد ہوئے تھے۔ وہاں سے کھری اور کوہند کا رُخ گیا، جہاں انہوں نے بارہ گاؤں پر قبضہ کر لیا، باپاٹلی بھی انہیں کے قبضے میں تھا۔ آخر وہاں سے چل کر علاقہ جو جگ پور میں مقیم ہوئے۔

دوئم: چوکر یہ لوگ متھرا کے علاقہ سے موضع بالی قطب پور کے راستہ سے آئے۔ ان کے قبضہ میں چوبیس گاؤں تھے۔ جن کا وسطی یا صدر مقام نامندہ تھا یہ کرنال کے بہت قدیم باشندے ہیں یہ بھی چندر بنسی راجپوت ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ یہ اپنی ملکیت کا بڑا حصہ جاٹوں کے ہاتھ میں منتقل کر چکے ہیں۔

سوم: چامیاں ان کا دعوی ہے کہ ہم تنور راجپوت ہیں اور چامیاں ایک مقام ہے، جہاں ان کے مورث رہتے تھے۔ اس لئے اس نام سے مشہور ہو گئے ۔ دراصل یہ دہلی سے آئے تھے اور نین سور سوتانہ اور دیگر قرب و جوار کے دیہات میں سکونت پذیر ہوئے۔

مؤلف: غالباً جب شیر شاہ نے دہلی کے گوجروں اور جاٹوں پر تشدد کیا تھا۔ اس وقت وہ اپنا وطن مالوف چھوڑ کر کرنال کے اس علاقہ میں آئے تھے، جو اس وقت

مخلصانہ ہیں۔ خصوصاً بانگر کے علاقہ میں ان کا زمین پر اس طرح قبضہ ہے جس طرح کہ ایک ہی مورث کی اولاد کا ہوتا ہے اور یہ نئی بات ہے کہ کھادر کے علاقہ میں گوجروں نے افغانوں کے کئی دیہات کی ملکیت حاصل کر لی ہے ان کے مشہور گوت حسب ذیل ہیں۔

اول: راول یہ راجپوت ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور بیان کرتے ہیں کہ وہ راجہ دھند پال کی نسل سے ہیں۔ جو پنجاب کا راجہ گزرا ہے اور بعض راول ضلع کرنال کے کہتے ہیں کہ ان کا مورث کھوکھر تھا۔ 1918ء کے بندوبست میں کرنال کے مہتمم بندوبست نے اس روایت کو زیادہ صحیح تسلیم کیا ہے۔ پہلے یہ لوگ رانا کھیڑہ میں جس کو اب راجپومرہ کہتے ہیں، آباد ہوئے تھے۔ وہاں سے کھری اور کوہند کا رُخ گیا، جہاں انہوں نے بارہ گاؤں پر قبضہ کر لیا، باپاٹلی بھی انہیں کے قبضے میں تھا۔ آخر وہاں سے چل کر علاقہ جو جگ پور میں مقیم ہوئے۔

دوئم: چوکر یہ لوگ متھرا کے علاقہ سے موضع بالی قطب پور کے راستہ سے آئے۔ ان کے قبضہ میں چوبیس گاؤں تھے۔ جن کا وسطی یا صدر مقام نامندہ تھا یہ کرنال کے بہت قدیم باشندے ہیں یہ بھی چندر بنسی راجپوت ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ یہ اپنی ملکیت کا بڑا حصہ جاٹوں کے ہاتھ میں منتقل کر چکے ہیں۔

سوم: چامیاں ان کا دعوی ہے کہ ہم تنور راجپوت ہیں اور چامیاں ایک مقام ہے، جہاں ان کے مورث رہتے تھے۔ اس لئے اس نام سے مشہور ہو گئے۔ دراصل یہ دہلی سے آئے تھے اور نین سور سوتانہ اور دیگر قرب و جوار کے دیہات میں سکونت پذیر ہوئے۔

مؤلف: غالبًا جب شیر شاہ نے دہلی کے گوجروں اور جاٹوں پر تشدد کیا تھا۔ اس وقت وہ اپنا وطن مالوف چھوڑ کر کرنال کے اس علاقہ میں آئے تھے، جو اس وقت

پنجاب کے ایک بڑے حصہ کو غرقاب کر دیا جس سے شہر کے شہراور گاؤں کے گاؤں نذرِ سیلاب اور ہزاروں انسان تباہ اور لاکھوں مواشی ہلاک ہو گئے تو اس سر زمین پر جو سر سبزی و شادابی کی چادر بچھی تھی وہ دفعتہً پانی کی نیلگوں چادر سے تبدیل ہو گئی، کئی سال تک پنجاب کا زرخیز خطہ عالم آب رہا۔ لوگ تضرع و زاری سے زبان حال سے یاارض ابلعی ماء ک وباسماء اقلعی پڑھتے تھے۔ پانی گھٹنے پر راجہ گوپال ولد راجہ پور چندوائی قنوج کی توجہ اس علاقہ کی آبادی کی طرف مبذول ہوئی اور دریائے جہلم کے بائیں کنارے جس کو علاقہ کریالی کہتے ہیں۔ ایک وسیع شہر کی داغ بیل ڈالی گئی، اب یہ کھنڈر پانی کوٹی کے نام سے مشہور ہے، زمانہ کے انقلاب نے اگرچہ اس شہر کی اینٹ سے اینٹ بجا دی مگر اس کا نام نہیں مٹا سکا یہ شہر بہت وسیع تھا جس کی وسعت اس کی بنیادوں کے آثار سے جو عرض و طول میں بہت دور تک پھیلے ہوئے ہیں۔ ثابت ہوتی ہے اس کے کھنڈروں سے چھوٹی بڑی اینٹیں اس وقت تک نکل رہی ہیں اور اس ویرانہ سرزمین سے بارش کے وقت اس قسم کے سکے نکلتے ہیں جو سکندر وغیرہ کے عہد میں رائج تھے اور جن کی نسبت مختلف تواریخ و رسائل میں تحقیق ہو چکی ہے۔ جب فاتح آفاق سکندر یونانی کا لشکر پنجاب پر حملہ آور ہوا۔ اس وقت یہ شہر جس کے کاخ ہائے بلند دور سے نظر آتے تھے، رونق و خوشنمائی کا ایک دلکش منظر پیش کرتا تھا۔ اسی سرزمین پر سکندر کی شمشیر خار شگاف نے قسمت آزمائی کی اس وقت راجہ پورپال پسر بچن پال کے اقبال کا آفتاب ڈھل چکا تھا۔ اس جنگ میں اس نے جان توڑ کر مقابلہ کیا مگر بخت برگشتہ نے مساعدت نہ کی راجہ پورپال کے ساتھ سینکڑوں تیغ زن پیل افگن جاں نثار پیوند خاک ہوئے۔ راجہ پورپال کا برادر زادہ نانک پال مع بقیۃ السیف فوج کے کوہستان وانگلی میں مارا مارا پھرتا رہا، کچھ زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ ان برباد شدہ کھنڈروں کے متصل پہاڑیوں سے بڑے بڑے قد و قامت کی ہڈیاں برآمد ہوئی تھیں جن کی نسبت مختلف قیاسات تھے، بعض مبصرین ان کو حیوانوں کی ہڈیاں

پنجاب کے ایک بڑے حصہ کو غرقاب کر دیا جس سے شہر کے شہراور گاؤں کے گاؤں نذرِ سیلاب اور ہزاروں انسان تباہ اور لاکھوں مواشی ہلاک ہو گئے تو اس سر زمین پر جو سرسبزی و شادابی کی چادر بچھی تھی وہ دفعتہً پانی کی نیلگوں چادر سے تبدیل ہو گئی، کئی سال تک پنجاب کا زرخیز خطہ عالم آب رہا۔ لوگ تضرع و زاری سے زبان حال سے یاارض ابلعی ماء ک و باسماء اقلعی پڑھتے تھے۔ پانی گھٹنے پر راجہ گوپال ولد راجہ پور چندوائی قنوج کی توجہ اس علاقہ کی آبادی کی طرف مبذول ہوئی اور دریائے جہلم کے بائیں کنارے جس کو علاقہ کریالی کہتے ہیں۔ ایک وسیع شہر کی داغ بیل ڈالی گئی، اب یہ کھنڈر پانی کوٹی کے نام سے مشہور ہے، زمانہ کے انقلاب نے اگرچہ اس شہر کی اینٹ سے اینٹ بجادی مگر اس کا نام نہیں مٹا سکا یہ شہر بہت وسیع تھا جس کی وسعت اس کی بنیادوں کے آثار سے جو عرض و طول میں بہت دور تک پھیلے ہوئے ہیں۔ ثابت ہوتی ہے اس کے کھنڈروں سے چھوٹی بڑی اینٹیں اس وقت تک نکل رہی ہیں اور اس ویرانہ سرزمین سے بارش کے وقت اس قسم کے سکے نکلتے ہیں جو سکندر وغیرہ کے عہد میں رائج تھے اور جن کی نسبت مختلف تواریخ و رسائل میں تحقیق ہو چکی ہے۔ جب فاتح آفاق سکندر یونانی کا لشکر پنجاب پر حملہ آور ہوا۔ اس وقت یہ شہر جس کے کاخ ہائے بلند دور سے نظر آتے تھے، رونق و خوشنمائی کا ایک دلکش منظر پیش کرتا تھا۔ اسی سرزمین پر سکندر کی شمشیر خار شگاف نے قسمت آزمائی کی اس وقت راجہ پورپال پسر بچن پال کے اقبال کا آفتاب ڈھل چکا تھا۔ اس جنگ میں اس نے جان توڑ کر مقابلہ کیا مگر بخت برگشتہ نے مساعدت نہ کی راجہ پورپال کے ساتھ سینکڑوں تیغ زن پیل افگن جاں نثار پیوند خاک ہوئے۔ راجہ پورپال کا برادر زادہ نانک پال مع بقیۃ السیف فوج کے کوہستان وانگلی میں مارا مارا پھرتا رہا، کچھ زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ ان برباد شدہ کھنڈروں کے متصل پہاڑیوں سے بڑے بڑے قد و قامت کی ہڈیاں برآمد ہوئی تھیں جن کی نسبت مختلف قیاسات تھے، بعض مبصرین ان کو حیوانوں کی ہڈیاں

پرستارہ شناسوں اور مالوں کی ہدایت سے ایک وسیع شہر کلا چور آباد کیا جواب تک مشہور ہے مگر حوادث سے اب اس کی حیثیت ایک معمولی گاؤں کی رہ گئی ہے۔ اگرچہ اس وقت یہ کسی شمار قطار میں نہیں ہے تاہم اس شہر کی آس پاس کی آبادی سے اس کی شاندار وسعت کی کافی شہادت ملتی ہے۔ راجہ چندر گپت کی دوسری یا تیسری پشت میں زمانہ کے حوادث نے اس خاندان کی حکومت کا تختہ الٹ دیا اور راجہ سالباہن کو جس کا سمت یا سن سالباہن رائج ہے۔ اس ملک کی زمامِ حکومت سپرد کی، راجہ سالباہن نے۔

ع ہر کہ آمد عمارتِ نو ساخت

کے اصول پر ایک پرفضا مسطح سرزمین پر سیالکوٹ کا شہر اپنے نام پر آباد کر کے اس کو راجدھانی کا فخر بخشا اس کے خاندان سے رانی کورجان مشہور بہ کوراں نے جو راجہ مہندرسین پسر راجہ رسالو کی رانی تھی اور شجاعت و انتظام مملکت میں راجاؤں پر سبقت لے گئی تھی اوڈھانگری کے بے چراغ ٹیلہ پر شمع آبادی روشن کی اور اس کو از سرنو آباد کر کے کورجان نگری نام رکھا، جو کچھ زمانہ تک کوراں نگری کے نام سے مشہور رہا، سلطان محمود غزنوی کے بے پناہ حملوں نے جس طرح کئی اور شہر برباد و ویران کئے۔ اسی فہرست میں کوران نگری کا نام بھی درج تھا چونکہ بدقسمتی سے یہ شہر حملہ آور بادشاہوں اور مہاجر بہادروں کے شاہراہ پر واقع تھا۔ جو حملہ آور آتا اس کو ٹھکراتا اور پامال کرتا۔ باشندگان قدیم نے تنگ آکر یہاں سے کوچ کیا اور گردونواح کے علاقہ میں جہاں امن ملا سکونت اختیار کی۔

ما آزمودہ ایم دریں شہر بخت خویش
بیرون کشیدہ باید ازیں شہر رخت خویش

غیر آباد ہونے کی وجہ سے عرصۂ دراز تک یہ علاقہ درندوں اور وحشی جانوروں کا جولانگاہ رہا اور چونکہ اس کے دونوں طرف جاٹ اور گوجر قومیں آباد تھیں، ان کو خوش قسمتی سے یہ سرسبز و شاداب اور وسیع چراگاہ مل گئی۔ اگرچہ اس کی

پرستارہ شناسوں اور مالوں کی ہدایت سے ایک وسیع شہر کلا چور آباد کیا جواب تک مشہور ہے مگر حوادث سے اب اس کی حیثیت ایک معمولی گاؤں کی رہ گئی ہے۔ اگر چہ اس وقت یہ کسی شمار قطار میں نہیں ہے تا ہم اس شہر کی آس پاس کی آبادی سے اس کی شاندار وسعت کی کافی شہادت ملتی ہے۔ راجہ چندر گپت کی دوسری یا تیسری پشت میں زمانہ کے حوادث نے اس خاندان کی حکومت کا تختہ الٹ دیا اور راجہ سالباہن کو جس کا سمت یاسن سالباہن رائج ہے۔ اس ملک کی زمامِ حکومت سپرد کی، راجہ سالباہن نے۔

ع ہر کہ آمد عمارتِ نو ساخت

کے اصول پر ایک پر فضا مسطح سرزمین پر سیالکوٹ کا شہر اپنے نام پر آباد کر کے اس کو راجدھانی کا فخر بخشا اس کے خاندان سے رانی کورجان مشہور بہ کوراں نے جو راجہ مہندر سین پسر راجہ رسالو کی رانی تھی اور شجاعت و انتظام مملکت میں راجاؤں پر سبقت لے گئی تھی اودھانگری کے بے چراغ ٹیلہ پر شمع آبادی روشن کی اور اس کو از سر نو آباد کر کے کورجان نگری نام رکھا، جو کچھ زمانہ تک کوراں نگری کے نام سے مشہور رہا، سلطان محمود غزنوی کے بے پناہ حملوں نے جس طرح کئی اور شہر برباد و ویران کیے۔ اسی فہرست میں کوران نگری کا نام بھی درج تھا چونکہ بدقسمتی سے یہ شہر حملہ آور بادشاہوں اور مہاجر بہادروں کے شاہراہ پر واقع تھا۔ جو حملہ آور آتا اس کو ٹھکراتا اور پامال کرتا۔ باشندگان قدیم نے تنگ آ کر یہاں سے کوچ کیا اور گردونواح کے علاقہ میں جہاں امن ملا سکونت اختیار کی۔

ما آزمودہ ایم دریں شہر بخت خویش
بیرون کشیدہ باید ازیں شہر رخت خویش

غیر آباد ہونے کی وجہ سے عرصۂ دراز تک یہ علاقہ درندوں اور وحشی جانوروں کا جولانگاہ رہا اور چونکہ اس کے دونوں طرف جاٹ اور گوجر قومیں آباد تھیں، ان کو خوش قسمتی سے یہ سرسبز و شاداب اور وسیع چراگاہ مل گئی۔ اگر چہ اس کی

طرح صحیح حساب نہیں ہوسکتا، اس نے نہ مانا، وہ کہتا تھا کہ میرا حساب سیدھا ہے، جس قدر مجھ سے روپیوں کے ٹوپے برادری قرض لے اسی قدر فراہم کر کے مجھ کو ادا کر دے، میں تو 20 تک بھی شمار کرنا نہیں جانتا۔ آخر اس کی تسلی کے لئے ٹوپہ بھر کر روپیہ لیا گیا اور پھر شمار کیا گیا۔ اس وقت سے اس قوم کا گوت ٹوپ ہو گیا ہے، جاٹوں نے ابھی اپنے علاقہ کے چند ہی گاؤں کے کوئیں شمار کئے تھے کہ گوجروں نے بسم اللہ کر کے روپیہ داخل کر دیا اور خوشی خوشی شہر گجرات کی داغ بیل اپنے نام پر ڈالی۔

واقعات کی بنا پر یہ سب فضول باتیں ہیں، نہ اس وقت کسی کے پاس اس قدر روپیہ تھا اور نہ کسی نے روپیہ دیا۔ اصل بات یہ ہے کہ اس وقت علاقہ غیر آباد تھا۔ اکبر بادشاہ نے غیر آباد بستیوں کے لئے نذرانہ مقرر کر دیا تھا، جیسا کہ اسناد سے معلوم ہوا ہے۔ سیدھی اور صاف بات ہے کہ اس علاقہ کو گوجر دیس کہتے تھے، اس کی مناسبت سے اس کا نام گجراٹ ہوا، آدم ٹوپہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے، جو پتے گجرات کے مقرر ہوئے تھے، وہ ٹوپوں پر منقسم تھے، ہر توپ کا چودھری مقرر تھا آدم نام بھی ایک توپہ کا چودھری تھا اس لئے آدم توپہ مشہور ہوا۔

تعلیم یافتہ جاٹ گجرات کی وجہ تسمیہ یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ شہر دو قوموں کے نام سے مرکب ہے۔ ابتدائی نام گوجر جاٹ تھا۔ کثرت استعمال سے جاٹ کا جیم حذف ہو گیا اور ٹ، ت سے بدل گئی جب اس ملک پر گوجر حکمران ہوئے تو گجرات ہوا۔ ملاحظہ ہو تاریخ گجرات کاٹھیاوار اسی گجرات کے لحاظ سے اس علاقہ واقعہ پنجاب کا نام بھی گجرات ہوا، غرض بادشاہ کے حکم سے گوجر اور جاٹ کے تعلقے علیحدہ علیحدہ کر دیئے گئے اور حدِ فاصل شرقی ندی توی اور جنوبی دریائے چناب اور شمالی دریائے جہلم غربی مقررہ مواضع کی حدود پر تعلقوں کی حد مقرر کی گئی تھی[1] کیونکہ یہاں کوئی .... نشان نہیں تھا مگر بعد میں بہت کچھ حدود کا اختلاط

---

[1] ان حدود کی تفصیل تقریبی ہے جو مجمل اطلاع کے لئے کافی ہے۔

طرح صحیح حساب نہیں ہو سکتا، اس نے نہ مانا، وہ کہتا تھا کہ میرا حساب سیدھا ہے، جس قدر مجھ سے روپیوں کے ٹوپے برادری قرض لے اسی قدر فراہم کر کے مجھ کو ادا کر دے، میں تو 20 تک بھی شمار کرنا نہیں جانتا۔ آخر اس کی تسلی کے لئے ٹوپہ بھر کر روپیہ لیا گیا اور پھر شمار کیا گیا۔ اس وقت سے اس قوم کا گوت ٹوپ ہو گیا ہے، جاٹوں نے ابھی اپنے علاقہ کے چند ہی گاؤں کے کوئیں شمار کئے تھے کہ گوجروں نے بسم اللہ کر کے روپیہ داخل کر دیا اور خوشی خوشی شہر گجرات کی داغ بیل اپنے نام پر ڈالی۔

واقعات کی بنا پر یہ سب فضول باتیں ہیں، نہ اس وقت کسی کے پاس اس قدر روپیہ تھا اور نہ کسی نے روپیہ دیا۔ اصل بات یہ ہے کہ اس وقت علاقہ غیر آباد تھا۔ اکبر بادشاہ نے غیر آباد بستیوں کے لئے نذرانہ مقرر کر دیا تھا، جیسا کہ اسناد سے معلوم ہوا ہے۔ سیدھی اور صاف بات ہے کہ اس علاقہ کو گوجر دیس کہتے تھے، اس کی مناسبت سے اس کا نام گجرات ہوا، آدم ٹوپہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے، جو پتے گجرات کے مقرر ہوئے تھے، وہ ٹوپوں پر منقسم تھے، ہر توپ کا چودھری مقرر تھا آدم نام بھی ایک توپہ کا چودھری تھا اس لئے آدم توپہ مشہور ہوا۔

تعلیم یافتہ جاٹ گجرات کی وجہ تسمیہ یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ شہر دو قوموں کے نام سے مرکب ہے۔ ابتدائی نام گوجر جاٹ تھا۔ کثرت استعمال سے جاٹ کا جیم حذف ہو گیا اور ٹ، ت سے بدل گئی جب اس ملک پر گوجر حکمران ہوئے تو گجرات ہوا۔ ملاحظہ ہو تاریخ گجرات کاٹھیاوار اسی گجرات کے لحاظ سے اس علاقہ واقعہ پنجاب کا نام بھی گجرات ہوا، غرض بادشاہ کے حکم سے گوجر اور جاٹ کے تعلقے علیحدہ علیحدہ کر دیئے گئے اور حدِ فاصل شرقی ندی توی اور جنوبی دریائے چناب اور شمالی دریائے جہلم غربی مقررہ مواضع کی حدود پر تعلقوں کی حد مقرر کی گئی تھی[1] کیونکہ یہاں کوئی .... نشان نہیں تھا مگر بعد میں بہت کچھ حدود کا اختلاط

---

[1] ان حدود کی تفصیل تقریبی ہے جو مجمل اطلاع کے لئے کافی ہے۔

سنگھ کی حویلی جو 1894ء بکرمی میں تعمیر ہوئی، مشہور ہیں گجرات اس حیثیت سے ایک مہتم بالشان شہر ہے کہ ہر زمانہ میں بادشاہوں کا نبردگاہ رہا ہے، سکندر سے لے کر آج تک تمام فاتحین اس کی تسخیر سے فتح ہند کی فال لیتے رہے ہیں۔ انگریزوں اور سکھوں کی جنگ کے فیصلہ کرنے کا فخر بھی اسی شہر کو حاصل ہے۔ چیلیانوالہ واقع ضلع گجرات میں انگریزوں کی فتح مندی کا مینار آسمان کو جنگ کے واقعات سنا رہا ہے۔ گجرات کی آبادی کی تاریخ کا فقط ایک مصرعہ مشہور ہے جس کو ہم نے تضمین کر کے مکمل کر دیا ہے۔ مقام افسوس تھا کہ چوہان شاعر اپنے شہر کے تاریخی مصرعہ کی تضمین نہ کرتا۔

قطعہ تاریخِ گجرات

تاریخ گوا کہ قوم گوجر — پابر سر تختِ ہند نہاد
این قوم بحشمت و شہامت — ممتاز و معظم است زا جداد
قومیکہ نشانِ نصرت او — پرچم بسر[1] ہمالہ بکشاد
قومیکہ ملناب خیمہ اش را — از جرم ثوابت است اوتاد
قوم کے بشوکت و شجاعت — ہر خطہ ہند کرد منقاد
قومیکہ شکست سرکشاں را — باپنجۂ آہنی فولاد
قومیکہ بہر مصافِ اعداء — در روز وغا چوکوہ استاد
قومیکہ نہاد بر فلک تخت — اکنوں زفلک بخاک افتاد
ہیہات زگردش زمانہ — اجداد، عزیز و خوار اولاد
مایوس مشوکہ مدو جزر است — در بحر جہانِ کون و ایجاد
برخیز! کہ موسم بہار است — بگزشت زمانِ صر صر وباد
تا کے بغمِ زوالِ دولت؟ — برخیز بعزم کارِ امجاد

---

[1] ہمالہ مشہور پہاڑ۔

سنگھ کی حویلی جو 1894ء بکرمی میں تعمیر ہوئی، مشہور ہیں گجرات اس حیثیت سے ایک مہتمم بالشان شہر ہے کہ ہر زمانہ میں بادشاہوں کا نبردگاہ رہا ہے، سکندر سے لے کر آج تک تمام فاتحین اِن کی تسخیر سے فتح ہند کی فال لیتے رہے ہیں۔ انگریزوں اور سکھوں کی جنگ کے فیصلہ کرنے کا فخر بھی اسی شہر کو حاصل ہے۔ چیلیانوالہ واقع ضلع گجرات میں انگریزوں کی فتح مندی کا مینار آسمان کو جنگ کے واقعات سنا رہا ہے۔ گجرات کی آبادی کی تاریخ کا فقط ایک مصرعہ مشہور ہے جس کو ہم نے تضمین کر کے مکمل کر دیا ہے۔ مقام افسوس تھا کہ چوہان شراء اپنے شہر کے تاریخی مصرعہ کی تضمین نہ کرتا۔

قطعہ تاریخِ گجرات

تاریخ گوا کہ قوم گوجر ۔۔۔ پا بر سر تختِ ہند نہاد
این قوم بحشمت و شہامت ۔۔۔ ممتاز و معظم است زا جداد
قومیکہ نشانِ نصرت او ۔۔۔ پرچم بسر[1] ہمالہ بکشاد
قومیکہ ملناب خیمہ اش را ۔۔۔ از جرم ثوابت است اوتاد
قوم کے بشوکت و شجاعت ۔۔۔ ہر خطہ ہند کرد منقاد
قومیکہ شکست سرکشاں را ۔۔۔ باپنجۂ آہنی فولاد
قومیکہ بہر مصافِ اعداء ۔۔۔ در روز وغا چوکوہ استاد
قومیکہ نہاد بر فلک تخت ۔۔۔ اکنوں زفلک بخاک افتاد
ہیہات زگردش زمانہ ۔۔۔ اجداد، عزیز و خوار اولاد
مایوس مشوکہ مدو جزر است ۔۔۔ دربحر جہانِ کون و ایجاد
برخیز! کہ موسم بہار است ۔۔۔ بگزشت زمانِ صرصر وباد
تا کے بغمِ زوالِ دولت؟ ۔۔۔ برخیز بعزم کارِ اجداد

---

[1] ہمالہ مشہور پہاڑ۔

موضع میں جاٹ آباد ہو گئے ہیں۔ زمانہ میں ایسا تغیر تبدل ہوتا رہتا ہے چنانچہ چند گاؤں جاٹوں کے گوت پر مشہور ہیں اور وہ سالم کے سالم گوجروں کے قبضہ میں ہیں۔

بالعموم گوجر اور جاٹ کے رسم و رواج اور شکل و شباہت ایک ہی سے ہیں، گوجروں کے اکثر گوت اس ضلع میں پائے جاتے ہیں، چوہان کھٹانہ، گورسی، کولی، چیچی، کسانہ، برہ، سود، بھنڈ، فتالی، پرگڑ، بھوجہ، مکڑ، چانتے، پڈانہ، کالس، بھملہ، برکٹ، ٹھیکریہ، چھاوڑی، کھیلے، گیگی، اوانہ، بھوجہ، ببانیاں، بارو، بوکن، بجاڑ، بجران، بانٹھ، باہروال، بھلوٹ، بھلسیر، پوڑ، پسوال، پھامبڑہ، ٹوپہ، ٹھلہ، جنگل، جھینڈڑ، چھالے، چھوکر، چھاوڑی، وہدڑ، دہر، دھکڑ، دھونچک، ڈوگہ، ڈوہے، ڈھو، ڈھینڈہ، لائیٹے، سانگو، ہیر، سنگرانہ، گاہدری، کھاری، گجگاہیہ، لودی، لمبور، مراڑی، لوہسر، مہلو، مہیسی، نون، ہکلہ، موٹہ، تاس، کٹاریہ وغیرہ وغیرہ۔

یہ ضلع قدیم زمانہ سے آباد چلا آتا تھا، مگر ایک دفعہ بوجہ سیلاب اور دوسری بار بوجہ قحط شدید اس ضلع کے اکثر باشندے پہاڑی مقامات کی طرف ہجرت کر گئے اور اس کا ایک بڑا حصہ غیر آباد ہو گیا۔ اس وقت بھی اس ضلع میں کئی ٹیلے موجود ہیں۔ جن کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بڑے بڑے گاؤں تھے۔ ہم نے خود دیکھا ہے کہ پبی پہاڑ میں بھی آبادی تھی، پبی کے دامن میں ایک بڑے گاؤں کے نشان پائے جاتے ہیں جس کو تیلیا ہیل کہتے ہیں۔

اکبر بادشاہ جب اس ملک پر قابض ہوا تو اس ضلع کی آبادی کی طرف خاص توجہ کی۔ غیر آباد بستیوں میں جاٹ گوجر وغیرہ قوموں کو آباد کیا۔ عام طور پر موجودہ دیہات اکبر بادشاہ کے آباد کردہ ہیں۔ یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ اکبر کے وقت میں اس ضلع کے غربی حدود کیا تھے۔ دوسرے حدود یعنی دریائے جہلم اور چناب تو مستقل ہیں مگر جب اس کی مالگزاری نو لاکھ تھی تو اس ضلع کی وسعت بہت زیادہ ہو گی۔ اس ضلع کے گوجروں کے اخلاق و عادات عام طور پر پسندیدہ

موضع میں جاٹ آباد ہو گئے ہیں۔ زمانہ میں ایسا تغیر تبدل ہوتا رہتا ہے چنانچہ چند گاؤں جاٹوں کے گوت پر مشہور ہیں اور وہ سالم کے سالم گوجروں کے قبضہ میں ہیں۔

بالعموم گوجر اور جاٹ کے رسم و رواج اور شکل و شباہت ایک ہی سے ہیں، گوجروں کے اکثر گوت اس ضلع میں پائے جاتے ہیں، چوہان کھٹانہ، گورسی، کولی، چیچی، کسانہ، برہ، سود، بھنڈ، فتالی، پرگڑ، بھوجہ، مکڑ، چانتے، پڈانہ، کالس، بھملہ، برکٹ، ٹھیکریہ، چھاوڑی، کھیلے، گیگی، اوانہ، بھوجہ، بانیاں، بارو، بوکن، بجاڑ، بجران، بانٹھ، باہروال، بھلوٹ، بھلسیر، پوڑ، پسوال، پھامبڑہ، ٹوپہ، ٹھلہ، جنگل، جھینڈڑ، چھالے، چھوکر، چھاوڑی، وہدڑ، دہر، دھکڑ، دھونچک، ڈوگہ، ڈوہے، ڈھو، ڈھینڈہ، لائٹے، سانگو، ہیر، سنگرانہ، گاہدری، کھاری، گجگاہیہ، لودی، لمبور، مراڑی، لوہسر، مہلو، مہیسی، نون، ہنکلہ، موٹہ، تاس، کٹاریہ وغیرہ وغیرہ۔

یہ ضلع قدیم زمانہ سے آباد چلا آتا تھا، مگر ایک دفعہ بوجہ سیلاب اور دوسری بار بوجہ قحط شدید اس ضلع کے اکثر باشندے پہاڑی مقامات کی طرف ہجرت کر گئے اور اس کا ایک بڑا حصہ غیر آباد ہو گیا۔ اس وقت بھی اس ضلع میں کئی ٹیلے موجود ہیں۔ جن کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بڑے بڑے گاؤں تھے۔ ہم نے خود دیکھا ہے کہ پبی پہاڑ میں بھی آبادی تھی، پبی کے دامن میں ایک بڑے گاؤں کے نشان پائے جاتے ہیں جس کو تیلیا ہیل کہتے ہیں۔

اکبر بادشاہ جب اس ملک پر قابض ہوا تو اس ضلع کی آبادی کی طرف خاص توجہ کی۔ غیر آباد بستیوں میں جاٹ گوجر وغیرہ قوموں کو آباد کیا۔ عام طور پر موجودہ دیہات اکبر بادشاہ کے آباد کردہ ہیں۔ یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ اکبر کے وقت میں اس ضلع کے غربی حدود کیا تھے۔ دوسرے حدود یعنی دریائے جہلم اور چناب تو مستقل ہیں مگر جب اس کی مالگزاری نو لاکھ تھی تو اس ضلع کی وسعت بہت زیادہ ہو گی۔ اس ضلع کے گوجروں کے اخلاق و عادات عام طور پر پسندیدہ

(حاصلانوالہ) مولوی امام الدین صاحب مغفور (برنالی) مولوی ابراہیم صاحب (چنن) مولوی سلطان احمد صاحب (گنجہ) مولوی حافظ محبوب عالم صاحب (میانہ چک) مولوی عبدالکریم صاحب (پوڑانوالہ) مولوی فیض اللہ صاحب (چھپر) علیہم الرحمۃ بڑے فاضل گزرے ہیں۔ یہ وہ بلند ہستیاں تھیں جو علم و فضل کے دریا بہا کر جوار رحمت میں چلی گئیں۔

گوجروں اور جاٹوں میں سے جو بزرگ عالم یا صوفی یا اہل اللہ ہوئے۔ ان کی اولاد میاں کہلاتی ہے۔ میاں کے معنی صاحب ہیں اور دوسرے گوجر چودھری کہلاتے ہیں، مگر چونکہ یہ ایک ہی قوم ہے، اس لئے ان کا آپس میں رشتہ ناتہ ہوتا ہے۔ البتہ بعض حالتوں میں دولت مند نادار کو رشتہ نہیں دیتا۔ ان میں باہم کسی قسم کا فرق نہیں ہے، اگرچہ بظاہر بعض گوت دوسرے گوتوں پر اپنی فوقیت ظاہر کرتے ہیں مگر عملی طور پر باہمی رشتہ داری کی وجہ سے کوئی امتیازی فرق نہیں ہے اور ان کی رشتہ داری کا سلسلہ اس قدر وسیع ہے کہ اگر ہم اعلیٰ گوت کی رشتہ داری کے سلسلہ کو پھیلائیں تو وہ ادنیٰ گوت تک پہنچ جاتے ہیں اور اگر ادنیٰ گوت کے سلسلۂ رشتہ داری کو دیکھیں تو اعلیٰ گوت تک منتہی ہو جاتا ہے۔ اس لئے ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ کسی خاص خاندان پر کوئی امتیاز و اعزاز ذاتی حاصل ہے۔ اس زمانہ میں گوجروں کا رشتہ بالعموم یا تو قریب تر برادری میں ہوتا ہے یا دوسرے گوت میں جو ذی حیثیت اور مرفہ الحال ہو۔

جاٹوں اور گوجروں میں مطلقاً رشتہ داری نہیں ہوتی بلکہ اس کو عیب سمجھا جاتا ہے لیکن تعلیم یافتہ طبقہ بُرا نہیں سمجھتا یہ لوگ مال و دولت و قومیت کے بجائے شخصی قابلیت اور شرافت کو دیکھتے ہیں۔

چنانچہ حال ہی میں ایک فاضل رانجھا جٹ نے ایک عالم گوجر کو اور ایک معزز فاضل و رئیس وڑائچ جٹ نے ایک دوسرے شریف و معزز خاندان ملک میں بیٹی کا رشتہ دیا ہے۔ یہ دو مثالیں نہایت ہی مبارک اور قابل تقلید ہیں۔ اگر تعلیم کی

(حاصلانوالہ) مولوی امام الدین صاحب مغفور (برنالی) مولوی ابراہیم صاحب (چنن) مولوی سلطان احمد صاحب (گنجہ) مولوی حافظ محبوب عالم صاحب (میانہ چک) مولوی عبدالکریم صاحب (پوڑانوالہ) مولوی فیض اللہ صاحب (چھپر) علیہم الرحمۃ بڑے فاضل گزرے ہیں۔ یہ وہ بلند ہستیاں تھیں جو علم و فضل کے دریا بہا کر جوارِ رحمت میں چلی گئیں۔

گوجروں اور جاٹوں میں سے جو بزرگ عالم یا صوفی یا اہل اللہ ہوئے۔ ان کی اولاد میاں کہلاتی ہے۔ میاں کے معنی صاحب ہیں اور دوسرے گوجر چودھری کہلاتے ہیں، مگر چونکہ یہ ایک ہی قوم ہے، اس لئے ان کا آپس میں رشتہ ناتہ ہوتا ہے۔ البتہ بعض حالتوں میں دولت مند نادار کو رشتہ نہیں دیتا۔ ان میں باہم کسی قسم کا فرق نہیں ہے، اگرچہ بظاہر بعض گوت دوسرے گوتوں پر اپنی فوقیت ظاہر کرتے ہیں مگر عملی طور پر باہمی رشتہ داری کی وجہ سے کوئی امتیازی فرق نہیں ہے اور ان کی رشتہ داری کا سلسلہ اس قدر وسیع ہے کہ اگر ہم اعلیٰ گوت کی رشتہ داری کے سلسلہ کو پھیلائیں تو وہ ادنیٰ گوت تک پہنچ جاتے ہیں اور اگر ادنیٰ گوت کے سلسلۂ رشتہ داری کو دیکھیں تو اعلیٰ گوت تک منتہی ہو جاتا ہے۔ اس لئے ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ کسی خاص خاندان پر کوئی امتیاز و اعزاز ذاتی حاصل ہے۔ اس زمانہ میں گوجروں کا رشتہ بالعموم یا تو قریب تر برادری میں ہوتا ہے یا دوسرے گوت میں جو ذی حیثیت اور مرفہ الحال ہو۔

جاٹوں اور گوجروں میں مطلقاً رشتہ داری نہیں ہوتی بلکہ اس کو عیب سمجھا جاتا ہے لیکن تعلیم یافتہ طبقہ برا نہیں سمجھتا یہ لوگ مال و دولت و قومیت کے بجائے شخصی قابلیت اور شرافت کو دیکھتے ہیں۔

چنانچہ حال ہی میں ایک فاضل رانجھا جٹ نے ایک عالم گوجر کو اور ایک معزز فاضل و رئیس وڑائچ جٹ نے ایک دوسرے شریف و معزز خاندان ملک میں بیٹی کا رشتہ دیا ہے۔ یہ دو مثالیں نہایت ہی مبارک اور قابل تقلید ہیں۔ اگر تعلیم کی

کمزور ہو جائیں گی کیونکہ بار بار ایک ہی خون سے اولاد پیدا کرنا جسمانی و ذہنی ترقی کے منافی ہے۔ آپ نہیں دیکھتے کہ کمزور زمین کا پودا جب اچھی زمین میں لگایا جاتا ہے تو اچھا پھل دیتا ہے۔ بالعموم لوگ قرابت کرتے وقت جائیداد اور عہدہ وغیرہ کا لحاظ رکھتے ہیں یعنی جہاں قرابت ہوگی وہ کتنی جائیداد رکھتا ہے۔ کیا عہدہ ہے؟ کیا منصب؟ یہ غلط خیال ہے بلکہ دیکھنا یہ چاہیے کہ جس لڑکے لڑکی کا ازواج ہوتا ہے ان کی جسمانی صحت، ذاتی شرافت اور علمی قابلیت کیسی ہے۔ پنجاب میں ایک معزز خاندان ہے ان کے بزرگوں کا یہ خیال تھا کہ بہت قریبی اعزہ سے قرابت کرنی چاہیے۔ غیروں سے خواہ وہ اپنی ہی قوم کے ہوں سلسلۂ قرابت قائم کرنا مناسب نہیں ہے۔ لیکن آج ہم ان کی اولاد کو دیکھتے ہیں کہ اس کا جسم کمزور اور دماغ مختل ہے۔

ہم یہ نہیں کہتے کہ ادنیٰ قوموں میں رشتہ داری کی جائے بلکہ ہمارا یہ مطلب ہے کہ دوسری قوموں سے بھی جو خاندانی لحاظ سے مساوی یا اعلیٰ ہوں رشتہ داری کے تعلقات پیدا کئے جائیں اور یہ مدنظر رکھا جائے کہ آئندہ نسلیں قوی اور توانا پیدا ہوں۔

ناظرین یہ خیال نہ کریں کہ ہم تاریخی حالات لکھتے لکھتے اور بحثیں چھیڑ دیتے ہیں۔ ہمارے فرائض میں یہ امر بھی داخل ہے کہ ہم تاریخی واقعات کے ساتھ ساتھ ان امور کا بھی ذکر کرتے جائیں جو قوم کی آئندہ ترقی و تنظیم کے لئے مفید ہوں۔

آمدم برسر مطلب! اکبر بادشاہ کے ناظموں نے جب غیر آباد ٹیلوں کو آباد کیا تو اس ضلع کے پتے[1] (تعلقے) مقرر کر دیئے کھٹانوں کے چار پتے اور چیچی چوہان کا ایک ایک پتہ اور ایک پتہ عالمگیری گوجر کا مابعد میں اضافہ ہوا تھا۔ کل

---

[1] پتہ ایسا ہی تھا جیسا اس زمانہ میں حلقہ ذیلداری، پتہ داروں کے بالعموم وہی فرائض تھے، جو ذیلداروں کے ہیں یعنی وصولی معاملہ زمین وغیرہ تعمیل احکام سرکار۔

کمزور ہو جائیں گی کیونکہ بار بار ایک ہی خون سے اولاد پیدا کرنا جسمانی و ذہنی ترقی کے منافی ہے۔ آپ نہیں دیکھتے کہ کمزور زمین کا پودا جب اچھی زمین میں لگایا جاتا ہے تو اچھا پھل دیتا ہے۔ بالعموم لوگ قرابت کرتے وقت جائیداد اور عہدہ وغیرہ کا لحاظ رکھتے ہیں یعنی جہاں قرابت ہوگی وہ کتنی جائیداد رکھتا ہے۔ کیا عہدہ ہے؟ کیا منصب؟ یہ غلط خیال ہے بلکہ دیکھنا یہ چاہیے کہ جس لڑکے لڑکی کا ازواج ہوتا ہے ان کی جسمانی صحت، ذاتی شرافت اور علمی قابلیت کیسی ہے۔ پنجاب میں ایک معزز خاندان ہے ان کے بزرگوں کا یہ خیال تھا کہ بہت قریبی اعزہ سے قرابت کرنی چاہیے۔ غیروں سے خواہ وہ اپنی ہی قوم کے ہوں سلسلۂ قرابت قائم کرنا مناسب نہیں ہے۔ لیکن آج ہم ان کی اولاد کو دیکھتے ہیں کہ اس کا جسم کمزور اور دماغ مختل ہے۔

ہم یہ نہیں کہتے کہ ادنیٰ قوموں میں رشتہ داری کی جائے بلکہ ہمارا یہ مطلب ہے کہ دوسری قوموں سے بھی جو خاندانی لحاظ سے مساوی یا اعلیٰ ہوں رشتہ داری کے تعلقات پیدا کئے جائیں اور یہ مدنظر رکھا جائے کہ آئندہ نسلیں قومی اور توانا پیدا ہوں۔

ناظرین یہ خیال نہ کریں کہ ہم تاریخی حالات لکھتے لکھتے اور بحثیں چھیڑ دیتے ہیں۔ ہمارے فرائض میں یہ امر بھی داخل ہے کہ ہم تاریخی واقعات کے ساتھ ساتھ ان امور کا بھی ذکر کرتے جائیں جو قوم کی آئندہ ترقی و تنظیم کے لئے مفید ہوں۔

آمدم برسر مطلب! اکبر بادشاہ کے ناظموں نے جب غیر آباد ٹیلوں کو آباد کیا تو اس ضلع کے [1] پتے (تعلقے) مقرر کر دیئے کھٹانوں کے چار پتے اور چیچی چوہان کا ایک ایک پتہ اور ایک پتہ عالمگیری گوجر کا مابعد میں اضافہ ہوا تھا۔ کل

---

[1] پتہ ایسا ہی تھا جیسا اس زمانہ میں حلقہ ذیلداری، پتہ داروں کے بالعموم وہی فرائض تھے، جو ذیلداروں کے ہیں یعنی وصولی معاملہ زمین وغیرہ تعمیل احکام سرکار۔

12	برہمن اور کھوکھر	ہیلان ضلع بار	3	مہتہ جے چند برہمن ساکن ہیلان اور فتح اللہ خان کھوکھر
13	جاٹ	میرخانپور چوچک	1	ان دونوں چوہدریوں کا نام معلوم نہیں
14	جاٹ	میرخانپور گوندل	1	// //

ہر ایک تپہ میں بڑے چودہری کے ماتحت چھوٹے چھوٹے چودھری ہوتے تھے جن کو توپ کہا جاتا تھا۔ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ کھاتا، کھتونی، جمیندی مال میں درج ہے۔ دیکھو تاریخ مرزا اعظم بیگ اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر، موجودہ حکومت سرکار انگریزی میں اب ان پتوں پر کوئی عملدر آمد نہیں، گجرات کی وجہ تسمیہ چونکہ گوجر وسط ایشیا سے آکر ابتداء اس ملک میں آباد ہوئے تھے۔ اس لئے اس ملک کا نام پہلے گوجر دیس ہوا۔ پھر اس کو تک دیس کہنے لگے کیونکہ تک بھی گوجر کی شاخ ہے پھر گجرات کاٹھیاوار کی طرح گجرات مشہور ہوا یعنی گوجروں کی جائے رہائش، ضلع گجرات اور دیگر اضلاع کے گوجروں میں وہ گوجر بھی شامل ہیں۔ جو کاٹھیاوار اور راجپوتانہ سے واپس آئے اور یہاں سے ایک جماعت بوجہ قحط سالی، پہاڑی علاقوں میں چل گئی، چنانچہ ہم نے پونچھ اور کشمیر کے گوجروں سے دریافت کیا ہے۔ وہ ضلع گجرات پنجاب کے بہت سے مواضع کے نام لیتے ہیں کہ ہمارے بزرگ وہاں سے پونچھ یا کشمیر میں آئے تھے۔ کاغان کے گوجروں سے گفتگو ہوئی، وہ کہتے ہیں کہ ہم ضلع ہزارہ سے آئے ہیں۔ اسی طرح حسب اقتضائے وقت و حالات ان کا انتقال مکانی یعنی اقدام درجعتہ قہقری ہوتی رہی۔ اِدھر سے اُدھر اور اُدھر سے ادھر پھرتے رہے اور ایسا ہی ہر ایک قوم کا حال ہے۔

12	برہمن اور کھوکھر	ہیلان ضلع بار	3	مہتہ جے چند برہمن ساکن ہیلان اور فتح اللہ خان کھوکھر
13	جاٹ	میرخانپور چوچک	1	ان دونوں چوہدریوں کا نام معلوم نہیں
14	جاٹ	میرخانپور گوندل	1	// //

ہر ایک تپہ میں بڑے چودھری کے ماتحت چھوٹے چھوٹے چودھری ہوتے تھے جن کو توپ کہا جاتا تھا۔ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ کھاتا، کھتونی، جمیندی مال میں درج ہے۔ دیکھو تاریخ مرزا اعظم بیگ اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر، موجودہ حکومت سرکار انگریزی میں اب ان پتوں پہ کوئی عملدرآمد نہیں، گجرات کی وجہ تسمیہ چونکہ گوجر وسط ایشیا سے آکر ابتداء اس ملک میں آباد ہوئے تھے۔ اس لئے اس ملک کا نام پہلے گوجر دیس ہوا۔ پھر اس کو تک دیس کہنے لگے کیونکہ تک بھی گوجر کی شاخ ہے پھر گجرات کاٹھیاوار کی طرح گجرات مشہور ہوا یعنی گوجروں کی جائے رہائش، ضلع گجرات اور دیگر اضلاع کے گوجروں میں وہ گوجر بھی شامل ہیں۔ جو کاٹھیاوار اور راجپوتانہ سے واپس آئے اور یہاں سے ایک جماعت بوجہ قحط سالی، پہاڑی علاقوں میں چل گئی، چنانچہ ہم نے پونچھ اور کشمیر کے گوجروں سے دریافت کیا ہے۔ وہ ضلع گجرات پنجاب کے بہت سے مواضع کے نام لیتے ہیں کہ ہمارے بزرگ وہاں سے پونچھ یا کشمیر میں آئے تھے۔ کاغان کے گوجروں سے گفتگو ہوئی، وہ کہتے ہیں کہ ہم ضلع ہزارہ سے آئے ہیں۔ اسی طرح حسب اقتضائے وقت و حالات ان کا انتقال مکانی یعنی اقدام درجعتہ قہقری ہوتی رہی۔ اِدھر سے اُدھر اور اُدھر سے ادھر پھرتے رہے اور ایسا ہی ہر ایک قوم کا حال ہے۔

مؤلف: اگر یہ حالت تھی تو گورنمنٹ کو چاہیے تھا کہ وہ چراگاہوں پر ہلکا محصول لگاتی تا کہ یہ لوگ ہمیشہ کے لئے برباد نہ ہو جاتے۔ (حالانکہ بہت سے اضلاع میں چراگاہ پر ہلکا محصول لگایا ہے) اس ضبطی زمین سے متعدد خاندان تباہ ہو گئے ہیں۔ حالانکہ ان کے بچاؤ کے لئے مختلف صورتیں ہوسکتی تھیں اور یہ امر بعض اضلاع کے بندوبست کی رپورٹوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ بنجر زمین رفتہ رفتہ آباد ہوتی ہے اور اگر اس قوم نے مزروعہ رقبوں کو دوران بندوبست میں سنگین محصول سے بچنے کے لئے غیر آباد کر دیا تھا۔ تو اس بارہ میں بہترین تجویز یہ ہوسکتی تھی کہ گوجروں کے دیہات کی جمع غیر مستقل کردی جاتی، چند ہی سال میں امر واضح ہو جاتا کہ رقبہ مزروعہ کو غیر مزروعہ حالت میں تبدیل کرنا تشخیص محصول سے بچنے کے لئے تھا۔ یا اس کے کچھ اور اسباب ہیں ہر ایک ضلع کے بندوبست کی رپورٹ سے یہ ثابت کیا جا سکتا ہے کہ بڑے بڑے وسیع مزروعات خاص حالات کی وجہ سے غیر مزروعہ ہو گئے۔ بہرحال پنجاب کے بندوبستوں کا بھوت بار بار زمینداروں پر سوار ہوتا ہے اور تشخیص کی جونک ہر بندوبست میں ان کا باقی ماندہ خون چوس لیتی ہے۔

ایک یہ صورت بھی ہوسکتی تھی کہ مواشی پر کچھ محصول لگایا جاتا مگر ملکیت ضبط نہ کی جاتی۔

افسران بندوبست کی ناواقفیت کی وجہ سے اکثر اضلاع کے زمینداروں کو نقصان پہنچا لیکن کیا کیا جائے، گورنمنٹ نے یہ فرض کر لیا تھا کہ افسران بندوبست کام سے واقف ہیں اور ان کی تجویزیں مقامی حالات پر مبنی ہیں۔ اگر اکبر بادشاہ کی تشخیص سے مقابلہ کیا جائے، تو گورنمنٹ کا معاملۂ زمین بہت سنگین ثابت ہوتا ہے گورگاؤں کے گوجر عام طور پر بہت محنتی کاشتکار اور باہمت ہیں اور ہر نوع سے ترقی کر رہے ہیں۔

مؤلف: اگر یہ حالت تھی تو گورنمنٹ کو چاہیے تھا کہ وہ چراگاہوں پر ہلکا محصول لگاتی تا کہ یہ لوگ ہمیشہ کے لئے برباد نہ ہو جاتے۔ (حالانکہ بہت سے اضلاع میں چراگاہ پر ہلکا محصول لگایا ہے) اس ضبطی زمین سے متعدد خاندان تباہ ہو گئے ہیں۔ حالانکہ ان کے بچاؤ کے لئے مختلف صورتیں ہوسکتی تھیں اور یہ امر بعض اضلاع کے بندوبست کی رپورٹوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ بنجر زمین رفتہ رفتہ آباد ہوتی ہے اور اگر اس قوم نے مزروعہ رقبوں کو دوران بندوبست میں سنگین محصول سے بچنے کے لئے غیر آباد کر دیا تھا۔ تو اس بارہ میں بہترین تجویز یہ ہوسکتی تھی کہ گوجروں کے دیہات کی جمع غیر مستقل کر دی جاتی، چند ہی سال میں امر واضح ہو جاتا کہ رقبہ مزروعہ کو غیر مزروعہ حالت میں تبدیل کرنا تشخیص محصول سے بچنے کے لئے تھا۔ یا اس کے کچھ اور اسباب ہیں ہر ایک ضلع کے بندوبست کی رپورٹ سے یہ ثابت کیا جا سکتا ہے کہ بڑے بڑے وسیع مزروعات خاص حالات کی وجہ سے غیر مزروعہ ہو گئے۔ بہر حال پنجاب کے بندوبستوں کا بھوت بار بار زمینداروں پر سوار ہوتا ہے اور تشخیص کی جونک ہر بندوبست میں ان کا باقی ماندہ خون چوس لیتی ہے۔

ایک یہ صورت بھی ہوسکتی تھی کہ مواشی پر کچھ محصول لگایا جاتا مگر ملکیت ضبط نہ کی جاتی۔

افسران بندوبست کی ناواقفیت کی وجہ سے اکثر اضلاع کے زمینداروں کو نقصان پہنچا لیکن کیا کیا جائے، گورنمنٹ نے یہ فرض کر لیا تھا کہ افسران بندوبست کام سے واقف ہیں اور ان کی تجویزیں مقامی حالات پر مبنی ہیں۔ اگر اکبر بادشاہ کی تشخیص سے مقابلہ کیا جائے، تو گورنمنٹ کا معاملۂ زمین بہت سنگین ثابت ہوتا ہے گورگاؤں کے گوجر عام طور پر بہت محنتی کاشتکار اور باہمت ہیں اور ہر نوع سے ترقی کر رہے ہیں۔

مثال ہیں۔

اس ضلع کے سب گوتوں کا آپس میں رشتہ ناتہ ہوتا ہے۔ کسی کو کسی پر ترجیح نہیں ہے اور کہیں کہیں مالی حیثیت یا قرابت کا بھی لحاظ رکھا جاتا ہے۔

ضلع گوجرانوالہ

ضلع گوجرانوالہ اگرچہ گوجروں کے نام سے مشہور ہے مگر اس وقت اس ضلع میں گوجر بہت کم ہیں۔ کل آبادی تین ہزار سات سو کے قریب ہے۔ اس ضلع میں گوجروں کا مشہور خاندان کوٹ قاضی میں رہتا ہے۔ دراصل یہ خاندان مراڑیاں ضلع گجرات سے جا کر ضلع گوجرانوالہ میں سکونت پذیر ہوا اور اپنے نام پر دو گاؤں کوٹ قاضی کے نام سے آباد کئے۔ یہ خاندان قدیم زمانہ سے علم وفضل سے بہرہ ور چلا آتا ہے۔ اس خاندان کے جد اعلیٰ قاضی محمد جان تھے۔ جن کو محمد شاہ بادشاہ کی بارگاہ سے سند قضاء عطا ہوئی۔ اس وجہ سے یہ خاندان اب تک قاضی کے لقب سے مشہور ہے۔ اس خاندان میں قاضی سید محمد مشہور تھے جن کے فرزند قاضی محمد اسحاق ایم اے، مولوی فاضل منشی فاضل انسپکٹر مدارس ہیں۔ چونکہ اس ضلع میں گوجروں کی تعداد کم ہے۔ اس لئے یہاں گوجروں کا کچھ زیادہ اقتدار نہیں ہے۔ تحقیق سے معلوم ہوا کہ جہاں گوجرانوالہ شہر آباد ہے وہاں ایک چوہدری گوجر کا کنواں تھا جس کے ساتھ مواشی کی ایک وسیع چراگاہ تھی۔ اس وجہ سے اس کنویں کا نام گوجرانوالہ ہو گیا۔ اس ضلع میں جاٹ اور سکھوں وغیرہ کا اقتدار زیادہ ہے کیونکہ کسی زمانہ میں گوجرانوالہ سکھوں کی حکومت کا مرکزی مقام تھا۔

اس ضلع میں گوجر متفرق طور پر آباد ہیں اور جس قدر ہیں، نہایت صلاح اندیش، شریف اور آسودہ حال ہیں۔ ان کی رشتہ داری بالعموم ضلع گجرات کے گوجروں سے ہے۔

مثال ہیں۔

اس ضلع کے سب گوتوں کا آپس میں رشتہ ناتہ ہوتا ہے۔ کسی کو کسی پر ترجیح نہیں ہے اور کہیں کہیں مالی حیثیت یا قرابت کا بھی لحاظ رکھا جاتا ہے۔

ضلع گوجرانوالہ

ضلع گوجرانوالہ اگرچہ گوجروں کے نام سے مشہور ہے مگر اس وقت اس ضلع میں گوجر بہت کم ہیں۔ کل آبادی تین ہزار سات سو کے قریب ہے۔ اس ضلع میں گوجروں کا مشہور خاندان کوٹ قاضی میں رہتا ہے۔ دراصل یہ خاندان مراڑیاں ضلع گجرات سے جا کر ضلع گوجرانوالہ میں سکونت پذیر ہوا اور اپنے نام پر دو گاؤں کوٹ قاضی کے نام سے آباد کئے۔ یہ خاندان قدیم زمانہ سے علم و فضل سے بہرہ ور چلا آتا ہے۔ اس خاندان کے جد اعلیٰ قاضی محمد جان تھے۔ جن کو محمد شاہ بادشاہ کی بارگاہ سے سند قضاء عطا ہوئی۔ اس وجہ سے یہ خاندان اب تک قاضی کے لقب سے مشہور ہے۔ اس خاندان میں قاضی سید محمد مشہور تھے جن کے فرزند قاضی محمد اسحاق ایم اے، مولوی فاضل منشی فاضل انسپکٹر مدارس ہیں۔ چونکہ اس ضلع میں گوجروں کی تعداد کم ہے۔ اس لئے یہاں گوجروں کا کچھ زیادہ اقتدار نہیں ہے۔ تحقیق سے معلوم ہوا کہ جہاں گوجرانوالہ شہر آباد ہے وہاں ایک چوہدری گوجر کا کنواں تھا جس کے ساتھ مواشی کی ایک وسیع چراگاہ تھی۔ اس وجہ سے اس کنویں کا نام گوجرانوالہ ہو گیا۔ اس ضلع میں جاٹ اور سکھوں وغیرہ کا اقتدار زیادہ ہے کیونکہ کسی زمانہ میں گوجرانوالہ سکھوں کی حکومت کا مرکزی مقام تھا۔

اس ضلع میں گوجر متفرق طور پر آباد ہیں اور جس قدر ہیں، نہایت صلاح اندیش، شریف اور آسودہ حال ہیں۔ ان کی رشتہ داری بالعموم ضلع گجرات کے گوجروں سے ہے۔

سردار سدہار سنگھ کے بیٹ میں جہاں ان کو کاشت اور چراگاہ کے لئے دونوں قسم کی وسیع زمین بارانی اور دریائی مل گئی تھی، مستقل کاشتکار ہو گئے۔ بعد ازاں اس ضلع کے متفرق مقامات میں پھیل گئے۔ اس زمانہ میں یہاں کے گوجر بہترین کاشتکار سمجھے جاتے ہیں۔ ان کے عادات و خصائل عام طور پر اچھے ہیں۔ ان میں بعض اشخاص تعلیم یافتہ اور مصلح قوم بھی ہیں، مگر عام طور پر تعلیم اور کفایت شعاری کے برکات سے محروم ہیں اب تک ان میں ہندوؤں کی رسمیں موجود ہیں اور شرعی احکام سے باشتنائے چند ناواقف ہیں لیکن یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ وہ شاہراہ ترقی پر چل رہے ہیں۔

بالعموم اس ضلع میں گورسی چیچی کالس، پسوال، چوہان گوت کے لوگ پائے جاتے ہیں۔ عام طور پر یہ محنتی وجری و عالی ہمت ہوتے ہیں۔

ضلع لاہور

ضلع لاہور کے سب گوجر مسلمان ہیں جو دیہات میں رہتے ہیں۔ وہ اچھے کاشتکار ہیں اور محنت سے کام کرتے ہیں۔ آسودہ حال اور سمجھدار ہیں۔ یہ زراعت کے علاوہ مواشی بھی رکھتے ہیں کیونکہ مواشی زراعت کا ایک جزو اعظم ہیں۔ نیز مواشی کی فروخت یا منافع سے کاشتکاری کی مالی حالت میں اضافہ ہوتا ہے اور قرض کے ادا کرنے میں مواشی سے بہت امداد ملتی ہے کیونکہ وہ قرض خواہ کو زیادہ قیمت پر دیئے جاتے ہیں۔ مواشی کی ہر وقت مانگ رہتی ہے۔ خواہ کسی قسم اور کسی عمر کے ہوں جو گوجر شہر میں رہتے ہیں ان کی معاش کا مدار دودھ اور دہی کی فروخت پر ہے۔ یہ بہت آسودہ حال ہیں۔ ان کے پاس عمدہ سے عمدہ گائیں اور بھینسیں ہوتی ہیں۔ یہ باوجود شہر میں رہنے کے سادہ لباس اور کفایت شعار ہوتے ہیں۔ ان کے گوت بالعموم وہی ہیں جو ضلع گجرات میں مشہور ہیں لاہور کے گوجر مذہب سے خاص دلچسپی رکھتے ہیں اور اسراف کو برا سمجھتے ہیں۔

سردار سدار سنگھ کے بیٹ میں جہاں ان کو کاشت اور چراگاہ کے لئے دونوں قسم کی وسیع زمین بارانی اور دریائی مل گئی تھی، مستقل کاشتکار ہو گئے۔ بعد ازاں اس ضلع کے متفرق مقامات میں پھیل گئے۔ اس زمانہ میں یہاں کے گوجر بہترین کاشتکار سمجھے جاتے ہیں۔ ان کے عادات و خصائل عام طور پر اچھے ہیں۔ ان میں بعض اشخاص تعلیم یافتہ اور مصلح قوم بھی ہیں، مگر عام طور پر تعلیم اور کفایت شعاری کے برکات سے محروم ہیں اب تک ان میں ہندوؤں کی رسمیں موجود ہیں اور شرعی احکام سے باشتنائے چند ناواقف ہیں لیکن یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ وہ شاہراہ ترقی پر چل رہے ہیں۔

بالعموم اس ضلع میں گورسی چیچی کالس، پسوال، چوہان گوت کے لوگ پائے جاتے ہیں۔ عام طور پر یہ محنتی وجری و عالی ہمت ہوتے ہیں۔

ضلع لاہور

ضلع لاہور کے سب گوجر مسلمان ہیں جو دیہات میں رہتے ہیں۔ وہ اچھے کاشتکار ہیں اور محنت سے کام کرتے ہیں۔ آسودہ حال اور سمجھدار ہیں۔ یہ زراعت کے علاوہ مواشی بھی رکھتے ہیں کیونکہ مواشی زراعت کا ایک جزو اعظم ہیں۔ نیز مواشی کی فروخت یا منافع سے کاشتکاری کی مالی حالت میں اضافہ ہوتا ہے اور قرض کے ادا کرنے میں مواشی سے بہت امداد ملتی ہے کیونکہ وہ قرض خواہ کو زیادہ قیمت پر دیئے جاتے ہیں۔ مواشی کی ہر وقت مانگ رہتی ہے۔ خواہ کسی قسم اور کسی عمر کے ہوں جو گوجر شہر میں رہتے ہیں ان کی معاش کا مدار دودھ اور دہی کی فروخت پر ہے۔ یہ بہت آسودہ حال ہیں۔ ان کے پاس عمدہ سے عمدہ گائیں اور بھینسیں ہوتی ہیں۔ یہ باوجود شہر میں رہنے کے سادہ لباس اور کفایت شعار ہوتے ہیں۔ ان کے گوت بالعموم وہی ہیں جو ضلع گجرات میں مشہور ہیں لاہور کے گوجر مذہب سے خاص دلچسپی رکھتے ہیں اور اسراف کو برا سمجھتے ہیں۔

ترجمہ: جہاں تک تجھ کو توفیق ہو محتاجوں کی امداد کر، اگر تجھ میں دینے کی طاقت نہیں ہے تو ان کے لئے دعا ہی کیا کر دست کرم اور دستِ دعا میں عجیب مناسبت ہے۔

تجرد (گوشہ نشینی)

تجرد حجتِ قاطع بود صاحب کمالے را
قبائے بیضہ برتن میدرد مرغے کہ کامل شد

ترجمہ: جو کامل ''ولی اللہ'' لوگ دنیا سے قطع تعلق کرتے ہیں۔ تو ایسا کرنا ان کے کمال پر ایک قطعی دلیل ہے یعنی ان کا خلق خدا سے الگ ہو جانا، اس امر کا ثبوت ہے کہ وہ کامل ہیں۔

شاعر اس کا ثبوت دوسرے مصرعہ میں پیش کرتا ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب انڈے میں بچہ مکمل ہو جاتا ہے تو وہ قبائے بیضہ (انڈے کے چھلکے) کو پھاڑ (توڑ) دیتا ہے لیکن جب تک وہ کامل نہیں ہوتا چھلکے کے اندر مقید رہتا ہے۔ اس لئے جو مدعیانِ معرفت دنیاوی علائق سے علیحدہ نہیں ہیں۔ وہ ابھی تک کامل نہیں ہوئے۔

جذبِ محبت

ہستِ کارِ عاشقاں بعد از فنا رہم جذبِ دوست
تشنگی بسیار دارد آن کہ ماہی می خورد

ترجمہ: عاشقانِ صادق مرنے کے بعد بھی معشوق کو اپنی طرف کھینچتے ہیں، جو شخص مچھلی کھاتا ہے۔ اس کو پیاس زیادہ لگتی ہے، وجہ یہ ہے کہ پانی مچھلی کا معشوق ہے۔ اگرچہ مچھلی فنا ہوگئی ہے مگر پھر بھی پانی کی طلبگار ہے اور پانی کو جذب کرتی ہے۔

مؤلف: عجیب مضمون ہے اور دور کی تلاش ہے۔

ترجمہ: جہاں تک تجھ کو توفیق ہو محتاجوں کی امداد کر، اگر تجھ میں دینے کی طاقت نہیں ہے تو ان کے لئے دعا ہی کیا کر دست کرم اور دستِ دعا میں عجیب مناسبت ہے۔

تجرد (گوشہ نشینی)

تجرد حجتِ قاطع بود صاحب کمالے را
قبائے بیضہ برتن میدرد مرغے کہ کامل شد

ترجمہ: جو کامل ''ولی اللہ'' لوگ دنیا سے قطع تعلق کرتے ہیں۔ تو ایسا کرنا ان کے کمال پر ایک قطعی دلیل ہے یعنی ان کا خلق خدا سے الگ ہو جانا، اس امر کا ثبوت ہے کہ وہ کامل ہیں۔

شاعر اس کا ثبوت دوسرے مصرعہ میں پیش کرتا ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب انڈے میں بچہ مکمل ہو جاتا ہے تو وہ قبائے بیضہ (انڈے کے چھلکے) کو پھاڑ (توڑ) دیتا ہے لیکن جب تک وہ کامل نہیں ہوتا چھلکے کے اندر مقید رہتا ہے۔ اس لئے جو مدعیانِ معرفت دنیاوی علائق سے علیحدہ نہیں ہیں۔ وہ ابھی تک کامل نہیں ہوئے۔

جذب محبت

ہستِ کارِ عاشقاں بعد از فنا ہم جذبِ دوست
تشنگی بسیار دارد آن کہ ماہی می خورد

ترجمہ: عاشقانِ صادق مرنے کے بعد بھی معشوق کو اپنی طرف کھینچتے ہیں، جو شخص مچھلی کھاتا ہے۔ اس کو پیاس زیادہ لگتی ہے، وجہ یہ ہے کہ پانی مچھلی کا معشوق ہے۔ اگرچہ مچھلی فنا ہو گئی ہے مگر پھر بھی پانی کی طلبگار ہے اور پانی کو جذب کرتی ہے۔

مؤلف: عجیب مضمون ہے اور دور کی تلاش ہے۔

مؤلف: صائب کا ایک شعر بھی تقریباً اسی مضمون کا ہے مگر اس کا ایک اور پہلو ہے۔

دوست دشمن می شود صائب بوقتِ ماندگی
خونِ زخم آھوان رہ مے دہد صیاد را

ریاست لس بیلہ

گوجر! ریاست لس بیلہ میں قدیم الایام سے آباد ہیں۔ جب مہلب سپہ سالار 64 ہجری میں سندھ پر حملہ آور ہوا تو اس کے مقابلہ میں زیادہ تر یہی قوم گوجر نبرد از ماتھی، تاریخ سندھ میں ہے، ''لشکر ظفر پیکر اسلام استیصال گوجر کردہ، لس بیلہ را بہ قوم برہ سپرد'' موجودہ وقت میں قوم گوجر کے افراد ہب ندی تعلقہ ریاست میں جو کراچی سے 20 میل پر واقع ہے، کاشتکاری کرتے ہیں، ان کے نمائندے انہی کی قوم سے منتخب ہوتے ہیں لیکن ان کا سردار قوم شیخ سے مقرر کیا جاتا ہے۔ چنانچہ موجودہ زمانہ میں ان کا سردار مینگہ خان خلف سردار جمن خان ہے اور ان کے چوہدری ساون ولد بکھر، سورما ولد ملنگ، نوشو اور جنگلی پسران بشام ہیں۔

مورخ سندھ یعنی مصنف تاریخ تحفۃ الکرام لکھتا ہے کہ جس وقت محمد بن قاسم سپہ سالار عرب نے ملک سندھ پر چڑھائی کی تھی، اس زمانہ میں لس بیلہ کے دارالخلافہ ارمن بیلہ پر گوجر حکمران تھے اس کے الفاظ یہ ہیں۔

''فی الجملہ محمد بن قاسم این بیلہ را از قوم گوجر بدست آوردہ سوئے دیول بشتافت. این دارالخلافہ ریاست لس بیلہ بود''۔

ترجمہ: حاصل کلام یہ ہے کہ محمد بن قاسم اس بیلہ کو قوم گوجر سے فتح کر کے شہر دیول کی طرف چلا گیا اس وقت ارمن بیلہ، ریاست لس بیلہ کا دارالسلطنت تھا۔

محمد بن قاسم کی آمد اس ملک میں 52 ہجری میں ہوئی ہے، جس سے ثابت ہوا کہ ملک سندھ میں عربوں کے حملے سے بہت پہلے گوجر موجود تھے۔ اس وقت قوم گوجر کی مادری بان بلوچی ہے، مگر زبان لاسی سندھی بھی گھروں میں

مؤلف: صائب کا ایک شعر بھی تقریباً اسی مضمون کا ہے مگر اس کا ایک اور پہلو ہے۔

دوست دشمن می شود صائب بوقتِ ماندگی
خونِ زخم آہوان رہ مے دہد صیاد را

ریاست لس بیلہ

گوجر! ریاست لس بیلہ میں قدیم الایام سے آباد ہیں۔ جب مہلب سپہ سالار 64 ہجری میں سندھ پر حملہ آور ہوا تو اس کے مقابلہ میں زیادہ تر یہی قوم گوجر نبرد از ماتھی، تاریخ سندھ میں ہے، ''لشکر ظفر پیکر اسلام استیصال گوجر کردہ، لس بیلہ رابہ قوم برہ سپرد'' موجودہ وقت میں قوم گوجر کے افراد ہب ندی تعلقہ ریاست میں جو کراچی سے 20 میل پر واقع ہے، کاشتکاری کرتے ہیں، ان کے نمائندے انہی کی قوم سے منتخب ہوتے ہیں لیکن ان کا سردار قوم شیخ سے مقرر کیا جاتا ہے۔ چنانچہ موجودہ زمانہ میں ان کا سردار مینگہ خان خلف سردار جمن خان ہے اور ان کے چوہدری ساون ولد بکھر، سوما ولد ملنگ، نوشو اور جنگلی پسران بشام ہیں۔

مورخ سندھ یعنی مصنف تاریخ تحفۃ الکرام لکھتا ہے کہ جس وقت محمد بن قاسم سپہ سالار عرب نے ملک سندھ پر چڑھائی کی تھی، اس زمانہ میں لس بیلہ کے دارالخلافہ ارمن بیلہ پر گوجر حکمران تھے اس کے الفاظ یہ ہیں۔

''فی الجملہ محمد بن قاسم این بیلہ را از قوم گوجر بدست آوردہ سوئے دیول بشتافت۔ این دارالخلافہ ریاست لس بیلہ بود''۔

ترجمہ: حاصل کلام یہ ہے کہ محمد بن قاسم اس بیلہ کو قوم گوجر سے فتح کر کے شہر دیول کی طرف چلا گیا اس وقت ارمن بیلہ، ریاست لس بیلہ کا دارالسلطنت تھا۔

محمد بن قاسم کی آمد اس ملک میں 52 ہجری میں ہوئی ہے، جس سے ثابت ہوا کہ ملک سندھ میں عربوں کے حملے سے بہت پہلے گوجر موجود تھے۔ اس وقت قوم گوجر کی مادری بان بلوچی ہے، مگر زبان لاسی سندھی بھی گھروں میں

سے بالکل محروم ہیں۔ ان کے نام بالعموم اسلامی ہوتے ہیں اور ختنہ بھی اسلامی طریق پر کرتے ہیں، نماز ان کے نزدیک ایک فضول عمل ہے۔ ان کا ملا پہلے ذکر شروع کرتا ہے اس کے اتباع میں یہ لوگ بھی ذکر کرنا شروع کرتے ہیں۔ ان کا اعتقاد ہے کہ 1000 ہجری کے خاتمہ پر امام مہدی آخر الزمان پیدا ہو چکے ہیں۔ جنہوں نے نماز کا حکم منسوخ کر دیا اور صرف شام کے وقت ذکر کرنا فرض ہے۔ اس کی دلیل اس آیت سے دیتے ہیں۔ **وَاذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا** ○ ان کے ذکر وکلمہ میں مہدی کا نام آتا ہے چنانچہ کلمہ میں بجائے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مہدی رسول اللہ کہتے ہیں، ذکریوں کے مذہب کا یہ کلمہ ہے۔ لا الہ الا اللہ مہدی رسول اللہ اور کبھی یہ ورد بھی کرتے ہیں، **حسبی ربی جل اللہ ط ماشاء قلبی غیر اللہ ط نور محمد ط صلی اللہ لا الہ الا الہ اھدی مہدی رسول اللہ۔**

پہلے الفاظ ایک جماعت شروع کرتی ہے اور پھر دوسری جماعت دوسرے الفاظ کہتی ہے اور ذکر کے وقت کوہِ مراد کی طرف منہ کرتے ہیں اور اس کو کعبہ سمجھتے ہیں۔

جہاں بڑی بڑی بستیاں ہیں وہاں ذکری ایک خاص عبادتگاہ بنا کر اس میں ذکر کرتے ہیں اور اس کو ذکرانہ کے نام سے موسوم کرتے ہیں اس کی عزت و تعظیم مسجد کی طرح کی جاتی ہے اور اگر کسی کو حلف دینا ہو تو ذکرانہ میں لے جا کر حلف دیتے ہیں۔

کوہِ مراد

مذہب ذکری کی زیارتگاہ کوہِ مراد ہے۔ جو کیچ مکران کے علاقہ میں ایک پہاڑی ہے، وہاں یہ لوگ موسمِ گرما میں ہر سال میلا لگاتے ہیں اور جمع ہو کر ذکر کرتے ہیں اور زن و مرد باہم حلقہ باندھ کر رقص کرتے ہیں۔ اس زیارت و ذکر کا

سے بالکل محروم ہیں۔ ان کے نام بالعموم اسلامی ہوتے ہیں اور ختنہ بھی اسلامی طریق پر کرتے ہیں، نماز ان کے نزدیک ایک فضول عمل ہے۔ ان کا ملا پہلے ذکر شروع کرتا ہے اس کے اتباع میں یہ لوگ بھی ذکر کرنا شروع کرتے ہیں۔ ان کا اعتقاد ہے کہ 1000 ہجری کے خاتمہ پر امام مہدی آخر الزمان پیدا ہو چکے ہیں۔ جنہوں نے نماز کا حکم منسوخ کر دیا اور صرف شام کے وقت ذکر کرنا فرض ہے۔اس کی دلیل اس آیت سے دیتے ہیں۔ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ○ ان کے ذکر وکلمہ میں مہدی کا نام آتا ہے چنانچہ کلمہ میں بجائے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مہدی رسول اللہ کہتے ہیں، ذکریوں کے مذہب کا یہ کلمہ ہے۔ لا الہ الا اللہ مہدی رسول اللہ اور کبھی یہ ورد بھی کرتے ہیں، حسبی ربّی جل اللهط ماشاء قلبی غير اللهط نور محمدط صلی الله لا اله الا اله اهدی مهدی رسول الله۔

پہلے الفاظ ایک جماعت شروع کرتی ہے اور پھر دوسری جماعت دوسرے الفاظ کہتی ہے اور ذکر کے وقت کوہِ مراد کی طرف منہ کرتے ہیں اور اس کو کعبہ سمجھتے ہیں۔

جہاں بڑی بڑی بستیاں ہیں وہاں ذکری ایک خاص عبادتگاہ بنا کر اس میں ذکر کرتے ہیں اور اس کو ذکرانہ کے نام سے موسوم کرتے ہیں اس کی عزت و تعظیم مسجد کی طرح کی جاتی ہے اور اگر کسی کو حلف دینا ہو تو ذکرانہ میں لے جا کر حلف دیتے ہیں۔

کوہِ مراد

مذہب ذکری کی زیارتگاہ کوہِ مراد ہے۔ جو کیچ مکران کے علاقہ میں ایک پہاڑی ہے، وہاں یہ لوگ موسمِ گرما میں ہر سال میلا لگاتے ہیں اور جمع ہو کر ذکر کرتے ہیں اور زن و مرد باہم حلقہ باندھ کر رقص کرتے ہیں۔ اس زیارت و ذکر کا

عبادات شان شد برقص دادا — مددکن برائے خدا مہریا
نگویند تکبیر حق از زبان — حرام است در شرع مذبوح شان
روایات این قوم بشنیده ام — بسے مجلس عقد شان دیده ام
بہنگام عقد ایں کسان بادرا — بمشکیزۂ پر کنند از فضا
بخواند بران پوست مُلا کلام — سر انجام شدکار او بالتمام
کلامیکه ملا بریں پوست خواند — مریدے ور ابرد برزن فشاند
چگونه رواشد نکاح چنیں — نه ایجاب باشد باحکام دیں
تواریخ دنیا بخوانی اگر — نه بنی به دنیا چنیں دین دگر
شده درد شان اہدیا مہدیا — زن و مرد جملۂ شده بے حیا

مطلب اس کا یہ ہے کہ زن و مرد اکٹھے ہو کر اہدیا مہدیا کا ذکر کرتے ہیں جو صحیح اہدنا مہدی ہے یعنی اے مہدی ہم کو راہِ راست دکھا۔

نکاح کے وقت مشکیزہ میں ہوا بھر کر اس کا منہ باندھ دیتے ہیں، مشکیزہ پر نکاح خوان کچھ پڑھتا ہے اس کے بعد ایک شخص اس مشکیزہ کو لے جا کر عورت کے سر پر کھول دیتا ہے۔ مشکیزہ کی ہوا جب عورت کے لگتی ہے، تو نکاح کی رسم مکمل ہو جاتی ہے ایسا نکاح جس میں نہ ایجاب ہو نہ قبول شرعاً جائز نہیں ہے۔

بعض برائے نام ترقی یافتہ مسلمان قوموں میں بھی ایجاب و قبول جیسا کہ چاہیے عمل میں نہیں آتا، لڑکی کا باپ اس امر کو عیب سمجھتا ہے کہ اس کی لڑکی کا نام بھری مجلس میں لیا جائے، نکاح خوان کو حکم ہوتا ہے کہ وہ چپکے سے دولہا کے کان میں لڑکی کا نام کہہ دے اور دوسرا کوئی نہ سنے۔ لوگوں کی رہنمائی کے لئے ایک مختصر رسالہ (النکاح) تالیف کر کے انجمن اسلامیہ بھاولپور کے نذر کیا ہے، جس کی آمدنی سے انجمن کو کافی امداد پہنچتی ہے۔

عبادات شان شد برقص دادا — مددکن برائے خدا مہریا
نگویند تکبیر حق از زبان — حرام است درشرع مذبوح شان
روایات این قوم بشنیدہ ام — بسے مجلس عقد شان دیدہ ام
بہنگام عقد ایں کسان بادرا — بمشکیزۂ پر کنند از فضا
بخواند بران پوست مُلا کلام — سر انجام شدکار او بالتمام
کلامیکہ ملا بریں پوست خواند — مریدے ور ابرد برزن فشاند
چگونہ رواشد نکاح چنیں — نہ ایجاب باشد باحکام دیں
تواریخ دنیا بخوانی اگر — نہ بینی بہ دنیا چنیں دین دگر
شدہ درد شان اہدیا مہدیا — زن و مرد جملہ شدہ بے حیا

مطلب اس کا یہ ہے کہ زن و مرد اکٹھے ہو کر اہدیا مہدیا کا ذکر کرتے ہیں جو صحیح اہدنا مہدی ہے یعنی اے مہدی ہم کو راہِ راست دکھا۔

نکاح کے وقت مشکیزہ میں ہوا بھر کر اس کا منہ باندھ دیتے ہیں، مشکیزہ پر نکاح خوان کچھ پڑھتا ہے اس کے بعد ایک شخص اس مشکیزہ کو لے جا کر عورت کے سر پر کھول دیتا ہے۔ مشکیزہ کی ہوا جب عورت کے لگتی ہے، تو نکاح کی رسم مکمل ہو جاتی ہے ایسا نکاح جس میں نہ ایجاب ہو نہ قبول شرعاً جائز نہیں ہے۔

بعض برائے نام ترقی یافتہ مسلمان قوموں میں بھی ایجاب و قبول جیسا کہ چاہیے عمل میں نہیں آتا، لڑکی کا باپ اس امر کو عیب سمجھتا ہے کہ اس کی لڑکی کا نام بھری مجلس میں لیا جائے، نکاح خوان کو حکم ہوتا ہے کہ وہ چپکے سے دولہا کے کان میں لڑکی کا نام کہہ دے اور دوسرا کوئی نہ سنے۔ لوگوں کی رہنمائی کے لئے ایک مختصر رسالہ (النکاح) تالیف کر کے انجمن اسلامیہ بھاولپور کے نذر کیا ہے، جس کی آمدنی سے انجمن کو کافی امداد پہنچتی ہے۔

ضلع مظفر نگر

اس ضلع میں سب سے بڑی زمیندار رانی دھرم کمار راجہ رگھبیر سنگھ والی لندھورا کی بیوہ تھی، وہ بارہ گاؤں کی جاگیر کی مالک تھی اور سات ہزار سے کچھ اوپر مالگذاری دیتی تھی، بارہ گاؤں میں سے پانچ علاقہ گردھان پور میں اور تین تین دیو پچھپر اور بھومار سمبلیر میں ہیں اور ایک بھوکاریری میں کادیانہ کے گوجر فضول خرچی سے اپنی ملکیت ضائع کر چکے ہیں اور قرضوں سے ان کی زمین نبیوں کے ہاتھ چلی گئی ہے، جنتھ کی تباہی کے بعد سادات کے پاؤں اکھڑ گئے اور ان کے دیہات لندھورا اور بھومار پر گوجر قابض ہو گئے۔

گوجر اس ضلع میں باثر اور مقتدر باہمت قوم ہے۔ جاٹوں کی طرح یہ بھی اپنے آپ کو راجپوت نسل سے بیان کرتے ہیں۔ ان کی بڑی شاخ کلسان ہے جس کو پنجاب میں کالس کہتے ہیں، ان کا مرکز جمنا کے کنارے کا غیر آباد علاقہ ہے، لیکن ضلع کے دوسرے حصوں نشیبی اور کھادر میں بھی وسیع رقبہ کے مالک ہیں، گوجر زراعت کے بجائے مواشی کی پرورش میں زیادہ دلچسپی لیتے ہیں، مگر جب کھیتی کا کام کرتے ہیں۔ تو پوری محنت وتن دہی سے مصروف ہو جاتے ہیں، وہ اس ضلع کے معزز زمینداروں میں شمار کیے جاتے ہیں، قانونی بندوبست کے زمانہ میں جو مسٹر ملر کے زیر اہتمام ہوا ان کے قبضہ میں 196549 ایکڑ زمین تھی۔ جو نصف تحصیل کیرانہ اور باقی گردھانپور اور کاندلہ کے علاقہ میں ہے، راجہ رام دیال والی لندھورا کے عہد میں اس ضلع میں گوجر سب سے بڑے زمیندار تھے لیکن اس کی وفات کے بعد ان کی زمین اصل مالکوں کے قبضہ میں چلی گئی، اس ضلع میں ایک مشہور زمیندار راؤ صاحب پردھان ہیرا سنگھ رئیس میسونہ تھا، جس کی کوشش سے گوجر مہاسبھا قائم ہوئی۔ اس کے انتقال پر اس کا بھائی پردھان لال سنگھ، اس کا بہترین جانشین ہے۔ میسونہ ایک ایسا علاقہ ہے جس سے گوجروں کی عظمت ظاہر

ضلع مظفر نگر

اس ضلع میں سب سے بڑی زمیندار رانی دھرم کمار راجہ رگھبیر سنگھ والی لندھورا کی بیوہ تھی، وہ بارہ گاؤں کی جاگیر کی مالک تھی اور سات ہزار سے کچھ اوپر مالگذاری دیتی تھی، بارہ گاؤں میں سے پانچ علاقہ گردھان پور میں اور تین تین دیوپچھپر اور بھومار سمبلیر میں ہیں اور ایک بھوکاریری میں کادیانہ کے گوجر فضول خرچی سے اپنی ملکیت ضائع کر چکے ہیں اور قرضوں سے ان کی زمین نبیوں کے ہاتھ چلی گئی ہے، جنتھ کی تباہی کے بعد سادات کے پاؤں اکھڑ گئے اور ان کے دیہات لندھورا اور بھومار پر گوجر قابض ہو گئے۔

گوجر اس ضلع میں بااثر اور مقتدر باہمت قوم ہے۔ جاٹوں کی طرح یہ بھی اپنے آپ کو راجپوت نسل سے بیان کرتے ہیں۔ ان کی بڑی شاخ کلسان ہے جس کو پنجاب میں کالس کہتے ہیں؛ ان کا مرکز جمنا کے کنارے کا غیر آباد علاقہ ہے، لیکن ضلع کے دوسرے حصوں نشیبی اور کھادر میں بھی وسیع رقبہ کے مالک ہیں، گوجر زراعت کے بجائے مواشی کی پرورش میں زیادہ دلچسپی لیتے ہیں، مگر جب کھیتی کا کام کرتے ہیں۔ تو پوری محنت وتن دہی سے مصروف ہو جاتے ہیں، وہ اس ضلع کے معزز زمینداروں میں شمار کئے جاتے ہیں، قانونی بندوبست کے زمانہ میں جو مسٹر ملر کے زیر اہتمام ہوا ان کے قبضہ میں 196549 ایکڑ زمین تھی۔ جو نصف تحصیل کیرانہ اور باقی گردھانپور اور کاندلہ کے علاقہ میں ہے، راجہ رام دیال والی لندھورا کے عہد میں اس ضلع میں گوجر سب سے بڑے زمیندار تھے لیکن اس کی وفات کے بعد ان کی زمین اصل مالکوں کے قبضہ میں چل گئی، اس ضلع میں ایک مشہور زمیندار راؤ صاحب پردھان ہیرا سنگھ رئیس میسونہ تھا، جس کی کوشش سے گوجر مہاسبھا قائم ہوئی۔ اس کے انتقال پر اس کا بھائی پردھان لال سنگھ، اس کا بہترین جانشین ہے۔ میسونہ ایک ایسا علاقہ ہے جس سے گوجروں کی عظمت ظاہر

کا ایک موضع اس ضلع میں پایا جاتا ہے، مگر دراصل یہ نام اس وجہ سے مشہور ہو گیا ہے کہ تحصیل کوٹ ادھو میں محمود کوٹ اور غازی گھاٹ کے درمیان مستقل طور پر چند سال تک دریائے سندھ کے کنارے پر ایک ہی جگہ تین گزر کشتیوں کے تھے، جن کو لوگ گزرات کہتے ہیں یعنی عبور دریا کے تین گھاٹ ز، ج سے بدل گئی۔ گجرات ہو گیا ورنہ اس جگہ گوجر کبھی آباد نہیں ہوئے البتہ تحصیل مظفر گڑھ میں ایک چھوٹا سا موضع گوجروالہ موجود ہے جو کسی زمانہ میں قوم گوجر نے آباد کیا تھا۔ اس موضع میں ایک کنواں اب تک سرکاری دفتر میں گوجروالہ کے نام سے مشہور ہے مگر یہ معلوم نہیں ہے کہ یہ موضع کب آباد ہوا، بندوبست کی جمعبندی جو 1880ء میں مرتب ہوئی تھی، بحیثیت مالک یا قابض کسی گوجر کا نام پایا نہیں جاتا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ 1880ء سے پہلے کسی زمانہ میں کوئی گوجر آباد ہو گا۔ اس میں شک نہیں ہے کہ نواب محمود خان گوجر، زمانہ سابق میں ضلع مظفر گڑھ کے ایک حصہ پر حاکم رہا ہے۔ اس نے اس علاقہ کی آبادی میں بہت کوشش کی تھی جس کی وجہ سے مظفر گڑھ کے قدیم جغرافیہ میں اس کا ذکر ہوتا رہا۔ اس ضلع میں گوجروں کی کوئی مستقل آبادی نہیں ہے۔ متفرق طور پر دیہات میں چند گوجر رہتے ہیں۔

ضلع مراد آباد

گوجر ایک بیرونی قوم ہے، معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ زمانہ قریب ہی میں یہاں آ کر آباد ہوئے ہیں۔ گذشتہ مردم شماری میں ان کی آبادی 12844 تھی۔ ان کی کثرت حسن پور اور امروہہ میں ہے، پہلے تو یہ اچھے کاشتکار نہیں تھے مگر اب اچھے کاشتکار ہیں۔

ضلع متھرا

ضلع متھرا میں گوجروں کی آبادی 32000 ہے، ان کی کثرت تحصیل

کا ایک موضع اس ضلع میں پایا جاتا ہے، مگر دراصل یہ نام اس وجہ سے مشہور ہو گیا ہے کہ تحصیل کوٹ ادھو میں محمود کوٹ اور غازی گھاٹ کے درمیان مستقل طور پر چند سال تک دریائے سندھ کے کنارے پر ایک ہی جگہ تین گزر کشتیوں کے تھے، جن کو لوگ گزرات کہتے ہیں یعنی عبور دریا کے تین گھاٹ ز، ج سے بدل گئی۔ گجرات ہو گیا ورنہ اس جگہ گوجر کبھی آباد نہیں ہوئے البتہ تحصیل مظفر گڑھ میں ایک چھوٹا سا موضع گوجر والہ موجود ہے جو کسی زمانہ میں قوم گوجر نے آباد کیا تھا۔ اس موضع میں ایک کنواں اب تک سرکاری دفتر میں گوجر والہ کے نام سے مشہور ہے مگر یہ معلوم نہیں ہے کہ یہ موضع کب آباد ہوا، بندوبست کی جمعبندی جو 1880ء میں مرتب ہوئی تھی، بحیثیت مالک یا قابض کسی گوجر کا نام پایا نہیں جاتا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ 1880ء سے پہلے کسی زمانہ میں کوئی گوجر آباد ہو گا۔ اس میں شک نہیں ہے کہ نواب محمود خان گوجر، زمانہ سابق میں ضلع مظفر گڑھ کے ایک حصہ پر حاکم رہا ہے۔ اس نے اس علاقہ کی آبادی میں بہت کوشش کی تھی جس کی وجہ سے مظفر گڑھ کے قدیم جغرافیہ میں اس کا ذکر ہوتا رہا۔ اس ضلع میں گوجروں کی کوئی مستقل آبادی نہیں ہے۔ متفرق طور پر دیہات میں چند گوجر رہتے ہیں۔

ضلع مراد آباد

گوجر ایک بیرونی قوم ہے، معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ زمانہ قریب ہی میں یہاں آ کر آباد ہوئے ہیں۔ گذشتہ مردم شماری میں ان کی آبادی 12844 تھی۔ ان کی کثرت حسن پور اور امروہہ میں ہے، پہلے تو یہ اچھے کاشتکار نہیں تھے مگر اب اچھے کاشتکار ہیں۔

ضلع متھرا

ضلع متھرا میں گوجروں کی آبادی 32000 ہے، ان کی کثرت تحصیل

ضبط کر لئے لیکن اب بھی وہ بہت سی زمینوں کے مالک ہیں۔ ان کی املاک کا بڑا حصہ تحصیل میوانہ میں واقع ہے، مگر غازی آباد اور باغپت کے جنوب میں بھی ان کی چند بستیاں ہیں، نیز وہ میرٹھ، باپڑ اور سردھنہ میں بھی کاشت کرتے ہیں، جس میں سے نصف سے زائد رقبہ پر وہ موروثی قرار دیئے گئے ہیں جاگیروں کے متعلق لندھورا کے سردار گوجروں کے موروثی حقوق خاص طور پر مسلم و قائم ہیں۔

خصائل

گوجر اپنے خصائل میں نہایت شاندار ہیں، شروع میں وہ خانہ بدوش تھے، گذشتہ سالوں میں نہروں کے اجراء کی وجہ سے بہت کچھ قابل تعریف کاشتکار ہو گئے ہیں۔ ذرائع کاشتکاری کی ترقی روز افزوں ہے ان کے اخلاق و عادات میں بھی نمایاں ترقی ہوگئی ہے۔ مسٹر کیلن لکھتا ہے کہ گوجر حالات اور اوقات کے تابع ہوتے ہیں۔ اگر ان کو نہروں کی آبپاشی میسر ہو تو اپنی زمینوں کی کاشت میں جاٹوں کی طرح کام کریں گے اور اگر ان کو لونی کھادر جیسے علاقہ میں بھیج دیا جائے، تو محصول زمین مواشی فروخت کر کے ادا کریں گے۔ میرا خیال ہے کہ اب تک گوجروں پر بہ نسبت دوسری اقوام کے ملبہ[1] یعنی متفرق خرچ کا بوجھ بہت زیادہ ہے کیونکہ پولیس کے اخراجات ان کو اٹھانے پڑتے ہیں، تاہم مجموعی طور پر پہلے کی نسبت وہ زمین کی کاشت پر زیادہ تر متوجہ ہیں۔

مقتدر خاندان

اس ضلع میں نسبتہً زمین کا مالک گوجروں کا معزز خاندان لندھورا ہے۔ جس کا ذکر سہارنپور کے گزیٹیر میں کیا گیا ہے اور وہی ان کا زمانہ قدیم سے وطن ہے، اس ضلع کے معزز گوجر پرچھت گڑھ والے ہیں، جو اٹھارہویں صدی کے

[1] ملبہ وہ رقم ہے جو محصول زمین کی نسبت سے اس غرض سے وصول کی جاتی ہے کہ گاؤں کے متفرق اخراجات پر خرچ کی جائے۔

ضبط کر لئے لیکن اب بھی وہ بہت سی زمینوں کے مالک ہیں۔ ان کی املاک کا بڑا حصہ تحصیل میوانہ میں واقع ہے، مگر غازی آباد اور باغپت کے جنوب میں بھی ان کی چند بستیاں ہیں، نیز وہ میرٹھ، باپڑ اور سردھنہ میں بھی کاشت کرتے ہیں، جس میں سے نصف سے زائد رقبہ پر وہ موروثی قرار دیئے گئے ہیں جاگیروں کے متعلق لندھورا کے سردار گوجروں کے موروثی حقوق خاص طور پر مسلم و قائم ہیں۔

خصائل

گوجر اپنے خصائل میں نہایت شاندار ہیں، شروع میں وہ خانہ بدوش تھے، گذشتہ سالوں میں نہروں کے اجراء کی وجہ سے بہت کچھ قابل تعریف کاشتکار ہو گئے ہیں۔ ذرائع کاشتکاری کی ترقی روز افزوں ہے ان کے اخلاق و عادات میں بھی نمایاں ترقی ہو گئی ہے۔ مسٹر کیلی لکھتا ہے کہ گوجر حالات اور اوقات کے تابع ہوتے ہیں۔ اگر ان کو نہروں کی آبپاشی میسر ہو تو اپنی زمینوں کی کاشت میں جاٹوں کی طرح کام کریں گے اور اگر ان کو لونی کھادر جیسے علاقہ میں بھیج دیا جائے، تو محصول زمین مواشی فروخت کر کے ادا کریں گے۔ میرا خیال ہے کہ اب تک گوجروں پر بہ نسبت دوسری اقوام کے ملبہ[1] یعنی متفرق خرچ کا بوجھ بہت زیادہ ہے کیونکہ پولیس کے اخراجات ان کو اٹھانے پڑتے ہیں، تاہم مجموعی طور پر پہلے کی نسبت وہ زمین کی کاشت پر زیادہ تر متوجہ ہیں۔

مقتدر خاندان

اس ضلع میں نسبتہً زمین کا مالک گوجروں کا معزز خاندان لندھورا ہے۔ جس کا ذکر سہارنپور کے گزیٹیر میں کیا گیا ہے اور وہی ان کا زمانہ قدیم سے وطن ہے، اس ضلع کے معزز گوجر پرچھت گڑھ والے ہیں، جو اٹھارہویں صدی کے

---

[1] ملبہ وہ رقم ہے جو محصول زمین کی نسبت سے اس غرض سے وصول کی جاتی ہے کہ گاؤں کے متفرق اخراجات پر خرچ کی جائے۔

پرتچھت گڑھ

نائن سنگھ 1818ء میں مرا، اور نتھا سنگھ اس کا بیٹا اس کا وارث ہوا۔ اس نے تمام وسیع علاقہ کی نسبت تو اپنے باپ کے حقوق تقرری[1] کا دعویٰ نہیں کیا، لیکن اس نے ان میں سے 183 گاؤں کی ملکیت اور صرف 35 گاؤں کی مقرری کا دعویٰ کیا، جو زیادہ زرخیز اور سیر حاصل تھے، ان سندات اور احکام کے موافق جو اس نے پیش کیے اس کے حقوق تسلیم کیے گئے لیکن بدقسمتی سے سندیں پیش کرتے وقت پیداوار کے مختلف حقوق اور لگان[1] کی جیسا کہ قاعدہ ہے۔ تفصیل نہیں دی گئی جس کی وجہ سے یہ مقدمہ از سر نو پیش ہوا۔ حکومت نے قرار دیا کہ ان سندات سے جو نتھا سنگھ نے پیش کی ہیں جاگیرداروں کو موروثی حقوق نہیں مل سکتے، مزید برآں کچھ ایسی شرطیں عائد کی گئیں، جن سے اس کو دائمی نقصان پہنچتا تھا یعنی ان شرائط کے رو سے وہ کاشتکاروں اور مالگذاروں کے حقوق میں دست اندازی نہیں کر سکتا تھا۔ سندات مذکورہ اس کو احمد شاہ کے پر آشوب زمانہ میں عطا ہوئی تھیں اور بادشاہ کے زمانہ حکومت میں ان پر عملدرآمد بحق نتھا سنگھ ہو چکا تھا، جس کی زیادہ تشریح ضروری نہیں نتھا سنگھ کے مالگذاری وصول کرنے کا طریقہ قابل اعتراض تھا۔ اس لئے یہ فیصلہ کیا گیا کہ 35-1/2 گاؤں کے ماسوا جو اس کو مقرری پر دیئے گئے ہیں۔ دوسرے دیہات میں اس کو صرف 5 فیصدی مالکانہ دیا جائے، نتھا سنگھ 15 اگست 1833ء کو مر گیا اور تمام گاؤں جو اس کے قبضے میں تھے۔ حکومت نے ضبط کر لئے حکومت نے شرائط عطیات کی غلط فہمی سے بدستور نتھا سنگھ کی بیوہ گان کو حقوق مقرری اور 5 فیصدی مالکانہ دیا، یہاں تک کہ 1836ء میں مسٹر ایچ این الیٹ نے ضلع کا بندوبست شروع کیا اور اس نے بہ دلائل ثابت کیا کہ سندات مستند نہیں ہیں۔ بلکہ نتھا سنگھ کے حقوق کو ثابت کرنے والی تمام دستاویزیں اگرچہ

---

[1] لگان محصول زمین۔

پرتچھت گڑھ

نائن سنگھ 1818ء میں مرا، اور نتھا سنگھ اس کا بیٹا اس کا وارث ہوا۔ اس نے تمام وسیع علاقہ کی نسبت تو اپنے باپ کے حقوق تقرری[1] کا دعویٰ نہیں کیا، لیکن اس نے ان میں سے 183 گاؤں کی ملکیت اور صرف 35 گاؤں کی مقرری کا دعویٰ کیا، جو زیادہ زرخیز اور سیر حاصل تھے، ان سندات اور احکام کے موافق جو اس نے پیش کئے اس کے حقوق تسلیم کئے گئے لیکن بدقسمتی سے سندیں پیش کرتے وقت پیداوار کے مختلف حقوق اور لگان[1] کی جیسا کہ قاعدہ ہے۔ تفصیل نہیں دی گئی جس کی وجہ سے یہ مقدمہ از سرنو پیش ہوا۔ حکومت نے قرار دیا کہ ان سندات سے جو نتھا سنگھ نے پیش کی ہیں جاگیرداروں کو موروثی حقوق نہیں مل سکتے، مزید برآن کچھ ایسی شرطیں عائد کی گئیں، جن سے اس کو دائمی نقصان پہنچتا تھا یعنی ان شرائط کے رو سے وہ کاشتکاروں اور مالگذاروں کے حقوق میں دست اندازی نہیں کر سکتا تھا۔ سندات مذکورہ اس کو احمد شاہ کے پرآشوب زمانہ میں عطا ہوئی تھیں اور بادشاہ کے زمانہ حکومت میں ان پر عملدرآمد بحق نتھا سنگھ ہو چکا تھا، جس کی زیادہ تشریح ضروری نہیں نتھا سنگھ کے مالگذاری وصول کرنے کا طریقہ قابل اعتراض تھا۔ اس لئے یہ فیصلہ کیا گیا کہ 35-1/2 گاؤں کے ماسوا جو اس کو مقرری پر دیئے گئے ہیں۔ دوسرے دیہات میں اس کو صرف 5 فیصدی مالکانہ دیا جائے، نتھا سنگھ 15 اگست 1833ء کو مر گیا اور تمام گاؤں جو اس کے قبضے میں تھے۔ حکومت نے ضبط کر لئے حکومت نے شرائط عطیات کی غلط فہمی سے بدستور نتھا سنگھ کی بیوہ گان کو حقوق مقرری اور 5 فیصدی مالکانہ دیا، یہاں تک کہ 1836ء میں مسٹر ایچ این الیٹ نے ضلع کا بندوبست شروع کیا اور اس نے بہ دلائل ثابت کیا کہ سندات مستند نہیں ہیں۔ بلکہ نتھا سنگھ کے حقوق کو ثابت کرنے والی تمام دستاویزیں اگرچہ

---

[1] لگان محصول زمین۔

کرتے ہیں اور دوسرے لوگوں سے قرض نہیں لیتے ۔ ان میں سے کرمی گوت کے لوگوں کے مکانات عمدہ ہوتے ہیں جن میں وہ جانور باندھتے ہیں کپتان فریستھ لکھتا ہے کہ گوجروں کی برات کا عجیب نظارہ ہوتا ہے۔ ان کی رتھیں نہایت خوبصورت اور آراستہ ہوتی ہیں۔ ان میں خوشنما قیمتی اعلیٰ درجے کے بیل جوتے جاتے ہیں، ایک دوسرے کے مقابلہ میں ڈھلوان پر نہایت تیزی سے دوڑاتے ہیں۔ اکثر بیل اس دوڑ میں گر کر مر جاتے ہیں کامیاب اپنی سبقت پر فخر کرتا ہے اس ضلع کی مردم شماری بروئے گزیٹیر آف انڈیا جلد 19 ص 110 (2000ء) ہے۔

(ہ)

ضلع ہوشیاپور

یہ علاقہ ابتداء میں گوجر دیس یا تکدیس کے نام سے مشہور تھا کسی زمانہ میں اس ضلع میں گوجروں کی آبادی گجرات کی آبادی سے کم نہیں تھی۔ اب بھی کافی تعداد گوجروں کی اس ضلع میں آباد ہے ابتدا میں یہ نشیبی حصوں میں جہاں سرسبز چراگاہیں ملتی تھیں۔ آباد ہو گئے تھے مگر اب مختلف دیہات میں رہتے ہیں بعض گاؤں تو ان کی سالم ملکیت ہیں اور بعض میں دوسری قوموں کے ساتھ پتی دار یا حصہ دار ہیں۔ ان کے نوجوان خوبصورت اور اچھے اخلاق کے ہیں۔ زراعت کا کام بھی محنت سے کرتے ہیں اور اس ضلع کے گوجر زمانہ کے حالات کی رفتار کے ساتھ ساتھ چل رہے ہیں اور بعض خاندانوں نے علم اور دولت دونوں میں نام پیدا کیا ہے۔ اس ضلع میں گوجروں کی تعداد اٹھاون ہزار سے کم نہیں ہے جن میں تقریباً 25000 ہندو اور 500 سکھ اور باقی مسلمان ہیں۔ بیاہ شادی کی بہت سی رسمیں مشترک ہیں۔ مسلمانوں میں کفایت شعاری کی بجائے اسراف بہت ہے۔ ان کے گوت چیچی، کھٹانہ، چوہان، کولی، گورسی وغیرہ وہی ہیں جن کی تشریح ضلع گجرات کے بیان میں کی گئی ہے۔

کرتے ہیں اور دوسرے لوگوں سے قرض نہیں لیتے۔ ان میں سے کرمی گوت کے لوگوں کے مکانات عمدہ ہوتے ہیں جن میں وہ جانور باندھتے ہیں کپتان فریستھ لکھتا ہے کہ گوجروں کی برات کا عجیب نظارہ ہوتا ہے۔ ان کی رتھیں نہایت خوبصورت اور آراستہ ہوتی ہیں۔ ان میں خوشنما قیمتی اعلیٰ درجے کے بیل جوتے جاتے ہیں، ایک دوسرے کے مقابلہ میں ڈھلوان پر نہایت تیزی سے دوڑاتے ہیں۔ اکثر بیل اس دوڑ میں گر کر مر جاتے ہیں کامیاب اپنی سبقت پر فخر کرتا ہے اس ضلع کی مردم شماری بروئے گزیٹیر آف انڈیا جلد 19 ص 110 (2000ن) ہے۔

(ہ)

ضلع ہوشیاپور

یہ علاقہ ابتداء میں گوجر دیس یا تکدیس کے نام سے مشہور تھا کسی زمانہ میں اس ضلع مین گوجروں کی آبادی گجرات کی آبادی سے کم نہیں تھی۔ اب بھی کافی تعداد گوجروں کی اس ضلع میں آباد ہے ابتدا میں یہ نشیبی حصوں میں جہاں سرسبز چراگاہیں ملتی تھیں۔ آباد ہو گئے تھے مگر اب مختلف دیہات میں رہتے ہیں بعض گاؤں تو ان کی سالم ملکیت ہیں اور بعض میں دوسری قوموں کے ساتھ پتی دار یا حصہ دار ہیں۔ ان کے نوجوان خوبصورت اور اچھے اخلاق کے ہیں۔ زراعت کا کام بھی محنت سے کرتے ہیں اور اس ضلع کے گوجر زمانہ کے حالات کی رفتار کے ساتھ ساتھ چل رہے ہیں اور بعض خاندانوں نے علم اور دولت دونوں میں نام پیدا کیا ہے۔ اس ضلع میں گوجروں کی تعداد اٹھاون ہزار سے کم نہیں ہے جن میں تقریباً 25000 ہندو اور 500 سکھ اور باقی مسلمان ہیں۔ بیاہ شادی کی بہت سی رسمیں مشترک ہیں۔ مسلمانوں میں کفایت شعاری کی بجائے اسراف بہت ہے۔ ان کے گوت چیچی، کھٹانہ، چوہان، کولی، گورسی وغیرہ وہی ہیں جن کی تشریح ضلع گجرات کے بیان میں کی گئی ہے۔

باب شانزدہم:

مختلف تاریخوں کے انتخابات

ان انتخابات سے ہمارے اکثر واقعاتِ تاریخی کی تائید ہوتی ہے اور ہم نے اُن پر ضروری نوٹ بھی لکھے ہیں۔

از: بمبئی گزیٹر جلد اول حصہ اول صفحہ 526-527

بلہارا بادشاہ جزر یعنی گرجر ہوا ہے یہ امر واقعی ہے کہ انہلواڑہ[1] کا نام اب تک عرب کی تاریخوں کے بعد عظیم الشان بادشاہ میں ثبت ہے اس پر چاپہ یا چاورہ خاندان نے 720ء سے 956ء تک اور سولنگی یا چاکولیہ نے 961ء سے 1242ء تک اور اس کے بعد خاندان واگھیلا (گھیلہ) نے کچھ عرصہ تک حکمرانی کی۔ اگر عربی کی تاریخیں ان خاندانوں کی حکومت کا تذکرہ نہ کرتیں تو شاید ان کے نام صفحات تاریخ پر نہ آتے۔

عرب کا ایک تاجر سلیمان نامی 851ء میں تجارت کے لئے اس ملک میں آیا، اس نے چند بادشاہوں کا ذکر اپنے تذکرہ میں لکھا ہے کہ بلہارا بادشاہ عربوں سے محبت کرتا ہے بخلاف اس کے جزر (گوجر) بادشاہ ان کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔

سلیمان کو شاید یہ معلوم نہ ہوگا کہ بادشاہ گوجر کو عربوں سے کیوں نفرت تھی، اس کی یہ وجہ ہے کہ جب عرب سندھ میں آئے، تو انہوں نے گوجر بادشاہ کی سلطنت پر چھاپے مارنے شروع کئے اور یہ قدرتی بات تھی کہ وہ ان سے نفرت کرتا۔

اور اس کو یہ خیال بھی نہ آیا ہوگا کہ بلھارا کیوں عربوں سے محبت رکھتا ہے جس کی وجہ یہ تھی کہ بلہارا اور گوجروں میں ہمیشہ جنگ رہتی تھی، سیاسی طور پر

---

[1] انہلوارہ، انہلواڑہ، مشہور شہر کاٹھیاوار کا تھا۔ اس پر مدت تک گوجر حکمران رہے اس کی تشریح کسی جگہ ہو چکی ہے۔

باب شانز دہم:

مختلف تاریخوں کے انتخابات

ان انتخابات نے ہمارے اکثر واقعاتِ تاریخی کی تائید ہوتی ہے اور ہم نے اُن پر ضروری نوٹ بھی لکھے ہیں۔

از: بمبئی گزیٹیئر جلد اول حصہ اول صفحہ 526-527

بلہارا بادشاہ جزر یعنی گرجر ہوا ہے یہ امر واقعی ہے کہ انہلواڑہ[1] کا نام اب تک عرب کی تاریخوں کے بعد عظیم الشان بادشاہ میں ثبت ہے اس پر چاپہ یا چادرہ خاندان نے 720ء سے 956ء تک اور سولنگی یا چاکولیہ نے 961ء سے 1242ء تک اور اس کے بعد خاندانِ واگھیلا (گھیلہ) نے کچھ عرصہ تک حکمرانی کی۔ اگر عربی کی تاریخیں ان خاندانوں کی حکومت کا تذکرہ نہ کرتیں تو شاید ان کے نام صفحاتِ تاریخ پر نہ آتے۔

عرب کا ایک تاجر سلیمان نامی 851ء میں تجارت کے لئے اس ملک میں آیا، اس نے چند بادشاہوں کا ذکر اپنے تذکرہ میں لکھا ہے کہ بلہارا بادشاہ عربوں سے محبت کرتا ہے بخلاف اس کے جزر (گوجر) بادشاہ ان کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔

سلیمان کو شاید یہ معلوم نہ ہوگا کہ بادشاہ گوجر کو عربوں سے کیوں نفرت تھی، اس کی یہ وجہ ہے کہ جب عرب سندھ میں آئے، تو انہوں نے گوجر بادشاہ کی سلطنت پر چھاپے مارنے شروع کئے اور یہ قدرتی بات تھی کہ وہ ان سے نفرت کرتا۔

اور اس کو یہ خیال بھی نہ آیا ہوگا کہ بلھارا کیوں عربوں سے محبت رکھتا ہے جس کی وجہ یہ تھی کہ بلہارا اور گوجروں میں ہمیشہ جنگ رہتی تھی، سیاسی طور پر

---

[1] انہلوارہ، انہلوازہ، مشہور شہر کاٹھیاوار کا تھا۔ اس پر مدت تک گوجر حکمران رہے اس کی تشریح کسی جگہ ہو چکی ہے۔

پنجاب) اور دوسری طرف رہمی یعنی برہما اور سماٹرا تک پھیلا ہوا ہے اور تفن[1] کے بادشاہ کی نسبت لکھتا ہے کہ کشمیر بھی اس کی مملکت میں شامل ہے اس کی فوج کچھ زیادہ نہیں ہے، وہ بھی صلح جو اور امن پسند ہے مسلمانوں کے ساتھ اچھا سلوک رکھتا ہے۔

ابن حوقل

یہ مورخ 927ء اور 928ء کے حالات بطور مشاہدہ لکھتا ہے کہ بہت سی سلطنتیں[2] سہارا وغیرہ کانکن کے شمال بلہارا کے ملک میں کھمبائت اور چسیمور کے درمیان واقع تھیں۔

البیرونی

یہ مورخ بجائے خزر (گوجر) کے لفظ گجرات کا استعمال کرتا ہے[3] اور کاکن اور ٹانا کو گجرات کے جنوب میں ظاہر کرتا ہے، اس کے زمانہ میں گجرات کا دارالخلافہ نرائن تھا (اب بھی نرائن پور، ریاست جیپور میں موجود ہے، مگر اس کے باشندے اس کو چھوڑ کر دوسرے شہروں میں چلے گئے ہیں)۔

الادریسی

گیارہویں صدی عیسوی کے اخیر میں دسویں صدی عیسوی کے حالات بیان کرتا ہے کہ تفن ایک چھوٹی سی سلطنت ہے جو کاکن یعنی راشٹر کوٹ سے درجہ دویم پر ہے اور گوجر بادشاہ درجہ چہارم[4] پر ہے بادشاہ گوجر کے ایک طرف تفک یعنی پنجاب کا ملک بتاتا ہے جہاں نہایت گورے[5] رنگ کی خوبصورت عورتیں ہیں اور بادشاہِ تفن عربوں سے اچھا سلوک کرتا ہے۔

---

[1] یہ بھی تانک کا بگڑا ہوا ہے ک کو کسی عرب نے ق کر دیا اور پھر قاف کا سر بریک ہو کر ن بن گیا، تفک، طفن، طفق تاکہ، تک، تانک، تاس ایک ہی لفظ ہے۔

[2] سہارا، کمبیاء، ہیمور، یہ سب گوجروں کی ریاستیں تھیں۔

[3] اسم المکین بالمکان واسم المکان بالمکین، عربوں میں اکثر رائج ہے۔

[4] عرب مؤرخین نے جوان بادشاہوں کے مدارج مقرر کیے ہیں، سرسری ہیں وہ کسی تحقیقات پر مبنی نہیں ہیں

[5] اس سے مراد پنجاب کے اضلاع شمالی اور کشمیر کی عورتیں ہیں۔

پنجاب) اور دوسری طرف رہمی یعنی برہما اور سماٹرا تک پھیلا ہوا ہے اور تفن[1] کے بادشاہ کی نسبت لکھتا ہے کہ کشمیر بھی اس کی مملکت میں شامل ہے اس کی فوج کچھ زیادہ نہیں ہے، وہ بھی صلح جو اور امن پسند ہے مسلمانوں کے ساتھ اچھا سلوک رکھتا ہے۔

ابن حوقل

یہ مورخ 927ء اور 928ء کے حالات بطور مشاہدہ لکھتا ہے کہ بہت سی سلطنتیں[2] سہارا وغیرہ کانکن کے شمال بلہارا کے ملک میں کھمبائت اور چیمور کے درمیان واقع تھیں۔

البیرونی

یہ مورخ بجائے خزر (گوجر) کے لفظ گجرات کا استعمال کرتا ہے[3] اور کاکن اور ٹانا کو گجرات کے جنوب میں ظاہر کرتا ہے، اس کے زمانہ میں گجرات کا دارالخلافہ نرائن تھا (اب بھی نرائن پور، ریاست جیپور میں موجود ہے، مگر اس کے باشندے اس کو چھوڑ کر دوسرے شہروں میں چلے گئے ہیں)۔

الادریسی

گیارہویں صدی عیسوی کے اخیر میں دسویں صدی عیسوی کے حالات بیان کرتا ہے کہ تفن ایک چھوٹی سی سلطنت ہے جو کاکن یعنی راشٹر کوٹ سے درجہ دوئم پر ہے اور گوجر بادشاہ درجہ چہارم[4] پر ہے بادشاہ گوجر کے ایک طرف تفک یعنی پنجاب کا ملک بتاتا ہے جہاں نہایت گورے[5] رنگ کی خوبصورت عورتیں ہیں اور بادشاہِ تفن عربوں سے اچھا سلوک کرتا ہے۔

1۔ یہ بھی تانک کا بگڑا ہوا ہے ک کو کسی عرب نے ق کر دیا اور پھر قاف کا سر ریک ہو کر ن بن گیا، تفک، طفن، طفق تاکہ، تک، تانک، تاس ایک ہی لفظ ہے۔

2۔ سہارا، کمبیا، ہیمور، یہ سب گوجروں کی ریاستیں تھیں۔

3۔ اسم المکین بالرکان واسم المکان بالمکین، عربوں میں اکثر رائج ہے۔

4۔ عرب مورخین نے جوان بادشاہوں کے مدارج مقرر کیے ہیں، سرسری ہیں وہ کسی تحقیقات پر مبنی نہیں ہیں

5۔ اس سے مراد پنجاب کے اضلاع شمالی اور کشمیر کی عورتیں ہیں۔

مگر وہ بھی اس کو بچا نہ سکا۔ جب الخان نے دیکھا کہ اس قدر لشکر کے مقابلہ میں جو سیلاب کی طرح جوش زن ہے عہدہ برآ نہیں ہوسکتا تو آخر کار اس نے اس کے سوا چارہ نہ دیکھا کہ اس کو ملک کا ایک حصہ دے کر مخلصی پائے، چنانچہ تک دیش، راجہ شنکر ورمن کے حوالہ کیا اور اپنی جان بچائی۔ یہ ایسی مثال تھی جیسے کوئی اپنی انگلی کٹوا کر اپنی جان بچائے۔ اس کے بعد وہ ترگت (ملک کانگڑہ) پر حملہ آور ہوا۔ راجہ پرتھوی چندر نے جب دیکھا کہ شنکر ورمن کا سیلاب روان لشکر رُک نہیں سکتا تو اس نے اپنے بیٹے بھون چندر کو بطور یرغمال راجہ کے پاس بھیج کر اظہار اطاعت کیا، جب بھون چندر راجہ کی آستان بوسی اور اقرار وفاداری کے لئے اس کے لشکر گاہ کی طرف روانہ ہوا تو راستہ میں اس کو یہ اندیشہ دامنگیر ہوا کہ مبادا اس کی درخواست منظور نہ ہو۔ اور وہ قید کیا جائے اسی لئے واپس چلا آیا اور کسی طرف بھاگ گیا۔ اس زمانہ میں راجہ بھون نے خاندان ٹھیکہ کی ریاست کو دبا لیا تھا۔ اس کا سردار شنکر ورمن کی پناہ میں چلا گیا اور اس کی فوج کا سپہ سالار ہوگیا، شنکر ورمن نے راجہ بھوج سے خاندان ٹھیکہ کو ان کی ریاست واپس دلائی، بعد ازاں راجہ للیہ پر حملہ آور ہوا راجہ للیہ دو خونخوار زبردست ڈرآ ور اور ترشک قوموں (جن کو بوجہ شجاعت اور تہور شیر اور سور سے تشبیہ دی جاتی تھی) کے درمیان حکمران تھا اور اس کا ملک ان دونوں قوموں کے درمیان اس طرح واقع تھا۔ جس طرح ہمالیہ اور بندیا چل کے درمیان آریہ ورت واقع ہے۔ یہ راجہ شمالی راجاؤں میں ایسا ممتاز تھا۔ جیسے سورج ستاروں میں ممتاز ہوتا ہے۔ اس کے پاس گردونواح کے راجے مصیبت کے وقت پناہ گزیں ہوتے تھے اور یہ ان کی ہر طرح امداد کرتا تھا۔ ہر چند شنکر ورمن نے اس کی پائمالی کے لئے زور لگایا مگر وہ اس پر قابو نہ پا سکا۔ راجہ للیہ نے باوجود شنکر ورمن کی زبردست طاقت کے اس کے آگے سر تسلیم خم نہ کیا۔

مگر وہ بھی اس کو بچا نہ سکا۔ جب الخان نے دیکھا کہ اس قدر لشکر کے مقابلہ میں جو سیلاب کی طرح جوش زن ہے عہدہ برآ نہیں ہوسکتا تو آخر کار اس نے اس کے سوا چارہ نہ دیکھا کہ اس کو ملک کا ایک حصہ دے کر مخلصی پائے، چنانچہ تک دیش، راجہ شنکر ورمن کے حوالہ کیا اور اپنی جان بچائی۔ یہ ایسی مثال تھی جیسے کوئی اپنی انگلی کٹوا کر اپنی جان بچائے۔ اس کے بعد وہ ترگت (ملک کانگڑہ) پر حملہ آور ہوا۔ راجہ پرتھوی چندر نے جب دیکھا کہ شنکر ورمن کا سیلاب روان لشکر رُک نہیں سکتا تو اس نے اپنے بیٹے بھون چندر کو بطور یرغمال راجہ کے پاس بھیج کر اظہار اطاعت کیا، جب بھون چندر راجہ کی آستان بوسی اور اقرار وفاداری کے لئے اس کے لشکر گاہ کی طرف روانہ ہوا تو راستہ میں اس کو یہ اندیشہ دامنگیر ہوا کہ مبادا اس کی درخواست منظور نہ ہو اور وہ قید کیا جائے اسی لئے واپس چلا آیا اور کسی طرف بھاگ گیا۔ اس زمانہ میں راجہ بھون نے خاندان ٹھیکہ کی ریاست کو دبا لیا تھا۔ اس کا سردار شنکر ورمن کی پناہ میں چلا گیا اور اس کی فوج کا سپہ سالار ہو گیا، شنکر ورمن نے راجہ بھوج سے خاندان ٹھیکہ کو ان کی ریاست واپس دلائی، بعد ازاں راجہ للیہ پر حملہ آور ہوا راجہ للیہ دو خونخوار زبردست ڈرآور اور ترشک قوموں (جن کو بوجہ شجاعت اور تہور شیر اور سور سے تشبیہ دی جاتی تھی) کے درمیان حکمران تھا اور اس کا ملک ان دونوں قوموں کے درمیان اس طرح واقع تھا۔ جس طرح ہمالیہ اور بندیا چل کے درمیان آریہ ورت واقع ہے۔ یہ راجہ شمالی راجاؤں میں ایسا ممتاز تھا۔ جیسے سورج ستاروں میں ممتاز ہوتا ہے۔ اس کے پاس گردونواح کے راجے مصیبت کے وقت پناہ گزیں ہوتے تھے اور یہ ان کی ہر طرح امداد کرتا تھا۔ ہر چند شنکر ورمن نے اس کی پائمالی کے لئے زور لگایا مگر وہ اس پر قابو نہ پا سکا۔ راجہ للیہ نے باوجود شنکر ورمن کی زبردست طاقت کے اس کے آگے سر تسلیم خم نہ کیا۔

کانگڑہ اور اس کے مشہور پرانے قلعہ کے لئے نگر کوٹ کے نام کا استعمال محمود غزنوی کے زمانہ سے ہوتا چلا آیا ہے، دیکھو البیرونی کی تاریخ متعلق ہند فصل 2 صفحہ 11 مسٹر کننگھم کی کتاب آرکیو لاجیکل سروے رپورٹ جلد 5 ص 155، مسٹر کننگھم جو اپنی کتاب کانیر آف مڈیول انڈیا کے صفحہ 100 پر راجگان کانگڑہ کے ورثہ کے شجرہ ہائے نسب کا ذکر کرتا ہے۔ اس میں اس نے پرتھوئی چند اور بھوم چند کے نام کہیں نہیں لکھے تاہم وہ ہمیں اس بات کی طرف توجہ دلاتا ہے کہ لفظ چند جو ان ناموں کے اخیر میں پایا جاتا ہے۔ وہ خاندان کے تمام راجاؤں کے نام کے ساتھ مستعمل ہوتا ہے چنانچہ چودھویں صدی سے لے کر سکھوں کے عہد تک جس قدر سندات عطیات ان راجاؤں کی ملتی ہیں۔ چند کا خطاب ان کا جزو ہے۔ اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ ایسے ناموں کا استعمال نہایت قدیم زمانہ سے چلا آتا ہے۔ بظاہر اس کی وجہ وہ روایت ہے جو کانگڑہ کے کٹوچ راجاؤں کو چندر بنسی خاندان سے ملاتی ہے۔ اس خاندان کے ایک ماہ بعد کے راجہ اندر چندر کے متعلق دیکھو، ترنگ، شلوک، 150 کلہن کے الفاظ سے یہ بات واضح نہیں ہوتی کہ شنکر ورمن کی مہم ترگت تک پہنچی تھی یا نہیں مگر مسٹر لاسن نے اپنی کتاب انڈش آلٹرتھمس کند جلد 3 صفحہ 1027 میں یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ ترگت بھی اس مہم میں داخل تھا۔ کلہن نے راجہ کا جو راستہ بھیر سے گجرات اور گجرات سے بالائی سندھ کے مغرب کو فرض کیا ہے کانگڑہ اس کے مشرق بعید میں رہ جاتا ہے نیز مسٹر ولس نے اپنی کتاب ہسٹری کے صفحہ 65 پر ال خان کے عجیب نام کی طرف توجہ دلائی ہے جو بظاہر ایک عجیب قسم کا اسلامی نام معلوم ہوتا ہے۔ اس بارہ میں یہ جتلا دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ منشی محمد الدین فوق[1] لاہوری نے اپنی تاریخ کشمیر میں گجرات کے اس حاکم کا نام علی خان لکھا ہے۔ اس صورت میں ہم خیال کر سکتے

---

[1] خرق نے جو اس بادشاہ کا نام علی خان لکھا ہے۔ غلط ہے اور مسٹر ولسن کا حاشیہ بھی غلط ہے۔ بناء الفاسد علی الفاسد (مؤلف)

کانگڑہ اور اس کے مشہور پرانے قلعہ کے لئے نگرکوٹ کے نام کا استعمال محمود غزنوی کے زمانہ سے ہوتا چلا آیا ہے، دیکھو البیرونی کی تاریخ متعلق ہند فصل 2 صفحہ 11 مسٹر کننگھم کی کتاب آرکیولاجیکل سروے رپورٹ جلد 5 ص 155 ، مسٹر کننگھم جو اپنی کتاب کانیز آف مڈیول انڈیا کے صفحہ 100 پر راجگان کانگڑہ کے ورثہ کے شجرہ ہائے نسب کا ذکر کرتا ہے۔ اس میں اس نے پرتھوئی چند اور بھوم چند کے نام کہیں نہیں لکھے تاہم وہ ہمیں اس بات کی طرف توجہ دلاتا ہے کہ لفظ چند جو ان ناموں کے آخیر میں پایا جاتا ہے۔ وہ خاندان کے تمام راجاؤں کے نام کے ساتھ مستعمل ہوتا ہے چنانچہ چودہویں صدی سے لے کر سکھوں کے عہد تک جس قدر سندات عطیات ان راجاؤں کی ملتی ہیں۔ چند کا خطاب ان کا جزو ہے۔ اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ ایسے ناموں کا استعمال نہایت قدیم زمانہ سے چلا آتا ہے۔ بظاہر اس کی وجہ وہ روایت ہے جو کانگڑہ کے کٹوچ راجاؤں کو چندر بنسی خاندان سے ملاتی ہے۔ اس خاندان کے ایک ماہ بعد کے راجہ اندر چندر کے متعلق دیکھو، ترنگ، شلوک، 150 کلہن کے الفاظ سے یہ بات واضح نہیں ہوتی کہ شنکر ورمن کی مہم ترگت تک پہنچی تھی یا نہیں مگر مسٹر لاسن نے اپنی کتاب انڈش آلٹرتھمس کند جلد 3 صفحہ 1027 میں یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ ترگت بھی اس مہم میں داخل تھا۔ کلہن نے راجہ کا جو راستہ بھیر سے گجرات اور گجرات سے بالائی سندھ کے مغرب کو فرض کیا ہے کانگڑہ اس کے مشرق بعید میں رہ جاتا ہے نیز مسٹر ولس نے اپنی کتاب ہسٹری کے صفحہ 65 پر ال خان کے عجیب نام کی طرف توجہ دلائی ہے جو بظاہر ایک عجیب قسم کا اسلامی نام معلوم ہوتا ہے۔ اس بارہ میں یہ جتلا دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ منشی محمد الدین فوق[1] لاہوری نے اپنی تاریخ کشمیر میں گجرات کے اس حاکم کا نام علی خان لکھا ہے۔ اس صورت میں ہم خیال کر سکتے

---

[1] خرق نے جو اس بادشاہ کا نام علی خان لکھا ہے۔ غلط ہے اور مسٹر ولسن کا حاشیہ بھی غلط ہے۔ بناء الفاسد علی الفاسد (مؤلف)

میں آباد تھیں، دیکھو مسٹر لاسن کی کتاب انڈشن الٹرتھمس کنڈ جلد 1 ص 86 اور ہیم چند کی مترادف الفاظ کی لغات میں جس کا نام رابھی وہاں چنتامی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ (تک[1]) اور باہک دونوں ایک ہی قوم کے آدمی تھے، دیکھو بوٹلنگ ریو کا ایڈیشن کتاب مذکور شلوک نمبر 959 مذکور۔

خلاصہ

امپیریل گزیٹیر انڈیا بمبئی پریزیڈنسی جلد اول صفحہ 16

اس کے بعد تقریباً ڈیڑھ صدی تک بالکل کوئی پتہ نہیں چلتا البتہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ کشترپ کے خاندان کا ایک گروہ تھوڑے تھوڑے عرصہ تک یکے بعد دیگرے حکومت کرتا رہا حتی کہ 390 میں مگدھ کے گپتاؤں نے ان کو مغلوب کیا لیکن وہ بھی 460ء تک بصد مشکل اس علاقہ پر قابض رہ سکے وکن اور کوکن میں ہمیں چند چھوٹی چھوٹی سلطنتوں کا پتہ ملتا ہے جن کی بناء شمالی اقوام نے رکھی، پانچویں صدی کے دوسرے نصف میں وسط ایشیا سے چند گروہ سفید ہنون کی ماتحتی میں شمال مغرب سے ہندوستان میں داخل ہو کر نربدا تک تمام ملک میں پھیل گئے، کاٹھیاوار میں ولبھیوں نے گپتا (گپت) خاندان کے کھنڈروں پر ڈیرے ڈالے اور جنوب میں ترانی گوتوں نے ایک وسیع مگر ناپائیدار سلطنت کی بنیاد ڈالی۔ ترائے کوتے اور جبل پور کے گردونواح کے رہنے والے کل چری ایک ہی ہیں یا کم از کم کسی قسم کا باہمی تعلق و واسطہ رکھتے ہیں۔ 500ء کے بعد نئے حملہ آور ہندی قوموں میں مل گئے اور برہمنی مذہب بدھ مذہب پر غالب آ گیا، شمالی کونکن پر بمبئی کے نزدیک پوریا (پوری) کے موریا حکومت کرتے تھے اور جنوبی دکن چلکیا اور تراکوتوں کا نبرد گاہ تھا۔ 600ء کے قریب ایک اور طاقتور اور بہادر گوجروں کا

---

[1] تک اور باہک ایک قوم نہیں ہے۔ الگ الگ ہیں ممکن ہے کہ یہ سیاسی اغراض سے متحد ہو گئی ہوں۔ تاش، تک، تکش، تلشک اور تنیک ایک ہی ہیں، جس کا ذکر تاریخ میں ایک سے زیادہ دفعہ آیا ہے۔ (مؤلف)

میں آباد تھیں، دیکھو مسٹر لاسن کی کتاب انڈشن الٹرتھمس کنڈ جلد 1 ص 86 اور ہیم چند کی مترادف الفاظ کی لغات میں جس کا نام رابھی وہاں چتامی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ (تک[1]) اور باہک دونوں ایک ہی قوم کے آدمی تھے، دیکھو بوٹلنگ ریو کا ایڈیشن کتاب مذکور شلوک نمبر 959 مذکور۔

خلاصہ

امپیریل گزیٹر انڈیا بمبئی پریزیڈنسی جلد اول صفحہ 16

اس کے بعد تقریباً ڈیڑھ صدی تک بالکل کوئی پتہ نہیں چلتا، البتہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ کشترپ کے خاندان کا ایک گروہ تھوڑے تھوڑے عرصہ تک یکے بعد دیگرے حکومت کرتا رہا حتی کہ 390 میں مگدھ کے گپتاؤں نے ان کو مغلوب کیا لیکن وہ بھی 460ء تک بصد مشکل اس علاقہ پر قابض رہ سکے دکن اور کوکن میں ہمیں چند چھوٹی چھوٹی سلطنتوں کا پتہ ملتا ہے جن کی بناء شمالی اقوام نے رکھی، پانچویں صدی کے دوسرے نصف میں وسط ایشیا سے چند گروہ سفید ہنون کی ماتحتی میں شمال مغرب سے ہندوستان میں داخل ہو کر نربدا تک تمام ملک میں پھیل گئے، کاٹھیاوار میں ولبھیوں نے گپتا (گپت) خاندان کے کھنڈروں پر ڈیرے ڈالے اور جنوب میں ترائی گوتوں نے ایک وسیع مگر ناپائیدار سلطنت کی بنیاد ڈالی۔ ترائے کوتے اور جبل پور کے گرد و نواح کے رہنے والے کل چری ایک ہی ہیں یا کم از کم کسی قسم کا باہمی تعلق و واسطہ رکھتے ہیں۔ 500ء کے بعد نئے حملہ آور ہندی قوموں میں مل گئے اور برہمنی مذہب بدھ مذہب پر غالب آ گیا، شمالی کونکن پر بمبئی کے نزدیک پوریا (پوری) کے موریا حکومت کرتے تھے اور جنوبی دکن چلکیا اور تراکوتوں کا نبرد گاہ تھا۔ 600ء کے قریب ایک اور طاقتور اور بہادر گوجروں کا

---

[1] تک اور باہک ایک قوم نہیں ہے۔ الگ الگ ہیں ممکن ہے کہ یہ سیاسی اغراض سے متحد ہو گئی ہوں۔ تاش، تک، تکش، تکشک اور تنکیک ایک ہی ہیں، جس کا ذکر تاریخ میں ایک سے زیادہ دفعہ آیا ہے۔ (مؤلف)

گوجر راجپوت تھے۔ مسلمانوں کے ان حملوں سے فائدہ اٹھا کر بھینمال کے گوجروں کی امداد سے جن کی حکومت راجپوتانہ اور مالوہ تک پھیل کر بنگال کو ڈرا چکے تھے۔ سب سے پہلے انہلواڑہ میں حکومت کی بنیاد ڈالی مگر گوجروں کی سلطنت جلد ہی چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں منقسم ہونے لگی، مثلاً اجمیر پر چوہان دھار پر مرنے انہلواڑہ پر چودے وغیرہ علیحدہ علیحدہ خود مختار حکمران ہو گئے، گجرات کے حکمران گوجر علم و ادب کے حامی اور جین مذہب کے معتقد و مقلد تھے، دریائے ماہی کے جنوبی علاقہ میں بھی حکومتوں میں بہت کچھ تغیر و تبدل ہوا، راشتر کوتوں نے آخرکار اپنے پرانے دشمن چلکیوں پر فیصلہ کن حملہ کیا اور ان کو میسور میں محصور کر کے شولاپور کے جنوب مشرق میں ایک نئی سلطنت قائم کی، یہ سلطنت پہلے کی طرح وسیع تو نہ تھی کیونکہ اس میں ونگی شامل نہ تھا، مگر نربدا کے جنوبی کنارے پر کسی دوسری شمالی طاقت کی مدافعت کے لئے کافی تھی۔

دو صدیوں تک راشتر کوتوں اور گوجروں کی سلطنتیں ملی جلی رہیں، 750ء و 950ء کے درمیان عرصہ میں ان میں سے کوئی بھی ایک دوسرے پر دست اندازی نہیں کر سکتے تھے جس کی وجہ یہ تھی کہ راشتر کوتوں کی اصل قوم اور ان کی ایک شاخ (جو گجرات میں حکمران تھی) کے درمیان نفاق و شقاق تھا، راشتر کوت اپنی حدود پر لڑتے رہے اور جنوب کی طرف چلکیا کے حملوں کو روکتے رہے لیکن گوبند سوم کی حکومت کے بعد انہوں نے کوئی بڑی فتح حاصل نہ کی وہ عام طور پر شیو کی پوجا کرتے تھے لیکن اموگا ورشا (اموگ ورش) جین مذہب کا خادم و مقلد تھا اس سلطنت کی شان و شوکت نے عربوں پر (جو ان کے بادشاہ کو بلہارا کہتے تھے) بہت کچھ رعب ڈالا، مگر مقامی افسر جن کے ساتھ عربوں کا میل جول تھا وہ پوری کے چول اور تھانے کے سلہاڑے تھے۔ جن میں سے اموگا ورشا اول کے عہد میں کونکن کے گورنر بنائے جاتے تھے۔

اس خاندان کی دوسری شاخ جنوبی ساحل پر حکمران تھی جن کی خلیج فارس

گوجر راجپوت تھے۔ مسلمانوں کے ان حملوں سے فائدہ اٹھا کر بھینمال کے گوجروں کی امداد سے جن کی حکومت راجپوتانہ اور مالوہ تک پھیل کر بنگال کوڈرا چکے تھے۔ سب سے پہلے انہلواڑہ میں حکومت کی بنیاد ڈالی مگر گوجروں کی سلطنت جلد ہی چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں منقسم ہونے لگی، مثلاً اجمیر پر چوہان دھار پر مرنے انہلواڑہ پر چودے وغیرہ علیحدہ علیحدہ خودمختار حکمران ہو گئے، گجرات کے حکمران گوجر علم و ادب کے حامی اور جین مذہب کے معتقد و مقلد تھے، دریائے ماہی کے جنوبی علاقہ میں بھی حکومتوں میں بہت کچھ تغیر وتبدل ہوا، راشٹرکوتوں نے آخرکار اپنے پرانے دشمن چلکیوں پر فیصلہ کن حملہ کیا اور ان کو میسور میں محصور کر کے شولاپور کے جنوب مشرق میں ایک نئی سلطنت قائم کی، یہ سلطنت پہلے کی طرح وسیع تو نہ تھی کیونکہ اس میں ونگی شامل نہ تھا، مگر نربدا کے جنوبی کنارے پر کسی دوسری شمالی طاقت کی مدافعت کے لئے کافی تھی۔

دوصدیوں تک راشٹرکوتوں اور گوجروں کی سلطنتیں ملی جلی رہیں، 750ء و 950ء کے درمیان عرصہ میں ان میں سے کوئی بھی ایک دوسرے پر دست اندازی نہیں کر سکتے تھے جس کی وجہ یہ تھی کہ راشٹرکوتوں کی اصل قوم اور ان کی ایک شاخ (جو گجرات میں حکمران تھی) کے درمیان نفاق و شقاق تھا، راشٹرکوت اپنی حدود پر لڑتے رہے اور جنوب کی طرف چلکیا کے حملوں کو روکتے رہے لیکن گوبند سوم کی حکومت کے بعد انہوں نے کوئی بڑی فتح حاصل نہ کی وہ عام طور پر شیو کی پوجا کرتے تھے لیکن اموگا ورشا (اموگ ورش) جین مذہب کا خادم و مقلد تھا اس سلطنت کی شان و شوکت نے عربوں پر (جو ان کے بادشاہ کو بلہارا کہتے تھے) بہت کچھ رعب ڈالا، مگر مقامی افسر جن کے ساتھ عربوں کا میل جول تھا وہ پوری کے چول اور تھانے کے سلہاڑے تھے۔ جن میں سے اموگا ورشا اول کے عہد میں کونکن کے گورنر بنائے جاتے تھے۔

اس خاندان کی دوسری شاخ جنوبی ساحل پر حکمران تھی جن کی خلیج فارس

کی سولنگی سلطنت ہے، مسلمانوں کے وقت یہ نام اس صوبہ کا تھا جو پہلے انوادہ اور پھر احمد آباد کے ماتحت رہا۔

(مؤلف):۔ اس اقتباس سے کئی نتیجے نکلتے ہیں۔

(۱) راجپوت اور گوجر الگ الگ نہیں ہیں، موجودہ زمانہ کے راجپوت دراصل گوجر ہیں۔

(۲) راشٹر کوٹ اور ولبھی ایک ہیں عرب ولبھی راجاؤں کو ملہارا کہتے تھے، اگر یہ قیاس کیا جائے کہ ملہارا ولبھی رائے کا بگڑا ہوا لفظ ہے تو کچھ مضائقہ نہ ہوگا۔

(۳) چودہ خاندانِ گوجر۔

(۴) گوجروں پر اس وجہ سے زوال آیا کہ ان کی وسیع سلطنت چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم ہوگئی۔

(۵) بھروچ اور انہلواڑہ زمانہ تک گوجروں کے دارالسلطنت رہی ہیں، راجپوتانہ گوجروں کے زیرِ حکومت تھا۔

(۶) اور یہ بھی اس اقتباس سے مستفاد ہوتا ہے کہ گوجروں کے مختلف گروہ مختلف ناموں سے مختلف اوقات میں آئے۔

(۷) گوجر اور سفید ہن ایک وقت میں آئے، سفید ہن کوئی قوم نہیں ہے، یہ ایک وصفی نام ہے، ہن اس شخص کو کہتے ہیں جو باہر سے آئے جیسے ولایتی، تو یہ قیاس کیوں غلط ہوسکتا ہے، کہ گوجروں میں سے ایک گروہ کو بوجہ ان کی رنگت کے ہن کہتے تھے۔

انتخاب آئینِ اکبری

اکبر بادشاہ نے گجرات دکن کے مختلف قلعوں اور مقامات پر کولی قوم (گوجر) کے بہادروں کو متعین کیا تھا، جس کی تفصیل یہ ہے۔

کی سولنگی سلطنت ہے، مسلمانوں کے وقت یہ نام اس صوبہ کا تھا جو پہلے انوادہ اور پھر احمد آباد کے ماتحت رہا۔

(مؤلف):۔ ان اقتباس سے کئی نتیجے نکلتے ہیں۔

(۱) راجپوت اور گوجر الگ الگ نہیں ہیں، موجودہ زمانہ کے راجپوت دراصل گوجر ہیں۔

(۲) راشٹر کوٹ اور ولبھی ایک ہیں عرب ولبھی راجاؤں کو ملہارا کہتے تھے، اگر یہ قیاس کیا جائے کہ ملہارا ولبھی رائے کا بگڑا ہوا لفظ ہے تو کچھ مضائقہ نہ ہوگا۔

(۳) چودہ خاندانِ گوجر۔

(۴) گوجروں پر اس وجہ سے زوال آیا کہ ان کی وسیع سلطنت چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم ہوگئی۔

(۵) بھروچ اور انہلواڑہ زمانہ تک گوجرون کے دارالسلطنت رہی ہیں، راجپوتانہ گوجروں کے زیرِ حکومت تھا۔

(۶) اور یہ بھی اس اقتباس سے مستفاد ہوتا ہے کہ گوجروں کے مختلف گروہ مختلف ناموں سے مختلف اوقات میں آئے۔

(۷) گوجر اور سفید ہن ایک وقت مین آئے، سفید ہن کوئی قوم نہیں ہے، یہ ایک وصفی نام ہے، ہن اس شخص کو کہتے ہیں جو باہر سے آئے جیسے ولایتی، تو یہ قیاس کیوں غلط ہوسکتا ہے، کہ گوجروں میں سے ایک گروہ کو بوجہ ان کی رنگت کے ہن کہتے تھے۔

انتخاب آئینِ اکبری

اکبر بادشاہ نے گجرات دکن کے مختلف قلعوں اور مقامات پر کولی قوم (گوجر) کے بہادروں کو متعین کیا تھا، جس کی تفصیل یہ ہے۔

مقرر تھیں اور نیز ثابت ہوتا ہے کہ گوجر ابتداء سے قابلِ اعتماد سپاہی ہیں۔

گجرات کی تاریخوں سے معلوم ہوتا ہے کہ کولی قوم ایسی زبردست قوم تھی کہ جب تک بادشاہانِ گجرات ان کو پیش بہا جاگیریں عطا نہ کرتے۔ امن و اطمینان سے حکومت نہیں کر سکتے تھے۔

❀❀❀

مقرر تھیں اور نیز ثابت ہوتا ہے کہ گوجر ابتداء سے قابلِ اعتماد سپاہی ہیں۔

گجرات کی تاریخوں سے معلوم ہوتا ہے کہ کولی قوم ایسی زبردست قوم تھی کہ جب تک بادشاہانِ گجرات ان کو پیش بہا جاگیریں عطا نہ کرتے۔ امن و اطمینان سے حکومت نہیں کر سکتے تھے۔

❁❁❁

جتیارن، دونارا، سوجھت، سائل میر، سیوانا۔

سرکار سروہی

اس علاقہ میں گھلوٹ (گوجر) اور افغان رہتے تھے۔ فوج کی تعداد آٹھ ہزار سوار اور اڑتیس ہزار پیادہ تھی۔ جو فوج میں ملازم تھے اور اس علاقہ میں حسب ذیل قلعے تھے۔ سروہی، بانسواڑہ، جاوڑ۔

سرکار ناگور

اس علاقہ میں مختلف قومیں آباد تھیں۔ کچھواہیہ (گوجر) کی بہت بڑی تعداد فوج میں ملازم تھی اور اس علاقہ میں حسب ذیل قلعے تھے۔ خارج کھٹو، دیندوانہ، فتح پور، جھنجھوں، میرتھ، ناگور۔

سرکار دہلی

مختلف اقوام کا مرکز تھا جس میں گوجر بہت بڑی تعداد میں آباد تھے۔ فوج کی تعداد دو ہزار سوار اور چوبیس ہزار پیادہ تھے۔ خصوصاً پانی پت، تل پت، باغ پت، پلول، ونگور، سکندر آباد، شکر پور، کرنال، کاندھلہ، چھارسہ، سیتھ، حویلی قدیم، حویلی جدید، جھور، کاسنہ وغیرہ میں گوجروں کی آبادی بہت زیادہ تھی۔

سرکار بدایوں

اس علاقہ میں بمقام جانوں زیادہ تر گوجر چوہان آباد تھے۔

سرکار سنبھل

اس علاقہ میں چوپلہ، جڈوار، کابر، لکھنور، ہنجھولہ، نیودھنہ، نروالی کے مقامات پر گوجر آباد تھے۔

جتیارن، دونارا، سوجھت، سانل میر، سیوانا۔

سرکار سروہی

اس علاقہ میں گھلوٹ (گوجر) اور افغان رہتے تھے۔ فوج کی تعداد آٹھ ہزار سوار اور اڑتیس ہزار پیادہ تھی۔ جو فوج میں ملازم تھے اور اس علاقہ میں حسب ذیل قلعے تھے۔ سروہی، بانسواڑہ، جاوڑ۔

سرکار ناگور

اس علاقہ میں مختلف قومیں آباد تھیں۔ کچھواہیہ (گوجر) کی بہت بڑی تعداد فوج میں ملازم تھی اور اس علاقہ میں حسب ذیل قلعے تھے۔ خارج کھٹو، دیندوانہ، فتح پور، جھنجھوں، میرتھ، ناگور۔

سرکار دہلی

مختلف اقوام کا مرکز تھا جس میں گوجر بہت بڑی تعداد میں آباد تھے۔ فوج کی تعداد دو ہزار سوار اور چوبیس ہزار پیادہ تھے۔ خصوصاً پانی پت، تل پت، باغ پت، پلول، ونگور، سکندر آباد، شکر پور، کرنال، کاندھلہ، چھارسہ، سیتھ، حویلی قدیم، حویلی جدید، جھور، کاسنہ وغیرہ میں گوجروں کی آبادی بہت زیادہ تھی۔

سرکار بدایوں

اس علاقہ میں بمقام جانوں زیادہ تر گوجر چوہان آباد تھے۔

سرکار سنبھل

اس علاقہ میں چوپلہ، جڈوار، کابر، لکھنور، ہنجھولہ، نیودھنہ، نروالی کے مقامات پر گوجر آباد تھے۔

ماخوذ

از ٹرائبز اینڈ کاسٹز سنٹرل پراونسز جلد سوم

علم تاریخ کی رو سے گوجر ایک نہایت پر شوکت قوم ہے، جن کے نام پر ضلع گجرات اور گوجرانوالہ ہے اور انہیں کے نام پر جزیرہ نمائے گجرات (واقع دکن) اور گوجر گڈھ (واقعہ گوالیار) مشہور ہیں۔

مؤلف: ''اس طرح کی کئی بستیاں اور قصبے گوجروں کے نام پر ہیں جس کی تشریح ہم نے کسی اور جگہ کی ہے''۔

صوبجات متوسطہ میں گوجروں کی تعداد ذکور 1911ء میں 56000 تھی جن میں سے زیادہ تر اضلاع ہوشنگ آباد اور نیمار کے باشندے ہیں۔ بالعموم یہ لوگ وادی نربدا میں آباد ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ وہ گوالیار سے سولہویں صدی میں ہجرت کر کے وادی نربدا میں پہنچے لیکن نیمار کے گوجروں کی ایک جماعت کہتی ہے کہ ہم کسی زمانہ میں گجرات دکن سے آئے تھے۔ جنرل کننگھم کی رائے ہے کہ گوجر یوچی یا ٹوچاری یعنی انڈوستھین فرقہ سے ہیں جنھوں نے پہلی صدی مسیح میں ہندوستان پر حملہ کیا کڈ فائسس اول اور اس کے جانشین بادشاہاں یوچی نسل سے ہیں جن کو کشان[1] کہا جاتا ہے۔ ان کی سلطنت 45ء سے 225ء تک شمال مغربی ہندوستان میں گجرات تک وسیع تھی۔ مسٹر اے سمتھ اس رائے کی تردید کرتا ہے۔ اس کی رائے میں گوجر سفید ہن ہیں جنھوں نے پانچویں چھٹی صدی میں ہندوستان پر حملہ کیا ان امور کی نسبت ایک اور صریح اور مصدقہ شہادت ملتی ہے کہ

---

[1] کشان وہی گوجر ہیں جن کو پنجاب وغیرہ میں کسانہ کہا جاتا ہے اور ان کا دعویٰ ہے کہ اصل گوجر ہم ہی ہیں اور ہماری سلطنت مدت تک مختلف ممالک پر رہی ہے۔ اب بھی اس قوم میں بہادری پائی جاتی ہے۔ (مؤلف)

ماخوذ

از ٹرائبز اینڈ کاسٹز سنٹرل پراونسز جلد سوم

علم تاریخ کی رو سے گوجر ایک نہایت پر شوکت قوم ہے، جن کے نام پر ضلع گجرات اور گوجرانوالہ ہے اور انہیں کے نام پر جزیرہ نمائے گجرات (واقع دکن) اور گوجر گڈھ (واقعہ گوالیار) مشہور ہیں۔

مؤلف: ''اس طرح کی کئی بستیاں اور قصبے گوجروں کے نام پر ہیں جس کی تشریح ہم نے کسی اور جگہ کی ہے''۔

صوبجات متوسطہ میں گوجروں کی تعداد ذکور 1911ء میں 56000 تھی جن میں سے زیادہ تر اضلاع ہوشنگ آباد اور نیمار کے باشندے ہیں۔ بالعموم یہ لوگ وادی نربدا میں آباد ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ وہ گوالیار سے سولہویں صدی میں ہجرت کر کے وادی نربدا میں پہنچے لیکن نیمار کے گوجروں کی ایک جماعت کہتی ہے کہ ہم کسی زمانہ میں گجرات دکن سے آئے تھے۔ جنرل کننگھم کی رائے ہے کہ گوجر یوچی یا ٹوچاری یعنی انڈوستھین فرقہ سے ہیں جنہوں نے پہلی صدی مسیح میں ہندوستان پر حملہ کیا کڈ فائسس اول اور اس کے جانشین بادشاہاں یوچی نسل سے ہیں جن کو کشاں[1] کہا جاتا ہے۔ ان کی سلطنت 45ء سے 225ء تک شمال مغربی ہندوستان میں گجرات تک وسیع تھی۔ مسٹر اے سمتھ اس رائے کی تردید کرتا ہے۔ اس کی رائے میں گوجر سفید ہن ہیں جنہوں نے پانچویں چھٹی صدی میں ہندوستان پر حملہ کیا ان امور کی نسبت ایک اور صریح اور مصدقہ شہادت ملتی ہے کہ

---

[1] کشان وہی گوجر ہیں جن کو پنجاب وغیرہ میں کسانہ کہا جاتا ہے اور ان کا دعویٰ ہے کہ اصل گوجر ہم ہی ہیں اور ہماری سلطنت مدت تک مختلف ممالک پر رہی ہے۔ اب بھی اس قوم میں بہادری پائی جاتی ہے۔ (مؤلف)

یہودی ہیں ان کو گائسر کہا جاتا ہے اور کوہ قاف میں گوسر کے نام سے مشہور ہیں۔
مؤلف: ''دیکھو ان میں سے کئی الفاظ گوجر کے تلفظ سے ملتے جلتے ہیں، جن سے ان الفاظ کا تعلق گوجر سے بلاشک وشبہ ثابت ہے، ہم نے کسی اور جگہ اس کی تشریح کی ہے''۔

اور سر جے کیمل کی یہ بھی رائے ہے کہ سیسودیا یا گھلوٹ جو راجپوتوں کا مشہور فرقہ ہے۔ دراصل گوجر کی نسل سے ہیں اور ایسا ہی پریہار[1]، چوہان، چالوکیہ، یا سولنگی، یا ناگر برہمن کنبے، بڈگوجر (مشہور راجپوت) فی الحقیقت گوجروں کی شاخیں ہیں۔ اجمیر میں یہ عام مقولہ ہے کہ اگرچہ تمام راجپوت نہیں ہیں لیکن کوئی راجپوت بہادر اور جنگ جو نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ اس نے گوجر عورت کا دودھ نہ پیا ہو۔ مثل مشہور ہے کہ گوجری اور شیرنی کا دودھ یکساں شجاعت پیدا کرتا ہے۔ وہ راجپوت جس نے کسی گوجر عورت کا دودھ نہ پیا ہو، بہادر نہیں ہو سکتا۔

مؤلف: ''ہماری رائے میں امثال اور کہاوتیں اگرچہ دلیل وحجت کا رتبہ نہیں رکھتیں لیکن اس سے کم از کم رائے عامہ کا مفہوم تو ظاہر ہوتا ہے۔ ہندوستان میں یہ خیال بہت راسخ ہے کہ دودھ کی تاثیر ہوتی ہے۔ اخلاق کی کتابوں میں بھی اس کا تذکرہ ہے۔ اس لئے ہم اس خیال سے یہ استدلال بھی کر سکتے ہیں کہ گوجروں میں شجاعت وشرافت کے جوہر فطرتی ہیں اور راجپوت گوجروں کی نسل سے ہیں اور یہ بھی اس سے مفہوم ہوتا ہے کہ راجپوتوں اور گوجروں میں رشتہ وقرابت کے تعلقات ہیں''۔

گزر کے دو عنصر ہیں، ایک خوبصورت اور دوسرے بدشکل کا راجو پنجاب میں کالا ہو گیا۔ مؤرخین بائیزنیٹہ کی رائے کے موافق گزر خوبصورت تھے اور کارا پست قامت بدشکل جیسا کہ (خط استواء کے قریب تر رہنے والے اشخاص)

---

[1] پریہار، پرھیر، پرنی ہار، پرتھیار، یہ ایک ہی قوم ہے۔ (مؤلف)

یہودی ہیں ان کو گانسر کہا جاتا ہے اور کوہ قاف میں گوسر کے نام سے مشہور ہیں۔

مؤلف: ''دیکھو ان میں سے کئی الفاظ گوجر کے تلفظ سے ملتے جلتے ہیں جن سے ان الفاظ کا تعلق گوجر سے بلاشک و شبہ ثابت ہے، ہم نے کسی اور جگہ اس کی تشریح کی ہے''۔

اور سر جے کیمل کی یہ بھی رائے ہے کہ سیسودیا یا گھلوٹ جو راجپوتوں کا مشہور فرقہ ہے۔ دراصل گوجر کی نسل سے ہیں اور ایسا ہی پریہار[1]، چوہان، چالوکیہ، یا سولنگی، یاناگر برہمن کنبے، بڈگوجر (مشہور راجپوت) فی الحقیقت گوجروں کی شاخیں ہیں۔ اجمیر میں یہ عام مقولہ ہے کہ اگرچہ تمام راجپوت نہیں ہیں لیکن کوئی راجپوت بہادر اور جنگ جو نہیں ہوسکتا۔ جب تک کہ اسؐ نے گوجر عورت کا دودھ نہ پیا ہو۔ مثل مشہور ہے کہ گوجری اور شیرنی کا دودھ یکساں شجاعت پیدا کرتا ہے۔ وہ راجپوت جس نے کسی گوجر عورت کا دودھ نہ پیا ہو، بہادر نہیں ہو سکتا۔

مؤلف: ''ہماری رائے میں امثال اور کہاوتیں اگرچہ دلیل و حجت کا رتبہ نہیں رکھتیں لیکن اس سے کم از کم رائے عامہ کا مفہوم تو ظاہر ہوتا ہے۔ ہندوستان میں یہ خیال بہت راسخ ہے کہ دودھ کی تاثیر ہوتی ہے۔ اخلاق کی کتابوں میں بھی اس کا تذکرہ ہے۔ اس لئے ہم اس خیال سے یہ استدلال بھی کر سکتے ہیں کہ گوجروں میں شجاعت و شرافت کے جوہر فطرتی ہیں اور راجپوت گوجروں کی نسل سے ہیں اور یہ بھی اس سے مفہوم ہوتا ہے کہ راجپوتوں اور گوجروں میں رشتہ و قرابت کے تعلقات ہیں''۔

کزر کے دو عنصر ہیں، ایک خوبصورت اور دوسرے بدشکل کا راجو پنجاب میں کالا ہو گیا۔ مؤرخین بائیزنیٹہ کی رائے کے موافق کزر خوبصورت تھے اور کارا پست قامت بدشکل جیسا کہ (خط استواء کے قریب تر رہنے والے اشخاص)

---

[1] پریہار، پرھیر، پرنی ہار، پرتھیار، یہ ایک ہی قوم ہے۔ (مؤلف)

(۱)	کنبے	344592	(۲)	مالی	41766
(۳)	ہتکرا	1580	(۴)	الکاری	1006
(۵)	بنکرا	806	(۶)	بھراوی	547
(۷)	باہر	64	(۸)	لودھی	247

کنبے جو بڑا قبیلہ ہے اس کی دو نوع ہیں۔ ایک اصلی باشندے دوسرے کنبے گوجر جو بعد میں آ کر آباد ہوئے، گوجر کنبے آٹھ جماعتوں میں منقسم ہیں۔

(۱) ریوا جن کا ابتدائی نام لیوا ہے۔ (۲) ڈورے

(۳) ڈالے (۴) گرس (۵) کدوا (۶) انالا

(۷) لونداری یا لوندھاری (۸) کھاپڑ

ڈالے دریا سے تاپتی کی وادی، شاہ آوا، تلوڈا، روار میں (جو ہرہان پور کی جانب ہے) آباد ہیں۔ جامر کے دیس مکھی، گری گوجر کے نام سے مشہور ہیں۔ مگر وہ کہتے ہیں کہ ہم ریوا گوجر کی نسل سے ہیں اور ان کی ہمسری کا دعویٰ کرتے ہیں۔ انالا اور ڈالے تعداد میں بہت قلیل ہیں۔ لونداری دراصل بڈگوجر ہیں کھاپڑ بمقابلہ دوسرے قبائل کے کم درجہ سمجھے جاتے ہیں۔ خاندیس کے زراعت کار گوجروں میں سے مہتم بالشان ریوے اور ڈورے ہیں۔ ریوے گوجر، ڈھلیا، آئنلز، ساور، راور اور شاہ آدا میں آباد ہیں۔ ڈورے جو ایک بڑی جماعت ہے چویدا، رانڈول، نصیر آباد اور مغربی حصے میں رہتے ہیں۔ ان کے مراسیوں کی روایات سے وہ راجہ لیوا اور ان کے چار شہزادوں امری گنت، جمادی گنت، میدی گنت، سوراوی گنت کی نسل سے ہیں اور وہ تھمبور (مشہور تاریخی مقام ہے) سے کسی گذشتہ زمانہ میں اس ملک میں آئے تھے۔ پہلے وہ جونا گڈھ واقع کاٹھیاوار میں وارد ہوئے اور پھر کچھ مدت کے بعد احمد آباد میں آ کر پانچ چھ پشت تک آباد رہے۔ بعد ازاں احمد آباد کو چھوڑ کر پاواگڈہ میں متوطن ہوئے، وہاں بھی یہ نہ ٹھہر سکے اور چمپانیر کے نواح میں اقامت پذیر ہوئے اور ایک بڑا شہر اور عالیشان قلعہ

(۱)	کنبے	344592	(۲)	مالی	41766
(۳)	ہتکرا	1580	(۴)	الکاری	1006
(۵)	بنکرا	806	(۶)	بھراوی	547
(۷)	باہر	64	(۸)	لودھی	247

کنبے جو بڑا قبیلہ ہے اُس کی دو نوع ہیں۔ ایک اصلی باشندے دوسرے کنبے گوجر جو بعد میں آ کر آباد ہوئے، گوجر کنبے آٹھ جماعتوں میں منقسم ہیں۔

(۱) ریوا جن کا ابتدائی نام لیوا ہے۔ (۲) ڈورے

(۳) ڈالے (۴) گرس (۵) کدوا (۶) اتالا

(۷) لونداری یا لوندھاری (۸) کھاپڑ

ڈالے دریائے تاپتی کی وادی، شاہ آوا، تلوڈا، روار میں (جو ہر ہان پور کی جانب ہے) آباد ہیں۔ جامر کے دیس مکھی، گری گوجر کے نام سے مشہور ہیں۔ مگر وہ کہتے ہیں کہ ہم زیوا گوجر کی نسل سے ہین اور ان کی ہمسری کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اتالا اور ڈالے تعداد میں بہت قلیل ہیں۔ لونداری دراصل بڈ گوجر ہیں کھاپڑ بمقابلہ دوسرے قبائل کے کم درجہ سمجھے جاتے ہیں۔ خاندیس کے زراعت کار گوجروں میں سے مہتم بالشان ریوے اوز ڈورے ہیں۔ زیوے گوجر، ڈھلیا، آئلز، ساور، راور اور شاہ آدا میں آباد ہیں۔ ڈورے جو ایک بڑی جماعت ہے چویدا، رانڈول، نصیر آباد اور مغربی حصے میں رہتے ہیں۔ ان کے مراسیوں کی روایات سے وہ راجہ لیوا اور ان کے چار شہزادوں امری گنت، جمادی گنت، میدی گنت، سوراوی گنت کی نسل سے ہیں اور وہ تھمبور (مشہور تاریخی مقام ہے) سے کسی گذشتہ زمانہ میں اس ملک میں آئے تھے۔ پہلے وہ جونا گڈھ واقع کاٹھیاوار میں وارد ہوئے اور پھر کچھ مدت کے بعد احمد آباد میں آ کر پانچ چھ پشت تک آباد رہے۔ بعد ازاں احمد آباد کو چھوڑ کر پاوا گڈھ میں متوطن ہوئے، وہاں بھی یہ نہ ٹھہر سکے اور چمپانیر کے نواح میں اقامت پذیر ہوئے اور ایک بڑا شہر اور عالیشان قلعہ

ڈھورے گوجر

ڈھورے گوجر راجپوت کہلاتے ہیں ان کی 41 شاخیں ہیں۔ چوپڑا کے دیش مکھیہ خاندیس میں اچھے خاندانوں میں شمار ہوتے ہیں۔ وہ اپنے آپ کو کشیاپرشی فرقہ سے ظاہر کرتے ہیں اور دورمتا دیوتا کی پرستش کرتے ہیں۔ وہ پہلے کوہ آبو کے دامن میں پھیلے اور پھر وہاں سے اجین، بھروچ، قلعہ دبوئی (واقع بروده) میں بالترتیب اپنی جائے سکونت تبدیل کرتے رہے۔ 1484ء میں پاواگڈھ کی فتح کرنے کے بعد تورنمل میں متمکن ہوئے جو خاندیس کے جنوب مغرب میں ایک پہاڑی ہے۔ اس خاندان کے چھ وت ہیں۔

(۱) سلطان پوریہ (۲) [illegible] (۳) ونہور (۴) شیرپور (۵) شادا (۶) گولم سنگھ

ٹرمنجی ولد جیوا جی کو شاہجہاں نے علاقہ چوپڑا کا دیش مکھی (مقدم) مقرر کیا۔ اس وقت تک اس ویش کا موکھی ٹرمنجی کی اولاد سے ہوتا ہے۔ یہ گوشت کھانے اور شراب پینے سے پرہیز نہیں کرتے اور ریوا گوجروں کے ہاتھ سے کھاپی لیتے ہیں اور اپنی ذاتی شجاعت کی وجہ سے ننگی شمشیر کی پوجا کرتے ہیں اور اسی طرح دیوتا سمیج مت کی جو صندل کے درخت کے ساتھ رکھا جاتا ہے پرستش کرتے ہیں۔ کدو گوجر جو سونگر اور برہان پور اور نیمر میں آباد ہیں ان کی رسمیں وہی ہیں۔ جو گجرات کے کدوا کی ہیں ان کی شادیاں ایک خاص سال میں ہوتی ہیں جس کا دورہ ہر بارہ سال کے بعد آتا ہے۔ مگر اس سال میں شادیوں کی اس قدر کثرت ہوتی ہے کہ ایک ایک مہینے کی لڑکیوں کی شادیاں ہو جاتی ہیں۔ ان کی پرستش گاہیں کامدہ اور اوجا میں ہیں جو دیس نگر سے چودہ میل اور احمد آباد سے ساٹھ میل جانب شمال ہیں۔

ڈھورے گوجر

ڈھورے گوجر راجپوت کہلاتے ہیں ان کی 41 شاخیں ہیں۔ چوپڈا کے دیش مکھیہ خاندیس میں اچھے خاندانوں میں شمار ہوتے ہیں۔ وہ اپنے آپ کو کشیاپرشی فرقہ سے ظاہر کرتے ہیں اور دورمتا دیوتا کی پرستش کرتے ہیں۔ وہ پہلے کوہ آبو کے دامن میں پھیلے اور پھر وہاں سے اجین، بھروچ، قلعہ دبوئی (واقع بروده) میں بالترتیب اپنی جائے سکونت تبدیل کرتے رہے۔ 1484ء میں پاواگڈہ کی فتح کرنے کے بعد تورنمل میں متمکن ہوئے جو خاندیس کے جنوب مغرب میں ایک پہاڑی ہے۔اس خاندان کے چھ گوت ہیں۔

(۱) سلطان پوریہ (۲) کھیمے (۳) ونہور (۴) شیرپور (۵) شادا (۶) گولم سنگھ

ٹرمنجی ولد جیوا جی کو شاہجہان نے علاقہ چوپڈا کا دیش مکھی (مقدم) مقرر کیا۔ اس وقت تک اس دیش کا موکھی ٹرمنجی کی اولاد سے ہوتا ہے۔ یہ گوشت کھانے اور شراب پینے سے پرہیز نہیں کرتے اور ریوا گوجروں کے ہاتھ سے کھاپی لیتے ہیں اور اپنی ذاتی شجاعت کی وجہ سے ننگی شمشیر کی پوجا کرتے ہیں اور اسی طرح دیوتا سیمج مت کی جو صندل کے درخت کے ساتھ رکھا جاتا ہے پرستش کرتے ہیں۔ کدو گوجر جو سونگر اور برہان پور اور نیمر میں آباد ہیں ان کی رسمیں وہی ہیں۔ جو گجرات کے کدوا کی ہیں ان کی شادیاں ایک خاص سال میں ہوتی ہیں جس کا دورہ ہر بارہ سال کے بعد آتا ہے۔ مگر اس سال میں شادیوں کی اس قدر کثرت ہوتی ہے کہ ایک ایک مہینے کی لڑکیوں کی شادیاں ہو جاتی ہیں۔ ان کی پرستش گاہیں کامدہ اور اوجا میں ہیں جو دیس نگر سے چودہ میل اور احمد آباد سے ساٹھ میل جانب شمال ہیں۔

مسٹر ڈی-آر-پھنڈارکر-ایم-اے

کا خلاصۂ مضمون

جس کو اس نے گوجر خاندان وغیرہ کی نسبت بمبئ یونیورسٹی کے ہال میں طلبہ اور پروفیسروں کے سامنے پڑھا تھا جس کا خلاصہ ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔

گوجر خاندان

گجرات کی وجہ تسمیہ:

گجرات بمبئ پریزیڈنسی کا مشہور حصہ عام طور پر گرجرا استرا یعنی گوجروں کا ملک کہلاتا ہے۔ کچھ بھی ہو بہر صورت اس ملک کا نام گوجروں کی نسبت سے ہے۔ جو اس میں آباد و حکمران ہوئے۔ پرانے زمانہ میں یہ لاٹ کے نام سے مشہور تھا۔

گجرات کے حدود:

بہت سے محققین کی رائے ہے کہ لاٹ جنوبی حصہ گجرات کو کہتے ہیں۔ نہ کہ شمالی حصہ کو مگر اس میں شک نہیں کہ لاٹ میں شمال حصہ گجرات بھی شامل تھا۔ کھمبایت کا کتبہ جو راشٹر کوٹ کے راجہ گوبند چہارم کا فرمان ہے، کھیتاک منڈل کو لاٹ دیس کا ایک حصہ ظاہر کرتا ہے، چونکہ کھیتاک (کھیتک) بلاشبہ موجودہ کائرہ ہے۔

مؤلف: کیا کھیتک کھیڑا نہیں ہے جو ضلع ہے۔

لہٰذا ہم لاٹ کے حدود کو کائرہ کے شمال تک لے جا سکتے ہیں، گوالیار کا ایک کتبہ جس کو ڈاکٹر ہلٹش نے شائع کیا۔ اس میں رام دیو والی قنوج کے سپہ سالار کا انند پور سے لاٹ میں آنے کا ذکر ہے۔ انند پور موجودہ وڈنگر ہے لہٰذا ہم یہ

مسٹر ڈی-آر-پھنڈارکر-ایم-اے

کا خلاصہٴ مضمون

جس کو اس نے گوجر خاندان وغیرہ کی نسبت بمبئی یونیورسٹی کے ہال میں طلبہ اور پروفیسروں کے سامنے پڑھا تھا جس کا خلاصہ ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔

گوجر خاندان

گجرات کی وجہ تسمیہ:

گجرات بمبئی پریزیڈنسی کا مشہور حصہ عام طور پر گرجرا سترا یعنی گوجروں کا ملک کہلاتا ہے۔ کچھ بھی ہو بہر صورت اس ملک کا نام گوجروں کی نسبت سے ہے۔ جو اس میں آباد و حکمران ہوئے۔ پرانے زمانہ میں یہ لاٹ کے نام سے مشہور تھا۔

گجرات کے حدود:

بہت سے محققین کی رائے ہے کہ لاٹ جنوبی حصہ گجرات کو کہتے ہیں۔ نہ کہ شمالی حصہ کو مگر اس میں شک نہیں کہ لاٹ میں شمال حصہ گجرات بھی شامل تھا۔ کھمبایت کا کتبہ جو راشٹر کوٹ کے راجہ گوبند چہارم کا فرمان ہے، کھیتاک منڈل کو لاٹ دیس کا ایک حصہ ظاہر کرتا ہے، چونکہ کھیتاک (کھیتک) بلاشبہ موجودہ کائرہ ہے۔

مؤلف: کیا کھیتک کھیڑا نہیں ہے جو ضلع ہے۔

لہٰذا ہم لاٹ کے حدود کو کائرہ کے شمال تک لے جا سکتے ہیں، گوالیار کا ایک کتبہ جس کو ڈاکٹر ہٹش نے شائع کیا۔ اس میں رام دیو دالی قنوج کے سپہ سالار کا انند پور سے لاٹ میں آنے کا ذکر ہے۔ انند پور موجودہ وڈنگر ہے لہٰذا ہم یہ

منگلانہ کو ماگ لونہ بتاتا ہے۔ جو دیدوان کے شمال مشرق میں 28 میل پر واقع ہے پس گرجراتر راجپوتانہ میں ایک صوبہ تھا اور جیسا کہ دولت پور اور کالنجر کے کتبوں سے پتہ چلتا ہے۔ یہ صوبہ دیدوان اور سوا اور منگلانہ کے گرد تھا، نام گرجراتر خود اپنی شرح آپ ہے، جو ظاہر کرتا ہے کہ اس صوبہ میں گرجر آباد و فرمان روا تھے اور یہ علاقہ ان کے نام پر مشہور ہوا جیسا کہ سک ستھانہ اور اہیر وارہ یا ہیروار ساکون اور اہیرون کے نام پر ہے۔ پس ثابت ہوا کہ دسویں صدی کے وسط میں گرجر راجپوتانہ کے ایک حصہ میں جو ان کے نام پر گرجراتر کہلاتا تھا آباد تھے یہ خیال نہ کرنا چاہیے کہ گوجروں کی طاقت یہیں تک محدود تھی چینی سیاح ہیون سانگ 640ء میں کیوچیلو یعنی گوجروں کی حکومت کو ملک ولبھی کے 300 میل شمال کی طرف بتاتا ہے کیوچیلو سے مراد گوجر کی سلطنت ہے اور چونکہ ہیون سانگ علاقہ جات سوراشتر وانند پور اور یوجایانی، سندھو اور ملا استھان پور کو کیوچیلو کے گرد بتاتا ہے۔ اس لئے کیوچیلو بہر حالت وسط و شمالی راجپوتانہ ہے۔ علاوہ ازیں ہیون سانگ کے خیال کے مطابق چونکہ ملک کیوچیلو 5000 لی[1] یعنی تقریباً 834 میل کے دائرہ میں تھا۔ یہ صرف گوجروں کا چھوٹا سا ملک نہیں ہو سکتا۔ اس طرح راجپوتانہ کے ایک بڑے حصہ پر گوجروں کی حکومت ثابت ہوتی ہے۔ پھر پنج تترا میں ایک ٹھاکر کی کہانی مشہور ہے جو ایک گرجر کے گاؤں میں اونٹ تلاش کرنے گیا تھا چونکہ راجپوتانہ میں اب بھی اونٹ پائے جاتے ہیں۔ ہمارا نتیجہ پنج تترا سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ پنج تترا بھی گوجر سلطنت میں شامل تھا۔

ڈاکٹر کلہارن نے راجہ متھان دیو جو گوجر خاندان پرتھار (پرتیہار سے تھا)

---

[1] لی مسافت کا ایک اندازہ ہے جیسے میل، کروہ، فرسنگ، فرلانگ وغیرہ۔

[2] یہ نام مختلف تاریخوں میں مختلف صورت سے ہے ہمارے خیال میں گھر تپک درست ہے۔

منگلانہ کو ماگ لونہ بتاتا ہے۔ جو دیدوان کے شمال مشرق میں 28 میل پر واقع ہے پس گرجراتر راجپوتانہ میں ایک صوبہ تھا اور جیسا کہ دولت پور اور کالنجر کے کتبوں سے پتہ چلتا ہے۔ یہ صوبہ دیدوان اور سوا اور منگلانہ کے گرد تھا، نام گرجراتر خود اپنی شرح آپ ہے، جو ظاہر کرتا ہے کہ اس صوبہ میں گرجر آباد و فرمان روا تھے اور یہ علاقہ ان کے نام پر مشہور ہوا جیسا کہ سک ستھانہ اور اہیر وارہ یا ہیروار ساکون اور اہیرون کے نام پر ہے۔ پس ثابت ہوا کہ دسویں صدی کے وسط میں گرجر راجپوتانہ کے ایک حصہ میں جو ان کے نام پر گرجراتر کہلاتا تھا آباد تھے یہ خیال نہ کرنا چاہیے کہ گوجروں کی طاقت یہیں تک محدود تھی چینی سیاح ہیون سانگ 640ء میں کیوچیلو یعنی گوجروں کی حکومت کو ملک ولبھی کے 300 میل شمال کی طرف بتاتا ہے کیوچیلو سے مراد گوجر کی سلطنت ہے اور چونکہ ہیون سانگ علاقہ جات سوراشتر وانند پور اور یوجا یانی، سندھو اور ملا استھان پور کو کیوچیلو کے گرد بتاتا ہے۔ اس لئے کیوچیلو بہر حالت وسط و شمالی راجپوتانہ ہے۔ علاوہ ازیں ہیون سانگ کے خیال کے مطابق چونکہ ملک کیوچیلو 5000 لی[1] یعنی تقریباً 834 میل کے دائرہ میں تھا۔ یہ صرف گوجروں کا چھوٹا سا ملک نہیں ہوسکتا۔ اس طرح راجپوتانہ کے ایک بڑے حصہ پر گوجروں کی حکومت ثابت ہوتی ہے۔ پھر پنج تترا میں ایک ٹھاکر کی کہانی مشہور ہے جو ایک گرجر کے گاؤں میں اونٹ تلاش کرنے گیا تھا چونکہ راجپوتانہ میں اب بھی اونٹ پائے جاتے ہیں۔ ہمارا نتیجہ پنج تترا سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ پنج تترا بھی گوجر سلطنت میں شامل تھا۔

ڈاکٹر کلہارن نے راجہ متھان دیو جو گوجر خاندان پرتھار (پرتیہار سے تھا)

---

[1] لی مسافت کا ایک اندازہ ہے جیسے میل، کروہ، فرسنگ، فرلانگ وغیرہ۔

[2] یہ نام مختلف تاریخوں میں مختلف صورت سے ہے ہمارے خیال میں گھرتیک درست ہے۔

راشٹرکوتوں اور گوجروں کی جنگ:

راشٹرکوت ہمیشہ گوجروں سے لڑتے رہتے تھے۔ ردھان پور کے فرمان میں ایک فخریہ فقرہ درج ہے کہ گو بندوں سے ڈر کر گوجر خدا جانے کہاں بھاگ گئے تا کہ وہ خواب میں بھی لڑائی کا منہ نہ دیکھیں۔ اموگھ ورش اول (راجہ راشٹرکوت) کا ایک تانبے کا کتبہ جو اب تک شائع نہیں ہوا۔ ظاہر کرتا ہے کہ اس نے گوجروں کے مہاراج کو شکست دی۔ اندر سوم کا کتبہ نوساری کرشنا دویم کا گوجر مہاراج کی لڑائی کو بادو باراں کے طوفان سے تشبیہہ دیتا ہے کہ شنا سوم کے دھولی اور کرہاڈ کے فرمان سے ظاہر ہوتا ہے کہ راشٹرکوت کے اس راجہ کی فتوحات سے گوجر مہاراج کے دل سے کالنجر اور چھترکوٹ کے فتح کرنے کی امید کا خاتمہ ہو گیا تھا، ہم دعویٰ کرتے ہیں کہ ہمارے یہ نتائج ہر طرح سے صحیح ہیں اگر کوئی انکار یا شک کرے تو ہم اس سے پوچھتے ہیں کہ راشٹرکوتوں کے ذکر میں گوجر راجاؤں کی نسبت جو اشارات دسویں صدی سے پہلے کے ہیں۔ وہ کس کی طرف راجع ہیں۔ بہرحال تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ اشارات و تلمیحات گوجر راجاؤں کی طرف راجع ہیں۔ آثار قدیمہ کے بعض محققین کا خیال ہے کہ یہ تلمیحات انہل وادہ کے چاودہ راجوں کی نسبت ہیں۔

چلکیا راجہ پلکیس کا جان ساری کا فرمان مورخہ 738ء ظاہر کرتا ہے کہ چاودہ یا چاوت اور گوجر ان لوگوں سے ہیں، جن کے علاقوں پر تاجیک فوج نے حملہ کیا تھا۔ اس طرح چاوت یا چاودہ اور گوجر حکومتیں ایک دوسرے سے علیحدہ ثابت ہوتی ہیں۔ راشٹرکوت کا فرمان راشٹرکوتوں اور گوجروں کے تذکرے اس طرز سے بیان کرتا ہے کہ وہ ایک دوسرے کے تلے ہوئے دشمن تھے۔ گوجر جو نہایت سختی سے راشٹرکوتوں کا مقابلہ کرتے تھے۔ ضرور ہے کہ یہ گوجر خاندان کے

راشٹرکوتوں اور گوجروں کی جنگ:

راشٹرکوت ہمیشہ گوجروں سے لڑتے رہتے تھے۔ ردھان پور کے فرمان میں ایک فخر یہ فقرہ درج ہے کہ گو بندوں سے ڈر کر گوجر خدا جانے کہاں بھاگ گئے تا کہ وہ خواب میں بھی لڑائی کا منہ نہ دیکھیں۔ اموگھ ورش اول (راجہ راشٹرکوت) کا ایک تانبے کا کتبہ جو اب تک شائع نہیں ہوا۔ ظاہر کرتا ہے کہ اس نے گوجروں کے مہاراج کو شکست دی۔ اندر سوم کا کتبہ نو ساری کرشنا دویم کا گوجر مہاراج کی لڑائی کو بادوباراں کے طوفان سے تشبیہہ دیتا ہے کہ شنا سوم کے ڈھولی اور کرہاڈ کے فرمان سے ظاہر ہوتا ہے کہ راشٹرکوت کے اس راجہ کی فتوحات سے گوجر مہاراج کے دل سے کالنجر اور چھتر کوٹ کے فتح کرنے کی امید کا خاتمہ ہو گیا تھا، ہم دعویٰ کرتے ہیں کہ ہمارے یہ نتائج ہر طرح سے صحیح ہیں اگر کوئی انکار یا شک کرے تو ہم اس سے پوچھتے ہیں کہ راشٹرکوتوں کے ذکر میں گوجر راجاؤں کی نسبت جو اشارات دسویں صدی سے پہلے کے ہیں۔ وہ کس کی طرف راجع ہیں۔ بہر حال تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ اشارات و تلمیحات گوجر راجاؤں کی طرف راجع ہیں۔ آثار قدیمہ کے بعض محققین کا خیال ہے کہ یہ تلمیحات انہل وادہ کے چاودہ راجوں کی نسبت ہیں۔

چلکیا راجہ پلکیس کا جان ساری کا فرمان مورخہ 738ء ظاہر کرتا ہے کہ چاودہ یا چاوت اور گوجر ان لوگوں سے ہیں، جن کے علاقوں پر تاجیک فوج نے حملہ کیا تھا۔ اس طرح چاوت یا چاودہ اور گوجر حکومتیں ایک دوسرے سے علیحدہ ثابت ہوتی ہیں۔ راشٹرکوت کا فرمان راشٹرکوتوں اور گوجروں کے تذکرے اس طرز سے بیان کرتا ہے کہ وہ ایک دوسرے کے تلے ہوئے دشمن تھے۔ گوجر جو نہایت سختی سے راشٹرکوتوں کا مقابلہ کرتے تھے۔ ضرور ہے کہ یہ گوجر خاندان کے

یہ ہے کہ حکومتوں کے دارالخلافت میں 300 میل کا فاصلہ تھا نہ یہ کہ حکومتوں کے حدود میں 300 میل کا فاصلہ تھا اور ان کے درمیان کوئی اور حکومت تھی لیکن یہ تحقیق شدہ امر ہے کہ ولبھی اور بھنمال کے درمیان فاصلہ مشکل سے 215 میل ہے جو کہ 300 سے بہت کم ہے۔

مؤلف: یہ بڑا فرق نہیں ہے کیونکہ یہ فاصلہ نظری طور پر بیان کیا گیا ہے۔

یہ امر بھی مشتبہ ہے کہ شہر بھنمال ہیون سانگ کے زمانہ میں تھا کیونکہ تمام کتبے جو اس کے قرب و جوار سے برآمد ہوئے۔ اس کا نام سریمال بتاتے ہیں نہ کہ بھنمال۔ نیز بعض روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ سریمال پہلا اور بھنمال دوسرا نام تھا، ڈاکٹر بوہلر کہتا ہے کہ برہما گپتا (برہم گپت) نامی نجومی 628ء میں اپنے آپ کو بھنمال کا کاچاریا کہتا ہے۔ اگر ڈاکٹر بوہر کا قول سچ مانا جائے تو بھنمال ہیون سانگ کے زمانہ میں تھا لیکن اگر دلائل کو دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ برہما گپتا اپنے آپ کو بھنمال کا کارچاریا نہیں کہتا تھا بلکہ لوگ اس کو بھنمال کا کاچاریا کہتے تھے۔ یہ امر بھی تحقیقی نہیں کہ اس کا وطن بھنمال تھا کیونکہ بعض روایات کی رو سے اس کا وطن روانگر تھا۔ پس ان بیانات سے کون بیان راجح ہے؟ اور راشٹرکوتوں کے تذکروں میں گوجروں کی تلمیحات کس خاندان کی طرف اشارہ کرتی ہیں؟ ہماری رائے میں یہ امر تحقیق شدہ ہے کہ یہ تلمیحات خاندان گوجر ماہودایہ (قنوج) کی طرف اشارہ کرتی ہیں جس کے قبضہ میں بھونہ وغیرہ بڑے بڑے شہر تھے۔

ہڈال کا کتبہ:

ہڈال کا تانبے کا کتبہ بیان کرتا ہے کہ چاپ[1] راجہ ردھان پور نے ایک

---

[1] چاپ، چانپ، چودہ، چاوت ایک ہیں۔ (مؤلف)

یہ ہے کہ حکومتوں کے دارالخلافت میں 300 میل کا فاصلہ تھا نہ یہ کہ حکومتوں کے حدود میں 300 میل کا فاصلہ تھا اور ان کے درمیان کوئی اور حکومت تھی لیکن یہ تحقیق شدہ امر ہے کہ ولبھی اور بھنمال کے درمیان فاصلہ مشکل سے 215 میل ہے جو کہ 300 سے بہت کم ہے۔

مؤلف: یہ بڑا فرق نہیں ہے کیونکہ یہ فاصلہ نظری طور پر بیان کیا گیا ہے۔

یہ امر بھی مشتبہ ہے کہ شہر بھنمال ہیون سانگ کے زمانہ میں تھا کیونکہ تمام کتبے جو اس کے قرب و جوار سے برآمد ہوئے۔ اس کا نام سریمال بتاتے ہیں نہ کہ بھنمال۔ نیز بعض روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ سریمال پہلا اور بھنمال دوسرا نام تھا، ڈاکٹر بوہلر کہتا ہے کہ برہما گپتا (برہم گپت) نامی نجومی 628ء میں اپنے آپ کو بھنمال کا کاچاریا کہتا ہے۔ اگر ڈاکٹر بوہر کا قول سچ مانا جائے تو بھنمال ہیون سانگ کے زمانہ میں تھا لیکن اگر دلائل کو دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ برہما گپتا اپنے آپ کو بھنمال کا کارچاریا نہیں کہتا تھا بلکہ لوگ اس کو بھنمال کا کاچاریا کہتے تھے۔ یہ امر بھی تحقیقی نہیں کہ اس کا وطن بھنمال تھا کیونکہ بعض روایات کی رو سے اس کا وطن رواںگر تھا۔ پس ان بیانات سے کون بیان راجح ہے؟ اور راشٹر کوٹوں کے تذکروں میں گوجروں کی تلمیحات کس خاندان کی طرف اشارہ کرتی ہیں؟ ہماری رائے میں یہ امر تحقیق شدہ ہے کہ یہ تلمیحات خاندان گوجر ماہودایہ (قنوج) کی طرف اشارہ کرتی ہیں جس کے قبضہ میں بھونہ وغیرہ بڑے بڑے شہر تھے۔

ہڈال کا کتبہ:

ہڈال کا تانبے کا کتبہ بیان کرتا ہے کہ چاپ[1] راجہ ردھان پور نے ایک

---

[1] چاپ، چانپ، چودہ، چاوت ایک ہیں۔ (مؤلف)

ازیں پانپا کہتا ہے کہ ماہی پال نے جب شکست کھائی تارسینھا نے اس کا گنگا تک تعاقب کیا جہاں وہ گھوڑے نہلا رہا تھا مگر یہ واقعہ خلاف قیاس ہے کہ تارسینھا ایک معمولی سردار شمال میں ماہودایہ (قنوج) پر حملہ کر کے وہاں کے طاقتور راجہ کو شکست دے کر گنگا تک اس کا تعاقب کرے۔ یہ تمام باتیں گوبندا چہارم کے کنبے کے کتبے سے رد ہو جاتی ہین ہم نے اپنے ایک مضمون میں ثابت کیا ہے کہ راجہ اندر سوم (راشٹر کوت) کے پیشرو نے شمال مشرقی علاقہ کو تاخت تاراج کیا اور ماہودایہ (قنوج) پر حملہ کر کے اس کے حاکم ماہی پال کو نکال دیا۔ تارسینھا جو اس کا ایک سردار تھا اس کے ساتھ شمال کی فتوحات میں گیا ہوگا اور یہ گوبند سوم ہی ہوگا جس نے ماہی پال کو گنگا تک بھگا دیا جہاں سے وہ پال خاندان کے دھرمپال کے پاس پناہ گزیں ہوا۔ پانپا نے یہ تمام بات تارسینھا کی طرف منسوب کر دی کیونکہ اس وجہ سے کہ وہ اری کیسرن کے بیٹے تارسینھا کا پروردہ نعمت تھا اس کی تعریف و توصیف کرنا اس پر واجب تھی۔ اس طرح ثابت ہوا کہ گوبندا نے جس کو شکست دی وہ گوجر راجہ تھا اور راشٹر کوت کے تذکروں میں گوجروں کے تلمیحات ماہودایہ خاندان کی طرف راجع ہیں جس خاندان سے کہ ماہی پال تھا۔ راشٹر کوت. راجہ گوبند کے وانی اور رادھا ان پور کے کتبوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ گوبند کے باپ دھرو نے وتسا راجہ[1] کو مارو کے جنگل کی طرف بھگا دیا اور اس سے گود راجہ کے دوشاہی چھتر چھین لئے، گجرات کے راشٹر کوت راجہ کرک کا بڑودہ کا فرمان بیان کرتا ہے کہ گوبندا سوم نے گوجروں کے سردار کو جو گوداوڑ والگا کے سرداروں کو فتح کر کے غرور ونخوت سے اکڑا ہوا تھا، شکست دی۔

---

[1] تمام تاریخوں میں وتسا راجہ لکھا ہوا ہے۔ ہم نے بھی وتسا راجہ لکھا ہے۔ اصل وتسراج ہے واو تا ہین رامفتوح اور جیم بھی مفتوح یہ تلفظ صحیح ہے۔

ازیں پانپا کہتا ہے کہ ماہی پال نے جب شکست کھائی تارسینھا نے اس کا گنگا تک تعاقب کیا جہاں وہ گھوڑے نہلا رہا تھا مگر یہ واقعہ خلاف قیاس ہے کہ تارسینھا ایک معمولی سردار شمال میں ماہودایہ (قنوج) پر حملہ کر کے وہاں کے طاقتور راجہ کو شکست دے کر گنگا تک اس کا تعاقب کرے۔ یہ تمام باتیں گوبندا چہارم کے کنبھے کے کتبے سے رد ہو جاتی ہیں ہم نے اپنے ایک مضمون میں ثابت کیا ہے کہ راجہ اندر سوم (راشٹرکوت) کے پیشرو نے شمال مشرقی علاقہ کو تاخت تاراج کیا اور ماہودایہ (قنوج) پر حملہ کر کے اس کے حاکم ماہی پال کو نکال دیا۔ تارسینھا جو اس کا ایک سردار تھا اس کے ساتھ شمال کی فتوحات میں گیا ہوگا اور یہ گوبند سوم ہی ہوگا جس نے ماہی پال کو گنگا تک بھگا دیا جہاں سے وہ پال خاندان کے دھرمپال کے پاس پناہ گزیں ہوا۔ پانپا نے یہ تمام بات تارسینھا کی طرف منسوب کر دی کیونکہ اس وجہ سے کہ وہ اری کیسرن کے بیٹے تارسینھا کا پروردہ نعمت تھا اس کی تعریف و توصیف کرنا اس پر واجب تھی۔ اس طرح ثابت ہوا کہ گوبندا نے جس کو شکست دی وہ گوجر راجہ تھا اور راشٹرکوت کے تذکروں میں گوجروں کے تلمیحات ماہودایہ خاندان کی طرف راجع ہیں جس خاندان سے کہ ماہی پال تھا۔ راشٹرکوت. راجہ گوبند کے وانی اور رادھا ان پور کے کتبوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ گوبند کے باپ دھرو نے وتسا راجہ[1] کو مارو کے جنگل کی طرف بھگا دیا اور اس سے گود راجہ کے دوشاہی چھتر چھین لئے، گجرات کے راشٹرکوت راجہ کرک کا بڑودہ کا فرمان بیان کرتا ہے کہ گوبندا سوم نے گوجروں کے سردار کو جو گوداوڑ والگا کے سرداروں کو فتح کر کے غرور ونخوت سے اکڑا ہوا تھا، شکست دی۔

---

[1] تمام تاریخوں میں وتسا راجہ لکھا ہوا ہے۔ ہم نے بھی وتسا راجہ لکھا ہے۔ اصل وتسراج ہے واو تا ہین رامفتوح اور جیم بھی مفتوح یہ تلفظ صحیح ہے۔

955ء و 988ء ہیں نہ کہ 100ء و 155ء و 188ء جیسا کہ ڈاکٹر فلیٹ اور کلہاران نے سمجھا ہے یعنی ہندسہ 9 کو فلیٹ و کلہارن نے ایک سمجھا اس لئے یہ تفاوت پیدا ہوا اور یہ تاریخیں بکرمی سمت کے مطابق ہیں۔ اس وجہ سے دولت پور کے کتبے سے بھوج کی تاریخ سمت 900 بکرمی یعنی 844ء مطابق ہوتی ہے۔ اس کے ابتدائی عہد حکومت کی تاریخ سے کیونکہ بھوج کے شجرۂ نسب میں وتسا راجہ کا نام تین پشت کے مابعد آتا ہے۔ بھوج کی ابتدائی تاریخ 844ء ہے۔ اگر ہر ایک پشت کے لئے 25 سال فرض کئے جائیں۔ تو وتسا راجہ کی حکومت کا زمانہ 769ء سے 794ء تک سمجھا جا سکتا ہے۔ راجہ وتسا کے واقعات حکومت سے ثابت ہے کہ وہ 783ء میں موجود تھا اور یہی تاریخ جین ہری وامسا کے کتبے کی ہے۔ اس طریق سے نہ صرف یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ وتسا راجہ راجہ بھوج کی نسل سے تھا۔ جو ماہودایہ خاندان سے تعلق رکھتا ہے بلکہ وتسا راجہ کا زمانہ بھی معلوم ہوسکتا ہے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ ماہودایہ کا خاندان جس سے وتسا راجہ اور ماہی پال تھے۔ گوجر خاندان تھا اور راشٹر کوتوں کی تاریخوں میں جو گوجر راجاؤں کا ضمناً ذکر آتا ہے۔ وہ اسی خاندان کے افراد کا ذکر ہے چونکہ اس خاندان کا دارالسلطنت ماہو دایہ (قنوج) تھا۔ اس لئے قنوج پر گوجروں کا شاہانہ اقتدار ثابت ہوتا ہے اور اس نتیجہ کی ایک اور امر سے بھی تائید ہوتی ہے کہ 916ء کے قریب ابوزید جو سلیمان عربی تاجر کا گماشتہ یا سکریٹری تھا۔ قنوج کو گوجروں کی وسیع سلطنت کا دارالخلافہ ظاہر کرتا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ گوجر ایک وسیع سلطنت پر حکمران تھے۔

عرب سیاحوں کی روایات:

قنوج کے بادشاہ جو دسویں صدی میں گزرے ہیں، ابوزید کی روایت

955ء و 988ء ہیں نہ کہ 100ء و 155ء و 188ء جیسا کہ ڈاکٹر فلیٹ اور کلہاران نے سمجھا ہے یعنی ہندسہ 9 کو فلیٹ و کلہارن نے ایک سمجھا اس لئے یہ تفاوت پیدا ہوا اور یہ تاریخیں بکرمی سمت کے مطابق ہیں۔ اس وجہ سے دولت پور کے کتبے سے بھوج کی تاریخ سمت 900 بکرمی یعنی 844ء مطابق ہوتی ہے۔ اس کے ابتدائی عہد حکومت کی تاریخ سے کیونکہ بھوج کے شجرۂ نسب میں وتسا راجہ کا نام تین پشت کے مابعد آتا ہے۔ بھوج کی ابتدائی تاریخ 844ء ہے۔ اگر ہر ایک پشت کے لئے 25 سال فرض کئے جائیں۔ تو وتسا راجہ کی حکومت کا زمانہ 769ء سے 794ء تک سمجھا جا سکتا ہے۔ راجہ وتسا کے واقعات حکومت سے ثابت ہے کہ وہ 783ء میں موجود تھا اور یہی تاریخ جین ہری و امسا کے کتبے کی ہے۔ اس طریق سے نہ صرف یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ وتسا راجہ راجہ بھوج کی نسل سے تھا۔ جو ماہودایہ خاندان سے تعلق رکھتا ہے بلکہ وتسا راجہ کا زمانہ بھی معلوم ہوسکتا ہے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ ماہودایہ کا خاندان جس سے وتسا راجہ اور ماہی پال تھے۔ گوجر خاندان تھا اور راشٹر کوتوں کی تاریخوں میں جو گوجر راجاؤں کا ضمناً ذکر آتا ہے۔ وہ اسی خاندان کے افراد کا ذکر ہے چونکہ اس خاندان کا دارالسلطنت ماہو دایہ (قنوج) تھا۔ اس لئے قنوج پر گوجروں کا شاہانہ اقتدار ثابت ہوتا ہے اور اس نتیجہ کی ایک اور امر سے بھی تائید ہوتی ہے کہ 916ء کے قریب ابوزید جو سلیمان عربی تاجر کا گماشتہ یا سکریٹری تھا۔ قنوج کو گوجروں کی وسیع سلطنت کا دارالخلافہ ظاہر کرتا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ گوجر ایک وسیع سلطنت پر حکمران تھے۔

عرب سیاحوں کی روایات:

قنوج کے بادشاہ جو دسویں صدی میں گزرے ہیں، ابوزید کی روایت

ماہی پال کے زمانہ میں کاٹھیاوار پر بھی گوجروں کا سکہ جاری تھا، جیسا کہ ہڈال کی جاگیر کے فرمان سے منکشف ہوتا ہے کہ چاپ حاکم روھان پور شہزادہ ماہی پال کو اپنا سردار مانتا ہے پس اس میں کوئی شک و شبہ نہیں رہتا کہ گوجر اور راشٹر کوت ہمسائے تھے اور یہ بالکل معمولی بات ہے جیسا کہ مسعود کہتا ہے کہ وہ ہمیشہ ایک دوسرے سے برسرِ پیکار رہتے تھے، راشٹر کوتوں کی تاریخ سے ثابت ہے کہ گوند سوم اور موگھ ورش اول کرشنا دوم اور کرشنا سوم نے اپنے اپنے عہد میں شاہانِ گرجر کو شکست دی اور نیز وتساراجہ اور ماہی پال جن کو دھرو اور اندر سوم نے شکست دی وہ بھی گوجر تھے پس تمام شہادتوں سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ راشٹر کوتوں کے تلمیحات اسی خاندان کے متعلق ہیں، جس کے افراد وتساراجہ اور ماہی پال تھے۔ ان قیاسات سے اب کیا شک باقی رہا کہ بھوج کے زمانہ سے اس خاندان کا دارالحکومت ماہودایہ یعنی قنوج تھا لیکن یہ امر کہ وتساراجہ کے عہد میں بھی دارالحکومت قنوج تھا، یقینی طور پر ثابت نہیں لیکن رادھانی اور وانی کے کتبے میں وتساراجہ کا جو ذکر بدین الفاظ ہے، وتساراجہ اس وجہ سے کہ گاد[1] راجہ کی شاہی جائیداد کو اس سے بہت آسانی سے چھین لیا۔ غرور و تکبر کی مستی میں سرگراں تھا۔ اس سے اگر یہی سمجھا جائے کہ وتسراج کی حکومت راجپوتانہ تک ہی محدود تھی تو یہ کس طرح ممکن ہے کہ وہ راجہ گاد کے دور دراز علاقہ کو چھین لیتا اگر یہ مان لیا جائے کہ اس کا بھوج مہندر پال وغیرہ کے مقبوضہ ممالک پر اثر تھا تو یہ قرین قیاس ہو سکتا ہے کہ اس نے گاد کو فتح کر لیا ہو۔ اگر ہم بعض روایات کے رو سے تسلیم کریں کہ اس گوجر خاندان کا بھوج سے پہلے 844ء سے 882ء تک دارالحکومت قنوج تھا

---

[1] کہیں گا، ہے کہیں [illegible] درست ہیں۔ (مؤلف)

ماہی پال کے زمانہ میں کاٹھیاوار پر بھی گوجروں کا سکہ جاری تھا، جیسا کہ ہڈال کی جاگیر کے فرمان سے منکشف ہوتا ہے کہ چانپ حاکم روھان پور شہزادہ ماہی پال کو اپنا سردار مانتا ہے پس اس میں کوئی شک و شبہ نہیں رہتا کہ گوجر اور راشٹر کوت ہمسائے تھے اور یہ بالکل معمولی بات ہے جیسا کہ مسعود کہتا ہے کہ وہ ہمیشہ ایک دوسرے سے برسرپیکار رہتے تھے، راشٹر کوتوں کی تاریخ سے ثابت ہے کہ گوند سوم اور موگھ ورش اول کرشنا دوم اور کرشنا سوم نے اپنے اپنے عہد میں شاہانِ گرجر کو شکست دی اور نیز وتساراجہ اور ماہی پال جن کو دھرو اور اندر سوم نے شکست دی وہ بھی گوجر تھے پس تمام شہادتوں سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ راشٹر کوتوں کے تلمیحات اسی خاندان کے متعلق ہیں، جس کے افراد وتساراجہ اور ماہی پال تھے۔ ان قیاسات سے اب کیا شک باقی رہا، کہ بھوج کے زمانہ سے اس خاندان کا دارالحکومت ماہودایہ یعنی قنوج تھا لیکن یہ امر کہ وتساراجہ کے عہد میں بھی دارالحکومت قنوج تھا، یقینی طور پر ثابت نہیں لیکن رادھانی اور وانی کے کتبے میں وتساراجہ کا جو ذکر بدین الفاظ ہے، وتساراجہ اس وجہ سے کہ گاڈ[1] راجہ کی شاہی جائیداد کو اس سے بہت آسانی سے چھین لیا۔ غرور و تکبر کی مستی میں سرگراں تھا۔ اس سے اگر یہی سمجھا جائے کہ وتسراج کی حکومت راجپوتانہ تک ہی محدود تھی تو یہ کس طرح ممکن ہے کہ وہ راجہ گاد کے دور دراز علاقہ کو چھین لیتا اگر یہ مان لیا جائے کہ اس کا بھوج مہندر پال وغیرہ کے مقبوضہ ممالک پر اثر تھا تو یہ قرین قیاس ہوسکتا ہے کہ اس نے گاد کو فتح کرلیا ہو۔ اگر ہم بعض روایات کے رو سے تسلیم کریں کہ اس گوجر خاندان کا بھوج سے پہلے 844ء سے 882ء تک دارالحکومت قنوج تھا

---

[1] کہیں گاڈ ہے کہیں گاد ہے۔ [illegible] درست ہیں۔ (مؤلف)

سے پہلے کا کوئی حوالہ گوجروں کا نہیں ملتا پس یہ خیال کیا جاتا ہے کہ چھٹی[۲] صدی کے شروع میں وہ داخل ہوئے ، ہماری رائے میں جاٹ سب سے اخیر میں داخل ہوئے کیونکہ نہ تو ان کا کسی کتبہ[۱] میں ذکر ہے اور نہ وہ کہیں طاقتور ہے جیسا کہ گوجر اور اہیر اسلامی فتوحات سے پہلے طاقتور تھے، ان اقوام کے متعلق قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ یہ پنجاب میں شمال مغربی طرف سے داخل ہوئے اور مشرق و جنوب کی طرف بڑھتے ہوئے ان مقامات پر آباد ہوئے جو ان کے نام سے مشہور ہیں۔

اہیر خاندان:

اہیر مشرق میں بنگال تک کثرت سے آباد ہیں اور شمالی مغربی صوبوں میں ضلع مرزا پور میں اہیروں کا ایک علاقہ ان کے نام پر ہے۔ جنوب میں یہ دکن تک پھیلے ہوئے ہیں اور چونکہ ناسک کے کتبہ میں بھی ان کا ذکر آیا ہے اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ مہاراشٹر پر بھی وہ حکمران رہے ہیں۔ علاوہ ازیں جھانسی کے جنوب میں اہیر وارہ نامی صوبہ کا ہونا ظاہر کرتا ہے کہ وہ وسط ہند میں بھی صاحب اقتدار تھے، اگرچہ دہلی اور گور گاؤں کے علاوہ دیگر اضلاع پنجاب میں اہیر بہت کم پائے جاتے ہیں لیکن مہا بھارت کے سو سالہ پروا میں لکھا ہے کہ جب ارجن ، کرشن اور بلارما کی نعش جلا کر یادیو کی بیوگان اور خزانہ کے صندوق دوارکا سے متھرا جا رہے تھے تو اہیروں نے پچھانا ویسا (پنجاب دیس) میں اس پر ڈاکہ مارا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ شروع سن عیسوی میں اہیر موجود تھے۔

گجرات اور راجپوتانہ کے نام:

اس خیال کو کبھی دل میں نہ لایا جائے کہ جب چلکیا کے عہد میں گجرات کا شمالی حصہ گرجروں کے نام سے مشہور ہوا تو راجپوتانہ جس کو گوجر دیس کہتے تھے

---

[۱] یہ غلط ہے جاٹوں کے متعدد کتبے ہیں اور بلاشک وشبہ وہ حکمران رہے ہیں۔ (مؤلف)

سے پہلے کا کوئی حوالہ گوجروں کا نہیں ملتا پس یہ خیال کیا جاتا ہے کہ چھٹی[2] صدی کے شروع میں وہ داخل ہوئے، ہماری رائے میں جاٹ سب سے اخیر میں داخل ہوئے کیونکہ نہ تو ان کا کسی کتبہ[1] میں ذکر ہے اور نہ وہ کہیں طاقتور ہے جیسا کہ گوجر اور اہیر اسلامی فتوحات سے پہلے طاقتور تھے، ان اقوام کے متعلق قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ یہ پنجاب میں شمال مغربی طرف سے داخل ہوئے .اور مشرق و جنوب کی طرف بڑھتے ہوئے ان مقامات پر آباد ہوئے جو ان کے نام سے مشہور ہیں۔

اہیر خاندان:

. اہیر مشرق میں بنگال تک کثرت سے آباد ہیں اور شمالی مغربی صوبوں میں ضلع مرزا پور میں اہیروں کا ایک علاقہ ان کے نام پر ہے۔ جنوبؔ میں یہ دکن تک پھیلے ہوئے ہیں اور چونکہ ناسک کے کتبہ میں بھی ان کا ذکر آیا ہے اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ مہاراشٹر پر بھی وہ حکمران رہے ہیں۔ علاوہ ازیں جھانسی کے جنوب میں اہیر وارہ نامی صوبہ کا ہونا ظاہر کرتا ہے کہ وہ وسط ہند میں بھی صاحب اقتدار تھے، اگرچہ دہلی اور گور گاؤں کے علاوہ دیگر اضلاع پنجاب میں اہیر بہت کم پائے جاتے ہیں لیکن مہا بھارت کے سو سالہ پروا میں لکھا ہے کہ جب ارجن، کرشن اور بلارما کی نعش جلا کر یادیو کی بیوگان اور خزانہ کے صندوق دوارکا سے متھرا جا رہے تھے تو اہیروں نے پچانا وینا (پنجاب دیس) میں اس پر ڈاکہ مارا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ شروع سن عیسوی میں اہیر موجود تھے۔

گجرات اور راجپوتانہ کے نام:

اس خیال کو کبھی دل میں نہ لایا جائے کہ جب چلکیا کے عہد میں گجرات کا شمالی حصہ گرجروں کے نام سے مشہور ہوا تو راجپوتانہ جس کو گوجر دیس کہتے تھے

---

[1] یہ غلط ہے جاٹوں کے متعدد کتبے ہیں اور بلاشک وشبہ وہ حکمران رہے ہیں۔ (مؤلف)

مسٹر جے ایس نیفیلڈ ایک اور نظریہ پیش کرتا ہے یعنی یہ کہ چرواہی اقوام مثلاً اہیر، گوجر، جاٹ، ٹکاری، زرعی مدارج تمدن کے درمیان ایک کڑی ہیں اور یہ کہلفظ گوجر خاص کر سنسکرت کا لفظ گوچرا ہے۔ اس واسطے وہ کسی اور شاخ سے نہیں ملتے۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ اول لفظ گوچرا سنسکرت میں چرواہے کو نہیں کہتے، دوسرے یہ کہ غیر ملکی جو ہندو مت کے شاہی خاندانوں میں شامل ہو گئے تھے۔ وہ اپنے ناموں کو اپنے کارناموں پر رکھتے تھے اور یہ عادت اس قدر مشہور ہے کہ ثبوت کی ضرورت نہیں یہ مسلم ہے کہ خالص آرین گوالے یعنی چرواہے ہیں جیسا کہ مہا بھارت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مستقل عادات[1] کے لوگ تھے، چرواہہ اقوام مثلاً اہیر گوجر اور جاٹ نے اب تک بہت حد تک اپنی خانہ بدوشانہ عادات کو قائم رکھا ہے۔ اس سے وہ آئن نسل کے سیتھین معلوم ہوتے ہیں۔

خاندان اگنی کل:

چلیا (سولنگی) کے ساتھ پرمرا (پرمار) چاہمان (چوہان) اور پرتیہار (پریہار) کا بھی ذکر کیا جاتا ہے کیونکہ یہ تمام اگنی کل ہیں کرنل ٹاوان کی اصل کے متعلق اگنی کل ہونے کی ایک روایت بیان کرتا ہے کوہِ آبو پر جب برہمن عبادت میں مشغول ہوئے تو بھوت (مقامی باشندے) ان کو طرح طرح کی تکلیف دیتے تھے اور تنگ کرتے تھے، کبھی ان کی عبادتگاہ میں ناپاک چیزیں ڈالتے کبھی ان کی توجہ کو عبادت سے ہٹا دیتے۔ پس انہوں نے اگنی کنڈ پر زیر صدارت وستھا اکٹھے ہو کر مہادیو سے دعا کی اس قربانی کی آگ کے گڑھے سے ایک شخص نمودار ہوا جس کو برہمنوں نے دروازہ کا محافظ بنایا اور اسی وجہ سے اس کا نام پرتھی ہارا جس کا مخفف پریہار ہے رکھا۔ پھر ایک دوسرا شخص نمودار ہوا اور ہاتھ

---

[1] زمانہ گزر گیا عادات بدل گئیں ابھی تک تاریخ کی بنیاد عادات پر رکھی جاتی ہے۔ (مؤلف)

مسٹر جے ایس نیفیلڈ ایک اور نظریہ پیش کرتا ہے یعنی یہ کہ چرواہی اقوام مثلاً اہیر، گوجر، جاٹ، ٹکاری، زرعی مدارج تمدن کے درمیان ایک کڑی ہیں اور یہ کہلفظ گوجر خاص کر سنسکرت کا لفظ گوچرا ہے۔ اس واسطے وہ کسی اور شاخ سے نہیں ملتے۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ اول لفظ گوچرا سنسکرت میں چرواہے کو نہیں کہتے، دوسرے یہ کہ غیر ملکی جو ہندومت کے شاہی خاندانوں میں شامل ہو گئے تھے۔ وہ اپنے ناموں کو اپنے کارناموں پر رکھتے تھے اور یہ عادت اس قدر مشہور ہے کہ ثبوت کی ضرورت نہیں یہ مسلم ہے کہ خالص آرین گوالے یعنی چرواہے ہیں جیسا کہ مہا بھارت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مستقل عادات[1] کے لوگ تھے، چرواہہ اقوام مثلاً اہیر گوجر اور جاٹ نے اب تک بہت حد تک اپنی خانہ بدوشانہ عادات کو قائم رکھا ہے۔ اس سے وہ آرین نسل کے سیتھین معلوم ہوتے ہیں۔

خاندان اگنی کل:

چلیا (سولنگی) کے ساتھ پرمرا (پرمار) چاہمان (چوہان) اور پرتیہار (پریہار) کا بھی ذکر کیا جاتا ہے کیونکہ یہ تمام اگنی کل ہیں کرنل ٹاوان کی اصل کے متعلق اگنی کل ہونے کی ایک روایت بیان کرتا ہے کوہِ آبو پر جب برہمن عبادت میں مشغول ہوئے تو بھوت (مقامی باشندے) ان کو طرح طرح کی تکلیف دیتے تھے اور تنگ کرتے تھے، کبھی ان کی عبادتگاہ میں ناپاک چیزیں ڈالتے کبھی ان کی توجہ کو عبادت سے ہٹا دیتے۔ پس انہوں نے اگنی کنڈ پر زیر صدارت وستھا اکٹھے ہو کر مہادیو سے دعا کی اس قربانی کی آگ کے گڑھے سے ایک شخص نمودار ہوا جس کو برہمنوں نے دروازہ کا محافظ بنایا اور اسی وجہ سے اس کا نام پرتھی ہارا جس کا مخفف پریہار ہے رکھا۔ پھر ایک دوسرا شخص نمودار ہوا اور ہاتھ

---

[1] زمانہ گزر گیا عادات بدل گئیں ابھی تک تاریخ کی بنیاد عادات پر رکھی جاتی ہے۔ (مؤلف)

کرتا ہے کہ چلکیا بادشاہ پلکیس نے گوجروں کو شکست دی، ہرشا چرتا میں بیان کیا گیا ہے کہ پربھا کر وردہن گوجر بادشاہ تھا اور گوجر راجپوتانہ کے بہت سے حصہ میں آباد اور حکمران تھے۔ البتہ اس امر میں اختلاف ہے کہ ان کا دارالخلافہ بقول ہیون سانگ پیلو مولو یا کوئی اور مقام تھا اس کے متعلق کوئی ناطق شہادت یا مستند دلیل اب تک نہیں ملی کیونکہ کوئی مکمل تاریخ خاندان گوجر کی نہیں لکھی گئی۔ اس میں کسی قسم کا شک نہیں ہے کہ موجودہ صوبہ گجرات گرجروں کے نام پر بلفظ گجرات مشہور ہوا ہے اس امر سے ہم بے خبر نہیں ہیں کہ راشٹرکوت بادشاہ گووند سوم کے زمانہ تک یہ ملک بلفظ لاٹ مشہور تھا گووند چہارم کے تھوڑے عرصہ کے بعد جب راشٹرکوتوں کی حکومت لاٹ پر چلکیا خاندان قابض ہو گیا تو لفظ لاٹ متروک ہو کر گجرات مشہور ہو گیا۔ 1140ء کا دوباد کا کتبہ چلکیا بادشاہ جایاس مہا کو حاکم گرجرا منڈل کہتا ہے۔ سومنات، پٹن، پاراسیتی کا کتبہ 1168ء چلکیا کے بادشاہ کمار پال کو گوجر منڈل لکھتا ہے۔ علاوہ ازیں چلکیا تاریخوں میں کئی جگہ گجرات کو گوجروں کے نام سے منسوب کیا گیا ہے اور دسیاپال اور تیج پال کے گرنار کے کتبوں میں گرجر منڈل میں دھاوا لکا اور دوسرے قصبے بھی شامل کئے گئے ہیں۔ جین مت کی ایک کتاب میں بھی اس صوبہ کو گرجر دیس لکھا ہے اور اس میں گپتا دوانجی بھی شامل کیا گیا ہے۔

ایک اور امر قابل ذکر ہے کہ اہیر اور گوجر کس طرح دوسری ہندو قوموں میں کھپتے جا رہے ہیں جس طرح ملک خاندیس میں اہیر متعدد جماعتوں میں تقسیم ہو گئے ہیں مثلاً خاص اہیر، اہیر سنار، اہیر برہمن، اہیر جولاہے، اہیر پوجاری (مندر کے خادم) اہیر کولی، اہیر ماہی گیر۔

اسی طرح گجرات میں گوجر کئی شعبوں میں تقسیم ہو گئے ہیں۔ گوجر کمپنے

کرتا ہے کہ چلکیا بادشاہ پلکیس نے گوجروں کو شکست دی، ہرشاچرتا میں بیان کیا گیا ہے کہ پربھا کر وردہن گوجر بادشاہ تھا اور گوجر راجپوتانہ کے بہت سے حصہ میں آباد اور حکمران تھے۔ البتہ اس امر میں اختلاف ہے کہ ان کا دارالخلافہ بقول ہیون سانگ پیلو مولو یا کوئی اور مقام تھا اس کے متعلق کوئی ناطق شہادت یا مستند دلیل اب تک نہیں ملی کیونکہ کوئی مکمل تاریخ خاندان گوجر کی نہیں لکھی گئی۔ اس میں کسی قسم کا شک نہیں ہے کہ موجودہ صوبہ گجرات گرجروں کے نام پر بلفظ گجرات مشہور ہوا ہے اس امر سے ہم بے خبر نہیں ہیں کہ راشترکوت بادشاہ گووند سوم کے زمانہ تک یہ ملک بلفظ لاٹ مشہور تھا گووند چہارم کے تھوڑے عرصہ کے بعد جب راشترکوتوں کی حکومت لاٹ پر چلکیا خاندان قابض ہو گیا تو لفظ لاٹ متروک ہو کر گجرات مشہور ہو گیا۔ 1140ء کا دوباد کا کتبہ چلکیا بادشاہ جایاس مہا کو حاکم گرجرا منڈل کہتا ہے۔ سومنات، پٹن، پاراسیتی کا کتبہ 1168ء چلکیا کے بادشاہ کمار پال کو گوجر منڈل لکھتا ہے۔ علاوہ ازیں چلکیا تاریخون میں کئی جگہ گجرات کو گوجروں کے نام سے منسوب کیا گیا ہے اور دسیاپال اور تیج پال کے گرنار کے کتبوں میں گرجر منڈل میں دھاوا لکا اور دوسرے قصبے بھی شامل کئے گئے ہیں۔ جین مت کی ایک کتاب میں بھی اس صوبہ کو گرجر دیس لکھا ہے اور اس میں گپتا دوانجی بھی شامل کیا گیا ہے۔

ایک اور امر قابل ذکر ہے کہ اہیر اور گوجر کس طرح دوسری ہندو قوموں میں کھپتے جا رہے ہیں جس طرح ملک خاندیس میں اہیر متعدد جماعتوں میں تقسیم ہو گئے ہیں مثلاً خاص اہیر، اہیر سنار، اہیر برہمن، اہیر جولاہے، اہیر پوجاری (مندر کے خادم) اہیر کولی، اہیر ماہی گیر۔

اسی طرح گجرات میں گوجر کئی شعبوں میں تقسیم ہو گئے ہیں۔ گوجر کمپنے

ماخوذ

از گزیٹیر ضلع گجرات پنجاب 92-1893 دوسرا ایڈیشن ص 69

تیسری فصل

اقوام ضلع گجرات

گوجر مردم شماری ضلع گجرات 1891ء کے رو سے کل آبادی کا تقریباً 1/14 حصہ ہیں۔ یہ تمام مسلمان اور ان کے 463 دیہات ہیں جو تحصیل ہائے گجرات اور کھاریاں میں واقع ہیں۔

مؤلف: ''کچھ گاؤں گوجروں کے تحصیل پھالیہ میں بھی ہیں''۔

ان کی آبادی بالعموم پبی پہاڑ کے ساتھ ساتھ جنوب کی طرف کچھ دور تک چلی گئی ہے جس کی حد جاٹوں کی بستیوں سے مل جاتی ہے۔ یہ قوم قریباً تمام زراعت پیشہ ہے اور ضلع کے جاٹوں کی صورت و سیرت سے بہت کچھ مشابہ ہے۔ اس کے افراد فضول خرچ اور اچھے کپڑے پہننے کے بہت شائق ہیں اور جاٹوں کی طرح مواشی اور گھوڑوں کی جائیداد کو باعث فخر خیال کرتے ہیں۔ اگر حالات ان کے موافق ہوں تو نہری کاشت پر بارانی کاشت کو ترجیح دیتے ہیں۔

ضلع گجرات کے گوجر پنجاب کی تمام قوم گوجر کے قافلہ سالار ہیں کیونکہ تمام پنجاب کے گوجر اسی ضلع کو اپنا اصلی وطن بتاتے ہیں گوجروں کی بہت سی شاخیں ہیں ہر ایک کا نام اس کے بزرگ کے نام پر ہے۔ جو اپنے زمانہ میں اتنا طاقتور تھا کہ بعد مین آنے والی نسلوں کے واسطے اپنا نام چھوڑ گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ گذشتہ 150 سال میں ان کی کوئی نئی شاخ پیدا نہیں ہوئی جس کی وجہ یہ ہے

ماخوذ

ازگزیٹیر ضلع گجرات پنجاب 1893-92 دوسرا ایڈیشن ص 69

تیسری فصل

اقوام ضلع گجرات

گوجر مردم شماری ضلع گجرات 1891ء کے رو سے کل آبادی کا تقریباً 1/14 حصہ ہیں۔ یہ تمام مسلمان اور ان کے 463 دیہات ہیں جو تحصیل ہائے گجرات اور کھاریاں میں واقع ہیں۔

مؤلف: ''کچھ گاؤں گوجروں کے تحصیل پھالیہ میں بھی ہیں''۔

ان کی آبادی بالعموم پبی پہاڑ کے ساتھ ساتھ جنوب کی طرف کچھ دور تک چلی گئی ہے جس کی حد جاٹوں کی بستیوں سے مل جاتی ہے۔ یہ قوم قریباً تمام زراعت پیشہ ہے اور ضلع کے جاٹوں کی صورت وسیرت سے بہت کچھ مشابہ ہے۔ اس کے افراد فضول خرچ اور اچھے کپڑے پہننے کے بہت شائق ہیں اور جاٹوں کی طرح مواشی اور گھوڑوں کی جائیداد کو باعث فخر خیال کرتے ہیں۔ اگر حالات ان کے موافق ہوں تو نہری کاشت پر بارانی کاشت کو ترجیح دیتے ہیں۔

ضلع گجرات کے گوجر پنجاب کی تمام قوم گوجر کے قافلہ سالار ہیں کیونکہ تمام پنجاب کے گوجر اسی ضلع کو اپنا اصلی وطن بتاتے ہیں گوجروں کی بہت سی شاخیں ہیں ہر ایک کا نام اس کے بزرگ کے نام پر ہے۔ جو اپنے زمانہ میں اتنا طاقتور تھا کہ بعد میں آنے والی نسلوں کے واسطے اپنا نام چھوڑ گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ گذشتہ 150 سال میں ان کی کوئی نئی شاخ پیدا نہیں ہوئی جس کی وجہ یہ ہے

1034ء میں ہند پر حملہ آور ہوا۔ تو جیپال نے اٹک کے مقام پر اس کا مقابلہ کیا۔ اس کا لڑکا انند پال یا اننگ پال دو سال تک لاہور میں حکمران رہا اور بعد ازاں ہندوستان (دکن) کی طرف چلا گیا۔ انند پال کے دو لڑکے تھے اول کھٹانہ، دوم جیدیس۔ راجہ کھٹانہ واپس آ کر لاہور میں حکومت کرتا رہا اور مسلمان ہو گیا۔ ضلع ہذا کے دوسرے گوجر راجہ کھٹانہ کے باقی دو لڑکوں کی اولاد ہیں۔ سلطان محمود بادشاہ نے کھٹانہ گوجروں کو اس ضلع میں بمقام شاہ پور جو اس وقت چک دنیا کے قرب و جوار میں مٹی کا تودہ نظر آتا ہے، جاگیریں دیں کھٹانے وہاں سات پشتوں تک آباد رہے۔ اکبر کے زمانہ میں گوجروں نے ایک لاکھ پچیس ہزار روپے اس مطلب کے واسطے ادا کئے تھے کہ ان کو گجرات از سر نو آباد کرنے کی اجازت حاصل ہو جائے اس کے چار مختلف تپے بنائے گئے جن کی تفصیل ذیل میں ہے۔

نام تپہ	تعداد دیہات	نام تپہ	تعداد دیہات
آ کیا	484	کندو	84
ہانڈو	84	بالا	184

ان دیہات میں بالعموم کھٹانے رہتے ہیں۔ کھٹانوں کے بعد چیچی اور چوہان اقوام کا درجہ ہے چیچوں کے 39 اور چوہانوں کے 35 گاؤں ہیں۔

چیچی اپنے آپ کو راجپوت کہتے ہیں اور کھٹانوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ چیچی ان کے بزرگ کا نام ہے جو جگدیو کا لڑکا تھا۔ پہلے پہل سلطان محمود کے لشکر میں ملازم ہوا اور مسلمان ہو کر چیچان گاؤں کا بانی بنا چوہان بھی اپنے آپ کو دہلی کے راجے پتھورا کی اولاد بتاتے ہیں، کھٹانوں کے بعض بڑے بڑے گھرانے برادری کی حدود سے باہر شادی نہیں کرتے۔ ان کے علاوہ باقی تمام گوجر ایک دوسرے سے شادی کرتے ہیں۔ کپتان وائر فیلڈ گوجروں کی بابت لکھتا ہے کہ ”وہ میانہ قد اور امن دوست ہیں، پہلے وہ مواشی کی چوری کرتے تھے، لیکن اب دیانت

1034ء میں ہند پر حملہ آور ہوا۔ تو جیپال نے اٹک کے مقام پر اس کا مقابلہ کیا۔ اس کا لڑکا انند پال یا اننگ پال دو سال تک لاہور میں حکمران رہا اور بعد ازاں ہندوستان (دکن) کی طرف چلا گیا۔ انند پال کے دو لڑکے تھے اول کھٹانہ، دوم جیدیس۔ راجہ کھٹانہ واپس آ کر لاہور میں حکومت کرتا رہا اور مسلمان ہو گیا۔ ضلع ہذا کے دوسرے گوجر راجہ کھٹانہ کے باقی دو لڑکوں کی اولاد ہیں۔ سلطان محمود بادشاہ نے کھٹانہ گوجروں کو اس ضلع میں بمقام شاہ پور جو اس وقت چک دنیا کے قرب و جوار میں مٹی کا تودہ نظر آتا ہے، جاگیریں دیں کھٹانے وہاں سات پشتوں تک آباد رہے۔ اکبر کے زمانہ میں گوجروں نے ایک لاکھ پچیس ہزار روپے اس مطلب کے واسطے ادا کئے تھے کہ ان کو گجرات از سر نو آباد کرنے کی اجازت حاصل ہو جائے اس کے چار مختلف تپے بنائے گئے جن کی تفصیل ذیل میں ہے۔

نام تپہ	تعداد دیہات	نام تپہ	تعداد دیہات
آ کیا	484	کندو	84
ہانڈو	84	بالا	184

ان دیہات میں بالعموم کھٹانے رہتے ہیں۔ کھٹانوں کے بعد چیچی اور چوہان اقوام کا درجہ ہے چیچوں کے 39 اور چوہانوں کے 35 گاؤں ہیں۔

چیچی اپنے آپ کو راجپوت کہتے ہیں اور کھٹانوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ چیچی ان کے بزرگ کا نام ہے جو جگدیو کا لڑکا تھا۔ پہلے پہل سلطان محمود کے لشکر میں ملازم ہوا اور مسلمان ہو کر چیچیان گاؤں کا بانی بنا چوہان بھی اپنے آپ کو دہلی کے رائے پتھورا کی اولاد بتاتے ہیں، کھٹانوں کے بعض بڑے بڑے گھرانے برادری کی حدود سے باہر شادی نہیں کرتے۔ ان کے علاوہ باقی تمام گوجر ایک دوسرے سے شادی کرتے ہیں۔ کپتان وائر فیلڈ گوجروں کی بابت لکھتا ہے کہ "وہ میانہ قد اور امن دوست ہیں، پہلے وہ مواشی کی چوری کرتے تھے، لیکن اب دیانت

میں ایسا ہر قوم میں ہوتا ہے اس ضلع میں بہیئت مجموعی گوجروں اور جاٹوں کی اخلاقی مالی، تمدنی ، زرعی ، تعلیمی حالت یکساں ہے اور جاٹوں اور گوجروں کو زیادہ تر چوہدری کے لقب سے پکارا جاتا ہے۔ اس خطاب میں سب یکساں ہیں اور مہر تو اس زمانہ میں بالکل نمبردار کے معنی میں استعمال ہوتا ہے جاٹ بھی مہر کہلاتے ہیں۔

یہ بھی غلط ہے کہ تمام پنجاب کے گوجر اپنا اصلی وطن گجرات پنجاب ظاہر کرتے ہیں۔ اس تاریخ نے اکثر ضلعوں کے گوجروں کے ابتدائی وطن کی تشریح کر دی ہے۔

یہ بھی غلط ہے کہ چیچی کھٹانوں سے تعلق رکھتے ہیں بلکہ چیچی ایک الگ مشہور قدیم شاخ ہے۔ مؤرخین نے چیچی کو کچھی (کچھوہیہ) بھی لکھا ہے۔ چیچی قوم کی کسی زمانہ میں بہت وسیع سلطنت تھی جیسا کہ ہم نے کسی اور جگہ لکھا ہے۔ چیچی قدیم حکمران ہیں اور اس علاقہ کے حاکم رہے ہیں جو بیروت کے محاذی سمندر کے اس طرف تھا کھٹانہ اور چوہان ان کے بعد حکمران ہوئے۔

یہ بھی غلط ہے کہ جو مواضع ہر ایک پتے دار کے محاذ میں دیئے گئے ہیں ان کے مالک کھٹانے ہیں۔ ان میں سے بعض ایسے مواضع ہیں کہ ان میں ایک بھی کھٹانہ نہیں ہے۔ اس ضلع میں گوجر اور جاٹ دونوں مواشی رکھتے ہیں۔ اگر مواشی نہ رکھیں تو صرف زمینداری پر ان کا گزارہ نہیں ہوسکتا۔ نہ صرف گوجر ہی بارانی کاشت کو ترجیح دیتے ہیں بلکہ جاٹ اور دوسری قومیں بھی کیونکہ نہر کی آب پاشی میں کئی طرح کی تکلیف ہے اور اب تو یہ بالکل ثابت ہو گیا ہے کہ نہر کی آب پاشی تکلیف دہ ہے جس سے حکام واقف ہیں۔

یہ بھی غلط ہے کہ دیگر گوجر کھٹانہ کے دوسرے بھائی کی اولاد سے ہیں بلکہ بالعموم علیحدہ علیحدہ خاندان سے ہیں اگرچہ اوپر جا کر مل جاتے ہیں۔

یہ بھی غلط ہے کہ کھٹانے راجہ کھٹانہ کی اولاد ہیں اس کی تشریح ہم نے کسی اور جگہ کی ہے۔

میں ایسا ہر قوم میں ہوتا ہے اس ضلع میں بہیت مجموعی گوجروں اور جاٹوں کی اخلاقی مالی، تمدنی ، زرعی ، تعلیمی حالت یکساں ہے اور جاٹوں اور گوجروں کو زیادہ تر چوہدری کے لقب سے پکارا جاتا ہے۔ اس خطاب میں سب یکساں ہیں اور مہر تو اس زمانہ میں بالکل نمبردار کے معنی میں استعمال ہوتا ہے جاٹ بھی مہر کہلاتے ہیں۔

یہ بھی غلط ہے کہ تمام پنجاب کے گوجر اپنا اصلی وطن گجرات پنجاب ظاہر کرتے ہیں ۔ اس تاریخ نے اکثر ضلعوں کے گوجروں کے ابتدائی وطن کی تشریح کر دی ہے۔

یہ بھی غلط ہے کہ چیچی کھٹانوں سے تعلق رکھتے ہیں بلکہ چیچی ایک الگ مشہور قدیم شاخ ہے۔ مؤرخین نے چیچی کو پھی (پھوہیہ) بھی لکھا ہے۔ چیچی قوم کی کسی زمانہ میں بہت وسیع سلطنت تھی جیسا کہ ہم نے کسی اور جگہ لکھا ہے ۔ چیچی قدیم حکمران ہیں اور اس علاقہ کے حاکم رہے ہیں جو بیروت کے محاذی سمندر کے اس طرف تھا کھٹانہ اور چوہان ان کے بعد حکمران ہوئے۔

یہ بھی غلط ہے کہ جو مواضع ہر ایک پتے دار کے محاذ میں دیئے گئے ہیں ان کے مالک کھٹانے ہیں۔ ان میں سے بعض ایسے مواضع ہیں کہ ان میں ایک بھی کھٹانہ نہیں ہے۔ اس ضلع میں گوجر اور جاٹ دونوں مواشی رکھتے ہیں۔ اگر مواشی نہ رکھیں تو صرف زمینداری پر ان کا گزارہ نہیں ہوسکتا۔ نہ صرف گوجر ہی بارانی کاشت کو ترجیح دیتے ہیں بلکہ جاٹ اور دوسری قومیں بھی کیونکہ نہر کی آب پاشی میں کئی طرح کی تکلیف ہے اور اب تو یہ بالکل ثابت ہوگیا ہے کہ نہر کی آب پاشی تکلیف دہ ہے جس سے حکام واقف ہیں۔

یہ بھی غلط ہے کہ دیگر گوجر کھٹانہ کے دوسرے بھائی کی اولاد سے ہیں بلکہ بالعموم علیحدہ علیحدہ خاندان سے ہیں اگر چہ اوپر جا کر مل جاتے ہیں۔

یہ بھی غلط ہے کہ کھٹانے راجہ کھٹانہ کی اولاد ہیں اس کی تشریح ہم نے کسی اور جگہ کی ہے۔

راجپوت اعلیٰ قوم رکھتا ہو، بلکہ راجپوت ادنیٰ قوم سے بھی ہیں ، یہ لفظ قوم پر منحصر نہیں ہے، حکومت پر مبنی ہے، مہاجرین کی جماعت جب کسی ملک میں آتی ہے تو چند پشتوں تک خون کا اثر بحال رہتا ہے۔ بعد میں رفتہ رفتہ متغیر ہونا شروع ہو جاتا ہے، میں نے گورکھا قوم کے لوگوں کو جو تین چار پشت سے سرحد میں مقیم ہیں دیکھا ہے۔ ان کی شکل و شباہت تبدیل ہوگئی ہے، ناک بلند اور چہرہ خوبصورت ہو گیا ہے ، پٹھانوں اور کشمیریوں کی جو چند پشت سے پنجاب میں رہتے ہیں، صورت وشکل میں بہت کچھ تبدیلی واقع ہوگئی ہے ، کاغان کے گوجر ایسے معلوم ہوتے ہیں جیسے پٹھان، جنوبی ہند کے گوجر بمصداق۔

ع ''ہر چہ در کان نمک رفت نمک شد''

رنگ اور روپ میں قدیم باشندوں کے مشابہ ہو گئے ہیں۔ یہ فطرت کے خلاف ہے کہ آب وہوا کا اثر نہ ہو۔ اجناس غلہ وخربوزہ، تربوز کو دیکھو کہ وہ دو سال تک اپنے اصلی وطن کا رنگ و ذائقہ دیتے ہیں۔ آخر میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ خوراک وغیرہ کا بھی بہت کچھ اثر ہوتا ہے۔ یہ امر صحیح ہے کہ جاٹ ، گوجر مقابلتہً دوسری قوموں کے بالعموم زیادہ تر خوبصورت اور طاقتور ہوتے ہیں۔ اس کا یہ بھی سبب ہے کہ وہ دودھ اور دہی کا زیادہ استعمال کرتے ہیں۔ یہ وہی دودھ ہے جس کی وجہ سے گوجر کو ادنیٰ سمجھا جاتا ہے۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ جن مہاجرین کا رنگ و شکل یہاں آکر تبدیل ہو گیا ہے ان کو قوم سے نکال نہیں دینا چاہیے، بے شک قیافہ بھی قرابت ویگانگت کی ایک دلیل ہوسکتی ہے مگر کلیۃ نہیں ہے۔ البتہ ابتداً، قیافہ ایک قومی دلیل ہوتی ہے، جیسا کہ اگنی کل کے نوجوانوں کی شکل و شباہت سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ سب ایک ہی قوم سے تعلق رکھتے ہیں۔

گوجر اور ہن تو ایک ہیں کتبوں میں دونوں کا یکجا ذکر آیا ہے۔ ہم بالوثوق کہہ سکتے ہیں کہ آریا ترک ہیں ہُن اور آریا ایک ہی نسل سے ہیں یہ زرد منگولین نہیں ہیں''۔

راجپوت اعلیٰ قوم رکھتا ہو، بلکہ راجپوت ادنیٰ قوم سے بھی ہیں، یہ لفظ قوم پر منحصر نہیں ہے، حکومت پر مبنی ہے، مہاجرین کی جماعت جب کسی ملک میں آتی ہے تو چند پشتوں تک خون کا اثر بحال رہتا ہے۔ بعد میں رفتہ رفتہ متغیر ہونا شروع ہو جاتا ہے، میں نے گورکھا قوم کے لوگوں کو جو تین چار پشت سے سرحد میں مقیم ہیں دیکھا ہے۔ ان کی شکل و شباہت تبدیل ہو گئی ہے، ناک بلند اور چہرہ خوبصورت ہو گیا ہے، پٹھانوں اور کشمیریوں کی جو چند پشت سے پنجاب میں رہتے ہیں، صورت وشکل میں بہت کچھ تبدیلی واقع ہو گئی ہے، کاغان کے گوجر ایسے معلوم ہوتے ہیں جیسے پٹھان، جنوبی ہند کے گوجر بمصداق۔

ع "ہر چہ در کان نمک رفت نمک شد"

رنگ اور روپ میں قدیم باشندوں کے مشابہ ہو گئے ہیں۔ یہ فطرت کے خلاف ہے کہ آب و ہوا کا اثر نہ ہو۔ اجناس غلہ وخربوزہ، تربوز کو دیکھو کہ وہ دو سال تک اپنے اصلی وطن کا رنگ و ذائقہ دیتے ہیں۔ آخر میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ خوراک وغیرہ کا بھی بہت کچھ اثر ہوتا ہے۔ یہ امر صحیح ہے کہ جاٹ، گوجر مقابلۃً دوسری قوموں کے بالعموم زیادہ تر خوبصورت اور طاقتور ہوتے ہیں۔ اس کا یہ بھی سبب ہے کہ وہ دودھ اور دہی کا زیادہ استعمال کرتے ہیں۔ یہ وہی دودھ ہے جس کی وجہ سے گوجر کو ادنیٰ سمجھا جاتا ہے۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ جن مہاجرین کا رنگ و شکل یہاں آ کر تبدیل ہو گیا ہے ان کو قوم سے نکال نہیں دینا چاہیے، بے شک قیافہ بھی قرابت و یگانگت کی ایک دلیل ہو سکتی ہے مگر کلیۃً نہیں ہے۔ البتہ ابتداً، قیافہ ایک قومی دلیل ہوتی ہے، جیسا کہ اگنی کل کے نوجوانوں کی شکل و شباہت سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ سب ایک ہی قوم سے تعلق رکھتے ہیں۔

گوجر اور ہن تو ایک ہیں کتبوں میں دونوں کا یکجا ذکر آیا ہے۔ ہم بالوثوق کہہ سکتے ہیں کہ آریا ترک ہیں ہُن اور آریا ایک ہی نسل سے ہیں یہ زرد منگولین نہیں ہیں"۔

ہیں۔ یہ پرگنے تپتوں میں اور تپتے توپوں میں تقسیم تھے ہر ایک توپ یعنی علاقہ ایک چوہدری کے ماتحت تھا۔

مظفر گڑھ کے موجودہ ضلع میں دریائے سندھ پر بھی ایک گجرات ہے، یہ ڈیرہ اسمٰعیل خان کے متوازی ایک وادی میں واقع ہے۔

مؤلف: تک دیس مختصر سلطنت نہ تھی بلکہ اس کی وسعت جنوب میں دور تک تھی، ضلع جالندھر، ہوشیار پور، سیالکوٹ، گوجرانوالہ، کانگرا اور لاہور وغیرہ اس میں شامل تھے۔ یہ وسیع سلطنت تانک گوجر بادشاہوں کی تھی، اس کو عربی مورخین نے طانق لکھا ہے، اس وقت ہم اس کے حدود یقینی طور پر قائم نہیں کر سکتے۔ مگر تکشلا کا نام ہمارے پاس یقینی شہادت ہے کہ یہ بھی تک قوم کا آباد کردہ ہے، اس خیال سے راولپنڈی اور جہلم کا تمام علاقہ اس سلطنت کا جزو تھا، تک تانک، تکش، تاس ایک ہی لفظ ہیں۔ ضلع مظفر گڑھ میں کوئی گجرات نہیں ہے، وہ گزرات زا سے ہے، اس کے معنی وہ جگہ ہے، جہاں دریا کے عبور کے لئے کشتیاں کھڑی رکھتے ہیں، چونکہ اس جگہ تین مختلف گزرگاہ تھے۔ لہٰذا اس کو گزرات کہتے تھے ورنہ گجرات یہاں نہ کوئی قصبہ ہے، نہ گاؤں یہ سب غلط ہے جس کو اکثر مورخین نے لکھا ہے کہ ضلع مظفر گڑھ میں بھی گجرات ہے۔

سرالگز نڈر کی تشریحات

سوات میں گوجروں کی ایک ہی زبان ہندی ہے جو مروجہ پشتو اور پنجابی سے بالکل مختلف ہے۔ یہاں وہ بالکل چرواہوں کی زندگی بسر کرتے ہیں اور قریباً خانہ بدوش ہیں، گرمیوں میں وہ اوپر چلے جاتے ہیں اور سردیوں میں اپنے ریوڑ لے کر نیچے آجاتے ہیں اور یہ کہا جا سکتا ہے کہ گوجر صرف میدانوں میں کاشتکار ہیں اور وہاں بھی وہ زیادہ تر مواشی پالتے ہیں اور اچھے کاشتکار نہیں۔

مؤلف: ''سرالگز نڈر کو شاید یہ معلوم نہیں ہے کہ سوات کے پہاڑوں میں کاشت

ہیں۔ یہ پرگنے تپتوں میں اور تپتے توپوں میں تقسیم تھے ہر ایک توپ یعنی علاقہ ایک چوہدری کے ماتحت تھا۔

مظفر گڑھ کے موجودہ ضلع میں دریائے سندھ پر بھی ایک گجرات ہے، یہ ڈیرہ اسمٰعیل خان کے متوازی ایک وادی میں واقع ہے۔

مؤلف: تک دیس مختصر سلطنت نہ تھی بلکہ اس کی وسعت جنوب میں دور تک تھی، ضلع جالندھر، ہوشیار پور، سیالکوٹ، گوجرانوالہ، کانگرا اور لاہور وغیرہ اس میں شامل تھے۔ یہ وسیع سلطنت تانک گوجر بادشاہوں کی تھی، اس کو عربی مورخین نے طانق لکھا ہے، اس وقت ہم اس کے حدود یقینی طور پر قائم نہیں کر سکتے۔ مگر تکشلا کا نام ہمارے پاس یقینی شہادت ہے کہ یہ بھی تک قوم کا آباد کردہ ہے، اس خیال سے راولپنڈی اور جہلم کا تمام علاقہ اس سلطنت کا جزو تھا، تک تانک، تکش، تاس ایک ہی لفظ ہیں۔ ضلع مظفر گڑھ میں کوئی گجرات نہیں ہے، وہ گزرات زا سے ہے، اس کے معنی وہ جگہ ہے، جہاں دریا کے عبور کے لئے کشتیاں کھڑی رکھتے ہیں، چونکہ اس جگہ تین مختلف گزرگاہ تھے۔ لہٰذا اس کو گزرات کہتے تھے ورنہ گجرات یہاں نہ کوئی قصبہ ہے، نہ گاؤں یہ سب غلط ہے جس کو اکثر مورخین نے لکھا ہے کہ ضلع مظفر گڑھ میں بھی گجرات ہے۔

سرالگزنڈر کی تشریحات

سوات میں گوجروں کی ایک ہی زبان ہندی ہے جو مروجہ پشتو اور پنجابی سے بالکل مختلف ہے۔ یہاں وہ بالکل چرواہوں کی زندگی بسر کرتے ہیں اور قریباً خانہ بدوش ہیں، گرمیوں میں وہ اوپر چلے جاتے ہیں اور سردیوں میں اپنے ریوڑ لے کر نیچے آجاتے ہیں اور یہ کہا جا سکتا ہے کہ گوجر صرف میدانوں میں کاشتکار ہیں اور وہاں بھی وہ زیادہ تر مواشی پالتے ہیں اور اچھے کاشتکار نہیں۔

مؤلف: ''سرالگزنڈر کو شاید یہ معلوم نہیں ہے کہ سوات کے پہاڑوں میں کاشت

کے جوتوں کی شکل پنجاب کے شمالی اضلاع میں بھی پہلے ایسی ہی تھی"۔

یہ صاف ظاہر ہے کہ گجرات کو گوجروں سے وہی نسبت ہے، جو بھٹینر اور پھٹیانہ کو بھٹیوں سے ہے گوجر ایک طاقتور، خوش وضع جوان ہوتا ہے، جو جاٹ سے بہت ملتا جلتا ہے، اس کی جسمانی بناوٹ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ خویشاوندی اور برداری کے لحاظ سے جاٹ کی مانند ہے اور عام طور پر ایک دوسرے کے ساتھ ہی کھاتے پیتے ہیں، ایک مثل ہے کہ جاٹ، گوجر، اہیر، گولا، چاروں ایک ہی ہیں، گوجر کسی حد تک سست ہے اور اچھا کاشتکار نہیں ہے۔

مؤلف: "جاٹوں نے عرصہ دراز سے کاشتکاری شروع کی اور گوجر بعد میں متمدن ہوئے اب زرعی حیثیت میں دونوں برابر ہیں"۔

ان کی عورتیں کھیتوں کا معمولی کام کرتی ہیں، مواشی کا شوق ان کو بہت زیادہ ہے، مسٹر میکنزی کہتا ہے کہ گوجروں میں اگرچہ پہاڑ کے باشندوں کے دو وصف ہیں۔ اول یہ کہ وہ اپنے وطن (پہاڑ) میں رہنے کے آرزومند ہیں۔ دوم وہ لوگوں کے مواشی پر متصرف ہونے کے خواہشمند رہتے ہیں لیکن یہ دوسری پہاڑی قوموں کی طرح پر جوش جنگجو اور آزادی کے خواہشمند نہیں ہیں، جس سے وہ دوسری قوموں میں ممتاز ہوں بلکہ اس کے برخلاف وہ بزدل چڑچڑے ہوتے ہیں۔

مؤلف: بعض انگریز لکھتے ہیں کہ گوجر بہادر ہیں جو بادشاہوں کا مقابلہ اور آزادی پر جان قربان کرتے ہیں مگر یہاں اس کی نسبت مخالف رائے ظاہر کی گئی ہے۔

ع از ماپرس حال درونم کی گیستم

وہ تہذیب کے ساتھ ترقی نہیں کرتا مگر عام طور پر وہ لوگ جنہوں نے دیانت داری کے فوائد کو سمجھ کر اپنی نسلی روایات کو بھلا دیا ہے۔ مستثنیٰ ہیں جمنا کے اضلاع کا گوجر اسی قسم کا ہے لیکن مغرب میں اس کے اخلاق واوصاف پسندیدہ ہیں۔

میجر ولسن ان کی نسبت یہ رائے پیش کرتا ہے، سادے، صابر، قانع، اور

کے جوتوں کی شکل پنجاب کے شمالی اضلاع میں بھی پہلے ایسی ہی تھی"۔

یہ صاف ظاہر ہے کہ گجرات کو گوجروں سے وہی نسبت ہے، جو بھٹنیر اور پھٹیانہ کو بھٹیوں سے ہے گوجر ایک طاقتور، خوش وضع جوان ہوتا ہے، جو جاٹ سے بہت ملتا جلتا ہے، اس کی جسمانی بناوٹ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ خویشاوندی اور برداری کے لحاظ سے جاٹ کی مانند ہے اور عام طور پر ایک دوسرے کے ساتھ ہی کھاتے پیتے ہیں، ایک مثل ہے کہ جاٹ، گوجر، اہیر، گولا، چاروں ایک ہی ہیں، گوجر کسی حد تک سست ہے اور اچھا کاشتکار نہیں ہے۔

مؤلف: "جاٹوں نے عرصہ دراز سے کاشتکاری شروع کی اور گوجر بعد میں متمدن ہوئے اب زرعی حیثیت میں دونوں برابر ہیں"۔

ان کی عورتیں کھیتوں کا معمولی کام کرتی ہیں، مواشی کا شوق ان کو بہت زیادہ ہے، مسٹر میکنزی کہتا ہے کہ گوجروں میں اگرچہ پہاڑ کے باشندوں کے دو وصف ہیں۔ اول یہ کہ وہ اپنے وطن (پہاڑ) میں رہنے کے آرزومند ہیں۔ دوم وہ لوگوں کے مواشی پر متصرف ہونے کے خواہشمند رہتے ہیں لیکن یہ دوسری پہاڑی قوموں کی طرح پر جوش جنگجو اور آزادی کے خواہشمند نہیں ہیں، جس سے وہ دوسری قوموں میں ممتاز ہوں بلکہ اس کے برخلاف وہ بزدل چڑچڑے ہوتے ہیں۔

مؤلف: بعض انگریز لکھتے ہیں کہ گوجر بہادر ہیں جو بادشاہوں کا مقابلہ اور آزادی پر جان قربان کرتے ہیں مگر یہاں اس کی نسبت مخالف رائے ظاہر کی گئی ہے۔

ع   از ما مپرس حال درونم کی گیستم

وہ تہذیب کے ساتھ ترقی نہیں کرتا مگر عام طور پر وہ لوگ جنہوں نے دیانت داری کے فوائد کو سمجھ کر اپنی نسلی روایات کو بھلا دیا ہے۔ مستثنیٰ ہیں جمنا کے اضلاع کا گوجر اسی قسم کا ہے لیکن مغرب میں اس کے اخلاق و اوصاف پسندیدہ ہیں۔

فیجر ولسن ان کی نسبت یہ رائے پیش کرتا ہے، سادے، صابر، قانع، اور

گوجروں کی نسبت مینجر اے-اچ بنگلے کی رائے

مؤلف: ''مینجر بنگلے سپاہیانہ نقطۂ نگاہ سے اولاً گوجروں کی مختصر تاریخ و حالات لکھتا ہے۔ اس کے بعد ان کے اخلاق و عادات اور سپاہیانہ قابلیت کا ذکر کرتا ہے'' کہ

جس زمانہ میں بدھ مذہب کا عروج و زوال ہوا یعنی 242 قبل مسیح سے 500ء سال مسیح تک ہندوستان لگا تار بیرونی حملوں کا دنگل بنا رہا۔ باختر کے یونانیوں کو سیتھین قوم کی جماعتوں نے نکال دیا، سیتھین قوم کی آمد ہندوستان میں اس طرح ہوئی کہ اس کے شمشیر کش بہادر آہستہ آہستہ جگوں کے کناروں سے چل کر جنوبی افغانستان میں وارد ہوئے جو ان کے مقابلہ میں آیا اس کو دھکیلتے ہوئے درہ بولان اور کوہ سلیمان سے گزر گئے پہلی صدی کے شروع میں تو پنجاب پر قدم جمائے اور پھر بڑھتے بڑھتے اوڑیسہ تک پہنچ گئے، سیتھین قوم کی مشہور ایک شاخ قوم یوچی ہے جس کی نسل موجودہ زمانہ کے گوجر اور جاٹ ہیں، یہ قوم کابل، کشمیر اور شمالی پنجاب پر مسلط ہو گئی، جہاں اب ان کے شہر گوجرانوالہ، گجرات پائے جاتے ہیں، تیسری صدی کے اخیر تک یوچی قوم کے جان باز بہادروں نے جنوب کی طرف بڑھنا شروع کیا اور تھوڑے ہی عرصہ کے بعد اپنے شمالی بھائیوں سے جاٹوں کی مزاحمت کی وجہ سے جدا ہو گئے، گوجر دریائے سندھ کی وادی میں کچھ عرصہ تک رہے۔ پھر سوراشٹر یعنی گجرات کاٹھیاوار میں جا نکلے اور وہاں کے اصل باشندوں (اہیروں) کو اپنا مطیع و منقاد کر لیا اور ان کے ساتھ تعلقات رشتہ داری بھی قائم کیئے۔ اس طرح قوم سیتھین کے تیغ زن بہادروں نے سندھ کے کناروں سے لے کر ساحل سمندر تک اپنے قدم جما لئے اور ہر طرف پنکھے کی صورت میں شمالاً کوہستان نمک سے لے کر جنوب میں اراولی پربت اور چندیل تک اور مشرق

گوجروں کی نسبت مینجر اے-اتچ بنگلے کی رائے

مؤلف: ''مینجر بنگلے سپاہیانہ نقطۂ نگاہ سے اولاً گوجروں کی مختصر تاریخ و حالات لکھتا ہے۔ اس کے بعد ان کے اخلاق و عادات اور سپاہیانہ قابلیت کا ذکر کرتا ہے'' کہ

جس زمانہ میں بدھ مذہب کا عروج وزوال ہوا یعنی 242 قبل مسیح سے 500ء سال مسیح تک ہندوستان لگا تار بیرونی حملوں کا دنگل بنا رہا۔ باختر کے یونانیوں کو سیتھین قوم کی جماعتوں نے نکال دیا، سیتھین قوم کی آمد ہندوستان میں اس طرح ہوئی کہ اس کے شمشیر کش بہادر آہستہ آہستہ جیحوں کے کناروں سے چل کر جنوبی افغانستان میں وارد ہوئے جو ان کے مقابلہ میں آیا اس کو دھکیلتے ہوئے درہ بولان اور کوہ سلیمان سے گزر گئے پہلی صدی کے شروع میں تو پنجاب پر قدم جمائے اور پھر بڑھتے بڑھتے اوڑیسہ تک پہنچ گئے، سیتھین قوم کی مشہور ایک شاخ قوم یوچی ہے جس کی نسل موجودہ زمانہ کے گوجر اور جاٹ ہیں، یہ قوم کابل، کشمیر اور شمالی پنجاب پر مسلط ہو گئی، جہاں اب ان کے شہر گوجرانوالہ، گجرات پائے جاتے ہیں، تیسری صدی کے اخیر تک یوچی قوم کے جان باز بہادروں نے جنوب کی طرف بڑھنا شروع کیا اور تھوڑے ہی عرصہ کے بعد اپنے شمالی بھائیوں سے جاٹوں کی مزاحمت کی وجہ سے جدا ہو گئے، گوجر دریائے سندھ کی وادی میں کچھ عرصہ تک رہے۔ پھر سوراشٹر یعنی گجرات کاٹھیاوار میں جا نکلے اور وہاں کے اصل باشندوں (اہیروں) کو اپنا مطیع و منقاد کر لیا اور ان کے ساتھ تعلقات رشتہ داری بھی قائم کئے۔ اس طرح قوم سیتھین کے تیغ زن بہادروں نے سندھ کے کناروں سے لے کر ساحل سمندر تک اپنے قدم جما لئے اور ہر طرف پنکھے کی صورت میں شمالاً کوہستان نمک سے لے کر جنوب میں ارولی پربت اور چندیل تک اور مشرق

گوجر جاٹ راجپوت بعض صورتوں میں ایک ہی نسل کی شاخیں ہیں یا باہمی سیاسی وتمدنی تعلقات رکھتے ہیں تو پھر ایک اصطلاحی امر سے ان کا خاندان الگ نہیں سمجھا جا سکتا۔ اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ راجپوت، جاٹ اور گوجروں کے مابین اگر کلیۃً نہیں تو بعض بعض صورتوں میں رشتہ ازدواج عمل میں آیا ہے یہ کلیۃ قائم کرنا بہت مشکل ہے کہ ایسی صورت میں نسب کس کی طرف ہونی چاہیے یعنی ماں کی طرف یا باپ کی طرف جب کہ دونوں نسباً (خواہ ان میں کتنی ہی دور کی پشتیں حائل ہوں) ایک شخص پر مل جاتے ہیں یا ان کو دیگر اغراض مجتمع کرتی ہیں، مورخین ہندو یورپ، راجپوت اور جاٹ اور گوجروں کی ان ہی روایات کے تتبع سے مختلف طور پر اپنی اپنی رائے پیش کرتے ہیں۔ کوئی مورخ، چوہان، راجپوت اور چوہان گوجر میں فرق بیان کرتا ہے کہ چوہان راجپوت بیوہ کی شادی نہیں کرتے اور چوہان گوجر بیوہ کی شادی کرتے ہیں ہم اس کا فیصلہ ناظرین پر چھوڑتے ہیں کہ یہ روایت کہاں تک معقول ہے ہمارے خیال میں عارضی امور کسی خاندان کو نہ پست کرتے ہیں نہ بلند اس قسم کے امتیازی قصے محض فضول ہیں۔

میجر مینگلے نے اپنی تاریخ میں ایک دوسرا قیاس مرتب کیا ہے وہ لکھتا ہے کہ اس میں کچھ شک نہیں ہے کہ بعض جاٹ اور گوجر قوموں کے گوت اس امر پر صریحاً دلالت کرتے ہیں کہ وہ راجپوت نسل سے ہیں جیسے دھمال، باگڑی، بنوار، ویلیا، چوہان، تنور وغیرہ وغیرہ جس سے وہ یہ نتیجہ نکالتا ہے کہ ان قوموں کی اصطلاحی امتیاز وتفریق اس وجہ سے ہے کہ ان کے دماغ نے اپنا شجرۂ نسب جوان کے لئے باعثِ افتخار تھا۔ فراموش کر دیا ان کو یاد رکھنا چاہیے کہ یہ سب سیتھین قوم کے قبائل ہیں جو شمال مغربی دروں سے بڑی شان وشوکت سے وارد ہندوستان ہوئے حقیقتاً یہ سب ایک ہی نسل ہیں اور اسی اصطلاحی فرق سے وہ جدا جدا خاندان ہو گئے۔ میجر مینگلے اہیروں کو گوجر اور جاٹ میں ایک عارضی فرق ظاہر کرتا ہے کہ اہیروں کا اصلی وطن کاٹھیاوار ہے اور گوجروں اور کاٹھی راجپوتوں کی نسبت لکھتا ہے

گوجر جاٹ راجپوت بعض صورتوں میں ایک ہی نسل کی شاخیں ہیں یا باہمی سیاسی وتمدنی تعلقات رکھتے ہیں تو پھر ایک اصطلاحی امر سے ان کا خاندان الگ نہیں سمجھا جا سکتا۔ اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ راجپوت، جاٹ اور گوجروں کے مابین اگر کلیۃً نہیں تو بعض بعض صورتوں میں رشتہ ازدواج عمل میں آیا ہے یہ کلیۃ قائم کرنا بہت مشکل ہے کہ ایسی صورت میں نسب کس کی طرف ہونی چاہیے یعنی ماں کی طرف یا باپ کی طرف جب کہ دونوں نسباً (خواہ ان میں کتنی ہی دور کی پشتیں حائل ہوں) ایک شخص پر مل جاتے ہیں یا ان کو دیگر اغراض مجتمع کرتی ہیں، مورخین ہندو یورپ، راجپوت اور جاٹ اور گوجروں کی ان ہی روایات کے تتبع سے مختلف طور پر اپنی اپنی رائے پیش کرتے ہیں۔ کوئی مورخ، چوہان، راجپوت اور چوہان گوجر میں فرق بیان کرتا ہے کہ چوہان راجپوت بیوہ کی شادی نہیں کرتے اور چوہان گوجر بیوہ کی شادی کرتے ہیں ہم اس کا فیصلہ ناظرین پر چھوڑتے ہیں کہ یہ روایت کہاں تک معقول ہے ہمارے خیال میں عارضی امور کسی خاندان کو نہ پست کرتے ہیں نہ بلند اس قسم کے امتیازی قصے محض فضول ہیں۔

میجر مینگلے نے اپنی تاریخ میں ایک دوسرا قیاس مرتب کیا ہے وہ لکھتا ہے کہ اس میں کچھ شک نہیں ہے کہ بعض جاٹ اور گوجر قوموں کے گوت اس امر پر صریحاً دلالت کرتے ہیں کہ وہ راجپوت نسل سے ہیں جیسے دھمال، باگڑی، بنوار، ویلیا، چوہان، تنور وغیرہ وغیرہ جس سے وہ یہ نتیجہ نکالتا ہے کہ ان قوموں کی اصطلاحی امتیاز وتفریق اس وجہ سے ہے کہ ان کے دماغ نے اپنا شجرۂ نسب جو ان کے لئے باعثِ افتخار تھا۔ فراموش کر دیا ان کو یاد رکھنا چاہیے کہ یہ سب سیتھین قوم کے قبائل ہیں جو شمال مغربی دروں سے بڑی شان وشوکت سے وارد ہندوستان ہوئے حقیقتاً یہ سب ایک ہی نسل ہیں اور اسی اصطلاحی فرق سے وہ جدا جدا خاندان ہو گئے۔ میجر مینگلے اہیروں کو گوجر اور جاٹ میں ایک عارضی فرق ظاہر کرتا ہے کہ اہیروں کا اصلی وطن کاٹھیاوار ہے اور گوجروں اور کاٹھی راجپوتوں کی نسبت لکھتا ہے

خلاصہ

تاریخ اقوام پنجاب مصنفہ سرڈینزل ابٹسن

ازصفحہ 182 تا 188 گوجر قوم نمبر 8

پنجاب کے اعلیٰ اقوام سے گوجر آٹھویں درجے پر ہیں۔ حکمران اقوام سے جاٹ راجپوت اور پٹھان اور باقی اقوام سے ارائیں، برہمن، چمار، تعداد میں ان سے زیادہ ہیں ۔ جنرل کننگھم کی رائے ہے کہ وہ مشرقی تاتار کے کوش (کشاں) یوچی یا ٹوچاری لوگ تھے۔ جن کے سردار نے اول صدی قبل مسیح میں کابل اور علاقہ پشاور فتح کیا اور اس کے لڑکے کڈفائسس نے جو پنجاب کے طبقہ نستاب (لوگوں کا شجرۂ نسب رکھنے والے مثلاً مراسی یا بھاٹ) میں مشہور ومعروف ہے۔ دریائے چناب سے دریائے جمنا کے کنارے متھرا تک اپنی حکومت کا سکہ جمایا۔ وندھیاس اور اس کے جانشین کنشک نے جو بدھ مذہب کا پہلا ستھین راجہ ہے کشمیر کو سلطنت ٹوچاری سے ملحق کیا۔ یہ ٹوچاری یا کشان وہی کیس پیراہین جن کے اسوپو پارہ یا ملتان مشہور قصبات ہیں۔

غالباً تیسری صدی کے شروع میں سفید ہُن کے حملہ کی وجہ سے متحدہ یوچی قبیلہ کے آخری بادشاہ کو مغرب کی طرف واپس آنا پڑا۔ جہاں وہ اپنے لڑکے کو خود مختار صوبے کا حاکم بنا کر چھوڑ گیا اس زمانہ سے لے کر آج تک کابل کے یوچی بزرگ کے نام سے مشہور ہیں۔ تیسری صدی کے اخیر میں گوجروں کا ایک حصہ سندھ سے نیچے جنوب مغرب کی طرف بڑھنے لگا۔ مگر بہت جلد شمالی حملہ آور [illegible] نے اس کو اپنے شمالی بھائیوں سے جدا کر دیا۔ پانچویں صدی کے [illegible] جنوب مغربی راجپوتانہ میں گوجروں کی ایک سلطنت تھی وہاں سے بالا

خلاصہ

تاریخ اقوام پنجاب مصنفہ سر ڈینزل ابٹسن

از صفحہ 182 تا 188 گوجر قوم نمبر 8

پنجاب کے اعلیٰ اقوام سے گوجر آٹھویں درجے پر ہیں۔ حکمران اقوام سے جاٹ راجپوت اور پٹھان اور باقی اقوام سے ارائیں، برہمن، چمار، تعداد میں ان سے زیادہ ہیں۔ جنرل کننگھم کی رائے ہے کہ وہ مشرقی تاتار کے کوش (کشاں) یوچی یا ٹوچاری لوگ تھے۔ جن کے سردار نے اول صدی قبل مسیح میں کابل اور علاقہ پشاور فتح کیا اور اس کے لڑکے کڈفائسس نے جو پنجاب کے طبقہ نستاب (لوگوں کا شجرۂ نسب رکھنے والے مثلاً مراسی یا بھاٹ) میں مشہور و معروف ہے۔ دریائے چناب سے دریائے جمنا کے کنارے متھرا تک اپنی حکومت کا سکہ جمایا۔ وندھیاس اور اس کے جانشین کنشک نے جو بدھ مذہب کا پہلا ستھین راجہ ہے کشمیر کو سلطنت ٹوچاری سے ملحق کیا۔ یہ ٹوچاری یا کشان وہی کیس پیراہین جن کے اسوپو پارہ یا ملتان مشہور قصبات ہیں۔

غالباً تیسری صدی کے شروع میں سفید ہُن کے حملہ کی وجہ سے متحدہ یوچی قبیلہ کے آخری بادشاہ کو مغرب کی طرف واپس آنا پڑا۔ جہاں وہ اپنے لڑکے کو خود مختار صوبے کا حاکم بنا کر چھوڑ گیا اس زمانہ سے لے کر آج تک کابل کے یوچی بزرگ کے نام سے مشہور ہیں۔ تیسری صدی کے اخیر میں گوجروں کا ایک حصہ سندھ سے نیچے جنوب مغرب کی طرف بڑھنے لگا۔ مگر بہت جلد شمالی حملہ آوروں اندو ستھینز نے اس کو اپنے شمالی بھائیوں سے جدا کر دیا۔ پانچویں صدی کے وسط تک جنوب مغربی راجپوتانہ میں گوجروں کی ایک سلطنت تھی وہاں سے بالا

حالانکہ ان کے ضلع کرنال کے بھائی بند جنہوں نے قوم کی رسوم کو نہیں توڑا اول درجہ کے راجپوت کہلائے۔ چوہان اور راجپوتوں کا امتیاز ایسی ہی مثالوں پر مبنی ہے جو کلی طور پر دیکھنے میں آتی ہیں جس سے لوگوں نے قدیم ذات کو بدل کر نیا نام اختیار کیا مثلاً چوہان گوجر کہتے ہیں کہ ان کا مورث اعلیٰ چوہان راجپوت تھا۔ جس نے ایک گوجر عورت کے ساتھ شادی کی تھی اور اس کی اولاد نے گوجر نام اختیار کر لیا۔ ذات کی رسم و عادت بدلنے کی وجہ سے راجپوتوں سے نیچے درجہ میں چلے گئے۔ یقیناً یہ ایسا مشاہدہ[1] ہے۔ جو ہماری آنکھوں کے سامنے ہے ہم نے پہلے ہی اس امر کو ظاہر کیا ہے کہ ایک خاندان جہاں اس کی تعداد زیادہ ہے، راجپوت کہلاتا ہے اور وہی خاندان جہاں اس کی ہستی کم ہے جاٹ کہلاتا ہے لیکن یہ علیحدہ قوم کا نام ان دونوں کے ساتھ لگا رہتا ہے۔

❁❁❁

---

[1] مؤلف: بالکل نہیں مشاہدہ اس کے برخلاف ہے۔ ہم نے کسی اور جگہ مفصل لکھا ہے کہ عروج و زوال سے ذات تبدیل نہیں ہوتی اور نہ عارضی امور سے ذات میں فرق آتا ہے نہ کسی قوم کی کثرت کی وجہ سے ذات بدل سکتی ہے جو لوگ بڑے عہدوں پر فائز ہوتے ہیں یا بادشاہ بن جاتے ہیں ان کو لوگ اسی ذات سے پکارتے ہیں جو ذات کہ فی الحقیقت ان کی ہے کمینہ ذات کے لوگ جو راجے ہوئے ان کو اب تک لوگ کمینہ کہتے ہیں، یہ کیسی نامعقول بات ہے کہ بیوہ کی شادی کرنے اور ہل چلانے سے کوئی قوم اپنی قومیت سے گر جاتی ہے، جاٹوں اور مغلوں کے علاقہ میں اگر گوجروں کا ایک گھر ہے۔ تو وہ بھی گوجر کہلائے گا۔ ہاں اس میں شک نہیں کہ جب سے راجپوت کا لفظ ایجاد ہوا ہے اس کی طرف لوگ دوڑنے لگے ہیں۔ کیونکہ اس لفظ میں لوگ اپنی عظمت کا اظہار سمجھتے ہیں، مورخ کے لئے یہ ایک سوال ہے کہ وہ لوگوں کی ذاتوں کو ان کے مدارج دنیاوی پر مبنی کرے یا نسب پر چوہان چوہان ہے۔ خواہ وہ بیوہ کی شادی کرے یا ہل چلائے یا مزدوری کرے ہر ایک دانشمند کا فرض ہے کہ ایسی روایتوں کو رد کر دیا کرے۔ (**فافهم فتدبر**)

حالانکہ ان کے ضلع کرنال کے بھائی بند جنہوں نے قوم کی رسوم کو نہیں توڑا اول درجہ کے راجپوت کہلائے۔ چوہان اور راجپوتوں کا امتیاز ایسی ہی مثالوں پر مبنی ہے جو کلی طور پر دیکھنے میں آتی ہیں جس سے لوگوں نے قدیم ذات کو بدل کر نیا نام اختیار کیا مثلاً چوہان گوجر کہتے ہیں کہ ان کا مورث اعلیٰ چوہان راجپوت تھا۔ جس نے ایک گوجر عورت کے ساتھ شادی کی تھی اور اس کی اولاد نے گوجر نام اختیار کر لیا۔ ذات کی رسم و عادت بدلنے کی وجہ سے راجپوتوں سے نیچے درجہ میں چلے گئے۔ یقیناً یہ ایسا مشاہدہ[1] ہے۔ جو ہماری آنکھوں کے سامنے ہے ہم نے پہلے ہی اس امر کو ظاہر کیا ہے کہ ایک خاندان جہاں اس کی تعداد زیادہ ہے، راجپوت کہلاتا ہے اور وہی خاندان جہاں اس کی ہستی کم ہے جاٹ کہلاتا ہے لیکن یہ علیحدہ قوم کا نام ان دونوں کے ساتھ لگا رہتا ہے۔

❁❁❁

---

[1] مؤلف: بالکل نہیں مشاہدہ اس کے برخلاف ہے۔ ہم نے کسی اور جگہ مفصل لکھا ہے کہ عروج و زوال سے ذات تبدیل نہیں ہوتی اور نہ عارضی امور سے ذات میں فرق آتا ہے نہ کسی قوم کی کثرت کی وجہ سے ذات بدل سکتی ہے جو لوگ بڑے عہدوں پر فائز ہوتے ہیں یا بادشاہ بن جاتے ہیں ان کو لوگ اسی ذات سے پکارتے ہیں جو ذات کہ فی الحقیقت ان کی ہے کمینہ ذات کے لوگ جو راجے ہوئے ان کو اب تک لوگ کمینہ کہتے ہیں، یہ کیسی نامعقول بات ہے کہ بیوہ کی شادی کرنے اور ہل چلانے سے کوئی قوم اپنی قومیت سے گر جاتی ہے، جاٹوں اور مغلوں کے علاقہ میں اگر گوجروں کا ایک گھر ہے۔ تو وہ بھی گوجر کہلائے گا۔ ہاں اس میں شک نہیں کہ جب سے راجپوت کا لفظ ایجاد ہوا ہے اس کی طرف لوگ دوڑنے لگے ہیں۔ کیونکہ اس لفظ میں لوگ اپنی عظمت کا اظہار سمجھتے ہیں، مورخ کے لئے یہ ایک سوال ہے کہ وہ لوگوں کی ذاتوں کو ان کے مدارج دنیاوی پر مبنی کرے یا نسب پر چوہان چوہان ہے۔ خواہ وہ بیوہ کی شادی کرے یا ہل چلائے یا مزدوری کرے ہر ایک دانشمند کا فرض ہے کہ ایسی روایتوں کو رد کر دیا کرے۔ (فافهم فتدبر)

مسکن ہے جہاں وہ دسویں صدی میں آئے تھے ضلع گوجرانوالہ اور چار گجرات ان کے نام سے موسوم ہیں۔ آٹھویں صدی تک سہارنپور کا کچھ حصہ گجرات کہلاتا تھا اور اب بھی گوالیار کے شمال میں ایک علاقہ گجرات ہے۔ گوجر اضلاع پنجاب اور سہارنپور اور مظفرنگر وغیرہ کے راجپوتوں سے ملتے جلتے ہیں اور بلندشہر کے بڈ گوجر راجپوت نسل سے بتائے جاتے ہیں۔ اہیروں کے ماسوا گوجر شمال مغربی ہندوستان کی سب سے برگزیدہ قوم ہے۔ پنجاب کے گورجر دیس کے علاوہ دو اور گوجروں کی سلطنتیں چھٹی صدی میں تھیں یعنی سینمال کی سلطنت عظمیٰ اور بڑوچ کی سلطنت صغریٰ جو تھوڑے ہی عرصہ تک رہی بھینمال کی گرجر سلطنت چھٹی صدی کے نصف میں قائم ہوئی۔ 628ء میں ہندوستان کے ماہر علم نجوم برہما گپتا نے اپنی کتاب سدھانتا بھینمال کے گوجر بادشاہ کے دربار میں لکھی بھینمال اور بھڑوچ کے گرجارے جلدی ہندو ہو گئے وہ پہلے پہل ہُن کی طرح سورج کی پوجا کرتے تھے اور سورج نامی مندر کے کھنڈر سری مال کی گذشتہ عظمت کا بین ثبوت ہیں لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ بھینمال کا بادشاہ بدھ مذہب کا پیرو تھا اور ہوں سانگ کے زمانہ سیاحت تک چھتری کہلاتا تھا۔ بھروچ کے بادشاہ نے بھی اس سردار کی تقلید کی۔

مؤلف: بعض مورخین نے اس متن پر حسب ذیل حاشیہ آرائی کی ہے۔

اولاً گورجاروں نے سب سے پہلے پنجاب کے عین شمال میں بستیاں قائم کیں۔ ان کی شکل و شباہت و روایات اور مروجہ اصول تقسیم جائیداد اس امر کا ثبوت ہیں کہ جنوب کے گورجارے راجپوتانہ سے آئے۔

ثانیاً گورجارے چھٹی صدی کے وسط میں ایک طاقتور قوم کی حیثیت سے نمودار ہوئے تھے اور وہ ایک وسیع علاقہ میں قدم جمائے ہوئے تھے اور انہوں نے بڑی بڑی ریاستوں کی بنیاد ڈالی، یونانی مورخین اور مہا بھارت اور دیگر مصنفین ہم کو شمال مغربی پنجاب کے قبیلوں کی پوری اطلاع پہنچاتے ہیں۔ ہاں گورجر جیسی

مسکن ہے جہاں وہ دسویں صدی میں آئے تھے ضلع گوجرانوالہ اور چار گجرات ان کے نام سے موسوم ہیں۔ آٹھویں صدی تک سہارنپور کا کچھ حصہ گجرات کہلاتا تھا اور اب بھی گوالیار کے شمال میں ایک علاقہ گجرات ہے۔ گوجر اضلاع پنجاب اور سہارنپور اور مظفرنگر وغیرہ کے راجپوتوں سے ملتے جلتے ہیں اور بلند شہر کے بڈگوجر راجپوت نسل سے بتائے جاتے ہیں۔ اہیروں کے ماسوا گوجر شمال مغربی ہندوستان کی سب سے برگزیدہ قوم ہے۔ پنجاب کے گورجر دیس کے علاوہ دو اور گوجروں کی سلطنتیں چھٹی صدی میں تھیں یعنی سینمال کی سلطنت عظمیٰ اور بڑوچ کی سلطنت صغریٰ جو تھوڑے ہی عرصہ تک رہی بھینمال کی گرجر سلطنت چھٹی صدی کے نصف میں قائم ہوئی۔ 628ء میں ہندوستان کے ماہر علم نجوم برہما گپتا نے اپنی کتاب سدھانتا بھینمال کے گوجر بادشاہ کے دربار میں لکھی بھینمال اور بھڑوچ کے گرجارے جلدی ہندو ہو گئے وہ پہلے پہل ہُن کی طرح سورج کی پوجا کرتے تھے اور سورج نامی مندر کے کھنڈر سری مال کی گذشتہ عظمت کا بین ثبوت ہیں لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ بھینمال کا بادشاہ بدھ مذہب کا پیرو تھا اور ہوں سانگ کے زمانہ سیاحت تک چھتری کہلاتا تھا۔ بھڑوچ کے بادشاہ نے بھی اس سردار کی تقلید کی۔

مؤلف: بعض مورخین نے اس متن پر حسب ذیل حاشیہ آرائی کی ہے۔

اولاً گورجاروں نے سب سے پہلے پنجاب کے عین شمال میں بستیاں قائم کیں۔ ان کی شکل و شباہت و روایات اور مروجہ اصول تقسیم جائیداد اس امر کا ثبوت ہیں کہ جنوب کے گورجارے راجپوتانہ سے آئے۔

ثانیاً گورجارے چھٹی صدی کے وسط میں ایک طاقتور قوم کی حیثیت سے نمودار ہوئے تھے اور وہ ایک وسیع علاقہ میں قدم جمائے ہوئے تھے اور انہوں نے بڑی بڑی ریاستوں کی بنیاد ڈالی، یونانی مورخین اور مہا بھارت اور دیگر مصنفین ہم کو شمال مغربی پنجاب کے قبیلوں کی پوری اطلاع پہنچاتے ہیں۔ ہاں گورجر جیسی

قوم طاقتور ہوگئی اور انہوں نے اپنا قدیمی نام گورجر مشہور کیا۔

بعض کا خیال ہے کہ گوجر آریہ خاندان کا ایک عنصر ہے اور راجپوت اور گوجر ایک ہیں۔

بہرحال ان تمام انکشافات سے کہ گوجر آریہ ہوں یا بعد میں آئے ہوں یا ہنوں کے بھائی بند ہوں۔ گوجروں کی ہر طرح سے شان و عظمت ثابت ہوتی ہے۔ یورپ کے سب مؤرخ بالاتفاق کہتے ہیں۔ راجپوت فی الجملہ ان کی اولاد ہیں۔

❁❁❁

قوم طاقتور ہوگئی اور انہوں نے اپنا قدیمی نام گورجر مشہور کیا۔

بعض کا خیال ہے کہ گوجر آریہ خاندان کا ایک عنصر ہے اور راجپوت اور گوجر ایک ہیں۔

بہرحال ان تمام انکشافات سے کہ گوجر آریہ ہوں یا بعد میں آئے ہوں یا ہنوں کے بھائی بند ہوں۔ گوجروں کی ہر طرح سے شان و عظمت ثابت ہوتی ہے۔ یورپ کے سب مؤرخ بالاتفاق کہتے ہیں۔ راجپوت فی الجملہ ان کی اولاد ہیں۔

❀❀❀

علاؤ الدین نے متواتر حملے کر کے ان کی سلطنت کی جڑ کھوکھلی کر دی اور کچھ زمانہ تک سرداروں کی حیثیت میں رہ کر نیست و نابود ہو گئے۔

زمانہ حال کی تحقیقات سے ثابت ہوا ہے کہ گوجروں نے ہند میں بمقابلہ جنوب کے شمالی علاقہ کی تاریخ میں زیادہ حصہ لیا ہے۔ ایک زبردست گوجر راجہ ادھیراج وتسا راجہ (وتسراج) 783ء میں اجین (دارالسلطنت) مالوہ پر فرمان روا تھا۔ اس کے پوتے بھوجراج نے جو ایک ممتاز جانباز بہادر تھا۔ دریائے گنگا عبور کر کے 840ء میں قنوج کو فتح کیا اور اس کو دارالسلطنت بنایا۔ راجہ بھوج بھی اپنے دادا وتسا راجہ کی طرح ادھیراج کے خطاب سے ممتاز تھا۔ جب سلطنت قنوج کو زوال آیا تو اس کے اجزاء پراگندہ ہو گئے اور طوائف الملو کی صورت میں جدا جدا مستقل ریاستیں قائم ہو گئیں۔ مالوہ میں پرمرے، اجمیر میں چوہان، بندھیل کھنڈ میں چندیل اس تفرق و تشتت سے گھڑوار خاندان کو موقع مل گیا۔ انہوں نے آسانی سے قنوج پر قبضہ کر لیا اور حکمران گوجر کو نکال دیا۔

گرھوار خاندان 1194ء تک قنوج پر مُسلط رہا۔ آخر کار محمد غوری نے راجہ جے چند کو چندواڑہ کے مقام پر شکست فاش دی اور تعاقب کر کے اس کا سر قلم کیا، اس شکست سے گرھوار کا ایک گروہ جنوب کے ریگستان میں چلا آیا۔ جس نے جودھپور کی ریاست کی بنیاد رکھی اور راٹھور کے نام سے مشہور ہوا۔

مؤلف: اس مضمون سے مندرجہ ذیل نتائج پیدا ہوتے ہیں۔

(۱) ہندوستان کے شمالی و جنوبی علاقوں پر گوجروں کا حکمران ہونا۔

(۲) چودا خاندان بھی گوجروں کی شاخ ہے۔

(۳) سولنگی بھی گوجر تھے۔

(۴) اقوام ساک اور ہن کے ساتھ گوجروں کا حملہ آور ہونا تو کیا؟ ہُن اور ساگ گوجروں کے قریبی اور بھائی بند نہیں ہیں۔

علاؤ الدین نے متواتر حملے کر کے ان کی سلطنت کی جڑ کھوکھلی کر دی اور کچھ زمانہ تک سرداروں کی حیثیت میں رہ کر نیست و نابود ہو گئے۔

زمانہ حال کی تحقیقات سے ثابت ہوا ہے کہ گوجروں نے ہند میں بمقابلہ جنوب کے شمالی علاقہ کی تاریخ میں زیادہ حصہ لیا ہے۔ ایک زبردست گوجر راجہ ادھیراج وتسا راجہ (وتسراج) 783ء میں اجین (دارالسلطنت) مالوہ پر فرمان روا تھا۔ اس کے پوتے بھوجراج نے جو ایک ممتاز جانباز بہادر تھا۔ دریائے گنگا عبور کر کے 840ء میں قنوج کو فتح کیا اور اس کو دارالسلطنت بنایا۔ راجہ بھوج بھی اپنے دادا وتسا راجہ کی طرح ادھیراج کے خطاب سے ممتاز تھا۔ جب سلطنت قنوج کو زوال آیا تو اس کے اجزاء پراگندہ ہو گئے اور طوائف الملوکی صورت میں جدا جدا مستقل ریاستیں قائم ہو گئیں۔ مالوہ میں پرمرے، اجمیر میں چوہان، بندھیل کھنڈ میں چندیل اس تفرق و تشتت سے گھڑوار خاندان کو موقع مل گیا۔ انہوں نے آسانی سے قنوج پر قبضہ کر لیا اور حکمران گوجر کو نکال دیا۔

گرھوار خاندان 1194ء تک قنوج پر مُسلط رہا۔ آخر کار محمد غوری نے راجہ جے چند کو چندواڑہ کے مقام پر شکست فاش دی اور تعاقب کر کے اس کا سر قلم کیا، اس شکست سے گرھوار کا ایک گروہ جنوب کے ریگستان میں چلا آیا۔ جس نے جودھپور کی ریاست کی بنیاد رکھی اور راٹھور کے نام سے مشہور ہوا۔

مؤلف: اس مضمون سے مندرجہ ذیل نتائج پیدا ہوتے ہیں۔

(۱) ہندوستان کے شمالی و جنوبی علاقوں پر گوجروں کا حکمران ہونا۔

(۲) چودا خاندان بھی گوجروں کی شاخ ہے۔

(۳) سولنگی بھی گوجر تھے۔

(۴) اقوام ساک اور ہن کے ساتھ گوجروں کا حملہ آور ہونا تو کیا؟ ہُن اور ساگ گوجروں کے قریبی اور بھائی بند نہیں ہیں۔

اجین پر تقریباً 783ء میں حکومت کرتا تھا اور اس کے پوتے بھوج نے دریائے گنگا کو عبور کیا اور تقریباً 840ء میں قنوج کو اپنا دارالحکومت بنایا۔ بعد ازاں شمال کا مہاراجہ ادھیراج بن گیا مگر بعد ازاں جب کئی راجپوت خاندان مغرب اور جنوب میں جیسے پرمار مالوہ میں، چوہان اجمیر میں اور چندیل بندھیل کھنڈ میں عروج پر ہوئے۔ تب قنوج کی سلطنت زوال پذیر ہوئی اور آخرکار برسرِ حکومت خاندان کو گھر دار خاندان کے ایک سردار نے شکست دے کر تباہ کر دیا۔ گھر دار خاندان نے قنوج پر 1194ء تک حکومت کی اور پھر ان کے آخری بادشاہ جے چند کو مسلمان بادشاہ محمد غوری نے شکست دے کر قتل کر دیا۔ بعض گہروار مغرب کے ریتلے میدانوں میں چلے گئے، جہاں انہوں نے جودھپور ریاست کی بنیاد ڈالی اور پھر ان کا نام راٹھور مشہور ہو گیا۔

دہلی کے قلعے لال کوٹ کو پہلے پہل 1040ء میں ایک رئیس انگ پال نے تعمیر کیا تھا جو قنوج کی طرف سے آیا تھا اور قنوج سے نکالے ہوئے گوجر خاندان سے تھا اس کی اولاد تنور کہلاتی تھی، یہ خاندان دہلی پر ایک صدی سے زیادہ مدت تک حکومت کرتا رہا۔ پھر قریباً 1170ء میں چونکہ دہلی کے بادشاہ کی اولاد نرینہ نہ تھی۔ اس لئے اس کی سلطنت اجمیر کے ساتھ شامل ہو گئی۔ انگ پال جو دہلی کا آخری تنور راجہ تھا اس نے اپنی لڑکی کی شادی اجمیر کے چوہان راجہ سے کر دی۔ اس شادی سے مشہور و معروف پرتھوی راج پیدا ہوا تھا جس کی وجہ سے ان دو خاندانوں اور دو سلطنتوں کا الحاق ہو گیا۔

مؤلف: بعض کتبوں میں ہُن اور گوجروں کا نام اکٹھا آتا ہے۔ چودا خاندان وہی چاپ خاندان ہے جو گوجروں کی ایک شاخ ہے اور متواتر روایت ہے کہ دہلی کا قلعہ گوجر شاہزادوں کے ہاتھ سے تعمیر ہوا۔ اب تو واضح طور پر ثابت ہو چکا ہے کہ راجپوت گوجر وغیرہ بیرونی طاقتور قوموں کی یادگار ہیں۔ ہم نے ایک سے زیادہ

اجین پر تقریباً 783ء میں حکومت کرتا تھا اور اس کے پوتے بھوج نے دریائے گنگا کو عبور کیا اور تقریباً 840ء میں قنوج کو اپنا دارالحکومت بنایا۔ بعد ازاں شمال کا مہاراجہ ادھیراج بن گیا مگر بعد ازاں جب کئی راجپوت خاندان مغرب اور جنوب میں جیسے پرمار مالوہ میں، چوہان اجمیر میں اور چندیل بندھیل کھنڈ میں عروج پر ہوئے۔ تب قنوج کی سلطنت زوال پذیر ہوئی اور آخرکار برسرِ حکومت خاندان کو گھر دار خاندان کے ایک سردار نے شکست دے کر تباہ کر دیا۔ گھر دار خاندان نے قنوج پر 1194ء تک حکومت کی اور پھر ان کے آخری بادشاہ جے چند کو مسلمان بادشاہ محمد غوری نے شکست دے کر قتل کر دیا۔ بعض گہروار مغرب کے ریتلے میدانوں میں چلے گئے، جہاں انہوں نے جودھپور ریاست کی بنیاد ڈالی اور پھر ان کا نام راٹھور مشہور ہو گیا۔

دہلی کے قلعے لال کوٹ کو پہلے پہل 1040ء میں ایک رئیس انگ پال نے تعمیر کیا تھا جو قنوج کی طرف سے آیا تھا اور قنوج سے نکالے ہوئے گوجر خاندان سے تھا اس کی اولاد تنور کہلاتی تھی، یہ خاندان دہلی پر ایک صدی سے زیادہ مدت تک حکومت کرتا رہا۔ پھر قریباً 1170ء میں چونکہ دہلی کے بادشاہ کی اولاد نرینہ نہ تھی۔ اس لئے اس کی سلطنت اجمیر کے ساتھ شامل ہو گئی۔ انگ پال جو دہلی کا آخری تنور راجہ تھا اس نے اپنی لڑکی کی شادی اجمیر کے چوہان راجہ سے کر دی۔ اس شادی سے مشہور و معروف پرتھوی راج پیدا ہوا تھا جس کی وجہ سے ان دو خاندانوں اور دو سلطنتوں کا الحاق ہو گیا۔

مؤلف: بعض کتبوں میں ہُن اور گوجروں کا نام اکٹھا آتا ہے۔ چودا خاندان وہی چاپ خاندان ہے جو گوجروں کی ایک شاخ ہے اور متواتر روایت ہے کہ دہلی کا قلعہ گوجر شاہزادوں کے ہاتھ سے تعمیر ہوا۔ اب تو واضح طور پر ثابت ہو چکا ہے کہ راجپوت گوجر وغیرہ بیرونی طاقتور قوموں کی یادگار ہیں۔ ہم نے ایک سے زیادہ

موسہلینیا دارالسلطنت گوجراں

راجگان گوجر اور چندیل کے مابین 831ء میں جنگ ہوئی، مسٹر اے سمتھ بحوالہ جے-اے، ایس-بی 1881ء حصہ اول صفحہ 6 لکھتا ہے کہ آنند چندیل ایک پرہار گوجر کے راجہ کو مغلوب کر کے جیجا، کھبکتی (جس کو آج کل بندیل کھنڈ کہتے ہیں) کے جنوبی حصہ کا مالک ہوگیا۔ یہ پرہار گروہ (جس کے راجہ کو آنند چندیل نے مغلوب کیا تھا) یقیناً گوجر قوم سے تھا۔ جو چھٹی صدی عیسوی میں ہندوستان میں داخل ہوئی تھی۔ قبیلہ پرہار کا دارالحکومت نوگاؤں اور چھترپور کے درمیان موسہلینیا کے مقام پر تھا۔ پرہار کا پشیرو گڑ واڑ قبیلہ تھا جن کے بعض راجاؤں نے قنوج میں راجدھانی کی بنیاد ڈالی۔

مؤلف: ''اس سے بھی بلاشک وشبہ گوجروں کی وسیع حکومت کا پتہ چلتا ہے، بعض کہتے ہیں کہ چندیل بھی گوجر ہیں، گوجروں کے قبائل آپس ہی میں لڑ بھڑ کر تباہ ہوتے گئے۔''

❀❀❀

موسہلینیا دارالسلطنت گوجراں

راجگان گوجر اور چندیل کے مابین 831ء میں جنگ ہوئی، مسٹر اے سمتھ بحوالہ جے-اے، ایس-بی 1881ء حصہ اول صفحہ 6 لکھتا ہے کہ آنند چندیل ایک پرہار گوجر کے راجہ کو مغلوب کر کے جیجا، کھبکتی (جس کو آج کل بندیل کھنڈ کہتے ہیں) کے جنوبی حصہ کا مالک ہو گیا۔ یہ پرہار گروہ (جس کے راجہ کو آنند چندیل نے مغلوب کیا تھا) یقیناً گوجر قوم سے تھا۔ جو چھٹی صدی عیسوی میں ہندوستان میں داخل ہوئی تھی۔ قبیلہ پرہار کا دارالحکومت نو گاؤں اور چھتر پور کے درمیان موسہلینیا کے مقام پر تھا۔ پرہار کا پشیر و گڑ واڑ قبیلہ تھا جن کے بعض راجاؤں نے قنوج میں راجدھانی کی بنیاد ڈالی۔

مؤلف: ''اس سے بھی بلاشک وشبہ گوجروں کی وسیع حکومت کا پتہ چلتا ہے، بعض کہتے ہیں کہ چندیل بھی گوجر ہیں، گوجروں کے قبائل آپس ہی میں لڑ بھڑ کر تباہ ہوتے گئے۔''

❁❁❁

بنکی ان اضلاع میں گوجر قوم کی آبادی سب ملا کر تقریباً چھ لاکھ ہے۔
مؤلف: کشمیر، پونچھ، سوات، بنیر، گلگت وغیرہ شمالی علاقوں میں بمقابلہ جنوبی اضلاع ہند کے بہت زیادہ ہے۔ اگر گوجر دوسری قوموں میں نہ مل جاتے تو ان کی مردم شماری حیرت انگیز ہوتی۔ راجپوتوں اور پیشہ ور قوموں میں ان کے لاکھوں خاندان مدغم ہو گئے ہیں۔

❀❀❀

بنگی ان اضلاع میں گوجر قوم کی آبادی سب ملا کر تقریباً چھ لاکھ ہے۔

مؤلف: کشمیر، پونچھ، سوات، بنیر، گلگت وغیرہ شمالی علاقوں میں بمقابلہ جنوبی اضلاع ہند کے بہت زیادہ ہے۔ اگر گوجر دوسری قوموں میں نہ مل جاتے تو ان کی مردم شماری حیرت انگیز ہوتی۔ راجپوتوں اور پیشہ ور قوموں میں ان کے لاکھوں خاندان مدغم ہو گئے ہیں۔

❁❁❁

خاندان اس زمانہ کے قریب طاقتور ہوئے ہوں گے۔ اجنبی آباد کاروں کے گروہ جیسے ہُن، گوجر وغیرہ جنہوں نے اپنی سکونت پانچویں چھٹی صدی میں پنجاب اور راجپوتانہ میں اختیار کر لی تھی۔ دو یا تین ہی نسلوں میں ہندو ہو گئے اور ہندو اقوام میں شمار ہونے لگے جنگ اور سلطنت چھتریوں کا کام تھا۔ جو ان کے سرداراور نزدیکی تھے جب انہوں نے ہندو دھرم قبول کیا تو چھتری کہلانے لگےاور دوسرے ان سے کم درجہ شمار ہونے لگے۔ اتنی صدیاں گزرنے کے باوجود بھی اعلیٰ راجپوت اقوام میں ستھین رسم و رواج پر عملدرآمد دیکھنے میں آتا ہے۔ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ موجودہ زمانے کے پرہی ہر (پریہار) راجپوت گورجر کی نسل سے ہیں، جو ہندوستان میں اجنبیوں میں شمار ہوتے ہیں کیونکہ وہ گذشتہ زمانے میں برسرحکومت قوم تھی، حالانکہ موجودہ گورجر جو قدیم گورجرا کی اولاد ہیں اب ایک متوسط درجے کی ذات بتاتے ہیں جو درجے میں راجپوتوں سے کم خیال کئے جاتے ہیں، یہ بات یقین کرنے کے قابل ہے کہ اور بہت سی راجپوت قومیں اجنبی اقوام کے برسرحکومت خاندانوں میں سے ہیں 880ء میں شمالی ہندوستان میں ایک نہایت طاقتور سلطنت پنجالہ یا قنوج کی تھی، جس پر راجہ بھوج پری ہر حکومت کرتا تھا جس کے گوجر آباد اجداد اور راجپوتانہ میں ایک بڑی سلطنت کے مالک تھے۔ نویں صدی کے شروع میں ان شہزادوں میں سے ایک نے قنوج پر قبضہ کر لیا اور اسے اپنے خاندانوں کا دارالسلطنت قرار دیا۔ نویں صدی کے وسط کے پچاس ساٹھ سال بعد قنوج کے بادشاہ اس قدر وسیع ملک پر حکمران تھے، جس قدر کہ راجہ ہرش کے ماتحت تھا اس میں کاٹھیاوار (سُر اشتر) شامل تھا اور ان کی سلطنت کا دائرہ مگدہ یعنی جنوبی بہار کے حدود سے لے کر ستلج تک پھیلا ہوا تھا۔

مؤلف: گوجروں کے گوتوں میں ایک گوت ہون ہے۔ جو دراصل ہُن ہے۔ سوال نسب کا ہے۔ حکومت یا دولت سے نسب میں کوئی تغیر نہیں آتا، باقی رہا حکومت و دولت کا اثر یہ تو ہر زمانہ اور قوم میں پایا جاتا ہے کہ دولت مند مفلسوں کو

خاندان اس زمانہ کے قریب طاقتور ہوئے ہوں گے۔ اجنبی آبادکاروں کے گروہ جیسے ہُن ، گوجر وغیرہ جنہوں نے اپنی سکونت پانچویں چھٹی صدی میں پنجاب اور راجپوتانہ میں اختیار کر لی تھی۔ دو یا تین ہی نسلوں میں ہندو ہو گئے اور ہندو اقوام میں شمار ہونے لگے جنگ اور سلطنت چھتریوں کا کام تھا۔ جو ان کے سرداراور نزدیکی تھے جب انہوں نے ہندو دھرم قبول کیا تو چھتری کہلانے لگےاور دوسرے ان سے کم درجہ شمار ہونے لگے۔ اتنی صدیاں گزرنے کے باوجود بھی اعلیٰ راجپوت اقوام میں ستھین رسم و رواج پر عملدرآمد دیکھنے میں آتا ہے۔ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ موجودہ زمانے کے پرہی ہر (پریہار) راجپوت گورجر کی نسل سے ہیں، جو ہندوستان میں اجنبیوں میں شمار ہوتے ہیں کیونکہ وہ گذشتہ زمانے میں برسرحکومت قوم تھی، حالانکہ موجودہ گورجر جو قدیم گورجرا کی اولاد ہیں اب ایک متوسط درجے کی ذات بتاتے ہیں۔ جو درجے میں راجپوتوں سے کم خیال کئے جاتے ہیں، یہ بات یقین کرنے کے قابل ہے کہ اور بہت سی راجپوت قومیں اجنبی اقوام کے برسرحکومت خاندانوں میں سے ہیں 880ء میں شمالی ہندوستان میں ایک نہایت طاقتور سلطنت پنچالہ یا قنوج کی تھی، جس پر راجہ بھوج پری ہر حکومت کرتا تھا جس کے گوجر آباو اجداد اور راجپوتانہ میں ایک بڑی سلطنت کے مالک تھے۔ نویں صدی کے شروع میں ان شہزادوں میں سے ایک نے قنوج پر قبضہ کر لیا اور اسے اپنے خاندانوں کا دارالسلطنت قرار دیا۔ نویں صدی کے وسط کے پچاس ساٹھ سال بعد قنوج کے بادشاہ اس قدر وسیع ملک پر حکمران تھے، جس قدر کہ راجہ ہرش کے ماتحت تھا اس میں کاٹھیاوار (سُراشتر) شامل تھا اور ان کی سلطنت کا دائرہ مگدہ یعنی جنوبی بہار کے حدود سے لے کر ستلج تک پھیلا ہوا تھا۔

مؤلف: گوجروں کے گوتوں میں ایک گوت ہون ہے۔ جو دراصل ہُن ہے۔ سوال نسب کا ہے۔ حکومت یا دولت سے نسب میں کوئی تغیر نہیں آتا، باقی رہا حکومت و دولت کا اثر یہ تو ہر زمانہ اور قوم میں پایا جاتا ہے کہ دولت مند مفلسوں کو

سلسله التواريخ

مطبوعه فی پاریس بدار الطباعة السلطانية

1811ء من صفحة 26 الى 30

اخبار بلاد الهند والصين وملوكها

سلسلۃ التواریخ مطبوعہ مطبع سرکاری پریس 1811ء صفحہ 26 سے 30 تک ہند اور چین کے شہروں اور ان کے بادشاہوں کے حالات۔

اهل الهند والصين مجمعون على ان ملوك الدنيا المعدو دين اربعة فاول من يعدون من الاربعة ملك العرب وهو عندهم اجماع لا اختلاف بينهم فين انه ملك اعظم الملوك واكثرهم الا وابهاهم جمالا وانه ملك الدين الكبير الذى ليس فوقه شئى ثم يعد ملك لم بن نفسه بعد ملك العرب ثم ملك الروم ثم بلهرا ملك المخرمى الا ذان فاما بلهرا هذا فانه اشرف الهند وهم له مقرون بالشرف وكل ملك من ملوك الهند متفرد بملكه غير انهم مقرون لهذا فاذا اوردت رسله على سائر الملوك صلو الرسله تعظيما له هو ملك يعطى العطاء كما تعمل العرب وله الخيل والفيلة الكثيرة والمال الكثير وماله دراهم تدعى الطاطرية وزن كل درهم درهم ونصف سكة الملك وتاريخه ليس فى سنة من جملكة من كان قبله كسنة العرب من عصر النبى عليه السلام بل تاريخهم بالملوك وملوكهم يعمرون ربما ملك احدهم خمسين سنة اوتزعم اهل مملكة بلهرا انما يطول مدة ملكهم و اعمارهم فى الملك لمحبتهم للعرب وليس فى الملوك اشد حبا للعرب منه وكذالك اهل

سلسلہ التواریخ

مطبوعہ فی پاریس بدار الطباعۃ السلطانیۃ

1811 من صفحۃ 26 الی 30 .

اخبار بلاد الھند والصین وملوکھا

سلسلۃ التواریخ مطبوعہ مطبع سرکاری پریس 1811ء صفحہ 26 سے 30 تک ہند اور چین کے شہروں اور ان کے بادشاہوں کے حالات۔

اھل الھند والصین مجمعون علی ان ملوک الدنیا المعدو دین اربعۃ فاول من یعدون من الاربعۃ ملک العرب وھو عندھم اجماع لا اختلاف بینھم فین انہ ملک اعظم الملوک واکثرھم الا وابھاھم جمالا وانہ ملک الدین الکبیر الذی لیس فوقہ شئی ثم یعد ملک لم بن نفسہ بعد ملک العرب ثم ملک الروم ثم بلھرا ملک المخرمی الا ذان فاما بلھرا ھذا فانہ اشرف الھند وھم لہ مقرون بالشرف وکل ملک من ملوک الھند متفرد بملکہ غیر انھم مقرون لھذا فاذا اوردت رسلہ علی سائر الملوک صلو الرسلہ تعظیما لہ ھو ملک یعطی العطاء کما تعمل العرب ولہ الخیل والفیلۃ الکثیرۃ والمال الکثیر ومالہ دراھم تدعی الطاطریۃ وزن کل درھم درھم ونصف سکۃ الملک وتاریخہ لیس فی سنۃ من جملکۃ من کان قبلہ کسنۃ العرب من عصر النبی علیہ السلام بل تاریخھم بالملوک وملوکھم یعمرون ربما ملک احدھم خمسین سنۃ اوتزعم اھل مملکۃ بلھرا انما یطول مدۃ ملکھم و اعمارھم فی الملک لمحبتھم للعرب ولیس فی الملوک اشد حبا للعرب منہ وکذالک اھل

شرف فی الملک وھو ایضا یقاتل ملک الجوز ورھمی ھذا اکثر جیشا من ملک بلھراو من الطانق یقال انہ اذا خرج الی القتال یخرج فی نحومن خمسین الف فیل ولا یخرج الا فی الشتاء لان الفیلة لاتصبر علی العطش فلیس یسعہ الا الخروج فی الشتاء ویقال ان قصاری عسکرہ نحو من عشرة الف الی خمس عشرة الفا وفی بلادہ الثیاب التی لیس لاحد مثلھا یدخل الثوب منھا فی حلقة خاتم رقة رأینا بعضھا و الذی ینفق فی بلادہ الودع وھو عین البلاد یعنی مالھا وفی بلاد یعنی مالھا وفی بلادہ الذھب و الفضة والعودo

ترجمہ: اہل ہندوچین اس پر متفق ہیں کہ دنیا کے بادشاہ جوشمار کئے جاتے ہیں۔ (یعنی اولوالعزم بادشاہ) چار ہیں اور ان چار میں سے ایک بادشاہِ عرب ہے۔ اس میں بھی ان کا کلیۃً اتفاق ہے (کسی قسم کا) ان میں اختلاف نہیں ہے کہ بادشاہِ عرب سب بادشاہوں سے بڑا ہے اور دولت وحسن میں سب سے بڑھ کر ہے اور وہ سب سے بڑے مذہب (اسلام) کا جس سے اور کوئی چیز فائق نہیں ۔ بادشاہ ہے پھر شاہِ عرب کے بعد شاہ چین اپنا درجہ شمار کرتا ہے۔ زاں بعد شاہ روم اس کے بعد بلہارا چھیدے ہوئے کانوں والوں کا بادشاہ (یعنی اس کے ملک میں اکثر لوگوں کے کان چھیدے ہوئے ہوتے ہیں) لیکن یہ بلہارا (جو اس وقت حکمران ہے) شاہان ہند سے بڑا ہے، وہ سب اس کی برتری کوتسلیم کرتے ہیں، ہندوستان کا ہر ایک بادشاہ اپنی اپنی سلطنت میں بلا شرکت غیرے خود مختار ہے۔ (کسی

(بقیہ حاشیہ ص 651)

ملک کا من کا مروپ (سیام) ہے پس اس سے برہما کا ملک ثابت ہوتا ہے۔ ہمیں کسی قسم کا شک نہیں ہے کہ ملک رہمی ملک برہما ہے۔ عربی تاریخوں میں کئی ناموں کی صورت تبدیل ہو گئی ہے۔ اس کو ہر ایک شخص تسلیم کرتا ہے کہ دوسری زبان کے لفظ جب دوسرے ملک کا مؤرخ لکھتا ہے۔ تو بہت کچھ ردوبدل ہو جاتا ہے انگریزی تاریخوں کا بھی یہی حال ہے۔ (۱۲ مؤلف)

شرف فی الملک وھو ایضا یقاتل ملک الجوز ورھمی ھذا اکثر جیشا من ملک بلھراو من الطانق یقال انه اذا خرج الی القتال یخرج فی نحومن خمسین الف فیل ولا یخرج الا فی الشتاء لان الفیلة لاتصبر علی العطش فلیس یسعه الا الخروج فی الشتاء ویقال ان قصاری عسکره نحو من عشرة الف الی خمس عشرة الفا وفی بلاده الثیاب التی لیس لاحد مثلها یدخل الثوب منها فی حلقة خاتم رقة رأینا بعضها و الذی ینفق فی بلاده الودع وھو عین البلاد یعنی مالھا وفی بلاد یعنی مالھا وفی بلاده الذھب و الفضة والعودo

ترجمہ: اہل ہندوچین اس پر متفق ہیں کہ دنیا کے بادشاہ جوشمار کئے جاتے ہیں۔ (یعنی اولوالعزم بادشاہ) چار ہیں اوران چار میں سے ایک بادشاہِ عرب ہے۔ اس میں بھی ان کا کلیۃً اتفاق ہے (کسی قسم کا) ان میں اختلاف نہیں ہے کہ بادشاہِ عرب سب بادشاہوں سے بڑا ہے اور دولت وحسن میں سب سے بڑھ کر ہے اور وہ سب سے بڑے مذہب (اسلام) کا جس سے اور کوئی چیز فائق نہیں۔ بادشاہ ہے پھر شاہِ عرب کے بعد شاہ چین اپنا درجہ شمار کرتا ہے۔ زاں بعد شاہ روم اس کے بعد بلہارا چھیدے ہوئے کانوں والوں کا بادشاہ (یعنی اس کے ملک میں اکثر لوگوں کے کان چھیدے ہوئے ہوتے ہیں) لیکن یہ بلہارا (جو اس وقت حکمران ہے) شاہان ہند سے بڑا ہے، وہ سب اس کی برتری کوتسلیم کرتے ہیں، ہندوستان کا ہر ایک بادشاہ اپنی اپنی سلطنت میں بلا شرکت غیرے خودمختار ہے۔ (کسی

(بقیہ حاشیہ ص 651)

ملک کا من کا مروپ (سیام) ہے پس اس سے برہما کا ملک ثابت ہوتا ہے۔ ہمیں کسی قسم کا شک نہیں ہے کہ ملک رہمی ملک برہما ہے۔ عربی تاریخوں میں کئی ناموں کی صورت تبدیل ہوگئی ہے۔ اس کو ہر ایک شخص تسلیم کرتا ہے کہ دوسری زبان کے لفظ جب دوسرے ملک کا مؤرخ لکھتا ہے۔ تو بہت کچھ ردوبدل ہوجاتا ہے انگریزی تاریخوں کا بھی یہی حال ہے۔ (۱۲ مؤلف)

ہندوستان میں کوئی اس سے بڑھ کر اسلام کا دشمن نہیں ہے وہ (اس ملک کی) خاکنائے پر رہتا ہے اس کے پاس مال و دولت بہت ہے اور اس کے اونٹ اور مواشی کثرت سے ہیں ۔ (اس کے ملک کے لوگ) چاندی کے بدلے سونا خریدتے ہیں کہا جاتا ہے کہ ان کی کئی کانیں ہیں اور ہندوستان کے شہروں سے کوئی شہر اس سے زیادہ چوری سے محفوظ نہیں ہیں۔ اس کی ایک طرف شاہ تانک ہے اس کی سلطنت چھوٹی ہے ان کی عورتیں گورے رنگ کی ہیں جو ہندوستان کی عورتوں میں بہت زیادہ خوبصورت ہیں، بوجہ کمی لشکر کے یہ بادشاہ اردگرد کے بادشاہوں کے ساتھ صلح رکھتا ہے اور یہ بلہارا کی طرح عربوں کا دوست ہے اور ان بادشاہوں کے ملک کے ساتھ بادشاہ برہما کی حد ملتی ہے۔ اس سے گوجر بادشاہ لڑتا ہے اور اپنے ملک میں برہما بادشاہ کی کوئی برتری نہیں ہے (کیونکہ لوگ شاہ برہما کو ادنیٰ ذات کا خیال کرتے ہیں یہ بھی گوجر بادشاہ کی طرح بلہارا سے لڑتا ہے، اور موجودہ بادشاہ برہما بلہارا اور تانک سے زیادہ لشکر رکھتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ جب وہ جنگ کے لئے نکلتا ہے تو پچاس ہزار ہاتھی کے قریب لے کر نکلتا ہے اور وہ سوائے موسم سرما کے نہیں نکلتا کیونکہ ہاتھی زیادہ پیاس کو برداشت نہیں کر سکتے پس اُسے سوائے موسم سرما کے جنگ کے لئے کوچ کرنے کا موقع نہیں ملتا۔ کہا جاتا ہے کہ اس کے لشکر کے کپڑے دھونے والوں (دھوبیوں) کی تعداد دس ہزار اور پندرہ ہزار کے درمیان ہے اور اس کے ملک میں ایسے باریک اور خوبصورت کپڑے ہوتے ہیں جو دوسرے کسی ملک میں نہیں پائے جاتے۔ روئی کے کئی (نفیس) کپڑے ایسے ہیں جو انگشتری کے حلقہ میں بوجہ باریکی اور صفائی حسن داخل کئے جا سکتے ہیں۔ ہم نے بچشم خود بعض کپڑوں کو دیکھا ہے اور جس چیز کی ان شہروں میں (بطور سکہ) چلت ہوتی ہے۔ وہ کوڑی ہے اور وہی اس ملک کا مال ہے (یعنی سرمایہ دولت ہے اور اس کے شہروں میں سونا چاندی اور عود ہوتا ہے)۔

ہندوستان میں کوئی اس سے بڑھ کر اسلام کا دشمن نہیں ہے وہ (اس ملک کی) خاکنائے پر رہتا ہے اس کے پاس مال و دولت بہت ہے اور اس کے اونٹ اور مواشی کثرت سے ہیں ۔ (اس کے ملک کے لوگ) چاندی کے بدلے سونا خریدتے ہیں کہا جاتا ہے کہ ان کی کئی کانیں ہیں اور ہندوستان کے شہروں سے کوئی شہر اس سے زیادہ چوری سے محفوظ نہیں ہیں۔ اس کی ایک طرف شاہ تانک ہے اس کی سلطنت چھوٹی ہے ان کی عورتیں گورے رنگ کی ہیں جو ہندوستان کی عورتوں میں بہت زیادہ خوبصورت ہیں، بوجہ کمی لشکر کے یہ بادشاہ اردگرد کے بادشاہوں کے ساتھ صلح رکھتا ہے اور یہ بلہارا کی طرح عربوں کا دوست ہے اور ان بادشاہوں کے ملک کے ساتھ بادشاہ برہما کی حد ملتی ہے۔ اس سے گوجر بادشاہ لڑتا ہے اور اپنے ملک میں برہما بادشاہ کی کوئی برتری نہیں ہے (کیونکہ لوگ شاہ برہما کو ادنیٰ ذات کا خیال کرتے ہیں، یہ بھی گوجر بادشاہ کی طرح بلہارا سے لڑتا ہے، اور موجودہ بادشاہ برہما بلہارا اور تانک سے زیادہ لشکر رکھتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ جب وہ جنگ کے لئے نکلتا ہے تو پچاس ہزار ہاتھی کے قریب لے کر نکلتا ہے اور وہ سوائے موسم سرما کے نہیں نکلتا کیونکہ ہاتھی زیادہ پیاس کو برداشت نہیں کر سکتے پس اُسے سوائے موسم سرما کے جنگ کے لئے کوچ کرنے کا موقع نہیں ملتا۔ کہا جاتا ہے کہ اس کے لشکر کے کپڑے دھونے والوں (دھوبیوں) کی تعداد دس ہزار اور پندرہ ہزار کے درمیان ہے اور اس کے ملک میں ایسے باریک اور خوبصورت کپڑے ہوتے ہیں جو دوسرے کسی ملک میں نہیں پائے جاتے۔ روئی کے کئی (نفیس) کپڑے ایسے ہیں جو انگشتری کے حلقہ میں بوجہ باریکی اور صفائی حسن داخل کئے جا سکتے ہیں۔ ہم نے بچشم خود بعض کپڑوں کو دیکھا ہے اور جس چیز کی ان شہروں میں (بطور سکہ) چلت ہوتی ہے۔ وہ کوڑی ہے اور وہی اس ملک کا مال ہے (یعنی سرمایہ دولت ہے اور اس کے شہروں میں سونا چاندی اور عود ہوتا ہے)۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ 675)

کے قدیم کھنڈروں کو جدید ترقی اپنے دامن میں نہ لے سکی تاہم اس کا قطر چند میلوں تک تھا۔ پہلے جاتری فاہیاں کے بعد جب دوسرا جاتری ہیون سانگ دو سو سال کے بعد آیا تو قنوج ایک اچھا خاصہ شہر ہو گیا تھا وہ اپنے سفرنامہ میں لکھتا ہے کہ اس میں سو کے قریب بدھ مذہب کی خانقاہیں ہیں جن میں دس ہزار سے زیادہ بھکشو رہتے تھے، لیکن بدھ مذہب کے پہلو بہ پہلو ہندو مذہب بھی ترقی کر رہا تھا۔ ان کے دو سو سے زیادہ مندر اور ہزاروں پجاری تھے۔ علم و فضل کا یہ حال تھا کہ متعدد سکول اور دو تین کالج تھے۔ جن میں فلسفہ اور اصول مذہب کی تعلیم دی جاتی تھی۔ بڑی بڑی جاگیریں تعلیم کے لئے وقف تھیں۔ بیرونی ممالک کے جوق جوق طلبہ یہاں تعلیم کے لئے دوڑے آتے تھے، دنیا کے فاصلوں کا یہ شہر مرکز تھا۔ علوم و فنون کے چشمے اس سرزمین سے جا بجا دنیا کو سیراب کرتے تھے اور اس کی شہر پناہ نہایت مضبوط تھی اور متعدد قلعے تھے جو حملہ آوروں کی مدافعت کے لئے تعمیر کئے گئے تھے اور پھر اس شہر کا منظر نہایت ہی دلکش تھا۔ قنوج دریائے گنگا کے مشرقی کنارے پر تھا اور چاروں طرف خوشنما باغات اور صاف و شفاف پانی کے تالابوں نے اس کی رونق کو دوبالا کر دیا تھا۔ یہاں بڑے وسیع تالاب تھے، رات کو ستاروں کے عکس سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ زمین کے اندر ایک اور آسمان ہے چونکہ قنوج مرکز تجارت تھا، اس لئے یہاں کے لوگ بہت مالدار تھے، ہر قسم کی صنعت و حرفت کا یہ شہر نمائش گاہ تھا اور پھر جب مہر بھوج اور راجہ مہندر پال گوجر راجاؤں کا یہ شہر دارالملک تھا۔ تو اس وقت قنوج فی الحقیقت اوج کا ہم معنی ہو گیا تھا، نویں دسویں کے حملوں نے اگرچہ اس کو بہت کچھ پائمال کیا مگر یہ سبزہ زار کوہستان کی طرح دنوں میں پھر اپنی پہلی حالت پر آجاتا تھا۔ گیارہویں صدی عیسوی کے ابتداء میں جب سلطان محمود غزنوی نے اس پر فوج کشی کی تو اس وقت یہ ایک عالی شان شہر تھا اور رات کے وقت دریائے گنگا کی نہریں چار میل تک اس کے چراغاں سے ہفت آسمان کی طرح روشن تھیں۔ گھنٹی بجتی تھی تو ایک شور محشر بپا ہو جاتا تھا۔ سلطان محمود کی بت شکن نظر سے یہ کب بچ سکتا۔ عذاب ناگہانی کی طرح اس پر نازل ہوا اور اس کے مندروں کو ایک آن میں مہدم کر دیا مگر شہر کی خوبصورتی اور رونق بازار نے اس کے ہاتھ کو روک دیا اور اس نے شہر کو اپنی حالت پر چھوڑ دیا۔

اس کے حکمرانوں نے اس وجہ سے کہ اس شہر میں آئے دن خون وکشت کا بازار گرم رہتا ہے منحوس سمجھ کر اپنا دارالسلطنت باری کی طرف منتقل کر دیا اور دارالسلطنت کی تبدیلی سے اس کی بے رونقی بڑھنے لگی مگر گھرواڑ کے راجاؤں نے جب اس کو مسخر کیا اور اس کو اپنا دارالسلطنت بنایا تو اس کی پہلی رونق پھر تازہ ہو گئی۔

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

(بقیہ حاشیہ صفحہ 675)

کے قدیم کھنڈروں کو جدید ترقی اپنے دامن میں نہ لے سکی تاہم اس کا قطر چند میلوں تک تھا۔ پہلے جاتری فاہیاں کے بعد جب دوسرا جاتری ہیون سانگ دو سو سال کے بعد آیا تو قنوج ایک اچھا خاصہ شہر ہو گیا تھا وہ اپنے سفرنامہ میں لکھتا ہے کہ اس میں سو کے قریب بدھ مذہب کی خانقاہیں ہیں جن میں دس ہزار سے زیادہ بھکشو رہتے تھے، لیکن بدھ مذہب کے پہلو بہ پہلو ہندو مذہب بھی ترقی کر رہا تھا۔ ان کے دو سو سے زیادہ مندر اور ہزاروں پجاری تھے۔ علم و فضل کا یہ حال تھا کہ متعدد سکول اور دو تین کالج تھے۔ جن میں فلسفہ اور اصول مذہب کی تعلیم دی جاتی تھی۔ بڑی بڑی جاگیریں تعلیم کے لئے وقف تھیں۔ بیرونی ممالک کے جوق جوق طلبہ یہاں تعلیم کے لئے دوڑے آتے تھے، دنیا کے فاصلوں کا یہ شہر مرکز تھا۔ علوم و فنون کے چشمے اس سرزمین سے جابجا دنیا کو سیراب کرتے تھے اور اس کی شہر پناہ نہایت مضبوط تھی اور متعدد قلعے تھے جو حملہ آوروں کی مدافعت کے لئے تعمیر کئے گئے تھے اور پھر اس شہر کا منظر نہایت ہی دلکش تھا۔ قنوج دریائے گنگا کے مشرقی کنارے پر تھا اور چاروں طرف خوشنما باغات اور صاف و شفاف پانی کے تالابوں نے اس کی رونق کو دوبالا کر دیا تھا۔ یہاں بڑے وسیع تالاب تھے، رات کو ستاروں کے عکس سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ زمین کے اندر ایک اور آسمان ہے چونکہ قنوج مرکز تجارت تھا، اس لئے یہاں کے لوگ بہت مالدار تھے، ہر قسم کی صنعت و حرفت کا یہ شہر نمائش گاہ تھا اور پھر جب مہر بھوج اور راجہ مہندر پال گوجر راجاؤں کا یہ شہر دارالملک تھا۔ تو اس وقت قنوج فی الحقیقت اوج کا ہم معنی ہو گیا تھا، نویں دسویں کے حملوں نے اگرچہ اس کو بہت کچھ پائمال کیا مگر یہ سبزہ زار کوہستان کی طرح دنوں میں پھر اپنی پہلی حالت پر آجاتا تھا۔ گیارہویں صدی عیسوی کے ابتداء میں جب سلطان محمود غزنوی نے اس پر فوج کشی کی تو اس وقت یہ ایک عالی شان شہر تھا اور رات کے وقت دریائے گنگا کی نہریں چار میل تک اس کے چراغاں سے ہفت آسمان کی طرح روشن تھیں۔ گھنٹی بجتی تھی تو ایک شور محشر بپا ہو جاتا تھا۔ سلطان محمود کی بت شکن نظر سے یہ کب بچ سکتا۔ عذاب ناگہانی کی طرح اس پر نازل ہوا اور اس کے مندروں کو ایک آن میں مہدم کر دیا مگر شہر کی خوبصورتی اور رونق بازار نے اس کے ہاتھ کو روک دیا اور اس نے شہر کو اپنی حالت پر چھوڑ دیا۔

اس کے حکمرانوں نے اس وجہ سے کہ اس شہر میں آئے دن خون وکشت کا بازار گرم رہتا ہے منحوس سمجھ کر اپنا دارالسلطنت باری کی طرف منتقل کر دیا اور دارالسلطنت کی تبدیلی سے اس کی بیرونقی بڑھنے لگی مگر گھرواڑ کے راجاؤں نے جب اس کو مسخر کیا اور اس کو اپنا دارالسلطنت بنایا تو اس کی پہلی رونق پھر تازہ ہو گئی۔

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

جليشا فلم يقاتلوا وعطوا الطاعة وسالمه سرست[1] وهي مغزى اهل البصرة اليوم واهلها الميد الذين يقطعون في البحر ٥

ترجمہ: حجاج مر گیا اور محمد بن قاسم کو اس کی وفات کی اطلاع پہنچی۔ پس وہ ملتان سے روڑ اور بغرور کی طرف لوٹا جن کو وہ فتح کر چکا تھا۔ پھر لوگوں کو عطیہ دیا اور اس نے بھنمال (دارالسلطنت گوجر) کی طرف لشکر بھیجا۔ انہوں نے جنگ نہیں کی اور اس کی اطاعت قبول کی اور باشندگان سرست (سورت بندرگاہ یا شراشتر کاٹھیاوار) نے جو آج کل اہل بصرہ کی رزمگاہ ہے اس کے ساتھ مصالحت کر لی اس کے باشندے قوم میڈ ہیں جو سمندر میں ڈاکے ڈالتے ہیں۔

ایضا فتوح البدان ص 446

(فتوح البلدان ص 446)

ووجه الجنيد جيشا الى ازئين ووجه حبيب ابن حرة في جيش الى ارض المالبة فاغا رواعلى ازين وغزوابهرمه فحرفوا ربضها وفتح الجنيد البيلمان[2] والجزر ٥

ترجمہ: اور جنید نے جین کی طرف لشکر بھیجا اور حبیب بن مرۃ کو لشکر دے کر مالوہ کی طرف روانہ کیا۔ انہوں نے اجین پر چھاپا مارا اور برہمہ سے جنگ کی اور ان کی شہر پناہ کو جلا دیا۔ (مراد ان مکانوں سے ہے جو دیوار شہر پناہ کے اردگرد تھے) جنید نے بھنمال اور ملک گوجر کو فتح کیا، بہرلمہ اصل کتاب میں یہی شکل لکھی ہوئی

---

[1] سرست بندر سورت معلوم ہوتا ہے کیونکہ یہ مندر قوم میڈ کا مسکن تھا جو سمندر میں چھاپہ مارتے تھے اور تجارتی کشتیوں کو لوٹتے تھے۔ اہل بصرہ اور قوم میڈ کی آپس میں جنگ ہوتی تھی اور یہ جنگ کشتیوں کی سمندر میں برپا ہوتی تھی تاریخ مرات محمدی میں کاٹھیاوار کو سوراست لکھا ہے جو سرست کے مطابق ہے۔

[2] البيلمان والجزر۔ بیلمان نون سے دراصل بھنمال ہے اور جزر کا لفظ یا تو تخفیص بعد تعمیم ہے یا بطور بیان۔ (۱۲)

جلیشا فلم یقاتلوا وعطوا الطاعة وسالمه سرست[1] وھی مغزی اھل البصرة الیوم واھلھا المید الذین یقطعون فی البحرo

ترجمہ: حجاج مر گیا اور محمد بن قاسم کو اس کی وفات کی اطلاع پہنچی۔ پس وہ ملتان سے روڑ اور بغرور کی طرف لوٹا جن کو وہ فتح کر چکا تھا۔ پھر لوگوں کو عطیہ دیا اور اس نے بھنمال (دارالسلطنتِ گوجر) کی طرف لشکر بھیجا۔ انہوں نے جنگ نہیں کی اور اس کی اطاعت قبول کی اور باشندگان سرست (سورت بندرگاہ یا شراشتر کاٹھیاوار) نے جو آج کل اہل بصرہ کی رزمگاہ ہے اس کے ساتھ مصالحت کر لی اس کے باشندے قوم میڈ ہیں جو سمندر میں ڈاکے ڈالتے ہیں۔

ایضا فتوح البدان ص 446

(فتوح البلدان ص 446)

ووجه الجنید جیشا الی ازین ووجه حبیب ابن حرة فی جیش الی ارض المالبة فاغا رواعلی ازین وغزوا بھرمه فحرفوا ربضھا وفتح الجنید البیلمان[2] والجزرo

ترجمہ: اور جنید نے جین کی طرف لشکر بھیجا اور حبیب بن مرۃ کو لشکر دے کر مالوہ کی طرف روانہ کیا۔ انہوں نے اجین پر چھاپا مارا اور برہمہ سے جنگ کی اور ان کی شہر پناہ کو جلا دیا۔ (مراد ان مکانوں سے ہے جو دیوار شہر پناہ کے ارد گرد تھے) جنید نے بھنمال اور ملک گوجر کو فتح کیا، بہرلمہ اصل کتاب میں یہی شکل لکھی ہوئی

[1] سرست بندر سورت معلوم ہوتا ہے کیونکہ یہ مندر قوم میڈ کا مسکن تھا جو سمندر میں چھاپہ مارتے تھے اور تجارتی کشتیوں کو لوٹتے تھے۔ اہل بصرہ اور قوم میڈ کی آپس میں جنگ ہوتی تھی اور یہ جنگ کشتیوں کی سمندر میں برپا ہوتی تھی تاریخ مرات محمدی میں کاٹھیاوار کو سوراست لکھا ہے جو سرت کے مطابق ہے۔

[2] البیلمان والجزر ۔ بیلمان نون سے دراصل بھنمال ہے اور جزر کا لفظ یا تو تخفیص بعد تعیم ہے یا بطور بیان۔ (۱۲)

لهم بالذهب القطع والدراهم التي يقال لها الطاطرى عليها تمثال صورة الملك و وزنهم مثقال فاذا بايعوهم قالوا للملك ابعث معنامن يخرجنا من بلادك ويحفظ مناعنا فيقول ليس في لادى لص اخرجوا ان حدث باموالكم حدث فخذوه مني وانا الضامن لكم وهو ملك له جسم كبير وليس حوله ملك اشجع منه في الحرب كثير المكيدة وهو يقاتل بلهرا وملك الطانق ونجابه[1]۔

ترجمہ: اور اس کے بعد ہندوستان کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ بلہارا ہے۔ بلاشک وشبہ وہ ہندوستان کا شاہنشاہ ہے وہ ان شہروں میں رہتا ہے، جن کو کمکر کہا جاتا ہے (یہ ایک ہندی نام ہے) اس کی ولایت ساگوان (لکڑی) کی ولایت ہے اور وہاں سے (دوسرے ملکوں میں) لے جایا جاتا ہے اور یہ وسیع سلطنت اور کثیر التعداد لشکر کا مالک ہے۔ جو بادشاہ اس کے اردگرد ہیں وہ اس کی کورنش بجالاتے ہیں یہاں تک کہ اگر اس کا سفیر بھی ان کے دربار میں جاتا ہے تو اس بادشاہ کی عظمت کی خاطر سے اس کا مجرا بجالاتے (ادب کرتے) ہیں اور اس بادشاہ کے ملحق الحدود اور بھی بادشاہ ہیں ان میں سے ایک جس کو ملک تانک کہا جاتا ہے۔ اس کی سلطنت مختصر سی ہے اور یہ بہت مالدار آباد ولایت کا بادشاہ ہے اور اس کی مملکت کے باشندے (اکثر) گندم گون ہیں اور ان میں سے بعض کا گورا رنگ اور خوبصورتی مشہور ہے ولایت کے اس حصہ میں جس کی زمین نرم ہے اونٹ پائے جاتے ہیں۔ یہ ایسی خصوصیت ہے کہ ملحق الحدود بادشاہوں میں کسی کو حاصل نہیں ہے۔ اس کے بعد ایک اور بادشاہ ہے جس کو نجابہ کہا جاتا ہے یہ ان میں (بوجہ عالی نسبی کے) شریفہ ہے اور بادشاہ بلہارا اسی خاندان میں شادی کرتا ہے اور یہ سلوتی خاندان سے ہیں (سلوق یمن میں ایک شہر ہے) شاہانِ بلہارا بوجہ ان کی کی شرافت ذاتی کے انہی میں شادی کرتے ہیں اور یہ تازی کتے (جو

---

[1] بعض نسخوں میں جابہ ہے۔

لهم بالذهب القطع والدراهم التي يقال لها الطاطري عليها تمثال صورة الملك و وزنهم مثقال فاذا بايعوهم قالوا للملك ابعث معنامن يخرجنا من بلادك ويحفظ مناعنا فيقول ليس في لادي لص اخرجوا ان حدث باموالكم حدث فخذوه مني وانا الضامن لكم وهو ملك له جسم كبير وليس حوله ملك اشجع منه في الحرب كثير المكيدة وهو يقاتل بلهرا وملك الطانق ونجابه[1].

ترجمہ: اور اس کے بعد ہندوستان کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ بلہارا ہے۔ بلاشک وشبہ وہ ہندوستان کا شاہنشاہ ہے وہ ان شہروں میں رہتا ہے، جن کو کمکر کہا جاتا ہے (یہ ایک ہندی نام ہے) اس کی ولایت ساگوان (لکڑی) کی ولایت ہے اور وہاں سے (دوسرے ملکوں میں) لے جایا جاتا ہے اور یہ وسیع سلطنت اور کثیر التعداد لشکر کا مالک ہے۔ جو بادشاہ اس کے اردگرد ہیں وہ اس کی کورنش بجالاتے ہیں یہاں تک کہ اگر اس کا سفیر بھی ان کے دربار میں جاتا ہے تو اس بادشاہ کی عظمت کی خاطر سے اس کا مجرا بجالاتے (ادب کرتے) ہیں اور اس بادشاہ کے ملحق الحدود اور بھی بادشاہ ہیں ان میں سے ایک جس کو ملک تانک کہا جاتا ہے۔ اس کی سلطنت مختصر سی ہے اور یہ بہت مالدار آباد ولایت کا بادشاہ ہے اور اس کی مملکت کے باشندے (اکثر) گندم گون ہیں اور ان میں سے بعض کا گورا رنگ اور خوبصورتی مشہور ہے ولایت کے اس حصہ میں جس کی زمین نرم ہے اونٹ پائے جاتے ہیں۔ یہ ایسی خصوصیت ہے کہ ملحق الحدود بادشاہوں میں کسی کو حاصل نہیں ہے۔ اس کے بعد ایک اور بادشاہ ہے جس کو نجابہ کہا جاتا ہے یہ ان میں (بوجہ عالی نسبی کے) شریفہ ہے اور بادشاہ بلہارا اسی خاندان میں شادی کرتا ہے اور یہ سلوقی خاندان سے ہیں (سلوق یمن میں ایک شہر ہے) شاہانِ بلہارا بوجہ ان کی شرافت ذاتی کے انہی میں شادی کرتے ہیں اور یہ تازی کتے (جو

---

[1] بعض نسخوں میں جابہ ہے۔

البیرونی مطبوعہ لندن 1887ء ص 98و99

(البیرونی مطبوعہ لندن 1887ء ص 98,99)

کتاب الهند

اول جد التبت وفیه یتغیرا للغة والذی والصوف ومنه الی راس العقبة العظمی عشرون فرسخا ومن قلتها تری ارض الهند سوداء تحت ضباب والجبال التی دون العقبة کالتلال الصغیرة وارض التبت والصین حمرأ والنزول الیها یقصرعن الفرسخ ومن قنوج ایضاً فیما بین المشرق والجنوب علی غرب .گنگ الی مملکة ججا هوتی ثلثون فرسخا وقصبتها کو راه وفیها بینهما قلعتا گوالیرو کالنجر من القلاح المذکورة والی دهال.

ہندوستان کے حالات:

ترجمہ: یہ تبت کی اولین حد ہے اسی مقام سے زبان، لباس اور لہجہ تبدیل ہوتے ہیں۔ اس سے بڑے پہاڑ (کوہ ہمالیہ) کی چوٹی تک بیس فرسنگ ہیں (یعنی 60 میل کی مسافت ہے) اس کی چوٹی سے ہند کی زمین کہر کے نیچے سیاہ نظر آتی ہے اور جو پہاڑ کوہ ہمالیہ کے دامن میں ہیں، مٹی کے چھوٹے چھوٹے تودوں کی طرح معلوم ہوتے ہیں اور تبت اور چین کی زمین سُرخ ہے اور پہاڑ سے زمین تک اُترائی (ڈھلوان) ایک میل سے کچھ کم ہے اور قنوج سے (دریائے گنگا کے غربی کنارے بسمت شرق و جنوب) ججا ہوتی واقع بندیل کھنڈ تک تیس فرسنگ (90 میل) ہیں اور اس علاقہ کا مشہور شہر کھجوراہو[1] ہے اور ان (یعنی قنوج اور ججا ہوتی) کے درمیان میں دو قلعے گوالیرو کالنجر ہیں اور یہ ملک مالوہ کی سلطنت وھال

[1] کھجوراہو وہ مقام جہاں راجہ یسودرمن چندیل نے ایک عالی شان مندر تعمیر کیا اور راجہ دیوپال گوجر سے وشنو کی ایک قیمتی مورتی چھین کر نصب کی یہ مقام زمانہ دراز تک گوجر راجاؤں کی پرستش گاہ رہا ہے۔

البیرونی مطبوعۃ لندن 1887ء ص 98و99

(البیرونی مطبوعہ لندن 1887ء ص 99,98)

کتاب الھند

اول جد التبت وفیہ یتغیرا للغۃ والذی والصوف ومنہ الی راس العقبۃ العظمی عشرون فرسخا ومن قلتھا تری ارض الھند سوداء تحت ضباب والجبال التی دون العقبۃ کالتلال الصغیرۃ وارض التبت والصین حمرأ والنزول الیھا یقصرعن الفرسخ ومن قنوج ایضاً فیما بین المشرق والجنوب علی غرب گنگ الی مملکۃ ججا ھوتی ثلثون فرسخا وقصبتھا کو راہ وفیھا بینھما قلعتا گوالیرو کالنجر من القلاح المذکورۃ والی ڈھال.

ہندوستان کے حالات:

ترجمہ: یہ تبت کی اولین حد ہے اسی مقام سے زبان، لباس اور لہجہ تبدیل ہوتے ہیں۔ اس سے بڑے پہاڑ (کوہ ہمالیہ) کی چوٹی تک بیس فرسنگ ہیں (یعنی 60 میل کی مسافت ہے) اس کی چوٹی سے ہند کی زمین کہر کے نیچے سیاہ نظر آتی ہے اور جو پہاڑ کوہ ہمالیہ کے دامن میں ہیں، مٹی کے چھوٹے چھوٹے تودوں کی طرح معلوم ہوتے ہیں اور تبت اور چین کی زمین سُرخ ہے اور پہاڑ سے زمین تک اُترائی (ڈھلوان) ایک میل سے کچھ کم ہے اور قنوج سے (دریائے گنگا کے غربی کنارے بسمت شرق و جنوب) ججا ہوتی واقع بندیل کھنڈ تک تیس فرسنگ (90 میل) ہیں اور اس علاقہ کا مشہور شہر کھجوراہو[1] ہے اور ان (یعنی قنوج اور ججا ہوتی) کے درمیان میں دو قلعے گوالیرو کالنجر ہیں اور یہ ملک مالوہ کی سلطنت وھال

---

1. کھجوراہو وہ مقام جہاں راجہ یسودرمن چندیل نے ایک عالی شان مندر تعمیر کیا اور راجہ دیوپال گوجر سے وشنو کی ایک قیمتی مورتی چھین کر نصب کی یہ مقام زمانہ دراز تک گوجر راجاؤں کی پرستش گاہ رہا ہے۔

کے بادشاہوں میں اور بھی بادشاہ ہیں (مثلاً) بادشاہ چاپ اور بادشاہ تانک اور بادشاہ گوجراور گابہ اور برہما اور بادشاہ کامروپ (ملک آسام کا بادشاہ)۔

ایضاً ص 66

واعظم ملوک الهند بلهرا وتفسيره ملک الملوک و نقش خاتمه من ودک لا مزولی مع انقطاعه وينزل الكمكم بلا دالساج وبعده ملک الطانق وبعده جابه وبعده ملک الجزر وله الدراهم الطاطرية.

ترجمہ: ہندوستان کے بادشاہوں سے سب سے بڑا بلہارا ہے اور اس کے معنی شہنشاہ ہیں اس کی انگشتری میں کندہ تھا جو شخص کسی غرض یا امید سے تیرے ساتھ دوستی رکھتا ہے جب اس کی غرض پوری نہ ہوگی وہ تجھ سے فوراً پیٹھ پھیر لے گا اورہ ساگوان کے مثل کمکم میں رہتا ہے اس کے بعد بادشاہ تانک اور اس کے بعد چاپ اور اس کے بعد بادشاہ گوجر ہے۔جس کے درہم یعنی سکہ تاتری ہے۔

مؤلف: طاطری معرب تاتری ہے۔ یہ ہندی لفظ ہے اس سے مراد تاتاری سکہ لینا اور درست نہیں ہے جیسا کہ بعض کا خیال ہے۔

مروج الذهب للمسعودی الجزء الاول ص383و 384

(مروج الذہب مصنفہ مسعودی جلد اول صفحہ 384,383)

ثم يلى هذا لملک عملكة رهمى وهذه مسمة للوكهم ولا عم من اسمائهم ويقاتله الجزرو ملكه متلاحم ململكته ورهمى يحارب البلهرا ايضاً من احدجهات مملكته وهو الكثر جيوشاد فيلة وخيولا من البلهرى ومن ملک الجزر ومن ملک الطانق. واذا خرج

کے بادشاہوں میں اور بھی بادشاہ ہیں (مثلاً) بادشاہ چاپ اور بادشاہ تانک اور بادشاہ گوجر اور گابہ اور برہما اور بادشاہ کامروپ (ملک آسام کا بادشاہ)۔

ایضاً ص 66

واعظم ملوک الھند بلھرا وتفسیرہ ملک الملوک و نقش خاتمہ من ودک لا مرولی مع انقطاعہ وینزل الکمکم بلا دالساج وبعدہ ملک الطانق وبعدہ جابہ وبعدہ ملک الجزر ولہ الدراھم الطاطریۃ.

ترجمہ: ہندوستان کے بادشاہوں سے سب سے بڑا بلہارا ہے اور اس کے معنی شہنشاہ ہیں اس کی انگشتری میں کندہ تھا جو شخص کسی غرض یا امید سے تیرے ساتھ دوستی رکھتا ہے جب اس کی غرض پوری نہ ہوگی وہ تجھ سے فوراً پیٹھ پھیر لے گا اور وہ ساگوان کے مثل کمکم میں رہتا ہے اس کے بعد بادشاہ تانک اور اس کے بعد چاپ اور اس کے بعد بادشاہ گوجر ہے۔ جس کے درہم یعنی سکہ تاتری ہے۔

مؤلف: طاطری معرب تاتری ہے۔ یہ ہندی لفظ ہے اس سے مراد تتاری سکہ لینا اور درست نہیں ہے جیسا کہ بعض کا خیال ہے۔

مروج الذھب للمسعودی الجزء الاول ص383و 384

(مروج الذھب مصنفہ مسعودی جلد اول صفحہ 384,383)

ثم یلی ھذا لملک عملکۃ رھمی وھذہ مسمۃ للوکھم ولا عم من اسمائھم ویقاتلہ الجزرو ملکہ متلاحم ململکتہ ورھمی یحارب البلھرا ایضاً من احدجھات مملکتہ وھو الکثر جیوشاد فیلۃ وخیولا من البلھری ومن ملک الجزر ومن ملک الطانق. واذا خرج

ترجمہ: اس کا سکہ ان کی ابتدائے قائمی سلطنت کی تاریخ کو ظاہر کرتا ہے اور بوجہ کثرت اس کے جنگی ہاتھی شمار نہیں کیے جا سکتے۔ اس کی ولایت کو بھی کمکم کہتے ہیں، بادشاہ گوجراں سے اپنی سلطنت کے حدود میں سے ایک حد پر اس سے جنگ کرتا ہے اور بادشاہ گوجر کے پاس گھوڑے اور اونٹ (مراد اس سے گھوڑوں اور اونٹوں کے رسالے ہیں اور لشکر کثرت سے ہیں)۔

مؤلف: ان اقتباسات سے ثابت ہوتا ہے کہ عرب سیاحوں کے وقت گوجر بادشاہوں کی وسیع سلطعت تھی اور وہ طاقتور بادشاہوں میں شمار ہوتے تھے۔ بھنمال اور قنوج وغیرہ ان کے صدر مقام تھے۔ پیادہ فوج اور رسالوں کی تعداد میں وہ اپنے ہم عصر بادشاہوں سے کم نہ تھے اور ہر قسم کی علمی ترقی اور اہل فن کی قدر دانی میں سب سے بڑھ کر تھے۔ ایسی ناطق شہادتوں کے ہوتے ہوئے گوجروں کی شوکت وشان کا انکار کرنا روز روشن میں آفتاب کا انکار ہے۔

آفتاب آمد دلیلِ آفتاب

❀❀❀

ترجمہ: اس کا سکہ ان کی ابتدائے قائمی سلطنت کی تاریخ کو ظاہر کرتا ہے اور بوجہ کثرت اس کے جنگی ہاتھی شمار نہیں کیے جا سکتے۔ اس کی ولایت کو بھی کمکم کہتے ہیں، بادشاہ گوجراں سے اپنی سلطنت کے حدود میں سے ایک حد پر اس سے جنگ کرتا ہے اور بادشاہ گوجر کے پاس گھوڑے اور اونٹ (مراد اس سے گھوڑوں اور اونٹوں کے رسالے ہیں اور لشکر کثرت سے ہیں)۔

مؤلف: ان اقتباسات سے ثابت ہوتا ہے کہ عرب سیاحوں کے وقت گوجر بادشاہوں کی وسیع سلطنت تھی اور وہ طاقتور بادشاہوں میں شمار ہوتے تھے۔ بھنمال اور قنوج وغیرہ ان کے صدر مقام تھے۔ پیادہ فوج اور رسالوں کی تعداد میں وہ اپنے ہم عصر بادشاہوں سے کم نہ تھے اور ہر قسم کی علمی ترقی اور اہل فن کی قدر دانی میں سب سے بڑھ کر تھے۔ ایسی ناطق شہادتوں کے ہوتے ہوئے گوجروں کی شوکت وشان کا انکار کرنا روز روشن میں آفتاب کا انکار ہے۔

آفتاب آمد دلیلِ آفتاب

❀❀❀

قسمت جالندھر

نمبر شمار	نام ضلع	میزان کل گوجر	سکھ گوجر	ہندو گوجر	میزان مسلم گوجر	مرد مسلم گوجر	مسلم گوجر عورتیں
7	کانگڑہ	10375	x	1259	9116	4960	4156
8	ہوشیار پور	94536	1442	66956	66138	34865	31273
9	جالندھر	19662	2	275	19385	10644	8741
10	لدھیانہ	35063	60	408	34595	18169	16426
11	فیروز پور	12808	2	730	12076	6740	5336
میزان		172444	1506	29638	141310	75378	65932

قسمت جالندھر

نمبر شمار	نام ضلع	میزان کل گوجر	سکھ گوجر	ہندو گوجر	میزان مسلم گوجر	مرد مسلم گوجر	مسلم گوجر عورتیں
7	کانگڑہ	10375	x	1259	9116	4960	4156
8	ہوشیار پور	94536	1442	66956	66138	34865	31273
9	جالندھر	19662	2	275	19385	10644	8741
10	لدھیانہ	35063	60	408	34595	18169	16426
11	فیروز پور	12808	2	730	12076	6740	5336
میزان		172444	1506	29638	141310	75378	65932

قسمت راولپنڈی

نمبر شمار	نام ضلع	میزان کل گوجر	سکھ گوجر	ہندو گوجر	میزان مسلم گوجر	مرد مسلم گوجر	مسلم گوجر عورتیں
18	گجرات	118938	5	349	118584	63652	54932
19	شاہ پور	3079	29	240	2810	1664	1146
20	جہلم	20526	x	33	20493	11256	9237
21	راولپنڈی	27485	66	158	27261	14719	12542
22	اٹک	13246	x	4	13242	7095	6147
23	میانوالی	52	x	11	41	24	17
میزان		183326	100	795	182431	98410	84021

قسمت راولپنڈی

نمبر شمار	نام ضلع	میزان کل گوجر	سکھ گوجر	ہندو گوجر	میزان مسلم گوجر	مرد مسلم گوجر	مسلم گوجر عورتیں
18	گجرات	118938	5	349	118584	63652	54932
19	شاہ پور	3079	29	240	2810	1664	1146
20	جہلم	20526	x	33	20493	11256	9237
21	راولپنڈی	27485	66	158	27261	14719	12542
22	اٹک	13246	x	4	13242	7095	6147
23	میانوالی	52	x	11	41	24	17
میزان		183326	100	795	182431	98410	84021

انتخاب از

رپورٹ مردم شماری 1931ء ریاستہائے صوبہ پنجاب کی قوم گوجر کی آبادی

نمبر شمار	نام ریاست	میزان کل قوم گوجر	سکھ گوجر	ہندو گوجر	مسلم گوجر	مسلم گوجر مرد	مسلم گوجر عورت
1	دوجانہ	61	x	61	x	x	x
2	پٹودی	6	x	6	x	x	x
3	کاسیہ	6538	7	2683	3848	2074	1774
4	شملہ ہل مع بوشہر	116	x	x	116	55	61
5	نالہ گڑھ	9339	583	5222	3534	1948	1586
6	کنتھل	54	x	26	28	25	3
7	بھاگل	57	x	12	45	30	15

انتخاب از
رپورٹ مردم شماری 1931ء ریاستہائے صوبہ پنجاب کی قوم گوجر کی آبادی

نمبر شمار	نام ریاست	میزان کل قوم گوجر	سکھ گوجر	ہندو گوجر	مسلم گوجر	مسلم گوجر مرد	مسلم گوجر عورت
1	دوجانہ	61	x	61	x	x	x
2	پٹودی	6	x	6	x	x	x
3	کاسیہ	6538	7	2683	3848	2074	1774
4	شملہ ہل مع بوشہر	116	x	x	116	55	61
5	نالہ گڑھ	9339	583	5222	3534	1948	1586
6	کنتھل	54	x	26	28	25	3
7	بھاگل	57	x	12	45	30	15

19	پٹیالہ	38135	501	19365	18269	10350	7964
20	جنید	2174	14	1613	547	310	237
21	نابھ	7645	67	4017	3561	1968	1593
22	بھاولپور	979	x	72	907	529	378
میزان		88365	1293	40341	46731	25885	20846

19	پٹیالہ	38135	501	19365	18269	10350	7964
20	جنید	2174	14	1613	547	310	237
21	نابھ	7645	67	4017	3561	1968	1593
22	بھاولپور	979	x	72	907	529	378
میزان		88365	1293	40341	46731	25885	20846

7	جاگیر چنینی	578	278	300	x	x	x
8	سری نگر	29742	15605	14137	1523	797	726
9	بارہ مولا	33982	18048	15934	27	12	15
10	مظفر آباد	55349	31901	23448	1	1	x
11	لداخ	x	x	x	x	x	x
12	گلگت	644	359	285	x	x	x
13	سرحدی علاقہ	2454	1399	1055	x	x	x
	میزان کل	402781	216958	185823	5349	2888	2461

نوٹ:۔(۱) پونچھ میں اکثر گوجر مردم شماری میں اپنی ذات راٹھور لکھاتے ہیں ورنہ گوجروں کی تعداد پونچھ میں بہت زیادہ ہے۔

(۲) بکروال بالعموم گوجر ہیں ان کو گوجروں میں شمار کرنا چاہیے۔

(۳) اس تاریخ کے صفحہ 417 میں کشمیر کی مردم شماری 2565 اور (151800) درج ہے۔ وہ 1901ء کی ہے۔ (جس میں بعض

7	جاگیر چینی	578	278	300	x	x	x
8	سری نگر	29742	15605	14137	1523	797	726
9	بارہ مولا	33982	18048	15934	27	12	15
10	مظفر آباد	55349	31901	23448	1	1	x
11	لداخ	x	x	x	x	x	x
12	گلگت	644	359	285	x	x	x
13	سرحدی علاقہ	2454	1399	1055	x	x	x
	میزان کل	402781	216958	185823	5349	2888	2461

نوٹ:۔(۱) پونچھ میں اکثر گوجر مردم شماری میں اپنی ذات راٹھور لکھاتے ہیں ورنہ گوجروں کی تعداد پونچھ میں بہت زیادہ ہے۔

(۲) بکروال بالعموم گوجر ہیں ان کو گوجروں میں شمار کرنا چاہیے۔

(۳) اس تاریخ کے صفحہ 417 میں کشمیر کی مردم شماری 2565 اور (151800) درج ہے۔ وہ 1901ء کی ہے۔ (جس میں بعض

انتخاب از مردم شماری 1931ء

نقشہ کلیہ مردم شماری بہ تفصیل قسمت وار و ریاست ہائے پنجاب و جموں و کشمیر

نمبر شمار	نام قسمت	میزان کل گوجر	سکھ گوجر	ہندو گوجر	میزان مسلم گوجر	مرد مسلم گوجر	عورت مسلم گوجر
1	قسمت انبالہ	137699	1565	94503	41631	22857	18774
2	قسمت جالندھر	172444	1506	29628	141310	75378	65932
3	قسمت لاہور	91787	67	2914	88806	49760	39046
4	قسمت راولپنڈی	184326	100	795	182431	98410	84021
5	قسمت ملتان	22437	111	2258	20068	11285	8783
میزان قسمت ہائے پنجاب		607693	3349	130098	474246	257690	216556
میزان ریاستہائے پنجاب		88365	1293	40341	46731	25885	20846

انتخاب از مردم شماری 1931ء

نقشہ کلیہ مردم شماری بہ تفصیل قسمت وار و ریاست ہائے پنجاب و جموں وکشمیر

نمبر شمار	نام قسمت	میزان کل گوجر	سکھ گوجر	ہندو گوجر	میزان مسلم گوجر	مرد مسلم گوجر	عورت مسلم گوجر
1	قسمت انبالہ	137699	1565	94503	41631	22857	18774
2	قسمت جالندھر	172444	1506	29628	141310	75378	65932
3	قسمت لاہور	91787	67	2914	88806	49760	39046
4	قسمت راولپنڈی	184326	100	795	182431	98410	84021
5	قسمت ملتان	22437	111	2258	20068	11285	8783
میزان قسمت ہائے پنجاب		607693	3349	130098	474246	257690	216556
میزان ریاستہائے پنجاب		88365	1293	40341	46731	25885	20846

خاتمہ

خدا کا شکر ہے کہ اکابر قوم نے اپنے حسن ظن سے جو بوجھ میرے کمزور کاندھوں پر رکھا تھا۔ آخر میں نے اس کو افتاں خیزاں منزل مقصود تک پہنچا دیا اور فرض قومی بجالایا۔

میری ذاتی مشاغل و دنیاوی اس قدر تھے کہ مجھے ان سے کم فرصت ملتی تھی تاہم جس قدر فرصت ملی تھی کم و بیش اس کام کی تکمیل میں صرف کرتا تھا۔ میرا راستہ بہت تنگ و تاریک تھا اور جابجا میرے پاؤں پھسلتے تھے ہر زبان کی کتابوں کا جمع کرنا اور ان کا مطالعہ اور ان سے موضوع تاریخ کے متعلقات کا جمع کرنا بہت اہم کام تھا اور پھر ان پر تنقید کرنا اور روایات کا جانچنا مشکل پر مشکل تھی۔

تاریخوں میں بعض واقعات کی نسبت اختلاف تھا اور میری یہ کوشش تھی کہ مستند روایات کو درج کروں کیونکہ جب میں کسی روایت کو درج کروں گا تو اس کی صحت کی ذمہ داری مجھ پر عائد ہوگی۔

نگفتہ نہ وارد کسے باتو کار
ولیکن چو گفتی دلیلش بیار

میں یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اس میں نکتہ چینی کی گنجائش نہیں، البتہ یہ دعویٰ ہے کہ بلا سند کوئی بات نہیں لکھی۔

مجھے یہ اعتراف ہے کہ بعض امور اور تشریحات جن کو میں نے درج کیا ہے، موضوع تاریخ سے خارج ہیں لیکن ان کا اندراج بعض وجوہ سے میری رائے میں مناسب تھا اور اس کی نسبت میں نے بعض مقامات پر معذرت بھی کی ہے۔

الغرض میری تحقیقات دنیا کے علماء و فضلاء کے پیش نظر ہے میں یہ نہیں کہتا یہ آخری اور مکمل صورت تاریخ کی ہے۔ اس پر بہت کچھ اضافے ہو سکتے ہیں

خاتمہ

خدا کا شکر ہے کہ اکابر قوم نے اپنے حسن ظن سے جو بوجھ میرے کمزور کاندھوں پر رکھا تھا۔ آخر میں نے اس کو افتاں خیزاں منزل مقصود تک پہنچا دیا اور فرض قومی بجالایا۔

میری ذاتی مشاغل و دنیاوی اس قدر تھے کہ مجھے ان سے کم فرصت ملتی تھی تاہم جس قدر فرصت ملی تھی کم وبیش اس کام کی تکمیل میں صرف کرتا تھا۔ میرا راستہ بہت تنگ و تاریک تھا اور جا بجا میرے پاؤں پھسلتے تھے ہر زبان کی کتابوں کا جمع کرنا اور ان کا مطالعہ اور ان سے موضوع تاریخ کے متعلقات کا جمع کرنا بہت اہم کام تھا اور پھر ان پر تنقید کرنا اور روایات کا جانچنا مشکل پر مشکل تھی۔

تاریخوں میں بعض واقعات کی نسبت اختلاف تھا اور میری یہ کوشش تھی کہ مستند روایات کو درج کروں کیونکہ جب میں کسی روایت کو درج کروں گا تو اس کی صحت کی ذمہ داری مجھ پر عائد ہوگی۔

نگفتہ نہ وارد کسے با تو کار
ولیکن چو گفتی دلیلش بیار

میں یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اس میں نکتہ چینی کی گنجائش نہیں، البتہ یہ دعویٰ ہے کہ بلاسند کوئی بات نہیں لکھی۔

مجھے یہ اعتراف ہے کہ بعض امور اور تشریحات جن کو میں نے درج کیا ہے، موضوع تاریخ سے خارج ہیں لیکن ان کا اندراج بعض وجوہ سے میری رائے میں مناسب تھا اور اس کی نسبت میں نے بعض مقامات پر معذرت بھی کی ہے۔

الغرض میری تحقیقات دنیا کے علماء و فضلاء کے پیش نظر ہے میں یہ نہیں کہتا یہ آخری اور مکمل صورت تاریخ کی ہے۔ اس پر بہت کچھ اضافے ہو سکتے ہیں

نظم از مؤلف

جوانانِ سعادت مند! اس کو غور سے پڑھنا
لکھا ہے میں نے عبرت کا سبق آموز افسانا

مرتب کر دیا میں نے سلف کے کارناموں کو
پراگندہ پڑے تھے طاقِ نسیاں پر یہ چند اجزا

غرض اس سے تمہارے بختِ خفتہ کو جگانا ہے
تمہاری قسمت و طالع کا ہے گردش میں سیارا

خدا کے واسطے دیکھو اور آنکھیں کھول کر دیکھو
کہ تم کیا تھے اور اب کیا ہو یہ ہے حسرت کا نظارا

سند ہر بات پر دی ہے صحیفوں اور سکوں سے
جو دیکھا لکھ دیا اپنی طرف سے کچھ نہیں لکھا

تم اُن اسلاف کے فرزند ہو جن کی شجاعت نے
ہزاروں سرکشوں کی گردنوں کو تھا کچل ڈالا

ہمارے یکہ تازوں نے زمین کو روند ڈالا تھا
ہماری حشمت و سطوت کا درباروں میں تھا چرچا

ہمالہ سے سمندر تک ہمارے شہسواروں نے
کیا دشت و جبل کو چند روزوں میں تہ و بالا

ہماری شوکت و اقبال پر گجرات شاہد ہے
ہماری فتح و نصرت پر گوا ہے راجپوتانا

ہمارے قافلہ کا رہ نما عزمِ مصمم تھا
نہ اٹکا وہ پہاڑوں سے نہ دریاؤں سے وہ جھجکا

نظم از مؤلف

جوانانِ سعادت مند! اس کو غور سے پڑھنا
لکھا ہے میں نے عبرت کا سبق آموز افسانا

مرتب کر دیا میں نے سلف کے کارناموں کو
پراگندہ پڑے تھے طاقِ نسیاں پر یہ چند اجزا

غرض اس سے تمہارے بختِ خفتہ کو جگانا ہے
تمہاری قسمت و طالع کا ہے گردش میں سیارا

خدا کے واسطے دیکھو اور آنکھیں کھول کر دیکھو
کہ تم کیا تھے اور اب کیا ہو یہ ہے حسرت کا نظارا

سند ہر بات پر دی ہے صحیفوں اور سکوں سے
جو دیکھا لکھ دیا اپنی طرف سے کچھ نہیں لکھا

تم اُن اسلاف کے فرزند ہو جن کی شجاعت نے
ہزاروں سرکشوں کی گردنوں کو تھا کچل ڈالا

ہمارے یکہ تازوں نے زمین کو روند ڈالا تھا
ہماری حشمت و سطوت کا درباروں میں تھا چرچا

ہمالہ سے سمندر تک ہمارے شہسواروں نے
کیا دشت و جبل کو چند روزوں میں تہ و بالا

ہماری شوکت و اقبال پر گجرات شاہد ہے
ہماری فتح و نصرت پر گوا ہے راجپوتانا

ہمارے قافلہ کا رہ نما عزمِ مصمم تھا
نہ اٹکا وہ پہاڑوں سے نہ دریاؤں سے وہ جھجکا

زمانہ کہہ رہا ہے تم کو، میرے ساتھ آؤ
جو رہ جائے گا پیچھے مجھ سے ہیں اس کو مٹا دوں گا
سنو! اس سے زیادہ بدنصیبی ہو نہیں سکتی
اگر تم نے زمانہ کی نصیحت کو نہیں مانا

تمہیں سے قوم در ماندہ کی وابستہ ہیں امیدیں
تمہارا دستِ ہمت ہے کلیدِ حل مشکلہا
بڑھی جاتی ہیں قومیں تم سے میدانِ ترقی میں
مگر تم ہو کہ غفلت سے پڑے سوتے ہو بے پروا

درِ اغیار پر جا کر نہ اپنا ہاتھ پھیلاؤ
گدائی سے کہیں ملتا ہے جاہ و منصب بالا
تم اپنی ہمتِ و عزم مصمم سے بڑھو آگے
کفیلِ جاہ و منصب ہے تمہاری ہمتِ والا

زر و عزت تو کھو بیٹھے ہو تم آپس کے جھگڑوں سے
گلے مل جاؤ آپس میں بجز اس کے نہیں چارا
تنزل کی بھی کچھ حد ہے کہ ہستی مٹ گئی اپنی
عزیزوں کی حمیت ہے نہ پاس عزت آیا

قیامت ہے کہ جن ہاتھوں میں تلواریں چمکتی تھیں
چمکتا ہے اب ان ہاتھوں میں کجلول گدایانا
نہایت کدو کاوش سے تمہارا مہرباں مالک
یہ نسخہ کیمیا کا اک تمہارے واسطے لایا

بزرگوں کی نصیحت پر عمل کرنا سعادت ہے
زمانہ کے کسی دانا نے فرمایا ہے کیا اچھا
نصیحت گوش کن جاناں کہ از جاں دوست تر دارند
جوانانِ سعادت مندر پندِ پیرِ دانا را

زمانہ کہہ رہا ہے تم کو، میرے ساتھ آؤ
جو رہ جائے گا پیچھے مجھ سے ہیں اس کو مٹا دوں گا

سنو! اس سے زیادہ بدنصیبی ہو نہیں سکتی
اگر تم نے زمانہ کی نصیحت کو نہیں مانا

تمہیں سے قوم در ماندہ کی وابستہ ہیں امیدیں
تمہارا دستِ ہمت ہے کلیدِ حل مشکلہا

بڑھی جاتی ہیں قومیں تم سے میدانِ ترقی میں
مگر تم ہو کہ غفلت سے پڑے سوتے ہو بے پروا

درِ اغیار پر جا کر نہ اپنا ہاتھ پھیلاؤ
گدائی سے کہیں ملتا ہے جاہ و منصب بالا

تم اپنی ہمتِ و عزم مصمم سے بڑھو آگے
کفیلِ جاہ و منصب ہے تمہاری ہمتِ والا

زر و عزت تو کھو بیٹھے ہو تم آپس کے جھگڑوں سے
گلے مل جاؤ آپس میں بجز اس کے نہیں چارا

تنزل کی بھی کچھ حد ہے کہ ہستی مٹ گئی اپنی
عزیزوں کی حمیت ہے نہ پاس عزت آیا

قیامت ہے کہ جن ہاتھوں میں تلواریں چمکتی تھیں
چمکتا ہے اب ان ہاتھوں میں کجلول گدایانا

نہایت کدو کاوش سے تمہارا مہرباں مالک
یہ نسخہ کیمیا کا اک تمہارے واسطے لایا

بزرگوں کی نصیحت پر عمل کرنا سعادت ہے
زمانہ کے کسی دانا نے فرمایا ہے کیا اچھا

نصیحت گوش کن جاناں کہ از جاں دوست تر دارند
جوانانِ سعادت مندر پندِ پیرِ دانا را